علم الفقہ
اردو

چھ ۶ حصے کامل

فقہی احکام و مسائل پر ایک مستند اور بلند پایہ کتاب

مصنفہ

حضرت مولانا عبدالشکور فاروقی لکھنوی

ناشر

دار الاشاعت

مقابل مولوی مسافرخانہ۔ کراچی

عِلمُ الفِقہ

چھ حصّے کامِل اُردو

علم الفقہ اُردو زبان میں مکمل فقہ اسلامی کی ایک بہترین کتاب ہے جس میں وہ تمام اسلامی احکام و مسائل کہ جن کی ہر مسلمان کو دن رات ضرورت پیش آتی ہیں درج ہیں۔ اس کتاب میں عربی کی ضخیم اور مستند کتابوں کے تمام مضامین سہل اور آسان اُردو میں منتقل کر دیئے گئے ہیں۔ تاکہ ہر مسلمان خود مسائل دیکھکر اُن پر عمل پیرا ہو سکے۔ اس لئے ہر مسلمان گھرانے میں اس کی موجودگی نہایت ضروری ہے۔

حضرت مولانا عبدُالشکور صاحب فاروقی لکھنوی

ناشر

دارُالاشاعت

مُقابل مولوی مسافرخانہ کراچی ۱

Marfat.com

جملہ حقوق محفوظ

اشاعت : اوّل اگست ۱۹۶۵ء

باہتمام :- محمد رضی عثمانی

کل صفحات : [illegible]

قیمت مجلد :- 56/-

طباعت :- ایجوکیشنل پریس، کراچی

ملنے کا پتہ

۱- ادارۃ المعارف ڈاک خانہ دارالعلوم کراچی ۱۴

۲- ادارۂ اسلامیات ۱۹۰ انارکلی لاہور

ناشر

دارالاشاعت مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی ۱

Marfat.com

پیش لفظ

یہ ایک ناقابلِ فراموش حقیقت ہے کہ برصغیر ہند وپاک کے علماء اسلام نے اگر ایک طرف اپنے مذہب کی گرانقدر اور بے پایاں خدمات انجام دی ہیں تو دوسری طرف برصغیر میں اُردو زبان کی تشکیل اور اُس کے بعد اس کی ترویج میں بھی نمایاں اور ٹھوس خدمات سرانجام دی ہیں۔ اردو زبان پر علماء کا سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ اُنھوں نے عربی و فارسی زبان کی اہم اور بلند پایہ کتب کو اُردو میں منتقل کیا ہے اور قرآن و حدیث فقہ تاریخ اور دوسرے اسلامی علوم پر اب تک اُردو میں جس قدر ذخیرہ عوام کے سامنے آچکا ہے وہ یقیناً ہند و پاک کے مسلمانوں کے لئے باعثِ فخر و امتنان ہے۔

ہند و پاک کے مسلمانوں کی خوش قسمتی ہے کہ وہ اپنے دین مذہب سے اُردو زبان کے ذریعہ مکمل واقفیت حاصل کر سکتے ہیں۔

مذہبی نقطۂ نظر سے سب سے زیادہ اہم عقائد و عبادات و معاملات ہیں جن کے مسائل و احکام سے واقف اور روشناس ہونا ہر شخص کے لئے ضروری ہے اس سلسلہ میں علماء نے مختلف چھوٹی بڑی کتابیں تصنیف کیں اس دور میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے بہشتی زیور کو جو مقبولیت و شہرت

حاصل ہوئی وہ کسی دوسری کتاب کا حصہ نہ بن سکی۔ لیکن بہشتی زیور صرف فقہی مسائل پر ہی مشتمل نہیں بلکہ اس میں فقہی مسائل و احکام کے علاوہ اور بھی بہت سی معلومات ہیں لیکن اس کے حواشی اور ضمیموں نے اس کی ضخامت اتنی بڑھا دی کہ ہر شخص کے لئے اس سے فائدہ اٹھانا مشکل ہو گیا ہے احقر کی دیرینہ خواہش اور تمنا تھی کہ کوئی ایسی کتاب پورے اہتمام کے ساتھ شائع کی جائے کہ جس میں نہایت آسان فقہی ترتیب کے مطابق مکمل مسائل درج ہوں اور علماء کے نزدیک معتبر و مستند ہونے کے ساتھ عام فہم بھی ہو تاکہ ہر شخص اس سے استفادہ کر سکے۔

کافی تلاش و جستجو کے بعد حضرت مولانا عبد الشکور صاحب رح فاروقی لکھنوی کی مشہور کتاب علم الفقہ پر نظر پڑی جو مستند ہونے کے ساتھ ساتھ اعمال و عبادات اور تمام دینی ضروریات پر مفصل معلومات کی حامل ہے کافی عرصہ ہوا یہ انمول کتاب ہندوستان میں شائع ہوئی تھی۔ لیکن پاکستان میں کسی ادارہ نے اس کی طرف توجہ نہیں کی۔ حالانکہ یہ کتاب اس کی مستحق ہے کہ ہر شخص کو یہ کتاب اپنے گھر میں رکھنا چاہیئے۔

تاکہ ہماری قوم کا ہر فرد اسلامی احکام کا پورا پورا علم حاصل کر سکے اور ہماری آئندہ نسل صحیح معنی میں مسلمان کہلانے کی مستحق بن سکے۔

اس کتاب علم الفقہ میں فقہ کی اُن تمام ضخیم اور مستند کتابوں کے

Marfat.com

مضامین سہل اور آسان اُردو میں منتقل کر دیئے گئے ہیں جنہیں عربی میں ہونے کی وجہ سے اُردو داں طبقہ نہیں پڑھ سکتا ۔

علم الفقہ اسلامی احکام و مسائل کی ایسی جامع اور مستند کتاب ہے کہ لوگ اس کی موجودگی میں دوسروں سے مسائل پوچھنے کی زحمت سے بے نیاز ہو جائیں گے اس لئے اس کتاب کا ہر گھر میں ہونا انتہائی ضروری ہے تاکہ وہ روزمرہ پیش آنے والے مسائل کا خود ہی حل تلاش کرکے اُس پر عمل پیرا ہو سکے ۔ اسی لئے اس کتاب کی اشاعت میں انتہائی اہتمام اور احتیاط برتی گئی ہے ۔ چنانچہ اصل نسخہ پر نظر ثانی کرائی گئی اور پھر اس کے بعد کتابت کرائی گئی ہے تاکہ کتاب بالکل صحیح چھپے اور یہ پاکستانی نسخہ اغلاط سے پاک ہو حتی الامکان کتابت و طباعت میں بھی پورا اہتمام کیا گیا ہے اور کاغذ بھی سفید گلیز استعمال کیا جا رہا ہے ۔ یہ پوری کتاب چھ حصوں پر مشتمل ہے جن کی مختصر تفصیل درج ذیل ہے

(۱) علم الفقہ حصہ اول ۔ (مسائل طہارت)

اس حصہ میں پاکی ناپاکی وضو و غسل وغیرہ کے تمام احکام درج کئے گئے ہیں ۔

(۲) علم الفقہ حصہ دوم (مسائل نماز)

اس حصہ میں فرض نماز سنتیں نوافل اور ہر قسم کی نمازوں اور اُن کے احکام درج ہیں ۔

(۳) علم الفقہ حصہ سوم (مسائل روزہ و رمضان)

جس میں رمضان کے فضائل اور روزہ کے تمام مسائل اور اعتکاف

Marfat.com

روایت ہلال کا تفصیلی بیان ہے۔

(۴) علم الفقہ حصہ چہارم (مسائل زکوٰۃ وصدقات)

اس حصہ میں مسائل زکوٰۃ وصدقات کی تفصیل قرآن وسنت کی روشنی میں بیان کی گئی ہے اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ زکوٰۃ کن لوگوں پر اور کس صورت میں واجب ہے اور کن صورتوں میں نہیں اور یہ کہ زکوٰۃ وصدقات کے کون لوگ مستحق ہیں۔

(۵) علم الفقہ حصہ پنجم (مسائل حج)

اسمیں حج اور عمرہ کے تمام احکام ومسائل درج کئے گئے ہیں اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ حج کن لوگوں پر فرض ہے اور اسکے شرائط کیا ہیں؟ اور ساتھ ہی تمام مقامات زیارت کے احکام اور طریقے تفصیل کیساتھ کئے گئے ہیں۔

(۶) علم الفقہ حصہ ششم (مسائل معاشرت)

اس حصہ میں نکاح طلاق خلع مہر ومیراث وغیرہ کے مسائل واحکام درج ہیں انکے علاوہ دوسرے ایسے تمام مسائل جو روزمرہ زندگی سے متعلق ہیں۔ کتاب کا یہ ایک مجمل خاکہ ہے تفصیل اصل کتاب میں ملاحظہ فرمائیں۔ اُمید ہے کہ لوگ اس کتاب سے زیادہ سے زیادہ فوائد حاصل کرینگے۔ دارالاشاعت کراچی کی ابتدا ہی سے یہ کوشش رہی ہے کہ عام مسلمانوں کے فائدے کیلئے مفید اسلامی کتابیں اعلیٰ معیار پر شائع کیجائیں کہ جو عرصہ سے نایاب ہیں اور جنکی فی زمانہ ہر شخص کو ضرورت ہے۔ لیکن یہ ایک مشکل اور صبر آزماں کام ہے اسکو صرف اللہ تعالیٰ کی مدد اور احباب واہل ذوق حضرات کا تعاون ہی پورا کرسکتا ہے۔

بندہ محمد رضی عثمانی

۲۰ راپریل ۱۹۶۵ء مطابق ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۸۴ھ

تقریظ

از حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہٗ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

حضرت مولانا عبد الشکور صاحب لکھنوی دامت برکاتہم کی تصنیف لطیف علم الفقہ اردو زبان میں مکمل فقہ اسلامی کی بہترین کتاب ہے اس کے مستند اور معتبر ہونے کے لئے تو خود حضرت مصنف کا اسم گرامی کافی ضمانت ہے جو اپنے علم و فضل اور خدمات کی بناء پر محتاج تعارف نہیں کتاب کی ترتیب سہل اور عام لوگوں کے فائدہ کے لئے عبارت آسان کرنے کا خاص اہتمام کیا گیا ہے۔ تاکہ عام اردو خواں حضرات بآسانی اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔

بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہٗ

جمادی الاولیٰ ۱۳۸۱ھ

Marfat.com

خالی صفحہ برائے یادداشت قارئین کرام

کتاب مطالعہ کرنے والے حضرات کی سہولت کے لئے یہ ایک صفحہ خالی چھوڑا گیا ہے تاکہ اس میں لوگ کتاب سے متعلق یادداشت درج کرسکیں۔

Marfat.com

فہرست مضامین علم الفقہ چھ حصے کامل اردو

پیش لفظ	۳
تقریظ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہ	۷
علم الفقہ حصہ اول (مسائل طہارت)	
آغاز	۱۷
اس کتاب میں جن امور کا لحاظ کیا گیا	۱۷
پانی کے مسائل	
مطلق پانی کی پانچ قسمیں ہیں	۱۹
پانی کی دوسری قسمیں	۲۰
نجس پانی کی تینوں قسمیں	۲۰
پانی کے مسائل میں کارآمد اصول	۲۱
ماء مطلق طاہر مطہر غیر مکروہ کا بیان	۲۳
غیر مستعمل پانی	۲۵
طاہر مطہر مکروہ پانی	۳۰
جانوروں کا جھوٹا پانی	۳۱
کنویں کے احکام	۳۲
کنویں کے پاک کرنے کا طریقہ	۳۷
متفرق احکام	۳۸
نجاستوں کا بیان	۴۰
نجاست کے مسائل میں کارآمد اصول	۴۳
ان چیزوں کا بیان جنمیں نجاست غلیظہ ہے	۴۵
جن چیزوں میں نجاست خفیفہ ہے اُن کا بیان	۴۸
ناپاک ہونے والی چیزوں کی قسمیں	۵۱
زمین وغیرہ کی پاکی کا طریقہ	۵۱
جن چیزوں میں مسام نہیں اُن کی پاکی کا طریقہ	۵۲
جن چیزوں میں کم مسام ہیں اُن کی پاکی کا طریقہ	۵۳
مسام والی چیزوں کی پاکی کا طریقہ	۵۴
رقیق و سیال چیز کی پاکی کا طریقہ	۵۵
گاڑھی اور بستہ چیزوں کی پاکی کا طریقہ	۵۵

کھال کی پاکی کا طریقہ	۵۵	وضو کے مکروہات	۷۹
جسم کی پاکی کا طریقہ	۵۶	معذور کا وضو	۸۰
متفرق مسائل	۵۹	وضو دو قسم کی چیزوں سے ٹوٹتا ہے	۸۲
استنجا کے مسائل	۶۱	پہلی قسم کی اول صورت	۸۲
پیشاب پاخانہ جہاں درست نہیں	۶۱	پہلی قسم کی دوسری صورت	۸۳
پیشاب پاخانہ کے وقت جن امور سے بچنا	۶۲	دوسری قسم	۸۵
چاہیئے		وضو جن چیزوں سے نہیں ٹوٹتا	۸۶
جن چیزوں سے استنجا بلا کراہت درست ہے	۶۳	مسح کا بیان	۸۹
استنجا کا طریقہ	۶۴	موزوں کا مسح	۸۹
استنجا کے احکام	۶۵	مسح کی شرطیں	۹۰
نجاست حکمیہ سے پاک ہونے کا طریقہ	۶۶	وہ چیزیں جن پر مسح درست ہے	۹۱
وضو کا بیان	۶۸	جن کو مسح درست ہے اور جنکو درست نہیں	۹۲
وضو کے واجب ہونے کی شرطیں	۶۹	مسح کے احکام	۹۳
وضو کے صحیح ہونے کی شرطیں	۶۹	مسح کا مسنون و مستحب طریقہ	۹۴
وضو کے احکام	۷۰	مسح کے فرائض	۹۴
وضو کا مسنون و مستحب طریقہ	۷۰	مسح کے سنن و مستحبات	۹۴
وضو کے فرائض	۷۴	مسح کے باطل ہوجانے کی صورتیں	۹۴
وضو کے واجبات	۷۵	حدث اصغر کے احکام	۹۶
وضو کی سنتیں	۷۶	وضو کے احکام	۹۷
وضو کے مستحبات	۷۸	غسل کا بیان	۹۹

غسل کے واجب ہونے کی شرطیں	۹۹
غسل کے صحیح ہونے کی شرطیں	۹۹
غسل کے فرض ہونے کی صورت	۱۰۰
استحاضہ کی صورتیں	۱۰۴
جن صورتوں میں غسل فرض نہیں	۱۰۵
جن صورتوں میں غسل واجب ہے	۱۰۷
جن صورتوں میں غسل سنت ہے	۱۰۷
جن صورتوں میں غسل مستحب ہے	۱۰۷
غسل کا مسنون و مستحب طریقہ	۱۰۸
غسل کے فرائض	۱۰۹
غسل میں جن اعضاء کا دھونا فرض نہیں	۱۰۹
غسل کے واجبات	۱۱۰
غسل کی سنتیں	۱۱۰
غسل کے مستحبات	۱۱۰
غسل کے مکروہات	۱۱۱
حدث اکبر کے احکام	۱۱۱
غسل کے متفرق مسائل	۱۱۲
تیمم کا بیان	۱۱۶
تیمم کے واجب ہونے کی شرطیں	۱۱۷
تیمم کے صحیح ہونے کی شرطیں	۱۱۷
پانی کے استعمال سے معذور ہونیکی صورتیں	۱۱۸
جن چیزوں سے تیمم جائز ہے اور جن سے نہیں	۱۱۹
تیمم کے احکام	۱۲۰
تیمم کا مسنون و مستحب طریقہ	۱۲۰
تیمم کے فرائض اور واجبات	۱۲۱
تیمم کی سنن اور مستحبات	۱۲۱
تیمم جن چیزوں سے ٹوٹ جاتا ہے	۱۲۲
علم الفقہ حصہ دوم (مسائل نماز)	۱۲۳
نماز کی تاکید اور اُس کی فضیلت	۱۲۴
اصطلاحات	۱۲۸
اوقات نماز	۱۳۱
اذان اور اقامت کا بیان	۱۳۶
اذان کے صحیح ہونے کی شرطیں	۱۳۸
اذان اور اقامت کا مسنون طریقہ	۱۳۹
اذان و اقامت کے احکام	۱۴۰
اذان و اقامت کے سنن و مستحبات	۱۴۲
متفرق مسائل	۱۴۴
نماز کے واجب ہونے کی شرطیں	۱۴۸
نماز کے صحیح ہونے کی شرطیں	۱۴۹

Marfat.com

فرض نمازوں کا بیان	۱۵۷	نماز کے مستحبات	۲۰۲
نماز وتر کا بیان	۱۶۴	جماعت کا بیان	۲۰۳
نفل نمازوں کا بیان	۱۶۶	جماعت کی فضیلت اور تاکید	۲۰۴
نماز تہجد	۱۶۹	جماعت کی حکمتیں اور فائدے	۲۱۱
نماز چاشت	۱۷۰	جماعت کے واجب ہونے کی شرطیں	۲۱۲
نماز تحیۃ المسجد	۱۷۱	ترک جماعت کے عذر پندرہ ہیں	۲۱۲
سنت وضو	۱۷۲	جماعت کے صحیح ہونے کی شرطیں	۲۱۴
نماز سفر	۱۷۳	جماعت کے احکام	۲۲۲
نماز استخارہ	۱۷۳	مقتدی اور ان کے متعلق مسائل	۲۲۴
نماز حاجت	۱۷۴	جماعت حاصل کرنے کا طریقہ	۲۳۱
صلوٰۃ الاوابین	۱۷۵	نماز جن چیزوں سے فاسد ہو جاتی ہے	۲۳۳
صلوٰۃ التسبیح	۱۷۵	نماز جن چیزوں سے مکروہ ہو جاتی ہے	۲۳۹
نماز توبہ	۱۷۷	نماز میں حدث کا بیان	۲۴۴
نماز قتل	۱۷۸	پہلا نقشہ	۲۴۶
نماز تراویح	۱۷۸	دوسرا نقشہ	۲۴۷
نماز احرام	۱۸۲	تیسرا نقشہ	۲۴۹
نماز کسوف وخسوف	۱۸۴	نماز میں سہو کا بیان	۲۵۰
نماز کے فرائض	۱۸۵	قضا نمازوں کا بیان	۲۵۴
نماز کے واجبات	۱۹۰	مریض اور معذور کی نماز	۲۶۰
نماز کی سنتیں	۱۹۳	مسافر کی نماز کی نماز	۲۶۴

Marfat.com

خوف کی نماز	۲۶۷
نماز جمعہ کا بیان	۲۶۹
جمعہ کے فضائل	۲۷۱
جمعہ کے آداب	۲۷۴
نماز جمعہ کی فضیلت اور تاکید	۲۷۶
نماز جمعہ کے واجب ہونے کی شرطیں	۲۷۸
نماز جمعہ کے صحیح ہونے کی شرطیں	۲۷۹
خطبے کے مسائل	۲۸۱
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ جمعہ کے دن	۲۸۴
نماز کے مسائل	۲۸۷
عیدین کی نماز کا بیان	۲۸۹
مکہ مکرمہ کے اندر نماز پڑھنے کا بیان	۲۹۳
قرآن مجید کے نزول جمع وترتیب کے حالات	۲۹۵
قرآن مجید کے فضائل اور اسکی تلاوت کا ثواب	۲۹۹
قرآن مجید کی تلاوت وغیرہ کے آداب	۳۰۶
سجدۂ تلاوت کا بیان	۳۱۰
جنازہ کی نماز وغیرہ کا بیان	۳۱۹
بیمار کی عبادت کا بیان	۳۱۹
قریب المرگ کے احکام	۳۲۱
غسل میت کے مسائل	۳۲۲

کفن کے مسائل	۳۲۶
نماز جنازہ کے مسائل	۳۲۸
دفن کے مسائل	۳۳۵
شہید کے احکام	۳۳۹
متفرق مسائل	۳۴۳
ایصال ثواب کے مسائل	۳۴۵
مسجد کے احکام	۳۵۳
چہل حدیث نماز	۳۵۵
چہل آثار فاروق اعظم رض	۳۶۹
علم الفقہ حصہ سوم (مسائل روزہ رمضان)	۳۷۸
روزے کی فضیلت تاکید اور رمضان کی بزرگی	۳۸۲
رویت ہلال کے احکام	۳۹۱
روزے کے واجب ہونے کی شرطیں	۳۹۵
روزے کے صحیح ہونے کی شرطیں	۳۹۶
روزے کے اقسام	۳۹۸
روزے کے فرائض	۴۰۰
روزے کے سنن ومستحبات	۴۰۱
روزہ جن چیزوں سے فاسد ہو جاتا ہے	۴۰۱
وہ صورتیں جنمیں روزہ فاسد نہیں ہوتا	۴۰۸

Marfat.com

معذورین کے احکام	۴۱۳
قضا اور کفارے کے مسائل	۴۱۷
روزے کے متفرق مسائل	۴۱۹
اعتکاف کا بیان	۴۲۱
اعتکاف کے مسائل	۴۲۲
چہل حدیث صیام	۴۲۸
چہل آثار امیر المومنین فاروق اعظم رضؓ	۴۳۶
علم الفقہ حصہ چہارم (مسائل زکوٰۃ وصدقات)	۴۵۳
زکوٰۃ کی فضیلت اور اسکی تاکید	۴۴۵
زکوٰۃ کے واجب ہونے کی شرطیں	۴۶۶
زکوٰۃ کے صحیح ہونے کی شرطیں	۴۷۰
سائمہ جانوروں کی زکوٰۃ کا بیان	۴۷۱
اونٹ کا نصاب	۴۷۲
گائے بھینس کا نصاب	۴۷۳
بکری بھیڑ کا نصاب	۴۷۴
چاندی سونے اور تجارتی مال کا نصاب	۴۷۵
زکوٰۃ کے مسائل	۴۷۷
عشر یعنی زمین کی پیداوار کی زکوٰۃ	۴۸۱
ساعی اور عاشر کا بیان	۴۸۷
زکوٰۃ اور عشر کے مستحقین کا بیان	۴۸۸
رکاز کا بیان	۴۹۴
صدقۂ فطر کا بیان	۴۹۵
مسائل	۴۹۵
چہل حدیث زکوٰۃ	۵۰۰
چہل آثار امیر المومنین فاروق اعظم رضؓ	۵۱۳
علم الفقہ حصہ پنجم (مسائل حج وعمرہ)	۵۳۰
حج کی تاکید اور فضیلت	۵۳۲
اصطلاحی الفاظ اور مقامات کے ناموں کی تشریح	۵۳۵
حج کے فوائد اور اس کی حکمتیں	۵۴۰
حج کے احکام	۵۴۱
حج کے واجب ہونے کی شرطیں	۵۴۲
حج کے صحیح ہونے کی شرطیں	۵۴۴
حج کی فرضیت ساقط ہونیکی شرطیں	۵۴۵
حج کا مسنون ومستحب طریقہ	۵۴۵
حج کے فرائض	۵۵۱
حج کے واجبات	۵۵۱
حج کے مسائل	۵۵۲

Marfat.com

حلق وتقصیر	۵۶۱	نہایت التجا کے ساتھ میری وصیت ہے	۶۱۷
عمرہ	۵۶۲	حجۃ الوداع کی مختصر کیفیت	۶۲۳
قران	۵۶۲	چہل حدیث حج	۶۴۰
تمتع	۵۶۳	چہل آثار امیر المومنین فاروق اعظم رض	۶۵۳
جنایتوں کا بیان	۵۶۵	علم الفقہ حصہ ششم (مسائل معاشرت)	۶۶۶
احرام کی جنایتیں	۵۶۵	نکاح	۶۶۹
دو قربانی کی جنایتیں	۵۷۱	نکاح کی ترغیب اور فضیلت	۶۷۶
مفسد حج وعمرہ	۵۷۴	نکاح کے احکام	۶۸۰
شکار کی جزا	۵۷۵	نکاح کا مسنون ومستحب طریقہ	۶۸۱
حرم کی جنایتیں	۵۸۹	رسوم نکاح	۶۸۶
احرام پر احرام باندھنا	۵۸۳	نکاح کے ارکان اور اس کے صحیح ہونے کی شکلیں	۶۸۸
احصار کا بیان	۵۸۶	ایجاب وقبول	۶۹۱
احصار کی صورتیں	۵۸۶	گواہی	۶۹۸
احصار کا حکم	۵۸۷	محرمات کا بیان	۷۰۱
دوسرے کی طرف سے حج کرنا	۵۸۸	پہلا سبب	۷۰۱
حج کی نذر ماننا	۵۹۴	دوسرا سبب	۷۰۳
متفرق مسائل	۵۹۶	سسرالی رشتہ	۷۰۳
رسول اکرم کے روضۂ اقدس کی زیارت کا بیان	۵۹۸	مدخولات	۷۰۳
زیارت روضۂ اقدس کے فضائل اور اُس کا حکم	۶۰۳	مدخولات اور منکوحات کے اصول	۷۰۴
زیارت کا طریقہ اور اُس کے احکام	۶۰۹	اپنے اصول	۷۰۴

Marfat.com

اپنے فروع	۷۰۳	گیارہواں سبب	۷۱۷
تیسرا سبب	۷۰۷	تعلق حق غیر	۷۱۷
دودھ کا رشتہ	۷۰۷	محرمات کا بیان	۷۱۷
دودھ کے رشتہ کی شرطیں	۷۱۰	ولی کا بیان	۷۲۰
چوتھا سبب	۷۱۱	کفو کا بیان	۷۲۷
اختلاف مذہب	۷۱۱	مہر کا بیان	۷۲۸
پانچواں سبب	۷۱۳	مہر کی مقدار واجب کا بیان	۷۳۲
اتحاد نوع	۷۱۳	نقشہ مہر امہات المومنین	۷۳۳
چھٹا سبب	۷۱۳	مہر مثل	۷۳۷
اختلاف جنس	۷۱۳	نکاح فاسد و باطل کا بیان	۷۵۰
ساتواں سبب	۷۱۳	حقوق زوجین	۷۵۲
طلاق	۷۱۳	زوجہ کے حقوق	۷۵۳
آٹھواں سبب	۷۱۴	نفقہ کے مسائل	۷۵۳
لعان	۷۱۴	زوج کے حقوق	۷۵۹
نواں سبب	۷۱۴	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن معاشرت	۷۶۰
ملک	۷۱۴	لونڈی غلام اور انکے نکاح کے احکام	۷۶۲
دسواں سبب	۷۱۴	نابالغ بچوں کے نکاح کا بیان	۷۶۶
جمع اور اس کا مطلب	۷۱۴	کافروں کے نکاح کا بیان	۷۶۷
جمع کا دوسرا مطلب	۷۱۶	خاتمہ کتاب	۷۷۲

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۵

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کَمَا یَلِیْقُ بِجَلَالِہٖ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَظْہَرِ کَمَالِہٖ عَبْدِہٖ وَ رَسُوْلِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہِ الْمُتَحَلِّیْنَ بِخِصَالِہٖ۔

چونکہ اس کتاب کے مقدمہ میں فقہ کی تعریف اور اس کے پڑھنے پڑھانے کی فضیلت اور اس کی احتیاج اور ضرورت جو ہر مسلمان کو ابتدائے پیدائش سے آخر وقت تک رہتی ہے نہایت دل چسپ تقریر اور بہت دلکش تحریر میں ہدیۂ ناظرین ہوگی اور اس کے متعلق دوسری مفید اور کارآمد بحثیں نہایت عمدہ تفصیل سے پیش کی جائیں گی۔ اس لئے اس مقام پر صرف بعد ظاہر کرنے ان اُمور کے جن کا التزام اس کتاب میں کیا گیا ہے اصل مقصود کی طرف توجہ کی جاتی ہے۔

اس کتاب میں جن امور کا لحاظ کیا گیا ہے

۱۔ ہر شے کے متعلق جس قدر احکام ہیں وہ سب ایک جگہ جمع کردیئے جاویں تاکہ ہر شخص کو مسئلہ نکالنے میں آسانی ہو۔

۲۔ ہر مسئلہ میں وہی قول لکھا جائے گا جس پر فتویٰ ہے مختلف اقوال اور روایات کا ذکر نہ کیا جائے گا تاکہ دیکھنے والے کے ذہن کو انتشار نہ ہو۔

۳۔ وہ بہت سے مسائل جو امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہیں حالانکہ اُن کے نہیں یا بعض کمزور مسائل کو مفتیٰ بہ لکھدیا گیا ہے اس کی بھی تحقیق کی جائے گی۔

۴۔ بعض مسائل کی بلحاظ ضرورت دلیل بھی بیان کی جائے گی۔

۵۔ زمانہ کے بدلنے سے جو احکام بدل گئے ہیں اور تجارت کے نئے اسباب مثل ریل، تار،

Marfat.com

ڈاک ٹکٹ، اسٹامپ، نوٹ وغیرہ کے احکام کا بھی بیان ہوگا

۶ - جب کوئی ایسا مسئلہ پیش آوے کہ جس کا حکم کتب فقہ میں نہیں یا سخت اختلاف کی وجہ سے ایک دو شخص فیصلہ نہ کر سکیں تو علمائے عرب و عجم سے مشورہ کر کے محقق قول لکھ دیا جائیگا

۷ - جن کتب معتبرہ سے مسائل نقل کئے جائیں گے ان کے نام بحوالہ صفحہ وسطر یا فصل و باب لکھدیئے جائیں گے تاکہ اگر کسی کو اصل کا دیکھنا منظور ہو تو اس کو دقت نہ ہو۔ ہاں جن مسائل میں اتفاق ہے یا مشہور ہیں ان کا حوالہ نہ دیا جائے گا۔

۸ - اُردو عام فہم ہوگی لغت اور اصطلاح کی بھرمار نہ ہوگی تاکہ عام لوگ بھی سمجھ لیں۔ میں خداوند تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کر کے پوری پوری اُمید رکھتا ہوں کہ میری اس کتاب سے عام اہل اسلام کو نفع ہوگا علم والوں کو بھی اور بے علموں کو بھی عورتوں کو بھی مردوں کو بھی اس لئے کہ اسکی عبارت اس قدر آسان اور سادی ہے جس کا سمجھنا کسی جاہل کو بھی مشکل نہیں ہے۔ وہ معتبر نایاب کتابیں جن سے اس کتاب میں کام لیا گیا ہے غالباً ہر شخص کو نہیں مل سکتیں۔ خدا نے چاہا تو اس کتاب کے بعد مفتیٰ بہ اور محقق مسئلہ دریافت کرنے کے لئے پھر کسی اور فقہ کی کتاب کی ضرورت نہ رہے گی۔ چونکہ فقہ میں عبادات اور عبادات میں نماز کا رتبہ سب سے زیادہ ہے اور وہ بغیر طہارت کے نہیں ہو سکتی اور طہارت پانی پر موقوف ہے اس لئے پہلے پانی کے مسائل لکھے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مدد فرمائے (آمین)

پانی کے مسائل

مقدمہ:- اس میں ان اصطلاحی الفاظ کے معنے بیان کئے جائیں گے جو پانی کے مسائل میں بولے جاتے ہیں۔ پانی کو عربی زبان میں ماءٗ کہتے ہیں اور اسکی دو قسمیں ہیں مطلق، مقیّد۔

۱۔مطلق:- وہ پانی جس کو محاورہ میں پانی کہتے ہیں اور پانی کے لفظ سے بغیر کسی خصوصیت کے جو عام لوگ سمجھتے ہیں۔

پانی:- لطیف شے ہے اگر گرد و غبار کی آمیزش اس میں نہ ہو تو جس برتن میں رکھا جاتا ہے اسکی تمام اندرونی چیزیں اس میں دکھلائی دیتی ہیں۔ رقیق اور پتلا ایسا ہے جس کو کپڑے سے بخوبی نچوڑ سکتے ہیں اور جسم اور اعضاء پر بہت آسانی سے بہا سکتے ہیں۔ جاندار چیزوں کی زندگی اور زمین سے اشیاء کا اگنا، بڑھنا باقی رہنا اس پر موقوف ہے۔ بیرنگی اس کا رنگ ہے۔ مزہ اس کا اس سے پوچھئے جس نے گرمی کی شدت اور پیاس کی حالت میں اس کو پیا ہو۔

۲۔مقیّد:- وہ پانی جس کو محاورہ میں پانی نہیں کہتے جیسے گلاب، کیوڑہ، رس، سرکہ یا پانی کے ساتھ کوئی اور خصوصیت لگاتے ہیں جیسے تربوز کا پانی، ناریل کا پانی۔

مطلق پانی کی پانچ قسمیں ہیں

۱۔ طاہر مطہر غیر مکروہ:- وہ پانی جو خود پاک ہو اور اس سے وضو اور غسل وغیرہ بغیر کراہت کے درست ہو۔

۲۔ طاہر مطہر مکروہ:- وہ پانی جو خود پاک ہو مگر طاہر مطہر غیر مکروہ کے ہوتے ہوئے اس سے وضو، غسل وغیرہ مکروہ تنزیہی ہے۔ ہاں اگر وہ نہ ہو تو مکروہ نہیں۔

Marfat.com

۳۔ طاہر غیر مطہر :۔ وہ پانی جو خود پاک ہے مگر وضو یا غسل اس سے جائز نہیں

۴۔ مشکوک :۔ وہ پانی جو خود پاک ہے مگر مطہر یا غیر مطہر ہونا اس کا یقینی نہیں یعنی اگر اس سے وضو یا غسل کیا جائے تو اس کو نہ جائز کہہ سکتے ہیں نہ ناجائز

ف۔ طاہر غیر مطہر اور مشکوک میں فرق یہ ہے کہ اگر کسی کے پاس پانی طاہر غیر مطہر ہو تو اس کو صرف تیمم کرنا چاہیئے۔ اس لئے کہ اس پانی سے وضو اور غسل کا ناجائز ہونا یقینی ہے اور اگر کسی کے پاس ماء مشکوک ہو تو اس کو وضو و تیمم دونوں کرنا چاہئیں۔ اس لئے کہ ماء مشکوک سے وضو اور غسل کا جائز یا ناجائز ہونا یقینی نہیں۔

پانی کی یہ چاروں قسمیں ناپاک کو پاک کردیتی ہیں۔ مذکورۂ بالا فرق صرف وضو اور غسل کے احکام میں ہے

۵۔ نجس :۔ وہ پانی جو خود ناپاک ہو اور وضو اور غسل اس سے جائز نہیں ناپاک چیزیں اس سے پاک نہیں ہوتیں بلکہ پاک چیزوں کو ناپاک کر دیتا ہے۔ چونکہ اس کی تین قسموں کا سمجھنا پانی کی دوسری قسموں کے معلوم کر لینے پر موقوف ہے۔ اس واسطے پہلے وہ دوسری قسمیں لکھی جاتی ہیں۔

پانی کی دوسری قسمیں

۶۔ جاری :۔ وہ پانی جو بہتا ہوا ہو جسکو عام طور پر محاورہ میں بہتا پانی کہتے ہیں۔

۷۔ راکد :۔ وہ پانی جو ایک جگہ ٹھیرا ہوا ہو بہتا ہوا نہ ہو۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ کثیر[ف]۔ قلیل

۱۔ کثیر :۔ اس[ف] قدر پانی کہ جس کی نجاست ایک طرف گرے تو دوسری طرف اس کا کچھ اثر نہ ہو نجاست کا رنگ، بو، مزہ پانی کے اور طرفوں میں معلوم نہ ہو۔

۲۔ قلیل :۔ وہ پانی جو کثیر نہ ہو یعنی اگر اس کے ایک طرف نجاست گرے تو دوسری کسی طرف نجاست کا رنگ یا بو یا مزہ معلوم ہو۔

نجس پانی کی تینوں قسمیں

۱۔ وہ ماء جاری جس کے رنگ، بو، مزہ کو نجاست نے بدل دیا ہو۔

کثیر راکد :۔ جس کے تمام طرفوں کے رنگ، بو، مزہ کو نجاست نے بدل دیا ہو۔

ف۔ علماء نے کثیر کی کئی تعریفیں لکھی ہیں لیکن امام اعظمؒ اور آپکے صاحبین رحمۃ اللہ علیہم کا یہی مذہب ہے (شامی جلد اول)

Marfat.com

قلیل راکد:۔ جس میں نجاست گری ہو خواہ تھوڑی یا بہت اور پانی کے رنگ، بو، مزہ میں[ف] فرق ہوا ہو یا نہ ہوا ہو۔

مستعمل:۔ وہ پانی جس سے زندہ آدمی فرض ادا کرنے یا ثواب حاصل کرنے کے لئے وضو کرے یا نہائے یا کسی عضو کو دھوئے بشرطیکہ وہ پانی اس کے جسم سے ٹپک چکا ہو اور جسم پر کوئی نجاست[۲] حقیقیہ نہ ہو

نبیذ تمر:۔ وہ پانی جو کھجوروں کے بھیگنے سے شیریں ہو گیا ہو مگر اس کی اصل رقت و سیلان میں کوئی فرق نہ ہوا ہو ورنہ اس کے پینے سے نشہ پیدا ہو۔

دریائی جانور:۔ جن کی پیدائش اور زندگی پانی میں ہو۔ خواہ پانی سے جدا ہو کر زندہ رہ سکیں یا نہیں جیسے گھڑیال اور مچھلی وغیرہ۔

خشکی کے جانور:۔ جن کی پیدائش اور زندگی پانی میں نہ ہو۔ خواہ پانی میں زندہ رہ سکیں یا نہیں جیسے بط وغیرہ۔

دموی جانور:۔ جن میں ذبح کرنے یا کسی عضو کے کاٹنے سے خون بہے یا ٹپکے۔

غیر دموی جانور:۔ جن میں بالکل خون نہ ہو یا ایسا خون نہ ہو جو بہے بلکہ گاڑھا ہو جو بہ نہ سکے۔

کنواں:۔ پانی کا وہ چشمہ جو کثیر کی حد تک نہ پہنچا ہو۔

اسراف:۔ بے ضرورت یا ضرورت سے زائد پانی کو خرچ کرنا

پانی کے مسائل میں کارآمد اصول

اصل ۱) الاصل فی الماءِ الطہارۃ (اصل پانی میں پاکی ہے)

پانی اصل میں پاک ہے اور جب تک کسی دلیل سے اس کا ناپاک ہونا معلوم نہ ہو پاک سمجھا جائیگا

مثال:۔ جنگل میں گڑھوں میں جو پانی بھرا رہتا ہے تاوقتیکہ قرائن سے اسکے ناپاک ہونیکا یقین ہو جائے پاک ہے

اصل ۲) اَلْیَقِیْنُ لَا یَزُوْلُ بِالشَّکِّ (یقین شک سے نہیں جاتا)

[ف] (شامی جلد ۱) اور آج کل جو یہ مشہور ہے کہ جو پانی دس گز طول دس گز عرض مربع ہو وہ کثیر ہے اس سے کم ہو تو قلیل۔ یہ قول متاخرین کا ہے اصل مذہب میں اس کا کچھ پتہ نہیں نہ حدیث سے کوئی ثبوت ہے)

[۲] جیسے پیشاب پاخانہ اور نجاست حقیقیہ کی تعریف انشاءاللہ نجاستوں کے بیان میں آوے گی۔

جس بات کا یقین ہو اس کو محض وہم یا شک سے چھوڑ نا نہ چاہیئے۔

مثال: ۔ کسی مکان میں پاک پانی رکھا ہوا ہے وہاں سے کتا نکلتے ہوئے دیکھا کتے کو پانی پیتے ہوئے نہیں دیکھا اور نہ کسی قرینہ سے اس کا پینا معلوم ہوا۔ اگر گمان ہوتا ہے کہ شاید کتے نے پانی پی لیا ہو تو بھی پانی پاک ہے اس لئے کہ پانی کا پاک ہونا یقینی ہے۔ ناپاک ہونے کا شک ہوا تو اس شک سے یقین نہ جائے گا۔

(اصل ۳) غَالِبُ الظَّنِّ مُلْحَقٌ بِالْيَقِيْنِ (گمان غالب یقین کا حکم رکھتا ہے)

یقین کی طرح گمان غالب بھی محض وہم وخیال سے چھوٹا نہ جائے گا۔

مثال: ۔ کسی پانی کو دو مسلمان پاک کہیں اور ایک عورت یا کافر اس کو ناپاک بتائے تو وہ پانی پاک ہے دو مسلمانوں کے کہنے سے اس کے پاک ہونے کا گمان غالب ہے اور ایک عورت یا کافر کے کہنے سے اس کے ناپاک ہونے کا شک ہے۔ اس لئے اس کے پاک ہونے کا حکم دیں گے۔

(اصل ۴) اَلْاَصْلُ بَقَاءُ مَاکَانَ عَلٰی مَاکَانَ (اصل یہ ہے کہ ہر چیز اپنی پہلی حالت پر باقی رہتی ہے)

ہر چیز اپنی پہلی حالت پر باقی سمجھی جائے گی جبتک کہ اسکی پہلی حالت کا چلا جانا کسی دلیل سے معلوم نہ ہو

مثال: ۔ گھڑے سے گلاس میں پانی لیا گلاس کے پانی میں نجاست دیکھی تو گھڑے کے پانی کو ناپاک نہ کہیں گے۔ گھڑے کا پانی پاک تھا اب بھی پاک رہے گا اور نجاست شاید گلاس میں ہو۔ ہاں گلاس دھو کر دیکھ کر پانی لیا جائے تو پھر یقیناً نجاست گھڑے میں سمجھی جائے گی۔

(اصل ۵) اَلْاَصْلُ اِضَافَۃُ الْحَادِثِ اِلٰی اَقْرَبِ اَوْقَاتِہٖ (اصل یہ ہے کہ نئی پیدا ہوئی چیز کو کہیں گے کہ اسی وقت پیدا ہوئی ہے)

جو چیز کہ نئی پیدا ہوئی ہو۔ اور اس کے پیدا ہونے کا وقت معلوم نہ ہو تو اس کو سمجھیں گے کہ ابھی پیدا ہوئی ہے

مثال: ۔ کنویں میں مرا ہوا چوہا دیکھا جائے اور گرنے کا وقت کسی قرینہ سے معلوم نہ ہو تو اس کنویں کے پانی کو دیکھنے کے وقت سے ناپاک کہیں گے اور اس سے پیشتر اس پانی سے جو وضو یا غسل کیا گیا ہے سب کو جائز رکھیں گے۔

(اصل ۶) اَلْمَشَقَّۃُ تَجْلِبُ التَّیْسِیْرَ (سختی سے آسانی ہو جاتی ہے)

قیاسی احکام ضرورت اور حرج کے وقت بدل سکتے ہیں۔

مثال: ۔ پرندوں کی بیٹ ناپاک ہے کنویں میں گر جائے تو پانی ناپاک نہیں ہوتا اس لئے کہ اگر کنویں کے پانی کو ناپاک کہیں تو بہت دقت ہوگی کیونکہ پرندوں کی بیٹ سے کنویں کی حفاظت مشکل ہے

(اصل ۷) لَا مَسَاغَ لِلْاِجْتِہَادِ فِیْ مَوْرِدِ النَّصِّ (شرعی حکم میں عقل کو دخل نہیں۔)

شرعی حکم کو عقل کے خلاف سمجھ کر رد نہیں کر سکتے۔

مثال: - کنویں میں مرا ہوا چوہا نکلے تو بیس ڈول کھینچنے سے پاک ہو جاتا ہے۔ بیس ڈول سے تمام پانی کا پاک ہونا سمجھ میں نہیں آتا تو یوں نہ کہیں گے کہ بیس ڈول سے پانی پاک نہیں ہوتا۔

(اصل ۸) مَاثَبَتَ عَلٰی خِلَافِ الْقِیَاسِ فَغَیْرُہٗ لَا یُقَاسُ عَلَیْہِ ۔ جو حکم قیاس کے خلاف ہو اس کو دوسری جگہ جاری نہیں کرتے۔

شریعت کا جو حکم خلاف قیاس کے ہو اس کو دوسری چیزوں کے لئے ثابت نہیں کر سکتے

مثال: - پانی سے وضو اور غسل درست ہے۔ عرق سے جو پانی کے مثل ہے وضو اور غسل کو درست نہ کہیں گے۔

(اصل ۹) الضَّرُوْرَاتُ تُبِیْحُ الْمَحْذُوْرَاتِ (حاجت ناجائز چیزوں کو جائز کر دیتی ہے

ممنوع اور ناجائز چیزیں ضرورت کے وقت جائز ہو جاتی ہے

مثال: - تشنگی میں جان پر آ بنے تو ناپاک پانی پینا درست ہے۔

(اصل ۱۰) العبرۃ للغالب لا لِلْمَغْلُوْبِ اعتبار غالب کا ہوتا ہے نہ مغلوب کا

چند چیزیں جب مل جائیں تو ان میں جو غالب ہے اس کا حکم اور مجموعہ کا حکم ایک ہے

مثال: - مستعمل اور مطہر پانی اگر مل جائیں اور مستعمل زیادہ ہو تو یہ کل پانی مستعمل سمجھا جائے گا اور اگر مطہر زیادہ ہو تو یہ کل پانی مطہر سمجھا جائے گا۔

پاک شے اگر پانی میں مل جائے اور پانی کی رقت و سیلان کو کھو دے یا پانی کے مزے اور رنگ یا رنگ اور بُو یا بُو اور مزے کو بدل دے تو سمجھا جائے گا کہ وہ شے پانی پر غالب ہے اور اس پانی کو ماء مطلق نہ کہیں گے۔

ماءِ مطلق طاہر مطہر غیر مکروہ کا بیان

مسائل

مسئلہ (۱) بارش، دریا، سمندر، نہر، تالاب، چشمہ، کنویں کا پانی، شبنم، برف اور اولہ کا پانی جو گدلی سے

ﷺ وَیُنَزِّلُ عَلَیْکُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّیُطَهِّرَکُمْ بِهٖ وَیُذْهِبَ عَنْکُمْ رِجْزَ الشَّیْطٰنِ دوسرے مقام میں ہے (بقایا حاشیہ صفحہ ۲۵ پر دیکھیں)

Marfat.com

پگھل کر ٹپکے۔ یہ تمام پانی پاک ہیں۔ وضو اور غسل ان سے بلا کراہت درست ہے

مسئلہ (۲) نجاست جیسے پاخانہ، گوبر، لید وغیرہ سے پانی اگر گرم کیا جائے تو اس سے پانی میں کچھ نقصان نہ آئے گا وضو اور غسل بلا کراہت درست ہے

مسئلہ (۳) پانی کا زیادہ ٹھہرے رہنے، رُکنے، بند رہنے سے یا برتن میں بہت دن رکھنے سے رنگ بدل جائے یا بدمزہ ہو جائے یا بو کرنے لگے تو وضو اور غسل بلا کراہت اس سے جائز ہے جیسے تالاب حوض کا پانی زیادہ روز رکھنے سے بُو کرنے لگتا ہے۔ حاجی پیپوں میں زمزم کو لاتے ہیں تو اس کا رنگ و مزہ بدل جاتا ہے۔

مسئلہ (۴) جنگل میں چھوٹے گڑھوں میں جو پانی بھرا رہتا ہے تاوقتیکہ قرائن سے اس کے ناپاک ہونے کا یقین یا ظن غالب نہ ہو اس وقت تک اس کو پاک ہی کہیں گے۔

مسئلہ (۵) راستوں پر مٹکے گھڑے وغیرہ میں پانی پینے کو رکھ دیتے ہیں اور اس سے ہر قسم کے لوگ شہری دیہاتی چھوٹے بڑے مرد عورت پانی لے کر پیتے ہیں اور احتیاط نہیں کرتے تو یہ پانی پاک ہے ہاں اگر ناپاک ہونے کا کسی طور سے یقین ہو جائے تو پھر پاک نہ ہوگا۔

مسئلہ (۶) کافروں کے برتن کا پانی بھی پاک ہے اس لئے کہ نجاست سے ہر مذہب و ملت کے لوگ بچتے ہیں۔ ہاں جو کافر کہ نجاست سے نہیں بچتے اور کسی طرح قرائن سے معلوم ہو جائے کہ ان کے برتن پاک نہیں تو پھر ان کے برتن کا پانی پاک نہ ہوگا۔

مسئلہ (۷) چھوٹے بچے جن کے ہاتھوں کا کچھ اعتبار نہیں نجاست سے وہ احتیاط نہیں کرتے اگر پانی میں ہاتھ ڈال دیں تو پانی پاک ہے۔ ہاں اگر انکے ہاتھ کا ناپاک ہونا یقینی طور سے معلوم ہو جائے تو پانی ناپاک ہے

مسئلہ (۸) وہ کنویں جن سے ہر قسم کے لوگ پانی بھرتے ہیں اور میلے گرد و غبار آلود برتن اور ہاتھوں سے بھرتے ہیں ان کا پانی پاک ہے تاوقتیکہ برتنوں اور ہاتھوں کا ناپاک ہونا یقیناً معلوم نہ ہو۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۳)

وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا　دونوں آیتوں کا حاصل یہ ہے کہ خدا نے تمہارے پاک کرنے کو مینھ برسایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ بارش کا پانی پاک ہے اور ناپاک چیزوں کو پاک کر دیتا ہے۔ قرآن مجید میں ایک اور مقام میں ہے فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا　تمہیں پانی نہ ملے تو تیمم کرو۔ اس سے معلوم ہوا کہ پانی پاک ہے اس سے وضو و غسل درست ہے یہ اگر نہ ہو تو تیمم کرنا چاہیئے۔ حدیث میں ہے اَلْمَآءُ طَهُوْرٌ　پانی پاک کر دیتا ہے ۱۲ منہ

مسئلہ (۹) گھڑے یا مٹکے سے لوٹے یا آبخورے میں پانی لیا جائے اور پانی پیتے وقت اور اس کے قبل لوٹے اور آبخورے کو نہ دیکھا جس سے معلوم ہوتا کہ ان میں کچھ تھا یا نہیں ہاں پانی لینے کے بعد دیکھا تو لوٹے میں یا آبخورے میں نجاست پائی تو ایسی حالت میں مٹکے اور گھڑے کا پانی پاک ہے[1]۔ اس لئے کہ اس صورت میں اس کا یقین نہیں کہ یہ نجاست گھڑے یا مٹکے میں تھی۔ ممکن ہے کہ لوٹے یا گلاس ہی میں ہو اور اسی طرح ڈول سے بلا دیکھے ہوئے پانی بھرا جائے اور کھینچنے کے بعد ڈول میں نجاست نکلے تو پانی کنویں کا پاک ہے۔

مسئلہ (۱۰) درخت کی پتی گرنے[2] کی وجہ سے پانی اگر بو کرنے لگے یا بدمزہ ہو جائے یا رنگ بدل جائے یا مزہ اور رنگ اور بو تینوں بدل جائیں تو یہ پانی پاک ہے۔ وضو اور غسل اس سے درست ہے۔

غیر مستعمل پانی

مسئلہ (۱۱) باوضو شخص بلا نیت وضو کے ہاتھ پیر ٹھنڈا کرنے یا گرد و غبار دھونے کی غرض سے یا دوسرے شخص کو وضو سکھلانے کے لئے اگر وضو کرے تو اس وضو کا پانی مستعمل نہ ہوگا اور استعمال شدہ پانی سے وضو اور غسل درست ہے

مسئلہ (۱۲) باوضو مرد یا عورت جس کو نہانے کی ضرورت نہ ہو اور غسل نہ کرنا مسنون ہو اور نہ جسم پر کسی جگہ نجاست لگی ہو اور پھر نہائے تو یہ پانی مستعمل نہ ہوگا اور اس سے وضو اور غسل درست ہے اور اسی طرح وہ شخص جس کو نہانے کی ضرورت نہ ہو اگر اس عضو کو جو وضو میں نہیں دھویا جاتا دھوئے بشرطیکہ یہ عضو پاک ہو تو یہ پانی بھی مستعمل نہیں خواہ وہ سر کے بال ہی کیوں نہ دھوئے۔

مسئلہ (۱۳) حائضہ یا وہ عورت جس کو بچہ پیدا ہونے کے بعد خون آتا ہے خون بند ہونے سے پہلے اگر نہائے اور جسم اس کا پاک ہو[3] تو یہ پانی مستعمل نہیں اور وضو اور غسل اس سے درست ہے

مسئلہ (۱۴) چار پانچ سال کا ایک ایسا لڑکا جو وضو کو نہیں سمجھتا وہ اگر وضو کرے یا دیوانہ وضو کرے تو یہ پانی مستعمل نہیں۔

---

[1] جس پانی کے ناپاک ہونے کا شبہ ہو اور پاک ہونا یقینی ہو اس سے وضو اور غسل کرنا مکروہ تنزیہی ہے بشرطیکہ اچھا پانی موجود ہو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے دع ما یریبک الی ما لا یریبک مشتبہ چیز کو چھوڑ دو اور یقینی غیر مشتبہ کو لے لو (شامی صد ۲ ج ۱)

[2] بعض کتابوں میں ہے کہ اس سے وضو اور غسل درست نہیں یہ قول صحیح نہیں اس لئے کہ پتوں کے گرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا اور محاورے میں لوگ اسکو پانی کہتے ہیں اور جب یہ پانی مطلق اور مطہر ہوا تو پھر وضو اور غسل اس سے درست نہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں اسی طرح گرد و مٹی پانی میں ملی ہو جیسے بارش کا پانی برسات میں دریا کے پانی سے ہو جاتا ہے وہ بھی عرفاً پانی کہلاتا ہے۔ ۱۲ منہ

[3] پاک ہونا ان کے جسم کا اگر پہلے سے مشتبہ ہو تو پھر اس کا مکروہ طاہر پانی کا حکم ہوگا۔ ۱۲

Marfat.com

مسئلہ (۱۵) پاک کپڑا، برتن اور دوسری پاک چیزیں جس پانی سے دھوئی جائیں اس سے وضو اور غسل درست ہے۔ بشرطیکہ محاورے میں اس کو ماء مطلق کہتے ہوں اور پانی کے تین وصفوں سے دو وصف باقی ہوں اور اگر دو وصف بدل جائیں تو پھر درست نہیں **مثال** چاول دھوئے جائیں یا ترکاری وغیرہ دھوئیں تو اگر رنگ، بو، مزہ تینوں بدل جائیں یا رنگ، مزہ بدل جائے یعنی دو وصف بدل جائیں تو وضو اور غسل درست نہیں۔ ہاں اگر کچھ نہ بدلے یا ایک بدلے تو درست ہے

مسئلہ (۱۶) سور، کتے کے علاوہ کوئی زندہ جانور جس پانی سے نہلایا جائے وہ پاک ہے بشرطیکہ جسم پر نجاست لگی ہوئی نہ ہو اور لعاب دہن نہ ملا ہو اور اسی طرح سور، کتے کے سوا زندہ جانور جس پانی میں جا ئے یا گر پڑے اور اس کا منہ پانی تک نہ پہنچے اور جسم پر نجاست بھی نہ ہو تو یہ پانی پاک ہے اور وضو اور غسل اس سے درست ہے۔ ہاں گھوڑا اور وہ جانور جن میں دم سائل نہیں اور وہ جانور جن کا گوشت درست ہے ان کا لعاب دہن بھی اگر پانی میں مل جائے تو پانی پاک ہے۔ (درمختار)

مسئلہ (۱۷) بدن یا کپڑا صاف کرنے کے لئے یا خود پانی ہی صاف کرنے کی غرض سے کوئی شے مثل صابون وغیرہ کے پانی میں جوش دی جائے تو اس سے وضو اور غسل درست ہے بشرطیکہ پانی کی اصلی رقت میں کچھ فرق نہ ہوا ہو اور پانی گاڑھا نہ ہو جائے خواہ مزہ، بو، رنگ تینوں جاتے رہے ہوں (مراقی الفلاح)

مسئلہ (۱۸) پاک پانی میں خشک چیز مثل آٹے، ستو، اناج وغلہ کے ڈال دی جائے یا خشک روٹی بھگو دی جائے یا گاڑھی چیز مثل شربت بنفشہ نیلوفر معجون گلقند کے ڈال دی جائے اور پانی کے تینوں وصف مزہ، بو، رنگ جاتے رہیں لیکن جوش نہ دیا جائے اور پانی کی رقت [ب] وسیلان اصلی میں کچھ فرق نہ آئے اور محاورے میں اس کو پانی بھی کہتے ہوں تو اس سے وضو درست ہے اور اگر محاورے میں پانی اس کو نہ کہیں بلکہ اس کا دوسرا نام ہو تو وضو درست نہیں خواہ رقت وسیلان پانی کا سا ہو۔ **مثال**۔ شکر گھول کر پانی میں شربت بنائیں تو اس سے وضو درست نہیں اگرچہ اس میں پانی کی سی رقت باقی ہو اس لئے کہ اس کو محاورے میں پانی نہیں کہتے بلکہ شربت کہتے ہیں۔

[ا] اس لئے کہ محاورے میں اس کو ماء مطلق بولتے ہیں اور حدیث شریف میں ہے کہ مُردے کو بیری کی پتی پانی میں جوش دے کر غسل دو اور ظاہر ہے کہ اس سے تینوں وصف بھی بدل جائیں گے۔ ۱۲۔

[ب] رقت کے باقی رہنے کی یہ علامت ہے کہ کپڑے سے نچوڑیں تو نچڑ جائے اور سیلان کی علامت یہ ہے کہ اعضا پر پانی کی طرح بہے۔ ۱۲ منہ۔

Marfat.com

مسئلہ (۱۹) ایسی رقیق سیّال شے جو پانی سے رنگ، بُو، مزہ تینوں وصفوں میں مخالف ہو جیسے سرکہ، دودھ، رس کہ ان کا مزہ، بُو، رنگ تینوں مخالف ہیں اگر پانی میں مل جائے اور پانی کے کسی ایک وصف کو کھو دے خواہ مزہ بدل جائے یا رنگ یا بُو تو اس پانی سے وضو اور غسل درست ہے ہاں اگر دو وصف جاتے رہیں تو درست نہیں۔ اور جو رقیق شے پانی سے دو وصف یا ایک میں مخالف ہو اور ایک یا دو میں موافق ہو جیسے عرق بادیان، کیوڑہ وغیرہ کہ جن کی بُو، مزہ مخالف ہے اور رنگ میں موافق ہے تو یہ اگر پانی میں مل جائیں اور پانی کے مزہ، رنگ اور بُو میں کچھ تغیر نہ ہو تو اس سے وضو درست ہے ورنہ نہیں یعنی اگر وصف بدل جائے گا تو وضو درست نہ ہوگا

مسئلہ (۲۰) رقیق و سیّال شے جو پانی سے کسی وصف میں مخالف نہیں اس کا مزہ، رنگ، بُو سب پانی کا سا ہے تو یہ اگر قلیل پانی میں مل جائے اور اس سے قلیل پانی وزن میں زیادہ ہو مثلاً یہ رقیق اگر ایک سیر ہو اور قلیل سوا سیر ڈیڑھ سیر ہو تو اس وقت اس قلیل سے وضو درست ہے

مثال: مستعمل پانی ایک سیر جو کہ پانی سے کسی وصف میں مخالف نہیں دو سیر پانی میں مل جائے تو تمام پانی غیر مستعمل ہوگا اور اس سے وضو اور غسل درست ہے

مسئلہ (۲۱) جس جانور میں دمِ سائل نہ ہو یا دریائی جانور پانی میں مر جائے یا پھول پھٹ جائے تو یہ پانی پاک ہے وضو اور غسل اس سے درست ہے

مسئلہ (۲۲) کثیر یا جاری پانی میں نجاست گرے یا کوئی جانور گر کر مر جائے اور پانی کا مزہ، رنگ، بُو ان تینوں میں سے ایک بھی نہ بدلے اور پانی اپنی اصلی حالت پر رہے تو ان سے وضو اور غسل درست ہے، ہاں اگر تینوں میں سے ایک بھی بدل جائے گا تو درست نہیں۔

مسئلہ (۲۳) جاری یا کثیر پانی میں مستعمل یا نجس پانی جو کہ جاری اور کثیر سے زیادہ ہو مل جائے تو اس

۱؎ پانی سے تینوں وصف میں جو مخالف ہے اگر وہ دو وصف کو کھو دے تو سمجھا جائے گا کہ وہ پانی پر غالب ہے اور پانی فنا ہو کر یہی بن گیا اور جب پانی فنا ہو گیا اور دوسری شے بن گیا تو پھر اس کو پانی کا حکم نہ رہے گا جیسے پانی برف بنکر جم جائے - ۱۲۔

۲؎ اس سے معلوم ہوا کہ وہ شخص جس کو نہانے کی ضرورت ہے اگر حوض یا کنوئیں میں نہائے اور اس کے جسم پر نجاست نہ ہو تو پانی کنوئیں کا پاک ہے اور اسی طرح وضو کے وقت کنوئیں میں مستعمل پانی کے قطرے ٹپکیں تو بھی کچھ حرج نہیں اس لئے کہ مستعمل پانی بہ نسبت غیر مستعمل کے تھوڑا ہے اور اس تھوڑے پر فقہا نے جو نجس ہونے کو لکھا ہے وہ مفتی بہ نہیں - ۱۲

۳؎ ایسا جانور اگر پانی میں پھٹ کر ریزہ ریزہ ہو گیا ہے تو اس کا پینا مکروہ تحریمی ہے (شامی صفحہ ۱۳۵ ج ۱) ۱۲

جاری اور کثیر ناپاک نہ ہوگا۔

مسئلہ (۲۴) کنواں، چشمہ ناپاک اگر خشک ہوجائے اور پھر دوبارہ اس میں خشک ہونے کے بعد پانی نکلے تو یہ پانی پاک ہے بشرطیکہ اس میں اس وقت نجاست نہ ہو

مسئلہ (۲۵) نجس پانی گھڑے، پیالے، گلاس وغیرہ میں ہو اور نجاست کی وجہ سے پانی کا رنگ مزہ، بو، تینوں میں سے کوئی بھی نہ بدلا ہو تو ایسی حالت میں پاک پانی اوپر سے برسے یا اُن برتنوں میں اس قدر ڈالا جائے کہ پانی کنارے سے نکل کر نیچے بہ جائے تو اس سے پانی و برتن دونوں پاک ہوجائیں گے (شامی صـ۱۳۳ ج ۱)

مسئلہ (۲۶) ناپاک زمین پر اگر اس قدر پانی ڈالا جائے کہ ایک گز بہ جائے یا اس قدر بارش ہو کہ ایک گز بہ جائے تو زمین اور پانی دونوں پاک ہیں (شامی صـ۱۳۵ ج ۱)

مسئلہ (۲۷) جاری پانی سے چند آدمیوں کو برابر متصل ہو کر وضو غسل کرنا درست ہے خواہ یہ پانی جاری کسی چھوٹے سے نالے میں ہو جیسا کہ ہندوستان میں چھوٹے چھوٹے بڑے نالے ہوتے ہیں جس سے کھیتوں کو پانی دیا جاتا ہے

مسئلہ (۲۸) جاریؔ پانی اگر ناپاک ہوجائے یعنی نجاست اس کے کسی وصف کو بدل دے تو نجاست کا جب اثر جاتا رہے گا پانی پاک ہوجائے گا۔

مسئلہ (۲۹) طاہرؔ مطہر پانی میں مستعمل پانی برابر یا زیادہ مل جائے تو تمام پانی کو مستعمل کا حکم ہوگا ہاں اگر مطہر زیادہ ہو تو تمام کو مطہر کہیں گے۔

مسئلہ (۳۰) حائضہ یا نفساء عورت خون بند ہونے کے بعد نہائے تو یہ پانی مستعمل ہے۔

ـــہ کثیر اور جاری پانی نجاست سے پاک نہیں ہوتا اس لئے کہ اگر اسکو ناپاک ہونے کا حکم دیں تو انسان کی معاشرت بہت دشوار ہوجائے گی۔ دوسری نجاست کا مدار طبائع نفیسہ پر ہے نفیس طبیعت والے میں پانی کے استعمال کو برا جانیں اور گوارا نہ کریں تو وہ ناپاک ہے اور ظاہر ہے کہ کثیر یا جاری پانی میں اگر نجاست گرے اور اس کا اثر معلوم نہ ہو تو ایسی طبیعت کے لوگ اس کے استعمال سے احتراز نہ کریں گے ہاں اگر نجاست پانی کے کسی وصف کو بدل دے تو ضرور اس کے استعمال سے کراہت ہوگی اور اس وقت یہ بھی ناپاک ہے۔ اس موقعہ پر یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ کسی نہر میں اگر جانور مر جائے اور مرے کے پانی کا اکثر حصہ اس پر ہو کر جاتا ہے اور پانی کا کوئی وصف اس کی وجہ سے متغیر نہ ہو تو یہ پانی پاک ہے اور جانور کے پیچھے کی طرف وضو اور غسل کرنا درست ہے جو اس کے خلاف لکھتے ہیں اس کی وجہ معلوم نہیں ہوتی ۱۲۔

ـــہ ہمارے فقہا نے یہاں بہت جزئیات بیان کئے جن کا مدار اس پر ہے کہ مستعمل پانی ناپاک ہے۔ مثلاً یہ لکھتے ہیں۔ (بقیہ حاشیہ صـ۲۹ پر)

Marfat.com

مسئلہ (۳۱) جس شخص کو نہانے کی ضرورت ہو اور جسم پر اس کے کہیں نجاست نہ ہو وہ اگر نہائے یا اپنے کسی پاک عضو کو دھوئے یا کلی کرے یا ناک میں پانی ڈالے یا بلا ضرورت پیر کو یا ہاتھ کو پانی میں ڈالدے تو یہ مستعمل ہوجائے گا لیکن ہاتھ یا پیر کو اگر پانی میں ڈالے گا تو اسی قدر پانی مستعمل ہوگا جس قدر ہاتھ یا پیر کو لگا ہے نہ تمام اگر کسی ضرورت سے ہاتھ کو یا پیر کو اگر پانی میں ڈالے مثلاً پانی نکالنے کے لئے یا رکھنے کی وجہ سے تو پانی مستعمل نہ ہوگا اور اسی طرح سنت ادا کرنے کے واسطے اگر نہائے جیسے عیدین، جمعہ، حج، طواف وغیرہ کے لئے تو یہ بھی مستعمل ہوگا۔

مسئلہ (۳۲) بے وضو اگر وضو کرے یا اپنے کسی عضو کو دھوئے جس کا وضو میں دھونا فرض یا سنت ہے تو یہ پانی مستعمل ہوگا۔ اور اسی طرح باوضو وضو کے ارادے سے اگر وضو کرے لیکن دونوں وضو ایک مقام پر نہ ہوں تو یہ پانی بھی مستعمل ہوجائے گا ہاں اگر ایک جگہ وضو کیا اور پھر بلا فصل اسی جگہ دوسرا وضو کیا تو دوسرے وضو کا پانی مستعمل نہ ہوگا۔

مسئلہ (۳۳) جس جگہ پانی کا استعمال مسنون یا مستحب ہے وہاں جو پانی استعمال کیا جائیگا۔ وہ مستعمل کہلائیگا مثلاً کھانے کے پہلے یا پیچھے ہاتھ دھونا مسنون ہے تو جس پانی سے کھانے کے پہلے یا پیچھے ہاتھ دھویا جائے وہ مستعمل ہے۔

مسئلہ (۳۴) کافر کے بدن پر نجاست نہ ہو لیکن نہانے کی ضرورت ہو یا بے وضو ہو تو وہ جس پانی سے نہائے وہ مستعمل ہوگا ہاں اگر نہانے کی ضرورت نہ ہو اور باوضو پھر نہائے تو مستعمل نہ ہوگا۔

مسئلہ (۳۵) باوضو شخص وضو کے ارادہ سے دوبارہ وضو کرے یا بے وضو شخص بے ارادہ وضو کے اعضائے وضو کو دھوئے تو وہ پانی مستعمل ہوگا۔

راکد قلیل

مسئلہ (۳۶) قلیل پانی تھوڑی نجاست سے ناپاک ہوجاتا ہے مثلاً ایک قطرہ شراب یا پیشاب یا خون یا نجس پانی کا پڑجائے یا ایک رتی پاخانہ گرجائے تو سب پانی نجس ہوجائیگا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۸) کہ ایسا شخص جو نہانے کی ضرورت رکھتا ہے اور اس کے جسم پر کہیں نجاست نہیں اگر کنوئیں میں داخل ہو تو تمام پانی ناپاک ہے۔ بے وضو شخص اگر پانی کے برتن میں پہنچے سے زیادہ ہاتھ ڈالے تو تمام پانی ناپاک ہے۔ وضو کے برتن میں اگر مستعمل پانی ٹپکے تو سب پانی نجس ہوگیا اسی قسم کے اور بہت مسائل ہیں اور فقہا نے یہاں بڑی طبع آزمائیاں کی ہیں اور لاطائل بحثیں چھیڑی ہیں۔ زیادہ تعجب کی یہ بات ہے کہ جب مستعمل پانی خود پاک ہے اگر مطہر ہیں جو زیادہ ہے مل جائے تو لکھتے ہیں کہ مفتی بہ یہ ہے کہ جب مطہر ہوگا۔ ایسی بحثوں کا کیا موقع تھا۔ ۱۲

Marfat.com

اگرچہ نجاست سے پانی کا رنگ، بو، مزہ میں کچھ فرق نہ آیا ہو۔

مسئلہ (۳۷) خون سائل جن جانوروں میں ہوتا ہے ان کا بدن مرجانے کے بعد ناپاک ہوجاتا ہے تو اگر ایسا جانور قلیل پانی میں گر کر مرجائے تو پانی ناپاک ہوجائے گا اور جن جانوروں میں خود خون سائل نہیں ہوتا مگر جب دوسرے جانوروں کا مثل انسان وغیرہ کے خون پیتے ہیں تب ان کا خون سائل ہوجاتا ہے جیسے بڑا کھٹمل، جونک، بڑا مچھر، پسو وغیرہ پس اگر یہ جانور ایسے وقت میں کہ ان میں خون سائل ہو قلیل پانی میں گر کر مرجائیں تو پانی ناپاک ہوجائیگا جنگلی مینڈک جن میں خون سائل ہو پانی میں مرجائیں یا مرے ہوئے گر جائیں تو پانی ناپاک ہوجائیگا[۵]

مسئلہ (۳۸) پاخانہ یا اور کسی نجاست سے جو کیڑا پیدا ہوتا ہے وہ نجس ہے۔ قلیل پانی میں گر جائے تو ناپاک ہوجائے گا۔ (شامی ص۱۲۵ ج ۱)

مسئلہ (۳۹) قلیل ناپاک پانی میں اس قدر پانی چھوڑا جائے کہ وہ کثیر ہوجائے تو وہ پانی پاک نہ ہوگا بلکہ ناپاک ہوجائے گا۔ اور اسی طرح نجس حوضوں میں پانی نہ ہو تھوڑا تھوڑا آجائے یا حوض میں نالی کے ذریعہ سے پانی بھرا جائے تو ان دونوں حالتوں میں پانی ناپاک ہوگا۔ حاصل یہ کہ تھوڑا پانی نجس پانی یا کسی دوسری نجس چیز سے ملے تو کل ناپاک رہے گا۔

طاہر مطہر مکروہ پانی

مسئلہ (۴۰) دھوپ سے جو پانی گرم ہوگیا ہو اس سے وضو، غسل مکروہ ہے (شامی ص۱۳۲ ج ۱)

مسئلہ (۴۱) جس قلیل پانی میں آدمی کا تھوک یا ناک مل جائے اس سے وضو غسل کروہ ہے (خزانۃ المفتین)

مسئلہ (۴۲) مستعمل پانی کا پینا اور کھانے کی چیزوں میں استعمال کرنا مکروہ ہے اور وضو غسل اس سے درست نہیں (شامی ص۱۴۲ ج ۱)

مسئلہ (۴۳) جس پانی کے ناپاک ہونے کا یقین اور گمان غالب نہ ہو محض شک ہو اس سے وضو غسل مکروہ ہے

مثال:۔ چھوٹا بچہ جب پانی میں ہاتھ ڈال دے اور اس کے ہاتھوں کا ناپاک ہونا یقینی نہ ہو۔ بلکہ ناپاک ہونے کا شک ہو تو اس سے وضو و غسل مکروہ ہے

---

[۵] ہدایہ میں ہے کہ یہ پانی پاک نہیں ہوتا لیکن یہ صحیح نہیں۔ جنگلی مینڈک کی علامت یہ ہے کہ اس کے پیر کی انگلیوں میں جھلی اور کھال نہ ہو۔ البتہ وہ جانور جن میں خون سائل نہ ہو ان کے مرنے سے پانی نجس نہیں ہوگا۔ ۱۲۔

مسئلہ (۴۴) مرد کو خوب صورت لڑکے اور غیر محرم عورت کا جھوٹا پانی پینا مکروہ ہے۔ بشرطیکہ اس پانی کے پینے سے شہوت کا گمان ہو اس میں وہ لطف ملے جو محبوبوں کے جھوٹے میں ملتا ہے۔ اور اسی طرح عورت کو بھی غیر مرد کا جھوٹا پینا مکروہ ہے (طحطاوی و مراقی الفلاح)

مسئلہ (۴۵) زمزم کے پانی سے بے وضو کو وضو نہ کرنا چاہیئے اور اسی طرح وہ شخص جس کو نہانے کی حاجت ہو اس سے غسل نہ کرے اور اس سے ناپاک چیزوں کا دھونا اور استنجا کرنا مکروہ ہے (مراقی الفلاح ص۱۲)

مسئلہ (۴۶) عورت کے وضو اور غسل کے بچے ہوئے پانی سے مرد کو وضو غسل مکروہ ہے (شامی)

مسئلہ (۴۷) دریائی یا غیر دموی جانور پانی میں مر کر پھٹ جائے اور ریزہ ریزہ ہو کر پانی میں مل جائے تو اس پانی کا پینا مکروہ ہے ہاں وضو غسل اس سے درست ہے اس لئے کہ ان کے مرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا (شامی ص۱۳۵ ج ۱)

مسئلہ (۴۸) وضو کے بچے ہوئے پانی سے استنجا کرنا مکروہ ہے

مسئلہ (۴۹) جن مقاموں پر خدا کا عذاب کسی قوم پر آیا ہو جیسے ثمود اور عاد کی قوم اس مقام کے پانی سے وضو اور غسل مکروہ ہے (شامی ص۲ ج ۱)

جانوروں کا جھوٹا پانی

مسئلہ (۵۰) آدمی کا جھوٹا پانی مطہر غیر مکروہ ہے خواہ مسلمان کا ہو یا کافر کا، چھوٹے کا ہو یا بڑے کا مرد کا ہو یا عورت کا یا ایسے شخص کا ہو جس کو نہانے کی ضرورت ہو یا حیض اور نفاس والی عورت کا بشرطیکہ کوئی ناپاک چیز مثل شراب اور سؤر کے کھا کر فوراً نہ پیا ہو (طحطاوی شرح مراقی الفلاح)

مسئلہ (۵۱) گھوڑے کا جھوٹا، حلال جانوروں کا جھوٹا چرند ہوں یا پرند، غیر دموی جانوروں کا جھوٹا حرام ہوں یا حلال، دریائی جانوروں کا جھوٹا حرام ہوں یا حلال، طاہر مطہر غیر مکروہ ہے۔ بشرطیکہ ان کا منہ اس وقت ناپاک نہ ہو یعنی نجاست کھا کر فوراً پانی نہ پیا ہو اور ایسا بھی نہ ہو کہ نجاست اکثر کھایا کرتے ہوں جیسا کہ بعض جانوروں کو نجاست کھانے کی عادت ہوتی ہے۔ اور دوسری چیزوں سے اسکو زیادہ کھاتے ہیں (شامی)

مسئلہ (۵۲) جو جانور حرام ہیں اور مکانوں میں رہتے ہیں جیسے بلی، چوہا، سانپ اور حرام پرند اور اسی طرح وہ حلال جانور جو چھوٹے پھرتے ہیں اور جو چاہتے ہیں وہ کھاتے ہیں جس چیز میں چاہتے ہیں منہ ڈال دیتے ہیں ان کا جھوٹا مکروہ تنزیہی ہے

Marfat.com

مسئلہ (۵۳) پرندوں کے سوا حرام جانور جو مکانوں میں نہیں رہتے جنگل میں رہتے ہیں جیسے شیر، بھیڑیا، چیتا، گوہ، ہاتھی وغیرہ ان کا جھوٹا ناپاک ہے

مسئلہ (۵۴) جن جانوروں کا جھوٹا پاک ہے اگر وہ ناپاک چیز کھا کر فوراً پانی پئیں تو یہ جھوٹا ناپاک ہے اس لئے کہ ناپاک چیز کے لگنے سے زبان ہونٹ وغیرہ ناپاک ہوجاتے ہیں۔ ہاں کچھ توقف کے بعد جس میں دو ایک دفعہ لعاب نکلنے سے منہ صاف ہوجائے اگر کسی پانی کو پئیں تو ناپاک نہ ہوگا۔

مسئلہ (۵۵) جس خچر کی پیدائش گدھی یعنی مادۂ خر سے ہو اس کا جھوٹا اور گدھے کا جھوٹا مشکوک ہے

کنوئیں کے احکام

کنوئیں میں گرنے والی چیزوں کی تین قسمیں ہیں۔

پہلی[۱] قسم وہ ہے جس سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا۔

دوسری[۲] قسم وہ ہے جس سے کل پانی ناپاک ہوجاتا ہے

تیسری[۳] قسم وہ ہے جس سے کل پانی ناپاک نہیں ہوتا بلکہ تھوڑا پانی۔

پہلی قسم

مسئلہ (۵۶) پاک چیز کے کنوئیں میں گر جانے سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا اور وضو غسل اس کے پانی سے اس وقت تک درست ہے کہ اسکو پانی مطلق کہیں **مثال**:۔ کنوئیں میں شکر چھوڑ دی جائے تو اس سے وضو اس وقت تک درست ہے جب تک کہ وہ شربت نہ ہوجائے

مسئلہ (۵۷) حیوان غیر دموی یا دریائی کے کنوئیں میں گر کر مر جانے سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا بشرطیکہ ان کے جسم پر نجاست نہ ہو۔ **مثال**:۔ مچھلی، گھڑیال، وہ سانپ جس میں خون نہ ہو اگر کنوئیں میں گر کر مر جائیں یا مر کر گر جائیں تو کنواں ناپاک نہ ہوگا۔

ف فقہانے کنوئیں کے پانی کو راکد قرار دیا ہے۔ اور راکد کی دو قسمیں ہیں۔ کثیر، قلیل، لیکن چونکہ کثیر کا حکم یہاں بھی وہی ہے جو دوسرے کثیر پانیوں کا ہے۔ لہٰذا فقہانے اس کا اعتبار نہیں کیا بخلاف کنوئیں کے قلیل پانی کے کہ یہ دوسرے قلیل پانیوں کے مخالف ہے۔ دوسرے قلیل پانی ناپاک ہونے کے بعد پاک نہیں ہوتے اور یہ پاک ہوجاتا ہے۔ اس وجہ سے فقہانے کنوئیں کے قلیل پانی کے احکام علیحدہ بیان کئے ہیں اور کنوئیں سے ان کی مراد وہی کنواں ہے جس میں قلیل پانی ہو۔ ۱۲۔

مسئلہ (۵۸) مسلمانعہ کی لاش نہلانے کے بعد اگر کنویں میں گرجائے تو پانی ناپاک نہ ہوگا بشرطیکہ جسم پر نجاست نہ ہو اور لاش پھول پھٹی نہ ہو۔

مسئلہ (۵۹) شہید نہلانے کے قبل بھی گر جائے تو کنواں ناپاک نہ ہوگا بشرطیکہ جسم پر نجاست نہ ہو اور خون اس کا پانی میں نہ ملے۔

مسئلہ (۶۰) زندہ آدمی کنویں میں گر جائے یا غوطہ لگائے اور پھر زندہ نکل آئے تو کنواں ناپاک نہ ہوگا بشرطیکہ جسم پر نجاست ہونے کا یقین یا گمان غالب نہ ہو اور استنجا پانی سے کئے ہوئے ہو کافر ہو یا مسلمان مرد ہو یا عورت یا وہ شخص جسکو نہلانے کی ضرورت ہو یا حیض ونفاس والی عورت بشرطیکہ گرتے وقت خون بند ہو۔

مسئلہ (۶۱) سور کے سوا کل جانوروں کی خشک ہڈی یا ناخن یا بال کے گر جانے سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا (قاضی خاں)

مسئلہ (۶۲) جن عہ جانوروں کا جھوٹا پاک ہے وہ اگر کنویں میں گر جائیں اور زندہ نکل آئیں تو پانی ناپاک نہ ہوگا تا وقتیکہ ان کے جسم پر نجاست ہونے کا یقین یا ظن غالب نہ ہو اور یہی حکم ان جانوروں کا ہے جن کا جھوٹا مکروہ تنزیہی ہے ہاں احتیاطاً اگر بیس تیس ڈول نکال ڈالے جائیں تو بہتر ہے (قاضی خاں)

مسئلہ (۶۳) سور کے سوا جو جانور ایسے ہیں کہ ان کا جھوٹا ناپاک یا مشکوک ہے وہ اگر کنویں میں گر جائیں اور زندہ نکل آئیں تو کنواں ناپاک نہ ہوگا بشرطیکہ ان کے جسم پر نجاست ہونے کا یقین یا گمان غالب نہ ہو اور منہ ان کا پانی میں نہ ڈوبے پانی سے علیحدہ رہے جس میں ان کے منہ کا لعاب پانی میں نہ ملنے پائے ہاں اگر احتیاطاً بیس تیس ڈول نکال ڈالے جائیں تو بہتر ہے۔

مسئلہ (۶۴) طاہر مطہر مکروہ پانی یا مستعمل پانی کنویں میں گر جائے تو پانی ناپاک نہ ہوگا۔

ایسا چھوٹا لڑکا جو نجاست سے احتیاط نہیں کرتا اور اس کے جسم کا پاک یا ناپاک ہونا معلوم نہ ہو اگر کنویں میں گر جائے اور زندہ نکل آئے تو پانی پاک ہے ہاں احتیاطاً دس بیس ڈول نکال ڈالے جائیں تو بہتر ہے

عہ حیوان دموی کا جسم مرنے کے بعد نجس ہو جاتا ہے اسی کے موافق چاہیئے تھا کہ مسلمان کا جسم بھی مثل کافر اور دوسرے دموی حیوانات کے ایسا نجس ہو جاتا کہ نہلانے سے بھی پاک نہ ہوتا۔ لیکن اسلام نے اس کے بدن وجسم کو ایسا پاک کر دیا ہے کہ وہ مرنے کے بعد بھی ایسا نجس نہیں ہوتا۔

عہ جانوروں کا جسم بالخصوص پیر ان دغیرہ گو نجاست سے خالی ہوں مگر چونکہ ان کے نجس ہونے کا یقین یا ظن غالب ہے اس لئے پانی ناپاک نہ ہوگا۔

Marfat.com

مسئلہ (۶۵) مرغی یا کسی ایسے جانور کا انڈا جن کا گوشت حلال ہے اگر کنویں میں گر جائے تو کنواں پاک ہے (قاضی خاں)

مسئلہ (۶۶) زندہ عورت بچہ جنے اور وہ بچہ اسی وقت کنویں میں گر جائے اور زندہ نکل آئے تو پانی ناپاک نہ ہوگا بشرطیکہ اس کے جسم پر خون یا اور کسی قسم کی نجاست نہ ہو۔ (شامی)

مسئلہ (۶۷) مرغی اور بط کے سوا کسی پرندے کے پاخانہ یا پیشاب سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا (طحطاوی شرح مراقی الفلاح)

مسئلہ (۶۸) چوہے اور بلی کے پاخانہ پیشاب سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا۔

مسئلہ (۶۹) اونٹ یا بکری کی تھوڑی مینگنی کنویں میں گر جائے تو کنواں ناپاک نہ ہوگا خواہ جنگل کے کنویں میں گرے یا آبادی کے پانی میں گر کر ٹوٹ جائے یا نہ ٹوٹے

مسئلہ (۷۰) جس کنویں میں لید اور گوبر سے احتیاط دشوار ہے جیسے ان لوگوں کا کنواں جو گائے بھینس پالتے ہیں یا وہ کنواں جس سے ہر قسم کے لوگ پانی بھرتے ہیں جن میں ایسے لوگ بھی جن کے برتنوں میں گوبر یا لید لگی ہوتی ہے یا وہ کنواں جس کے قریب جانور اُٹھتے بیٹھتے ہیں تو ان سب صورتوں میں تھوڑی لید یا گوبر سے کنواں ناپاک نہ ہوگا (مراقی الفلاح۔ شامی)

مسئلہ (۷۱) آدمی کا گوشت یا کھال ناخن سے کم اگر گر جائے تو کنواں ناپاک نہ ہوگا (طحطاوی شرح مراقی الفلاح)

مسئلہ (۷۲) جس شے کے ناپاک ہونے کا گمان غالب یا یقین نہ ہو وہ اگر کنویں میں چھوڑی جائے تو پانی ناپاک نہ ہوگا۔ مثال:۔ آج کل کنویں میں انگریزی دوائیں چھوڑی جاتی ہیں اور ان کی نسبت یہ خیال کیا جاتا ہے کہ شاید اس میں شراب ہو تو محض اتنے خیال سے پانی ناپاک نہ ہوگا تاوقتیکہ اسمیں شراب ہونے کا یقین نہ ہو۔

مسئلہ (۷۳) بکری شیر سے بھاگ کر یا چوہا بلی سے یا وہ جانور جس کا ذکر نہیں ہوا کسی جانور سے ڈر کر کنویں میں گر جائے اور زندہ نکل آئے تو پانی ناپاک نہ ہوگا (شامی)

مسئلہ (۷۴) نلوں کا پانی جو آج کل ہندوستان کے اکثر شہروں میں رائج ہیں جاری پانی کے حکم میں ہے یعنی جاری کی طرح نجاست گرنے سے نجس نہیں ہوتا جب تک کہ وہ رنگ، بو میں فرق نہ آئے۔

دوسری قسم

مسئلہ (۷۵) جن جانوروں کا بیان اور جو صورتیں نمبر ۷۰ سے نمبر ۷۴ تک ہو چکی ہیں ان کے سوا اور کسی جانور کا پاخانہ یا پیشاب کنویں میں گر جائے تھوڑا پانی ہو یا بہت کنواں

عہ ان کے پاخانہ پیشاب کے پاک ہونے میں اختلاف ہے صحیح یہ ہے کہ ناپاک ہے۔ ۱۲۔

عہ تھوڑی کی مقدار میں اختلاف ہے صحیح یہ ہے کہ دیکھنے میں اور عرف میں جسکو لوگ تھوڑی کہیں وہ تھوڑی ہے۔ ۱۲۔

Marfat.com

ناپاک ہوجائے گا اور اسی طرح نمبر ۷۵ میں جن جانوروں کا ذکر ہوا ہے ان کا پاخانہ زیادہ گر جائے تب بھی کنواں ناپاک ہوجائے گا۔

مسئلہ (۷۶) نجاست تھوڑی ہو یا بہت خفیفہ ہو یا غلیظہ کنویں میں گر جائے تو تمام پانی ناپاک ہوجائے گا۔

مثال (۱) ایک قطرہ خون کا یا شراب کا یا پیشاب کا یا پاخانہ کا گر جائے (۲) ایسا زخمی جانور جس کے زخم سے خون یا پیپ جاری ہو کنویں میں گر جائے زندہ نکلے یا نہیں، (۳) ناپاک شے جیسے ناپاک کپڑا برتن کنویں میں گر جائے (۴) آدمی یا کسی جانور کے جسم پر نجاست ہو اور وہ غوطہ لگائے یا پانی سے استنجا نہ کئے ہوئے کنویں میں داخل ہو۔

مسئلہ (۷۷) جو بچہ کہ مرا ہوا پیدا ہو کنویں میں گر جائے تو تمام پانی ناپاک ہوجائے وہ بچہ انسان کا ہو یا اور کسی کا۔

مسئلہ (۷۸) دمویٰ[عہ] غیر دریائی جانور کنویں میں گر کر پھول[عسہ] پھٹ جائیں یا پھولے پھٹے ہوئے کنویں میں گر جائیں تو تمام پانی ناپاک ہوجائے گا۔

مسئلہ (۷۹) سؤر کے گرنے سے تمام پانی ناپاک ہوجائے گا خواہ مرا ہوا نکلے یا زندہ نکل آئے اس لئے کہ سؤر کا بدن پیشاب یا پاخانہ کی طرح نجس ہے۔

مسئلہ (۸۰) آدمی[سہ] جوان ہو یا بچہ کنویں میں گر کر مر جائے تو تمام پانی ناپاک ہوجائے گا اور اسی طرح بکری یا بکری کا بچہ یا بکری سے بڑا جانور جیسے ہاتھی، گھوڑا، اونٹ، بیل، یا ان کا بچہ اگر کنویں میں گر جائے تب بھی تمام پانی ناپاک ہوجائے گا۔

مسئلہ (۸۱) دو بلیاں[للعہ] یا دو سے زیادہ ایک بلی اور تین چوہے یا چھ چوہے یا چھ سے زیادہ اگر کنویں

عہ پھولنے پھٹنے سے ان کے اندر کی نجاست پانی میں مل جائے گی جس سے تمام پانی ناپاک ہوجائے گا۔

عسہ پھولنے کی پہچان یہ ہے کہ پانی میں گرنے سے اس کا جسم اپنے اصلی حجم سے بڑھ گیا ہو اور پھٹ جانے کی علامت یہ ہے کہ اس کے بال گر گئے ہوں یا شق ہوگیا ہو۔

سہ کنویں میں گرنے والے جانور کی شریعت میں تین قسمیں ہیں۔ بکری، بلی، چوہا جو جانور بکری سے بڑے ہیں یا بکری کے برابر وہ بکری کے حکم میں ہیں۔ اسی طرح جو جانور بلی کے برابر یا بڑے وہ بلی کے حکم میں ہیں بشرطیکہ بکری سے چھوٹے ہوں اور جو جانور چوہے کے برابر ہیں یا بڑے بشرطیکہ بلی سے چھوٹے ہوں وہ چوہے کے حکم میں ہیں۔ ۱۲

للعہ اس لئے کہ دو بلیوں کو ایک بکری کا حکم ہے اور اسی طرح چھ چوہوں کو ایک بکری کا حکم ہے۔ ۱۲

ہیں گر کر مرجائیں تو تمام پانی ناپاک ہوجائے گا۔ اگرچہ ان میں سے کوئی بھی پھولا پھٹا نہ ہو۔

مسئلہ (۸۲) مشکوک پانی جیسے گدھے خچر کا جھوٹا پانی کنوئیں میں گرجائے تو تمام پانی ناپاک ہوجائیگا (شامی درالمختار)

مسئلہ (۸۳) جن کنوئیں کا تمام پانی ناپاک ہوگیا تھا اس کا پانی اگر کسی کنوئیں میں گرجائے تو اس کا بھی تمام پانی ناپاک ہوجائے گا (قاضی خان)

مسئلہ (۸۴) کنوئیں کے قریب اگر کوئی نالہ یا گڑھا ایسا ہو جس میں ناپاک پانی جمع رہتا ہے اور اس کا اثر کنوئیں کے پانی میں معلوم ہو تو تمام پانی ناپاک ہوجائے گا۔ اور اسی طرح اگر پاخانہ وغیرہ کسی گڑھے میں ڈال دیا جاتا ہو اور کسی طرح اس کا اثر کنوئیں میں معلوم ہو تو ناپاک ہوجائے گا۔

تیسری قسم

مسئلہ (۸۵) چوہا یا اس کے برابر کوئی اور جانور یا اس سے چھوٹا یا اس سے بڑا لیکن بلی سے چھوٹا اگر کنوئیں میں گر کر مرجائے تو تمام پانی ناپاک نہ ہوگا بلکہ تھوڑا پانی اور یہی حکم ہے درچوہوں کا ان سب صورتوں میں بیس ڈول نکالنے سے کنواں پاک ہوجائے گا۔

مسئلہ (۸۶) بلی یا کبوتر یا ان کے برابر کوئی دوسرا جانور کنوئیں میں گر کر مرجائے یا مرا ہوا گرجائے مگر پھولا پھٹا نہ ہو تو تمام پانی ناپاک نہ ہوگا بلکہ تھوڑا پانی چالیس ڈول نکالنے سے پانی پاک ہوجائے گا۔ اور یہی حکم[عہ] ہے اگر ایک بلی اور ایک چوہا گرجائے

مسئلہ (۸۷) جس کنوئیں کا کل پانی ناپاک نہیں ہوا بلکہ تھوڑا پانی ناپاک ہوا ہے اس کا پانی اگر کسی کنوئیں میں گرجائے تو اس کنوئیں سے بھی اسی قدر پانی نکالنا چاہئے جس قدر اس کنوئیں سے نکالنا واجب ہے۔

مثلاً ایک کنوئیں میں چوہا گرا تو اس سے بیس ڈول پانی نکالنا واجب ہے اب اگر اس کنوئیں کا پانی کسی دوسرے کنوئیں میں گرجائے تو اس سے بھی بیس ڈول پانی نکالنا واجب ہوگا اور اگر پہلے کنوئیں سے دس ڈول نکل چکے تھے صرف دس اور نکالنا باقی تھے اس وقت اس کا پانی دوسرے کنوئیں میں گرا تو اس دوسرے کنوئیں سے بھی صرف دس ہی ڈول نکالے جائیں گے۔ حاصل یہ ہے کہ پانی گرتے وقت جس قدر ڈول ناپاک کنوئیں سے نکالنا واجب ہوگا اسی قدر اس دوسرے کنوئیں سے بھی نکالا جائے گا جسمیں اس کا پانی گرا ہے (عالمگیری)

مسئلہ[عہ] (۸۸) جو کنواں کسی چیز کے گرنے سے ناپاک ہوا ہے اسکو گرنے کے وقت سے ورنہ جس وقت سے دیکھا ہے ناپاک کہیں گے اور اس سے پہلے اسکو پاک سمجھیں گے اگرچہ اسمیں کوئی پھولا پھٹا جانور ہی کیوں نہ نکلے

عہ چھوٹا جانور اگر بڑے جانور کے ساتھ گرے تو اس کا اعتبار نہیں بڑے جانور کے گرنے سے جتنا پانی نکالنا چاہئے تھا اب بھی اتنا ہی نکالنا ہوگا ۱۲

عہ یہ مذہب صاحبین رحمتہ اللہ علیہما کا ہے اور بعض فقہا کا فتویٰ بھی اسی پر ہے چونکہ یہ روایت درایت کے موافق ہے اور اس پر عمل کرنے میں سہولت ہے اس لئے یہی روایت اختیار کی گئی۔ ۱۲

Marfat.com

کنویں کے پاک کرنے کا طریقہ

مسئلہ (۸۹) جس چیز کے گرنے سے کنواں ناپاک ہوا ہے پہلے اس چیز کو نکالنا چاہیئے بعد اس کے شریعت کے حکم کے موافق اس کا پانی نکالنا چاہیئے جب تک وہ چیز نہ نکالی جائے گی کنواں پاک نہ ہوگا۔ اگرچہ کتنا ہی پانی کیوں نہ نکالا جائے (درمختار خزانۃ المفتیین)

مسئلہ (۹۰) اگر وہ نجاست ایسی ہے جو نکل نہیں سکتی تو اس کی دو صورتیں ہیں ایک[1] یہ کہ اس کی ناپاکی دوسرے کی وجہ سے نہ ہو بلکہ خود ہی ناپاک ہو جیسے مردہ جانور کا گوشت یا وہ جانور جو کنویں میں گر کر مر گیا ہے۔
دوسرے[2] یہ کہ وہ ناپاک چیز خود ناپاک نہ ہو بلکہ دوسرے کی وجہ سے ناپاک ہو گئی ہو جیسے ناپاک کپڑا اور لکڑی وغیرہ
پہلی صورت میں کنویں کو اتنی مدت تک چھوڑ دینا چاہیئے جس میں وہ ناپاک چیز مٹی ہو جائے جس کی مقدار فقہا چھ[3] مہینے لکھتے ہیں پھر اس مدت کے بعد بقدر واجب پانی نکال ڈالا جائے تو کنواں پاک ہو جائیگا (شامی)
دوسری[4] صورت میں اسی وقت پانی نکال ڈالنے سے کنواں پاک[5] ہو جائے گا (شامی)

مسئلہ (۹۱) جن صورتوں میں تمام پانی ناپاک ہو جاتا ہے ان میں کنویں کے پاک کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ کل[عـ] پانی نکال ڈالا جائے یعنی کنویں سے اس قدر پانی نکال ڈالا جائے کہ پھر اسمیں اگر ڈول ڈالیں تو آدھا ڈول نہ بھر سکے۔ اس کے بعد کنواں ڈول رسی کھینچنے والوں کے ہاتھ پیر پاک ہو جائیں گے دھونے کی حاجت نہیں
(شامی۔ قاضی خاں)

مسئلہ (۹۲) جس کنویں کا تمام پانی نہ نکل سکے اس سے تین سو ڈول نکال دیئے جائیں تو وہ پاک ہو جائیگا[سـ]

عـہ اس لئے کہ یہ شے خود ناپاک نہیں ہے بلکہ دوسری چیز کی وجہ سے ناپاک ہو گئی ہے۔ پس جیسے بقدر واجب پانی نکلنے سے کنواں پاک ہو جاتا ہے ویسا ہی چیز بھی پاک ہو جائے گی اور اگر یہ چیز خود ناپاک ہوتی تو البتہ پاک نہ ہو سکتی اس لئے کہ نجاست کسی طرح پاک نہیں ہو سکتی۔ ۱۲

عـہ تمام پانی نکال ڈالنے سے فقہا کی مراد یہی ہے کہ اس قدر پانی نکل جائے کہ بعد اس کے آدھا ڈول بھی نہ بھر سکے۔ ۱۲

سـہ اس مسئلہ میں دو اختلاف ہیں پہلا یہ کہ آیا تین سو ڈول نکال ڈالنے سے کنواں پاک ہوگا یا نہیں۔ بعض فقہا اس طرف ہیں کہ پاک نہ ہوگا اس لئے کہ جب اس کا تمام پانی ناپاک ہو چکا ہے تو تین سو ڈول نکالنے سے کیا نتیجہ جب تک کہ کل پانی نہ نکالا جائے اور کل پانی نکالنے کی ان لوگوں نے چند صورتیں لکھی ہیں (۱) دو آدمیوں سے جن کو پانی پہچاننے میں مہارت ہو اندازہ کرا لیا جائے جتنے ڈول وہ بتائیں اتنے ڈول نکال دیئے جائیں (۲) کنویں میں رسی ڈال کر

مسئلہ (۹۳) تیسرے قسم نمبر ۸۶ میں ڈول نکلنے سے کنواں پاک ہوجائے گا اور اس میں یہ شرط نہیں کہ بیس ڈول ایک ہی وقت میں نکال دیے جائیں بلکہ مختلف وقتوں میں بھی تیس ڈول اگر نکال دیے جائیں تب بھی پانی پاک ہوجائے گا اور اسی طرح اگر ایک دفعہ اتنی بڑی چیز سے جس میں تیس ڈول پانی سماتا ہو پانی نکال دیا جائے تب بھی پاک ہوجائے گا اور یہی حکم ہے۔ تمام ان صورتوں کا جن میں گنتی اور شمار سے ڈول نکالنے کا حکم دیا گیا ہے۔ یعنی اختیار ہے کہ ایک ساتھ سب ڈول نکال دیے جائیں یا مختلف وقتوں میں یا ایک ہی دفعہ اتنی بڑی چیز سے جس میں اس قدر ڈول پانی سماتا ہو (شامی)

مسئلہ (۹۴) تیسرے قسم نمبر ۸۷ میں چالیس ڈول پانی نکالنا چاہیے۔

مسئلہ (۹۵) جس قدر پانی نکالنا واجب ہے اگر اس قدر پانی کسی نلے کے ذریعہ سے نکال دیا جائے تب بھی کنواں پاک ہوجائے گا۔ (درمختار)

مسئلہ (۹۶) ناپاک کنواں اگر بالکل خشک ہوجائے تب بھی پاک ہوجائے گا۔ اس کے بعد اگر اس سے پانی نکلے تو وہ ناپاک نہ ہوگا۔ (مراقی الفلاح)

متفرق احکام

مسئلہ (۹۷) طاہر مطہر پانی کو ہر قسم کی ضرورت میں استعمال کرنا درست ہے مگر اسراف مکروہ ہے اگرچہ وضو اور غسل میں ہو۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۷) ناپا جائے کہ کتنے ہاتھ پانی ہے پھر کچھ ڈول پانی نکال کر رسی ڈالی جائے کہ کتنے ہاتھ پانی کم ہوگیا اسی حساب سے پانی نکال ڈالا جائے مثلاً رسی ڈال کر دیکھا تو دس ہاتھ پانی ہے سو ڈول نکالنے کے بعد پھر رسی ڈال کر دیکھا تو ایک ہاتھ پانی کم ہوگیا تو نو سو ڈول اور نکال دیے جائیں تو کل پانی کنویں کا نکل جائے گا (۳) کنویں میں جس قدر پانی ہے اتنا ہی گہرا لانبا چوڑا گڑھا کھودا جائے اور اس قدر پانی نکالا جائے کہ وہ گڑھا بھر جائے (۴) آدمی پانی کھینچنا شروع کریں جب وہ تھک جائیں تو کل پانی نکل جائیگا۔ اور بعضے اس طرف ہیں کہ تین سو ڈول نکالنے سے پاک ہوجائے گا جیسا کہ کتاب میں لکھا گیا ہے اور یہی قول صحیح ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مذہب ہے اور امام صاحب سے بھی اکثر کتب فقہ میں مثل کنز و ملتقی و خلاصہ و تاتارخانیہ و معراج الدرایہ و عنایہ وغیرہ کے یہی منقول ہے دوسرا اختلاف یہ ہے کہ جس ڈول سے پانی نکالا جائے وہ کتنا بڑا ہونا چاہیے صحیح یہ ہے جس ڈول سے اس کنویں کا پانی بھرا جاتا ہے اتنی ڈول سے تین سو ڈول نکال دیئے جائیں بشرطیکہ ڈول بہت بڑا نہ ہو اور اگر کنویں کا کوئی ڈول نہیں یا بڑا ڈول ہے یا بہت ہی چھوٹا اس کنویں کے مختلف ڈول ہیں تو ان سب صورتوں میں اس ڈول سے پانی نکالنا چاہیے جس میں ساڑھے تین سیر پانی آجائے امام محمد کی کتابوں میں امام صاحب سے یہی منقول ہے۔ ۱۲ حواشی متعلقہ صفحہ ہذا

ملے حدیث کی کتابوں میں مثل ابن ماجہ وغیرہ کے ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ ایک نہر سے وضو کر رہے تھے اور (بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۹ پر دیکھیے)

Marfat.com

مسئلہ (۹۸) ناپاک پانی کا استعمال جس کے تینوں وصف نجاست کی وجہ سے بدل گئے ہوں کسی طرح درست نہیں نہ جانوروں کو پلانا درست ہے نہ مٹی میں ڈال کر گارا بنانا جائز ہے اور اگر تینوں وصف نہیں بدلے تو اس کا جانوروں کو پلانا اور مٹی میں ڈال کر گارا بنانا اور مکان میں چھڑکنا درست ہے۔ (عالمگیری)

مسئلہ (۹۹) دریا، ندی وہ تالاب جو کسی کی زمین میں نہ ہو، اور وہ جس کو بنانے والے نے وقف کر دیا ہو تو اس تمام پانی سے عام لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہیں کسی کو یہ حق نہیں ہے کہ کسی کو اس کے استعمال سے منع کرے یا اس کے استعمال میں ایسا طریقہ اختیار کرے جس سے عام لوگوں کو نقصان ہو جیسے کوئی شخص دریا یا تالاب سے نہر کھود کر لائے اور اس سے وہ دریا یا تالاب خشک ہو جائے یا کسی گاؤں یا زمین کے غرق ہو جانے کا اندیشہ ہو تو یہ طریقہ استعمال کا درست نہیں اور ہر شخص کو اختیار ہے کہ اس ناجائز طریقہ کے استعمال سے منع کرے۔

مسئلہ (۱۰۰) جو تالاب یا کنواں کسی کی زمین میں ہو اس سے انسان اور دوسرے حیوانوں کو پانی پینے کا حق ہے اور مالک کو اس سے منع کرنے کا اختیار نہیں ہاں پانی پینے کے سوا اور کسی ضرورت میں بے اجازت مالک کے استعمال کرنا درست نہیں

مسئلہ (۱۰۱) دریا، تالاب، کنویں وغیرہ سے جو شخص اپنے کسی برتن میں مثل گھڑے، مشک وغیرہ کے پانی بھر لے تو وہ اس پانی کا مالک ہو جائے گا۔ اس پانی سے بغیر اس شخص کی اجازت کے کسی کو استعمال کرنا درست نہیں۔

مسئلہ (۱۰۲) جو کنواں تالاب کسی کی زمین میں ہو تو مالک کو اختیار ہے کہ لوگوں کو اس کنویں تالاب سے پانی نہ بھرنے دے۔ بشرطیکہ اس کے قریب زیادہ سے زیادہ ایک میل کی دوری پر کہیں اور پانی ہو۔ اور اگر اتنی دوری پر کہیں اور پانی نہیں تو پھر نہیں منع کر سکتا

مسئلہ (۱۰۳) جس شخص کا پیاس سے دم نکلتا ہو اور دوسرے شخص کے پاس پانی ہو جو اس کے پینے کی ضرورت سے زیادہ ہو اور وہ خوشی سے نہ دے تو اس سے زبردستی چھین لینا درست ہے۔

مسئلہ (۱۰۴) راکد قلیل میں پاخانہ پیشاب کرنا اور بلا ضرورت اس کا نجس کرنا اور اس میں نجاست ڈالنا

(بقیہ حاشیہ ص۳۸) ضرورت سے زیادہ پانی خرچ ہو رہا تھا اسی درمیان میں حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا کہ اے سعدؓ اسراف نہ کرو۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ وضو میں بھی اسراف ہے۔ ارشاد ہوا کہ ہاں خیال کرنا چاہیئے کہ جب وضو میں جو خود بھی عبادت اور نماز جیسی عبادت کی شرط ہے۔ اسراف ناجائز ہوا تو اور چیزوں میں اسراف کرنا کیسا ہوگا۔ ۱۲

حرام ہے اور راکد کثیر میں مکروہ تحریمی اور جاری میں مکروہ تنزیہی ہے (مراقی الفلاح)

مسئلہ (۱۰۵) بلاضرورت پانی میں تھوکنا ناک صاف کرنا مکروہ ہے (درمختار صہ۹۸ ج ۱)

مسئلہ (۱۰۶) صرف ڈھیلے سے جس نے استنجا کیا ہو اس کو راکد قلیل میں غوطہ لگانا اس میں گھس کر نہانا حرام ہے اور راکد کثیر میں مکروہ تحریمی اور جاری میں مکروہ تنزیہی ہے۔

مسئلہ (۱۰۷) دریا کے سفر کرنے والوں کو دریا میں پاخانہ پیشاب درست ہے۔

مسئلہ (۱۰۸) ناپاک پانی جیسے پاخانہ کی نالیاں ان کو نہر تالاب میں لانا اور چھوڑنا درست نہیں۔

مسئلہ (۱۰۹) لوگوں کے پینے کے لئے جو پانی رکھا ہوا ہو جیسے گرمیوں میں پانی رکھ دیتے ہیں اس سے وضو غسل درست نہیں اور نہ دوسری ضرورت میں استعمال کرنا جائز ہے ہاں اگر زیادہ ہو تو مضائقہ نہیں اور جو پانی وضو کے واسطے رکھا ہو اس سے پینا درست ہے۔

نجاستوں کا بیان اور ان سے پاکی کے طریقے

مقدمہ اس میں ان اصطلاحی الفاظ کے معنے بیان کیے جائیں گے جو نجاست کے مسائل میں بولے جاتے ہیں (۱) نجاست کی دو قسمیں ہیں۔ حکمیہ۔ حقیقیہ۲

(۲) حکمیہ انسان کی وہ حالت جس میں نماز اور قرآن مجید درست نہیں اور اس کو حدث بھی کہتے ہیں اور حدث کی دو قسمیں ہیں حدث اکبر، حدث اصغر

(۳) حدث اکبر انسان کی وہ حالت جس میں بغیر نہائے یا تیمم کئے نماز یا قرآن مجید کا پڑھنا درست نہیں۔

(۴) حدث اصغر انسان کی وہ حالت جس میں بغیر وضو یا تیمم کئے نماز پڑھنا درست نہیں ہاں قرآن مجید پڑھنا درست ہے۔

(۵) نجاست حقیقیہ وہ چیز جس سے انسان نفرت کرتا ہے اور اپنے بدن اور کپڑوں اور کھانے پینے کی چیزوں کو اس سے بچاتا ہے اسی وجہ سے شریعت میں اس سے بچنے کا حکم ہوا اور اگر کسی چیز میں لگ جائے تو اس کے دور کرنے اور اس چیز کے پاک کرنے کا حکم کیا گیا۔ (حجۃ اللہ البالغہ صہ ۱۹۸)

اور نجاست حقیقیہ کی دو قسمیں ہیں غلیظہ۱ خفیفہ۲ اور غلیظہ، خفیفہ کی بھی دو قسمیں ہیں اس لحاظ سے نجاست حقیقیہ کی چار قسمیں ہوئیں

(۶) غلیظہ وہ چیز جس کے ناپاک ہونے میں کسی قسم کا شبہ نہ ہو تمام دلیلوں سے اس کا ناپاک ہی ہونا ثابت ہو

Marfat.com

کوئی دلیل ایسی نہ ہو جس سے اس کا پاک ہونا نکلے اور اس سے بچنے میں انسان کو کچھ دقت نہ ہو جیسے آدمی کا پاخانہ یا شراب وغیرہ۔ (خزانۃ المفتین)

خفیفہ^ وہ چیز جس کا نجس ہونا یقینی نہ ہو کسی دلیل سے اس کا ناپاک ہونا معلوم ہوتا ہو اور کسی دلیل سے اس کے پاک ہونے کا شبہ ہوتا ہو (مراقی الفلاح صہ ۸۲)

(۸) **نجاست مرئیہ** وہ ہے جو سوکھنے اور خشک ہونے کے بعد نظر آئے خواہ وہ خود ہی ایسی ہو جو خشک ہونے کے بعد معلوم ہوتی ہو جیسے پاخانہ، خون سائل یا خود ایسی نہ ہو۔ مگر جب کوئی دوسری چیز اس پر تری کی حالت میں پڑ جائے اور جم جائے تب وہ خشک ہونے کے بعد معلوم ہو اور اگر کوئی چیز نہ پڑے تو نہ معلوم ہو جیسے ناپاک پانی اگر کپڑے وغیرہ پر پڑ جائے تو خشک ہونے کے بعد معلوم نہ ہوگا ایسی حالت میں وہ نجاست مرئیہ میں داخل نہ ہوگا اور تری کی حالت میں اس پر مٹی وغیرہ پڑ جائے اور سوکھنے کے بعد معلوم ہو تو ایسی حالت میں وہ نجاست مرئیہ میں داخل ہوگا۔ (مراقی الفلاح صہ ۸۵)

(۹) نجاست غیر مرئیہ وہ ہے جو خشک ہونے کے بعد نظر نہ آئے جیسے نجس پانی

(۱۰) جسم و کپڑے کا چوتھا حصہ۔ اگر کپڑے میں اجزاء نہ ہوں جیسے عمامہ، دری، رومال، چادر وغیرہ تو کل کا چوتھا حصہ معتبر ہوگا۔ اور اگر کپڑے میں اجزاء ہوں اور چند اجزاء سے جوڑ کر بنایا گیا ہو جیسے کرتہ، پاجامہ، کہ ان میں کلی، آستین، آگا، پیچھا اور پائنچے وغیرہ ہوتے ہیں تو ایسی حالت میں جس چیز پر نجاست لگی ہو اسی کا چوتھا حصہ معتبر ہوگا نہ پورے کرتہ کا اور اسی طرح پاجامہ کے ایک پائنچہ میں نجاست لگ جائے تو اسی پائنچہ کا چوتھا حصہ معتبر ہوگا نہ پورے پاجامہ کا اور اسی طرح جسم کے جس عضو پر لگی ہو اسی کا چوتھا حصہ معتبر ہوگا بشرطیکہ عرف میں مستقل عضو سمجھتے ہوں (شامی صہ ۲۳۱ ج ۱)

(۱۱) درہم وزن اس کا تین ماشہ اور ایک رتی ہے اور پیمائش اس کی یہ ہے کہ آدمی اپنے ہاتھ کی ہتھیلی کو خوب

---

^ خفیفہ غلیظہ کے یہ معنی امام صاحب کہتے ہیں اور قاضی ابو یوسف اور امام محمد فرماتے ہیں کہ غلیظہ وہ ہے جس کو تمام علماء ناپاک کہیں اور خفیفہ وہ ہے جس کو تمام علماء پاک بھی کہیں ۔ ۱۲۔

^ زکوٰۃ کے مسائل میں درہم کا وزن دو ماشہ اور ایک رتی ہے لیکن یہاں مثقال یعنی دینار کے برابر جو درہم ہو وہ معتبر ہے یعنی تین ماشہ اور ایک رتی۔ علامہ ابن عابد شامی رحمۃ اللہ نے لکھا ہے کہ سو جو کے برابر ایک دینار ہوتا ہے اور چار جو کی ایک رتی ہوتی ہے اور آٹھ رتی کا ایک ماشہ ہوتا ہے تو اس حساب سے ایک دینار تین ماشہ اور ایک رتی کا ہوا ۔ ۱۲۔

اچھی طرح تان کر پھیلائے اور اس پر پانی ڈال کر دیکھے کہ کتنی دور تک پانی ٹھہرتا ہے جتنی دور تک پانی ٹھہرے وہی درہم کی پیمائش ہے۔ یہ پیمائش قریب قریب روپیہ مروجہ کے برابر ہوتی ہے اس سے کم نہیں۔

(۱۲) منی وہ پانی جس کے نکلنے سے انسان کی طبعی خواہش کا خاتمہ ہوجاتا ہے اور انسان کی اس جنبش واضطراب خاص کو سکون ہوجاتا ہے۔ مرد کی منی سپید اور گاڑھی ہوتی ہے اور عورت کی مائل بزردی اور پتلی۔

(۱۳) مذی وہ سپید اور پتلا پانی جو انسان کی عین خواہش نفسانی اور خاص جنبش اور اضطراب کے وقت نکلتا ہے اور چونکہ انسان کو اس وقت ایک قسم کی بیخودی ہوتی ہے لہٰذا اس کے نکلنے کی خبر نہیں ہوتی اور اس کے بعد جب منی نکلتی ہے تو اس کا نکلنا بند ہوجاتا ہے۔

(۱۴) ودی وہ گاڑھا پانی جو اکثر پیشاب کے بعد نکلتا ہے اور منی مذی کے نکلنے کے جو اوقات ہیں اس میں نہیں نکلتا۔

(۱۵) حیض وہ خون جو جوان عورت غیر حاملہ کو کم سے کم تین روز آئے اور کسی مرض یا بچہ پیدا ہونے کے سبب سے نہ ہو۔

(۱۶) نفاس وہ خون جو عورت کو بعد بچہ پیدا ہونے کے آئے

(۱۷) استحاضہ وہ خون جو حیض و نفاس کے علاوہ عورتوں کو آئے۔

(۱۸) منہ بھر قے وہ ہے جو آدمی کے منہ میں بلاتکلف نہ سما سکے (مراقی الفلاح)

(۱۹) دباغت کھال کی بدبو اور رطوبت کے دور کرنے کو کہتے ہیں خواہ مٹی سے ہو یا کسی دوسری چیز سے جیسے ببول کی چھال وغیرہ یا دھوپ میں رکھ کر۔ اور جس کھال کو دباغت دیں اس کو مدبوغ کہتے ہیں۔

(۲۰) استنجا جو نجاست کہ انسان کے اعضائے مخصوصہ سے نکلے اس کے انھیں اعضا سے دور کرنے کو کہتے ہیں۔

ف۵ یہ لفظ ایسا مشہور اور متعارف ہے کہ جس کو تمام لوگ جانتے ہیں اور ہمکو اس کے معنے بیان کرنے کی ضرورت نہ تھی لیکن مذی، ودی کی مناسبت سے اس کے معنے بھی لکھ دیئے گئے۔ ۱۲۔

ف۵ ان تینوں کی تفصیل حکمی نجاست کے بیان میں ہوگی اور وہیں ان کے احکام بھی لکھے جائیں گے ۱۲۔

نجاست کے مسائل میں کارآمد اصول

(اصل ۱) المشقة والحرج انما يعتبر فيما لا نص فيه — مشقت و حرج کا اعتبار ان احکام میں ہے جو منصوصہ نہیں ہیں۔

جو احکام دلیل قطعی (جیسے قرآن مجید) سے ثابت ہیں وہ مشقت اور حرج کی وجہ سے نہیں بدل سکتے۔

مثال - سؤر، شراب، خون کا ناپاک ہونا دلیل قطعی سے ثابت ہے لہٰذا یہ کسی وقت پاک نہ ہوں گے۔

(اصل ۲) المشقة تجلب التيسير — سختی سے آسانی ہو جاتی ہے۔

احکام قیاسی کو ایسے وقت میں کہ اُن پر عمل کرنے سے حرج یا مشقت ہو چھوڑ دینا درست ہے۔

مثال - مردہ آدمی اگر نہلایا جائے تو اس کے جسم سے جو پانی گرے وہ ناپاک ہے لیکن نہلانے والے کے اوپر اس کی چھینٹیں پڑ جائیں تو چونکہ اس کا اس سے بچنا دشوار تھا اس لئے معاف ہیں

(اصل ۳) عموم البلوىٰ من المشقة — جس امر میں عام لوگ مبتلا ہوں اور اس کا چھوڑنا دشوار ہو وہ بھی مشقت ہے۔ تمام لوگ جس کام کو کرتے ہوں اور قیاس سے ناجائز ہو اس کا ترک کرنا دشوار ہو تو اس حکم پر عمل نہ کریں گے۔

مثال - بارش کے موسم میں راستہ کے پانی اور کیچڑ سے بچنا دشوار ہے۔ لہٰذا وہ اگر کپڑے وغیرہ پر لگ جائے تو معاف ہے۔

(اصل ۴) المعدوم لا يعود — جو شے زائل ہو گئی ہے وہ پھر عود نہ کرے گی۔

شارع نے جس چیز کے چلے جانے کا حکم دے دیا ہے وہ پھر دوبارہ نہیں لوٹتی۔

مثال - کپڑے سے منی کھرچ دی جائے تو کپڑا پاک ہو جاتا ہے اس کے بعد اگر کپڑا پانی میں بھیگ جائے یا پانی میں گر جائے تو کپڑا اور پانی ناپاک نہ ہوگا۔ اسی طرح نجس زمین خشک ہو جانے سے پاک ہو جاتی ہے اگر زمین بھیگ جائے تو پھر اس کی ناپاکی نہ لوٹے گی۔

(اصل ۵) ما ابيح للضرورة يتقدر بقدرها — ضرورت سے جو شے ناجائز کی گئی وہ وہیں جائز ہوگی جہاں ضرورت ہے۔

جو امور کہ ناجائز ہیں اور ضرورت کی وجہ سے جائز ہو گئے وہ وہیں جائز ہوں گے جہاں ضرورت ہو اور بلا ضرورت جائز نہ ہوں گے۔

مثال - کھلیان ماڑنے کے وقت اگر بیل غلہ پر پیشاب کر دیں تو ضرورت کی وجہ سے وہ معاف ہے یعنی غلہ

Marfat.com

اس سے ناپاک نہ ہوگا اور کھلیان کے ماڑنے کے سوا دوسرے وقت میں پیشاب کریں تو ناپاک ہو جائیگا اس لئے کہ یہاں ضرورت نہیں۔

(اصل ۶) اذا اجتمعا المحاظر والمبیح رجح المحاظر — جب منع کرنے والی اور اجازت دینے والی دلیلیں جمع ہو جائیں تو منع کرنے والی دلیل کو ترجیح دی جائے گی

جس چیز کے جائز اور ناجائز حرام اور حلال پاک اور ناپاک ہونے کی دلیلیں ہر طرح سے برابر ہوں تو منع کرنے والی دلیل (جس سے ناجائز، حرام، ناپاک ہونا نکلتا ہے) کا اعتبار ہوگا۔

مثال۔ نجاست پاک چیز میں اگر مل جائے تو تمام کو ناپاک کہیں گے۔ اسی طرح نجاست غلیظہ اور خفیفہ دونوں ایک شے پر لگ جائیں تو نجاست غلیظہ کا اعتبار ہوگا یعنی اس کے پاک کرنے میں وہی شروط معتبر ہوں گے جو غلیظہ میں ہیں بشرطیکہ خفیفہ غلیظہ سے زیادہ نہ ہو۔

(اصل ۷) الحاجۃ تنزل منزلۃ الضرورۃ عامۃ کانت اوخاصۃ — حاجت اور ضرورت کا ایک حکم ہے۔ وہ عام لوگوں کی ہو یا خاص لوگوں کی

ناجائز شے ضرورت کے وقت جیسے ناجائز ہو جاتی ہے۔ اسی طرح حاجت کے وقت بھی جائز ہو جاتی ہے حاجت عام لوگوں کی ہو یا خاص لوگوں کی۔

مثال۔ نجاست لگی ہوئی ہو تو اس کا دھونا واجب ہے۔ لیکن جب اس قدر پانی ہو کہ جو پینے کی ضرورت سے زائد ہو اور اگر اس پانی کو دھونے میں صرف کیا جائے تو تشنگی سے اپنے ہلاک ہونے کا اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں حاجت کی وجہ سے یہ معاف ہے

(اصل ۸) لا عبرۃ للتوھم — یقین اور ظن کے مقابلے میں وہم اور شک کا اعتبار نہیں

جس شے کے پاک ہونے کا یقین یا ظن غالب ہو یا اس کے ناپاک ہونے کا یقین اور ظن غالب نہ ہو تو محض وہم و شک سے اس کے ناپاک ہونے کا حکم نہ دیں گے۔

مثال۔ کافر کھانے کی شے جو بناتے ہیں یا ان کے برتن اور کپڑے وغیرہ کو ناپاک نہ کہیں گے۔ تاوقتیکہ اس کا ناپاک ہونا کسی دلیل سے یا قرینہ سے معلوم نہ ہو۔

(اصل ۹) الثابت بالبرھان کالثابت بالعیان — جو شے دلیل سے ثابت ہو جائے وہ واقع میں ثابت ہو جائے گی۔

جن چیزوں کا ہونا دلیل سے معلوم ہو جائے تو وہ حقیقت میں موجود سمجھی جائیں گی

مثال۔ ناپاک ہوتے ہوئے ہم نے کسی شے کو نہیں دیکھا لیکن دو شخصوں نے اس کے ناپاک ہونے کی گواہی

Marfat.com

دی یا قرائن اور آثار سے اس کا ناپاک ہونا معلوم ہوا تو وہ شے واقع میں ناپاک سمجھی جائے گی۔

(اصل ۱۰) العَادَۃُ مُحَکَّمَۃٌ عادت سے بھی حکم معلوم ہو جاتا ہے

رواج اور عادت جیسی ہو اسی کے موافق حکم دیا جائے گا۔

مثال۔ عادت یہ ہے کہ اکثر آدمی طبعاً کھانے کو اور نیز دیگر چیزوں کو ناپاکی سے بچاتے ہیں تو کفار کی چیزوں کو ناپاک نہ کہیں گے تاوقتیکہ قرینہ یا دلیل سے اس کا ناپاک ہونا معلوم نہ ہو۔

مسائل

ان چیزوں کا بیان جن میں نجاست غلیظہ ہے

مسئلہ (۱) جاندار چیزوں میں سور نجس ہے زندہ ہو یا مردہ (مراقی الفلاح)

مسئلہ (۲) جن جاندار چیزوں میں خون سائل ہے وہ مرنے کے بعد نجس ہو جاتی ہیں بشرطیکہ دریائی نہ ہوں خواہ انسان ہو یا دوسرا حیوان مگر وہ مسلمان جو شہید ہوا ناپاک نہیں ہوتا (شامی مصری ص۱۵۵ ج۱)

مسئلہ (۳) وہ مردہ بچہ جس میں جان پڑی ہو انسان کا ہو یا کسی دوسرے حیوان کا اور اسی طرح خون بستہ اور وہ گوشت کا لوتھڑا جس میں اعضاء نہیں ہیں (شامی ص۱۵۵ ج۱)

مسئلہ (۴) جن جانوروں کا جھوٹا ناپاک ہے ان کا پسینہ اور لعاب دہن بھی ناپاک ہے (منیۃ المصلی)

مسئلہ (۵) مردہ جانور یعنی جو جانور بلا ذبح کے مرجائے اس کی ہڈی، سینگ، بال جو کاٹے گئے ہوں پر، چونچ، کھر، پنجے، دانت کے سوا یعنی ان اعضاء کے سوا جن میں خون سرایت نہیں کرتا تمام نجس ہیں۔ جیسے گوشت، چربی، پٹھے، کھال۔ مگر کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے بخلاف گوشت وغیرہ کے۔

مسئلہ (۶) جو چیزیں اور اعضاء مردہ جانور کے پاک ہیں وہ حرام (ذی) جانور کے بھی پاک ہیں اور اس کے

ے مشکوک پانی چونکہ پاک ہے لہٰذا جن جانوروں کا جھوٹا مشکوک ہے ان کا پسینہ اور لعاب دہن بھی پاک کہے گا جیسے کہ جس کو پانی کے احکام کے نمبر ۵۵ میں بیان کیا ہے۔ ۱۲۔

ے بعض لوگ جو چربی شیرہ وغیرہ کی استعمال کرتے ہیں اور اس کو پاک جانتے ہیں یہ درست نہیں۔ ہاں اگر طبیب حاذق کی رائے ہو کہ اس مرض کا علاج سوا چربی کے اور کچھ نہیں تو ایسی حالت میں درست ہے۔ ۱۲۔

Marfat.com

سوا تمام ناپاک ہیں جیسے گوشت، چربی وغیرہ اور جو ناپاک ہیں وہ شرعی طور سے ذبح کے بعد پاک ہوجاتی ہیں اور کھال سب کی سور کے سوا دباغت کے بعد پاک ہوجاتی ہے (شامی مصری ص۱۵۱ ج ۱)

مسئلہ (۷) خون سائل نجس ہے خواہ انسان کا ہو یا اور کسی حیوان کا اور اس میں یہ شرط نہیں کہ بالفعل سیال ہو بلکہ اگر بالفعل منجمد ہو لیکن ایسا ہو کہ اگر رقیق ہوتا تو بہ جاتا تب بھی نجس ہے (مراقی الفلاح ص۸۳)

مسئلہ (۸) زندہ حیوان دموی کا کوئی عضو کٹ جائے یا ٹوٹ کر علیحدہ ہوجائے تو نجس ہے بشرطیکہ ان اعضاء میں سے ہو جن میں خون سرایت کرتا ہے جیسے ہاتھ، پیر، کان، ناک اور اگر ایسا عضو ہو جس میں خون سرایت نہیں کرتا تو وہ نجس نہیں جیسے بال، ناخن وغیرہ

مسئلہ (۹) حرام جانور کا دودھ مردہ ہو یا زندہ اور مردہ جانور کا دودھ حرام ہو یا حلال نجس ہے (عالمگیری)

مسئلہ (۱۰) حیوان دموی کے جسم سے مرنے کے بعد جو رطوبت نکلے وہ نجس ہے۔ (شامی ص۱۵۵ ج ۱)

مسئلہ (۱۱) انسان کا پاخانہ، پیشاب، منی، مذی، ودی نجس ہے اور اسی طرح تمام جانوروں کی منی۔

مسئلہ (۱۲) عورت کی شرمگاہ سے جو رطوبت نکلے وہ نجس ہے۔ (شامی

مسئلہ (۱۳) منہ بھر قے بڑے کی ہو یا بچہ کی اور حیض و نفاس و استحاضہ کا خون نجس ہے

مسئلہ (۱۴) ہر دموی جانور کا جگال (یا گر کرتے وقت جو کف منہ سے نکلتا ہے) ناپاک ہے

(مراقی الفلاح)

مسئلہ (۱۵) انسان کے جسم سے دم سائل یا پیپ وغیرہ نکلے یا کوئی رقیق یا غلیظ شے جو وضو کو توڑ دے وہ نجس ہے۔

مسئلہ (۱۶) شہید کا خون جب اس کے جسم سے بہہ کر گر جائے تو نجس ہے

مسئلہ (۱۷) جانور کے ذبح کرنے کے بعد رگوں پٹھوں میں یا گوشت اور ہڈی پر جو خون سائل لگ جائے وہ نجس ہے بشرطیکہ جما ہوا اور اسی عضو کا نہ ہو۔

مسئلہ (۱۸) حرام جانوروں کا پیشاب اور انڈا نجس ہے۔ پرندہوں یا غیر پرند چھوٹے ہوں یا بڑے۔

ؔ مرد اور عورت کی منی میں کچھ فرق نہیں۔ ۱۲

ؔ جانوروں کی منی حرام ہوں یا حلال نجس ہے اور بعضوں نے سوا سور اور کتے کے باقی جانوروں کی منی کو پاک لکھا ہے مگر یہ صحیح نہیں (در مختار و شامی) ۱۲ ؔ یہ مذہب صاحبینؒ کا ہے اور امام صاحبؒ کا مذہب یہ ہے کہ وہ پاک ہے۔ ۱۲

ؔ منہ بھر قے سے کم اگر ہو تو نجس نہیں۔ ۱۲۔ ؔ چوہے بلی کے پیشاب کو بعض علماء نے پاک لکھا ہے، مگر صحیح یہ ہے کہ ناپاک ہے اور ہاں ضرورت کی وجہ سے بعض چیزوں میں معاف کیا گیا ہے۔ ۱۲۔

Marfat.com

(طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح صـ۱۸۹، شامی صـ۲۳۲ ج ۱)

مسئلہ (۱۹) پرندوں کے سوا تمام جانوروں کا پاخانہ نجس ہے۔ (درمختار)

مسئلہ (۲۰) جو پروالے جانور اُڑتے نہیں ان کا پاخانہ نجس ہے جیسے مرغی، بط وغیرہ۔ (درمختار)

مسئلہ (۲۱) شراب اور تمام ایسی رقیق و سیال اشیاء جو نشہ لاتی ہیں نجس ہیں۔

شامی صـ۲۳۲ ج ۱۔ مراقی الفلاح صـ۳ ج ۱)

مسئلہ (۲۲) نجاستوں سے جو عرق کھینچا جائے یا ان کا جوہر نکالا جائے وہ نجس ہے (شامی صـ۲۳۲ ج ۱)

مسئلہ (۲۳) جس پانی سے کوئی نجس چیز دھوئی جائے وہ نجس ہے خواہ پانی پہلی دفعہ کا ہو یا دوسری دفعہ کا یا تیسری دفعہ کا۔

مسئلہ (۲۴) مُردہ انسان جس پانی سے نہلایا جائے وہ پانی نجس ہے

مسئلہ (۲۵) سانپ کی کھال نجس ہے (عالمگیری)

مسئلہ (۲۶) مردہ انسان کے منھ کا لعاب نجس ہے (عالمگیری)

مسئلہ (۲۷) نجاست غلیظہ اور خفیفہ اگر مل جائیں تو مجموعہ کو غلیظہ کہیں گے اور اسی طرح پاک چیز میں اگر نجاست غلیظہ مل جائے تب بھی مجموعہ کو غلیظہ کہیں گے۔

مسئلہ (۲۸) کسی چیز پر مثل کپڑے وغیرہ کے اگر ایک جگہ نجاست غلیظہ ہو اور دوسری جگہ نجاست خفیفہ ہو اور ہر نجاست تنہا اسی قدر ہو جس قدر شریعت میں معاف ہے یا اس سے کم لیکن اگر دونوں کو ملالیں تو اس مقدار سے بڑھ جائے تو ایسی حالت میں اگر نجاست غلیظہ خفیفہ کی برابر یا زیادہ ہو تو وہ خفیفہ بھی غلیظہ سمجھی جائے گی یعنی دونوں کا مجموعہ ایک درہم سے کم یا برابر ہو تو معاف ہے ورنہ نہیں اور اگر نجاست خفیفہ غلیظہ سے زیادہ ہے تو کل خفیفہ سمجھی جائے یعنی کپڑے کے چوتھائی حصہ تک معاف ہے اور اس سے زیادہ نہیں۔

ـــہ اور ان کے پاخانہ میں اکثر بدبو آیا کرتی ہے تو اگر یوں کہا جائے کہ جن پرندوں کے پاخانہ میں بدبو آئے وہ نجس ہے تو بھی صحیح ہے ۱۲۔

ـــہ آج کل جو انگریزی دوائیں شراب کا جوہر ہیں یا جن میں شراب پڑتی ہے وہ نجس ہیں اس کا استعمال درست نہیں تا وقتیکہ طبیب حاذق مسلمان یہ نہ کہدے کہ اس کا علاج سوا اس کے اب کچھ نہیں ہے ۱۲۔

ـــہ یہ قید اس واسطے لگائی گئی کہ اگر اس مقدار سے زیادہ ہو تو اس کا حکم کھلا ہوا ہے یعنی معاف نہیں۔ ۱۲۔

Marfat.com

جن چیزوں میں نجاست خفیفہ ہے ان کا بیان

مسئلہ (۱) حلال جانوروں کا پیشاب نجس ہے اور اسی طرح گھوڑے کا پیشاب بھی

مسئلہ (۲) حرام پرند جو اڑتے ہیں ان کا پاخانہ نجس ہے اور ایسا ہی حلال پرندوں کا بشرطیکہ بدبودار ہو۔

معافی جو شریعت نے کی ہے: شریعت کے احسانات اور اس کی معافیاں بیشمار ہیں نمونہ کے طور پر چند مسئلے یہاں لکھے جاتے ہیں کلیہ قاعدہ ان معافیوں کا اصل ۳۰۲ میں بیان ہو چکا ہے

(۱) نجاست غلیظہ مرئیہ ہو تو درہم کی برابر وزن میں معاف ہے اور غیر مرئیہ ہو تو درہم کی برابر پیمائش میں معاف ہے یعنی کسی شخص کے جسم یا کپڑے پر اس قدر نجاست لگی ہو اور وہ بغیر اس کے دور کیے نماز پڑھ لے تو نماز ہو جائیگی لیکن دھونا بہتر ہے بشرطیکہ دھونے پر قدرت ہو۔ اور باوجود قدرت کے نہ دھونا مکروہ ہے اور یہی حکم ہے اس نجاست غلیظہ کا جو درہم سے کم ہو۔ (شامی ص۲۳۱ ج ۱)

(۲) نجاست خفیفہ مرئیہ ہو یا غیر مرئیہ اگر جسم یا کپڑے پر لگ جائے تو چوتھائی حصہ کے بقدر معاف ہے۔

(۳) نجاست اسی قدر لگے جس قدر معاف ہے یا اس سے بھی کم مگر پھیل کر اس سے بڑھ جائے تو وہ معاف نہیں اور اس کا وہی حکم ہے جو اس نجاست کا ہے جو پہلے ہی سے زیادہ لگ جائے (شامی ص۲۳۱ ج ۱)

(۴) اگر کپڑے میں ایک طرف مقدار معافی سے کم نجاست لگے اور دوسری طرف سرایت کر جائے اور ہر طرف مقدار سے کم ہو لیکن دونوں کا مجموعہ اس مقدار سے بڑھ جائے تو وہ کم ہی سمجھی جائے گی اور معاف ہوگی ہاں اگر کپڑا دوہرا ہو یا دو کپڑوں کو ملا کر اس مقدار سے بڑھ جائے تو وہ زیادہ سمجھی جائے گی اور معاف نہ ہوگی۔ (خزانۃ المفتین)

(۵) نجاست غلیظہ مرئیہ وزن میں درہم سے کم ہو مگر پیمائش میں درہم سے زیادہ ہو تو کچھ حرج نہیں اس لئے کہ اس میں درہم کا وزن معتبر ہے پیمائش کا اعتبار نہیں۔

(۶) کھلیان چلاتے وقت جو جانور غلہ پر پیشاب کر دے وہ معاف ہے[ع]

ع: یہاں تک کہ بعض فقہا نے لکھا ہے کہ درہم کی برابر نجاست ہو تو نماز توڑ کر دھوئے۔ ۱۲۔

ع: یہاں فقہا لکھتے ہیں کہ جب اس غلہ سے کچھ علیحدہ کر دیا جائے تو تمام پاک ہو جائے گا اور یہی اس کے پاک کرنے کا طریقہ ہے اس لئے کہ جب اس کے دو حصے کر دے تو کسی ایک کو بالتخصیص ناپاک نہیں کہہ سکتے لیکن یہ اس وجہ سے صحیح نہیں کہ ناپاک ہونا یقینی ہے اور پاک ہونے کا شک یقین سے نہ جائے گا بحکم اصل (۷)، مسائل اب بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ بحکم اصل (۳۰) حرج و مشقت کی وجہ سے شریعت نے معاف کر دیا۔ ۱۲۔

Marfat.com

(۷) کسی نجاست کی چھینٹیں اگر کپڑے یا بدن پر پڑ جائیں اور اس قدر باریک ہوں جیسے سوئی کی نوک تو وہ معاف ہیں اگرچہ مجموعہ ان کا اس مقدار سے زیادہ ہو جو شریعت میں معاف نہیں ہے اور اسی طرح جو لوگ گائے بیل بھینس وغیرہ پالتے ہیں جیسے گاڑی بان، یکہ بان وغیرہ تو ان پر بھی اگر ان کا پاخانہ پیشاب قلیل متفرق طور سے لگ جائے کہ جس کا مجموعہ درہم سے زیادہ ہو تو معاف ہے۔ (شامی ص۲۳۸ ج۱)

(۸) مردہ کو کوئی شخص نہلائے اور نہلانیوالے پر اس کے پانی کی چھینٹیں پڑیں تو یہ معاف ہے

(۹) راستوں کی کیچڑ اور ناپاک پانی معاف ہے بشرطیکہ اسمیں نجاست کا اثر نہ معلوم ہو۔ (مراقی الفلاح)

(۱۰) فرش یا مٹی یا اور کسی ناپاک چیز پر بھیگے بدن سے لیٹ جائے یا ناپاک زمین پر قدم رکھے یا کسی ناپاک فرش پر سونے کی حالت میں پسینہ نکلے تو یہ سب معاف ہے۔ بشرطیکہ نجاست کا اثر بدن پر نہ معلوم ہو۔ (مراقی الفلاح ص۸۴)

(۱۱) ناپاک چیز پر اگر تر کپڑا بچھا دیا جائے تو معاف ہے بشرطیکہ نجاست کا اثر اس پر نہ پایا جائے۔

(۱۲) دودھ دوہتے وقت دو ایک مینگنی دودھ میں پڑ جائیں یا تھوڑا سا گوبر گر جائے تو معاف ہے۔ بشرطیکہ گرتے ہی نکال ڈالا جائے۔ (خزانۃ المفتیین)

(۱۳) چوہے کی مینگنی آٹے میں پس جائے تو معاف ہے بشرطیکہ اس کا اثر آٹے میں نہ معلوم ہو اور اسی طرح اگر روٹی میں پک جائے وہ بھی معاف ہے بشرطیکہ گھلی نہ ہو اور ویسی ہی سخت ہو۔ (خزانۃ المفتیین)

یہاں اگرچہ ناپاک چیزوں کا بیان ہے مگر بعض وہ چیزیں جو پاک نہیں ہیں اور ان کا معلوم ہو جانا مفید ہے لکھی جاتی ہیں۔

(۱) شہید کا خون جو اس کے بدن پر لگا ہو پاک ہے (شامی ص۲۴۲ ج۱)

(۲) خون پیپ وغیرہ جو جسم یا زخم سے نکلے اور اس قدر نہ ہو جو بہ سکے پاک ہے خواہ چند بار کے لگنے سے زیادہ درہم سے ہو جائے۔ (شامی ص۲۴۲ ج۱)

(۳) حلال ذبح کیے ہوئے جانور کے گوشت وغیرہ پر جو اسی جگہ کا خون ہوتا ہے وہ پاک ہے۔

(۴) خون سائل جن جانوروں میں نہیں ہوتا جیسے مچھر، مکھی، پسو وغیرہ ایسے جانور اگر انسان کا خون پئیں تو وہ پاک ہے۔ بشرطیکہ سائل نہ ہو۔ (شامی ص۲۳۵ ج۱)

(۵) دریائی جانور اور وہ جانور جن میں دم سائل نہیں مرنے کے بعد بھی ناپاک نہیں ہوتے، حرام ہوں۔ یا حلال جیسے مچھلی، بچھو، بعضے سانپ، چھپکلی، بھڑ۔ (مراقی الفلاح ص۸۳)

(۶) یہ صحیح ہے کہ کتا اور ہاتھی نجس[۱] نہیں۔

---

[۱] قاضی ابو یوسف اور امام صاحب رحمہا اللہ نجس کہتے ہیں۔ ۱۲۔

Marfat.com

(۷) حلال پرندوں کا پاخانہ پاک ہے بشرطیکہ بودار نہ ہو (خزانۃ المفتین وعالمگیری)

(۸) جس کا جھوٹا پاک ہے ان کا پسینہ بھی پاک ہے جیسے آدمی مسلمان ہو یا کافر مرد ہو یا عورت خواہ حائضہ ہو یا نفساء یا وہ شخص جس کو نہانے کی ضرورت ہو۔ (شامی صـ۲۳۷ ج ۱)

(۹) نجاست اگر جلائی جائے تو اس کا دھواں پاک ہے وہ اگر جم جائے اور اس سے کوئی چیز بنائی جائے تو وہ پاک ہے جیسے نوشادر کو کہتے ہیں کہ نجاست کے دھوئیں سے بنتا ہے (شامی صـ۲۳۷ ج ۱)

(۱۰) نجاست کے اوپر جو گرد و غبار ہو وہ پاک ہے بشرطیکہ نجاست کی تری نے اس میں اثر کرکے اس کو تر نہ کر دیا ہو۔ (شامی صـ۲۳۷ ج ۱)

(۱۱) نجس چیز جیسے پاخانہ، سور وغیرہ نمک کی کان میں گر کر نمک ہو جائے تو وہ پاک ہے اور اسی طرح مٹی ہو جائے یا جل کر راکھ ہو جائے تو وہ بھی پاک ہے۔ حاصل یہ کہ نجس چیز کی اگر حقیقت بدل کر دوسری چیز بن جائے تو وہ پاک ہو جائے گی جیسے شراب سرکہ بن جائے یا نجاست جل کر راکھ ہو جائے (شامی صـ۲۳۷ ج ۱)

(۱۲) نجاستوں سے جو بخارات اٹھیں وہ پاک ہیں۔ (شامی صـ۲۳۷ ج ۱)

(۱۳) پھل وغیرہ کے کیڑے پاک ہیں (شامی صـ۲۵۵)

(۱۴) کھانے کی چیزیں اگر سڑ جائیں اور بو کرنے لگیں تو ناپاک نہیں ہوتیں جیسے گوشت، حلوا وغیرہ مگر نقصان کے خیال سے ان کا کھانا درست نہیں۔ (شامی صـ۲۵۵ ج ۱)

(۱۵) نجاستوں سے جو کیڑے پیدا ہوتے ہیں جیسے پاخانہ یا شراب وغیرہ سے وہ نجس ہیں (شامی صـ۱۴۵ ج ۱)

(۱۶) سور کے سوا تمام جانوروں کے سینگ، بال، ہڈی، پٹھے، کھر، دانت یعنی وہ شئے جن میں خون نہیں سرایت کرتا پاک ہے بشرطیکہ جسم کی رطوبت اس پر نہ ہو خواہ یہ چیزیں مردہ جانوروں کی ہوں یا مذبوح کی۔ (شامی صـ۱۵۱)

(۱۷) مشک اور اس کا نافہ پاک ہے اور اسی طرح عنبر وغیرہ

(۱۸) منہ بھر تے سے کم تے پاک ہے۔ (مراقی الفلاح صـ۲۸)

(۱۹) سوتے میں آدمی کے منہ سے جو پانی نکلتا ہے وہ پاک ہے۔ (خزانۃ المفتین وعالمگیری)

(۲۰) گندا انڈا حلال جانور کا پاک ہے۔ (خزانۃ المفتین)

(۲۱) سانپ کی کینچلی پاک ہے۔ (عالمگیری)

عـــہ مگر ان کا کھانا درست نہیں۔ ۱۲۔

Marfat.com

(۲۲) گدھی کا دودھ پاک ہے مگر اس کا کھانا درست نہیں۔ (عالمگیری)

جو چیزیں نجس ہیں وہ کبھی پاک نہیں ہو سکتیں ہاں ان کی حقیقت اگر بدل جائے تو پاک ہو جائیں گی جیسے پاخانہ مٹی بن جائے۔ البتہ جو پاک چیزیں کہ نجس چیز کے لگنے سے ناپاک ہو جاتی ہیں پاک کرنے سے پاک ہو سکتی ہیں اور یہ پاک چیزیں چونکہ مختلف اقسام پر ہیں اور ہر قسم کے پاک کرنے کا طریقہ جدا جدا ہے اس لئے پہلے ان پاک چیزوں کی قسمیں لکھی جاتی ہیں جو نجاست سے ناپاک ہوں پھر ہر ایک کے پاک کرنے کا طریقہ لکھا جائے گا۔

ناپاک ہونے والی چیزوں کی قسمیں

۱۔ زمین اور زمین سے اگنے والی چیزیں جو کہ اس پر لگی ہوئی ہوں جیسے درخت، گھاس وغیرہ اور وہ چیزیں جو زمین سے چسپاں کر دی گئی ہوں جیسے دیوار، اینٹ، پتھر وغیرہ

۲۔ وہ چیزیں جن میں مسام نہیں یعنی اس قسم کی چیزیں جو پانی کو جذب نہیں کرتیں جیسے لوہا، چاندی تانبا، پیتل، شیشہ وغیرہ۔

۳۔ وہ چیزیں جن میں کم مسام ہیں اور رطوبت کو جذب کرتی ہیں جیسے چمڑا وغیرہ

۴۔ وہ چیزیں جن میں بہت مسام ہیں اور رطوبت کو خوب جذب کرتی ہیں جیسے کپڑا وغیرہ۔

۵۔ رقیق چیزیں جیسے شربت، شہد، دودھ، تیل، گھی، عرق، سرکہ وغیرہ۔

۶۔ گاڑھی اور بستہ چیزیں جیسے جما ہوا گھی، جما ہوا دہی، گلقند، گوندھا ہوا آٹا وغیرہ

۷۔ کھال

۸۔ جسم[۵۸]

۹۔ پانی

زمین وغیرہ کی پاکی کا طریقہ

۱۔ زمین اگر ناپاک ہو جائے خواہ نجاست مرئیہ سے یا غیر مرئیہ سے تو خشک ہونے سے پاک ہو جائے گی دھوپ سے خشک ہو یا ہوا سے یا آگ سے اور خشک ہونے کا یہ مطلب ہے کہ اس کی تری اور نمی جاتی رہے نہ یہ کہ سوکھ جائے۔

۵۸ اس کے احکام چونکہ تفصیل کے ساتھ پہلے لکھ دئے گئے ہیں اس لئے یہاں نہ بیان کئے جائیں گے۔ ۱۲۔

۲۔ ناپاک زمین اگر خشک ہونے سے پہلے دھوڈالی جائے تب بھی پاک ہو جائے گی۔ لیکن اس کے دھونے کا یہ طریقہ ہے کہ اس پراس قدر پانی چھوڑا جائے کہ پانی بہہ جائے اور اس پانی میں کسی طرح نجاست کا اثر معلوم نہ ہو یا پانی ڈالکراس کو کپڑے وغیرہ سے جذب کریں اسی طرح تین بار کریں (شامی ص۲۲۷ ج۱)

۳۔ مٹی کے ڈھیلے، ریت، کنکر بھی خشک ہونے سے پاک ہو جاتے ہیں اور اسی طرح وہ پتھر جو چکنا نہیں اور پانی کو جذب کر لیتا ہے خشک ہونے سے پاک ہو جاتا ہے۔ (شامی ص۲۲۲ ج۱)

۴۔ زمین سے اگنے والی چیزیں جو اس میں جمی ہوئی کھڑی ہیں جیسے درخت، گھاس وغیرہ بھی خشک ہونے سے پاک ہو جاتے ہیں (شامی ص۲۲۲ ج۱)

۵۔ زمین پر جو چیزیں قائم ہیں جیسے دیوار، لکڑی کے ستون، ٹٹی وغیرہ یا وہ چیزیں جو زمین سے چسپاں ہیں جیسے اینٹ پتھر جو کھٹ کی لکڑی وغیرہ تو یہ بھی خشک ہونے سے پاک ہو جاتی ہیں (شرح مراقی الفلاح ص۱۲۸)

۶۔ ناپاک زمین کی مٹی اوپر کی نیچے اور نیچے کی اوپر کر دینے سے پاک ہو جاتی ہے۔ (شامی ص۲۲۱ ج۱)

۷۔ تنور اگر ناپاک ہو جائے تو اس میں آگ جلانے سے پاک ہو جائے گا بشرطیکہ بعد گرم ہونے کے نجاست کا اثر نہ رہے۔ (شامی ص۲۳۱ ج۱)

۸۔ ناپاک مٹی سے جو برتن بنایا جائے وہ پکانے سے پاک ہو جاتا ہے بشرطیکہ پکانے کے بعد نجاست کا اثر نہ معلوم ہو۔ (شامی ص۲۳۱ ج۱)

۹۔ ناپاک زمین پر مٹی وغیرہ ڈال کر نجاست چھپا دی جائے اس طرح کہ نجاست کی بو نہ آئے تو وہ پاک ہے۔ (خزانۃ المفتین)

جن چیزوں میں مسام نہیں انکی پاکی کا طریقہ

۱۔ آئینہ، تلوار، چھری، چاقو اور تمام وہ چیزیں جو لوہے سے بنتی ہیں یا چاندی سے جیسے زیور وغیرہ یا سونے سے یا تانبے پیتل سے یا اور کسی ایسی چیز سے جس میں مسام نہیں ہوتے یا چکنا پتھر جو رطوبت کو نہیں جذب کرتا یا روغن یا لگ کیے ہوئے مٹی کے برتن میں پانی جذب نہیں ہوتا یا پرانے استعمال کیے ہوئے برتن ایسے جو پانی کو جذب نہ کریں تو یہ سب چیزیں اگر نجس ہو جائیں خواہ نجاست مرئیہ سے یا غیر مرئیہ سے تو زمین پر رگڑنے یا کپڑے سے پونچھنے سے پاک ہو جائیں گی بشرطیکہ نجاست تر ہو اور اس قدر رگڑی یا پونچھی جائے کہ نجاست کا اثر جاتا رہے اور اگر نجاست خشک ہو تو مرئیہ رگڑنے اور پونچھنے دونوں سے اور غیر مرئیہ صرف پونچھنے سے پاک ہو گی

Marfat.com

اور ان تمام صورتوں میں یہ شرط ہے کہ یہ چیزیں نقشین نہ ہوں۔ (شامی ص۲۲۶ ج ۱)

اور نجاست غیر مرئیہ تین بار دھونے سے بھی پاک ہو جائے گی اور اس میں یہ شرط نہیں کہ ہر مرتبہ دھونے کے بعد خشک بھی کر لیا جائے بلکہ وقفہ وقفہ دھونے سے بھی پاک ہو جائے گی اور نجاست مرئیہ اس قدر دھونے سے پاک ہو جائے گی کہ اس کا اثر جاتا رہے۔ (شامی ص۲۴۳ ج ۱)

۲۔ وہ چیزیں جو منقش ہوں جیسے زیور یا نقشین برتن وغیرہ تو بغیر دھوئے پاک نہ ہوں گی پس اگر ان میں نجاست مرئیہ لگ جائے تو اس قدر دھوئی جائیں کہ وہ نجاست دور ہو جائے اور اگر غیر مرئیہ لگ جائے تو تین مرتبہ دھو ڈالی جائیں۔ (شرح مراقی الفلاح ص۸۸)

۳۔ چٹائی اگر نجس ہو جائے تو نجاست غیر مرئیہ تین بار دھونے سے اور مرئیہ تر کپڑے سے پونچھنے سے پاک ہو جائے گی۔ (خزانۃ المفتیین)

جن چیزوں میں کم مسام ہیں اُن کی پاکی کا طریقہ

۱۔ موزہ یا جوتہ اور کوئی ایسی چیز جو چمڑے سے بنائی گئی ہو یا پوستین اس طرف سے جس طرف بال نہ ہوں یا دباغت دی ہوئی کھال نجاست مرئیہ سے ناپاک ہو جائیں تو یہ نجاست چھیل کر یا مل کر دور کر دی جائے تو پاک ہو جائیں گی۔ نجاست خشک ہو یا تر اور اگر نجاست غیر مرئیہ سے ناپاک ہو جائیں تو بغیر دھوئے پاک نہ ہوں گی۔ اور ان کے دھونے کا یہ طریقہ ہے کہ تین مرتبہ دھوئی جائیں اور ہر مرتبہ اتنا توقف کیا جائے کہ خشک ہو جائیں اور پانی ٹپکنا بند ہو جائے۔ (شامی ص۲۲۶ ج ۱)

۲۔ مٹی کے نئے برتن یا ایسے پتھر کے برتن جو نجاست کو جذب کرتا ہو یا ایسی لکڑی کے برتن جو نجاست کو جذب کر لیں تین مرتبہ اس طرح دھونے سے پاک ہو جائیں گے کہ ہر مرتبہ خشک کر لئے جائیں کہ پانی ٹپکنا بند ہو جائے اور اگر کوئی چیز اس پر رکھی جائے تو اس میں نمی نہ آئے اور یہ شرط اس وقت ہے کہ جب یہ چیزیں کسی برتن میں ڈال کر دھوئی جائیں اور اگر جاری پانی میں دھوئی جائیں یا پانی اوپر سے ڈالا جائے تو یہ شرط نہیں بلکہ جاری پانی میں صرف اتنی دیر تک رکھ دینا کافی ہے کہ پانی ایک طرف سے دوسری طرف نکل جائے اور اوپر سے پانی چھوڑنے میں صرف اسی قدر کافی ہے کہ سب دھل جائے اور پانی بالکل ٹپک[ع] نے (طحطاوی شرح مراقی الفلاح)

ع۵۸ نجاست مرئیہ کا حکم یہاں بھی وہی ہے جو ان چیزوں کا ہے جن میں مسام نہیں البتہ غیر مرئیہ کا حکم یہاں دوسرا ہے۔ ۱۲۔

Marfat.com

اور اگر مٹی یا پتھر کے برتن کو آگ میں ڈال دیں تب بھی پاک ہوجائے گا۔

۴۴۔ غلہ اگر ناپاک ہوجائے تو تین مرتبہ دھو ڈالا جائے اور ہر مرتبہ خشک کرلیا جائے بشرطیکہ نجاست غیر مرئیہ ہو اگر نجاست مرئیہ ہو تو نجاست دور کردی جائے خواہ دھونے سے یا اور کسی طرح سے (خزانۃ المفتیین)

مسام والی چیزوں کی پاکی کا طریقہ

۱۔ کپڑے میں اگر منی لگ جائے تو مسلنے اور منی کے کھرچنے سے پاک ہوجائے گا[۵] بشرطیکہ منی خشک ہو کپڑا نیا ہو یا پرانا اکہرا ہو یا دوہرا روئی کا ہو یا بے روئی کا اور پھر اگر یہ کپڑا پانی میں بھیگ جائے تو ناپاک نہ ہوگا اور اگر منی کے سوا کوئی دوسری نجاست لگ جائے تو بغیر دھوئے پاک نہ ہوگا۔

نجاست مرئیہ سے پاک کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ اس نجاست کو پاک پانی یا اور کسی ایسی رقیق سیال شے سے جو چکنی نہ ہو دور کردیں خواہ ایک دفعہ دھونے سے یا کئی دفعہ دھونے سے اور جب تک وہ دور نہ ہوگی۔ کپڑا پاک نہ ہوگا اور اگر نجاست کا دھبہ جس کا دور کرنا دشوار ہے باقی رہ جائے تو کچھ حرج نہیں صرف نجاست کی ذات کا دور کردینا کافی ہے۔ مثلاً منی لگ جائے اور اس کو دھو ڈالیں مگر اس کا دھبہ باقی رہ جائے یا کوئی نجس رنگ لگ جائے یا خون لگ جائے تو صرف اس قدر دھو ڈالنا چاہیئے کہ پانی صاف نکلنے لگے۔ (شامی ع۲)

اور نجاست غیر مرئیہ سے پاک کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ اسکو تین مرتبہ دھوئیں اور ہر مرتبہ پانی کو خوب اپنی طاقت کے موافق نچوڑ ڈالیں یہ اس وقت ہے جب کپڑے پر پانی ڈال کر دھوئیں اور اگر جاری پانی میں اتنی دیر تک ڈال دیں کہ وہ بھیگ جائے اور پانی ایک جانب سے دوسری جانب سرایت کرکے نکل جائے تو ایک مرتبہ دھو ڈالنا بھی کافی ہے۔ (مراقی الفلاح)

۲۔ باریک یا پرانے کپڑے میں اگر نجاست غیر مرئیہ لگ جائے اور زور سے نچوڑنے میں کپڑے کے پھٹ جانے کا اندیشہ ہو تو صرف تین مرتبہ دھو ڈالنا کافی ہے زور سے نچوڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔

۳۔ نجاست غیر مرئیہ اگر ایسی چیز میں لگ جائے جس کا نچوڑنا دشوار ہے جیسے ٹاٹ چٹائی بڑی دری تو تین مرتبہ دھونے سے پاک ہوجاتی ہے اس طرح کہ ہر مرتبہ پانی خشک ہوجائے خشک ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اگر اس پر کوئی چیز رکھ دیں تو وہ تر نہ ہو۔ (شامی ص۲۴۳ ج۱)

---

۵ منی خواہ پتلی ہو یا گاڑھی ملنے سے پاک ہوجاتی ہے بشرطیکہ خشک ہو اور بعض فقہانے یہ شرط بھی لکھی ہے کہ منی نکلتے وقت جہاں سے نکلی ہے کسی دوسری نجاست سے مل کر ناپاک نہ ہوئی ہو ۱۲۔

۴۔ ناپاک تیل یا ناپاک گھی اگر کسی کپڑے میں لگ جائے تو تین مرتبہ دھونے سے پاک ہو جائے گا اگرچہ اس کی چکناہٹ باقی ہو اس لئے کہ تیل اور گھی خود ناپاک نہیں بلکہ کسی نجاست کے لگنے سے ناپاک ہوا ہے اور وہ نجاست تین مرتبہ دھونے سے جاتی رہے گی بخلاف مردار کی چربی کے کہ وہ خود ناپاک ہے لہٰذا جب تک اس کی چکناہٹ نہ جائے گی پاک نہ ہوگا۔ (مراقی الفلاح صفحہ ۸۶)

رقیق وسیال چیز کی پاکی کا طریقہ

۱۔ ناپاک تیل یا چربی کا صابون[۱] بنا لیا جائے تو پاک ہو جائے گا۔ (شامی صفحہ ۲۱۳)

۲۔ تیل یا گھی ناپاک ہو جائے تو اس میں پانی ڈالا جائے جب یہ تیل یا گھی پانی کے اوپر آجائے تو وہ اُتار لیا جائے اسی طرح تین مرتبہ کرنے سے پاک ہو جائے گا۔ (مراقی الفلاح صفحہ ۸۶)

۳۔ شہد یا شربت اگر ناپاک ہو جائے تو اس میں پانی ڈال کر جوش دیا جائے جب تمام پانی خشک ہو جائے اور وہ اپنی اصلی حالت پہ آجائے تو پھر پانی ڈال کر جوش دیا جائے اسی طرح تین مرتبہ کرنے سے پاک ہو جائے گا۔ (مراقی الفلاح صفحہ ۸۶)

گاڑھی اور بستہ چیزوں کی پاکی کا طریقہ

۱۔ صابون یا اور کوئی گاڑھی جمی ہوئی چیز ناپاک ہو جائے تو جس قدر ناپاک ہے اسی قدر علیحدہ کر دینے سے پاک ہو جائے گی جیسے جما ہوا گھی وغیرہ۔

کھال کی پاکی کا طریقہ

۱۔ سؤر کے سوا تمام جانوروں کی کھال حرام کی ہوں یا حلال کی دباغت سے پاک ہو جاتی ہیں خواہ کافر دباغت دے یا مسلمان اور اگر حلال جانوروں کی کھال ہو تو صرف ذبح سے پاک ہو جائے گی دباغت کی ضرورت نہ ہوگی۔ (شامی صفحہ ۲۳ ج ۱)

[۱] اس لئے کہ صابون بنانے سے اسکی حقیقت بدل گئی اور حقیقت بدل جانے سے ناپاک چیز پاک ہو جائیگی ۱۲

Marfat.com

۲- سور کی چربی اور ناپاک چیز سے کھال کو دباغت دیں تو تین مرتبہ دھونے سے پاک ہو جائے گی۔

جسم کی پاکی کا طریقہ

انسان کا جسم دونوں طرح کی نجاست سے نجس ہوتا ہے یعنی نجاست حکمیہ اور حقیقیہ۔ نجاست حقیقیہ سے پاکی کا طریقہ بیان کیا جاتا ہے اور نجاست حکمیہ سے پاکی کا طریقہ آئندہ بیان ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ

۱- آدمی کی انگلی یا اور کوئی عضو اگر نجاست مرئیہ سے ناپاک ہو جائے تو وہ عضو تین بار پانی کے دھونے سے پاک ہو جائے گا اور اسی طرح اگر اس عضو کو تین بار کوئی شخص چاٹ لے خواہ وہ کافر ہو یا مسلمان تو وہ پاک ہو جائے گا اور اگر نجاست مرئیہ سے ناپاک ہوا ہے تو تین بار دھونا یا چاٹنا شرط نہیں بلکہ اس قدر دھونا یا چاٹنا کافی ہے کہ وہ نجاست دور ہو جائے۔ (خزانۃ المفتیین شامی صـ۲۲۵)

۲- اگر آدمی کا منہ کسی نجس چیز جیسے شراب سور وغیرہ کے کھانے پینے سے نجس ہو جائے تو تین مرتبہ لعاب نکلنے سے پاک ہو جائے گا۔ (خزانۃ المفتیین وشامی صـ۲۲۵)

۳- آدمی کے کسی ناپاک عضو کو اگر کوئی ایسا جانور جس کا جھوٹا ناپاک نہیں چاٹ لے تب بھی پاک ہو جائے گا۔

۴- عورت کے سر پستان پر اگر کوئی نجاست غیر مرئیہ لگ جائے تو جب لڑکا اس کو تین مرتبہ چوس لے گا تو پاک ہو جائے گا اور نجاست مرئیہ میں صرف اس قدر چوسنا کافی ہے کہ وہ نجاست دور ہو جائے تین مرتبہ کی شرط نہیں۔ (خزانۃ المفتیین و شامی صـ۲۲۵ ج۱)

۵- انسان کے جسم پر اگر منی لگ جائے تو کھرچ ڈالنے سے بھی پاک ہو جائے گا اور یہ طریقہ صرف منی کے پاک کرنے کا ہے اور دوسری نجاست بغیر دھوئے یا چاٹے پاک نہ ہوگی۔ (شامی صـ۲۲۶ ج۱)

۶- فصد کے مقام یا اور کسی عضو کو جو خون، پیپ کے نکلنے سے نجس ہو گیا اور دھونا نقصان کرتا ہو تو تر کپڑے سے پونچھ دینا کافی ہے (شامی صـ۲۲۶ ج۱)

عـــہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ایسا کیا جائے تو پاک ہو جائے گا نہ یہ کہ ایسا کرنا جائز ہے اس لئے کہ جب وہ عضو نجس ہے تو اس کا چاٹنا مسلمان کو کسی طرح جائز نہیں۔ ۱۲۔

عـــہ لیکن بلا عذر لڑکے کے منہ میں نجس پستان بغیر دھوئے دینا جائز نہیں اس لئے کہ مسلمانوں کو نجس چیز سے خود بچنا اور اپنے بچوں کو بچانا واجب ہے۔ ۱۲۔

Marfat.com

۷۔ ناپاک رنگ اگر جسم میں لگ جائے یا بال اس ناپاک رنگ سے رنگین ہو جائیں تو صرف اس قدر دھونا کہ پانی صاف نکلنے لگے کافی ہے اگرچہ رنگ دور نہ ہو۔ (شامی صفحہ ۲۴۱ ج ۱)

۸۔ ناپاک چیز اگر جلد کے اندر بھر دی جائے جیسا کہ ہندو اور بعض دیہات کے جاہل مسلمان کیا کرتے ہیں جس کو ہمارے عرف میں گودنا کہتے ہیں تو وہ صرف دھو ڈالنے سے پاک ہو جائے گا جلد چھیل کر اس رنگ کو نکالنا نہ چاہیئے۔ (شامی صفحہ ۲۴۱ ج ۱)

۹۔ اگر ٹوٹے ہوئے دانت کو جو ٹوٹ کر علیحدہ ہو گیا ہے اس کی جگہ پر رکھ کر جما یا جائے خواہ پاک چیز سے یا ناپاک چیز سے اور اسی طرح اگر کوئی ہڈی ٹوٹ جائے اور اس کے بدلے کوئی ناپاک ہڈی رکھ دی جائے یا کسی زخم میں کوئی ناپاک چیز بھر دی جائے اور وہ اچھا ہو جائے تو اس کو نکالنا نہ چاہیئے بلکہ ؎ وہ خود بخود پاک ہو جائے گا۔ (شامی صفحہ ۲۴۱ ج ۱)

اگرچہ ہم ناپاک چیزوں کے پاک کرنے کا طریقہ اور ان کی پاک کرنے والی چیزیں نہایت عمدہ تفصیل سے لکھ چکے ہیں جس کے دیکھنے کے بعد ہر چیز کی پاکی و ناپاکی اور اس کے پاک کرنے کے متعدد طریقے ہر شخص کو بہت آسانی سے معلوم ہو سکتے ہیں۔ اب ہم چاہتے ہیں کہ ایک نقشہ اس قسم کا بنا دیں جس کو دیکھ کر ہر شخص کو پاک کرنے کے طریقوں کی تعداد اور ہر چیز جس جس طریقہ سے پاک ہو سکتی ہے اس کی کیفیت سے بخوبی واقف ہو جائے اور وہ مضامین جو اوپر لکھے گئے ہیں ایک اچھی صورت میں صفحۂ دل پر نقش ہو جائیں۔

وہ نقشہ یہ ہے

نمبر شمار	پاک کرنے والی چیزیں	پاک ہونے والی چیزیں
۱	دھونا۔ خواہ پاک پانی سے ہو یا کسی ایسی بہنے والی چیز سے جو نجاست کو دور کر دے جیسے کیوڑہ، گلاب اور دوسرے عرقیات بخلاف روغن تیل وغیرہ کے کہ یہ بوجہ چکنا ہٹ کے نجاست کو دور نہیں کر سکتے	اس طریقہ سے وہ چیزیں پاک ہو جاتی ہیں جن کی نجاست ذاتی نہیں ہے بلکہ کسی دوسری نجاست کی وجہ سے ناپاک ہو جاتی ہیں، نجاست غیر مرئیہ میں یہ طریقہ تین مرتبہ عمل میں لانا چاہیئے اور مرئیہ میں صرف اسی قدر کہ وہ نجاست دور ہو جائے۔

؎ اگرچہ یہ ناپاک ہے لیکن چونکہ اس کے علیحدہ کرنے سے تکلیف اور نقصان ہوگا اس لئے معاف ہے۔ ۱۲۔

Marfat.com

نمبرشمار	پاک کرنے والی چیزیں	پاک ہونے والی چیزیں
۲	حقیقت کا بدل جانا خواہ جلانے سے یا کسی دوا سے یا اور کسی ترکیب سے۔	اس طریقہ سے تمام نجس چیزیں پاک ہوجاتی ہیں خواہ ان کی نجاست ذاتی ہو یا عارضی یعنی کسی دوسری نجاست کی وجہ سے۔
۳	چاٹنا خواہ انسان چاٹے کافر ہو یا مسلمان عورت ہو یا مرد بچہ ہو یا بوڑھا یا کوئی ایسا جانور چاٹے جس کا جھوٹا پاک ہے۔	اس طریقہ سے صرف ناپاک چیزیں پاک ہوتی ہیں کہ جن کی نجاست عارضی ہو جیسے عورت کا پستان ناپاک ہوجائے تو بچہ کے چاٹنے سے پاک ہوجاتا ہے۔
۴	آگ سے جلا دینا	مٹی اور پتھر کی چیزیں یا وہ چیزیں جن میں مسام نہیں
۵	تحت (چھیلنا) خواہ چاقو، چھری، ٹھیکری وغیرہ سے یا ناخن سے یا اور کسی چیز سے پارکر کر ڈالنے سے۔	اس طریقہ سے وہ چیزیں پاک ہوجاتی ہیں جو چمڑے سے بنی ہوں جیسے موزہ وغیرہ
۶	مسح (پونچھنا) تر کپڑے سے یا تر ہاتھ سے یا اور کسی تر چیز سے مثل روئی وغیرہ کے۔	اس سے وہ ناپاک چیزیں پاک ہوجاتی ہیں جنکو دھو نہ سکتے ہوں مثل اس زخم کے جس کو دھونا نقصان کرتا ہو۔
۷	دلک (ملنا) زمین پر ڈال کر یا خود اس پر مٹی چھوڑ کر	اس سے وہ ناپاک چیزیں جو چمڑے کی قسم سے ہوں پاک ہوجاتی ہیں۔
۸	فرک (ہاتھ سے کھرچنا)	یہ طریقہ صرف جسم اور کپڑے کو پاک کرتا ہے جو بوجہ منی لگ جانے کے ناپاک ہوگیا ہو منی خواہ مرد کی ہو یا عورت کی۔
۹	قلب (الٹ دینا) یعنی نیچے کے حصہ کو اوپر اور اوپر کے حصہ کو نیچے کر دینا بشرطیکہ نجاست کی بدبو باقی نہ رہے۔	اس طریقہ سے صرف ناپاک زمینیں پاک ہوتی ہیں

نمبر شمار	پاک کرنے والی چیزیں	پاک ہونے والی چیزیں
۱۰	یبس (سوکھ جانا) خواہ دھوپ سے یا آگ سے یا ہوا وغیرہ سے	یہ طریقہ صرف ان ناپاک چیزوں کے پاک کرنے کا ہے جو زمین سے اُگنے والی چیزیں ہوں بشرطیکہ اس پر لگی ہوں جیسے درخت گھاس چوبی ستون دروازہ کی چوکھٹ بازو وغیرہ
۱۱	نزح (کنوئیں سے پانی نکالنا)	اس طریقہ سے صرف کنوئیں کا باقی پانی اور کنوئیں کی مٹی اور اس کی اینٹیں اور وہ ڈول جس سے پانی نکالا گیا ہے اور پانی نکالنے والوں کے ہاتھ پیر پاک ہو جاتے ہیں۔
۱۲	ذبح (کسی جانور کو حلال کرنا) دموی جانور کا خون شرعی طور پر نکال ڈالنا اس کی تفصیل اور قسمیں انشاء اللہ آئندہ بیان ہوں گی۔	اس طریقہ سے سؤر کے سوا تمام جانوروں کی کھال پاک ہو جاتی ہے حرام ہوں یا حلال اور حلال جانوروں کا گوشت بھی پاک ہو جاتا ہے۔
۱۳	دباغت (چمڑے کی رطوبت کا دور کرنا) خواہ کسی دوا سے یا بغیر دوا کے اس طرح کہ اس کی بو جاتی رہے۔	اس طریقہ سے سؤر کے سوا تمام جانوروں کی کھال پاک ہو جاتی ہے حرام ہوں یا حلال مردہ کی کھال ہو یا زندہ کی۔

متفرق مسائل

مسئلہ (۱) جو چیزیں بغیر دھوئے پاک ہو جاتی ہیں خواہ ملنے سے یا خشک ہونے سے وہ اگر کسی طرح تر ہو جائیں تو ناپاک نہ ہونگی اور اسی طرح اگر یہ چیزیں کسی قلیل پانی میں گر جائیں وہ پانی ناپاک نہ ہوگا۔ (شامی صفحہ ۲۲۹ ج ۱)

مسئلہ (۲) نجاست نمازی کے جسم پر نہ ہو اور نہ اس کے جسم سے ملی ہوئی ہو اور نہ اس کپڑے پر ہو جس کو

Marfat.com

وہ پہنے ہوئے ہے اور نہ ایسی چیز پر ہو جس کا قیام وقرار نمازی کے جسم کی وجہ سے ہو تو اس کا اعتبار نہیں۔
مثال (۱) کسی جانور کے جسم پر نجاست ہو اور وہ نمازی کے سر پر آ بیٹھے (۲) خشک نجاست زمین پر ہو اور نمازی کا کپڑا اس پر پڑ جائے (۳) بڑا لڑکا جو خود اٹھ بیٹھ سکتا ہو اور اس کے جسم پر نجاست ہو وہ نمازی کی گود میں آکر بیٹھ جائے۔ (شامی صـ۲۴۲ ج ۱، وطحطاوی، مراقی الفلاح صـ۸۵)

مسئلہ (۳) کوئی چیز اگر ناپاک ہو جائے اور نجاست کا مقام یاد نہ رہے اور نہ کسی مقام خاص پر گمان غالب ہو تو ایسی صورت میں، وہ چیز پوری دھونی چاہیئے (شامی صـ۲۳۹ ج ۱)

مسئلہ (۴) ناپاک چیز ایسی کہ جو چکنی ہو جیسے تیل، گھی، مردار کی چربی اگر کسی چیز میں لگ جائے اور اس قدر دھوئی جائے کہ پانی صاف نکلنے لگے تو پاک ہو جائیگی اگرچہ اس ناپاک چیز کی چکناہٹ باقی ہو۔ (شامی صـ۲۴۱ ج ۱)

مسئلہ (۵) ناپاک چیز پانی میں گرے اور اس کے گرنے سے چھینٹیں اڑ کر کسی پر پڑ جائیں تو وہ پاک ہیں بشرطیکہ اس نجاست کا کچھ اثر ان چھینٹوں میں نہ ہو۔ (مراقی الفلاح صـ۸۵)

مسئلہ (۶) کپڑا اگر ناپاک اور تر ہو مگر ایسا تر نہ ہو کہ نچوڑ سکیں تو اس میں اگر کوئی خشک کپڑا لپیٹ جائے تو وہ ناپاک نہ ہوگا بشرطیکہ وہ ناپاک کپڑا عین نجاست سے ناپاک نہ ہو بلکہ ایسی چیز سے جس کو نجاست نے ناپاک کر دیا ہو جیسے ناپاک پانی اور اگر عین نجاست جیسے پیشاب وغیرہ سے ناپاک ہوا ہو تو پھر وہ خشک کپڑا جو اس میں لپٹ گیا ہے ناپاک ہو جائے گا۔ (مراقی الفلاح صـ۸۵)

مسئلہ (۷) زمین یا اور کسی نجس چیز پر بھیگا کپڑا سوکھنے کو ڈال دیں یا ویسے ہی رکھ دیں تو ناپاک نہ ہوگا بشرطیکہ نجاست کا اثر اس میں نہ معلوم ہو خواہ زمین وغیرہ خشک ہو یا تر (مراقی الفلاح صـ۸۵ وعالمگیری)

مسئلہ (۸) بکری یا اور جانوروں کے سر اور پیر پر ذبح کرنے کے بعد جو خون ہوتا ہے وہ جلا دینے سے پاک ہو جاتا ہے۔ (مراقی الفلاح)

مسئلہ (۹) کتے کا لعاب اگر کسی برتن میں لگ جائے تو تین بار دھونے سے پاک ہو جائے گا۔ برتن خواہ مٹی کا ہو یا اور کسی چیز کا لیکن سات بار دھونا بہتر ہے اور ایک بار اسی سات بار میں مٹی سے دھونا چاہیئے

مسئلہ (۱۰) دوہرا کپڑا یا روئی کا کپڑا اگر ایک جانب نجس ہو جائے اور ایک جانب پاک ہو تو کل ناپاک سمجھا جائے گا نماز اس پر درست نہیں۔ (خزانۃ المفتیین)

مسئلہ (۱۱) پکتے ہوئے گوشت یا اور کسی پکتی ہوئی چیز میں نجاست پڑ جائے تو پاک نہیں ہو سکتا (مراقی الفلاح صـ۸۶)

مسئلہ (۱۲) مرغی یا اور کوئی پرند پیٹ چاک کرنے اور اس کی آلائش نکلنے سے پہلے پانی میں جوش دیجائے جیسا کہ آج کل انگریزوں اور ان کے ہم منش ہندوستانیوں کا دستور ہے تو وہ کسی طرح پاک نہیں ہو سکتی۔

Marfat.com

استنجا کے مسائل

انسان کے اعضائے مخصوصہ پر پاخانہ پیشاب کے نکلنے سے جو نجاست لگ جاتی ہے اس کے پاک کرنے کے طریقے اور دوسری پاک چیزوں کے پاک کرنے کے طریقے میں کچھ فرق ہے اس لئے اس کے مسائل اور اس کے آداب علیحدہ بیان کیے جاتے ہیں۔

پیشاب پاخانہ جہاں درست نہیں

مسجد میں یا مسجد کی چھت پر پاخانہ پیشاب کرنا حرام ہے۔ ایسی جگہ پاخانہ یا پیشاب کرنا جہاں قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنا پڑے مکروہ تحریمی ہے خواہ جنگل ہو یا آبادی اور ایسی جگہ استنجا کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔

(شامی خزانۃ المفتیین مجمع الانہر)

چھوٹے بچوں کو پاخانہ پیشاب کے لئے ایسی جگہ بٹھلانا جہاں قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ ہونا جائز ہے۔ اور اس کا گناہ بٹھلانے والے پر ہے۔ (شامی، خزانۃ المفتیین، طحطاوی)

چاند، سورج کی طرف پاخانہ یا پیشاب کے وقت منہ یا پیٹھ کرنا مکروہ ہے۔ (شامی)

راکد قلیل پانی میں پاخانہ پیشاب کرنا حرام ہے اور راکد کثیر میں مکروہ تحریمی اور جاری میں مکروہ تنزیہی ہے۔ (مراقی الفلاح ص۲۹ و شامی و در مختار)

برتن میں پاخانہ پیشاب کرکے پانی میں ڈالنا یا ایسی جگہ پاخانہ پیشاب کرنا جہاں سے بہہ کر پانی میں چلا جائے مکروہ[ع] ہے۔ (شامی)

ع[۱] اس بیان میں بعض الفاظ اس قسم کے آئیں گے جن کے معنی بیان کئے گئے جیسے سنت، مکروہ وغیرہ ان کے معنی نجاست حکمیہ کے بیان میں لکھے جائیں گے۔ ۱۲۔

ع[۲] حاصل یہ ہے کہ قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنا مکروہ ہے اگر کوئی شخص بھولے سے قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرکے بیٹھ جائے اور درمیان میں یاد آئے تو اسی حالت میں اس کو چاہیئے کہ دوسری طرف پھر کر بیٹھ جائے قبلہ کی طرف ایسی حالت میں منہ یا پیٹھ کرنا قبلہ کی بے تعظیمی ہے۔ ۱۲ (شامی)

ع[۳] البتہ جو لوگ دریا کا سفر کرتے ہیں ان کو بوجہ مجبوری کے جائز ہے۔ ۱۲ (شامی)

Marfat.com

نہر اور تالاب وغیرہ کے کنارے پاخانہ پیشاب کرنا مکروہ ہے اگرچہ نجاست اس میں نہ گرے اور اسی طرح ایسے درخت کے نیچے جس کے سایہ میں لوگ بیٹھتے ہوں، اور اسی طرح پھل پھول والے درخت کے نیچے جاڑوں میں جس جگہ دھوپ لینے کو لوگ بیٹھتے ہوں، جانوروں کے درمیان میں، مسجد اور عیدگاہ کے اس قدر قریب جس کی بدبو سے نمازیوں کو تکلیف ہووے، قبرستان میں، یا ایسی جگہ جہاں لوگ وضو یا غسل کرتے ہوں، راستہ[1] میں، ہوا کے رُخ پر، سوراخ میں، راستہ کے قریب اور قافلہ یا کسی مجمع کے قریب مکروہ تحریمی ہے۔ حاصل یہ ہے کہ ایسی جگہ جہاں لوگ بیٹھتے اُٹھتے ہوں اور ان کو تکلیف ہو اور ایسی جگہ جہاں سے بہہ کر اپنی طرف آئے مکروہ ہے۔ (شامی خزانۃ المفتیین)

پیشاب پاخانہ کے وقت جن امور سے بچنا چاہیئے

بات کرنا، بلاضرورت کھانسنا، کسی آیت یا حدیث یا اور متبرک چیز کا پڑھنا ایسی چیز جس پر خدا یا نبی یا کسی فرشتہ یا کسی معظم کا نام ہو یا کوئی آیت یا حدیث یا دُعا لکھی ہوئی ہو اپنے ساتھ رکھنا، بلاضرورت لیٹ کر یا کھڑے ہوکر پاخانہ پیشاب کرنا، تمام کپڑے اُتار کر برہنہ ہوکر پاخانہ پیشاب کرنا، داہنے ہاتھ سے استنجا کرنا۔ (خزانۃ المفتیین، شامی، مراقی الفلاح)

جن چیزوں سے استنجا درست نہیں

ہڈی، کھانے کی چیزیں، لید اور کل ناپاک چیزیں وہ ڈھیلہ یا پتھر جس سے ایک مرتبہ استنجا ہو چکا ہو، پختہ اینٹ، ٹھیکری، شیشہ، لوہا، چاندی، سونا، پیتل وغیرہ کوئلہ، چونہ۔ (مراقی الفلاح)
اور ایسی چیزوں سے استنجا کرنا جو نجاست کو صاف نہ کرے جیسے سرکہ وغیرہ (طحطاوی وخزانۃ المفتیین)
وہ چیزیں جس کو جانور وغیرہ کھاتے ہوں، جیسے بھس اور گھاس وغیرہ اور ایسی چیزیں جو قیمت[2] والی ہوں۔

---

[1] اس سے عام راستہ مراد ہے خواہ چھوٹا ہو یا بڑا بہت لوگ اس راستہ سے گزرتے ہوں یا کم ۱۲۔
[2] قیمتی چیز سے استنجا کرنا اس وقت مکروہ ہے جب یہ خیال ہو کہ استنجا کرنے سے وہ چیز بالکل بیکار ہو جاتے گی یا اس کی قیمت کم ہو جائے گی اور اگر استنجا کرنے کے بعد دھونے سے وہ چیز کام میں آسکے اور قیمت اسکی کم نہ ہو تو مکروہ نہیں ۱۲

خواہ تھوڑی قیمت ہو یا بہت ہو۔ جیسے کپڑا، عرق[عہ] وغیرہ، آدمی کے اجزا، جیسے بال، ہڈی، گوشت وغیرہ حیوان کا وہ جز جو اس سے متصل ہو، مسجد کی چٹائی یا کوڑا یا جھاڑو وغیرہ، درختوں کے پتے، کاغذ خواہ لکھا[عہ] ہوا ہو یا سادہ، زمزم کا پانی، وضو کا بچا ہوا پانی، دوسرے کے مال سے بلا اس کی اجازت و رضامندی کے خواہ وہ پانی ہو یا کپڑا یا اور کوئی چیز، روئی تمام ایسی چیزیں جن سے انسان یا ان کے جانور نفع اٹھائیں۔

ان تمام چیزوں سے استنجا کرنا مکروہ ہے۔ (شامی وطحطاوی)

جن چیزوں سے استنجا بلا کراہت درست ہے

پانی، مٹی کا ڈھیلا[عہ]، پتھر، کپڑا اور کل وہ چیزیں جو پاک ہوں اور نجاست کو دور کردیں بشرطیکہ مال اور محترم نہ ہوں۔ (درمختار و مراقی الفلاح و خزانۃ المفتیین)

استنجا کا طریقہ

جس شخص کو پاخانہ یا پیشاب کی ضرورت ہو اس کو چاہیئے کہ اس سے پہلے کہ وہ اس کو مجبور کردے اٹھے اور کسی علیحدہ مکان میں جائے اور اگر جنگل میں جائے تو اتنی دور نکل جائے کہ لوگوں کی نظر سے غائب ہو جائے اور ننگے سر نہ ہو جب پاخانہ کے دروازے پر پہنچے بِسْمِ اللّٰهِ[عہ] اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ پڑھے اور پاخانہ میں پہلے بایاں پیر رکھے اور بیٹھنے کے بعد اپنے جسم کو کھولے اور بائیں پیر پر زور دے کر پیر پھیلا کر بیٹھے اور اپنے خیال کو پاخانہ کے سوا اور کسی طرف نہ لے جائے خاص کر دین کی باتوں کی طرف اور اس حالت میں کسی سے بات نہ کرے یہاں تک کہ سلام یا سلام کا جواب یا چھینک کے بعد الحمد للہ بھی نہ کہے اور اذان کا جواب بھی نہ دے اور اپنے جسم خصوصاً شرمگاہ کو نہ دیکھے اور نہ پاخانہ پیشاب کو اور پاخانہ پیشاب میں نہ تھوکے اور بلا ضرورت

عہ عرق سے استنجا اگر کرلیا جائے تو درست ہے لیکن چونکہ اس میں مال ضائع ہوتا ہے اس وجہ سے مکروہ ہے۔ ۱۲

عہ خواہ اس پر انگریزی لکھی ہو یا ناگری یا فلسفہ یا کوئی چیز ہو ہر حال میں اس سے استنجا کرنا مکروہ ہے ۱۲۔

عہ اس میں یہ شرط ہے کہ نہ بہت کھردرا ہو جو تکلیف دے نہ ایسا چکنا ہو جو نجاست کو دور نہ کرسکے۔ ۱۲ (مراقی الفلاح)

عہ ترجمہ اس عبارت کا یہ ہے۔ اللہ کا نام لے کر اے اللہ میں پناہ مانگتا ہوں تیرے وسیلے سے ناپاکی اور ناپاک چیزوں سے۔ ۱۲

زیادہ دیر تک نہ ٹھیرے اور نہ اپنے بدن سے شغل کرے اور نہ نگاہ کو اونچی اُٹھائے بلکہ نہایت شرم وحیا کی حالت میں بیٹھے اور اس امر کی کوشش کرے کہ اپنی ضرورت سے اچھی طرح فارغ ہو جائے اور فارغ ہونے کے بعد بقدر ضرورت ڈھیلوں کا استعمال کرے اس طرح کہ پہلا ڈھیلا آگے سے پیچھے کو لے جائے اور دوسرا پیچھے سے آگے کو اور تیسرا پھر پہلے کی طرح بشرطیکہ گرمی کا زمانہ ہو ورنہ ڈھیلا پیچھے سے آگے کو اور دوسرا اس کے خلاف اور تیسرا پہلے کی طرح اور یہ صورتیں مردوں کیلئے ہیں عورتوں کو ہر زمانہ میں دوسری صورت کے موافق کرنا چاہیئے اور کھڑے ہونے سے پہلے اپنے جسم کو بند کرے اور نکلتے وقت پہلے داہنا پیر نکالے اور بعد نکلنے کے یہ دُعا پڑھے۔ غُفْرَانَكَ اَللّٰهُمَّ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي اَذْهَبَ عَنِّي مَا يُؤْذِيْنِي وَاَمْسَكَ مَا يَنْفَعُنِي[۱] اس کے بعد ڈھیلے سے اتنی دیر تک استنجا کرے کہ پھر قطرہ آنے کا شبہ نہ رہے اور پورا اطمینان ہو جائے خواہ حرکت کرے اور چلنے سے یا اور کسی طرح پھر جب ڈھیلے سے استنجا کر چکے تو پانی سے استنجا کرے پانی سے استنجا کرنے کے لئے کسی دوسری جگہ جائے اور پہلے اپنے ہاتھ تین مرتبہ دھوئے اور جسم کھلنے سے پہلے یہ دُعا پڑھے۔ بِسْمِ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِحَمْدِهٖ الحمد للّٰہ علی دین الاسلام اللّٰھم اجعلنی من التوابین واجعلنی من المتطہرین الذین لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون[۲]۔ پھر بائیں سے پہلے اپنے پاخانہ کے مقام کو دھوئے اس کے بعد پیشاب کے مقام کو اور مبالغہ کے ساتھ استنجا کرے اس طرح کہ نجاست کی بو جاتی رہے اس کے بعد اپنا ہاتھ زمین یا مٹی سے مل کر تین مرتبہ دھوئے اور کوئی کپڑا وغیرہ ہو تو اس سے اپنے جسم کے پانی کو صاف کرے پھر پاجامہ یا ازار باندھ لے اور اس کے بعد نکلتے وقت یہ دُعا پڑھے۔ الحمد للّٰہ الذی جعل الماء طہوراً فا الاسلام نوراً قائداً و دلیلاً الی اللّٰہ والی جنات النعیم اللّٰھم حصن فرجی وطہر قلبی ومحص ذنوبی[۳] (شامی)

---

[۱] ترجمہ اس کا یہ ہے۔ اے اللہ میں تجھ سے تیری بخشش چاہتا ہوں سب تعریفیں اسی اللہ کو جس نے دور کر دی مجھ سے وہ چیز جو مجھکو تکلیف دیتی اور باقی رکھی وہ چیز جو مجھکو فائدہ کرتی ہے انسان جو غذا کھاتا ہے اس کا فضلہ دفع ہو جاتا ہے اور اگر نہ دفع ہو تو بیماری کا خوف ہے اور خون وغیرہ جو اس سے بنتا ہے باقی رہتا ہے اگر نہ رہے تو زندگی کی کوئی صورت نہیں۔

[۲] بزرگ خدا کا نام لیکر اور اسکی تعریف کر کے اللہ کا شکر ہے کہ دین اسلام پر اے اللہ مجھکو اس گروہ سے کر جو گناہوں سے توبہ کرتے ہیں اور نجاستوں سے پاک رہتے ہیں اور نہ ان کو کچھ خوف ہوتا ہے نہ رنج۔ ۱۲۔

[۳] ترجمہ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے پانی کو پاک کرنیوالا بنایا اور اسلام کو ایسی روشنی بنایا کہ جس کے ذریعہ سے اس کی بارگاہ تک رسائی ہوتی ہے اور جنت ملتی ہے اے اللہ شرمگاہ کو گناہوں سے بچا اور میرے دل کو پاک کر اور میرے گناہوں کو معاف فرما۔ ۱۲

استنجا کے احکام

(۱) استنجا کرنا سنت موکدہ ہے بشرطیکہ اپنے نکلنے کی جگہ سے نہ بڑھے اور اگر اپنی جگہ سے بڑھ جائے خواہ درہم سے کم ہو یا زیادہ تو اس کا دھونا فرض ہے (مراقی الفلاح)

(۲) جس جگہ پاخانہ پیشاب کیا جائے اگر وہاں سے کوئی شخص بے استنجا کئے ہوئے اٹھ جائے اور اس وجہ سے نجاست اپنی جگہ سے بڑھ جائے تو استنجا کرنا واجب ہے اور اگر نہ بڑھے تو مسنون ہے

(۳) فصد اور خروج ریح اور سونے کے بعد استنجا کرنا بدعت ہے

(۴) جو پاک چیز پاخانہ کے مقام سے نکلے جیسے کوئی کنکری یا دانہ وغیرہ تو اس کے بعد استنجا کرنا بدعت ہے بشرطیکہ اس پر نجاست نہ لگی ہو

(۵) جب کوئی ناپاک چیز پاخانہ پیشاب کے مقام سے نکلے تو اس کے بعد استنجا کرنا چاہیئے خواہ وہ پاخانہ پیشاب ہو یا اس کے سوا جیسے خون، پیپ وغیرہ۔

(۶) پاخانہ پیشاب کے مقام پر کسی دوسرے کی نجاست لگ جائے تو اس کا دھونا پانی سے فرض ہے اور اگر ڈھیلہ پتھر وغیرہ سے استنجا کرے تو درست نہیں۔

(۷) نجاست اگر ایسی خشک ہو جائے جو ڈھیلے سے نہ چھوٹ سکے تو پھر صرف پانی سے استنجا کرنا چاہیئے۔

(۸) استنجا میں طاق عدد کا استعمال مسنون ہے خواہ وہ تین ہوں یا پانچ یا سات لیکن کم سے کم اس قدر ضرور ہوں جن سے وہ نجاست دور ہو جائے اور یہ شرط ہے کہ تین سے کم نہ ہوں اگرچہ اس سے کم میں بھی نجاست دور ہو سکتی ہے۔

(۹) بعد ڈھیلے کے پانی سے استنجا کرنا مسنون ہے

ے یہ مذہب امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور قاضی ابو یوسف اور امام صاحب رحمۃ اللہ علیہما درہم سے کم کو فرض نہیں سمجھتے تاوقتیکہ درہم سے زیادہ نہ ہو۔ ۱۲۔ ے بعض لوگ جو کہتے ہیں کہ اگر بغیر استنجا کئے ہوئے اٹھ جائے تو اسکو استنجا کرنا واجب ہے۔ خواہ نجاست بڑھے یا نہ بڑھے صحیح نہیں۔ ۱۲۔ ے اور اگر اس پر نجاست لگی ہوئی ہو تو بوجہ اس نجاست کے استنجا کرنا ہوگا۔ ۱۲۔

للعہ پانی اور ڈھیلے دونوں سے استنجا کرنا مسنون ہے اور اگر دونوں سے نہ ہو سکے تو پانی سے استنجا کرنا بہ نسبت ڈھیلے وغیرہ کے بہتر ہے۔ ۱۲ (مراقی الفلاح) ے اسمیں یہ شرط ہے کہ تنہائی میں استنجا کیا جائے تاکہ دوسرا کوئی اس کے جسم کو نہ دیکھے اور اگر کہیں اتفاق سے ایسا موقع ہو کہ تنہائی نہ ہو سکے تو پھر پانی سے استنجا نہ کرنا چاہیئے اس لئے کہ ستر کا دوسرے شخص کو دکھلانا حرام ہے البتہ مرد کو اپنی عورت اور عورت کو اپنے شوہر کے سامنے استنجا کرنا جائز ہے۔ ۱۲۔

Marfat.com

نجاست حکمیہ سے پاک ہونے کا طریقہ

نجاست حکمیہ کی ایک قسم یعنی حدث اصغر کی طہارت وضو اور تیمم سے ہوتی ہے اور دوسری قسم یعنی حدث اکبر کی طہارت غسل اور تیمم سے ہوتی ہے اس لئے پہلے ایک مقدمہ لکھا جاتا ہے جس میں وضو تیمم اور غسل کے اصطلاحی الفاظ کے معانی ظاہر کئے جائیں گے اس کے بعد ہر ایک کا بیان بہ تفصیل لکھا جائے گا۔

مقدمہ

جو احکام الٰہی بندوں کے افعال و اعمال کے متعلق ہیں ان کی آٹھ قسمیں ہیں۔ (۱) فرض (۲) واجب (۳) سنت (۴) مستحب (۵) حرام (۶) مکروہ تحریمی (۷) مکروہ تنزیہی (۸) مباح

۱۔ فرض وہ فعل جس کا بلا عذر چھوڑنے والا فاسق مستحق عذاب اور اس کا منکر کافر ہے اور اس کی دو قسمیں ہیں فرض عین اور کفایہ۔

۲۔ فرض عین۔ جس کا کرنا ہر ایک پر ضروری ہے اور جو شخص بلا عذر چھوڑ دے وہ فاسق اور مستحق عذاب ہے۔ جیسے پنج وقتی اور جمعہ کی نماز وغیرہ۔

۳۔ فرض کفایہ۔ جس کا کرنا ہر ایک پر ضروری نہیں بلکہ بعض لوگوں کے ادا کرنے سے ادا ہو جائے گا۔ اور اگر کوئی نہ کرے تو سب گنہگار رہیں گے جیسے جنازہ کی نماز وغیرہ

۴۔ واجب۔ وہ فعل ہے جس کا بلا عذر چھوڑنے والا فاسق اور عذاب کا مستحق ہے۔ بشرطیکہ بلا کسی تاویل اور شبہ کے چھوڑے اور جو شخص اسکو ہلکا سمجھ کر چھوڑے وہ گمراہ ہے اور منکر اس کا کافر نہیں۔

۵۔ سنت۔ وہ فعل جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ رضی اللہ عنہم نے کیا ہو اور اس کی دو قسمیں ہیں۔ سنت موکدہ، سنت غیر موکدہ۔

۶۔ سنت موکدہ۔ وہ فعل جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ رضی اللہ عنہم نے ہمیشہ کیا ہو اور بلا عذر کبھی ترک نہ کیا ہو لیکن ترک کرنے والے پر کسی قسم کا زجر اور تنبیہ نہ کی ہو اس کا حکم بھی عمل کے اعتبار سے واجب

ف چند الفاظ کا استعمال نواقض وضو میں ہوتا ہے ان کو وہیں بیان کریں گے۔ ۱۲

Marfat.com

کا ہے لینی بلا عذر چھوڑنے والا اور اس کی عادت کرنے والا فاسق اور گنہگار ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت سے محروم رہے گا ہاں اگر کبھی چھوٹ جائے تو مضائقہ نہیں مگر واجب کے چھوڑنے میں بہ نسبت اس کے چھوڑنے کے گناہ زیادہ ہے

۷۔ سنّت غیر موکدہ۔ وہ فعل جس کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وصحابہ وسلم یا صحابہ رضی اللہ عنہم نے کیا ہو اور بلا عذر کبھی ترک بھی کیا ہو اور اس کا کرنے والا ثواب کا مستحق ہے اور چھوڑنے والا عذاب کا مستحق نہیں اور اس کو سنت زائدہ اور سنت عادیہ بھی کہتے ہیں۔

۸۔ مستحب۔ وہ فعل جس کو نبی صلی اللہ وعلیٰ آلہ وصحابہ وسلم نے کیا لیکن ہمیشہ اور اکثر نہیں بلکہ کبھی کبھی اس کا کرنے والا ثواب کا مستحق ہے اور نہ کرنے والے پر کسی قسم کا گناہ نہیں اور اس کو فقہا کی اصطلاح میں نفل اور مندوب اور قطوع بھی کہتے ہیں۔

۹۔ حرام۔ وہ فعل جس کا عذر کرنے والا فاسق اور عذاب کا مستحق اور منکر اس کا مثل فرض کا منکر کا فر ہے۔

۱۰۔ مکروہ تحریمی۔ وہ فعل جس کا بغیر عذر کے کرنا باعث گناہ اور اس کا منکر واجب کے منکر کی طرح کافر نہیں بہ لحاظ عمل کے واجب اور مکروہ تحریمی برابر ہیں فرق صرف اعتقاد کا ہے یعنی انکار حرام کفر ہے۔ اور مکروہ تحریمی کا انکار کفر نہیں۔

۱۱۔ مکروہ تنزیہی۔ وہ فعل جس کے نہ کرنے میں ثواب ہے اور نہ کرنے میں عذاب نہیں۔

۱۲۔ مباح۔ وہ فعل جس کے کرنے میں ثواب اور نہ کرنے میں عذاب نہ ہو۔

۱۳۔ جنابت۔ مرد یا عورت کی وہ حالت جس میں اس پر غسل فرض ہو جائے بشرطیکہ حیض و نفاس سے نہ ہو۔

ف۔ ہم مرد اور عورت کے عضو مخصوص کو خاص حصہ میں لکھیں گے اور پاخانہ کے مقام کو مشترک حصہ ہیں

ف حدیث شریف میں ہے مَنْ تَرَكَ سُنَّتِيْ لَمْ يَنَلْ شَفَاعَتِيْ (جس نے میری سنت چھوڑ دی وہ میری شفاعت سے محروم رہے گا۔ ۱۲۔

ف فرض مثل حرام کے ہے فرق اتنا ہے کہ فرض کا کرنا ضروری ہے اور حرام کا نہ کرنا اسی طرح واجب ہے اور مکروہ تحریمی یکساں ہیں اور مستحب اور مکروہ تنزیہی یکساں ہیں۔ ۱۲۔

ف مستحب کا چھوڑنا مکروہ تنزیہی نہیں یعنی یہ کلیہ نہیں کہ ہر مستحب کا ترک مکروہ تنزیہی ہو ہاں اگر کراہت کی کوئی دلیل ہو تو مکروہ ہے ورنہ نہیں۔ ۱۲۔

Marfat.com

وضو کا بیان

صحیح یہ ہے کہ وضو اگلی اُمتوں میں بھی تھا اس اُمت کے ساتھ خاص نہیں (عمدۃ القاری)

(۱) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے طہارت کو (جس کا ایک فرد وضو ہے) نصف ایمان فرمایا ہے (ترمذی)، ایمان کے دو حصے ہیں (۱) اعتقاد اور (۲) عمل۔ عمل کا بڑا حصہ یعنی نماز طہارت پر موقوف ہے اس لئے اس کو نصف ایمان فرمایا گیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وضو کرنے سے اللہ تعالیٰ صغیرہ گناہوں کو معاف کرتا ہے۔ اور آخرت میں بڑے مرتبے دیتا ہے اور وضو کرنے سے تمام بدن کے گناہ نکل جاتے ہیں۔ (بخاری و مسلم)

(۳) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی مسنون طریقے سے وضو کرے اور اس کے بعد کلمۂ شہادت پڑھے اس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جائیں گے جس دروازے سے چاہے جائے (مسلم)

(۴) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن میری اُمت کہہ کر پکاری جائے گی یہ اس لئے کہ وضو کا پانی جن اعضا پر پڑتا ہے وہ اعضا قیامت کے دن نہایت چمک دار اور روشن ہو جائیں گے۔ (بخاری و مسلم)

بعض صحیح احادیث میں ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اپنی اُمت کو قیامت کے دن پہچان لوں گا کسی نے پوچھا کہ حضرتؐ اتنے کثیر مجمع میں آپ کیسے پہچان لیں گے۔ ارشاد ہوا کہ ایک پہچان ہوگی وہ یہ کہ وضو کی وجہ سے ان کے منہ ہاتھ پیر چمکتے ہوں گے۔

عــہ ہاں اعضائے وضو کا روشن ہو جانا اس اُمت کے ساتھ خاص ہے ۱۲

عــہ بعض احادیث میں ہے کہ منہ دھونے سے وہ گناہ معاف ہوتے ہیں جو آنکھ سے ہوتے تھے اور ہاتھ دھونے سے وہ گناہ معاف ہوتے ہیں جو ہاتھ سے ہوئے تھے اور پیر دھونے سے وہ گناہ معاف ہوتے ہیں جو پیر سے ہوئے تھے گویا میل کے ساتھ گناہ بھی دھل جاتے ہیں یہاں تک کہ آدمی وضو کے بعد گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے اس حدیث سے آنکھ اور پیر ہاتھ کی تخصیص سے یہ گمان نہ ہونا چاہیئے کہ اور اعضائے گناہ معاف نہیں ہوتے اس لئے کہ بعد میں یہ فرمایا گیا ہے کہ بعد وضو کے گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے اور دوسری حدیثوں میں بدن کا لفظ ہے جو تمام اعضا پر بولا جاتا ہے۔ ۱۲

(۵) باوضو رہنے سے آدمی شیطان کے شر سے محفوظ رہتا ہے احادیث میں ہے کہ ہر وقت باوضو رہنا سوا مومن کامل کے اور کسی سے نہیں ہوسکتا۔

(۶) باوضو نماز کے لئے مسجد جانے میں ہر قدم پر گناہ معاف ہوتے ہیں اور ثواب ملتا ہے

(۷) باوضو مسجد میں نماز کا انتظار کرنے سے جتنا وقت انتظار میں گزرتا ہے وہ سب نماز میں شمار ہوتا ہے اور نماز کا ثواب ملتا ہے۔

وضو کے واجب ہونے کی شرطیں

(۱) مسلمان ہونا[۵]، کافر پر وضو واجب نہیں

(۲) بالغ ہونا، نابالغ پر وضو واجب نہیں۔

(۳) عاقل ہونا، دیوانہ، مست اور بیہوش پر وضو واجب نہیں۔

(۴) پانی کے استعمال پر قادر ہونا[۵] جس شخص کو پانی کے استعمال پر قدرت نہ ہو اس پر وضو واجب نہیں۔

(۵) نماز کا اس قدر وقت باقی رہنا کہ جس میں وضو اور نماز کی گنجائش ہو۔ اگر کسی شخص کو اتنا وقت نہ ملے تو اس پر وضو واجب نہیں۔ مثال کوئی کافر ایسے وقت میں اسلام لایا کہ وضو اور نماز دونوں کی گنجائش نہیں کوئی نابالغ ایسے تنگ وقت بالغ ہوا۔

وضو کے صحیح ہونے کی شرطیں

(۱) تمام اعضا پہ پانی کا پہنچ جانا اگر کوئی جگہ بال کے برابر بھی خشک رہ جائے گی تو وضو نہ ہوگا۔

(۲) جسم پر ایسی چیز کا نہ ہونا جس کی وجہ سے جسم پر پانی نہ پہنچ سکے۔ مثال اعضائے وضو پر چربی یا خشک موم لگا ہوا ہو۔ انگلی میں تنگ انگوٹھی ہو۔

عـــہ اس لئے کہ وضو عبادت ہے اور کافروں کو عبادت کا حکم نہیں دیا گیا نہ ان کی عبادت قبول ہوتی ہے جب تک وہ ایمان نہ لاویں۔ ۱۲

عـــہ پانی کے استعمال پر قدرت نہ ہونے کی صورتیں تیمم کے بیان میں آئیں گی۔ ۱۲

Marfat.com

(۳۱) جن حالتوں میں وضو جاتا رہتا ہے اور جو چیزیں وضو کو توڑتی ہیں حالت وضو میں ان چیزوں کا نہ ہونا بشرطیکہ وہ شخص معذور[۱] نہ ہو۔ حیض[۱] یا نفاس والی عورت وضو کرے تو درست نہیں، جنب[۲] اگر وضو کرے تو نہ ہوگا، پاخانہ[۳] پیشاب کرتے وقت کرے تو نہ ہوگا۔

وضو کے احکام

فرض ہے نماز کیلئے نفل ہو یا سنت واجب ہو یا فرض جنازہ کی نماز ہو یا سجدۂ تلاوت۔

واجب ہے کعبہ[۱] مکرمہ کے طواف کے لئے۔ قرآن مجید چھونے کے لئے۔

سنت ہے سوتے[۱] وقت، غسل[۲] کے پہلے۔

مستحب ہے اذان[۱]، تکبیر کے وقت خطبہ پڑھتے وقت خواہ نکاح کا ہو یا جمعہ کا یا اور کسی چیز کا اور علم[۳] دین کی تعلیم کے وقت، دین[۴] کی کتابیں چھوتے وقت، سلام یا سلام[۵] کا جواب دیتے وقت، اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے وقت، سوا[۶] اٹھنے کے بعد، اونٹ[۷] کا گوشت کھانے کے بعد، میت[۸] کو غسل دینے کے بعد، جنازہ[۹] اٹھانے کے لئے، ہر وقت[۱۰] باوضو رہنا، نبی[۱۱] صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے، عرفات[۱۲] میں ٹھہرنے کے لئے سعی[۱۳] صفا مروہ کے لئے، جنب[۱۴] کو قبل غسل کھانا کھانے کے لئے اور اپنی زوجہ[۱۶] سے خواہش پوری کرنے کے لئے وہ حالتیں[۱۷] جن میں ہمارے نزدیک وضو نہیں جاتا اور دوسرے ائمہ کے نزدیک جاتا رہتا ہے، حیض[۱۸] یا نفاس والی عورت کو ہر نماز کے وقت وضو کرنا۔

وضو کا مسنون و مستحب طریقہ

وضو کے لئے کسی مٹی کے برتن میں پانی لے کر اونچے مقام پر قبلہ رو ہو کر بیٹھے اور دل میں یہ ارادہ کرے کہ میں یہ وضو خاص اللہ تعالیٰ کی خوشی اور ثواب کے لئے کرتا ہوں۔ بدن کا صاف کرنا، منہ ہاتھ کا دھونا مجھے مقصود نہیں یہی ارادہ ہر عضو کے دھوتے یا مسح کرتے وقت رہے پھر بسم اللہ العظیم والحمد للہ علی دین الاسلام

معذور کا وضو ان حالتوں کے ساتھ بھی صحیح ہو جاتا ہے جیسے کسی کو پیشاب کا مرض ہو کہ ہر وقت پیشاب جاری رہتا ہے تو اس کا وضو اسی حالت میں درست ہے۔ ۱۲

عرفات کے قریب ایک مقام ہے حاجی لوگ نویں تاریخ کو وہاں ٹھہرتے ہیں۔ ۱۲

صفا اور مروہ دو پہاڑ ہیں ان کے درمیان میں حاجی دوڑتے ہیں اسی دوڑنے کو سعی صفا مروہ کہتے ہیں۔ ۱۲

صورتیں وہاں ذکر کی جائیں گی جہاں وہ چیزیں لکھی جائیں گی جن سے وضو نہیں جاتا۔ ۱۲

اللہ کا نام لے کر اور اس کا شکر ہے اپنے مسلمان ہونے پر۔ ۱۲

پڑھ کر داہنے چلو میں پانی لے اور دونوں ہاتھوں کو گٹوں تک مل مل کر دھوئے اسی طرح تین بار کرے پھر داہنے ہاتھ کے چلو میں پانی لے کر کلی کرے اور مسواک کو داہنے ہاتھ میں اس طرح پکڑ کر چھوٹی انگلی مسواک کے ایک سرے پر اور انگوٹھا مسواک کے دوسرے سرے کے قریب اور باقی انگلیاں مسواک کے اوپر ہوں، اوپر کے دانتوں کے طول میں داہنی طرف سے ملتا ہوا بائیں طرف لائے پھر اسی طرح نیچے کے دانتوں کو ملے پھر مسواک کو منہ سے نکال کر نچوڑ ڈالے اور دھو کر اسی طرح ملے اسی طرح تین بار ملے اس کے بعد دو کلیاں اور کرے تاکہ تین کلی پوری ہو جائیں تین سے زیادہ بھی نہ ہوں۔ کلی اس طرح کرے کہ پانی حلق[ھ] تک پہنچ جائے اگر روزہ دار نہ ہو۔ کلی کرتے وقت بعد بسم اللہ کلمہ شہادت کے یہ دعا پڑھا جائے۔ اَللّٰھُمَّ[عمہ] اَعِنِّیْ عَلٰی تِلَاوَۃِ الْقُرْاٰنِ وَذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ۔ ناک میں پانی دیتے وقت بعد بسم اللہ اور کلمہ شہادت کے یہ دعا پڑھتا جائے اَللّٰھُمَّ[ھ] اَرِحْنِیْ رَائِحَۃَ الْجَنَّۃِ وَلَا تُرِحْنِیْ رَائِحَۃَ النَّارِ پھر داہنے ہاتھ کے چلو میں پانی لے کر ناک میں اس طرح لے کہ نتھنوں کی جڑ تک پہنچ جائے اگر روزہ دار نہ ہو اور بائیں ہاتھ سے ناک صاف کرے اس طرح تین بار کرے اور ہر بار نیا پانی ہو پھر دونوں چلوؤں میں پانی لے کر تمام منہ کو مل کر دھوئے اس طرح کہ کوئی جگہ بال برابر بھی چھوٹنے نہ پائے پھر اگر محرم نہ ہو تو داڑھی کا خلال کرے اس طرح کہ داہنے چلو میں پانی لے کر داڑھی کی جڑ کو تر کرے اور ہاتھ کی پشت گردن کی طرف کر کے انگلیاں بالوں میں ڈال کر نیچے سے اوپر کی جانب لے جائے اسی طرح دوسری تیسری مرتبہ منہ دھوئے اور داڑھی کا خلال کرے تاکہ تین مرتبہ منہ دھل جائے اور تین بار داڑھی کا خلال ہو جائے تین بار سے زیادہ نہ ہونے پائے اور منہ دھوتے وقت بعد بسم اللہ اور کلمہ شہادت کے یہ دعا پڑھتا جائے اَللّٰھُمَّ[للعہ] بَیِّضْ وَجْھِیْ یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْہٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْہٌ پھر داہنے چلو میں پانی لے کہنیوں تک بہاوے اور مل کر دھوئے کہ ایک بال برابر بھی خشک نہ رہ جائے اور مرد کے ہاتھ میں انگوٹھی ہو تو وہ اس کو حرکت دے لے اگرچہ انگوٹھی ڈھیلی ہو اور اسی طرح عورت اپنے چھلوں آرسی کنگن چوڑی وغیرہ کو اس طرح دوبارہ داہنے ہاتھ کو اور دھووے پھر اسی طرح تین بار بائیں ہاتھ کو دھوئے اور داہنا ہاتھ دھوتے وقت بعد بسم اللہ اور کلمہ شہادت کے یہ دعا پڑھتا جائے اَللّٰھُمَّ[ھ] اَعْطِنِیْ کِتَابِیْ بِیَمِیْنِیْ وَحَاسِبْنِیْ حِسَابًا یَّسِیْرًا بایاں ہاتھ دھوتے

ھ اس کو ہمارے عرف میں غرغرہ کہتے ہیں۔ ١٢۔

عمہ اے اللہ میری مدد کر قرآن کے پڑھنے اور تیرا ذکر و شکر اور تیری عبادت کرنے میں۔ ١٢۔

ھ اے اللہ مجھ کو جنت کی خوشبو سنگھا اور دوزخ کی بدبو سے بچا۔ ١٢۔

للعہ اے اللہ میرا منہ روشن کر جس دن کہ بعضوں (ایمانداروں) کے منہ روشن ہوں گے یعنی قیامت کے دن۔ ١٢۔

ھ اے اللہ میرا نامۂ اعمال داہنے ہاتھ میں دینا اور میرا حساب آسان کرنا یہ نیکوں کے لئے ہوگا۔ ١٢۔

وقت بعد بسم اللہ اور کلمہ شہادت کے یہ دعا پڑھے۔ اَللّٰھُمَّ لَا تُعْطِنِیْ کِتَابِیْ بِشِمَالِیْ وَلَا مِنْ وَّرَاءِ ظَھْرِیْ پھر دونوں ہاتھوں کو تر کرکے پورے سر کا مسح اس طرح کرے کہ دونوں ہتھیلیاں معہ انگلیوں کے سر کے اگلے حصے پر رکھ کر آگے سے پیچھے لے جائے اور پھر پیچھے سے آگے لے آئے اور انھیں ہاتھوں سے اگر خشک نہ ہوگئے ہوں تو دوسری دفعہ تر کرکے کانوں کا مسح کرے اس طرح کہ چھوٹی انگلی دونوں کانوں کے سوراخ میں ڈالے اور سر کا مسح کرتے وقت بعد بسم اللہ اور کلمہ شہادت کے یہ دعا پڑھے۔ اَللّٰھُمَّ اَظِلَّنِیْ تَحْتَ عَرْشِکَ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّ عَرْشِکَ اور سر کا مسح ایک ہی بار کرے اور کانوں کے مسح کے وقت بعد بسم اللہ اور کلمہ شہادت کے یہ دعا پڑھے۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَہٗ پھر داہنے ہاتھ سے پانی ڈالے اور بائیں ہاتھ سے پہلے داہنا پیر تین بار دھوئے اور ہر بار اس کی انگلیوں کا بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی سے خلال کرتا جائے خلال داہنے پیر کی چھوٹی انگلی سے شروع کرے پھر بایاں پیر تین بار دھوئے اور ہر بار اس کی انگلیوں کو بھی بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی سے خلال کرتا جائے بائیں پیر کا خلال بائیں پیر کے انگوٹھے سے شروع کرے داہنا پیر دھوتے وقت بعد بسم اللہ اور کلمہ شہادت کے یہ دعا پڑھے۔ اَللّٰھُمَّ ثَبِّتْ قَدَمِیْ عَلَی الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِیْمِ یَوْمَ تَزِلُّ الْاَقْدَامُ۔ اور بایاں پیر دھوتے وقت بعد بسم اللہ اور کلمہ شہادت کے یہ دعا پڑھے اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ ذَنْبِیْ مَغْفُوْرًا وَّسَعْیِیْ مَشْکُوْرًا وَّتِجَارَتِیْ لَنْ تَبُوْرَ۔ اب وضو تمام ہو چکا اور وضو خود ہی کرے کسی دوسرے سے نہ کرائے اور ایک عضو دھونے کے بعد فوراً دوسرا عضو دھو ڈالے کہ پہلا عضو باوجود ہوا اور جسم کے معتدل ہونے کے خشک نہ ہونے پائے اگر وضو سے کچھ پانی بچ جائے تو کھڑے ہو کر پی لے اور کلمہ شہادت پڑھ کر یہ دعا پڑھے۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَھِّرِیْنَ۔ اور انا انزلناہ کی سورت پڑھے۔ یہی وضو ہے کہ جس کی نسبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر کوئی میرا ایسا وضو کرے اگر کوئی میرا ایسا وضو کرے تو اس کے اگلے گناہ بخش دیے جائیں گے۔

---

۵ اے اللہ میرا نامۂ اعمال بائیں ہاتھ میں اور پیچھے سے نہ دینا ۱۲۔ ۵ اے اللہ مجھ کو قیامت میں اپنے عرش کے زیر سایہ رکھ ۱۲۔

۵ اے اللہ مجھے ان لوگوں میں سے کر کہ جو باتیں سن کر نیک بات پر عمل کرتے ہیں ۱۲

۵ اے اللہ قیامت میں مجھے ثابت قدم رکھ ۱۲۔

۵ اے اللہ میرے گناہوں کو معاف اور میری کوشش قبول کر اور میری تجارت کو ترقی دے ۱۲۔

۵ اے اللہ مجھے توبہ اور طہارت نصیب کر ۱۲۔

۱۰ اسی طرح مکرر بخاری میں ہے ۱۲۔

یہ نقشہ اس لیے کھینچا جاتا ہے کہ ناظرین کو اجمالی طور پر معلوم ہو جائے کہ اس طریقے میں کون کون امور فرض ہیں اور کون واجب اور کون سنت اور کون مستحب، اس نقشہ کے بعد انشاء اللہ ہر ایک کا بیان بالتفصیل بھی کیا جائے گا۔

مکروہات ۹ ہیں	(۱) جو چیزیں مستحب ہیں ان کے خلاف کرنا (۲) پانی میں اسراف (۳) پانی میں کمی (۴) وضو میں بلا عذر دنیاوی بات کرنا (۵) اعضائے وضو کے علاوہ اعضاء کا بلا ضرورت دھونا (۶) اعضائے وضو پر زور سے چھینٹا مارنا (۷) تین بار سے زیادہ اعضاء کو دھونا (۸) پانی سے تین بار سر کا مسح (۹) وضو کے بعد ہاتھوں کا پانی جھٹکنا۔
مستحبات پندرہ ہیں	(۱) وضو کرنے کے لئے اونچے مقام پر بیٹھنا (۲) قبلہ رو ہونا (۳) مٹی کے برتن سے وضو کرنا۔ (۴) خود ہی کرنا (۵) فرض واجب کی حد سے زیادہ اعضا کو دھونا (۶) داہنے ہاتھ سے کلی کرنا اور ناک میں پانی لینا (۷) بائیں ہاتھ سے ناک صاف کرنا (۸) ڈھیلی انگوٹھی کا حرکت دینا (۹) کانوں کے مسح کے وقت چھوٹی انگلی کانوں کے سوراخ میں ڈالنا (۱۰) ہر عضو دھوتے یا مسح کرتے وقت بسم اللہ اور کلمۂ شہادت پڑھنا (۱۱) وضو میں جو دعائیں وارد ہوئیں ان کا پڑھنا (۱۲) بعد وضو کے دعائے ماثورہ اور انا انزلنا پڑھنا (۱۳) پیر دھوتے وقت بائیں ہاتھ سے پانی ڈالنا اور (۱۴) داہنے ہاتھ سے ملنا (۱۵) جاڑوں میں پہلے ہاتھ پاؤں کا تر کرنا۔
سنتیں پندرہ ہیں	(۱) وضو کی نیت کرنا (۲) بسم اللہ اور الحمد للہ پڑھ کر وضو کرنا (۳) منہ دھونے سے پہلے دونوں ہاتھوں کو گٹوں تک دھونا (۴) تین بار کلی کرنا (۵) مسواک کرنا (۶) تین بار ناک میں پانی لینا (۷) غیر محرم کو تین مرتبہ ڈاڑھی کا خلال کرنا (۸) ہاتھوں کو انگلیوں کی طرف سے دھونا (۹) ہاتھوں کی انگلیوں کا خلال (۱۰) پیر کی انگلیوں کا خلال (۱۱) پورے سر کا مسح (۱۲) کانوں کا مسح (۱۳) ہر عضو کا تین بار پے درپے کا ملنا (۱۵) اور ترتیب وار وضو کرنا۔
واجبات چار ہیں	(۱) اعضائے وضو کو جن بالوں سے چھپا یا ہو اُن کا دھونا (۲) کہنیوں کا دھونا (۳) ٹخنوں کا دھونا (۴) چوتھائی سر کا مسح۔
فرائض چار ہیں	(۱) تمام منہ کا ایک مرتبہ دھونا (۲) دونوں ہاتھوں کا کہنیوں تک ایک مرتبہ دھونا (۳) سر کے کسی جزو کا مسح کرنا (۴) پیروں کا ٹخنوں تک ایک مرتبہ دھونا۔

Marfat.com

وضو کے فرائض

وضو میں چار فرض ہیں (۱) منہ کا دھونا (۲) دونوں ہاتھوں کا دھونا (۳) سر کا مسح کرنا (۴) دونوں پیروں کا دھونا، انھیں چاروں چیزوں کا نام وضو ہے۔

پہلا فرض:۔ تمام منہ کا ایک مرتبہ دھونا خواہ وضو کرنے والا خود دھوئے یا کوئی دوسرا دھوئے یا خود بخود دھل جائے جیسے کوئی شخص دریا میں غوطہ لگائے یا مینہ کا پانی چہرے پر پڑ جائے اور تمام منہ دُھل جائے۔

(۱) تمام منہ سے مراد وہ سطح ہے جو ابتداء پیشانی سے ٹھوڑی تک اور دونوں کانوں کے بیچ میں ہے۔

(۲) آنکھ کا جو گوشہ ناک کے قریب ہے اس کا دھونا فرض ہے۔ اور اکثر اس پر میل آجاتا ہے اس کو دور کر کے پانی پہنچانا چاہیئے۔

(۳) جو سطح رخسار اور کان کے درمیان میں ہے اس کا دھونا فرض ہے خواہ ڈاڑھی نکلی ہو یا نہیں۔

(۴) ٹھوڑی کا دھونا فرض ہے بشرطیکہ ڈاڑھی کے بال اس پر نہ ہوں یا ہوں تو اس قدر کم ہوں کہ جلد نظر آئے۔

(۵) ہونٹ کا جو حصہ کہ ہونٹ بند ہونے کے بعد دکھلائی دیتا ہے اس کا دھونا فرض ہے

دوسرا فرض (۱) دونوں ہاتھوں کا کہنیوں تک ایک مرتبہ دھونا خواہ وضو کرنے والا خود دھوئے یا کوئی دوسرا دھوئے یا اور کسی طریقہ سے دھل جائیں دونوں ایک مرتبہ ملا کر دھوئے یا علیحدہ علیحدہ۔

(۲) انگلیوں کی گھائی میں بغیر خلال کے پانی نہ پہنچے تو خلال کرنا فرض ہے۔

(۳) کسی شخص کے ایک جانب میں پورے دو پیر یا دو ہاتھ ہوں تو وہ اگر دونوں ہاتھوں میں ہر ایک سے کام لیتا ہے یعنی چیزوں کو پکڑ سکتا ہے اور اٹھا سکتا ہے تو دونوں ہاتھوں کا دھونا فرض ہے۔ اسی طرح اگر دونوں پیروں میں ہر ایک سے پیر کا کام لیتا ہے چل سکتا ہے تو دونوں کا دھونا فرض ہے اور اگر دونوں سے کام نہیں لے سکتا تو اگر دونوں جڑے ہوئے انگوٹھے ہوں تب بھی دونوں کا دھونا فرض ہے اور اگر ملے ہوئے نہ ہوں بلکہ جدا ہوں تو صرف اسی کا دھونا فرض ہے جو کام دیتا ہے۔

---

۵۷ دھونا فقہا کے نزدیک اس کا نام ہے کہ پانی عضو کے ایک مقام سے دوسرے مقام پر بہہ جائے اور کم سے کم دو قطرے عضو سے دھونے کے بعد فوراً ٹپک جائیں۔ ۱۲ (شامی)

Marfat.com

ہاتھ یا پیر کے درمیان سے اگر دوسرا ہاتھ یا پیر جما ہو تو اس کا دھونا فرض ہے بشرطیکہ اس مقام سے جما ہو جس کا دھونا وضو میں فرض ہے مثلاً ہاتھ میں کہنی یا کہنی کے نیچے سے جما ہو یا پیر میں ٹخنے کے نیچے سے جما ہو اور اگر کہنی یا ٹخنے کے اوپر سے جما ہو تو اس قدر حصہ کا دھونا فرض ہے جو کہنی یا ٹخنے کے نیچے حصہ کے مقابل میں ہو۔

تیسرا فرض:۔ سر کے کسی جزو کا مسح

چوتھا فرض:۔ دونوں پیروں کا ٹخنوں تک ایک مرتبہ دھونا بشرطیکہ موزہ پہنے ہوئے نہ ہو۔ اگر انگلیوں کی گھائی میں بغیر خلال کے پانی نہ پہنچے تو خلال بھی فرض ہے۔

فرض نہیں (۱) آنکھ ناک منہ کے اندر کا دھونا۔ (۲) ڈاڑھی یا مونچھ یا بھوؤں اگر اس قدر گھنی ہوں کہ جلد نظر نہ آئے تو اس جلد کا دھونا جو اس سے چھپی ہوئی ہے فرض نہیں۔ (۳) وضو میں جن اعضاء کا دھونا فرض ہے اگر ان پر کوئی چیز لگ جائے جو جلد تک پانی پہنچنے سے منع نہ کرے تو اس کا چھڑانا فرض نہیں مثال منہ یا ہاتھ یا پیر پر مٹی وغیرہ لگ جائے تو اس کا چھڑانا فرض نہیں۔

وضو کے واجبات[۵]

وضو میں چار واجب ہیں (۱) بھویں یا داڑھی یا مونچھ اگر اس قدر گھنی ہوں کہ اس کے نیچے کی جلد چھپ جائے اور نظر نہ آئے تو ایسی صورت میں اس قدر بالوں کا دھونا واجب ہے جن سے جلد چھپی ہوئی ہے۔ باقی بال جو جلد کے آگے بڑھ گئے ہیں ان کا دھونا واجب نہیں۔

(۲) کہنیوں کا دھونا اگر ایک ہی جانب کسی کے دو ہاتھ ہوں تو اسے دوسرے ہاتھ کی کہنیاں دھونا بھی

---

۵ اگرچہ اکثر فقہائے کرام رحمۃ اللہ علیہم نے وضو اور غسل کے احکام میں فرض اور واجب کی تفصیل نہیں کی ہے۔ دونوں کو ایک ہی جگہ جمع کر دیا ہے بلکہ بعض نے واجبات کو بھی فرض ہی کے عنوان سے بیان کیا ہے اور بعض نے یہ بھی لکھ دیا ہے کہ وضو اور غسل میں کوئی واجب نہیں ہے مگر اسکی خاص وجہ یہ ہے کہ وضو اور غسل میں واجب اور فرض دونوں عمل یکساں ہیں جیسا فرض کے ترک ہونے سے وضو اور غسل نہیں ہوتا ویسا ہی واجب کے ترک ہونے سے بھی نہیں ہوتا مگر ہم نے اس کتاب میں ناظرین کی آسانی کے لئے فرائض کو علیحدہ بیان کیا ہے اور واجبات کو علیحدہ لکھا ہے مثلاً فقہائے کرام نے دونوں ہاتھوں کا کہنیوں سمیت دھونا فرض لکھا ہے ہم نے فرائض میں صرف ہاتھوں کا دھونا لکھا ہے کہنیوں کا دھونا واجبات میں لکھا ہے ۱۲۔

Marfat.com

بھی واجب ہے بشرطیکہ دونوں سے کام لے سکتا ہو ورنہ اگر دونوں ہاتھ ملے ہوئے ہوں تب بھی دوسرے ہاتھ کی کہنی کا دھونا واجب ہے اور اگر ملے ہوئے نہ ہوں تو صرف اسی ہاتھ کی کہنی کا دھونا واجب ہے جو کام دیتا ہے۔ ہاتھ کے درمیان سے اگر دوسرا ہاتھ . . . نکلا ہو تو اس کے کہنی یا حصہ کا جو کہنی کے مقابل ہو دھونا واجب ہے۔

(۳) چوتھائی سر کا مسح کرنا واجب ہے اگر سر پر بال ہوں تو صرف انھیں بالوں کا مسح کرنا واجب ہے جو چوتھائی سر پر ہوں۔

(۴) دونوں پیروں کے ٹخنوں کا دھونا واجب ہے اگر موزہ نہ پہنے ہو اگر ایک ہی جانب میں کسی شخص کے دو پیر ہوں تو اس میں بھی وہی تفصیل ہے جو کہنی کے بیان میں گذری۔

وضو کی سنّتیں

وضو میں سنت موکدہ پندرہ[۱۵] ہیں

(۱) وضو اور اس کے متعلقات مثل استنجا وغیرہ کے پہلے وضو کی نیّت کرنا اور نیت یہ نہیں ہے کہ زبان سے کچھ کہے بلکہ محض یہ ارادہ کرے کہ میں وضو محض ثواب اور خدا کی خوشی کے لئے کرتا ہوں نہ اپنے ہاتھ منہ صاف کرنے کے لئے۔ (درمختار)

(۲) بسم اللہ العظیم والحمد للہ علی دین الاسلام پڑھ کر شروع کرنا۔

(۳) منہ دھونے سے پہلے دونوں ہاتھوں کا مع گٹوں کے ایک بار دھونا۔ اور واجب ہاتھوں کو کہنیوں تک دھوئے تو ہاتھوں کو پھر یہیں سے دھونا چاہیئے۔

(۴) تین بار کلی کرنا لیکن پانی ہر بار نیا ہو اور منہ بھر کر ہو اور کلی میں اس قدر مبالغہ کرے کہ پانی حلق کے قریب تک پہنچ جائے بشرطیکہ روزہ دار نہ ہو۔ اگر روزہ دار ہو تو اس قدر مبالغہ نہ چاہیئے۔

(۵) کلی کرتے وقت مسواک کرنا، مسواک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ مسواک داہنے ہاتھ میں اس طرح لے کہ مسواک کے ایک سرے کے قریب انگوٹھا اور دوسرے سرے کے نیچے آخیر کی انگلی اور درمیان میں اوپر کی جانب اور انگلیاں رکھے اور مٹھی باندھ کر نہ پکڑے اور پہلے اوپر کے دانتوں کے طول میں داہنی طرف کرے پھر بائیں طرف اسی طرح پھر نیچے کے دانتوں میں، اسی طرح اور ایک بار مسواک کرنے کے بعد مسواک کو

ع اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اور اس کا شکر کر کے مجھکو اس نے اسلام سے مشرف کیا۔ ۱۲۔

منہ سے نکال کر نچوڑ دے اور از سر نو پانی سے بھگو کر پھر کرے اسی طرح تین بار کرے اس کے بعد مسواک کو دھو کر دیوار وغیرہ سے کھڑی کر کے رکھ دے۔ زمین پر و لیسے ہی نہ رکھ دے دانتوں کی عرض میں مسواک نہ کرنا چاہیئے۔

مسواک ایسی خشک اور سخت لکڑی کی نہ ہو جو دانتوں کو نقصان پہنچائے اور نہ ایسی تر اور نرم کہ میل کو صاف نہ کر سکے بلکہ متوسط درجے کی ہو نہ بہت سخت نہ بہت نرم۔ زہریلے درخت کی بھی نہ ہو۔ پیلو یا زیتون یا کسی کڑوے درخت کی مثل نیم وغیرہ کے ہو تو بہتر ہے۔ لمبائی میں ایک بالشت کی ہونا چاہیئے استعمال سے تراشتے تراشتے اگر کم ہو جائے تو مضائقہ نہیں موٹائی میں انگوٹھے سے زیادہ نہ ہو سیدھی ہو گرہ دار نہ ہو اگر مسواک نہ ہو یا دانت نہ ہوں تو کپڑے یا انگلی سے مسواک کا کام لینا چاہیئے۔

(۶) ناک میں تین بار پانی لینا اور ہر بار نیا پانی ہو اور اس قدر مبالغہ کیا جائے کہ پانی نتھنوں کی جڑ تک پہنچ جائے بشرطیکہ روزہ دار نہ ہو۔

(۷) تین بار اس شخص کو منہ دھونے کے بعد جو محرم[لہ] نہ ہو ڈاڑھی کا خلال کرنا بشرطیکہ ڈاڑھی گھنی ہو خلال کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ داہنے چلو میں پانی لے کر ٹھوڑی کے نیچے کے بالوں کی جڑوں میں ڈالے اور ہاتھ کی پشت گردن کی طرف کر کے انگلیاں بالوں میں ڈال کر نیچے سے اوپر کی جانب لے جائے۔

(۸) ہاتھوں کو انگلیوں کی طرف سے دھونا کہنیوں کی طرف سے۔

(۹) کہنیوں تک تین بار ہاتھ دھونے کے بعد ہاتھوں کی انگلیوں[۲ہ] کا تین بار خلال کرنا اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ ایک ہاتھ کی پشت دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی پر رکھ کر اوپر کے ہاتھ کی انگلیاں نیچے کے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر کھینچ لے۔

(۱۰) تین بار پیر کے دھونے کے وقت پیر کی انگلیوں کا ہر بار خلال کرنا پیر کی انگلیوں کا خلال بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی سے کرنا چاہیئے اس طرح کہ داہنے پیر کی انگلی سے شروع کرے اور بائیں پیر کی چھوٹی انگلی پر ختم کرے

(۱۱) پورے سر کا ایک بار مسح کرنا۔ اس کا طریقہ[۳ہ] یہ ہے کہ دونوں ہاتھ مع انگلیوں اور ہتھیلیوں کے تر کر کے

لہ محرم اس شخص کو کہتے ہیں جو حج یا عمرہ کے ارادہ سے احرام باندھے محرم نہ ہونے کی شرط اس لئے کی گئی ہے کہ خلال کرنے میں بال ٹوٹنے کا اندیشہ ہے اور محرم کو بال کا توڑنا منع ہے۔ ۱۲۔ ۲ہ ہاتھ کی انگلیوں کا خلال اس وقت مسنون ہے کہ جب انگلیوں کی گھائی میں پانی پہنچ جائے اور اگر پانی نہ پہنچے تو فرض ہے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا اور یہی کیفیت پیر کی انگلیوں کے مسح کی بھی ہے۔ ۱۲۔

۳ہ بعض فقہاء نے سر کے مسح کا دوسرا طریقہ بھی لکھا ہے لیکن صحیح اور آسان یہی ہے جو لکھا گیا۔ ۱۲۔

Marfat.com

سر کے آگے کے حصہ پر رکھ کر آگے سے پیچھے لے جائے اور پھر پیچھے سے آگے لائے۔

(۱۲) سر کے مسح کے بعد کانوں کا مسح کرنا لیکن کانوں کے مسح کے لئے از سر نو ہاتھوں کو تر نہ کرے بلکہ سر کے مسح کے لئے تر کرنا اس کے لئے بھی کافی ہے ہاں اگر سر کے مسح کے بعد عمامہ یا ٹوپی یا اور کوئی ایسی چیز چھوئے جس سے ہاتھوں کی تری جاتی رہے تو پھر دوبارہ تر کرلے۔ کانوں کے مسح کا یہ طریقہ ہے کہ چھوٹی انگلی کو کان کے سوراخ میں ڈال کر حرکت دے اور شہادت کی انگلی سے کان کے اندرونی حصے کو انگوٹھے سے ان کی پشت پر مسح کرے۔ (البحر الرائق)

(۱۳) ہر عضو کا تین بار اس طرح دھونا کہ ہر بار پورا دھل جائے اور اگر ایک بار آدھا اور پھر دوسری بار باقی دھویا تو یہ دوبارہ نہ سمجھا جائے گا بلکہ ایک ہی بار سمجھا جائے گا۔

(۱۴) وضو اسی ترتیب سے کرنا جس ترتیب سے لکھا گیا یعنی پہلے کلی پھر ناک میں پانی لینا پھر منہ دھونا پھر ڈاڑھی کا خلال پھر ہاتھوں کا دھونا پھر انگلیوں کا خلال پھر سر کا مسح پھر کانوں کا مسح پھر پیروں کا دھونا پھر پیر کی انگلی کا خلال۔

(۱۵) داہنے عضو کو بائیں عضو سے پہلے دھونا۔

(۱۶) ایک عضو کے دھونے کے بعد دوسرے عضو کے دھونے میں اس قدر دیر نہ کرنا کہ پہلا عضو باوجود ہوا اور جسم کے معتدل ہونے کے خشک ہو جائے۔ ہاں اگر کسی ضرورت کی وجہ سے اس قدر دیر ہو جائے تو مضائقہ نہیں۔

(۱۷) دھونے کے وقت اعضا کو ہاتھ سے ملنا اور ہاتھ کا اعضا پر پھیرنا۔

وضو کے مستحبات

وضو میں چودہ ۱۴ مستحب ہیں۔

۱۔ وضو کرنے کے لئے کسی اونچے مقام پر بیٹھنا تاکہ مستعمل پانی جسم اور کپڑوں پر نہ پڑے

۲۔ وضو کرتے وقت قبلہ رو ہو کر بیٹھنا

۳۔ وضو کا برتن مٹی کا ہونا۔

۴۔ وضو کرنے میں کسی سے مدد نہ لینا یعنی دوسرے شخص سے اعضائے وضو کو نہ دھلوانا بلکہ خود ہی دھونا اور اگر کوئی دوسرا شخص پانی دیتا جائے اور اعضاء کو خود ہی دھوئے تو کچھ مضائقہ نہیں۔

Marfat.com

۵۔ اعضاء کو جہاں تک دھونا فرض یا واجب ہے اس سے زیادہ دھو ڈالنا۔
۶۔ داہنے ہاتھ سے کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا
۷۔ بائیں ہاتھ سے ناک صاف کرنا۔
۸۔ انگوٹھی وغیرہ اگر ایسی ہو کہ جسم تک پانی پہنچنے سے منع نہ کرے تو اس کا حرکت دینا
۹۔ کانوں کے مسح کے وقت چھوٹی انگلی کا دونوں کانوں کے سوراخ میں ڈالنا۔
۱۰۔ پیر دھوتے وقت داہنے ہاتھ سے پانی ڈالنا اور بائیں ہاتھ سے ملنا۔
۱۱۔ جاڑوں کے موسم میں پہلے ہاتھ پیروں کو تر ہاتھ سے ملنا تاکہ تمام عضو دھوتے وقت پانی آسانی سے پہنچ جائے۔
۱۲۔ ہر عضو دھوتے وقت یا مسح کرتے وقت بسم اللہ اور کلمۂ شہادت پڑھنا اور عبادت کی نیت کرنا
۱۳۔ وضو میں اور وضو کے بعد جو دعائیں حدیث شریف میں وارد[ے] ہوئی ہیں ان کا پڑھنا۔
۱۴۔ وضو کے بچے ہوئے پانی کا کھڑے ہو کر پینا۔

وضو کے مکروہات

۱۔ جو چیزیں وضو میں مستحب ہیں ان کے خلاف کرنے سے وضو مکروہ ہو جاتا ہے۔
۲۔ پانی ضرورت سے زیادہ خرچ کرنا۔
۳۔ پانی کا اس قدر کم خرچ کرنا کہ جس سے اعضا کے دھونے میں نقصان ہو۔
۴۔ حالت وضو میں کوئی دنیا کی بات بلا عذر کرنا۔
۵۔ بلا عذر دوسرے اعضا کا وضو میں دھونا۔
۶۔ منہ اور دوسرے اعضاء پر زور سے چھینٹا مارنا۔
۷۔ تین بار سے زیادہ اعضاء کو دھونا۔
۸۔ نئے پانی سے تین بار مسح کرنا۔
۹۔ وضو کے بعد ہاتھوں کا پانی جھٹکنا۔

ے یہ دعائیں وضو کے طریقہ میں گزر چکیں - ۱۲

Marfat.com

وضو دو قسم کی چیزوں سے ٹوٹتا ہے:۔ وضو جن چیزوں سے ٹوٹتا ہے ان کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو انسان کے جسم سے نکلیں دوسری وہ جو اس کو طاری ہوں جیسے بیہوشی اور سونا وغیرہ۔

پہلی قسم کی دو صورتیں ہیں ایک وہ جو خاص حصہ اور مشترک حصہ سے نکلے جیسے پیشاب پاخانہ وغیرہ دوسرا وہ جو جسم کے باقی مقامات سے نکلے جیسے قے خون وغیرہ

پہلی قسم کی اول صورت:۔ ۱۔ زندہ آدمی کے خاص حصہ سے کوئی چیز سوا ہوا کے نکلنے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ خواہ وہ چیز پاک ہو جیسے کنکر، پتھر وغیرہ یا ناپاک ہو جیسے پاخانہ، پیشاب، مذی وغیرہ

۲۔ مرد یا عورت اگر اپنے خاص حصہ میں کپڑا روئی وغیرہ رکھیں اور یہ کپڑا پیشاب سے تر ہو جائے اور کپڑے کے باہر کی جانب میں اس کا اثر معلوم ہو تو وضو ٹوٹ جائے گا بشرطیکہ یہ کپڑا وغیرہ خاص حصہ کے اندر چھپ نہ گیا ہو۔ حاصل یہ کہ نجاست کے نکلنے سے وضو اس وقت جاتا ہے کہ جب وہ نجاست جسم سے جدا ہو جائے یا ظاہر ہو۔

۳۔ زندہ آدمی کے مشترک حصہ سے اگر کوئی چیز نکلے خواہ پاک ہو جیسے کنکر پتھر ہوا وغیرہ یا ناپاک ہو جیسے پاخانہ وغیرہ تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

۴۔ اگر کسی عورت کا خاص مشترک حصہ سے مل کر ایک ہو گیا ہو تو اس کے جس حصہ سے ہوا نکلے وضو ٹوٹ جائے گا اس لئے کہ اس کے دونوں حصوں میں اب فرق باقی نہیں رہا۔

۵۔ اگر کسی شخص کے جسم میں مرد اور عورت، دونوں کے اعضا ہوں اور اس کا مرد یا عورت ہونا متعین نہ ہو تو اس کے جس عضو سے ہوا نکلے وضو ٹوٹ جائے گا۔

۶۔ اگر کسی شخص کے مشترک حصہ کا کوئی جزو باہر نکل آئے جس کو ہمارے عرف میں کانچھ نکلنا کہتے ہیں، تو اس سے وضو جاتا رہے گا خواہ وہ خود بخود چلا جائے یا کسی لکڑی، کپڑے، ہاتھ وغیرہ کے ذریعہ سے اندر پہنچایا جائے۔

۷۔ اگر کوئی چیز مشترک یا خاص حصہ سے کچھ نکل کر پھر اندر چلی جائے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

ف۱ یہ قید اس لئے ہے کہ اگر چھپ جائے گا تو پھر تر ہونے سے وضو نہ جائے گا۔ ۱۲۔

ف۲ اس مسئلہ میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے اکثر یہ کہتے ہیں کہ اگر خود بخود اندر چلا جائے تو وضو نہ جائے گا اور بعض یہ کہتے ہیں کہ ہر حال میں وضو جاتا رہے گا لیکن وضو کا ٹوٹنا درایت کے موافق ہے۔ ۱۲۔

Marfat.com

مثال۔ ۱۔ عورت کے خاص حصہ سے لڑکے کا کوئی جز مثل سر وغیرہ کے نکل کر پھر اندر چلا جائے خواہ وہ جز جو باہر نکلا تھا نصف ہو یا نصف سے کم یا زیادہ بشرطیکہ خون[۱] نہ نکلے۔ ۲۔ مرد یا عورت کے مشترک حصہ سے پاخانہ وغیرہ کا کوئی حصہ باہر نکل کر اندر چلا جائے۔ ۳۔ اور اسی طرح آنت وغیرہ کا کوئی حصہ باہر نکل کر اندر چلا جائے۔

۸۔ اگر کسی کے مشترک یا خاص حصہ کے قریب زخم ہو کر یا اور کسی طرح کوئی سوراخ ہو جائے تو اس کا وہی حکم ہوگا جو اس حصہ کا ہے بشرطیکہ اس سوراخ سے وہ نجاست عادیہ نکلتی ہو جو اس کے قریب کے حصہ سے نکلتی ہے۔

مثال۔ ۱۔ مشترک حصہ کے قریب ہو اور اس سے پاخانہ نکلتا ہو۔ ۲۔ خاص حصہ کے قریب ہو اور اس سے پیشاب وغیرہ۔

۹۔ اگر کسی کے مشترک حصہ میں کوئی چیز مثل لکڑی یا انگلی یا کپڑے وغیرہ کے ڈالی جائے یا عمل (حقنہ) لیا جائے خواہ وہ خود ڈالے اور سے یا کوئی دوسرا تو جب وہ چیز باہر نکلے گی تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

۱۰۔ منی اگر بغیر شہوت[۲] خارج ہو تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

مثال۔ کسی شخص نے کوئی بوجھ اٹھایا یا کسی اونچے مقام سے گر پڑا اور اس صدمہ سے منی بغیر شہوت خارج ہو گئی۔

۱۱۔ جن چیزوں کے نکلنے سے غسل واجب ہوتا ہے۔ جیسے حیض، نفاس، منی وغیرہ ان سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

پہلی قسم کی دوسری صورت[۳]

۱۔ زندہ آدمی کے جسم سے اگر خون یا پیپ یا اور کوئی ناپاک چیز نکلے تو وضو ٹوٹ جائیگا بشرطیکہ کوئی چیز انسان کے جسم سے ٹپک جائے یا اپنے مقام سے بہہ کر اس مقام پر پہنچ جائے جس کا دھونا وضو یا غسل میں فرض یا واجب ہے۔

---

[۱] یہ شرط اس لئے کی گئی ہے کہ اگر خون نکل آئے گا تو حدث اکبر ہو جائیگا اور اس کا حال آگے لکھا جاتا ہے۔ ۱۲۔

[۲] یہ شرط اس لئے کی گئی ہے کہ اگر شہوت سے نکلے گی تو غسل بھی واجب ہوگا اور اس کا بیان آگے کیا گیا ہے ۱۲۔

[۳] پہلی قسم کی دوسری صورت سے امام صاحبؒ کے نزدیک وضو ٹوٹ جاتا ہے امام شافعیؒ کے نزدیک نہیں امام صاحبؒ کے موافق احادیث بھی ہیں اور یہی مذہب ہے عشرہ مبشرہ اور ابن مسعود اور ابن عباس اور بڑے بڑے تابعین کا رضی اللہ عنہم دیکھو امام صاحب کا مذہب کیسا روایۃً و درایۃً کے موافق ہے امام صاحب کی دلیل عقلی بھی بہت پاکیزہ ہے اور اگر دقیق نہ ہوتی اور تفصیل میں طول کا خوف نہ ہوتا تو میں اس کو ہدیہ ناظرین کرتا ۱۲۔

۲۔ اگر کسی زندہ آدمی کے جسم سے کوئی ناپاک چیز نکلے اور اپنے مقام سے نہ بہے مگر ایسی ہو کہ اگر جسم پر چھوڑ دی جائے تو ضرور اپنی جگہ سے بہہ کر دوسری جگہ چلی جائے تو وضو ٹوٹ جائے گا

۳۔ زخم سے خون یا پیپ نکلے یا نکالا جائے اور زخم ایسی جگہ ہو جس کا دھونا مفترض ہو تو وضو ٹوٹ جائیگا

۴۔ فصد میں خون اگر اپنے مقام سے نکلے لیکن جسم کے کسی حصہ پر نہ بہے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

۵۔ جونک یا کھٹمل یا اور کوئی جانور اگر اس قدر خون پئے کہ وہ اگر جسم پر چھوڑا جائے تو اپنی جگہ سے بہہ کر دوسری جگہ چلا جائے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

۶۔ خون ناک سے نکل کر نتھنے[ے] میں آجائے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

۷۔ اگر زخم سے ذرا ذرا سا خون یا پیپ کئی بار نکلے اور ہر بار کپڑے سے صاف کر دیا جائے یا مٹی وغیرہ ڈال کر خشک کر دیا جائے تو ہر بار جو نکلا ہے وہ اگر اس قدر ہو کہ اگر نہ پونچھا جاتا تو اپنی جگہ سے بہہ کر دوسری جگہ چلا جاتا تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

۸۔ زخم پر پٹی باندھ دی گئی ہو اور خون یا پیپ پٹی کے اوپر سے ظاہر ہو تو اگر اس قدر ہو کہ اگر پٹی نہ بندھی ہوتی تو اپنی جگہ سے بہہ کر دوسری جگہ چلا جاتا تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

۹۔ دماغ یا پیٹ یا منہ سے اگر منہ کی طرف سے خون سائل نکلے تو وضو ٹوٹ جائیگا خواہ منہ بھر کر ہو یا نہیں۔

۱۰۔ اگر کسی کے منہ یا ناک سے خون تھوک یا ناک کے لعاب کے ساتھ ملا ہوا نکلے تو وضو ٹوٹ جائیگا بشرطیکہ[ط] خون غالب ہو یا برابر اور یہی حکم پیپ تھوک وغیرہ سے غالب یا برابر ہو تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

۱۱۔ نجوک اور پاک شئے کے اگر کوئی ناپاک شئے قے میں نکلے تو وضو ٹوٹ جائے گا بشرطیکہ ایک متلی سے ہو اور منہ بھر کر ہو خواہ وہ خون بستہ ہو یا پت ہوں یا کھانا۔

۱۲۔ اگر خون بستہ یا پت یا کھانا وغیرہ کسی پاک شئے کے ساتھ ملکر نکلیں جیسے تھوک بلغم وغیرہ تو اگر تھوک کم ہو یا برابر تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

۱۳۔ اگر ایک[ے] متلی سے کئی بار تھوڑی تھوڑی سی قے ہو اور ہر بار کی قے سے منہ نہ بھر سکے مگر سب دفعہ کی قے

ے نتھنا ناک کے اس حصہ کو کہتے ہیں جو نرم ہے یہاں تک کہ خون آنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اس لئے کہ نتھنا جسم کا ایسا حصہ ہے جس کا دھونا غسل میں واجب ہے ۱۲۔ ط خون کا غالب یا برابر ہونا رنگ سے معلوم ہوتا ہے اگر سرخ رنگ ہے تو خون غالب یا برابر سمجھا جائیگا اور رنگ زرد ہے تو تھوک غالب ہے ۱۲ (تبیین الحقائق) ے ایک متلی کی شرط اس لئے کی گئی کہ اگر متلی بدل جائے تو وضو نہ جائے گا جیسا کہ آگے بیان ہوگا۔ طبیعت مالش کرے اور پھر سکون ہو جائے یعنی متلی جاتی رہے اور پھر طبیعت مالش کرے تو یہ دوسری متلی سمجھی جائیگی اور جب تک وہ پہلی مالش دفع نہ ہو ایک متلی ہی سمجھی جائیگی ۱۲ (تبیین الحقائق کنز الدقائق)

Marfat.com

اگر ملائی جائے تو منہ بھر کر ہو جائے تو وضو ٹوٹ جائے

۱۴۔ کسی شخص کی آنکھ سے کیچ (میل) اور کبھی کبھی آنکھوں سے پانی بہتا ہو تو اس کا وضو پانی بہنے سے ٹوٹ جائیگا

۱۵۔ جسم کے کسی حصہ سے سپید پانی نکلے اور اس کے نکلنے سے انسان کو تکلیف ہو تو وضو ٹوٹ جائے گا خواہ ظاہر میں کوئی زخم معلوم ہوتا ہو یا نہیں اور اگر اس کے نکلنے سے تکلیف نہ ہو مگر کوئی طبیب حاذق تجویز کرے یا اور کسی طریقہ سے معلوم ہو جائے کہ یہ پیپ ہے اور کسی زخم سے آئی ہے تب بھی وضو ٹوٹ جائیگا۔

دوسری قسم:۔ ا۔ جن حالتوں میں ہوش وحواس درست نہیں رہتے ان میں وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

مثال (۱) چت یا پٹ یا کروٹ یا اور کسی ایسی ہیئت پر سو جائے کہ جس میں سرین زمین سے علیحدہ ہو جائیں خواہ وہ شخص سوئے جس کو خروج ریح کا مرض ہو یا اور کوئی۔

۲۔ نماز اور تلاوت اور شکرانہ کے سجدوں کے سوا کسی اور سجدہ میں ہیئت مسنونہ کے خلاف سو جائے۔

۳۔ جو مریض لیٹ کر نماز پڑھتا ہے وہ نماز میں سو جائے۔

۴۔ خارج نماز میں دوزانو بیٹھ کر سو جائے خواہ رانوں پر سر رکھ کر یا کسی اور طرح بشرطیکہ دونوں ایڑی زمین سے علیحدہ ہوں۔

۵۔ جو شخص زمین پر اس طرح بیٹھا ہو کہ سرین زمین سے علیحدہ ہوں وہ اگر سو جائے اور سونے کی حالت میں زمین پر اس طرح گرے کہ سرین زمین سے علیحدہ ہو جائیں تو وہ اگر زمین پر گرنے سے پہلے بیدار نہ ہو تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

۶۔ کسی مرض یا صدمہ وغیرہ سے بیہوش ہو جائے۔

۷۔ کسی نشیلی چیز کے استعمال سے نشہ پیدا ہو۔

(۲) کسی بالغ کا مرد ہو یا عورت بحالت بیداری جنازے کے سوا اور کسی نماز میں قہقہہ[ف] مارنا

(۳) دو بالغ آدمیوں کی شرمگاہیں بشہوت مل جائیں خواہ دونوں مرد ہوں یا عورت یا ایک مرد اور دوسری عورت بشرطیکہ درمیان میں کوئی ایسی چیز حائل نہ ہو جس کی وجہ سے ایک کو دوسرے کے جسم کی حرارت محسوس نہ ہو سکے۔

ف قہقہہ وہ ہنسی جس میں کم سے کم اس قدر آواز ہو کہ پاس کا آدمی سن سکے۔ ۱۲۔

وضو جن چیزوں سے نہیں ٹوٹتا

۱۔ نماز میں سونے سے وضو نہیں ٹوٹتا خواہ قصداً سوئے یا بے قصد سرین زمین سے جدا ہوں

۲۔ اگر کسی شے سے ٹیک (سہارا) لگا کر سو جائے لیکن سرین زمین پر رہیں تو وضو نہ جائے گا اگرچہ ٹیک اس طرح لگائے کہ اگر وہ شے جس پر ٹیک لگائی ہے علیحدہ کر جائے تو سرین زمین سے علیحدہ ہو جائیں۔

۳۔ سجدہ میں سونے سے وضو نہیں جاتا خواہ سجدہ نماز کا ہو یا تلاوت کا یا شکرانہ کا۔

۴۔ نماز اور تلاوت اور شکرانہ کے سجدہ کے سوا کسی اور سجدہ میں سونے سے وضو اس وقت نہ ٹوٹے گا جب کہ یہ سجدہ اسی ہیئت سے کیا جائے جس ہیئت سے مسنون ہے لیکن یہ شرط مرد کے لئے ہے نہ عورت کے لئے عورت کا وضو غیر مسنون سجدہ میں سونے سے بھی نہ جائے گا۔

۵۔ اگر کوئی شخص زمین پر بیٹھ کر اس طرح سو جائے کہ سرین زمین سے علیحدہ نہ ہوں پھر وہ نیند ہی میں زمین پر گر پڑے تو اس کا وضو نہ جائے گا بشرطیکہ زمین پر گرنے سے پہلے ہی بیدار ہو جائے۔

۶۔ اونگھنے سے وضو نہ جائے گا۔

۷۔ اگر کسی کے حواس میں خلل ہو جائے لیکن یہ خلل جنون اور مدہوشی کی حد کو نہ پہنچا ہو تو وضو نہ جائیگا۔

۸۔ نابالغ کے قہقہہ سے وضو نہیں ٹوٹتا اگرچہ نماز میں ہو۔

۹۔ نماز میں اگر کوئی شخص سو جائے اور سونے کی حالت میں قہقہہ لگائے تو وضو نہ جائے گا۔

۱۰۔ جنازہ کی نماز اور تلاوت کے سجدہ میں قہقہہ لگانے سے وضو نہیں جاتا بالغ ہو یا نابالغ۔

۱۱۔ ضحک اور تبسم سے وضو نہیں ٹوٹتا اگرچہ نماز میں ہو

لہ یہ باب ہم نے اس لئے قائم کیا کہ بعض صورتیں اسمیں ایسی آئیں گی جو ہیں ہمارے امام صاحبؒ کے نزدیک تو وضو ٹوٹ جاتا ہے اور دوسرے ائمہ کے نزدیک نہیں ٹوٹتا اور ایسی صورتوں کے بیان کرنے کی ہمکو دو وجہ سے ضرورت ہے۔ ہم مستحبات میں لکھ چکے ہیں کہ جن صورتوں میں ہمارے یہاں وضو ٹوٹ جاتا ہے اور دوسرے ائمہ کے نزدیک نہیں ٹوٹتا ہے ان میں وضو مستحب ہے لہٰذا اگر ہم یہ باب قائم نہ کرتے تو وہ صورتیں ہمارے عزیز ناظرین کو کیسے معلوم ہوتیں۔ اور یہ بھی ہمکو دکھلانا ہے کہ امام صاحبؒ کا مذہب کیسا درایت و روایت کے موافق ہے اور ہمکو یہ بھی منظور ہے کہ ہمارے عزیز ناظرین فقیہ بن جائیں۔ ۱۲۔

ایسی حالت میں صاحب ہدایہ نے وضو ٹوٹنے کو لکھا ہے مگر یہ صحیح نہیں صحیح یہی ہے کہ نہیں ٹوٹتا۔ ۱۲۔

سلہ سجدہ کی مسنون ہیئت کا بیان نماز کے بیان میں ہوگا۔ ۱۲ للعہ ضحک وہ ہنسی جس میں ایسی خفیف آواز ہو کہ پاس کا آدمی نہ سن سکے ۱۲ صہ تبسم وہ ہنسی جس میں بالکل آواز نہ ہو جس کو ہمارے عرف میں مسکرانا کہتے ہیں۔ ۱۲

Marfat.com

۱۲۔ مرد یا عورت اپنے خاص حصہ میں تیل یا کوئی دوا یا پانی ڈالیں پچکاری سے یا اسی طرح اور وہ باہر نکل آئے تو اس سے وضو نہ ٹوٹے گا اس لئے کہ خاص حصہ میں نجاست نہیں رہتی تا کہ یہ احتمال ہو کہ یہ تیل وغیرہ اسی نجاست پر ہو کر واپس آیا ہے۔

۱۳۔ ڈکار آنے سے وضو نہیں جاتا خواہ بدبودار ہو۔

۱۴۔ کان سے یا جسم کے کسی حصہ سے کوئی ایسی چیز نکلے جس کے نکلنے سے تکلیف نہ ہو اور کسی طریقہ سے زخم کا ہونا معلوم نہ ہو تو وضو نہ جائے گا مثال. کان سے میل نکلے یا جسم کے کسی حصہ سے سپید پانی نکلے۔

۱۵۔ عورت کی پستان سے دودھ نکلنے سے وضو نہیں جاتا خواہ وہ دودھ خود ٹپکے یا نچوڑا جائے یا لڑکا چوسے۔

۱۶۔ ناک سے اگر خون نکلے مگر اس مقام تک نہ پہنچے جو نرم ہے تو وضو نہ جائے گا۔

۱۷۔ اگر کوئی شخص کسی چیز کو دانت سے کاٹے یا پکڑے اور اس پر خون کا اثر پایا جائے تو کپڑا یا ہاتھ دانتوں پر رکھ کر دیکھا جائے اگر اس پر خون نہ نکلے تو وضو نہ جائے گا۔

۱۸۔ مرد یا عورت کا ستر دیکھنے سے یا ستر برہنہ ہو جانے سے یا اپنا ستر دیکھنے سے وضو نہ جائے گا۔

۱۹۔ مرد کو عورت یا عورت کا خاص حصہ یا کسی کا مشترک حصہ یا اپنا خاص حصہ چھونے سے وضو نہ جائے گا۔ اور اسی طرح عورت کا وضو یا مرد کا خاص حصہ یا مشترک حصہ یا اپنا خاص حصہ یا مشترک حصہ چھونے سے نہ جائے گا۔

۲۰۔ اگر کوئی مرد یا عورت اپنے خاص حصہ میں کوئی چیز مثل روئی کپڑے وغیرہ کے رکھ لیں اور نجاست اندر سے نکل کر اس کپڑے کو تر کر دے تو وضو نہ جائے گا بشرطیکہ کپڑے کے باہر کی جانب اس نجاست کا کچھ اثر نہ ہو یا وہ کپڑا اس خاص حصہ میں اس طرح رکھا ہوا ہو کہ باہر سے نظر نہ آوے

---

۵۷ جس کو ہمارے عرف میں ختنا کہتے ہیں فارسی میں ترمہ بینی ۱۲۔

۵۸ اس مسئلہ میں ہمارے سردار اور مولا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا سخت اختلاف ہے وہ فرماتے ہیں کہ مرد کو اپنا خاص حصہ یا عورت کا خاص حصہ یا کسی کا مشترک حصہ چھونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے ہمارا جی چاہتا ہے کہ ہم یہاں امام شافعیؒ اور ان کے مقلدین کے پر زور دلائل نقل کر کے ان جوابات کا ذکر کریں جو ہمارے مقدس فقہا کے مبارک دماغوں سے نکلے ہیں لیکن طول کا خوف ہے اور اگر صرف یہی کریں کہ امام صاحبؒ کے اس مذہب پر روایت اور درایت کے طریقہ سے کچھ رائے دیں تب بھی بہت طول ہو جائے گا لہٰذا ہم اسی قول پر اکتفا کرتے ہیں کہ امام صاحبؒ کا مذہب روایت اور درایت دونوں قاعدوں سے بہت پر زور اور قابل قبول ہے اور صاحب شریعت کی جانب سے منصور ہے واللہ اعلم بالصواب۔ ۱۲۔

مثال۔ (۱) کسی مرد نے اپنے خاص حصہ میں روئی رکھ لی اور پیشاب یا منی نے اپنے مقام سے آکر اس روئی کو تر کر دیا مگر اس روئی کا وہ حصہ جو باہر سے دکھلائی دیتا ہے تر نہیں ہوا یا وہ روئی اس حصہ میں ایسی چھپی ہوئی ہو کر باہر سے بالکل نظر نہیں آتی تو اس صورت میں اگر پوری روئی تر ہو جائے تب بھی اس مرد کا وضو نہ جائے گا

(۲) کسی عورت نے اپنے خاص حصہ میں روئی یا کپڑا رکھ لیا اور پیشاب یا حیض نے اپنے مقام سے آکر اس روئی یا کپڑے کو تر کر دیا مگر روئی یا کپڑے کا وہ حصہ جو باہر سے دکھلائی دیتا ہے تر نہیں ہوا یا وہ روئی اور کپڑا اس خاص حصہ میں ایسا چھپ گیا ہو کہ باہر سے نظر نہ آتا ہو تو اس صورت میں اگر پوری روئی یا کپڑا تر ہو جائے تب بھی اس عورت کا وضو نہ جائے گا۔

۲۱۔ اگر کوئی مرد یا عورت اپنے مشترک حصہ میں روئی یا کپڑا وغیرہ رکھ لیں اور اس روئی یا کپڑے کا وہ حصہ جو اندر رہے نجاست سے تر ہو جائے مگر وہ حصہ جو باہر ہے تر نہ ہو یا وہ بھی تر ہو جائے اور وہ روئی وغیرہ مشترک حصہ میں ایسی چھپ گئی ہو کہ باہر سے نظر نہ آتی ہو تو ان سب صورتوں میں وضو نہ جائے گا۔

۲۲۔ اگر کوئی شخص کسی مردہ جانور کے ساتھ برا کام کرے تو اس کا وضو نہ جائے گا جب تک کہ مذی یا منی نہ نکلے۔

۲۳۔ اگر نابالغ کے ساتھ یہ فعل کیا جائے تب بھی بغیر منی یا مذی کے نکلے ہوئے وضو نہ جائے گا بشرطیکہ وہ نابالغ ایسا نابالغ ہو کہ اس کے ساتھ کرنے میں مشترک حصہ اور خاص حصہ کے مل جانے کا خوف ہو۔

۲۴۔ منی اپنے مقام سے نکلی مگر اس نے اپنے خاص حصہ کو اس زور سے دبا لیا کہ منی باہر بالکل نہ نکلی تو وضو نہ جائے گا۔

۲۵۔ اگر دو شخص اپنے حصوں کو ملا دیں مگر درمیان میں مثل موٹے کپڑے وغیرہ کے کوئی ایسی چیز حائل ہو جو ایک دوسرے کے جسم کی حرارت نہ محسوس ہونے دے تو وضو نہ جائے گا خواہ دونوں مرد ہوں یا دونوں عورت یا ایک عورت اور دوسرا مرد بالغ ہوں یا نابالغ

۲۶۔ آنکھ کے اندر اگر خون یا پیپ بہے اور آنکھ سے باہر نہ آئے تو وضو نہ جائے گا

۲۷۔ زخم سے خون وغیرہ نکل کر زخم ہی میں رہے اور زخم ایسا ہو جس کا دھونا نقصان کرے تو وضو نہ جائے گا۔

۲۸۔ ہمیشہ شراب پینے والے کے بدن سے پسینہ نکلے تو اس سے وضو نہ جائے گا

۲۹۔ زخم سے اگر کیڑا یا گوشت کا ٹکڑا گر پڑے یا ہوا نکلے وضو نہ جائے گا۔

عہ اس لئے کہ آنکھ جسم کا ایسا حصہ ہے جس کے پاک کرنے کا نہ وضو میں حکم ہے نہ غسل میں۔ ۱۲

عہ ایسی حالت میں بعض فقہاء لکھتے ہیں کہ وضو جاتا رہتا ہے مگر صحیح یہ ہے کہ نہیں جاتا۔ ۱۲

Marfat.com

۳۰۔ تھوک یا بلغم اگر کسی ایسی شے کے ساتھ مثل کھانے یا پت یا ایسی شے کے ساتھ جو تے میں نکلے دراٰنحالیکہ پاک ہو تو اس صورت میں اگر تھوک اور بلغم زیادہ ہو اور وہ چیز کم اور اس قدر ہو جس سے منہ نہ بھر سکے تو وضو نہ جائے گا اور تھوک اور بلغم اور وہ چیز برابر ہو مگر دونوں میں کوئی اس قدر نہ ہو جس سے منہ نہ بھر سکے تب بھی وضو نہ جائے گا۔

۳۱۔ اگر کوئی چیز تے میں نکلے جیسے کیڑا وغیرہ تب بھی وضو نہ جائے گا۔

۳۲۔ اعضائے وضو پر اگر زخم ہو اور وضو کے بعد اس زخم کے اوپر کی کھال جدا کر دی جائے تو اس سے وضو نہ جائے گا نہ اس مقام کے دوبارہ دھونے کی ضرورت ہوگی خواہ جلد کے جدا کرنے سے تکلیف ہو یا نہ ہو۔

۳۳۔ وضو کرنے کے بعد اگر سر یا ڈاڑھی کے بال یا بھنویں منڈوا دی جائیں تو اس سے وضو یا سر کا مسح باطل نہ ہوگا یعنی اس کے بعد دوبارہ وضو یا سر کے مسح یا اس مقام کے دھونے کی جہاں کے بال منڈوائے گئے ہیں حاجت نہیں۔

۳۴۔ بڑھے ہوئے ناخون اگر وضو کے بعد کٹوا دیئے جائیں تو وضو نہ جائے گا اور نہ اس مقام کے دوبارہ دھونے کی ضرورت ہوگی جو ناخون کٹ جانے سے کھل گیا ہے

۳۵۔ پاک چیز کے جسم سے نکلنے سے وضو نہیں جاتا جیسے آنکھوں سے آنسو یا جسم سے پسینہ۔

۳۶۔ تھوک یا بلغم اگر منہ سے نکلے تو وضو نہ جائیگا خواہ کتنا ہی کیوں نہ ہو یعنی منہ بھر بھی ہو تو وضو نہیں جاتا۔

۳۷۔ کوئی گناہ کرنے سے یا کافر ہو جانے سے (نعوذ باللہ منہ) وضو نہیں جاتا۔

۳۸۔ اونٹ[ف] کا گوشت یا اور کوئی پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو نہیں جاتا۔

مثال۔ کسی نے وضو کیا اس کے بعد اپنے کسی بھائی کی غیبت کی یا جھوٹ بولا یا کافر ہو گیا (معاذ اللہ منہ) تو اس کا وضو نہ جائے گا یعنی وہ غیبت کرنے والا اور جھوٹ بولنے والا اور وہ کافر بعد مسلمان ہونے کے اسی وضو سے بشرطیکہ اور کسی وجہ سے نہ ٹوٹا ہو نماز پڑھ سکتا ہے

موزوں کا مسح:- ہم وضو کے چوتھے فرض میں لکھ چکے ہیں کہ وضو کا چوتھا فرض دونوں پیروں کا ٹخنوں تک ایک مرتبہ دھونا بشرطیکہ موزے پہنے ہوئے نہ ہو۔ اور اگر موزے پہنے ہو تو اس کا حکم وہاں نہیں بیان کیا گیا لہذا اب ہم اس کا حکم لکھتے ہیں۔

ف امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو چلا جاتا ہے۔ ۱۲

Marfat.com

اگر کوئی شخص پیروں میں موزے پہنے ہو تو اس پیروں کا دھونا فرض نہیں بلکہ بجائے پیروں کے دھونے کے صرف ایک مرتبہ دونوں موزوں کا مسح کافی ہے درصورتیکہ مسح کے سب شرائط موجود پائی جائیں جن کی تفصیل آگے معلوم ہوگی۔

وضو کے وقت پیروں سے موزوں کا اُتار کر پیروں کا دھونا اور پھر موزوں کا پہننا مشقت سے خالی نہ تھا خصوصًا عجلت کے اوقات میں اور اس ملک کے لوگوں کو جہاں موزے پہننے کا عمومًا دستور ہے جیسے عرب ترکستان اور اکثر بلادِ عجم میں اس لئے منعم حقیقی نے محض اپنے لطف و کرم سے اس مشقت کو معاف فرمادیا اور بجائے اس کے صرف ایک ایک مرتبہ دونوں موزوں کے مسح کو قائم فرمایا اور اپنی حکمت بالغہ سے اس کے لئے چند شرطیں مقرر فرمائے جو یہاں بیان کئے جاتے ہیں۔ موزوں کا مسح اسی اُمت کے ساتھ خاص ہے۔ اگلی اُمتیں اس انعام میں شریک نہیں۔

مسح کی شرطیں:- ۱۔ جن موزوں پر مسح کیا جائے وہ ایسے ہونا چاہئیں کہ پہننے سے پیر کے اس حصہ کو چھپالیں جس کا دھونا وضو میں فرض ہے ہاں اگر ہاتھ کی چھوٹی انگلی کی برابر تین انگلیوں سے کم کھلا رہ جائے تو کچھ مضائقہ نہیں۔

۲۔ موزے کا اس قدر پھٹا ہوا نہ ہونا جو مسح کو مانع ہو اگر اس سے کم پھٹا ہو تو حرج نہیں۔

۳۔ موزوں کا پیر کی جلد سے متصل ہونا اس قدر بڑے نہ ہوں کہ کچھ حصہ ان کا پیر سے خالی رہ جائے اور اگر بڑے ہوں تو موزوں کے اسی حصہ میں مسح کیا جائے جس میں پیر ہے۔

۴۔ موزوں میں ان چار صفتوں کا ہونا (۱) ایسے دبیز ہوں کہ بغیر کسی چیز سے باندھے ہوئے پیروں پر کھڑے رہیں (۲) ایسے گندھے ہوں کہ ان کو پہن کر تین میل یا اس سے زیادہ چل سکیں (۳) ایسے موٹے کہ ان کے نیچے کی جلد نظر نہ آئے (۴) پانی کو جذب نہ کرتے ہوں یعنی اگر ان پر پانی ڈالا جائے تو ان کے نیچے کی سطح تک نہ پہنچے۔

۵۔ قبل حدث موزوں کا طہارت کاملہ کی حالت میں پہنا ہوا ہونا اگرچہ پہننے کے وقت طہارت کاملہ نہ ہو۔

مثال۔ کسی نے وضو کرتے وقت پہلے دونوں پیر دھوکر موزے پہن لئے اس کے بعد باقی اعضاء کو دھویا یا ایک پیر دھوکر موزہ پہن لیا اس کے بعد دوسرا پیر دھوکر دوسرا موزہ پہنا تو پہلی صورت میں

عہ اس کا بیان وہاں کیا جائے گا جہاں کے باطل ہو جانے کی صورتیں لکھی جائیں گی۔ ۱۲۔

عہ فقہا نے یہ بھی شرط لکھی ہے کہ موزے کپڑے کے نہ ہوں مگر صحیح یہ ہے کہ جن میں یہ چار وصف ہوں ان پر مسح درست ہے۔

Marfat.com

دونوں موزوں کے وقت طہارت کاملہ نہ تھی اور دوسری صورت میں پہلا موزہ پہننے کے وقت طہارت کاملہ نہ تھی مگر چونکہ بعد پہننے کے طہارت کامل ہوگئی لہٰذا اب ان پر مسح ہو سکتا ہے۔

وہ چیزیں جن پر مسح درست ہے:

۱۔ پیر کے موزے اور پاتابوں پر مسح درست ہے بشرطیکہ ان میں مسح کے شرائط پائے جائیں خواہ وہ چمڑے کے ہوں یا کپڑے کے یا اور کسی چیز کے۔

۲۔ بوٹ پر مسح جائز ہے بشرطیکہ پورے پیر کو معہ ٹخنے کے چھپالے اور اس کا چاک تسموں سے اس طرح بندھا ہو کہ پیر کی اس قدر جلد نظر نہ آئے کہ جو مسح کو مانع ہو۔

۳۔ موزوں کے اوپر اگر موزے پہنے جائیں تو ان اوپر والے موزوں پر مسح درست ہے بشرطیکہ ان میں مسح کے شرائط پائے جاتے ہوں خواہ نیچے کے موزوں میں شرائط پائے جائیں یا نہیں اور یہ اوپر والے موزے قبل حدث کے اور قبل اس کے کہ پہلے موزوں پر مسح کیا جائے پہنے گئے ہوں۔

۴۔ اگر ایسے موزوں پر جن میں مسح کے شرائط پائے جاتے ہیں ایسے موزے پہنے جائیں جن میں شرائط نہیں پائے جاتے تو ان پر بھی مسح جائز ہے بشرطیکہ ایسے رقیق ہوں کہ مسح کی تری ان سے تجاوز کر کے نیچے کے موزوں تک پہنچ جائے جن میں مسح کے شرائط پائے جاتے ہیں یہ سمجھا جائے گا کہ درحقیقت مسح انھیں پر ہوا۔

۵۔ اگر موزے ایسے چھوٹے ہوں کہ جن سے ٹخنے نہ چھپ سکیں اور کوئی ٹکڑا چمڑے وغیرہ کا ان کے ساتھ سی کر پورے کر دئے جائیں تو ان پر مسح جائز ہے۔

۶۔ زخم کی پٹی پر مسح درست ہے انھیں تین صورتوں میں جن کا بیان معذور کے وضو میں ہو چکا مگر موزوں کے مسح میں اور پٹی کے مسح میں یہ فرق ہے کہ موزوں پر صرف بقدر تین انگلیوں کے مسح کیا جاتا ہے اور پٹی کا مسح پٹی کی پوری سطح پر ہوتا ہے یا اس کے اکثر حصہ پر۔

وہ چیزیں جن پر مسح درست نہیں:

۱۔ وہ موزے جن میں مسح کے شرائط نہ پائے جاتے ہوں مثلاً موزے اس قدر چھوٹے ہوں کہ پیر کی پوری اس جلد کو نہ چھپائیں جس کا دھونا وضو میں فرض ہے بلکہ تین انگلیوں کی برابر پیر کی جلد ان سے ظاہر ہوتی ہو یا اس قدر پھٹے ہوں کہ جو مسح کو مانع ہے یا ان چار وصفوں سے کوئی وصف ان میں نہ پایا جاتا ہو یا طہارت کاملہ کی حالت میں پہنے ہوئے نہ ہوں۔

مثال۔ کسی نے تیمم کی حالت میں موزے پہنے ہوں تو جب وہ وضو کرے تو ان موزوں پر مسح نہیں کر سکتا

Marfat.com

اس لئے کہ تیمم طہارت کاملہ نہیں خواہ وہ تیمم صرف غسل کا ہو یا وضو،غسل دونوں کا۔ ہمارے زمانہ میں جو پاتتابے اُونی اور سُوتی رائج ہیں ان پر مسح جائز نہیں اسی لئے کہ ان میں مسح کی شرطیں نہیں پائی جاتیں صرف ان کو پہن کر تین میل نہیں چل سکتے اور پانی کو جذب کر لیتے ہیں شیشہ اور لکڑی اور ہاتھی دانت وغیرہ کے موزوں پر بھی مسح جائز نہیں اس لئے کہ ان کو پہن کر بالکل نہیں چل سکتے۔

۲۔ اگر موزوں پر موزے پہنے جائیں اور پہلے موزوں کا مسح ہو چکا ہو تو ان اوپر والے موزوں پر مسح جائز نہیں اور اسی طرح اگر یہ دوسرے موزے حدث کے بعد پہنے گئے ہوں تب بھی ان پر مسح درست نہیں۔

۳۔ جن موزوں میں شرائط پائے جاتے ہیں ان پر اگر ایسے موزے پہنے جائیں جن میں شرائط نہیں پائے جاتے اور نہ ایسے رقیق ہوں جن سے مسح کی تری تجاوز کر کے نیچے کے موزوں تک پہنچ جائے تو ان اوپر والے موزوں پر مسح جائز نہیں۔

۴۔ مدت گزر جانے کے بعد بغیر پیر دھوئے ہوئے موزوں پر مسح جائز نہیں۔

۵۔ بجائے ہاتھوں کے دھونے کے دستانوں پر مسح جائز نہیں۔

۶۔ بجائے سر کے مسح کے عمامہ پر مسح جائز نہیں۔

۷۔ اگر موزے پر موزے پہنے جائیں اور اوپر والے موزوں میں مسح کے شرائط پائے جاتے ہوں تو ہاتھ ڈال کر نیچے والے موزوں پر مسح درست نہیں خواہ ان میں مسح کے شرائط پائے جاتے ہوں یا نہ پائے جاتے ہوں۔

۸۔ اگر کپڑے کے موزوں پر جن میں شرائط مسح کے نہ پائے جاتے ہوں چمڑا چڑھا دیا جائے مگر صرف اسی سطح پر جو چلنے کی حالت میں زمین پر رہتی ہے تب بھی ان پر مسح جائز نہیں۔

جن کو مسح درست ہے اور جن کو درست نہیں،

۱۔ وضو کرنے والے کو مسح درست ہے خواہ مرد ہو یا عورت مقیم ہو یا مسافر بشرطیکہ مسح کی سب شرطیں پائی جائیں۔

۲۔ غسل کرنے والے کو مسح جائز نہیں خواہ غسل فرض ہو یا سنت۔ غسل میں مسح کرنے کی یہ صورت ہے کہ پیروں کو کسی اونچے مقام پر رکھ کر خود بیٹھ جائے اور سوا پیروں کے باقی جسم کو دھوئے اسکے بعد

Marfat.com

پیروں پر مسح کرے۔ (درمختار وغیرہ)

تیمم کرنے والے کو مسح جائز نہیں۔

مقیم کو حدث کے بعد سے ایک دن رات تک موزوں پر مسح کی اجازت ہے اور مسافر کو حدث کے بعد کے تین دن اور تین رات تک بشرطیکہ کوئی عذر نہ ہو۔

اگر ظہر کے وقت پیر دھو کر موزے پہنے جائیں اور عشا تک حدث نہ ہو بعد عشا کے حدث ہو تو عشا کے وقت سے اس کو ایک رات اور ایک دن تک مسح کی اجازت ہوگی اگر مقیم ہے اور تین رات تین دن تک اگر مسافر ہے پہننے کے وقت کا اعتبار نہیں۔ اگر کوئی مقیم موزے پہننے کے بعد ایک دن رات سے پہلے سفر کرے تو اس کو مسافر کی مدت پوری کرنے کی اجازت ہوگی۔

مثال۔ کسی مقیم نے مغرب کے وقت موزہ پہنا اور اسی شب کی صبح کو اس نے سفر کیا تو اس کو تین دن اور دو رات مسح کرنے کی اجازت ہوگی۔ اگر کوئی مسافر تین دن تین رات سے پہلے قیام کرے تو اس کو مقیم ہی کی مدت تک مسح کی اجازت ہوگی

مثال۔ کسی مسافر نے فجر کے وقت موزہ پہنا اور اسی دن غروب آفتاب کے وقت اپنے گھر پہنچ گیا تو اس کو صرف ایک رات اور مسح کی اجازت ہوگی۔

مسح کے احکام:۔

۱۔ اگر کسی کے پاس وضو کے لئے صرف اسی قدر پانی ہو کہ اس سے پیر کے سوا اور سب اعضاء دھل سکتے ہیں تو اس کو موزوں کا مسح واجب ہے

۲۔ اگر کسی کو خوف ہو کہ پیر دھونے سے وقت جاتا رہے گا تو اس پر مسح واجب ہے اسی طرح اگر کسی کو خوف ہو کہ پیر دھونے سے عرفات میں نہ ٹھیر سکے گا تو اس پر بھی مسح واجب ہے کسی موقع پر مسح نہ کرنے سے رافضی یا خارجی ہونے کا لوگوں کو گمان ہو وہاں بھی مسح کرنا واجب ہے یہ کہ جہاں کہیں مسح نہ کرنے سے کوئی واجب ترک ہوتا ہو تو وہاں مسح کرنا واجب ہے۔

۳۔ سوا ان مقامات کے جہاں مسح کرنا واجب ہے موزوں کو اتار کر پیروں کا دھونا بہ نسبت مسح کرنے کے بہتر ہے۔

۴۔ بے موزے اتارے ہوئے پیروں کا دھونا گناہ ہے۔

مسح کا مسنون و مستحب طریقہ

دونوں ہاتھوں کو غیر مستعمل پانی سے تر کر کے داہنے ہاتھ کی انگلیاں کشادہ کر کے داہنے موزے کے سرے پر (جو انگلیاں پر رہتا ہے) اور بائیں ہاتھ کی انگلیاں بائیں موزے کے سرے پر رکھ کر انگلیوں کو ٹخنوں تک کھینچ لیا جائے اس طرح کہ موزے پر پانی کے خطوط کھنچ جائیں۔ مسح موزے کے اس حصّہ کے ظاہری سطح پر ہونا چاہیئے جو پیر کی پشت پر رہتا ہے نہ اس حصّہ پر جو چلنے میں زمین پر رہتا ہے۔

مسح کے فرائض :- ۱۔ مسح کا موزے کی اس ظاہری سطح پر ہونا جو پیر کی پشت پر رہتی ہے۔

۲۔ موزوں کا انگلیوں کے مقام سے تسمہ باندھنے کی جگہ تک ہاتھ کی چھوٹی انگلی سے تین انگلیوں کے برابر تر ہو جانا خواہ ہاتھ سے تر کئے جائیں یا اور کسی چیز سے یا خود بخود تر ہو جائیں جیسے کوئی شخص گھاس میں چلے اور شبنم سے اس کے موزے تر ہو جائیں، یا مینہ کے ترشح سے اس کے موزوں کو اسقدر تری پہنچ جائے تو یہ مسح سمجھا جائیگا۔ اختیار ہے کہ دونوں موزوں کا مسح ایک ساتھ کیا جائے یا پہلے ایک کا پھر دوسرے کا یہ بھی اختیار ہے کہ چاہے جس موزے کا مسح پہلے کیا جائے تسمہ باندھنے کی جگہ وہ ہڈی ہے جو پیر کی پشت پر بیچ میں اٹھی معلوم ہوتی ہے۔

مسح کے سنن اور مستحبات :- ۱۔ ہاتھ سے مسح کرنا نہ کسی اور چیز سے

۲۔ مسح کرتے وقت ہاتھ کی انگلیوں کو کشادہ رکھنا۔

۳۔ انگلیوں کو موزوں پر رکھ کر اس طرح کھینچنا کہ موزوں پر خطوط کھنچ جائیں۔

۴۔ مسح پیر کی انگلیوں کی طرف سے شروع کرنا نہ پنڈلی کی طرف سے۔

۵۔ مسح پنڈلی کی جڑ تک کرنا اس سے کم نہیں۔

۶۔ ایک ہی ساتھ دونوں موزوں کا مسح کرنا۔

۷۔ داہنے ہاتھ سے داہنے موزے کا مسح کرنا اور بائیں ہاتھ سے بائیں موزے کا۔

۸۔ ہاتھ کی ہتھیلیوں کی جانب سے مسح کرنا نہ پشت کی جانب سے۔

مسح کے باطل ہو جانے کی صورتیں

۱۔ جن چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے ان سے مسح بھی باطل ہو جاتا ہے یعنی پھر دوبارہ مسح کرنے کی ضرورت

ہو گی۔ جیسے معذور کا وضو نماز کا وقت جانے سے ٹوٹ جاتا ہے ویسے ہی اس کا مسح بھی باطل ہو جاتا ہے مگر اس کو موزے اُتار کر پیروں کا دھونا واجب ہے ہاں اگر اس کا فرض وضو کرنے اور موزے پہننے کی حالت میں نہ پایا جائے تو وہ بھی مثل اور صحیح آدمیوں کے سمجھا جائے گا۔

۲۔ موزے کا پیر سے یا پیر کے اکثر حصہ سے اُتر جانا خواہ قصداً اُتارے یا بغیر قصد کے اُتر جائیں اس صورت میں موزوں کا اُتار کر پیروں کو دھونا چاہیئے۔

۳۔ موزے کا پھٹ جانا بشرطیکہ اگر ایڑی کے پاس پھٹا ہو تو اس قدر ہو کہ چلنے کی حالت میں اس سے ایڑی کا اکثر حصہ کھل جاتا ہو اور اگر انگلیوں کے پاس پھٹا ہو تو اس قدر ہو کہ چلنے کی حالت میں تین انگلیاں اس سے کھل جاتی ہوں اور اگر ان دونوں مقاموں کے سوا اور کہیں پھٹا ہو تو اس قدر پھٹا ہو کہ اس سے چلنے کی حالت میں پیر کی چھوٹی انگلی سے تین انگلیوں کی برابر پیر کی جلد کھل جاتی ہو اس صورت میں بھی موزے اُتار کر پیروں کو دھونا چاہیئے۔

اگر موزہ کئی جگہ پھٹا ہوا اور ہر جگہ تین انگلیوں سے کم پھٹا ہو مگر سب ملانے سے تین انگلیوں کی برابر ہو جائے تب بھی مسح باطل ہو جائے گا بشرطیکہ ایک ہی موزہ اس قدر پھٹا ہوا اور اگر دونوں موزے ملا کر اس قدر پھٹے ہوں تو اس کا اعتبار نہیں مسح باطل نہ ہو گا۔ اگر موزوں میں اس قدر باریک باریک سوراخ ہو جائیں جن میں موٹی سوئی نہ جا سکے تو ان کا اعتبار نہیں اگرچہ کتنے ہی ہوں۔

اگر موزے پھٹے ہوں مگر پیر کا حصہ بقدر تین انگلیوں کے نہ ظاہر ہو تو اس کا اعتبار نہیں مسح باطل نہ ہوگا اگرچہ وہ پھٹا ہوا تین انگلیوں سے زیادہ ہو۔

۴۔ پیر کے اکثر حصہ کا کسی طرح دُھل جانا اس صورت میں موزوں کو اُتار کر پیروں کو دھونا چاہیئے۔

۵۔ مسح کی مدت کا گزر جانا۔ اس صورت میں بھی موزوں کو اُتار کر پیروں کو دھونا چاہیئے۔ ہاں اگر کسی کو سردی کے زمانے میں سرد پانی سے پیروں کو دھونے میں نقصان کا خوف ہو اور گرم پانی کسی طرح نہ مل سکتا ہو تو اس کو موزوں کا اُتار کر پیروں کا دھونا معاف ہے بلکہ انھیں موزوں پر اس کو مسح کرنے کی اجازت ہے[۵] جب تک خوف زائل نہ ہو جائے مگر یہ مسح پٹی کے مسح کی طرح ہو گا یعنی پورے موزے پر یا اس کے اکثر حصہ پر نہ موزے کی طرح اس لئے کہ موزے مثل زخم کے پٹی ہیں۔

---

۵ اس مسئلہ میں بعض فقہا کی یہ رائے ہے کہ اس صورت میں ان موزوں پر مسح جائز نہیں بلکہ ایسے شخص کو معذور سمجھ کر تیمم کی اجازت دی جائیگی یہ رائے اگرچہ بظاہر قرین قیاس ہے مگر اکثر بلکہ تمام فقہا کے خلاف ہے۔ ۱۲

Marfat.com

ف جب ایک موزے کا مسح باطل ہو جائے گا تو دوسرے موزے کا مسح بھی باطل ہو جائے گا۔ اس لئے کہ ایک پیر کو مسح کرنا اور دوسرے کو دھونا جائز نہیں اگر مسح کیا جائے تو دونوں پیر اور دھوئے جائیں تو دونوں۔

مثال۔ کسی شخص کا ایک ہی موزہ بقدر تین انگلیوں کے پھٹا ہو دوسرا نہیں یا کسی کا ایک پیر دُھل جائے دوسرا نہیں

حدث اصغر کے احکام :- وضو ٹوٹنے سے جو شرعی حالت انسان کے جسم میں پیدا ہوتی ہے وہ حدث اصغر ہے۔

۱۔ حدث اصغر کی حالت میں نماز پڑھنا حرام ہے خواہ نفل ہو یا فرض پنجوقتی ہوں یا عیدین کی ہوں یا جنازہ کی۔

۲۔ سجدہ کرنا حرام ہے خواہ تلاوت کا ہو یا شکرانہ کا یا ویسے ہی کوئی شخص سجدہ کرے۔

۳۔ کعبہ مکرمہ کا طواف کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

۴۔ قرآن مجید اور ایسی چیز کا چھونا جو قرآن مجید کے ساتھ چسپاں ہو مثل دفتی اور چمڑے یا اس کپڑے کے جو جلد چڑھا کر سی دیا جاتا ہے مکروہ تحریمی ہے خواہ ان اعضا سے چھوئے جو وضو میں دھوئے جاتے ہیں۔

مثال۔ ہاتھ یا منہ کے یا ان اعضاء سے جو وضو میں نہیں دھوئے جاتے جیسے بازو سینہ وغیرہ یا ایسے کپڑے سے چھوئے جو اس کے جسم پر مثل آستین، دامن عمامہ، رومال، چادر وغیرہ کے۔ (عالمگیری، شامی وغیرہ)

۵۔ اگر کاغذ یا کسی اور چیز پر جیسے کپڑا جھلی وغیرہ قرآن مجید کی ایک آیت بھی لکھی ہو تو اس پورے کاغذ کا چھونا مکروہ تحریمی ہے خواہ اس مقام کو چھوئے جس میں وہ آیت لکھی ہوئی ہے یا اس مقام کو جو سادہ ہے۔

۶۔ کاغذ وغیرہ کے سوا کسی اور چیز پر قرآن مجید یا اس کی کوئی آیت لکھی ہوئی ہو تو اس کے صرف اسی مقام کو چھونا مکروہ ہے جس میں لکھا ہوا ہے سادے مقام کا چھونا مکروہ نہیں۔

مثال۔ کسی پتھر یا دیوار یا روپیہ پر کوئی آیت قرآن مجید کی لکھی ہو تو اس کے صرف اسی مقام کو چھونا مکروہ ہے جہاں لکھا ہے۔

۷۔ قرآن مجید کے سوا اور آسمانی کتابوں میں مثل توریت، انجیل، زبور وغیرہ کے صرف اسی مقام کو چھونا مکروہ ہے جہاں لکھا ہو سادے مقام کو چھونا مکروہ نہیں۔

۸۔ قرآن مجید اگر جزدان میں ہو یا ایسے کپڑے میں لپٹا ہو جو اس کے ساتھ چسپاں نہ ہو تو اس کا چھونا

ف معلوم ہوا کہ نماز اور سجدہ کے لئے وضو فرض ہے۔ ۱۲

Marfat.com

مکروہ نہیں۔

۹۔ اگر کسی ایسے کپڑے سے قرآن مجید کو چھوئے جو جسم پر نہ ہو یا کپڑے کے سوا کسی اور چیز سے مثل لکڑی وغیرہ کے چھوئے تو مکروہ نہیں۔

۱۰۔ حدث اصغر کی حالت میں قرآن مجید کا کسی کاغذ پر لکھنا مکروہ نہیں بشرطیکہ اس کاغذ کو نہ چھوئے نہ لکھے ہوئے کو نہ سادے کو اس لئے کہ کاغذ وغیرہ پر ایک آیت بھی لکھی ہو تو اس پورے کاغذ کا چھونا مکروہ ہے۔

۱۱۔ کاغذ وغیرہ کے سوا کسی اور چیز پر مثل پتھر وغیرہ کے قرآن مجید کا لکھنا مکروہ نہیں بشرطیکہ لکھے ہوئے کو نہ چھوئے خواہ سادے مقام کو چھوئے۔

۱۲۔ ایک آیت سے کم کا لکھنا مکروہ نہیں خواہ کسی چیز پر لکھے۔

۱۳۔ حدث اصغر کی حالت میں قرآن مجید کا پڑھنا پڑھانا خواہ دیکھ کر پڑھے پڑھائے یا زبانی درست ہے۔

۱۴۔ نابالغ بچوں کو حدث اصغر کی حالت میں بھی قرآن مجید کا دینا اور چھوانا مکروہ نہیں۔

۱۵۔ تفسیر کی کتابوں کا چھونا مکروہ ہے بشرطیکہ اس میں آیات قرآنیہ لکھی ہوں اور تفسیر ہوں اور تفسیر کے سوا دوسری دینی کتابوں کا چھونا مثل حدیث فقہ وغیرہ کے جائز ہے۔

۱۶۔ اگر قرآن مجید کا ترجمہ کسی اور زبان میں ہو تو صحیح یہ ہے کہ اس کا بھی وہی حکم ہے جو قرآن مجید کا ہے۔
(بحرالرائق، درمختار)

۱۷۔ قرآن مجید کی جو آیتیں منسوخ التلاوت ہیں ان کا وہ حکم ہے جو قرآن مجید کے سوا دوسری آسمانی کتابوں کا ہے وہ اگر کسی چیز پر لکھی ہوں تو اس کے صرف اسی مقام کا چھونا مکروہ ہے جہاں لکھا ہو سادے مقام کا چھونا مکروہ نہیں۔

وضو کے متفرق مسائل

۱۔ ہاتھ اگر ناپاک ہوں اور پانی میں بے ہاتھ ڈالے ہوئے وضو ممکن نہ ہو یعنی کوئی ایسا شخص نہ ہو جو ہاتھ دھلا دے یا پانی نکال دے اور نہ کوئی ایسا کپڑا ہو جس کو پانی میں ڈال کر ہاتھ دھوئے تو اس صورت میں وضو نہ کرنا چاہیئے۔

۲۔ وضو کے بعد اگر کسی عضو کی نسبت نہ دھونے کا شبہ ہو لیکن وہ عضو متعین نہ ہو تو ایسی صورت میں شک دفع کرنے کے لئے بائیں پیر کو دھوئے اسی طرح اگر وضو کے درمیان میں کسی عضو کی نسبت یہ شبہ ہو تو ایسی حالت میں اخیر عضو کو دھوئے مثلاً کہنیوں تک ہاتھ دھونے کے بعد یہ شبہ ہو تو منہ دھو ڈالے اور اگر پیر دھوتے وقت یہ شبہ ہو تو ہاتھ دھو ڈالے یہ اس وقت ہے کہ اگر کبھی کبھی شبہ ہوتا ہو اور اگر کسی کو اکثر اس قسم کا شبہ ہوتا ہو تو اس کو چاہیئے کہ اس شبہ کی طرف خیال نہ کرے اور اپنے وضو کو کامل سمجھے۔

۳۔ عورت کے بچے ہوئے پانی سے مرد کو وضو کرنا مکروہ ہے

۴۔ ناپاک جگہ وضو کرنا درست نہیں۔

۵۔ مسجد میں وضو کرنا درست نہیں ہاں اگر اس طرح وضو کرے کہ وضو کا پانی مسجد میں نہ گرنے پائے تو خیر۔

۶۔ دانت پر میل آجانے کے وقت، سو کر اٹھنے کے بعد، منہ میں بدبو آ جانے کے وقت، خانہ کعبہ میں داخل ہونے کے وقت، کسی مجلس اور مجمع میں جانے کے لئے، قرآن مجید پڑھنے کے لئے مسواک کرنا مستحب ہے۔ اسی طرح اگر کوئی ایک وضو سے دوسرے وقت کی نماز پڑھے تو اس کو بھی مسواک کرنا مستحب ہے۔ (شامی)

۷۔ وضو کے بعد وضو کے اعضا کا کسی کپڑے وغیرہ سے پونچھ ڈالنا جائز ہے مگر پونچھنے میں مبالغہ اچھا نہیں جس کپڑے سے وضو کا پانی پوچھا جائے اس کو صاف پاک ہونا چاہیئے جو کپڑا استنجا کے بعد استعمال کیا جائے اس سے وضو کا پانی نہ پوچھنا چاہیئے۔

۸۔ اگر کسی شخص کا پیر معہ ٹخنے کے کٹ گیا ہو اور دوسرے پیر میں موزہ پہنے ہو تو اس کو صرف ایک ہی موزے پر مسح جائز ہے۔

۹۔ جس شخص کو ایسا مرض ہو جس میں وضو کی توڑنے والی چیزیں برابر جاری رہتی ہوں اس کو مستحب ہے کہ نماز کے اخیر وقت مستحب تک انتظار کر کے وضو کرے شروع وقت میں نہ کرے اس خیال سے کہ شاید اخیر وقت تک اس کا وہ مرض دفع ہو جائے۔

۱۰۔ کافر کا وضو صحیح ہے اس لئے کہ وضو کے صحیح ہونے میں مسلمان ہونا شرط نہیں ہاں واجب ہونے کے لئے البتہ اسلام شرط ہے۔ اگر کوئی کافر حالت کفر میں وضو کرے اور اس کے بعد قبل اس کے کہ کوئی چیز وضو کے توڑنے والی پائی جائے اسلام لائے تو وہ اسی وضو سے نماز وغیرہ پڑھ سکتا ہے

Marfat.com

اگر کسی سر میں اس قدر درد ہو یا زخم وغیرہ ہوں کہ سر کا مسح نہ کر سکے تو اس کو سر کا مسح معاف ہے

غسل کا بیان

فقہا کی اصلاح میں غسل سر سے پیر تک جسم کی تمام اس سطح کے دھونے کو کہتے ہیں جس کا دھونا بغیر کسی قسم کی تکلیف کے ممکن ہو۔

غسل کے واجب ہونے کی شرطیں:

۱۔ مسلمان ہونا کافر پر غسل واجب نہیں۔
۲۔ بالغ ہونا، نابالغ پر غسل واجب نہیں۔
۳۔ عاقل ہونا، دیوانے اور مست اور بیہوش پر غسل واجب نہیں۔
۴۔ مطہر پانی کے استعمال پر قادر ہونا جس شخص کو قدرت نہ ہو اس پر غسل واجب نہیں۔
۵۔ نماز کا اس قدر وقت ملنا کہ جس میں غسل کر کے نماز پڑھنے کی گنجائش ہو۔ اگر کسی کو اتنا وقت نہ ملے تو اس پر اس وقت غسل واجب نہیں۔

مثال۔ کسی کو ایسے تنگ وقت میں نہانے کی ضرورت ہو کہ غسل کر کے نماز پڑھنے کی گنجائش نہ ہو یا کوئی عورت ایسے ہی تنگ وقت میں حیض یا نفاس سے پاک ہو۔

۶۔ حدث اکبر کا پایا جانا، جو حدث اکبر سے پاک ہو اس پر غسل واجب نہیں۔
۷۔ نماز کے وقت کا تنگ ہونا، شروع وقت میں غسل واجب نہیں۔

غسل کے صحیح ہونے کی شرطیں:

۱۔ تمام جسم کے ظاہری حصہ پر پانی کا پہنچ جانا بشرطیکہ کوئی عذر نہ ہو۔ اگر بغیر کسی عذر کے کوئی ظاہری حصہ جسم کا بال برابر بھی خشک رہ جائے گا تو غسل صحیح نہ ہوگا۔
۲۔ جسم پر ایسی چیز کا نہ ہونا جس کی وجہ سے جسم تک پانی نہ پہنچ سکے۔

مثال۔ جسم پر چربی یا خشک موم یا خمیر وغیرہ لگا ہوا ہو یا انگلیوں میں تنگ انگوٹھی چھلّے وغیرہ ہوں یا کانوں میں تنگ بالیاں ہوں کہ سوراخ میں پانی نہ پہنچ سکے۔

۳۔ جن چیزوں سے حدث اکبر ہوتا ہے ان چیزوں کا حالت غسل میں نہ ہونا، کوئی عورت حیض یا نفاس کی حالت میں غسل کرے یا کوئی مرد منی گرنے کی حالت میں غسل کرے تو صحیح نہ ہوگا۔

Marfat.com

غسل کے فرض ہونے کی صورت

حدث اکبر سے پاک ہونے کے لئے غسل فرض ہے اور حدث اکبر کے پیدا ہونے کے چار سبب ہیں

پہلا سبب:- خروج منی یعنی منی کا اپنی جگہ[1] سے بشہوت جدا ہو کر جسم سے باہر نکلنا سوتے[2] میں یا جاگتے میں، بیہوشی میں یا ہوش میں، جماع سے یا بغیر جماع[3] کے کسی خیال و تصور سے یا خاص حصہ کو ہاتھ سے حرکت دینے سے یا لواطت[4] سے یا کسی مردہ یا جانور سے خواہش پوری کرنے سے۔

اگر منی اپنی جگہ سے بشہوت جدا ہوئی مگر خاص حصہ سے باہر نکلتے وقت شہوت نہ تھی تب بھی غسل فرض ہو جائے گا[5]۔

مثال۔ منی اپنی جگہ سے بشہوت جدا ہوئی مگر اس نے اپنے خاص حصہ کے سوراخ کو ہاتھ سے بند کر لیا۔ روئی وغیرہ رکھ لی تھوڑی دیر کے بعد جب شہوت جاتی رہی تو اس نے خاص حصہ کے سوراخ سے ہاتھ یا روئی ہٹالی اور منی بغیر شہوت خارج ہو گئی۔

اگر کسی کے خاص حصہ سے کچھ منی نکلی اور کچھ اندر باقی رہ گئی اور اس نے غسل کر لیا بعد غسل کے وہ منی جو باقی رہ گئی تھی بغیر شہوت کے نکلی تو اس صورت میں پہلا غسل باطل ہو جائے گا دوبارہ پھر غسل فرض ہے بشرطیکہ یہ باقی منی قبل سونے کے اور قبل پیشاب کرنے کے اور قبل چالیس قدم یا اس سے زیادہ چلنے کے نکلے۔

اگر کسی کے خاص حصہ سے بعد پیشاب کے منی نکلے تو اس پر بھی غسل فرض ہو گا بشرطیکہ شہوت کے ساتھ ہو۔ اگر کسی مرد یا عورت کو اپنے جسم یا کپڑے پر سو اٹھنے کے بعد تری معلوم ہو تو اس میں چودہ صورتیں

---

[1] مرد کے جسم میں منی کی جگہ پیٹھ ہے اور عورت کے جسم میں سینہ کی ہڈیاں۔ ۱۲ (در مختار وغیرہ)

[2] سونے کی حالت میں عورتوں کی منی گرتی ہے احادیث سے ثابت ہے۔ ۱۲۔ م۔ ن

[3] جاگتے میں بغیر جماع کے منی نکلنے کی صورتیں مردوں کے ساتھ خاص ہیں عورتوں کی منی بیداری میں بغیر جماع کے نہیں ۱۲

[4] لواطت کسی کے مشترک حصہ میں اپنے خاص حصہ کے داخل کرنے کو کہتے ہیں خواہ وہ مشترک حصہ مرد کا ہو یا عورت کا۔ ۱۲

[5] یہ مذہب امام صاحبؒ اور امام محمدؒ کا ہے اور قاضی ابو یوسفؒ کے نزدیک حصہ سے باہر نکلنے وقت بھی شہوت شرط ہے لہٰذا ان کے نزدیک اس صورت میں غسل فرض نہ ہو گا۔ ۱۲

Marfat.com

ہیں منجملہ ان کے سات صورتوں میں غسل فرض ہے

۱۔ یقین ہو جائے کہ یہ منی ہے اور احتلام یاد ہو۔
۲۔ یقین ہو جائے کہ یہ منی ہے اور احتلام یاد نہ ہو۔
۳۔ یقین ہو جائے کہ یہ مذی ہے اور احتلام یاد ہو۔
۴۔ شک ہو کہ یہ منی ہے یا مذی ہے اور احتلام یاد ہو
۵۔ شک ہو کہ یہ منی ہے یا ودی ہے اور احتلام یاد ہو
۶۔ شک ہو کہ یہ مذی ہے یا ودی ہے اور احتلام یاد ہو
۷۔ شک ہو کہ منی ہے یا مذی ہے یا ودی ہے اور احتلام یاد ہو۔

اگر کسی شخص کا ختنہ نہ ہوا ہو اور اس کی منی خاص حصہ کے سوراخ سے باہر نکل کر اس کھال کے اندر رہ جائے جو ختنہ میں کاٹ دی جاتی ہے تو اس پر غسل فرض ہو جائے گا اگرچہ وہ منی اس کھال سے باہر نہ نکلی ہو۔ (بحر الرائق وغیرہ)

دوسرا سبب:۔ ایلاج یعنی کسی باشہوت مرد کے خاص حصہ کے سر کا کسی زندہ عورت کے خاص حصہ میں یا کسی دوسرے زندہ آدمی کے مشترک حصہ میں داخل ہونا خواہ وہ مرد ہو یا عورت یا خنثٰی منی گرے یا نہ گرے اس صورت میں اگر دونوں میں غسل کے صحیح ہونے کی شرطیں پائی جاتی ہیں تو دونوں پر ورنہ جس میں پائی جاتی ہیں اس پر غسل فرض ہو جائے گا۔ اگر عورت کنواری ہو تو اس میں یہ بھی شرط ہے کہ اس کی بکارت دور ہو جائے۔ (درمختار وغیرہ)

اگر عورت کم سن ہو مگر ایسی کم سن نہ ہو کہ اس کے ساتھ جماع کرنے سے اس کے خاص حصہ اور مشترک حصہ مل جانے کا خوف ہو تو اس کے خاص حصہ میں مرد کے خاص حصہ کا سر داخل ہونے سے مرد پر غسل فرض ہو جائے گا اگر اس میں غسل کے صحیح ہونے کی شرطیں پائی جاتی ہوں۔

جس مرد کے خصیے کٹ گئے ہوں اس کے خاص حصہ کا سر اگر کسی کے مشترک حصہ یا عورت کے خاص حصہ میں داخل ہو تب بھی غسل فرض ہو جائے گا دونوں پر ورنہ جس میں غسل کے صحیح ہونے کی شرطیں پائی جاتی ہوں اسی پر۔ (قاضی خاں)

اگر کسی مرد کے خاص حصہ کا سر کٹ گیا ہو تو اس کے جسم سے اسی مقدار کا اعتبار کیا جائے گا۔
(بحر الرائق و درمختار وغیرہ)

اگر کوئی مرد اپنے خاص حصہ کو کپڑے وغیرہ سے لپیٹ کر داخل کرے تو اگر جسم کی حرارت محسوس

Marfat.com

ہو تو غسل فرض ہو جائے گا ۔ (بحرالرائق وغیرہ)

اگر کوئی عورت شہوت کے غلبہ میں اپنے خاص حصہ میں کسی بے شہوت مرد یا جانور کے خاص حصہ کو یا کسی لکڑی وغیرہ کو یا اپنی انگلی کو داخل کرے تب بھی اس پر غسل فرض ہو جائے گا منی گرے یا نہ گرے (شامی حاشیہ درمختار و حاشیہ بحرالرائق)

تیسرا سبب: حیض یعنی کسی عورت کے خاص حصہ سے حیض کے خون کا باہر آنا کم سے کم مدت حیض کی تین دن تین رات ہے اور زیادہ سے زیادہ دس دن رات اور کم سے کم دو حیضوں کے درمیان میں عورت پندرہ دن پاک رہتی ہے یعنی ایک حیض کے بعد کم سے کم پندرہ دن تک دوسرا حیض نہ آتا ہو اور زیادہ کی کوئی حد نہیں ممکن ہے کہ کسی عورت کو تمام عمر حیض نہ آئے

حیض کی مدت میں سوا خالص سپیدی کے اور جس رنگ کا خون آئے حیض سمجھا جائے گا۔ جس عورت کے حیض کی عادت مقرر ہو گئی ہو اس کو اگر عادت سے زیادہ خون آئے مگر دس دن سے زیادہ نہ ہو تو وہ خون حیض سمجھا جائے گا۔

مثال۔ کسی عورت کو پانچ دن حیض آیا کرتا ہے اس کو اگر نو دن یا دس دن خون آئے تو یہ سب حیض سمجھا جائیگا اگر کسی عورت کو تین دن رات یا زیادہ یا اگر عادت مقرر ہو گئی ہو تو عادت کے موافق خون آکر بند ہو جائے اور پندرہ دن یا اس سے زیادہ بند رہے اور اس کے بعد پھر خون آئے تو یہ دونوں خون علیحدہ علیحدہ دو حیض سمجھے جائیں گے۔

اگر کسی عورت کو دس دن سے کم حیض ہو کر بند ہو جائے اور پندرہ دن سے کم بند رہے اس کے بعد پھر خون آئے تو خون آنے کے وقت سے دس دن تک، اس کے حیض کا زمانہ سمجھا جائے گا اگر عادت مقرر نہ ہو ورنہ خون آنے کے دن سے بقدر عادت کے حیض سمجھا جائے گا۔

مثال۔ جس عورت کی عادت مقرر نہیں اس کو ایک دن خون آیا اس کے بعد چودہ دن تک بند رہا اس کے بعد پھر خون آیا تو ایک دن وہ جس میں خون آیا اور نو دن میں خون نہیں آیا یہ جملہ دس دن حیض سمجھے جائیں گے۔

جس عورت کی عادت سات دن حیض کی ہو اس کو ایک دن خون آیا اور چودہ دن بند رہا تو ایک دن وہ جس میں خون آیا اور چھ دن وہ جس میں خون نہیں آیا جملہ سات دن اس کے حیض سمجھے جائیں گے۔

چوتھا سبب: نفاس یعنی عورت کے خاص حصہ یا مشترک حصہ سے نفاس کے خون کا باہر نکلنا نفاس کا حکم اس وقت کے خون سے دیا جائے گا جو نصف سے زیادہ حصہ بچہ

Marfat.com

کے باہر آنے کے بعد اس سے پہلے جو خون نکلے وہ نفاس نہیں۔ (البحر الرائق وغیرہ)

زیادہ سے زیادہ مدت نفاس کی چالیس دن رات ہے اور کم مدت کی کوئی حد نہیں۔ ممکن ہے کہ کسی عورت کو بالکل نفاس نہ آئے

کم سے کم نفاس اور حیض کے درمیان میں عورت پندرہ دن طاہر رہتی ہے

نفاس کی مدت میں سوا خالص سپیدی کے اور جس رنگ کا خون آئے وہ نفاس سمجھا جائے گا جس عورت کی عادت مقرر ہو اس کو اگر عادت سے زیادہ خون آئے مگر چالیس دن سے زیادہ نہ ہو تو وہ سب نفاس سمجھا جائے گا۔

مثال۔ کسی عورت کو بیس دن نفاس کی عادت ہو اس کو انتالیس یا پورے چالیس دن خون آئے تو یہ سب خون نفاس سمجھا جائیگا۔ اگر کسی عورت کو چالیس دن سے کم نفاس ہو کر بند ہو جائے گا اور پھر چالیس دن کے اندر ہی دوسرا خون آئے اور وہ خون چالیس دن کی حد سے آگے نہ بڑھے تو یہ سب زمانہ یعنی جس میں پہلا خون آیا اور جس میں بند رہا اور جس میں دوسرا خون آیا نفاس سمجھا جائے گا۔ اور اگر دوسرا خون چالیس دن کی حد سے آگے بڑھ جائے تو پہلے خون سے چالیس دن تک اگر عادت مقرر نہ ہو اور اگر عادت مقرر ہو تو بقدر عادت کے نفاس سمجھا جائے گا۔

مثال۔ ۱۔ کسی عورت کو عادت والی ہو یا بے عادت پندرہ دن نفاس ہو کر بیس دن بند رہا اور پانچ دن پھر خون آیا تو یہ سب زمانہ جس کا مجموعہ چالیس دن ہوتا ہے نفاس سمجھا جائے گا۔ ۲۔ جس عورت کی عادت بیس دن نفاس کی ہو اس کو پندرہ دن خون آکر پندرہ دن بند رہے۔ اور پھر گیارہ دن خون آئے تو پندرہ دن وہ جن میں پہلا خون آیا ہے اور وہ پانچ دن جن میں خون بند رہا جملہ بیس دن، اس کا نفاس ہوگا اس لئے کہ دوسرا خون چالیس دن کی حد سے آگے بڑھ گیا۔ اگر کسی عورت کے دو بچے پیدا ہوں اور دونوں کی ولادت میں چھ مہینے سے کم فصل ہو تو اس کا نفاس پہلے بچہ کے بعد سے ہو گا پس اگر دوسرا بچہ چالیس دن کے اندر پیدا ہو تو خون اس کے بعد آئے وہ بھی نفاس ہے بشرطیکہ اتنے دن آئے کہ پہلے خون سے ملکر چالیس دن یا اس سے کم ہو زیادہ نہ ہو اور اگر اتنے دن ہو کہ پہلے خون سے مل کر چالیس دن سے زیادہ ہو جائے تو اگر اس کی عادت مقرر نہ ہو تو چالیس دن تک ورنہ جس قدر عادت ہے اُس قدر نفاس سمجھا جائے۔ اگر کسی عورت کے دو بچہ پیدا ہوں اور دونوں کی ولادت میں چھ مہینہ یا اس سے زیادہ کا فصل ہو اور دونوں بچوں کے بعد خون آئے تو وہ دونوں خون علیحدہ علیحدہ دو نفاس سمجھے جائیں گے۔

Marfat.com

اگر کسی عورت کے پیٹ میں زخم وغیرہ کی وجہ سے سوراخ ہوگیا ہو اور لڑکا اس سوراخ سے پیدا ہو تو اگر خون اس کے خاص حصّہ یا مشترک حصہ سے باہر آئے تو وہ نفاس سمجھا جائے گا۔ (بحرالرائق وغیرہ)

استحاضہ کی صورتیں:۔ ۱۔ نو برس سے کم عمر والی عورت کو جو خون آئے وہ استحاضہ ہے حیض نہیں خواہ تین دن رات آئے یا اس سے کم۔

۲۔ پچپن سال یا اس سے زیادہ عمر والی عورت کو جو خون آئے وہ حیض نہیں بشرطیکہ خالص سرخ یا یا سرخ مائل بہ سیاہی نہ ہو۔

۳۔ حاملہ عورت کو خون آئے وہ استحاضہ ہے حیض نہیں۔

۴۔ تین دن رات سے کم جو خون آئے وہ استحاضہ ہے حیض نہیں۔

۵۔ دس دن رات سے زیادہ جو خون آئے وہ استحاضہ ہے حیض نہیں۔

۶۔ عادت والی کو اس کی عادت سے زیادہ خون آئے وہ استحاضہ ہے حیض نہیں بشرطیکہ دس دن رات سے بڑھ جائے۔

مثال۔ کسی عورت کو پانچ دن حیض آنے کی عادت ہو اس کو گیارہ دن خون آئے تو جس قدر اس کی عادت سے بڑھ گیا ہے یعنی چھ دن استحاضہ میں شمار ہوں گے۔

۷۔ اگر کسی عورت کو دس دن حیض ہو کر بند ہو جائے اور پندرہ دن سے کم بند رہے اس کے بعد پھر خون آئے تو یہ دوسرا خون استحاضہ ہے حیض نہیں اس لئے کہ دو حیضوں کے درمیان میں کم سے کم پندرہ دن کا فصل ہوتا ہے۔

۸۔ بچّہ کے نصف سے زیادہ باہر نکلنے کے پہلے جو خون آئے وہ استحاضہ ہے نفاس نہیں اس لئے کہ نفاس اسی وقت سے ہے جب نصف یا اس سے زیادہ حصّہ بچہ کا باہر آجائے۔

۹۔ چالیس دن نفاس ہو کر بند ہو جائے اور پندرہ دن سے کم بند رہے اور پھر خون آئے تو یہ دوسرا خون استحاضہ ہے حیض نہیں اس لئے کہ کم سے کم نفاس بند ہونے کے بعد پندرہ دن تک حیض نہیں ہوتا۔

۱۰۔ بچہ پیدا ہونے کے بعد چالیس دن سے زیادہ خون آئے تو اگر اس کی عادت مقرر نہ ہو تو چالیس دن سے جس قدر زیادہ ہے وہ استحاضہ ہے نفاس نہیں اور اگر عادت مقرر ہو تو جس قدر عادت سے زیادہ ہے وہ سب استحاضہ ہے۔

---

۵۸ اور جب تک بچہ کا نصف یا اس سے زیادہ حصہ باہر نہیں آجاتا نفاس ہی کہا جائے گا ۱۲۔ م۔ ن

Marfat.com

مثال۔ (۱) بے عادت والی عورت کو اکتالیس دن خون آئے تو چالیس دن نفاس ہوگا اور ایک دن استحاضہ۔

(۲) جس عورت کو بیس دن نفاس کی عادت ہو اس کو اکتالیس دن خون آئے تو بیس دن اس کا نفاس ہوگا اور اکیس دن استحاضہ۔

۱۱۔ جس عورت کے دو بچے پیدا ہوں اور دونوں میں چھ ماہ سے کم فصل ہو اور دوسرا بچہ چالیس دن کے بعد پیدا ہو جو خون اس کے بعد آئے وہ استحاضہ ہے نفاس نہیں۔

جن صورتوں میں غسل فرض نہیں

۱۔ منی اگر اپنی جگہ سے بشہوت نہ جدا ہو تو اگرچہ خاص حصّہ سے باہر نکل آئے غسل فرض نہ ہوگا۔

مثال۔ کسی شخص نے کوئی بوجھ اُٹھایا یا اونچے سے گر پڑا یا کسی نے اُس کو مارا اور اس صدمہ سے اس کی منی بغیر شہوت کے نکل آئی۔

۲۔ اگر منی اپنی جگہ سے بشہوت جدا ہوئی مگر خاص حصّہ سے باہر نہ نکلی تو غسل فرض نہ ہوگا۔ خواہ یہ نہ نکلنا خود بخود ہو یا خاص حصّہ کا سوراخ بند ہو جانے کے سبب سے خواہ ہاتھ سے بند کیا گیا ہو یا روئی وغیرہ رکھ کر۔

۳۔ اگر کسی شخص کے خاص حصّہ سے بعد پیشاب کے بغیر شہوت کے منی نکلے تو اس پر غسل فرض نہ ہوگا۔

۴۔ اگر کوئی مرد کسی جانور یا مردہ کے خاص حصّہ یا مشترک حصّہ میں اپنا خاص حصّہ داخل کرے یا اس کا خاص حصّہ اپنے مشترک حصّہ میں داخل کرے تو اس پر غسل فرض نہ ہوگا۔ بشرطیکہ منی نہ نکلے اسی طرح اگر کوئی عورت کسی جانور یا مردہ کا خاص حصّہ یا کوئی لکڑی یا انگلی یا اور کوئی چیز اپنے خاص حصّہ یا مشترک حصّہ میں داخل کرے تب بھی غسل فرض نہ ہوگا بشرطیکہ منی نہ نکلے اور خاص حصّہ مشترک داخل کرنے میں یہ بھی شرط ہے کہ غلبہ شہوت کی حالت کا نہ ہو۔

۵۔ اگر کوئی بے شہوت لڑکا کسی عورت کے ساتھ جماع کرے تو کسی پر غسل فرض نہ ہوگا اگرچہ عورت مکلف ہو۔

۶۔ اگر کوئی مرد اپنا خاص حصّہ اپنے ہی مشترک حصّہ میں داخل کرے تو اس پر غسل فرض نہ ہوگا۔

۷۔ اگر کوئی مرد کسی کم سن عورت کے ساتھ جماع کرے تو غسل فرض نہ ہوگا۔ بشرطیکہ منی نہ گرے اور وہ عورت اسقدر کم سن ہو کہ اس کے ساتھ جماع کرنے میں خاص حصّہ اور مشترک حصّہ کے مل جانے کا خوف ہو

Marfat.com

۸۔ اگر کوئی مرد اپنے خاص حصہ میں کپڑا لپیٹ کر جماع کرے اور کپڑا اس قدر موٹا ہو کہ جسم کی حرارت اس کی وجہ سے نہ محسوس ہو تو غسل فرض نہ ہوگا۔

۹۔ اگر کسی کنواری عورت کے ساتھ صحبت کی جائے اور اس کی بکارت زائل نہ ہو تو غسل فرض نہ ہوگا۔ (مراقی الفلاح)

۱۰۔ اگر کوئی مرد اپنے خاص حصہ کا جز مقدار سر سے کم داخل کرے تب بھی غسل فرض نہ ہوگا۔

۱۱۔ مذی اور ودی کے نکلنے سے غسل فرض نہیں ہوتا۔

۱۲۔ اگر کسی عورت کے خاص حصہ میں مرد کی منی بغیر مرد کے خاص حصہ کے داخل ہوئے چلی جائے تو اس پر غسل فرض نہ ہوگا۔

۱۳۔ اگر کسی عورت کے بچہ پیدا ہو اور خون بالکل نہ نکلے تو اس پر غسل فرض نہ ہوگا۔

۱۴۔ استحاضہ سے غسل فرض نہیں ہوتا۔

۱۵۔ اگر کسی شخص کو منی جاری رہنے کا مرض ہو تو اس کے اوپر منی نکلنے سے غسل فرض نہ ہوگا۔

۱۶۔ سو کر اٹھنے کے بعد کپڑوں پر تری دیکھنے کی بقیہ سات صورتوں میں غسل فرض نہیں ہوتا۔

(۱) یقین ہو جائے کہ یہ مذی ہے اور احتلام یاد نہ ہو۔

(۲) شک ہو کہ یہ منی یا مذی ہے اور احتلام یاد نہ ہو۔

(۳) شک ہو کہ یہ منی ہے یا ودی ہے اور احتلام یاد نہ ہو۔

(۴) شک ہو کہ یہ مذی ہے یا ودی ہے اور احتلام یاد نہ ہو۔

(۵) یقین ہو جائے کہ یہ ودی ہے اور احتلام یاد ہو۔

(۶) یقین ہو جائے کہ ودی ہے اور احتلام یاد نہ ہو۔

(۷) شک ہو کہ یہ منی ہے یا مذی ہے یا ودی ہے اور احتلام یاد نہ ہو۔ ہاں دوسری تیسری ساتویں صورت میں احتیاطاً غسل کر لینا ضروری ہے۔

۱۷۔ حقنہ (عمل) کے مشترک حصہ میں داخل ہونے سے غسل فرض نہیں ہوتا۔

۱۸۔ اگر کوئی مرد اپنا خاص حصہ کسی عورت یا مرد کی ناف میں داخل کرے تو اس پر غسل فرض نہ ہوگا۔

۱۹۔ اگر کوئی شخص خواب میں اپنی منی گرتے ہوئے دیکھے اور منی گرنے کی لذت بھی اس کو محسوس ہو مگر کپڑوں پر تری یا کوئی اثر نہ معلوم ہو تو غسل فرض نہ ہوگا۔

Marfat.com

جن صورتوں میں غسل واجب ہے

۱۔ اگر کوئی کافر اسلام لائے اور حالت کفر میں اس کو حدث اکبر ہوا ہو اور وہ نہ نہایا ہو یا نہایا ہو مگر شرعاً وہ غسل صحیح نہ ہوا ہو تو اس پر بعد اسلام کے نہانا واجب ہے۔

۲۔ اگر کوئی شخص پندرہ برس کی عمر سے پہلے بالغ ہو جائے تو اس کا نہانا واجب ہے

۳۔ مسلمان مردے کی لاش کو نہلانا زندہ مسلمان پر واجب کفایہ ہے۔

جن صورتوں میں غسل سنّت ہے

۱۔ جمعہ کے دن بعد نماز فجر کے نماز جمعہ کے لئے ان لوگوں کو غسل کرنا سنت ہے جن پر نماز جمعہ واجب ہو۔

۲۔ عیدین کے دن بعد فجر ان لوگوں کو غسل کرنا سنت ہے جن پر عیدین کی نماز واجب ہے۔

۳۔ حج یا عمرہ کے احرام کے لئے غسل کرنا سنت ہے۔

۴۔ حج کرنے والے کو عرفہ کے دن بعد زوال کے غسل کرنا سنت ہے۔

جن صورتوں میں غسل مستحب ہے

۱۔ اسلام لانے کے لئے غسل کرنا مستحب ہے اگرچہ حدث اکبر سے پاک ہو۔

۲۔ کوئی مرد یا عورت جب پندرہ برس کی عمر کو پہنچے اور اس وقت تک کوئی علامت جوانی کی اس میں نہ پائی جائے تو اس کو غسل کرنا مستحب ہے۔

۳۔ پچھنے لگوانے کے بعد اور جنون اور مستی اور بے ہوشی دفع ہو جانے کے بعد غسل کرنا مستحب ہے

۴۔ مردے کو نہلانے کے بعد نہلانے والوں کو غسل کرنا مستحب ہے۔

۵۔ شب برات یعنی شعبان کی پندرھویں رات کو غسل کرنا مستحب ہے۔

Marfat.com

۶۔ لیلۃ القدر کی راتوں میں اس شخص کو غسل کرنا مستحب ہے جس کو لیلۃ القدر معلوم ہو۔
۷۔ مدینہ منورہ میں داخل ہونے کے لئے غسل کرنا مستحب ہے۔
۸۔ مزدلفہ میں ٹھہرنے کے لئے دسویں تاریخ کی صبح کو بعد نماز فجر کے غسل مستحب ہے۔
۹۔ طوافِ زیارت کے لئے غسل مستحب ہے۔
۱۰۔ کنکری پھینکنے کے وقت غسل مستحب ہے۔
۱۱۔ کسوف اور خسوف اور استسقا کی نمازوں کے لئے غسل مستحب ہے۔
۱۲۔ خوف اور مصیبت کی نمازوں کے لئے غسل مستحب ہے۔
۱۳۔ کسی گناہ سے توبہ کرنے کے لئے غسل مستحب ہے۔
۱۴۔ سفر سے واپس آنے والے کو غسل مستحب ہے جب وہ اپنے وطن پہنچ جائے۔
۱۵۔ استحاضہ والی عورت کو غسل کرنا مستحب ہے جب اس کا استحاضہ رفع ہوجائے۔
۱۶۔ جو شخص قتل کیا جاتا ہو اس کو غسل کرنا مستحب ہے۔

غسل کا مسنون و مستحب طریقہ

جو غسل کرنا چاہے اس کو چاہئے کہ کوئی کپڑا مثل لنگی وغیرہ کے باندھ کر نہائے اور اگر برہنہ ہو کر نہائے تو کسی ایسی جگہ نہائے کہ جہاں کسی نامحرم کی نظر نہ پہنچ سکے اور اگر کوئی ایسی جگہ نہ ملے تو زمین پر انگلی سے ایک دائرہ کھینچ کر اس کے اندر بسم اللہ پڑھ کر نہائے۔

ف لیلۃ القدر رمضان المبارک کی ۲۱ یا ۲۳ یا ۲۵ یا ۲۹ تاریخ کو ہوتی ہے اس کو معلوم ہونے کا یہ مطلب ہے کہ کسی کو کشف اور الہام سے معلوم ہوجائے کہ آج لیلۃ القدر ہے یا جو علامتیں اس رات کی مذکور ہیں ان کو دیکھ کر کوئی شخص معلوم کرے کہ آج لیلۃ القدر ہے ۱۲۔

ف مزدلفہ ایک مقام ہے مکہ اور منیٰ کے درمیان میں جہاں حاجی جمع ہوتے ہیں اسی لئے اسکو بھی جمع کہتے ہیں ۱۲۔

ف طوافِ زیارت وہ طواف ہے جو ذی الحجہ کی دسویں یا تیرھویں تاریخ کو کیا جاتا ہے ۱۲۔

للعہ منیٰ میں حاجی لوگ دسویں گیارھویں بارھویں تاریخ کو کنکری پھینکتے ہیں۔

ف کسوف سورج گرہن کو اور خسوف چاند گرہن کو کہتے ہیں ان دونوں گرہنوں میں دو دو رکعت نماز پڑھی جاتی ہے ۱۲۔

ف اللہ تعالیٰ سے پانی برسنے کی دعا مانگنے کو استسقا کہتے ہیں ایسے وقت میں ایک خاص طریقہ سے نماز بھی پڑھی جاتی ہے ۱۲

عورت کو اور برہنہ نہانے والے کو بیٹھ کر نہانا چاہئیے اگر کوئی مرد کپڑے پہنے ہوئے نہائے اس کو اختیار ہے چاہے بیٹھ کر نہائے اور چاہے کھڑے ہو کر اگر برہنہ نہائے تو نہاتے وقت قبلہ کی طرف منہ نہ کرے اور سب سے پہلے اپنے دونوں ہاتھوں کو گٹوں تک تین مرتبہ دھوئے اس کے بعد اپنے خاص حصہ مع خصیتین کے دھوئے اگر ان پر کوئی نجاست حقیقیہ نہ ہو۔ اس کے بعد اگر بدن پر کہیں نجاست حقیقیہ ہو تو اسکو دھو ڈالے اس کے بعد اپنے دونوں ہاتھوں کو مٹی سے مل کر دھوئے اس کے بعد پورا وضو کرے یہاں تک کہ سر کا مسح بھی اور اگر کسی ایسے مقام پر نہاتا ہو جہاں غسل کا پانی جمع رہتا ہو تو پیروں کو اس وقت تک نہ دھوئے بلکہ بعد فراغت غسل کے دوسری جگہ ہٹ کر پیروں کو دھوئے اگر یہ غسل فرض ہو اور اس وضو میں سوا بسم اللہ کے اور کوئی دُعا نہ پڑھے وضو کے بعد اپنے بالوں میں انگلیاں ڈال کر تین مرتبہ سر کا خلال کرے پہلے داہنے جانب کا پھر بائیں جانب کا اس کے بعد اپنے سر پر پانی ڈالے پھر داہنے شانے پر پھر بائیں شانے پر اور تمام جسم کو ہاتھوں سے ملے اسی طرح دوبارہ اور تمام جسم پر اسی ترتیب سے پانی ڈالے تاکہ تین بار تمام جسم پر پانی پہنچ جائے اس کے بعد چاہے اپنے جسم کو کسی کپڑے سے پونچھ ڈالے اور نہاتے وقت کسی سے کوئی بات بغیر سخت ضرورت کے نہ کرے۔

غسل کے فرائض

غسل میں ایک فرض ہے۔ تمام بدن کے ظاہری حصہ کا سر سے پیر تک دھونا اس طرح کہ بال برابر کوئی حصہ جسم کا خشک نہ رہنے پائے۔ ناف کا دھونا فرض ہے۔ ڈاڑھی مونچھ اور ان کے نیچے کی سطح کا دھونا فرض ہے اگرچہ یہ چیزیں گھنی ہوں اور ان کے نیچے کی جلد نظر نہ آتی ہو۔ سر کے بالوں کا بھگونا فرض ہے اگرچہ ان میں گوند یا خطمی لگی ہو۔ انگوٹھی اگر تنگ ہو اور کان کے سوراخوں میں بالیاں ہوں کہ بے حرکت دیئے ہوئے پانی جسم تک نہ پہنچے تو ان کا حرکت دینا فرض ہے اور کان کے سوراخوں میں اگر بالیاں نہ ہوں اور سوراخ اگر بند نہ ہوئے ہوں تو اگر بغیر ہاتھ سے ملے ہوئے یا کوئی تنکا وغیرہ ڈالے . . . . ہوئے پانی ان میں نہ پہنچے تو تنکے وغیرہ کا ڈال کر ان میں پہنچانا فرض ہے۔ جس کا ختنہ نہ ہوا ہو اسکو جلد کا دھونا فرض ہے جو ختنہ کی کھال کے نیچے چھپی ہے اگر اس کھال کو اوپر چڑھانے میں تکلیف نہ ہو۔

غسل میں جن اعضاء کا دھونا فرض نہیں

۱- بدن کا ملنا اگر اس پر کوئی نجاست حقیقیہ ایسی نہ ہو جو بغیر ملے ہوئے دور نہ ہو سکے۔

Marfat.com

۲۔ عورت کو اپنے خاص حصّہ کے اندرونی جزو کا اُنگلی وغیرہ ڈال کر صاف کرنا۔

۳۔ جسم کے اس حصّہ کا دھونا جس کے دھونے سے تکلیف یا ضرر ہو۔

مثال۔ آنکھ کے اندر کی سطح کا دھونا اگرچہ اس میں نجس سرمہ لگا ہو۔ (۲) عورت کو اپنے کان کے اس سوراخ کا تنکا وغیرہ ڈال کر دھونا جو بند ہو گیا ہو۔ جس مرد کا ختنہ نہ ہوا ہو اور اس کو ختنہ کی کھال کو اوپر چڑھانے میں تکلیف ہو تو اس کو اس کھال کے نیچے کی جلد کا دھونا۔ عورت کو اپنے گندھے ہوئے بالوں کا کھولنا بشرطیکہ بغیر کھولے ہوئے بالوں کی جڑیں بھیگ جائیں اگر بالوں میں گرہ پڑ گئی ہو تو اس کا کھولنا۔

غسل کے واجبات :-

۱۔ کلی کرنا

۲۔ ناک میں پانی لینا۔

۳۔ مردوں کو اپنے گندھے ہوئے بالوں کا کھول کر تر کرنا۔

۴۔ ناک کے اندر جو میل ناک کے لعاب سے جم جاتا ہے اس کو چھڑا کر اس کے نیچے کی سطح کا دھونا۔

غسل کی سُنتیں :-

۱۔ نیت کرنا یعنی دل میں یہ قصد کرنا کہ میں نجاست سے پاک ہونے کے لئے خدا کی خوشی اور ثواب کے لئے نہاتا ہوں نہ بدن صاف کرنے کے لئے۔

۲۔ اسی ترتیب سے غسل کرنا جس ترتیب سے لکھا گیا یعنی پہلے ہاتھوں کا دھونا پھر خاص حصّہ کا دھونا پھر نجاست حقیقیہ کا دھونا اگر ہو پھر پورا وضو اور اگر ایسی جگہ ہو جہاں پانی جمع ہو تو پیروں کا بعد غسل کے دوسری جگہ ہٹ کر دھونا پھر تمام بدن پہ پانی بہانا۔

۳۔ بسم اللہ کا کہنا۔

۴۔ مسواک کرنا۔

۵۔ ہاتھ پیروں کا اور ڈاڑھی کا تین مرتبہ خلال کرنا۔

۶۔ بدن کو ملنا

۷۔ بدن کو اس طرح دھونا کہ باوجود جسم اور ہوا کے معتدل ہونے کے ایک حصّہ خشک نہ ہونے پائے کہ دوسرے حصّہ کو دھو ڈالے۔

۸۔ تمام جسم پہ تین مرتبہ پانی بہانا۔

غسل کے مستحبات :-

۱۔ ایسی جگہ نہانا جہاں کسی نامحرم کی نظر نہ پہنچے یا تہبند وغیرہ باندھ کر نہانا۔

۲۔ داہنے جانب کو بائیں جانب سے پہلے دھونا۔

Marfat.com

۳۔ سر کے داہنے حصّہ کا پہلے خلال کرنا پھر بائیں حصّہ کا۔
۴۔ تمام جسم پر پانی اس ترتیب سے بہانا کہ پہلے سر پر پھر داہنے شانے پر پھر بائیں شانے پر۔
۵۔ جو چیزیں وضو میں مستحب ہیں وہ غسل میں بھی مستحب ہیں سوا قبلہ رو ہونے اور دُعا پڑھنے اور غسل سے بچے ہوئے پانی کا کھڑے ہو کر پینا بھی مستحب نہیں۔

غسل کے مکروہات :- ۱۔ بلا ضرورت ایسی جگہ نہانا جہاں کسی غیر محرم کی نظر پہنچ سکے
۲۔ برہنہ نہانے والے کو قبلہ رو ہونا۔
۳۔ غسل میں سوا بسم اللہ کے اور دُعاؤں کا پڑھنا۔
۴۔ بے ضرورت کلام کرنا
۵۔ جتنی چیزیں وضو میں مکروہ ہیں وہ غسل میں بھی مکروہ ہیں۔

حدث اکبر کے احکام

جن چیزوں سے غسل واجب ہوتا ہے ان کے پیدا ہونے سے جو اعتباری حالت انسان کے جسم کو طاری ہوتی ہے اس کو حدث اکبر کہتے ہیں۔

۱۔ جو چیزیں حدث اصغر میں منع ہیں وہ حدث اکبر میں بھی منع ہیں جیسے نماز اور سجدۂ تلاوت کا ہو یا شکرانہ کا، قرآن مجید بغیر کسی حائل کے چھونا وغیرہ وغیرہ۔
۲۔ مسجد میں داخل ہونا حرام ہے ہاں اگر کوئی سخت ضرورت ہو تو جائز ہے۔

مثال۔ کسی شخص کے گھر کا دروازہ مسجد میں ہو اور کوئی دوسرا راستہ اس کے نکلنے کا سوا اس کے نہ ہو تو اس کو مسجد میں تیمم کر کے جانا جائز ہے۔ کسی مسجد میں پانی کا چشمہ یا کنواں یا حوض ہو اور اس کے سوا کہیں پانی نہ ہو تو اس مسجد میں تیمم کر کے جانا جائز ہے۔

۳۔ قرآن مجید کا بقصد تلاوت کرنا حرام ہے اگرچہ ایک آیت سے کم ہو اور اگرچہ منسوخ التلاوۃ ہو۔
۴۔ کعبہ مکرمہ کا طواف کرنا حرام ہے۔
۵۔ قرآن مجید کا چھونا جن شرائط سے حدث اصغر میں جائز ہے اُنھیں شرائط سے حدث اکبر میں بھی جائز ہے۔
۶۔ عیدگاہ میں اور مدرسہ میں اور خانقاہ وغیرہ میں جانا جائز ہے۔
۷۔ قرآن مجید کی ان آیتوں کو جن میں دعا یا اللہ تعالیٰ کی تعریف ہو بقصد دُعا کے پڑھنا جائز ہے۔ کوئی شخص سورۂ فاتحہ یا اور کسی ایسی ہی آیت کو بطور دُعا کے پڑھے تو جائز ہے۔

Marfat.com

۸۔ حیض ونفاس کی حالت میں عورت کے ناف اور زانو کے درمیان کے جسم کو دیکھنا یا اس سے اپنے جسم کو ملانا بشرطیکہ کوئی کپڑا درمیان میں نہ ہو مکروہ تحریمی ہے اور جماع کرنا حرام ہے

۹۔ استحاضہ کی حالت میں صرف جماع کرنا حرام ہے اگرچہ اس سے حدث اکبر نہیں ہوتا۔

۱۰۔ حیض ونفاس کی حالت میں عورت کو روزہ رکھنا حرام ہے

۱۱۔ حیض والی عورت اگر کسی کو قرآن مجید پڑھاتی ہو اس کو ایک ایک لفظ کا رک رک کر پڑھانے کی غرض سے کہنا جائز[عہ] ہے ہاں پوری آیت کا ایک دم پڑھ دینا اس وقت بھی ناجائز ہے۔

۱۲۔ حیض اور نفاس کی حالت میں عورت کے بوسے لینا اور اس کا جھوٹا پانی وغیرہ پینا اور اس سے لپٹ کر سونا اور اس کے ناف اور ناف کے اوپر اور زانو اور زانو کے نیچے کے جسم سے اپنے جسم کو ملانا اگرچہ کپڑا درمیان میں نہ ہو اور ناف اور زانو کے درمیان میں کپڑے کے ساتھ ملانا جائز ہے بلکہ حیض کی وجہ سے عورت سے علیحدہ ہو کر سونا یا اس کے اختلاط سے بچنا مکروہ[عہ] ہے

غسل کے متفرق مسائل

۱۔ اگر کوئی مرد سو کر اٹھنے کے بعد اپنے کپڑوں پر تری دیکھے اور قبل سونے کے اس کے خاص حصہ کو استادگی نہ ہو تو اس پر غسل فرض نہ ہوگا اور وہ تری مذی سمجھی جائے گی بشرطیکہ احتلام یاد نہ ہو اور اس تری کے منی ہونے کا خیال نہ ہو۔ (درمختار)

۲۔ اگر دو مرد یا دو عورتیں یا ایک مرد اور ایک عورت ایک ہی بستر پر لیٹیں اور سو اٹھنے کے بعد اس بستر پر منی کا نشان پایا جائے اور کسی طریقہ سے یہ نہ معلوم ہو کہ یہ کس کی منی ہے اور نہ اس بستر پر ان سے پہلے کوئی اور سویا ہو تو ان صورتوں میں دونوں پر غسل فرض ہوگا اور اگر ان سے پہلے کوئی اور شخص اس بستر پر سو چکا ہے اور منی خشک ہے تو ان دونوں صورتوں میں کسی پر غسل فرض نہ ہوگا۔ (درمختار و بحر الرائق وغیرہ)

۳۔ عورتوں کو حیض ونفاس کے وقت اپنے خاص حصہ میں روئی یا کپڑا رکھنا سنت ہے کنواری ہوں یا

[عہ] چونکہ عادتاً عورتوں کو ہر مہینہ حیض آتا ہے اور پانچ سات روز رہتا ہے اس لئے بخیال ہرج تعلیم اس قدر اجازت دی گئی۔

[عہ] مکروہ ہونے کی دو وجہ ہیں ایک یہ کہ یہود کا دستور تھا کہ حیض کی حالت میں وہ عورتوں کو الگ کر دیتے تھے اور ان کے اختلاط سے پرہیز کرتے تھے۔ اور یہود وغیرہ کی مشابہت ہم لوگوں کو منع ہے دوسرے یہ کہ صحیح احادیث میں ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حالت حیض میں اختلاط فرماتے تھے۔ ۱۲۔

Marfat.com

نہیں اور جو کنواری نہ ہوں اُن کو بغیر حیض ونفاس کے بھی روئی رکھنا مستحب ہے

۴۔ حیض ونفاس کا حکم اس وقت سے دیا جائے گا جب خون جسم کے ظاہری حصہ تک آجائے اور اگر خاص حصہ میں روئی وغیرہ ہو تو اس کا وہ حصہ تر ہو جائے جو جسم کے ظاہری حصہ کے مقابل ہے ہاں اگر روئی نکالی جائے تو اگر اس کے اندرونی حصہ میں خون ہوگا تب بھی حیض ونفاس کا حکم دے دیا جائے گا اس لئے کہ نکالنے کے بعد وہ اندرونی حصہ بھی خارجی حصہ بن گیا

۵۔ اگر کوئی عورت روئی رکھنے کے وقت طاہر تھی اور جب اُس نے روئی نکالی تو اس میں خون کا اثر پایا تو جس وقت سے اُس نے روئی نکالی اسی وقت سے اس کا حیض ونفاس سمجھا جائے گا اس سے پہلے نہیں یہاں تک کہ اس سے پہلے کی اگر کوئی نماز اس کی قضا ہوئی ہوگی تو وہ بعد حیض کے پڑھنا پڑے گی اور اگر عورت روئی رکھتے وقت حائضہ تھی اور جس وقت روئی نکالی اسوقت اس پر خون کا نشان نہ تھا تو اس کی طہارت اسی وقت سمجھی جائیگی جب سے اُس نے روئی رکھی تھی۔ اسی طرح اگر کوئی عورت سو اٹھنے کے بعد حیض دیکھے تو اس کا حیض اسی وقت سے ہوگا جب سے بیدار ہوئی ہے اس سے پہلے نہیں اور اگر کوئی حائضہ سو اٹھنے کے بعد اپنے کو طاہر پائے تو جب سے سوئی ہے اسی وقت سے طاہر سمجھی جائے گی۔ (بحرالرائق، درمختار، ردمختار وغیرہ)

۶۔ اگر کوئی ایسی جوان عورت جس کو ابھی تک حیض نہیں آیا اپنے خاص حصہ سے خون آتے ہوئے دیکھے تو اس کو چاہیئے کہ اس کو خون حیض سمجھ کر نماز وغیرہ چھوڑ دے[عہ] پھر اگر وہ خون تین دن رات سے پہلے بند ہو جائے تو اس کی جس قدر نمازیں چھوٹ گئی ہیں ان کی قضا پڑھنا ہوگی اس لئے کہ معلوم ہو جائے گا کہ وہ خون حیض نہ تھا استحاضہ تھا حیض تین دن رات سے کم نہیں ۱۲ (بحرالرائق درمختار وغیرہ) اسی طرح اگر کوئی عادت والی عورت اپنی عادت سے زیادہ خون دیکھے اور عادت اس کی دس دن سے کم ہو تو اس کو چاہیئے کہ اس خون کو حیض سمجھ کر نماز وغیرہ بدستور نہ پڑھے اور غسل نہ کرے پس اگر وہ خون دس دن رات سے زیادہ ہو جائے تو جس قدر اس کی عادت سے زیادہ ہو گیا ہے استحاضہ سمجھا جائیگا اور اس زمانہ کی نمازیں اسکو قضا پڑھنا ہوگی۔ (بحرالرائق وغیرہ)

۷۔ جس عورت کا حیض دس دن رات آکر بند ہوا ہو اس سے بغیر غسل کے خون بند ہوتے ہی جماع جائز ہے اور جس عورت کا خون دس دن رات سے کم آکر بند ہوا ہو تو اگر اسکی عادت سے بھی کم آکر بند ہوا ہے

عہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ تین دن رات سے پہلے نماز نہ چھوڑنا چاہیئے۔ مگر صحیح اور مفتی بہ وہی قول ہے جو ہم نے اختیار کیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲

Marfat.com

تو اس سے جماع جائز نہیں جب تک کہ اس کی عادت نہ گزر جائے اگرچہ غسل بھی کر چکے اور عادت کے موافق آکر بند ہوا ہے تو جب تک غسل نہ کرے یا ایک نماز کا وقت نہ گزر جائے جماع جائز نہیں۔ بعد نماز کا وقت گزر جانے کے بغیر غسل کے بھی جائز ہے۔ نماز کا وقت گزر جانے سے یہ مقصود ہے کہ شروع وقت میں خون بند ہوا ہو تو باقی وقت سب گزر جائے اور اگر اخیر وقت میں خون بند ہوا ہو تو اس قدر وقت ہونا ضروری ہے کہ جس میں غسل کر کے نماز کی نیت کرنے کی گنجائش ہو اگر اس سے بھی کم وقت باقی ہو تو پھر اس کا اعتبار نہیں دوسری نماز کا پورا وقت گزرنا ضروری ہے۔ اور یہی حکم ہے نفاس کا کہ اگر چالیس دن آکر بند ہوا ہو تو خون بند ہوتے ہی بغیر غسل کے اور اگر چالیس دن سے کم آکر بند ہوا ہو اور عادت سے بھی کم ہو تو بعد عادت گزر جانے کے اور اگر عادت کے موافق بند ہوا ہو تو بعد غسل یا نماز کا وقت گزر جانے کے جماع وغیرہ جائز ہے۔ ہاں ان سب صورتوں میں مستحب یہ ہے کہ بغیر غسل کے جماع نہ کیا جائے۔ (بحر الرائق وغیرہ)

۸۔ جس عورت کا خون دس دن رات سے کم آکر بند ہوا ہو اور اگر عادت مقرر ہو چکی ہو تو عادت سے بھی کم ہو اسکو نماز کے اخیر وقت مستحب تک غسل میں تاخیر کرنا واجب ہے اس خیال سے کہ شاید پھر خون نہ آجائے مثلاً اگر عشا کے شروع وقت خون بند ہوا ہو تو عشا کے اخیر وقت مستحب یعنی نصف شب کے قریب تک اس کو غسل میں تاخیر کرنا چاہیئے اور جس عورت کا حیض دس دن یا اگر عادت مقرر ہو تو عادت کے موافق آکر بند ہوا ہو تو اس کو نماز کے اخیر وقت مستحب تک غسل میں توقف کرنا مستحب ہے اور یہی حکم ہے نفاس کا کہ اگر چالیس دن سے کم اور اگر عادت مقرر ہو تو عادت سے کم اگر بند ہو تو اخیر وقت مستحب تک غسل میں تاخیر کرنا واجب ہے اور پورے چالیس دن یا عادت مقرر ہو تو عادت کے موافق آکر بند ہو تو اخیر وقت مستحب تک غسل میں تاخیر کرنا مستحب ہے واجب نہیں۔ (نہایہ، فتح قدیر، بحر الرائق)

۹۔ اگر کسی عورت کے بچہ پیدا ہوا اور خون بالکل نہ نکلے تب بھی احتیاطاً اس پر غسل واجب[ف] ہوگا۔ (عنایہ، بحر الرائق وغیرہ)

۱۰۔ اگر کوئی عورت غیر زمانۂ حیض میں کوئی دوا ایسی استعمال کرے کہ جس سے خون آجائے تو وہ حیض نہیں۔ (اشباہ ونظائر)

ف۔ یہ امام صاحب کا مذہب ہے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس صورت میں غسل واجب نہیں ہوتا اور بعض فقہاء نے ان کے قول کو صحیح بھی لکھا ہے مگر چونکہ اکثر فقہا اسی طرف ہیں اور احتیاط اسی میں ہے لہٰذا وہی قول اختیار کیا گیا۔ ۱۲

مثال ۔ کسی عورت کو مہینے میں ایک دفعہ پانچ دن حیض کے پندرہ دن کے بعد[٥] دوا کے استعمال سے خون آجائے وہ حیض نہیں ۔

۱۱۔ اگر کوئی عورت کوئی دوا وغیرہ استعمال کر کے یا اور کسی طرح اپنا حمل ساقط کر دے یا اور کسی وجہ سے اس کا حمل ساقط ہو جائے اور اس کے بعد خون آئے تو اگر بچہ کی شکل مثل ہاتھ پیر یا انگلی وغیرہ کے ظاہر ہوتی ہو تو وہ خون نفاس ہے ۔

اور اگر بچہ کی شکل وغیرہ نہ ظاہر ہوتی ہو بلکہ گوشت کا ٹکڑا ہو تو اس کے بعد جو خون آئے وہ نفاس نہیں بلکہ اگر تین دن رات یا اس سے زیادہ آئے اور اس سے پہلے عورت پندرہ دن تک طاہرہ چکی ہو تو یہ خون حیض ہوگا ورنہ استحاضہ (بحر الرائق، طحطاوی وغیرہ)

۱۲۔ کسی بچہ کے تمام اعضا کٹ کٹ کر نکلیں تو اس کے اکثر اعضا نکل چکنے کے بعد جو خون آئے وہ بھی نفاس ہے

۱۳۔ ایک بار حیض یا نفاس آنے سے عادت مقرر ہو جاتی ہے مثلاً ایک دفعہ جب کو سات دن حیض آئے اور دوسری دفعہ سات دن سے زیادہ اور دس دن سے بھی بڑھ جائے تو اس کا حیض سات ہی دن رکھا جائے گا۔ اسی طرح اگر کسی کو ایک مرتبہ بیس دن نفاس آئے اور دوسری مرتبہ بیس دن سے زیادہ اور چالیس دن سے بڑھ جائے تو اس کا نفاس بیس ہی دن رکھا جائیگا ۔ (شامی از علامہ برکوی)

۱۴۔ اگر کسی ایسی عورت کو جس کی عادت مقرر نہیں یعنی اس کو اب تک کوئی حیض یا نفاس نہیں آیا بالغ ہوتے ہی خون جاری ہو جائے اور برابر جاری رہے تو خون جاری ہونے کے وقت سے دس دن رات تک اس کا حیض سمجھا جائے گا اور بیس رات دن طہارت کے یعنی استحاضہ پھر دس رات دن حیض اور بیس رات دن استحاضہ ۔ اسی طرح برابر حساب رہے گا اور اگر اسی حالت میں اس کے بچہ پیدا ہونے کے بعد سے چالیس رات دن اس کے نفاس کے اور بیس رات دن طہارت کے رکھے جائیں گے پھر اسی طرح دس رات دن حیض کے اور بیس رات دن طہارت کے ۔

۱۵۔ اگر کسی عادت والی عورت کے خون جاری ہو جائے اور برابر جاری رہے تو اس کا حیض، نفاس طہر اس کی عادت کے موافق رکھا جائے گا ۔ ہاں اگر اس کی عادت چھ مہینہ طاہر رہنے کی ہو ۔ تو اس کا طہر اسکی عادت کے موافق یعنی پورے چھ مہینے نہ ہوگا بلکہ ایک گھڑی کم چھ مہینے ۔

۱۶۔ اگر کسی عادت والی عورت کے خون جاری ہو جائے اور برابر جاری رہے اور اسکو یہ نہ یاد رہے کہ پہلے

---

[٥] پندرہ دن کے بعد کی قید اس لئے بڑھائی گئی کہ اگر پندرہ دن سے پہلے خون آئے گا تو وہ یوں بھی حیض نہ سمجھا جائیگا اس لئے کہ حیض کے بعد پندرہ دن تک دوسرا حیض نہیں آتا دوا کے پینے کو کوئی دخل نہ ہوگا ۔ ۱۲

Marfat.com

مجھے کتنے دن حیض ہوتا تھا یا یہ یاد نہ رہے کہ مہینہ کی کس کس تاریخ سے شروع ہوتا تھا اور کب ختم ہوتا تھا یا دونوں باتیں یاد نہ رہیں تو اس کو چاہیئے کہ اپنے غالب گمان پر عمل کرے یعنی جس زمانہ کو وہ حیض کا زمانہ خیال کرے اس زمانہ میں حیض کے احکام پر عمل کرے اور جس زمانہ کو طہارت کا زمانہ خیال کرے اس زمانہ میں طہارت کے احکام پر عمل کرے اور اس کا گمان کسی طرف نہ ہو تو اسکو ہر نماز کے وقت نیا وضو کر کے نماز پڑھنا چاہیئے اور روزہ بھی رکھے مگر جب اس کا یہ مرض دفع ہو جائے روزہ کی قضا کرنی ہوگی اور اسکو شک کی کیفیت ہو تو اس میں دو صورتیں ہیں۔

پہلی صورت یہ ہے کہ اس کو کسی زمانہ کی نسبت یہ شک ہو کہ زمانہ حیض کا ہے یا طہر کا تو اس صورت میں ہر نماز کے وقت نیا وضو کر کے نماز پڑھے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ اس کو کسی زمانہ کی نسبت یہ شک ہو کہ یہ زمانہ حیض کا ہے یا طہر کا یا حیض سے خارج ہونیکا تو اس صورت میں وہ ہر نماز کے وقت غسل کر کے نماز پڑھا کرے (بحرالرائق وغیرہ)

اگرچہ ابھی ان مسائل کے متعلق بہت کچھ تفصیل باقی ہے مگر چونکہ اس مقام کے مناسب نہیں اور ان کی تفصیل سے عام ناظرین کو فائدہ بھی نہیں اس لئے اسی پر اکتفا کی جاتی ہے۔

۱۷۔ مرد کو مردوں کے سامنے برہنہ ہو کر نہانا واجب ہے بشرطیکہ غسل فرض ہو اور کوئی صورت ستر کی ممکن نہ ہو۔ اسی طرح عورت کو عورتوں کے سامنے، اور مرد کو عورتوں کے یا مخنث کے سامنے اور عورتوں کو مردوں اور مخنثوں کے سامنے اور مخنثوں کو سب کے سامنے نہانا حرام ہے (درمختار ردمختار وغیرہ)

اگر کسی کو سر کا بھگونا نقصان کرتا ہو اس کو سر کا دھونا معاف ہے باقی جسم کا دھونا اس پر فرض ہے۔ (درمختار، بحرالرائق وغیرہ)

تیمم کا بیان

تیمم وضو اور غسل کا قائم مقام ہے اور منجملہ ان جلیل القدر نعمتوں کے جو اسی اُمّت کے ساتھ خاص

ﮯ تیمم سن پانچ ہجری میں شروع ہوا قصہ مختصر یہ ہے کہ ایک لڑائی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم مع حضرت عائشہؓ کے تشریف لے گئے تھے اثنائے راہ میں حضرت عائشہؓ کا ایک ہار جو اپنی بہن حضرت اسماءؓ سے مانگ لائی تھیں کھو گیا حضرتؐ کو جب یہ حال معلوم ہوا تو آپؐ نے وہیں قیام کر دیا اور کچھ لوگوں کو اس کی تلاش پر مامور فرمایا جس جگہ آپؐ نے قیام فرمایا تھا کہیں پانی وغیرہ نہ تھا جب نماز کا وقت آیا تو لوگوں نے بے وضو نماز پڑھ لی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا گیا۔ اسی وقت تیمم کی آیت جو سورۂ مائدہ میں ہے۔ نازل ہوئی اس کے بعد وہ ہار بھی مل گیا۔ ۱۲

ہیں۔ اگلی اُمتوں میں تیمم نہ تھا۔ خیال کرو کہ جب ان کو پانی نہ ملتا ہوگا تو وہ لوگ کیا کرتے ہوں گے یا اسی طرح نجاست کی حالت میں نماز وغیرہ پڑھتے ہوں گے یا نماز وغیرہ اُن کو چھوڑنا پڑتی ہوگی۔

تیمم کے واجب ہونے کی شرطیں

۱۔ مسلمان ہونا، کافر پر تیمم واجب نہیں

۲۔ بالغ ہونا، نابالغ پر تیمم واجب نہیں۔

۳۔ عاقل ہونا، دیوانہ اور مست اور بے ہوش پر تیمم واجب نہیں۔

۴۔ حدث اصغر یا اکبر کا پایا جانا جو شخص دونوں حدثوں سے پاک ہو اس پر تیمم واجب نہیں۔

۵۔ جن چیزوں سے تیمم جائز ہے۔ ان کے استعمال پر قادر ہونا۔ جس شخص کو ان کے استعمال پر قدرت نہ ہو اس پر تیمم واجب نہیں۔

۶۔ نماز کے وقت کا تنگ ہو جانا شروع وقت میں تیمم واجب نہیں۔

۷۔ نماز کا اس قدر وقت ملنا کہ جس میں تیمم کر کے نماز پڑھنے کی گنجائش ہو اگر کسی کو اتنا وقت نہ ملے تو اس پر تیمم واجب نہیں۔

تیمم کے صحیح ہونے کی شرطیں

۱۔ مسلمان ہونا، کافر کا تیمم صحیح نہیں یعنی حالت کفر کے تیمم سے بعد اسلام کے نماز جائز نہیں ہاں اسلام لانے کے وقت جو غسل مستحب ہے اگر اس کے عوض تیمم کرے تو اس کو مستحب کے ادا کرنے کا ثواب مل جائے گا۔

۲۔ تیمم کی نیت کرنا جس حدث کے سبب سے تیمم کیا جائے یا اس سے طہارت کی نیت کی جائے یا جس چیز کے لئے تیمم کیا جائے اس کی نیت کی جائے۔ مثلاً اگر نماز جنازہ کے لئے تیمم کیا جائے یا قرآن مجید کی تلاوت کے لئے تیمم کیا جائے تو اسکی نیت کی جائے مگر نماز اسی تیمم سے صحیح ہوگی جس میں حدث سے طہارت کی نیت کی جائے یا کسی ایسی عبادت مقصودہ کی نیت کی جائے جو بغیر طہارت کے نہیں ہو سکتی۔

۳۔ پورے منہ اور دونوں ہاتھوں کا مع کہنیوں کے مسح کرنا۔

۵۔ عبادت مقصودہ وہ عبادت جس کی مشروعیت صرف ثواب اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے ہو کسی دوسری عبادت کے ادا کرنے کے لئے اس کی مشروعیت نہ ہو جیسے نماز، قرآن مجید کی تلاوت وغیرہ بخلاف وضو و قرآن مجید کے چھونے اور مسجد میں جانے کے کہ ان سے صرف ثواب مقصود نہیں ہوتا بلکہ دوسری عبادتوں کا ادا کرنا بھی منظور ہوتا ہے۔ ۱۲

Marfat.com

۴۔ جسم پر ایسی چیز کا نہ ہونا جو مسح کو مانع ہو۔ مثل روغن، چربی، موم یا تنگ انگوٹھی اور چھلوں وغیرہ کے

۵۔ پورے دونوں ہاتھوں سے یا ان کے اکثر حصہ سے مسح کرنا۔

۶۔ جن چیزوں سے حدث اصغر یا اکبر ہوتا ہے ان کا تیمم کے وقت نہ ہونا۔ کوئی حائضہ عورت تیمم کرے تو صحیح نہیں۔

اور اگر ایسی عبادت کے لئے تیمم کیا جائے جو بغیر طہارت کے نہیں ہو سکتی جیسے نماز قرآن مجید کی تلاوت وغیرہ تو اس کے لئے پانی کے استعمال سے معذور ہونا بھی شرط ہے اور پانی کے استعمال سے معذور ہونے کی چند صورتیں ہیں۔

پانی کے استعمال سے معذور ہونیکی صورتیں

۱۔ اس قدر پانی کا جو وضو اور غسل کے لئے کافی ہو وہاں موجود نہ ہونا بلکہ ایک میل[۱] یا ایک میل سے زیادہ فاصلہ پر ہونا

۲۔ پانی موجود ہو مگر کسی کی امانت ہو یا کسی سے غصب کیا ہوا ہو۔ (بحر الرائق در مختار)

۳۔ پانی کے نرخ کا معمول سے زیادہ گراں ہو جانا۔

۴۔ پانی کی قیمت کا نہ موجود ہونا۔ خواہ پانی قرض مل سکتا ہو یا نہیں اور بصورت قرض لینے کے اس کے ادا پر قادر ہو یا نہیں۔ (مراقی الفلاح)

ہاں اگر اس کے ملک میں مال ہو اور ایک مدت معینہ کے وعدے پر اسکو قرض ملسکے تو قرض لے لینا چاہیئے

۵۔ پانی کے استعمال سے کسی مرض کے پیدا ہو جانے یا بڑھ جانے کا خوف ہو یا یہ خوف ہو کہ پانی کے استعمال سے صحت کے حاصل ہونے میں دیر ہوگی۔

۶۔ سردی کا اس قدر زیادہ ہونا کہ پانی کے استعمال سے کسی عضو کے ضائع ہو جانے یا کسی مرض کے پیدا ہو جانے کا خوف ہو اور گرم پانی نہ مل سکتا ہو۔

۷۔ کسی دشمن یا درندہ کا خوف ہو مثلاً پانی ایسے مقام پر ہو جہاں درندے وغیرہ آتے ہوں یا راستہ میں چوروں کا خوف[۲] ہو یا اس پر کسی کا قرض ہو یا کسی سے عداوت ہو اور یہ خیال ہو کہ اگر پانی لینے جائیگا تو وہ قرض خواہ یا دشمن اسکو قید کرے گا یا کسی قسم کی تکلیف دیگا۔ یا کسی فاسق کے پاس پانی ہو اور عورت کو اس سے پانی میں اپنی بے حرمتی کا خوف ہو۔

---

[۱] ہمارے زمانہ میں انگریزی میل کے حساب سے شرعی ایک میل تقریباً ایک میل دو فرلانگ ہوتا ہے۔ ۱۲

[۲] امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بغیر خوف جان کے تیمم جائز نہیں۔ ۱۲

Marfat.com

۸۔ پانی کھانے پینے کی ضرورت کے لئے رکھا ہو کہ اگر وضو یا غسل میں خرچ کر دیا جائے تو اس ضرورت میں حرج ہو مثلاً پانی آٹا گوندھنے یا گوشت وغیرہ پکانے کے لئے رکھا ہو یا پانی اس قدر ہو کہ اگر وضو یا غسل میں صرف کر دیا جائے تو پیاس کا خوف ہو خواہ اپنی پیاس کا یا کسی اور آدمی کا یا اپنے جانور کا بشرطیکہ کوئی ایسی تدبیر نہ ہو سکے جس سے مستعمل پانی جانوروں کے کام آسکے۔

۹۔ کنوئیں سے پانی نکالنے کی کوئی چیز نہ ہو اور نہ کوئی کپڑا ہو جس کو کنوئیں میں ڈال کر تر کرے اور اس سے نچوڑ کر طہارت کرے یا پانی مٹکے وغیرہ میں ہو اور کوئی چیز پانی نکالنے کی نہ ہو اور مٹکا جھکا کر پانی نہ لے سکتا ہو اور ہاتھ نجس ہوں اور کوئی دوسرا شخص ایسا نہ ہو جو پانی نکال دے یا اس کے ہاتھ دھلادے۔

۱۰۔ وضو یا غسل کرنے میں ایسی نماز کے چلے جانے کا خوف ہو جس کی قضا نہیں جیسے عیدین اور جنازہ کی نماز

۱۱۔ پانی کا بھول جانا۔ مثلاً کسی شخص کے پاس پانی ہو اور وہ اس کو بھول گیا ہو اور اس کے خیال میں ہو کہ میرے پاس پانی نہیں ہے۔

جن چیزوں سے تیمم جائز ہے اور جن سے جائز نہیں

۱۔ مٹی یا مٹی کی قسم سے جو چیز ہو اس سے تیمم جائز ہے اور جو مٹی کی قسم سے نہ ہو اس سے جائز نہیں۔ جو چیزیں آگ میں جلانے سے نرم نہ ہوں اور نہ جل کر راکھ ہو جائیں اور وہ چیزیں مٹی کی قسم سے ہیں جیسے ریگ اور پتھر کے اقسام عقیق زبرجد فیروزہ سنگ مرمر ہرتال سنکھیا وغیرہ اور جو چیزیں آگ میں جلانے سے نرم ہو جائیں یا جل کر راکھ ہو جائیں اور وہ مٹی کے قسم سے نہیں جیسے کپڑا لکڑی وغیرہ کہ جل کر راکھ ہو جاتے ہیں اور سونا چاندی وغیرہ کہ جلنے سے نرم ہو جاتی ہیں۔

۲۔ جو چیزیں مٹی کی قسم سے نہ ہوں اگر ان پر غبار ہو تو ان سے بوجہ اس غبار کے تیمم جائز ہے۔
مثال۔ کسی کپڑے یا لکڑی یا سونے چاندی وغیرہ پر غبار ہو تو اس سے تیمم جائز ہے۔

۳۔ کسی نجس چیز پر غبار ہو تو اگر وہ غبار اس پر خشکی کی حالت میں پڑا ہو اور اس سے تیمم کرنے میں نجاست کے کسی جز کے آنے کا خوف نہ ہو تو اس سے تیمم جائز ہے ورنہ نہیں۔

۴۔ کسی حیوان یا انسان یا اپنے اعضاء پر غبار ہو تو اس سے تیمم جائز ہے جیسے کسی نے جھاڑ دی اور اس سے غبار اڑ کر منہ اور ہاتھوں پر پڑ جائے اور ہاتھ سے مل لے تو تیمم ہو جائے گا۔

۵۔ اگر کوئی ایسی چیز جس سے تیمم جائز نہیں مٹی وغیرہ کے ساتھ مل جائے تو غالب کا اعتبار ہوگا اگر مٹی وغیرہ غالب ہو تو تیمم جائز ہوگا ورنہ ناجائز۔

Marfat.com

تیمم کے احکام :- ۱۔ جن چیزوں کے لئے وضو فرض ہے ان کے لئے وضو کا تیمم بھی فرض ہے اور جن کے لئے وضو واجب ہے ان کے لئے وضو کا تیمم بھی واجب ہے اور جن کے لئے وضو سنت یا مستحب ہے ان کے لئے وضو کا تیمم بھی سنت یا مستحب ہے اور یہی حال ہے غسل کے تیمم کا بقیاس غسل کے۔

۲۔ اگر کسی کو حدث اکبر ہو اور مسجد میں جانے کی اس کو سخت ضرورت ہو اس پر تیمم کرنا واجب ہے۔

۳۔ جن عبادتوں کے لئے دونوں حدثوں سے طہارت شرط نہیں جیسے سلام، سلام کا جواب وغیرہ۔ ان کے لئے وضو وغسل دونوں کا تیمم بغیر عذر کے ہو سکتا ہے اور جن عبادتوں میں صرف حدث اصغر سے طہارت شرط نہ ہو جیسے قرآن مجید کی تلاوت اذان وغیرہ ان کے لئے صرف وضو کا تیمم بغیر عذر کے ہو سکتا ہے۔

۴۔ اگر کسی کے پاس مشکوک پانی ہو جیسے گدھے کا جھوٹا پانی تو ایسی حالت میں پہلے وضو یا غسل کرے اسکے بعد تیمم کرے۔

۵۔ اگر وہ عذر جس کی وجہ سے تیمم کیا گیا ہے آدمیوں کی طرف سے ہو تو جب وہ عذر جاتا رہے تو جس قدر نمازیں اس تیمم سے پڑھی ہیں سب دوبارہ پڑھنی چاہئیں۔ **مثال** کوئی شخص جیل میں ہو اور جیل کے ملازم اس کو پانی نہ دیں یا کوئی شخص اس سے کہے کہ اگر تو وضو کرے گا تو میں تجھ کو مار ڈالوں گا۔

۶۔ ایک مقام سے اور ایک ڈھیلہ سے چند آدمی یکے بعد دیگرے تیمم کریں تو درست ہے۔

۷۔ جو شخص پانی اور مٹی دونوں کے استعمال پر قادر نہ ہو خواہ پانی یا مٹی نہ ہونے کی وجہ سے یا بیماری سے تو اس کو چاہیئے کہ نماز بلا طہارت پڑھ لے پھر اس کو طہارت سے لوٹا لے۔

مثال. کوئی شخص ریل میں ہو اور اتفاق سے نماز کا وقت آجائے اور پانی اور وہ چیز جس سے تیمم درست ہے نہ ہو اور نماز کا وقت جاتا ہو تو ایسی حالت میں بلا طہارت نماز پڑھے۔ جیل میں کوئی شخص ہو اور وہ پاک پانی اور مٹی پر قادر نہ ہو تو بے وضو اور تیمم کے نماز پڑھ لے اور دونوں صورتوں میں نماز کا اعادہ کرنا پڑیگا

تیمم کا مسنون و مستحب طریقہ

تیمم کا طریقہ یہ ہے کہ بسم اللہ پڑھ کر اور نیت کر کے اپنے دونوں ہاتھوں کو کسی ایسی مٹی پر جس کو نجاست نہ پہنچی ہو یا نجاست اس کی دھو کر زائل کر دی گئی ہو اپنے دونوں ہاتھوں کو ہتھیلیوں کی جانب سے کشادہ کر کے مار کر لے اس کے بعد ہاتھوں کو اٹھا کر ان کی مٹی جھاڑ ڈالے پھر پورے دونوں ہاتھوں کو اپنے پورے منہ پر ملے اس طرح کہ کوئی جگہ ایسی نہ باقی رہے جہاں ہاتھ نہ پہنچے پھر اسی طرح دونوں ہاتھوں کو مٹی پر مار کر ملے اور پھر

Marfat.com

ان کی مٹی جھاڑ ڈالے اور بائیں ہاتھ کی تین انگلیاں سوا کلمہ کی انگلی اور انگوٹھے کے داہنے ہاتھ کی انگلیوں کے سرے پر پشت کی جانب رکھ کر کہنیوں تک کھینچ لائے اسی طرح کہ بائیں ہاتھ کی ہتھیلی بھی لگ جائے اور کہنیوں کا مسح بھی ہو جائے پھر باقی انگلیوں کو اور ہاتھ کی ہتھیلی کو دوسرے جانب رکھ کر انگلیوں تک کھینچا جائے اسی طرح بائیں ہاتھ کا بھی مسح کرے وضو اور غسل دونوں کے تیمم کا یہی طریقہ ہے اور ایک ہی تیمم دونوں کے لئے کافی ہے اگر دونوں کی نیت کی جائے۔

تیمم کے فرائض اور واجبات

۱۔ تیمم کرتے وقت نیت کرنا فرض ہے۔
۲۔ مٹی یا مٹی کے قسم سے کسی چیز پر دو مرتبہ ہاتھ مارنا فرض ہے۔
۳۔ تمام منہ اور دونوں ہاتھوں کے اکثر حصہ سے ملنا فرض ہے۔
۴۔ اعضاء سے ایسی چیز کا دور کر دینا فرض ہے جس کے سبب سے مٹی جسم تک نہ پہنچ سکے جیسے روغن، یا چربی وغیرہ
۵۔ تنگ انگوٹھی تنگ چھلوں اور چوڑیوں کا اتار ڈالنا واجب ہے
۶۔ اگر کسی قرینہ سے پانی کا قریب ہونا معلوم ہو تو اس کے تلاش میں سو قدم تک خود جانا یا کسی کو بھیجنا واجب ہے
۷۔ اگر کسی کے پاس پانی ہو اور اس سے ملنے کی امید ہو تو اس سے طلب کرنا واجب ہے۔

تیمم کی سنن اور مستحبات

۱۔ تیمم کے شروع میں بسم اللہ کہنا درست ہے
۲۔ اسی ترتیب سے تیمم کرنا سنت ہے جس ترتیب سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا یعنی پہلے منہ کا مسح پھر دونوں ہاتھوں کا۔
۳۔ پاک مٹی پر ہتھیلیوں کی اندرونی سطح کو ملنا سنت ہے نہ ان کی پشت کو۔
۴۔ بعد ملنے کے دونوں ہاتھوں سے مٹی کا جھاڑ ڈالنا سنت ہے۔
۵۔ مٹی پر ہاتھ مارتے وقت انگلیوں کا کشادہ رکھنا سنت ہے تاکہ غبار ان کے اندر پہنچ جائے
۶۔ کم سے کم تین انگلیوں سے مسح کرنا سنت ہے
۷۔ پہلے دائیں عضو کا مسح کرنا پھر بائیں کا سنت ہے
۸۔ مٹی سے تیمم کرنا سنت ہے نہ اس کے ہم جنس سے
۹۔ منہ کے مسح کے بعد ڈاڑھی کا خلال کرنا سنت ہے۔

Marfat.com

۱۰۔ ایک عضو کے مسح کے بعد بلا توقف دوسرے عضو کا مسح کرنا مستحب ہے

۱۱۔ مسح کا اسی خاص طریقہ سے ہونا مستحب ہے جو تیمم کے طریقہ میں لکھا گیا ہے

۱۲۔ جس شخص کو آخیر وقت تک پانی ملنے کا یقین یا گمان غالب ہو اسکو نماز کے اخیر وقت تک پانی کا انتظار کرنا مستحب ہے مثال۔ کنویں سے پانی نکالنے کی کوئی چیز نہ ہو اور یقین یا گمان غالب ہو کہ اخیر وقت تک رسی ڈول مل جائیگا۔ یا کوئی شخص ریل پر سوار ہو اور یقیناً معلوم ہو کہ اخیر وقت تک ریل ایسے اسٹیشن پر پہنچ جائے گی جہاں پانی مل سکتا ہے۔

تیمم جن چیزوں سے ٹوٹ جاتا ہے

۱۔ جن چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے ان سے وضو کا تیمم بھی ٹوٹ جاتا ہے اور جن چیزوں سے غسل واجب ہوتا ہے ان سے غسل کا تیمم بھی ٹوٹ جاتا ہے

اگر وضو اور غسل دونوں کے لئے ایک ہی تیمم کیا جائے تو جب وضو ٹوٹ جائیگا تو وہ تیمم وضو کے حق میں ٹوٹ جائیگا اور غسل کے حق میں باقی رہے گا جب تک غسل کی واجب کرنے والی کوئی چیز نہ پائی جائے

۲۔ جس عذر کے سبب سے تیمم کیا گیا تھا اسکے زائل ہو جانے سے تیمم جاتا رہتا ہے اگرچہ اسکے بعد ہی فوراً دوسرا عذر پیدا ہو جائے۔ مثال۔ کسی شخص نے پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمم کیا تھا پھر جب پانی ملا تو وہ بیمار ہو گیا۔

اگر کوئی شخص سوتا ہوا اونگھتا ہوا پانی کے پاس سے گزرے تو اس کا تیمم نہ جائیگا اس لئے کہ وہ ایسی حالت میں پانی پر پہنچا تھا جس میں اسکو پانی کے استعمال پر قدرت نہ تھی مگر اس میں یہ شرط ہے کہ اس طرح سویا ہو کہ جس سے وضو نہ ٹوٹے یا تیمم غسل کے عوض میں کیا ہو۔ مثال کوئی شخص گھوڑے یا کسی گاڑی پر بیٹھا ہوا سو جائے اور اثنائے راہ میں سے کوئی پانی کا چشمہ یا ندی وغیرہ ملے تو اس کا تیمم نہ جائیگا۔ (قاضی خان، زاہدی، نہر، فتح القدیر وغیرہ)

اگر کوئی شخص ریل پر سوار ہو اور اس نے پانی نہ ملنے سے تیمم کیا ہو اور اثنائے راہ میں چلتی ہوئی ریل سے اسے پانی کے چشمے یا تالاب وغیرہ دکھلائی دیں تو اس کا تیمم نہ جائے گا اس لئے کہ اس صورت میں وہ پانی کے استعمال پر قادر نہیں۔ ریل نہیں ٹھہر سکتی اور چلتی ہوئی ریل سے اُتر نہیں سکتا۔

اللہ تعالیٰ کی عنایت سے علم الفقہ کی پہلی جلد جس میں طہارت کا بیان ہے ختم ہو گئی اس کے بعد دوسری جلد شروع ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ امداد فرمائے۔ آمین۔

ے یہ شرط اس لئے کی گئی ہے کہ اگر تیمم کا وضو ہو گا اور اسی طرح سو جائے گا جس سے وضو ٹوٹ جاتا تو اس کا تیمم سونے سے ٹوٹ جائے گا پانی ملنے کو کچھ دخل نہ ہو گا۔ ۱۲

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَ الصَّلٰوۃَ مِعْرَاجَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَصَیَّرَهَا عِمَادَ الدِّیْنِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَکْرَمِ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ اِمَامِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِیْنَ ۞

چونکہ ہم اس کتاب کی پہلی جلد میں طہارت (جو نماز کی شرطوں میں ایک اعلیٰ درجہ کی شرط ہے) کے مسائل لکھ چکے ہیں اس لئے اب ہم نماز کا بیان شروع کرتے ہیں خدا سے تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم سے اس کو حسب دل خواہ انجام تک پہنچائے اور اہل اسلام کو اس سے منتفع فرمائے۔ آمین۔

نماز ایک ایسی پسندیدہ عبادت ہے جس سے کسی نبی کی شریعت خالی نہیں۔ حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس وقت تک تمام رسولوں کی امت پر نماز فرض تھی۔ ہاں اس کی کیفیت اور تعینات میں البتہ تغیر ہوتا رہا۔

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر ابتدائے رسالت میں دو وقت کی نماز فرض تھی ایک آفتاب نکلنے سے پہلے اور ایک آفتاب ڈوبنے کے بعد۔

ہجرت سے ڈیڑھ برس پہلے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوئی تو ان پانچ وقتوں میں نماز فرض کی گئی۔ ۱۔ فجر۔ ۲۔ ظہر۔ ۳۔ عصر۔ ۴۔ مغرب۔ ۵۔ عشاء۔ ان پانچوں وقتوں کی نماز صرف اسی امت کے ساتھ خاص ہے۔ اگلی امتوں میں کسی پر صرف فجر کی نماز فرض تھی کسی پر ظہر کی کسی پر عصر کی۔

نماز کی تاکید اور اس کی فضیلت

نماز اسلام کا رکن اعظم ہے بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ اسلام کا دارومدار اسی پر ہے تب بھی بالکل مبالغہ نہیں ہر مسلمان عاقل بالغ پر ہر روز پانچ وقت فرض عین ہے۔ امیر ہو یا فقیر صحیح ہو یا مریض مسافر ہو یا مقیم یہاں تک کہ اگر دشمن کے مقابلہ میں جب لڑائی کی آگ بھڑک رہی ہو اس وقت بھی اس کا چھوڑنا جائز نہیں یہاں تک کہ عورت کو جب وہ دردِ زہ میں مبتلا ہو جو ایک سخت مصیبت کا وقت ہے نماز کا چھوڑنا جائز نہیں بلکہ اس کے ادا میں دیر کرنے کی بھی اجازت نہیں یہاں تک کہ اگر بچّہ کا کوئی جز و نصف سے کم اس کے خاص حصّہ سے باہر آ گیا ہو خون نکلا ہو یا نہیں اس وقت بھی اس کو نماز پڑھنے کا حکم ہے اور نماز پڑھنے میں توقف کرنا جائز نہیں، جو شخص اس کی فرضیت کا انکار کرے وہ یقیناً کافر ہے۔

نماز کی تاکید اور فضائل سے قرآن مجید اور احادیث کے مبارک صفحات مالامال ہیں شریعت میں کسی اور عبادت کی اس قدر سخت تاکید نہیں ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابہ نماز چھوڑنے والے کو کافر فرماتے ہیں امیر المومنین حضرت فاروق اعظم جیسے جلیل الشان فقیہ صحابی کا بھی یہی قول ہے امام احمد رحمۃ اللہ کا بھی یہی مسلک ہے۔ امام شافعیؒ بھی اس کے قتل کا فتویٰ دیتے ہیں ہمارے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اگرچہ اس کے کفر کے قائل نہیں مگر ان کے نزدیک بھی نماز چھوڑنے والے کے لیے سخت تعزیر ہے۔

تمام وہ حدیثیں جن سے نماز کی تاکید اور فضیلت نکلتی ہے اگر ایک جگہ جمع کی جائیں تو قطعی طور پر اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ نماز کا ترک کرنے والا خدا اور رسول کے نزدیک سخت گنہگار اور سرکش اور نافرمان ہے اور نماز کا ترک کرنا تمام گناہوں میں ایک بڑے درجہ کا گناہ ہے اپنے مالک و آقا کی رضا جوئی یوں ہی ہر بندے پر فرض و واجب ہوتی ہے اور جو بندہ خیال نہیں کرتا وہ اس مالک کے تمام بندوں میں ایک برا بندہ سمجھا جاتا ہے۔ اور مالک کے نزدیک نہایت ذلیل اور خوار رہتا ہے۔ اگر اس قدر سخت تاکیدوں کے بعد بھی خیال نہ کرے تو خیال کیجیے کہ بات کہاں تک پہنچتی ہے!

تمام وہ حدیثیں یا اکثر ان میں کی اگر ایک جگہ جمع کی جائیں تو اس کے لیے ایک طویل دفتر بھی کفایت نہ کرے گا۔ لہٰذا چند آیاتِ قرآن اور چند صحیح احادیث اور صحابہؓ و تابعین

رضی اللہ عنہم کے چند اقوال اس جگہ بیان کیے جاتے ہیں۔

۱۔ اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا۔ بیشک ایمان داروں پر نماز فرض ہے وقت وقت سے۔

۲۔ قولہ تعالیٰ حافظوا عَلَی الصَّلٰوۃِ وَالصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی۔ پابندی کرو نمازوں کی خصوصاً درمیانی نماز (عصر) کی۔

۳۔ اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْھِبْنَ السَّیِّئٰتِ۔ بیشک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں نیکیوں سے مراد اس آیت میں نماز ہے جیسا کہ صحیحین کی حدیث سے جو آگے بیان ہوگی یہ مراد صاف طور پر واضح ہے۔

۴۔ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ۔ بیشک نماز بُرے اور خراب کاموں سے انسان کو بچاتی ہے اور بیشک اللہ کے ذکر کا بڑا مرتبہ ہے اور بڑا اثر ہے۔

۵۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام کی بنا پانچ چیزوں پر ہے۔ ۱۔ توحید اور رسالت کا اقرار۔ ۲۔ نماز پڑھنا۔ ۳۔ زکوٰۃ دینا۔ ۴۔ رمضان کے روزے رکھنا (بشرط قدرت) ۵۔ حج کرنا (بخاری، مسلم)

۶۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن اور کافر کے درمیان میں نماز حد فاصل ہے (مسلم) خیال کرو کہ جب یہ حد فاصل نہ رہے تو کیا نتیجہ نکلتا ہے۔

۷۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے نماز چھوڑ دی وہ کافر ہو گیا۔ (مشکوٰۃ)

جو لوگ بے نماز کو کافر نہیں کہتے اُن کے نزدیک اس حدیث میں کافر ہو جانے کا یہ مطلب ہے قریب کفر کے ہو گیا اور محاورے میں ایسا استعمال ہوتا رہتا ہے مثلاً اگر کوئی شخص کسی جنگل میں بے یار و مددگار ہو جائے اور اس کے پاس کھانے پینے کی کوئی چیز نہ رہے تو اس کو کہتے ہیں کہ مر گیا یعنی اب موت اس کے قریب ہے۔

۸۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص نماز پڑھتا رہے گا قیامت میں اس کے ساتھ ایک نور ہوگا اور وہ نماز اس کے لیے باعث نجات ہوگی اور جو شخص نماز سے غفلت کرے گا وہ قیامت میں قارون، فرعون، ہامان، اُبی بن خلف جیسے دشمنانِ خدا کے ہمراہ ہوگا (مسند امام احمد، دارمی، بیہقی)

Marfat.com

۹ - نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ خدائے تعالیٰ نے پانچ وقت کی نماز فرض کی ہے جو شخص ان کو اچھی طرح وضو کر کے پابندی اوقات سے پڑھتا رہے گا اور ان کے ارکان و آداب کی رعایت کرے گا اس کے لیے جل شانہ کا وعدہ ہے کہ بخش دے گا اور جو شخص ایسا نہ کرے گا اس کے لیے اللہ تعالیٰ کا کچھ وعدہ نہیں چاہے بخش دے اور چاہے عذاب کرے گا - (مسند امام احمد مؤطا امام مالک ابو داؤد)

۱۰ - حضرت ابوالدرداؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی فرماتے ہیں کہ مجھے میرے جانی دوست (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ وصیت فرمائی تھی کہ اے ابوالدرداء نماز نہ چھوڑنا اس لیے کہ نماز چھوڑنے والے سے اسلام کا ذمہ بری ہے (ابن ماجہ) گویا دائرۂ اسلام سے خارج سمجھا جائے گا -

۱۱ - ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم جاڑوں کے زمانے میں جب پت جھڑ ہو رہی تھی باہر تشریف لائے اور ایک درخت کی دو شاخیں پکڑ کر ہلائیں اس سے بکثرت پتے گرنے لگے - پھر آپ نے فرمایا کہ اے ابوذر جب کوئی مسلمان خلوص دل سے نماز پڑھتا ہے تو اس کے گناہ بھی اسی طرح جھڑ جاتے ہیں جیسے اس درخت کے پتے جھڑ رہے ہیں - (مسند امام احمد)

۱۲ - ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کو تمام عبادتوں میں کون سی عبادت زیادہ پسند ہے - ارشاد ہوا کہ نماز (بخاری و مسلم)

۱۳ - ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے پوچھا کہ بتلاؤ اگر کسی کے دروازہ پر نہر ہو، وہ ہر روز پانچ مرتبہ اس نہر میں نہاتا ہو پھر بھی اس کے بدن پر کچھ میل باقی رہ جائیگا صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اس کے بدن پر کچھ بھی میل نہ رہے گا - ارشاد ہوا - کہ یہی کیفیت نماز کی ہے جس طرح نہانے سے بدن کی کثافت دور ہو جاتی ہے اسی طرح نماز پڑھنے سے روح کی (گناہ کی) کثافت دور ہو جاتی ہے - (بخاری - مسلم)

۱۴ - ایک مرتبہ ایک شخص نے نہایت رنج و ندامت کی حالت میں جوان کو ایک عورت کے ساتھ سوا جماع کے اور باقی ناجائز امور کے ارتکاب سے طاری تھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھ سے ایک خطا صادر ہو گئی ہے میرے لیے جو سزا تجویز فرمائیے میں حاضر ہوں حضرتؐ نے یہ بھی نہ پوچھا کہ تم سے کیا گناہ ہوا ہے اتنے میں نماز کا

وقت آگیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھنے تشریف لے گئے وہ شخص بھی نماز میں آپ کے ساتھ تھے نماز کے بعد پھر انھوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرے لیے کیا حکم ہوتا ہے ارشاد ہوا کہ نماز پڑھنے سے تمھارا گناہ معاف ہوگیا۔ ایک روایت میں ہے کہ اسی وقت یہ آیت بھی نازل ہوئی إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ اور اس شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ حکم خاص میرے لیے ہے یا آپ کی تمام امت کے لیے ارشاد ہوا کہ سب کے لیے۔ (بخاری۔ مسلم)

۱۵۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک نماز سے دوسری نماز تک جتنے صغیرہ گناہ ہوتے ہیں سب معاف ہوجاتے ہیں (مشکوٰۃ المصابیح)

۱۶۔ عبداللہ بن شقیق (ایک جلیل القدر تابعی) فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سوا نماز کے اور کسی عبادت کے چھوڑنے کو کفر نہ سمجھتے تھے۔ (ترمذی)

۱۷۔ حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی یہ کیفیت تھی کہ جب نماز کا وقت آتا تو ان کے چہرۂ مبارک کا رنگ متغیر ہوجاتا لوگوں نے پوچھا کہ اے امیر المومنین آپ کی یہ کیا حالت ہے؟ ارشاد فرمایا کہ اب اس امانت[1] کے ادا کرنے کا وقت آگیا جسے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر پیش فرمایا تھا اور وہ سب اس امانت کے لینے سے ڈر گئے اور انکار کردیا۔ (احیاء العلوم)

۱۸۔ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ جس وقت نماز کے واسطے وضو فرماتے ان کا رنگ زرد ہوجاتا ایک مرتبہ ان کے گھر والوں نے ان سے پوچھا کہ وضو کے وقت آپ کی یہ حالت ہوجاتی ہے فرمایا کہ تم نہیں جانتے کہ میں کس کے سامنے کھڑا ہونا چاہتا ہوں۔ (احیاء العلوم)

---

[1] یہ اشارہ ہے اس آیت کی طرف إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ یعنی ہم نے پیش کی امانت آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر پس انکار کردیا ان سب نے اور ڈر گئے وہ اس امانت سے اور لے لیا اس امانت کو انسان نے ۱۲

Marfat.com

اصطلاحات

ہم اس میں چند اصطلاحی الفاظ کے معنی بیان کرتے ہیں ۔

۱ ۔ زوال ۔ آفتاب کا ڈھل جانا جسے ہماری عرف میں دوپہر ڈھلنا کہتے ہیں ۔

۲ ۔ سایۂ اصلی ۔ وہ سایہ جو زوال کے وقت باقی رہتا ہے یہ سایہ ہر شہر کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے کسی میں بڑا ہوتا ہے کسی میں چھوٹا کہیں بالکل نہیں ہوتا جیسے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں زوال اور سایۂ اصلی کے پہچاننے کی سہل تدبیر یہ ہے کہ ایک سیدھی لکڑی ہموار زمین پر گاڑ دیں اور جہاں تک اس کا سایہ پہنچے اس مقام پر ایک نشان بنا دیں پھر دیکھیں کہ وہ سایہ اس نشان کے آگے بڑھتا ہے یا پیچھے ہٹتا ہے اگر آگے بڑھتا ہے تو سمجھ لینا چاہیے کہ ابھی زوال نہیں ہوا ۔ اور اگر پیچھے ہٹے تو زوال ہو گیا اگر یکساں رہے نہ پیچھے ہٹے نہ آگے بڑھے تو ٹھیک دوپہر کا وقت ہے ، اس کو استوا کہتے ہیں ۔ (بحر الرائق)

۳ ۔ ایک مثل ۔ سایۂ اصلی کے سوا جب ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہو جائے ۔

۴ ۔ دو مثل ۔ سایۂ اصلی کے سوا جب ہر چیز کا سایہ اس سے دوگنا ہو جائے ۔

۵ ۔ تثویب ۔ وہ اعلام جس سے پہلے کوئی اعلام ہو چکا ہو اور اس کی غرض اور اس اعلام کی غرض ایک ہو مثلاً پہلے اعلام سے لوگوں کو نماز کے لیے بلانا مقصود ہو تو دوسرے اعلام سے بھی وہی مقصود ہے ۔

۶ ۔ اقامت ۔ جس کو ہمارے عرف میں تکبیر کہتے ہیں حاضرین کو جماعت قائم ہونے کی اطلاع کے لیے کہی جاتی ہے ۔

۷ ۔ عورت ۔ جسم کا وہ حصہ جس کا ظاہر کرنا شرعاً حرام ہے ۔ مرد کے لیے خواہ آزاد ہو یا غلام ناف کے نیچے سے گھٹنے تک عورت ہے گھٹنا عورت میں داخل ہے اور آزاد عورتوں کے لیے سوا منھ اور ہاتھ اور دونوں قدم کے کل جسم عورت ہے اور لونڈی کے لیے پیٹ اور پیٹھ سے گھٹنوں کے نیچے ۔ سینے اور پشت کا وہ حصہ جو سینہ کے مقابل ہے عورت نہیں خنثیٰ اگر کسی کا غلام ہو تو اس کا حکم مثل لونڈی کے ہے ۔ اگر آزاد ہو مثل آزاد عورتوں کے ۔

۸ ۔ عورتِ غلیظہ ۔ خاص حصہ اور مشترک حصہ اور انثیین اور ان کے قریب کا جسم ۔

۹ - **عورتِ خفیفہ** - خاص حصہ اور مشترک حصہ اور ران کے متصل جسم کے سوا باقی وہ اعضاء جن کے چھپانے کا حکم ہے۔

۱۰ - **مُدرِک** - وہ شخص جس کو شروع سے اخیر تک کسی کے پیچھے جماعت سے نماز ملے اور اس کو مقتدی اور مؤتم بھی کہتے ہیں۔

۱۱ - **مسبوق** - وہ شخص جو ایک رکعت یا اس سے زیادہ ہو جانے کے بعد جماعت میں آکر شریک ہوا ہو۔

۱۲ - وہ شخص جو کسی امام کے پیچھے نماز میں شریک ہوا ہو اور بعد شریک ہونے کے اس کی سب رکعتیں یا کچھ رکعتیں جاتی رہیں خواہ اس وجہ سے کہ وہ سو گیا ہو یا اس کو حدث ہو جائے اصغر یا اکبر۔ (مراقی الفلاح - درمختار)

۱۳ - **مقیم** - وہ شخص جو اپنے وطن میں ہو خواہ وہ وطن اصلی ہو یا وطن اقامت یا ایسے مقام پر ہو جو اس کے وطن سے تین دن کی مسافت سے کم فاصلہ[1] پر ہو۔

۱۴ - **مسافر** - وہ شخص جو اپنے وطن اصلی یا وطن اقامت سے ایسے مقام کا ارادہ کر کے نکلے جو وطن سے تین دن کی مسافت پر ہو جب وہ اپنے شہر کی آبادی سے باہر نکل جائے اس پر مسافر کا اطلاق شروع ہو جائے گا۔ تین دن کی مسافت متوسط چال سے ہونا چاہیے نہ بہت تیز اور نہ بہت سست جس کا اندازہ تیس کوس انگریزی میل کے حساب سے کیا جاتا ہے۔ اس لئے کہ انسان متوسط چال سے ہر روز دس کوس چلتا ہے۔

۱۵ - **وطن** - رہنے کی جگہ - وطن کی دو قسمیں ہیں: ۱ - وطن اصلی۔ ۲ - وطن اقامت۔

۱۶ - **وطنِ اصلی** - وہ مقام جہاں ہمیشہ رہنے کے قصد سے انسان بود و باش کرے پھر اگر اتفاقاً اس مقام کو چھوڑ کر دوسرے مقام میں اسی قصد سے سکونت اختیار کرے تو یہ دوسرا مقام وطن اصلی ہو جائے گا۔ اور پہلا مقام وطن اصلی نہ رہے گا۔

۱۷ - **وطنِ اقامت** - وہ مقام جہاں انسان پندرہ دن یا اس سے زیادہ رہنے کے قصد سے قیام کرے خواہ رہنے کا اتفاق پندرہ دن سے کم ہو یا زیادہ۔

---

[1] تین دن کی مسافت پیدل چلنے کے اعتبار سے ہے۔ فقہاء رحمہم اللہ نے اس کی تعیین ۴۸ میل سے کی ہے افطار صوم میں بھی امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کے نزدیک ۴۸ میل ہی کی شرط ہے۔ محمد میاں صدیقی

Marfat.com

۱۸ - **عمل کثیر**[1] - وہ فعل جس کو نماز پڑھنے والا بہت سمجھے خواہ دونوں ہاتھوں سے کیا جائے یا ایک ہاتھ سے اور خواہ دیکھنے والا اس فعل کے کرنے والے کو نماز میں سمجھے یا نہ سمجھے۔

۱۹ - **عمل قلیل** - وہ فعل جس کو نماز پڑھنے والا بہت نہ سمجھے۔

۲۰ - **ادا** - وہ نماز جو اپنے وقت پر پڑھی جائے۔

۲۱ - **قضا** - وہ نماز جو اپنے وقت میں نہ پڑھی جائے مثلاً ظہر کی نماز عصر کے وقت پڑھی جائے۔

---

[1] عمل کثیر کی ہمارے فقہاء نے مختلف تعریفیں لکھی ہیں بعض نے یہ لکھا ہے کہ عمل کثیر وہ ہے جس کے کرنے میں دونوں ہاتھوں کی ضرورت پڑے جیسے عمامہ کا باندھنا اور بعض نے لکھا ہے کہ عمل کثیر وہ ہے جس کے کرنے والے کو دیکھ کر لوگ یہ سمجھیں کہ یہ نماز میں نہیں ہے مگر صحیح اور امام صاحب کے اصول کے موافق یہی تعریف ہے جو لکھی گئی (بحرالرائق)

Marfat.com

اوقات نماز

چونکہ نماز اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کے ادائے شکر کے لیے ہے جو ہر وقت و ہر آن نازل ہوتی رہتی ہیں لہذا اس کا مقتضا یہ تھا کہ کسی وقت انسان اس عبادت سے خالی نہ رہے مگر چونکہ اس سے تمام ضروری حوائج میں حرج ہوتا اس لیے تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد ان پانچ وقتوں میں نماز فرض کی گئی۔ فجر، ظہر، عصر، مغرب، عشا۔

فجر کا وقت[1] - صبح صادق سے شروع ہوتا ہے اور طلوع آفتاب تک رہتا ہے۔

(بحر، در مختار مراقی الفلاح ۱۲)

سب سے پہلے اخیر شب میں ایک سپیدی بیچ آسمان ظاہر ہوتی ہے۔ مگر یہ سپیدی قائم نہیں رہتی بلکہ اس کے بعد ہی اندھیرا ہو جاتا ہے اس کو صبح کاذب کہتے ہیں۔

اس کے تھوڑی دیر کے بعد ایک سپیدی آسمان کے کنارے پر چاروں طرف ظاہر ہوتی ہے اور وہ باقی رہتی ہے بلکہ وقتاً فوقتاً اس کی روشنی بڑھتی چلی جاتی ہے اس کو صبح صادق کہتے ہیں اور اسی سے صبح کا وقت شروع ہوتا ہے۔ مردوں کے لیے مستحب ہے کہ فجر کی نماز ایسے وقت شروع کریں کہ روشنی خوب پھیل جائے اور اس قدر وقت باقی ہو کہ اگر نماز پڑھی جائے اور اس میں چالیس پچاس آیتوں کی تلاوت اچھی طرح کی جائے، اور بعد نماز کے اگر کسی وجہ سے اعادہ کرنا چاہیں تو اسی طرح چالیس پچاس آیتیں اس میں پڑھ سکیں اور عورتوں کو ہمیشہ اور مردوں کو حالت حج میں مزدلفہ میں فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھنا مستحب ہے۔ (در مختار۔ مراقی الفلاح)

ظہر کا وقت - آفتاب ڈھلنے کے بعد شروع ہوتا ہے اور جب تک ہر چیز کا سایہ اصلی سایہ کے علاوہ دو مثل نہ ہو جائے ظہر کا وقت رہتا ہے[2] مگر احتیاط یہ ہے کہ ایک مثل کے اندر اندر

---

[1] فجر کے وقت میں کسی کا اختلاف نہیں نہ ابتدا میں نہ انتہا میں سب کے نزدیک فجر کا وقت صبح صادق سے شروع ہوتا ہے اور آفتاب نکلنے تک رہتا ہے ۱۲

[2] ظہر کا اول وقت متفق علیہ ہے سب کے نزدیک ظہر کا وقت بعد آفتاب ڈھلنے کے شروع ہوتا ہے مگر آخر وقت میں اختلاف ہے صاحبین رح کے نزدیک ظہر کا آخر وقت ایک مثل ہے اور امام ابو حنیفہ رح سے بھی ایک روایت اسی مضمون کی نقل کی جاتی ہے اور ایک روایت علامہ زیلعی نے یہ بھی نقل کی ہے کہ ظہر کا وقت ایک مثل کے بعد چلا جاتا ہے اور عصر کا وقت دو مثل کے بعد آتا ہے اس بنا پر ایک مثل سے دو مثل تک کسی نماز کا وقت نہیں مگر امام ابو حنیفہ رح کا مشہور مذہب جو فقہ کی کتب معتبرہ متون اور شروح میں اختیار کیا گیا ہے وہی ہے جو ہم نے لکھا مگر پھر بھی ان اختلافات سے بچنے کے لیے بہتر ہے کہ ظہر کی نماز ایک مثل کے اندر پڑھ لی جائے (شامی بحر)

Marfat.com

ظہر کی نماز پڑھ لی جائے۔

(ایضاً) جمعہ کی نماز کا وقت بھی یہی ہے صرف اس قدر فرق ہے کہ ظہر کی نماز گرمیوں میں کچھ تاخیر کر کے پڑھنا بہتر ہے خواہ گرمی کی شدت ہو یا نہیں اور جاڑوں کے زمانہ میں جلد پڑھنا مستحب ہے۔ (شامی، بحر)

عصر کا وقت[سلہ] - بعد دو مثل کے شروع ہوتا ہے اور آفتاب ڈوبنے تک رہتا ہے عصر کا مستحب وقت اس وقت تک ہے جب تک آفتاب میں زردی نہ آجائے اور اس کی روشنی ایسی کم ہو جائے کہ اس پر نظر ٹھہرنے لگے اس کے بعد مکروہ ہے اور عصر کی نماز ہر موسم میں خواہ گرمی ہو یا جاڑا دیر کر کے پڑھنا مستحب ہے مگر نہ اس قدر دیر کہ آفتاب میں زردی آجائے اور اس کی روشنی کم ہو جائے ہاں جس دن ابر ہو اس دن عصر کی نماز جلد پڑھنا مستحب ہے (درمختار)

مغرب کا وقت - آفتاب ڈوبنے کے بعد شروع ہوتا ہے اور جب تک شفق کی سپیدی[سلہ] آسمان کے کناروں میں قائم رہے باقی رہتا ہے۔ (بحر، طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح) مغرب کی نماز وقت شروع ہوتے ہی پڑھنا مستحب ہے اور ستاروں کے اچھی طرح نکل آنے کے بعد مکروہ تحریمی ہے۔ ہاں جس روز ابر ہو اس دن اس قدر تاخیر کر کے نماز پڑھنا کہ جس میں وقت آجانے کا اچھی طرح یقین ہو جائے مستحب ہے۔ مغرب کا وقت بالکل فجر کا

سلہ عصر کے ابتدائی وقت میں اختلاف ہے صاحبینؒ کے نزدیک بعد ایک مثل کے عصر کا وقت آجاتا ہے اور امام صاحبؒ کے نزدیک بعد دو مثل کے اور عصر کے آخر وقت میں کسی کا اختلاف نہیں سب کے نزدیک عصر کا وقت غروب آفتاب تک رہتا ہے اور بعض نے عصر کے وقت کو آفتاب کے زرد ہو جانے تک بیان کیا ہے ۱۲

سلہ آفتاب ڈوبنے کے بعد ایک سرخی آسمان کے کناروں میں ظاہر ہوتی ہے اس کے بعد پھر ایک سپیدی نمودار ہوتی ہے۔ اس سپیدی اور اس سرخی دونوں کو شفق کہتے ہیں۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مغرب کا وقت سپید شفق تک رہتا ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک سرخ شفق تک بعض فقہا نے صاحبینؒ کے مذہب پر فتویٰ دیا ہے اور اسی کو امام صاحبؒ کا مذہب بھی بیان کیا ہے مگر یہ صحیح نہیں امام صاحب کے نزدیک مغرب کا وقت سپید شفق تک رہتا ہے۔ اور اکابر صحابہ سے مثل حضرت صدیق اور حضرت عائشہؓ اور انس اور معاذ بن جبل اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے بھی یہی منقول ہے صرف ابن عمرؓ سے اور ایک روایت میں ابن عباسؓ سے سرخ شفق کا قول نقل کیا گیا ہے۔ لہٰذا محققین کا اس پر اتفاق ہے امام صاحبؒ کے قول پر عمل کرنا چاہیئے ۱۲ (فتح القدیر۔ بحر الرائق۔ طحطاوی۔ حاشیہ مراقی الفلاح۔ شامی)

Marfat.com

عکس ہے فجر کے وقت پہلے سپیدی ظاہر ہوتی ہے اس کے بعد سرخی اور مغرب میں پہلے سُرخی ظاہر ہوتی ہے پھر سپیدی۔

عشا کا وقت [1]۔ شفق کی سپیدی زائل ہو جانے کے بعد شروع ہوتا ہے اور جب تک صبح صادق نہ نکلے باقی رہتا ہے (بحر۔ فتح القدیر)

عشا کی نماز تہائی رات گزر جانے کے بعد اور نصف شب سے پہلے مستحب ہے۔ اور نصف شب کے بعد مکروہ ہے۔ (شامی)

جس دن ابر ہو اس دن عشا کی نماز جلد پڑھنا مستحب ہے۔ (در مختار وغیرہ)

وتر کا وقت نماز عشا کے بعد ہے جو شخص آخر شب میں اٹھتا ہو اس کو مستحب ہے کہ وتر آخر شب میں پڑھے اور اگر اٹھنے میں شک ہو تو پھر عشا کی نماز کے بعد ہی پڑھ لینا چاہیے (مراقی الفلاح و مختار)

عیدین کی نماز کا وقت آفتاب کے اچھی طرح نکل آنے کے بعد شروع ہوتا ہے اور زوال آفتاب تک رہتا ہے۔ آفتاب کے اچھی طرح نکل آنے سے یہ مقصود ہے کہ آفتاب کی زردی جاتی رہے اور روشنی ایسی تیز ہو جائے کہ نظر نہ ٹھہر سکے اس کی تعیین کے لیے فقہا نے لکھا ہے کہ بقدر ایک نیزے کے بلند ہو جائے۔ عیدین کی نماز کا جلد پڑھنا مستحب ہے (مراقی الفلاح۔ شامی)

اوقات مکروہ ہ۔ اٹھارہ ہیں۔

۱ - آفتاب نکلتے وقت جب تک آفتاب کی زردی نہ زائل ہو جائے اور اس قدر روشنی اس میں نہ آجائے کہ نظر نہ ٹھہر سکے اس کا شمار نکلنے میں ہوگا اور یہ کیفیت آفتاب میں ایک نیزہ بلند ہونے کے بعد آتی ہے۔

۲ - ٹھیک دوپہر کے وقت جب تک آفتاب ڈھل نہ جائے۔

۳ - آفتاب میں سرخی آجانے کے بعد غروب آفتاب تک۔

۴ - نماز فجر پڑھ چکنے کے بعد آفتاب کے اچھی طرح نکل آنے تک۔

۵ - نماز عصر کے بعد غروب آفتاب تک۔

---

[1] عشا کے ابتدائی وقت میں اختلاف ہے جن لوگوں کے نزدیک مغرب کا وقت سرخ شفق تک رہتا ہے ان کے نزدیک عشا کا وقت سرخ شفق کے بعد آجاتا ہے اور امام صاحب کے نزدیک چونکہ مغرب کا وقت سپید شفق تک رہتا ہے اس لیے ان کے نزدیک عشا کا وقت بعد سپید شفق کے آتا ہے ۱۲

۶ - فجر کے وقت اس کی سنتوں کے علاوہ ۔
۷ - مغرب کے وقت مغرب کی نماز سے پہلے ۔
۸ - جب امام خطبہ کے لیے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہو خواہ وہ خطبہ جمعہ کا ہو یا عیدین کا یا نکاح کا یا حج وغیرہ کا ۔
۹ - جب فرض نماز کی تکبیر کہی جاتی ہو، ہاں اگر فجر کی سنت نہ پڑھی ہو اور کسی طرح یہ یقین ہو جائے کہ ایک رکعت جماعت سے مل جائے گی تو فجر کی سنتوں کا پڑھ لینا مکروہ نہیں ۔
۱۰ - نماز عیدین سے قبل خواہ گھر میں یا عیدگاہ میں ۔
۱۱ - نماز عیدین کے بعد (عیدگاہ میں)
۱۲ - عرفہ میں عصر اور ظہر کی نماز کے درمیان اور ان کے بعد ۔
۱۳ - مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نماز کے درمیان اور ان کے بعد ۔
۱۴ - نماز کا وقت تنگ ہو جانے کے بعد سوا فرض وقت کے اور کسی نماز کا پڑھنا خواہ وہ قضائے واجب الترتیب کیوں نہ ہو ۔
۱۵ - پاخانہ پیشاب معلوم ہوتے وقت یا خروج ریح کی ضرورت کے وقت ۔
۱۶ - کھانا آجانے کے بعد اگر اس کی طبیعت کھانا کھانے کو چاہتی ہو اور خیال ہو کہ اگر نماز پڑھے گا تو اس میں جی نہ لگے گا اور یہی حکم ہے تمام ان چیزوں کا جن کو چھوڑ کر نماز پڑھنے میں جی نہ لگنے کا خوف ہو۔ ہاں اگر نماز کا وقت تنگ ہو تو پھر پہلے نماز پڑھنے میں کچھ کراہت نہیں (طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح)
۱۷ - آدھی رات کے بعد عشاء کی نماز پڑھنا ۔
۱۸ - ستاروں کے بکثرت نکل آنے کے بعد مغرب کی نماز پڑھنا ۔

ان تمام اوقات میں نماز مکروہ ہے صرف اس قدر تفصیل ہے کہ پہلے دوسرے تیسرے پندرھویں سولھویں وقت میں سب نمازیں مکروہ ہیں فرض ہوں یا واجب یا نفل اور سجدۂ تلاوت کا ہو یا سہو کا اور پہلے تین وقتوں میں کوئی نماز شروع کی جائے تو اس کا شروع کرنا بھی صحیح نہیں اور اگر نماز پڑھتے پڑھتے ان میں سے کوئی وقت آجائے تو نماز باطل ہو جاتی ہے ۔ مگر ان چھ چیزوں کا شروع کرنا ان تین میں بھی صحیح ہے ۔

۱ - جنازے کی نماز۔ بشرطیکہ جنازہ انھیں تین وقتوں میں سے کسی وقت آیا ہو۔

Marfat.com

۲ - سجدۂ تلاوت۔ بشرطیکہ سجدہ کی آیت انھیں تین وقتوں میں سے کسی وقت پڑھی گئی ہو۔
۳ - اسی دن کی عصر۔
۴ - نفل نماز۔
۵ - وہ نماز جس کے ادا کرنے کی نذر انھیں تین وقتوں میں سے کسی وقت میں کی گئی ہو۔
۶ - اس نماز کی قضا جو انھیں وقتوں میں شروع کرکے فاسد کر دی گئی ہو۔ جنازے کی نماز کا شروع کرنا بغیر کراہت کے صحیح بلکہ افضل ہے اور سجدۂ تلاوت کا شروع کرنا کراہت تنزیہیہ کے ساتھ صحیح ہے باقی تین کا شروع کرنا کراہت تحریمہ کے ساتھ صحیح ہے مگر ان کا باطل کرکے اچھے وقت میں ادا کرنا واجب ہے۔

دو وقتوں میں صرف فرض نمازوں کا ادا کرنا مکروہ ہے۔

باقی اوقات میں صرف نوافل کا ادا کرنا مکروہ ہے فرض اور واجب کا ادا کرنا مکروہ نہیں۔

دو وقت کی نمازوں کا ایک ہی وقت پڑھنا جائز نہیں[1] مگر دو مقاموں میں (۱) عرفہ میں عصر اور ظہر کی نمازوں کا ایک ہی وقت میں (۲) مزدلفہ میں مغرب اور عشا کی نماز کا عشا کے وقت میں۔ (شامی)

---

[1] یہ مذہب امام ابوحنیفہؒ کا ہے امام شافعیؒ کے نزدیک سفر میں اور بارش میں بھی دو نمازوں کا ایک وقت میں پڑھ لینا جائز ہے اور ظاہر احادیث سے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے لہذا اگر کسی ضرورت سے کوئی حنفی بھی ایسا کرے تو جائز ہے مگر اس کے ساتھ وہ امور بھی اس کو کرنا ہوں گے جو امام شافعیؒ کے نزدیک جمع کے وقت ضروری ہیں۔ جن کا ذکر آگے آئے گا (درمختار)

نوٹ[1]:۔ یہ مولانا (مصنف) کی ذاتی رائے ہے اور امام ابوحنیفہ، امام محمد اور امام ابویوسفؒ کی تصریحات کے خلاف ہے فقہاء حنفیہ کے نزدیک دو نمازوں کا وقت واحد میں جمع کرنا قطعاً ناجائز ہے۔ امام محمدؒ نے اپنی مؤطا میں حضرت عمر فاروق رضی کا حکم نقل فرمایا ہے جو تمام بلاد اسلامی میں جاری تھا۔ ان الجمع بین الصلاتین کبیرۃ من الکبائر" جمع بین الصلاتین گناہ کبیرہ ہے مجملہ کبائر کے۔ دقال تعالیٰ ان تجتنبوا کبائر ما تنہون عنہ نکفر عنکم سیاتکم وندخلکم مدخلا کریما۔ اور امام بخاریؒ کا بھی یہی مسلک ہے کہ ہر نماز اپنے وقت پر ادا کی جائے۔ ان الصلوٰۃ کانت علی المؤمنین کتاباً موقوتا وقت واحد میں دو نمازوں کو پڑھنا اس آیت کے منافی ہے۔ اس مسئلہ کی تفصیلات بخاری اور اس کی شروح میں دیکھی جا سکتی ہیں۔ (محمد میاں صدیقی)

Marfat.com

نماز کے اوقات کا بیان ہو چکا اب ہم اذان کا بیان شروع کرتے ہیں اس لیے کہ اذان بھی وقت معلوم ہونے کا ایک عمدہ ذریعہ ہے اور اسی کے ساتھ اقامت کا بھی ذکر کریں گے۔

اذان اور اقامت کا بیان

اذان کی ابتدا مدینۂ منورہ میں سلسہ ہجری سے ہوئی اس سے پہلے نماز بے اذان کے پڑھی جاتی تھی چونکہ اس وقت تک مسلمانوں کی تعداد کچھ ایسی کثیر نہ تھی اس لیے ان کا جماعت کے لیے جمع ہو جانا بغیر کسی اطلاع کے دشوار نہ تھا جب مسلمانوں کی تعداد یوماً فیوماً ترقی کرنے لگی اور مختلف حرفہ اور پیشہ کے لوگ جوق جوق دین الٰہی میں داخل ہونے لگے تو ضرورت اس امر کی پیش آئی کہ نماز کا وقت آنے اور جماعت قائم ہونے کی اطلاع ان کو دی جائے جس سے وہ اپنے اپنے قریب و بعید مقامات سے جماعت کے لیے مسجد میں آسکیں لہذا یہ طریقہ (اذان کا) اس غرض کے پورا کرنے کے لیے مقرر کیا گیا[1]۔ اذان اسی امت کے لیے خاص ہے۔ اگلی امتوں میں نہ تھی

---

[1] مختصر قصہ اذان کی مشروعیت کا یہ ہے کہ جب صحابہ کو اطلاع اوقات نماز اور قیام جماعت کی ضرورت معلوم ہوئی تو انھوں نے آپس میں مشورہ کیا بعضوں نے یہ رائے دی کہ یہود کی طرح سنکھ بجایا جائے بعضوں کی رائے ہوئی کہ آگ جلا دی جایا کرے مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پسند نہیں فرمایا حضرت عمر فاروقؓ نے یہ رائے دی کہ نماز کے وقت "الصلوٰۃ جامعۃ" کہہ دیا جایا کرے اس کے بعد عبداللہ بن زید اور حضرت فاروقؓ نے خواب دیکھا کہ ایک فرشتہ نے یہ طریقہ اذان کا جو آگے بیان کیا جائے گا ان کو تعلیم کیا کہ اسی طریقہ سے نماز کے اوقات اور جماعت کی اطلاع مسلمانوں کو کی جایا کرے بعض روایات میں ہے کہ عبداللہ بن زیدؓ فرماتے تھے کہ میں جاگا غنودگی میں تھا بالکل سوتا نہ تھا اور بعض میں ہے کہ فرمایا اگر بدگمانی کا خوف نہ ہوتا تو میں کہتا کہ بالکل سوتا ہی نہ تھا اسی لحاظ سے بعض علما نے اس واقعہ کو حال اور کشف پر محمول کیا ہے جو ارباب باطن کو حالت بیداری میں ہوتا ہے۔ المختصر صبح کو عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے یہ واقعہ حضور نبیؐ میں عرض کیا آپ حضرتؐ نے فرمایا کہ بے شک یہ سچ ہے اور حضرت بلال کو ارشاد ہوا کہ اسی طرح اذان دیا کرو، پھر حضرت فاروقؓ نے بھی آ کر اپنے خواب کو بیان کیا بعض روایات میں ہے کہ اس سے پہلے حضرتؐ پر وحی بھی نازل ہو چکی تھی چنانچہ عبدالرزاق نے اپنے مصنف میں اور ابوداؤد نے مراسیل میں یہ روایت لکھی ہے بعض احادیث میں یہ بھی ہے کہ شب معراج میں نبیؐ کو حضرت جبرئیلؑ نے اذان کی تعلیم فرمائی تھی مگر یہ احادیث صحیح نہیں اور بر تقدیر صحت اس میں وہ شب معراج مقصود نہیں جو مکے میں ہوئی تھی اس لیے کہ نبیؐ کو روحانی معراج بار ہا ہوتی ہے۔ لہذا اس سے مقصود وہی رات ہو گی جس رات کو یہ خواب دیکھا گیا شیخ حافظ ابن حجر نے بھی فتح الباری میں ایسا ہی لکھا ہے۔ واللہ اعلم ۱۲

فالحمد للہ علی ذلک۔

اذان اللہ تعالیٰ کے اذکار میں ایک بہت بڑے رتبہ کا ذکر ہے اس میں توحید اور رسالت کی شہادت اعلان کے ساتھ ہوتی ہے اس سے اسلام کی شان اور شوکت ظاہر ہوتی ہے اس کی فضیلت اور اس کا ثواب احادیث میں جا بجا مذکور ہے کچھ یہاں بھی ذکر کیا جاتا ہے۔

۱ - اذان کی آواز جہاں تک پہنچتی ہے اور جو لوگ اس کو سنتے ہیں جن ہوں یا انسان وہ سب قیامت کے دن اذان دینے والے کے ایمان کی گواہی دیں گے۔ (بخاری۔ نسائی۔ ابن ماجہ)

۲ - نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انبیا اور شہدا کے بعد اذان دینے والے جنت میں داخل ہوں گے بعض احادیث میں یہ بھی ہے کہ مؤذن کا مرتبہ شہید کے برابر ہے۔

۳ - نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص سات برس تک برابر اذان دے اور اس سے اس کا مقصود محض ثواب ہو تو اس کے لیے دوزخ سے آزادی لکھ دی جاتی ہے (ابو داؤد ترمذی)

۴ - نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اذان کہنے میں کس قدر ثواب ہے تو یقیناً ان کو یہ منصب بغیر قرعہ ڈالے نہ ملے بیشک وہ اس کے لیے قرعہ ڈالیں۔
حاصل یہ کہ اس منصب کے لیے سخت کوشش کریں۔ (بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی)
صحابہ کے زمانہ میں ایسا ہوا ہے کہ اذان کے لیے لوگوں میں اختلاف ہوا۔ ہر شخص چاہتا تھا کہ یہ مبارک منصب مجھے ملے یہاں تک کہ نوبت قرعہ ڈالنے کی آئی (تاریخ بخاری)

۵ - قیامت کے دن مؤذنوں کو بھی شفاعت کی اجازت دی جائے گی کہ وہ اپنے اعزا و احبا یا جس کے لیے چاہیں خداوند عالم سے سفارش کریں۔

۶ - اذان دیتے وقت شیطان پر بہت خوف اور ہیبت طاری ہوتی ہے اور بہت بے تو اسی سے بھاگتا ہے جہاں تک اذان کی آواز جاتی ہے وہاں تک نہیں ٹھہرتا۔
(بخاری، مسلم)

۷ - قیامت کے دن مؤذنوں کی گردنیں بلند ہوں گی یعنی وہ نہایت معزز اور لوگوں میں ممتاز ہوں گے اور قیامت کے خوف اور مصیبت سے محفوظ رہیں گے۔

۸ - جس مقام پر اذان دی جاتی ہے وہاں اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے عذاب اور بلاؤں سے وہ مقام محفوظ رہتا ہے۔

۹ - نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مؤذنوں کے لیے دعائے مغفرت فرمائی ہے۔ اور اقامت

Marfat.com

کی فضیلت اور تاکید اذان سے بھی زیادہ ہے۔ (درمختار وغیرہ)

اس مقام پر یہ سوال ہوتا ہے کہ باوجود اس قدر فضائل کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین نے اس منصب کو کیوں اختیار نہیں فرمایا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ وہ حضرات اس سے بھی زیادہ مفید اور اہم کاموں میں مشغول رہتے تھے اور اگر اس منصب کو اپنے ذمہ لیتے تو ان کاموں میں حرج ہوتا اس لیے وہ اس منصب کو اختیار کرنے سے مجبور رہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اذان دینے کی حدیث ترمذی میں ہے اگرچہ اس سے قطعی ثبوت نہیں ہوتا۔ اور بچوں کے کان میں اذان دینا تو قطعاً آپ سے ثابت ہے۔

اذان کے صحیح ہونے کی شرطیں

۱ - اگر کسی ادا نماز کے لیے اذان دی جائے تو اس کے لیے اس نماز کے وقت کا ہونا۔ اگر وقت آنے سے پہلے اذان دی جائے تو صحیح نہ ہوگی بعد وقت آنے کے پھر اس کا اعادہ کرنا ہوگا خواہ وہ اذان فجر کی ہو یا اور کسی وقت کی (مراقی الفلاح، درمختار وغیرہ)

۲ - اذان اور اقامت عربی زبان میں خاص انھیں الفاظ سے ہونا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں اگر کسی اور زبان میں یا عربی زبان میں کسی اور الفاظ سے اذان یا اقامت کہی جائے تو صحیح نہ ہوگی اگرچہ لوگ اس کو سن کر اذان سمجھ لیں اور اذان کا مقصود اس سے حاصل ہوجائے (ایضاً)

۳ - مؤذن کا مرد ہونا۔ عورت کی اذان درست نہیں، اگر کوئی عورت اذان دے تو اس کا اعادہ کرنا چاہیے۔ اور اگر بغیر اعادہ کیے ہوئے نماز پڑھ لی جائے گی تو گویا بے اذان کے پڑھی گئی۔ (بحرالرائق۔ مراقی الفلاح، طحطاوی وغیرہ)

۴ - مؤذن کا صاحب عقل ہونا اگر کوئی ناسمجھ بچہ یا مجنون یا مست اذان دے تو نہ ہوگی (ایضاً)

Marfat.com

اذان اور اقامت کا مسنون طریقہ

اذان کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ اذان دینے والا دونوں حدثوں سے پاک ہو کر کسی اونچے مقام پر مسجد سے علیحدہ قبلہ رو کھڑا ہو اور اپنے دونوں کانوں کے سوراخوں کو کلمہ کی انگلی سے بند کر کے اپنی طاقت کے موافق بلند آواز سے نہ اس قدر کہ جس سے تکلیف ہو ان کلمات کو کہے۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ[1] چار مرتبہ۔ پھر اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ[2] دو مرتبہ۔ پھر اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ[3] دو مرتبہ۔ پھر حَیَّ عَلَی الصَّلٰوةِ[4] دو مرتبہ۔ پھر حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ[5] دو مرتبہ۔ پھر اَللّٰهُ اَكْبَرُ دو مرتبہ۔ پھر لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ایک مرتبہ۔ اور حَیَّ عَلَی الصَّلٰوةِ کہتے وقت اپنے منہ کو داہنی طرف پھیر لیا کرے اس طرح کہ سینہ اور قدم قبلہ سے نہ پھرنے پائیں اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کہتے وقت بائیں طرف منہ پھیر لیا کرے اسی طرح کہ سینہ اور قدم قبلہ سے نہ پھرنے پائے اور فجر کی اذان میں بعد حی علی الفلاح اَلصَّلٰوةُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ[6] بھی دو مرتبہ کہے۔ پس کل الفاظ اذان کے پندرہ ہوئے۔ اور فجر کی اذان میں سترہ۔ اور اذان کے الفاظ کو گاکر ادا نہ کرے نہ اس طرح کہ کچھ پست آواز سے اور کچھ بلند آواز سے۔ اور دو مرتبہ اللہ اکبر کہہ کر اس قدر سکوت کرے کہ سننے والا اس کا جواب دے سکے۔ اور اللہ اکبر کے سوا دوسرے الفاظ میں ہر لفظ کے بعد اسی قدر سکوت کر کے دوسرا لفظ کہے (شامی)

---

[1] اللہ بہت بڑا ہے یعنی اس کا مرتبہ بہت بلند ہے ۱۲

[2] میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی خدا نہیں ہے جب تک انسان کو کسی امر کا پورا یقین نہیں ہوتا اس وقت تک اس کی کوئی گواہی نہیں دیتا اسی لیے یہاں اس عنوان سے پورے یقین کا اظہار مقصود ہے ۱۲

[3] میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے پیغمبر ہیں ۱۲

[4] آؤ نماز کے واسطے ۱۲

[5] آؤ ایک فائدہ کے لیے یعنی نماز کے لیے نماز میں فائدہ ہی فائدہ ہے ۱۲

[6] نماز بہتر ہے سونے سے۔ چونکہ یہ سونے کا وقت ہوتا ہے اور اس وقت آدمی کو اپنے خواب شیریں کا چھوڑنا ناگوار ہوتا ہے اس لیے اس کو اس امر کی اطلاع دی جاتی ہے کہ تمہارے اس خواب شیریں سے نماز بہتر ہے ۱۲

Marfat.com

اقامت کا طریقہ بھی یہی ہے فرق صرف اس قدر ہے کہ اذان مسجد سے باہر کہی جاتی ہے اور اقامت مسجد کے اندر اور اذان بلند آواز سے کہی جاتی ہے اور اقامت پست آواز سے۔ اقامت میں الصلوٰۃ خیر من النوم نہیں بلکہ بجائے اس کے ہر وقت قد قامت الصلوٰۃ[1] دو مرتبہ اور اقامت کہتے وقت کانوں کے سوراخ کو بند کرنا بھی نہیں اس لیے کہ کان کے سوراخ آواز بلند ہونے کے لیے بند کیے جاتے ہیں اور وہ یہاں مقصود نہیں۔ اور اقامت میں حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح کہتے وقت داہنی بائیں جانب کا منہ پھیرنا بھی نہیں ہے۔

اذان و اقامت کے احکام

ا۔ سوا نماز جمعہ کے اور سب فرض عین نمازوں کے لیے ایک بار اذان کہنا مردوں پر سنت مؤکدہ ہے۔ مسافر ہو یا مقیم جماعت کی نماز یا تنہا۔ ادا نماز[2] یا قضا۔ اور نماز جمعہ کے لیے دوبارہ اذان کہنا اگر نماز کسی ایسے سبب سے قضا ہوئی ہو جس میں عام لوگ مبتلا ہوں۔ تو اس کی اذان اعلان کے ساتھ دی جائے اور اگر کسی خاص سبب سے قضا ہوئی ہو تو اذان پوشیدہ طور پر آہستہ دی جائے تاکہ لوگوں کو اذان سن کر نماز قضا ہونے کا علم نہ ہو اس لیے کہ نماز کا قضا ہو جانا غفلت اور سستی پر دلالت کرتا ہے اور دین کے کاموں میں غفلت اور سستی گناہ ہے اور گناہ کا ظاہر کرنا اچھا نہیں۔ اور اگر کئی نمازیں قضا ہوئی ہوں اور سب ایک ہی وقت پڑھی جائیں تو صرف پہلی نماز کی اذان دینا سنت ہے اور باقی نمازوں کے لیے صرف اقامت۔ ہاں مستحب[3] یہ ہے کہ ہر ایک کے واسطے اذان بھی علیحدہ دی جائے (شامی)

---

[1] بے شک نماز تیار ہو گئی ۱۲

[2] خندق کی لڑائی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ظہر، عصر، مغرب کی نماز قضا ہو گئی تھی عشا کے وقت آپ نے سب کی قضا پڑھی بعض روایات میں ہے کہ صرف ظہر کے واسطے اذان کہی گئی اور باقی کے واسطے صرف اقامت اور بعض روایات میں ہے کہ اذان بھی ہر ایک کے لیے علیحدہ کہی گئی ۱۲ (شامی)

[3] نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق اور حضرت فاروق رضی اللہ عنہما کے زمانے میں جمعہ کے لیے بھی مثل اور نمازوں کے ایک ہی اذان تھی اور یہ اذان جب امام خطبہ پڑھنے کے لیے منبر پر بیٹھتا تھا تو اس وقت کہی جاتی تھی مگر جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو انھوں نے ایک اذان جمعہ کی نماز کے لیے اور بڑھائی ۱۲

Marfat.com

۲ - مسافر کے لیے اگر اس کے تمام ساتھی موجود ہوں تو اذان مستحب ہے سنت مؤکدہ نہیں ۔

۳ - جو شخص اپنے گھر میں نماز پڑھے تنہا یا جماعت سے اس کے لیے اذان اور اقامت دونوں مستحب ہیں بشرطیکہ محلہ کی مسجد یا گاؤں کی مسجد میں اذان اور اقامت ہو چکی ہو اس لیے کہ محلہ کی اذان اور اقامت تمام محلے والوں کو کافی ہے (بحرالرائق ۔ درمختار وغیرہ)

۴ - جس مسجد میں اذان اور اقامت کے ساتھ نماز ہو چکی ہو اس میں اگر نماز پڑھی جائے تو اذان اور اقامت کا کہنا مکروہ ہے ہاں اگر اس مسجد میں کوئی مؤذن اور امام مقرر نہ ہو تو مکروہ نہیں بلکہ افضل ہے ۔ (درمختار)

۵ - اگر کوئی شخص ایسے مقام پر ہو جہاں جمعہ کی نماز کے شرائط پائے جاتے ہوں اور جمعہ بھی ہوتا ہو ظہر کی نماز پڑھے تو اس کو اذان اور اقامت کہنا مکروہ ہے خواہ وہ ظہر کی نماز کسی عذر سے پڑھتا ہو یا بلا عذر اور خواہ قبل نماز جمعہ کے ختم ہونے کے پڑھے یا بعد ختم ہونے کے ۔
(بحرالرائق ۔ درمختار)

۶ - عورتوں کو اذان اور اقامت کہنا مکروہ ہے[1] خواہ جماعت سے نماز پڑھیں یا تنہا ۔

۷ - لڑکوں اور غلاموں کے لیے اذان اور اقامت دونوں مکروہ ہیں اگرچہ جماعت سے نماز پڑھیں (درمختار ۔ بحرالرائق)

۸ - فرض عینی نمازوں کے سوا اور کسی نماز کے لیے اذان و اقامت مسنون نہیں خواہ فرض کفایہ ہو جیسے جنازے کی نماز یا واجب ہو جیسے وتر اور عیدین یا نفل ہو جیسے اور نمازیں ۔
(بحرالرائق ۔ درمختار)

۹ - جب بچہ پیدا ہو تو اس کے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہنا مستحب ہے اور اسی طرح اس شخص کے کان میں کہنا جو کسی رنج میں مبتلا ہو یا اس کو مرگی کا مرض ہو یا غصہ کی حالت میں ہو اور جس کی عادتیں خراب ہو گئی ہوں خواہ انسان ہو یا جانور اور لڑائی کے

---

[1] اس مسئلہ میں علماء مختلف ہیں بعض کا قول ہے کہ اگر عورتیں تنہا نماز پڑھیں تو ان کے لیے اقامت مکروہ نہیں اذان اس وقت بھی مکروہ ہے مگر صحیح یہ ہے کہ ہر حال میں دونوں مکروہ ہیں (مراقی الفلاح) طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح ، درمختار ، بحرالرائق ، شامی)

Marfat.com

وقت اور جلے ہوئے کے کان میں اور اسی طرح اُس مسافر کو جو راہ بھول گیا ہو اور کوئی راہ بتانے والا نہ ہو اور اسی طرح اگر کہیں جن وغیرہ کا ظہور ہوتا ہو جو کسی کو تکلیف دیتے ہوں۔

۱۰۔ جو شخص اذان سُنے مرد ہو یا عورت طاہر ہو یا جنب اس پر اذان کا جواب دینا واجب[۱] ہے یعنی جو لفظ مؤذن کی زبان سے سُنے وہی خود بھی کہے۔ مگر حیّ علی الصلوٰۃ اور حیّ علی الفلاح کے جواب میں لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ[۲] بھی کہے اور الصلوٰۃ خیرٌ من النوم کے جواب میں صَدَقْتَ وَبَرَرْتَ[۳] اور بعد اذان کے درود شریف پڑھ کر یہ دعا پڑھے اَللّٰھُمَّ رَبَّ[۵] ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّامَّۃِ وَالصَّلوٰۃِ الْقَائِمَۃِ اٰتِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدَنِ الْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ

---

[۱] اس میں اختلاف ہے کہ اذان کا جواب دینا مسنون ہے یا واجب اور زبان سے جواب دینا واجب ہے یعنی جو لفظ مؤذن سے سُنا جائے وہی لفظ خود بھی کہا جائے یا قدم سے جواب دینا واجب ہے یعنی اذان سُن کر نماز کے لیے مسجد میں جانا چاہیے مگر صحیح یہ ہے کہ اذان کا جواب زبان سے دینا واجب ہے صاحب خلاصہ ومحیط وقاضی خاں ونہر الفائق وبحر الرائق ودر مختار وغیرہ نے اسی کو اختیار کیا ہے اور احادیث سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ بخاری ومسلم میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جیسا مؤذن سے سنو ویسا ہی تم بھی کہو ۱۲

[۲] نہیں طاقت اور قوت مگر خدا کی مدد سے مؤذن حیّ علی الصلوٰۃ یا حیّ علی الفلاح کہتا ہے تو وہ نماز کے لیے لوگوں کو بلاتا ہے لہٰذا اس کے جواب میں یہ امر ظاہر کیا گیا کہ نماز کے لیے آنے کی طاقت اور قوت خدا ہی کی مدد سے ہوتی ہے لہٰذا خدا کی مدد ہوتی ہے تو ہم حاضر ہوتے ہیں ۱۲

[۳] چونکہ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جو مؤذن سے سُنا جائے وہی کہا جائے اور بعض سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حیّ علی الصلوٰۃ اور حیّ علی الفلاح کے جواب میں لاحول ولاقوۃ الا باللہ کہا جائے اس لیے بعض علماء نے یہ لکھا ہے کہ وہ بھی کہا جائے جو مؤذن سے سنا گیا ہے اور لاحول ولاقوۃ بھی کہا جائے تاکہ دونوں حدیثوں پر عمل ہو جائے ۱۲ [۴] تو نے سچ کہا اور نیکی بات کہی ۱۲

[۵] اے اللہ اے مالک اس کامل دعا (اذان) اور اس قائم ہونے والی نماز کے عنایت فرما ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ (ایک مقام ہے جنت میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی کو نہ ملے گا یا وسیلہ سے شفاعت کی اجازت مراد ہو) اور بزرگی پہنچا ان کو مقام محمود (جہاں سب انبیا خدا کی تعریف کریں گے اور آنحضرتؐ کو شفاعت کی اجازت ملے گی) بیشک جس کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے بے شک تو وعدہ خلافی نہیں کرتا بعضے لوگ والفضیلۃ کے بعد والدرجۃ الرفیعۃ بھی کہتے ہیں حالانکہ محض بے اصل ہے ۱۲

Marfat.com

وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَ نِ الَّذِیْ وَعَدْتَّهٗ اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ؀

۱۱- اذان سننے والے کو مستحب ہے کہ پہلی مرتبہ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ سُنے تو یہ بھی کہے صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ[1] اور جب دوسری مرتبہ سُنے تو اپنے دونوں ہاتھ کے انگوٹھوں کے ناخونوں کو آنکھ پر رکھ کر کہے قُرَّۃُ عَیْنِیْ بِکَ[2] یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ مَتِّعْنِیْ بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ۔ (جامع الرموز۔ کنز العباد)

۱۲- اذان سننے والے کو مستحب ہے کہ اگر چلنے کی حالت میں اذان سنے تو کھڑا ہو جائے اور اذان سننے کی حالت میں سوا جواب دینے کے اور کسی کام میں مشغول نہ ہو یہاں تک کہ سلام یا سلام کا جواب بھی نہ دے اور اگر قرآن مجید پڑھتا ہو تو اس کا پڑھنا بھی موقوف کر دے۔

۱۳- جمعہ کی پہلی اذان سُن کر تمام کاموں کو چھوڑ کر جمعہ کی نماز کے لیے جامع مسجد جانا واجب ہے۔ خرید و فروخت یا اور کسی کام میں مشغول ہونا حرام ہے[3]۔

۱۴- جمعہ کی دوسری اذان کا جواب دینا واجب نہیں لیکن اگر جواب دے تو مکروہ بھی نہیں بلکہ مستحب ہے۔

۱۵- اقامت کا جواب دینا مستحب ہے واجب نہیں اور قد قامت الصلوٰۃ کے جواب میں اَقَامَھَا اللّٰہُ وَاَدَامَھَا[4] کہے (فتح القدیر۔ بحر الرائق)

۱۶- آٹھ صورتوں میں اذان کا جواب نہ دینا چاہیے۔ ۱۔ نماز کی حالت میں۔ ۲۔ خطبہ سُننے کی حالت میں خواہ وہ خطبہ جمعہ کا ہو یا اور کسی چیز کا۔ ۳، ۴۔ حیض و نفاس میں۔ ۵۔ علم دین پڑھنے اور پڑھانے کی حالت میں۔ ۶۔ جماع کی حالت میں۔ ۷۔ پیشاب پاخانہ کی حالت میں۔

---

[1] رحمت نازل فرمائے اللہ تعالیٰ آپ پر اے خدا کے پیغمبر ۱۲

[2] میری آنکھوں کی ٹھنڈک آپ ہی سے ہے اے رسول اللہ یا اللہ مجھے فائدہ مند کر سمع اور بصر سے ۱۲

[3] قرآن مجید میں ہے۔ اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ وَذَرُوا الْبَیْعَ۔ جب نماز جمعہ کی اذان دی جائے تو اللہ کے ذکر (نماز جمعہ) کے لیے دوڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو یعنی دنیا کے تمام کاموں کو چھوڑ کر نہایت اہتمام سے نماز کے لیے جاؤ۔ اور باتفاق محققین اس اذان سے پہلی اذان مراد ہے (طحطاوی، حاشیہ مراقی الفلاح)

[4] قائم رکھے اس کو خدا اور ہمیشہ رکھے ۱۲

Marfat.com

۸ - کھانا کھانے کی حالت میں - ہاں بعد ان چیزوں سے فراغت کے اگر اذان ہوئے زیادہ زمانہ نہ گزرا ہو تو جواب دینا چاہیئے ورنہ نہیں۔ (بحرالرائق)

اذان اور اقامت کے سُنن اور مستحبات

اذان اور اقامت کے سنن دو قسم کے ہیں بعض مؤذن کے متعلق ہیں بعض اذان اور اقامت کے لہٰذا ہم پہلے مؤذن کی سنتوں کا ذکر کرتے ہیں اس کے بعد اذان کی سنتیں بیان کریں گے۔

۱ - مؤذن کا مرد ہونا، عورت کی اذان و اقامت مکروہ تحریمی ہے اگر عورت اذان کہے تو اس کا اعادہ کر لینا چاہیئے اقامت کا اعادہ نہیں اس لیے کہ تکرار اقامت مشروع نہیں بخلاف تکرار اذان کے۔ (درمختار)

۲ - مؤذن کا عاقل ہونا، مجنون اور مست اور ناسمجھ بچے کی اذان اور اقامت مکروہ ہے اور ان کی اذانوں کا اعادہ کر لینا چاہیئے نہ اقامت کا۔ (درمختار)

۳ - مؤذن کا مسائل ضروریہ اور نماز کے اوقات سے واقف ہونا اگر جاہل آدمی اذان دے تو اس کو مؤذنوں کی برابر ثواب نہ ملے گا۔ (بحرالرائق)

۴ - مؤذن کا پرہیزگار اور دیندار ہونا اور لوگوں کے حال سے خبردار رہنا جو لوگ جماعت میں نہ آتے ہوں ان کو تنبیہ کرنا۔

۵ - مؤذن کا بلند آواز ہونا۔

۶ - اذان کا کسی اونچے مقام پر مسجد سے علیحدہ کہنا اور اقامت کا مسجد کے اندر کہنا مسجد کے اندر اذان مکروہ ہے - ہاں جمعہ کی دوسری اذان کا مسجد[1] کے اندر منبر کے سامنے کہنا مکروہ نہیں بلکہ تمام بلادِ اسلام میں معمول ہے۔ (مراقی الفلاح)

۷ - اذان کا کھڑے ہو کر کہنا - اگر کوئی شخص بیٹھے بیٹھے اذان کہے تو مکروہ ہے اور اس کا اعادہ کرنا چاہیئے ہاں اگر سوار ہو یا اذان صرف اپنی نماز کے لیے کہے تو پھر اعادہ کی ضرورت نہیں۔

---

[1] نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں یہ اذان بھی مسجد کے اندر نہ ہوتی تھی مگر عبدالملک نے اپنے زمانہ میں اس کو مسجد کے اندر داخل کر دیا اور اس زمانہ میں بڑے بڑے جلیل الشان آدمی موجود تھے سب نے سکوت کیا اس لیے یہ فعل مکروہ نہ رہا اور تمام بلادِ اسلام میں رائج ہو گیا اور کسی نے آج تک اس کا انکار نہیں کیا۔ ۱۲ منہ

Marfat.com

۸ - اذان کا بلند آواز سے کہنا ۔ ہاں اگر صرف اپنی نماز کے لئے کہے تو اختیار ہے مگر پھر بھی زیادہ ثواب بلند آواز میں ہوگا ۔

۹ - اذان کہتے وقت کانوں کے سوراخوں کو انگلیوں سے بند کر لینا مستحب ہے ۔

۱۰ - اذان کے الفاظ کا ٹھہر ٹھہر کر ادا کرنا اور اقامت کا جلد جلد سنت ہے یعنی اذان کی تکبیروں میں ہر دو تکبیر کے بعد اس قدر سکوت کرے کہ سننے والا اس کا جواب دے سکے اور تکبیر کے علاوہ اور الفاظ میں ہر ایک لفظ کے بعد اسی قدر سکوت کر کے دوسرا لفظ کہے اور اگر کسی وجہ سے اذان کے الفاظ بغیر اس قدر ٹھہرے ہوئے کہہ دے تو اس کا اعادہ مستحب ہے اور اگر اقامت کے الفاظ ٹھہر ٹھہر کر کہے تو اس کا اعادہ مستحب نہیں ۔

(درمختار و ردالمحتار)

۱۱ - اذان میں حیّ علی الصلوٰۃ کہتے وقت داہنی طرف منہ کو پھیرنا اور حیّ علی الفلاح کہتے وقت بائیں طرف منہ کو پھیرنا سنت ہے خواہ وہ اذان نماز کی ہو یا اور کسی چیز کی مگر سینہ اور قدم قبلہ سے نہ پھرنے پائے ۔

۱۲ - اذان اور اقامت کا قبلہ رو ہو کر کہنا بشرطیکہ سوار نہ ہو ۔ بغیر قبلہ رو ہونے کے اذان و اقامت کہنا مکروہ تنزیہی ہے ۔ (درمختار)

۱۳ - اذان کہتے وقت حدث اکبر سے پاک ہونا سنت ہے اور دونوں حدثوں سے پاک ہونا مستحب ہے اور اقامت کہتے وقت دونوں حدثوں سے پاک ہونا سنت ہے اگر حدث اکبر کی حالت میں کوئی شخص اذان کہے تو مکروہ تحریمی ہے اور اس اذان کا اعادہ مستحب ہے اسی طرح اگر کوئی حدث اکبر یا اصغر کی حالت میں اقامت کہے تو مکروہ تحریمی ہے مگر اقامت کا اعادہ مستحب نہیں ۔

۱۴ - اذان اور اقامت کے الفاظ کا ترتیب وار کہنا سنت ہے اگر کوئی شخص مؤخر لفظ کو پہلے کہہ جائے مثلاً اشہد ان لا الٰہ الا اللہ سے پہلے اشہد ان محمد الرسول اللہ کہہ جائے یا حیّ علی الصلوٰۃ سے پہلے حیّ علی الفلاح کہہ جائے تو اس صورت میں صرف اسی مؤخر الذکر لفظ کا اعادہ ضروری ہے جس کو اس نے مقدم کہہ دیا ہے پہلی صورت میں اشہد ان لا الٰہ الا اللہ کہہ کر اشہد ان محمد الرسول اللہ پھر کہے اور دوسری صورت میں حیّ علی الصلوٰۃ کہہ کر حیّ علی الفلاح پھر کہے پوری اذان کا اعادہ کرنا ضروری نہیں ۔ (بحرالرائق، درمختار، شامی)

Marfat.com

۱۵ - اذان اور اقامت کی حالت میں کوئی دوسرا کلام نہ کرنا خواہ وہ سلام یا سلام کا جواب ہی کیوں نہ ہو۔ اگر کوئی شخص اثنائے اذان واقامت میں کلام کرے تو اگر بہت کلام کیا ہو تو اذان کا اعادہ کرے نہ اقامت کا (درمختار۔ شامی)

متفرق مسائل

۱ - اگر کوئی شخص اذان کا جواب دینا بھول جائے یا قصداً نہ دے اور بعد اذان ختم ہونے کے خیال آئے یا دینے کا ارادہ کرے تو اگر زیادہ زمانہ نہ گزرا ہو تو جواب دے دے ورنہ نہیں۔

۲ - اقامت کہنے کے بعد اگر زیادہ زمانہ گزر جائے اور جماعت قائم نہ ہو تو اقامت کا اعادہ کرنا چاہیے ہاں اگر کچھ تھوڑی سی دیر ہو جائے تو کچھ ضرورت نہیں اگر اقامت ہو جائے اور امام نے فجر کی سنتیں نہ پڑھی ہوں اور ان کے پڑھنے میں مشغول ہو جائے تو یہ زمانہ زیادہ فاصل نہ سمجھا جائے گا اور اقامت کا اعادہ نہ کیا جائے گا اور اگر اقامت کے بعد دوسرا کام شروع کر دیا جائے تو نماز کی قسم سے نہیں جیسے کھانا پینا وغیرہ تو اس صورت میں اقامت کا اعادہ کر لینا چاہیے (درمختار)

۳ - اگر مؤذن اذان دینے کی حالت میں مرتد ہو جائے (اعاذنا اللہ عنہ) یا بے ہوش ہو جائے یا اس کی آواز بند ہو جائے یا بھول جائے اور کوئی بتلانے والا نہ ہو یا اس کو حدث ہو جائے اور وہ اس کے دور کرنے کے لیے چلا جائے تو اس اذان کا نئے سرے سے اعادہ کرنا سنت مؤکدہ ہے۔ (درمختار۔ شامی)

۴ - اگر کسی کو اذان یا اقامت کہنے کی حالت میں حدث ہو جائے تو بہتر یہ ہے کہ اذان یا اقامت پوری کر کے اس حدث کے دور کرنے کو جائے۔

۵ - ایک مؤذن کا دو مسجدوں میں اذان دینا مکروہ ہے جس مسجد میں فرض پڑھے وہیں اذان دے (درمختار)

۶ - بہتر یہ ہے کہ اذان کہنے کا منصب بھی امام ہی کے سپرد کیا جائے۔ (درمختار)

۷ - جو شخص اذان دے اقامت بھی اسی کا حق ہے۔ ہاں اگر وہ اذان دے کر کہیں

چلا جائے یا کسی دوسرے کو اجازت دے تو دوسرا بھی کہہ سکتا ہے

۸ - کئی مؤذنوں کا ایک ساتھ[1] اذان کہنا جائز ہے (شامی)

۹ - سوا مغرب کے اور وقتوں میں اذان اور اقامت کے درمیان میں تثویب بدعت حسنہ ہے اور تثویب اذان کے اس قدر دیر کے بعد دی جائے کہ جس میں بیس آیتوں کی تلاوت ہو سکے پھر اس کے بعد اسی قدر توقف سے اقامت کہی جائے تثویب[2] بھی مثل اذان کے کھڑے ہو کے کہی جائے تثویب کا عربی زبان میں ہونا کچھ ضروری نہیں - اگر کوئی شخص یوں کہہ دے کہ جماعت تیار ہے یا نماز ہوتی ہے یا اور کوئی لفظ تب بھی درست ہے یا اگر صرف کھانسنے سے لوگ سمجھ جائیں تو یہ بھی تثویب ہے۔ حاصل یہ کہ جیسا جہاں دستور ہو اسی کے موافق وہاں تثویب کی جائے۔

۱۰ - اقامت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سن کر انگوٹھوں کو چومنا بدعت سیئہ ہے کسی حدیث

---

[1] اس کو عرف میں اذان جوق کہتے ہیں یہ بدعت حسنہ ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے زمانہ میں نہ تھی (شامی)

[2] یہ قول متاخرین فقہا کا ہے متقدمین کے تثویب میں دو قول ہیں پہلا قول یہ ہے کہ سوا فجر کے اور کسی وقت تثویب جائز نہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے زمانہ میں بھی سوا فجر کے اور کسی وقت تثویب نہ تھی۔ دوسرا قول قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا ہے کہ قاضیوں اور حاکموں کے لیے فجر کے سوا اور اقامت میں بھی تثویب جائز ہے اس لیے کہ وہ لوگ دینی کاموں میں مشغول رہتے ہیں لہذا ان کاموں کو تثویب کی ضرورت ہے اور حضرت بلال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جماعت تیار ہونے کی اطلاع دیا کرتے تھے اب چونکہ دین کے امور میں سستی زیادہ بڑھ گئی ہے اس لیے متاخرین نے ہر عام و خاص کے لیے سوا فجر کے اور سوا اقامت میں بھی تثویب کی اجازت دے دی ہمارے زمانے میں بعض جاہلوں کا دستور ہے کہ جمعہ کی پہلی اذان کے بعد الصلوٰۃ سنۃ رسول اللہ اس غرض سے کہتے ہیں کہ لوگ سنتیں وغیرہ پڑھ کر فراغت کر لیں حالانکہ یہ تثویب میں داخل ہی نہیں اس لیے کہ اس کی غرض وہ نہیں ہے جو پہلی اذان کی ہے پہلی اذان کی غرض لوگوں کا مسجد میں حاضر ہونا ہے اور اس کی غرض سنت پڑھنا اور تثویب میں یہ امر ضروری ہے کہ اس کی غرض اور اس سے پہلے جو اعلام ہوا ہو اس کی غرض ایک ہو لہذا یہ بدعت سیئہ ہے اس کو ترک کرنا چاہیے واللہ اعلم ۱۲

سے ثابت نہیں ہے اور اذان میں بھی کسی صحیح حدیث[1] سے ثابت نہیں ہوتا۔

۱۱ - مؤذن کو چاہیے کہ اقامت جس جگہ کہنا شروع کرے وہیں ختم کر دے۔

۱۲ - اذان اور اقامت کے لیے نیت شرط نہیں۔ ہاں ثواب بغیر نیت کے نہیں ملتا اور نیت یہ ہے کہ دل میں یہ ارادہ کرے کہ میں یہ اذان محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور ثواب کے لیے کہتا ہوں اور کچھ مقصود نہیں۔ اذان اور اقامت کا بیان ہو چکا اب نماز کے مسائل لکھے جاتے ہیں۔

نماز کے واجب ہونے کی شرطیں

۱ - **اسلام** - کافر پر نماز واجب نہیں بعض محققین کا قول ہے کہ کافر پر بھی نماز واجب ہوتی ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ آخرت میں اس کو عبادات کے ترک پر بھی عذاب کیا جائے گا۔
(طحطاوی بر مراقی الفلاح)

۲ - **بلوغ** - نابالغ پر نماز واجب نہیں۔

۳ - **عقل** - بے عقل پر نماز واجب نہیں خواہ وہ بے عقلی جنون کے سبب سے ہو یا بے ہوشی کے سبب سے مگر شرعاً اسی جنون اور بے ہوشی کا اعتبار ہے جو پانچ نمازوں کے وقت تک رہے اگر اس سے کم ہو تو پھر اس پر نماز واجب ہے یہاں تک کہ بعد بے ہوشی کے قضا پڑھنی پڑے گی اور جو بے ہوشی نشہ کے سبب سے ہو اس سے نماز معاف نہیں ہوتی۔

۴ - عورتوں کو حیض و نفاس سے پاک ہونا حیض و نفاس کی حالت میں عورتوں پر نماز فرض نہیں۔

۵ - بعد اسلام یا بلوغ یا بعد جنون اور بے ہوشی کے اور اسی طرح بعد حیض و نفاس کے نماز کا وقت

---

[1] بعض احادیث اس مضمون کی وارد ہوئی ہیں کہ اذان میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام گرامی سن کر انگوٹھوں کو چومنا اچھا ہے مگر کوئی حدیث ان میں جلیل القدر محدثین کے نزدیک صحت کو نہیں پہنچی سب ضعیف ہیں مگر کسی ضعیف حدیث پر عمل جائز ہے بشرطیکہ اس عمل کے سنت ہونے کا خیال نہ کیا جائے اور اس کو کوئی ضروری چیز نہ سمجھے ہمارے زمانے میں افراط و تفریط کی حد ہو گئی ہے۔ اذان میں انگوٹھے چومنے کا اس قدر رواج ہے کہ بعض لوگ اس کو سنت سمجھتے ہیں [illegible] ان میں بعضوں کو اس کے وجوب کا خیال ہے اگر کوئی نہ کرے تو اس پر لعنت ملامت کی جاتی ہے لہذا ایسی حالت میں اس کا ترک کرنا بہتر ہے واللہ اعلم ۱۲

ملنا اگرچہ وہ اسی قدر ہو کہ اس میں صرف تحریمہ کی گنجائش ہو۔ اگر کسی کو اس سے بھی کم وقت ملا تو اس پر اس وقت کی نماز فرض نہیں۔

نماز کے صحیح ہونے کی شرطیں

چونکہ نماز کا اہتمام سب عبادتوں سے زیادہ ہے اس وجہ سے اس کے شرائط بھی بہت ہیں یہاں تک کہ مراقی الفلاح میں لکھا ہے کہ اس کے شرائط کا حصر نہیں ہوا مگر ہم اس مقام پر صرف ان مشہور شرطوں کو بیان کرتے ہیں جن کی ضرورت ہر نماز میں پڑتی ہے بعض شرائط جو کسی خاص نماز سے تعلق رکھتے ہیں جیسے جمعہ کی نماز کے شرائط ان کا ذکر اسی مقام پر کیا جائے گا جہاں ان نمازوں کا بیان ہوگا۔

پہلی شرط۔ طہارت۔ نماز پڑھنے والے کے جسم کو نجاست حقیقیہ سے پاک ہونا چاہیے خواہ غلیظہ ہو یا خفیفہ مرئیہ ہو یا غیر مرئیہ ہاں اگر بقدر معافی ہو تو کچھ مضائقہ نہیں مگر افضل یہ ہے کہ اس سے بھی پاک ہو اسی طرح نجاست حکمیہ کی دونوں فردوں (حدیث اکبر، اصغر) سے بھی پاک ہونا چاہیے نجاست حقیقیہ اور حکمیہ اور ان سے پاکی کے طریقے جلد اول میں بیان ہو چکے ہیں۔ نماز پڑھنے والے کے لباس کو نجاست حقیقیہ سے پاک ہونا چاہیے اور اسی طرح اس چیز کو جو اس کے جسم سے ایسا تعلق رکھتی ہو کہ ان حرکتوں سے جو نماز میں ہوتی ہیں مثل رکوع سجدہ وغیرہ کے اس چیز کو بھی حرکت ہو۔

مثال۔ کسی چادر کا پاک حصہ نماز پڑھنے والے کے جسم پر ہو اور نجس حصہ زمین پر ہو مگر اٹھنے بیٹھنے سے اس کو جنبش ہوتی ہو (مراقی الفلاح۔ درمختار)

اگر کوئی چادر اس قدر بڑی ہو کہ اس کا نجس حصہ نماز پڑھنے والے کے اٹھنے بیٹھنے سے جنبش نہ کرے تو کچھ حرج نہیں اور اسی طرح اس چیز کو بھی پاک ہونا چاہیے جس کو نماز پڑھنے والا اٹھائے ہوئے ہو بشرطیکہ وہ چیز خود اپنی قوت سے رکی ہوئی نہ ہو۔ (درمختار وغیرہ)

مثال۔ نماز پڑھنے والا کسی بچے کو اٹھائے ہوئے ہو اور اس بچے کا جسم یا کپڑا نجس ہو تو کچھ حرج نہیں اگر نماز پڑھنے والے کے جسم پر کوئی کبوتر وغیرہ آکر بیٹھ جائے اور اس کا جسم نجس ہو تو کچھ حرج نہیں اس لیے کہ وہ اپنی قوت اور سہارے سے بیٹھا ہے پس یہ نجاست اسی کی طرف منسوب ہوگی اور نماز پڑھنے والے سے اس کو کچھ تعلق نہیں سمجھا جائے گا۔ (بحر الرائق۔ مراقی الفلاح وغیرہ)

اسی طرح اگر نماز پڑھنے والے کے جسم پر کوئی ایسی چیز ہو جس کی نجاست اپنی جائے پیدائش

میں ہو اور خارج میں اس کا کچھ اثر نہ ہو تو کچھ حرج نہیں (در مختار۔ شامی)

مثال - نماز پڑھنے والے کے جسم پر کوئی کتا بیٹھ جائے اور اس کے منہ سے لعاب نہ نکلتا ہو تو کچھ مضائقہ نہیں اس لیے کہ اس کا لعاب اس کے جسم کے اندر رہے اور وہی اس کے پیدا ہونے کی جگہ ہے پس مثل اس نجاست کے ہوگا جو انسان کے پیٹ میں رہتی ہے جس سے طہارت کا حکم نہیں اسی طرح اگر کوئی ایسا انڈا جس کی زردی خون ہو گئی ہو نماز پڑھنے والے کے پاس ہو تب بھی کچھ حرج نہیں اس لیے کہ اس کا خون اسی جگہ ہے جہاں پیدا ہوا ہے خارج میں اس کا کچھ اثر نہیں بخلاف اس کے اگر کسی شیشی میں پیشاب بھرا ہوا اور وہ نماز پڑھنے والے کے پاس ہو اگرچہ منہ اس کا بند ہو اس لیے کہ اس کا پیشاب ایسی جگہ نہیں ہے جہاں پیشاب پیدا ہوتا ہے۔

(بحرالرائق۔ شامی وغیرہ)

نماز پڑھنے کی جگہ - نجاست حقیقیہ سے پاک ہونا چاہیے ہاں اگر نجاست بقدر معافی ہو تو کچھ حرج نہیں۔ نماز پڑھنے کی جگہ سے وہ مقام مراد ہے جہاں نماز پڑھنے والے کے پیر رہتے ہوں اور سجدہ کرنے کی حالت میں جہاں اس کے گھٹنے اور ہاتھ اور پیشانی اور ناک رہتی ہو۔

(در مختار مراقی الفلاح وغیرہ)

اگر صرف ایک پیر کی جگہ پاک ہو اور دوسرے پیر کو اٹھائے رہے تب بھی کافی ہے۔

(در مختار)

اگر کسی کپڑے پر نماز پڑھی جائے تب بھی اس کا اسی قدر پاک ہونا ضروری ہے پورے کپڑے کا پاک ہونا ضروری نہیں خواہ کپڑا چھوٹا ہو یا بڑا (بحرالرائق۔ شامی)

اگر کسی نجس مقام پر کوئی کپڑا بچھا کر نماز پڑھی جائے تو اس میں یہ بھی شرط ہے کہ وہ کپڑا اس قدر باریک نہ ہو کہ اس کے نیچے کی چیز صاف طور پر اس سے نظر آئے (بحرالرائق۔ شامی)

اگر کسی کپڑے کا استر نجس ہو تو اس پر نماز درست نہیں (شرح وقایہ۔ بحرالرائق)

اگر نماز پڑھنے کی حالت میں نماز پڑھنے والے کا کپڑا کسی نجس مقام پر پڑتا ہو تو کچھ حرج نہیں (بحرالرائق)

اگر کسی شخص کو کوئی پاک جگہ نماز کے لیے نہ ملے مگر یقین یا گمان غالب ہو کہ اخیر وقت مل جائے گی تو اس کو اخیر وقت تک انتظار کر کے نماز پڑھنا مستحب ہے اور اگر بغیر انتظار کے اسی نجس مقام میں نماز پڑھ لی جائے تب بھی کچھ حرج نہیں۔

Marfat.com

دوسری شرط۔ سترِ عورت۔ یعنی نماز پڑھنے کی حالت میں اس حصۂ جسم کو چھپانا فرض ہے جس کا ظاہر کرنا شرعاً حرام ہے خواہ تنہا نماز پڑھے یا کسی کے سامنے۔

اگر کوئی شخص کسی تنہا مکان میں نماز پڑھتا ہو یا کسی اندھیرے مقام میں اس پر بھی سترِ عورت فرض ہے اگرچہ کسی غیر شخص کے دیکھنے کا خوف نہیں، ہاں اپنی نظر سے چھپانا شرط نہیں اگر کسی کی نظر اپنے جسم پر نماز پڑھنے کی حالت میں پڑ جائے تو کچھ حرج نہیں (بحرالرائق، درمختار، مراقی الفلاح)

اگر کوئی لونڈی صرف اسی قدر اپنے جسم کو چھپائے ہوئے نماز پڑھ رہی ہو جس کا چھپانا اس پر فرض ہے اور نماز پڑھنے ہی کی حالت میں آزاد کر دی جاوے تو اب اس پر تمام اس پورے جسم کا چھپانا فرض ہوگا جس کا چھپانا آزاد عورتوں پر فرض ہوتا ہے پس اگر وہ قبل ادا کرنے ایک رکن کے بغیر عمل کثیر کے اپنے تمام جسم کو چھپائے تو اس کی نماز ہو جائے گی ورنہ نہیں (درمختار وغیرہ)

اگر نماز کی حالت میں کسی ایسے جسم کا چوتھا حصہ کھل جائے جس کا چھپانا فرض ہے خواہ وہ عورت غلیظہ ہو یا خفیفہ اور اتنی دیر تک کھلا رہے جس میں ایک رکن ادا ہو سکتا ہے تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی اور اگر نماز پڑھنے کے پہلے سے کھلا ہو تو اس نماز کا شروع کرنا صحیح نہ ہوگا۔ (درمختار، شامی وغیرہ)

اگر ایک ہی عضو کئی جگہ سے کھلا ہو تو سب کھلے مقامات ملا کر اگر اس عضو کی چوتھائی کے برابر ہو جائیں تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

مثال۔ کسی شخص کی ران ایک جگہ سے بقدر آٹھویں حصہ کے کھلی ہو اور دوسری جگہ بھی بقدر آٹھویں حصہ کے تو دونوں مل کر بقدر چوتھائی حصہ کے ہو جائیں گے اور نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور اگر کئی عضو کھلے ہوں اور ہر ایک چوتھائی حصہ سے کم ہو تو اگر سب کھلے ہوئے مقامات مل کر ان کھلے ہوئے اعضا میں چھوٹے عضو کی چوتھائی کے برابر ہو جائیں تب بھی نماز فاسد ہو جائے گی (درمختار وغیرہ)

مثال۔ کسی عورت کا سینہ تھوڑا کھلا ہوا ہو اور ایک کان کچھ کھلا ہو تو اگر دونوں کھلے ہوئے مقام کان کی چوتھائی کے برابر ہو جائیں تب بھی نماز فاسد ہو جائے گی۔

اگر نماز پڑھنے کی حالت میں کوئی شخص قصداً اپنی عورت غلیظہ یا خفیفہ کے چوتھے حصے کو کھول دے تو اس کی نماز فوراً فاسد ہو جائے گی خواہ بقدر ادا کرنے ایک رکن کے کھلا ہے یا اس سے کم (شامی)

Marfat.com

اگر کسی کے پاس کوئی ایسا کپڑا نہ ہو جس سے وہ اپنے اعضا کو چھپائے یا ایسا باریک کپڑا ہو جس سے بدن نظر آتا ہو تو اس کو چاہیے کہ کسی درخت کے پتے یا مٹی وغیرہ سے اپنے اعضا کو چھپائے اور اگر یہ کوئی صورت ممکن نہ ہو تو پھر اسی طرح نماز پڑھ لے۔ اگر کسی کو یقین یا گمان غالب ہو کہ اخیر وقت نماز تک اس کو کپڑا مل جائے گا تو اس کو مستحب ہے کہ اخیر وقت تک انتظار کرکے نماز پڑھے۔ اگر کسی دوسرے شخص کے پاس کپڑا ہو اور یہ امید ہو کہ اگر اس سے مانگا جائے گا تو دے دے گا خواہ بطور رعایت کے یا ہبہ کے تو اس سے طلب کرنا واجب ہے۔ اگر کسی کے پاس کوئی نجس کپڑا ہو تو نماز میں اس سے ستر جائز نہیں بلکہ برہنہ نماز پڑھنا چاہیے۔ اگر کسی کے پاس کوئی کپڑا ہو جس کا چوتھائی سے کم حصہ پاک ہو تو اس سے ستر کرکے نماز پڑھنا مستحب ہے اگر بغیر اس سے ستر کیے ہوئے نماز پڑھے تب بھی جائز ہے اور اگر کسی کے پاس کوئی ایسا کپڑا ہو جو چوتھائی حصہ یا اس سے زیادہ پاک ہو تو اس سے ستر کرکے نماز پڑھنا چاہیے بغیر اس سے ستر کیے ہوئے نماز نہ ہوگی (در مختار)

یہ سب صورتیں اسی وقت ہیں جب اس کپڑے کے طاہر کرنے کی کوئی صورت ممکن نہ ہو مثلاً پانی نہ ملتا ہو یا پینے وغیرہ کے لیے رکھا ہو اور اگر طاہر کرنے سے معذوری بوجہ آدمیوں کے ہوگی تو جب عذر جاتا رہے گا ان نمازوں کا اعادہ کرنا پڑے گا۔

اگر کسی عورت کے پاس اس قدر کپڑا ہو جس سے وہ اپنے بدن کو اور سر کے چوتھائی حصہ کو چھپا سکتی ہو تو اس کو سر کے چوتھائی حصہ کا چھپانا فرض ہے۔ اور اگر اس قدر ہو کہ سر کے چوتھائی حصہ سے کم چھپ سکے تو پھر سر کا چھپانا فرض نہیں ہاں افضل یہ ہے کہ جس قدر چھپ سکے اسی قدر چھپائے۔ (در مختار وغیرہ)

اگر کسی کے پاس اس قدر کپڑا ہو کہ اس سے جسم کا بعض حصہ چھپ سکتا ہو تو عورت غلیظہ کو چھپانا چاہیے اور اگر اس قدر ہو کہ عورت غلیظہ بھی پوری نہ چھپ سکے تو خاص حصہ کا چھپانا بہ نسبت مشترک حصہ کے بہتر ہے (در مختار وغیرہ)

ان سب صورتوں میں اگر کپڑے کے استعمال سے معذوری بوجہ آدمیوں کے ہو تو جب معذوری جاتی رہے گی نماز کا اعادہ کرنا پڑے گا۔

مثال۔ کوئی شخص جیل میں ہو اور جیل کے جلادوں نے اس کے کپڑے اتار لیے ہوں یا کسی دشمن نے اس کے کپڑے اتار لیے ہوں یا کوئی دشمن کہتا ہو کہ اگر تو کپڑے پہنے گا تو میں تجھے مار

Marfat.com

ڈالوں گا اور اگر آدمیوں کی طرف سے نہ ہو تو پھر نماز کے اعادہ کی ضرورت نہیں (درمختار وغیرہ)

اگر کسی کے پاس ایک کپڑا ہو کہ چاہے اس سے اپنے جسم کو چھپالے چاہے اسے بچھا کر نماز پڑھے تو اس کو چاہیے کہ اپنے جسم کو چھپالے اور نماز اسی نجس مقام پر پڑھ لے۔

تیسری شرط۔ استقبال قبلہ یعنی نماز پڑھنے کی حالت میں اپنا سینہ کعبہ مکرمہ کی طرف کرنا خواہ حقیقۃً یا حکماً کعبہ کی طرف[1] منہ کرنا شرط نہیں ہاں مسنون البتہ ہے لہٰذا اگر کوئی کعبہ سے منہ پھیر کر نماز پڑھے تو ہو جائے گی مگر خلاف سنت کے وجہ سے مکروہ تحریمی ہے۔ جن لوگوں کو کعبہ مکرمہ نظر آتا ہو مثل ان لوگوں کے جو مکہ معظمہ میں رہتے ہیں اور ان کے اور بیت اللہ کے درمیان میں کوئی حجاب نہ ہو ان پر فرض ہے کہ خاص کعبہ کی طرف سینہ کر کے نماز پڑھیں جس طرف کعبہ ہو بالکل سیدھ پر کھڑا ہونا فرض نہیں جو شخص قبلہ کی طرف نماز پڑھنے سے عاجز ہو خواہ کسی مرض کی وجہ سے یا مال کے خوف سے یا کسی دشمن کے خوف سے یا اور کسی وجہ سے تو اس کو استقبال قبلہ کی ضرورت نہیں۔ بلکہ جس طرف وہ نماز پڑھ سکتا ہو پڑھ لے۔ اگر کسی کو یہ نہ معلوم ہو کہ کعبہ مکرمہ کس طرف ہے اور نہ کوئی ایسا معتبر مسلمان ہو جس سے پوچھ لے تو اس کے لیے یہ شرط ہے کہ اپنے گمان غالب پر عمل کرلے اس کو غالب گمان ہے جس طرف کعبہ معلوم ہو اسی طرف نماز پڑھ لے اگر نماز پڑھتے میں اس کا گمان بدل جائے تو اس کو چاہیے کہ اسی طرف پھر جائے اور ایسی حالت میں اگر نماز پڑھ چکنے کے بعد اس کو اپنے گمان غالب کی غلطی معلوم ہو جائے تو اس نماز کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ اور اگر کوئی ایسی حالت میں بغیر غالب گمان کے نماز پڑھ لے تو اس کی نماز ادا نہ ہوگی اگرچہ اس نے کعبہ کی طرف نماز پڑھی ہو۔

---

[1] ابتدائے اسلام میں نماز بیت المقدس کی طرف پڑھی جاتی تھی جب تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں رہے نماز اسی طرف پڑھا کیے۔ ہجرت کے سولہ مہینے کے بعد مدینہ منورہ میں کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم نازل ہوا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کعبہ کی طرف نماز پڑھنے کا بہت شوق تھا اور انتظار میں رہتے تھے کہ کب حکم نازل ہو۔ اور وجہ اس کی یہ تھی کہ کعبہ ہی سے آپ کو معراج ہوئی تھی اور حضرت ابراہیمؑ کا یہی قبلہ تھا اور قیامت میں عرش معلی کی تجلی بھی وہیں ہوگی اور بھی بہت سی فضیلتیں کعبہ میں تھیں جو بیت المقدس میں نہ تھیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بنی سلمہ کی مسجد میں ظہر کی نماز پڑھ رہے تھے دو رکعت پڑھ چکے تھے کہ کعبہ کی طرف پھرنے کا حکم آگیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہ اسی طرف پھر گئے۔

Marfat.com

اگر قبلہ معلوم ہونے کی صورت میں جماعت سے نماز پڑھی جائے تو امام اور مقتدی سب کو اپنے گمان غالب پر عمل کرنا چاہیے لیکن اگر کسی مقتدی کا غالب گمان امام کے خلاف ہوگا تو اس کی نماز اس امام کے پیچھے نہ ہوگی اس لیے کہ امام اس کے نزدیک غلطی پر ہے اور کسی کو غلطی پر سمجھ کر اس کی اقتدا جائز نہیں۔

چوتھی شرط۔ نیت یعنی دل میں نماز پڑھنے کا قصد کرنا۔ زبان سے بھی کہنا بہتر ہے۔

اگر فرض نماز پڑھتا ہو تو نیت میں اس فرض کی تعیین بھی ضروری ہے مثلاً اگر ظہر کی نماز پڑھتا ہو تو دل میں یہ قصد کرنا کہ میں ظہر کی نماز پڑھتا ہوں اور اگر عصر کی نماز پڑھے تو یہ کہ میں عصر کی نماز پڑھتا ہوں اس امر کی نیت ضروری نہیں کہ یہ ظہر یا عصر اس وقت یا آج کی ہے۔ ہاں اگر قضا پڑھتا ہو تو اس میں دن کی تخصیص بھی ضروری ہے۔ مثلاً یوں کہو کہ فلاں دن کی نماز پڑھتا ہوں۔ اور اگر اس کے ذمہ صرف ایک ہی ظہر کی یا عصر کی قضا ہو تو پھر اس کی ضرورت نہیں۔

اسی طرح اگر واجب نماز پڑھتا ہو تو اس کی تخصیص بھی ضروری ہے کہ یہ کون واجب ہے۔ وتر یا عیدین کی نماز ہے یا نذر کی نماز اور اگر کئی نذروں کی نماز اس کے ذمہ ہو تو یہ بھی شرط ہے کہ ان میں سے کسی ایک کی تعیین کرے اور اسی طرح سجدۂ تلاوت اور شکر میں نیت تلاوت یا شکر کی شرط ہے۔ رکعتوں کی تعداد کی نیت شرط نہیں خواہ فرض نماز ہو یا واجب مثلاً یہ نیت کہ میں دو رکعت نماز پڑھتا ہوں یا چار رکعت فرض ظہر (در مختار)

ہاں افضل یہ ہے کہ اس کی بھی نیت کرے۔ (خانیہ۔ شامی)

اگر کوئی شخص کسی وقت کی نماز اس نیت سے پڑھے کہ میں اس وقت جو نماز فرض ہے وہ پڑھتا ہوں۔ اور اس نماز کا وقت موجود ہو یا نہ ہو مگر نہ ہونے کا علم نہ ہو تو یہ نیت کافی ہو جائے گی۔ اور اگر اس کا وقت نہ ہو اور وقت نہ ہونے کا اس کو علم بھی ہو تو پھر نماز نہ ہوگی مگر جمعہ کی نماز اس نیت سے نہ ہوگی اگرچہ وقت موجود ہو اس لیے کہ جمعہ کی نماز ظہر کے عوض میں پڑھی جاتی ہے اصل میں ظہر کی نماز فرض ہے۔

اگر کوئی اس نیت سے نماز پڑھے کہ میں آج کے دن جو نماز فرض ہے وہ پڑھتا ہوں تو یہ نیت صحیح نہیں اس کی نماز نہ ہوگی۔

اگر کوئی شخص مثلاً ظہر کی نماز اس نیت سے پڑھے کہ میں آج کے دن کی ظہر پڑھتا ہوں تو یہ نیت صحیح ہو جائے گی اور ظہر کا وقت ہو یا نہ ہو اس کی نماز ہو جائے گی اس لیے اداء نماز قضا

Marfat.com

کی نیت سے اور قضا ادا کی نیت سے صحیح ہو جاتی ہے۔

مقتدی کو اپنے امام کی اقتدا کی نیت کرنا بھی شرط ہے۔

امام کو صرف اپنی نماز کی نیت کرنا شرط ہے امامت کی نیت کرنا شرط نہیں ہاں اگر کوئی عورت اس کے پیچھے نماز پڑھنا چاہے اور مردوں کے برابر کھڑی ہو اور نماز جنازہ اور جمعہ اور عیدین کی نہ ہو تو اس کی اقتدا صحیح ہونے کے لیے اس کی امامت کی نیت کرنا شرط ہے اور اگر مردوں کے برابر نہ کھڑی ہو یا نماز جنازے یا جمعے یا عیدین کی ہو تو پھر شرط نہیں۔

مقتدی کو امام کی تعیین شرط نہیں کہ وہ زید ہے یا عمرو بلکہ صرف اسی قدر نیت کافی ہے کہ میں اس امام کے پیچھے نماز پڑھتا ہوں ہاں اگر تعیین کرے گا اور پھر اس کے خلاف ظاہر ہوگا تو اس کی نماز نہ ہوگی مثال کسی شخص نے یہ نیت کی کہ میں زید کے پیچھے نماز پڑھتا ہوں۔ حالانکہ جس کے پیچھے نماز پڑھتا ہے وہ خالد ہے تو اس کی نماز نہ ہوگی۔

جنازے کی نماز میں یہ نیت کرنا چاہیے کہ میں یہ نماز اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور اس میت کی دعا کے لیے پڑھتا ہوں۔ اور اگر مقتدی کو یہ نہ معلوم ہو کہ یہ میت مرد ہے یا عورت تو اس کو یہ نیت کر لینا کافی ہے کہ میرا امام جس کی نماز پڑھتا ہے اس کی میں بھی پڑھتا ہوں۔ صحیح یہ ہے فرض اور واجب نمازوں کے سوا اور نمازوں میں صرف نماز کی نیت[1] کر لینا کافی ہے اس تخصیص کی کوئی ضرورت نہیں کہ یہ نماز سنت ہے یا مستحب اور سنت فجر کے وقت کی ہے یا ظہر کے وقت کی یا یہ سنت تہجد ہے یا تراویح یا کسوف یا خسوف مگر نیت کرے تو بہتر ہے۔

اگر نیت[2] زبان سے بھی کہی جائے تو ایسی عبارت ہونا چاہیے جس سے معلوم ہوتا ہو کہ نیت ہو چکی نہ یہ کہ اب نیت کرے گا۔ نیت کی عبارت خواہ عربی زبان میں ہو یا اور کسی زبان میں

---

[1] ہر ایک کی نیت ہم اس مقام پر ذکر کریں گے جہاں ان نمازوں کا بیان آئے گا۔ ۱۲

[2] زبان سے نیت کہنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہ سے منقول نہیں اور لغت میں بھی نیت دلی قصد و ارادے کو کہتے ہیں زبان سے کہنے کو نیت نہیں کہتے۔ اسی خیال سے بعض علماء زبان سے نیت کی عبارت کہنے کو بدعت کہتے ہیں، مگر ہمارے فقہاء نے اس بنا پر اس کو جائز بلکہ مستحب کہا ہے کہ عوام کو دلی ارادے کی تمیز نہیں ہوتی اور کبھی آدمی متفکر ہوتا ہے تو اس کا دلی ارادہ بغیر زبان سے کچھ کہے ہوئے مستقل نہیں ہوتا۔ (درمختار۔ شامی)

صرف زبان سے اگر نیت کی عبارت کردی جائے تو درست[1] نہیں اور اگر صرف دل سے ارادہ کر لیا جائے تو درست ہے بلکہ اصل نیت یہی ہے۔

کسی نماز میں استقبال کی نیت شرط نہیں فرض نماز ہو یا واجب سنت ہو یا مستحب (درمختار) نیت کو تکبیر تحریمہ کے ساتھ ہونا چاہیے اور اگر تکبیر تحریمہ سے پہلے نیت کرے تب بھی درست ہے بشرطیکہ نیت اور تحریمہ کے درمیان میں کوئی ایسی چیز فاصل نہ ہو جو نماز کے منافی ہو مثل کھانے پینے بات چیت وغیرہ کے اور اسی شرط سے اگر وقت آنے سے پہلے نیت کرے تب بھی درست ہے بعد تحریمہ کے نیت کرنا صحیح نہیں اور اس نیت کا کچھ اعتبار نہ ہوگا۔

پانچویں شرط۔ تکبیر تحریمہ ۔ یعنی نماز شروع کرتے وقت اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہنا یا اس کے ہم معنی اور کوئی لفظ کہنا چونکہ اس تکبیر کے بعد نماز کی حالت شروع ہو جاتی ہے اور کھانا پینا چلنا پھرنا اور بات چیت کرنا اور اکثر وہ چیزیں جو خارج نماز میں جائز تھیں حرام ہو جاتی ہیں اس کو تحریمہ کہتے ہیں۔

تحریمہ کے صحیح ہونے کی آٹھ شرطیں ہیں جو یہاں بیان کی جاتی ہیں۔

۱۔ تحریمہ کا نیت کے ساتھ ملا ہوا ہونا خواہ حقیقتہً ملی ہوئی ہو یعنی ایک ہی وقت میں نیت اور تحریمہ دونوں ہوں یا حکماً ملی ہوئی ہو یعنی نیت اور تحریمہ کے درمیان کوئی ایسی چیز فاصل نہ ہو جو نماز کے منافی ہو مثل کھانے پینے بات چیت وغیرہ کے اور نیت کرنے کے بعد نماز کے لیے چلنا پھرنا وضو کرنا منافی نہ سمجھا جائے گا اور اس کے فاصل ہونے سے تحریمہ کی صحت میں کچھ خلل نہ آئے گا مگر افضل یہی ہے کہ حقیقتہً ملا دے (مراقی الفلاح)

۲۔ جن نمازوں میں کھڑا ہونا فرض ہے ان کی تکبیر تحریمہ کھڑے ہوکر کہے اور باقی نمازوں کی جس طرح چاہے مگر اس کا لحاظ ہر نماز میں ضروری ہے کہ تکبیر تحریمہ رکوع کی حالت میں یا قریب رکوع کے جھک کر نہ کہی جائے۔ اگر کوئی شخص جھک کر تکبیر تحریمہ کہے تو اگر اس کا جھکنا رکوع کے قریب نہ ہو تو تحریمہ صحیح ہو جائے گی اور اگر رکوع قریب ہو تو صحیح نہ ہوگی۔ (مراقی الفلاح)

بعض ناواقف جب مسجد میں آکر امام کو رکوع میں پاتے ہیں تو جلدی کے خیال سے آتے ہی

---

[1] بعض فقہا نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص نہایت درجہ متفکر اور رنجیدہ ہو کر اس کو دل سے کسی کام کا ارادہ کرنا ممکن نہ ہو تو اس کے لیے صرف زبان سے کہہ دینا جائز ہے مگر محققین کی یہ رائے ہے کہ صرف زبان سے کہنا کسی وقت کافی نہیں بلکہ ایسے شخص کو جس کی یہ حالت ہو کہ دل سے کسی کام کا ارادہ نہ کر سکتا ہو مجنون کے حکم میں داخل کر کے نماز نہ پڑھنے کا حکم دیا جائے گا۔ (شامی)

Marfat.com

جھک جاتے ہیں اور اسی حالت میں تکبیر تحریمہ کہتے ہیں ان کی نماز نہیں ہوتی اس لیے کہ تکبیر تحریمہ نماز کی صحت کی شرط ہے جب وہ صحیح نہ ہوئی تو نماز کیسے صحیح ہو سکتی ہے۔

۳۔ تحریمہ کا نیت سے پہلے نہ ہونا۔ اگر تکبیر تحریمہ پہلے کر لی جائے اور نیت اس کے بعد کی جائے تو تکبیر تحریمہ صحیح نہ ہوگی۔ (مراقی الفلاح)

۴۔ تکبیر تحریمہ کا اتنی آواز سے کہنا کہ خود سن لے بشرطیکہ بہرا نہ ہو (ایضاً)

گونگے کو تکبیر تحریمہ کے لیے زبان ہلانا ضروری نہیں بلکہ اس کو تکبیر تحریمہ معاف ہے (ایضاً)

۵۔ تکبیر تحریمہ کا ایسی عبارت میں ادا کرنا جس سے اللہ تعالیٰ کی عظمت اور بزرگی سمجھی جاتی ہو کسی اور قسم کا مضمون مثل دعا وغیرہ کے اس سے نہ ظاہر ہوتا ہو پس اگر بجائے اَللّٰہُ اَکْبَرُ[1] کے اَللّٰہُ اَعْظَمُ[2] یا اَللّٰہُ اَعْلٰی[3] کہے تو اس کی تحریمہ صحیح ہو جائے گی بخلاف اس کے اگر کوئی شخص اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ[4] کہے تو تحریمہ صحیح نہ ہوگی اس لیے کہ اس سے دعا کا مضمون بھی سمجھا جاتا ہے۔

(در مختار۔ مراقی الفلاح وغیرہ)

۶۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کے ہمزہ یا باکو نہ بڑھانا۔ اگر کوئی شخص آللّٰہُ اَکْبَرُ یا اَللّٰہُ اَکْبَارُ کہے تو اس کی تحریمہ صحیح نہ ہوگی (ایضاً)

۷۔ اللہ میں لام کے بعد الف کہنا۔ اگر کوئی شخص نہ کہے تو اس کی تحریمہ صحیح نہ ہوگی۔

۸۔ تکبیر تحریمہ کا بسم اللہ وغیرہ سے نہ ادا کرنا۔ اگر کوئی بجائے تکبیر تحریمہ کے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم وغیرہ کہے تو اس کی تحریمہ صحیح نہ ہوگی (در مختار۔ مراقی الفلاح وغیرہ)

(۹) تکبیر تحریمہ کا قبلہ رو ہو کر کہنا (بشرطیکہ کوئی عذر نہ ہو)

فرض نمازوں کا بیان

باوجودیکہ فرض نمازوں کا پڑھنا ایک حق واجب کا ذمہ سے اتارنا ہے اور حق واجب کے ادا کرنے میں نہ کسی انعام کا استحقاق ہوتا ہے نہ کوئی کمال مگر اللہ جل شانہٗ کی عنایت سے جو

---

[1] اللہ بہت بزرگ ہے ۱۲

[2] اللہ کا مرتبہ بہت بلند ہے ۱۲

[3] اللہ کا مرتبہ بہت بلند ہے ۱۲

[4] اے اللہ مجھے بخش دے ۱۲

Marfat.com

اس اُمّت پر حد سے زیادہ ہے ان فرائض کے ادا کرنے میں بھی بے حد ثواب مقرر فرمایا ہے۔

پانچ نمازوں کے پڑھنے سے پچاس نمازوں کا ثواب ملتا ہے۔

کسی سائل کے جواب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام عبادات سے افضل نماز کو فرمایا سائل نے پوچھا کہ نماز کے بعد حضرتؐ نے فرمایا کہ وہ جہاد جو خالص اللہ تعالیٰ کے لیے ہو۔ اس قسم کے مضامین مختلف احادیث میں وارد ہوئے ہیں۔

اس حدیث سے علماء نے استدلال کیا ہے کہ نماز کا رتبہ جہاد سے بھی زیادہ ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مرتبہ ایک اعرابی نے پوچھا کہ یا رسول اللہ مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیجیے جس سے میں بہشت بریں کا مستحق ہو جاؤں اور عذاب دوزخ سے نجات پاؤں حضرتؐ نے فرمایا کہ پانچ وقت کی نماز پڑھا کر اور رمضان کے روزے رکھا کر اعرابی یہ سن کر نہایت خوش ہوا اور فرط خوشی میں کہنے لگا کہ خدا کی قسم میں اب اس سے زیادہ کوئی عبادت نہ کروں گا۔ جب وہ چلا گیا تو حضرتؐ نے صحابہ سے فرمایا کہ اگر تم کو جنتی کے دیکھنے کا شوق ہو تو اسے دیکھ لو۔

ایک صحیح حدیث میں ہے کہ سب اعمال سے پہلے قیامت میں نماز کا سوال ہوگا جس کو اس سوال میں کامیابی ہوئی بے شک وہ نجات پا جائے گا اور جس کو اس میں ناکامی ہوئی وہ نقصان اٹھائے گا۔ (ترمذی)

فجر کے وقت دو رکعت نماز فرض ہے اور ظہر، عصر، عشا کے وقت چار چار رکعتیں، جمعہ کے دن بجائے ظہر کے دو رکعت نماز جمعہ۔ مغرب کے وقت تین رکعت۔ پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ تمام شرائط کی پابندی کے ساتھ کھڑے ہو کر دونوں ہاتھوں کو چادر یا آستین وغیرہ سے باہر نکال کر کانوں تک اٹھائے اس طرح کہ دونوں انگوٹھے کانوں کی لو سے مل جائیں اور ہتھیلیاں قبلہ کی طرف ہوں انگلیاں نہ بہت کشادہ ہوں نہ ملی ہوئی اسی حالت میں جو نماز پڑھنا چاہے اس کی نیت دل میں کرے اور زبان سے بھی دل ارادہ کو ظاہر کرے۔ فجر کی نیت یوں[1] کہے نَوَیْتُ اَنْ اُصَلِّیَ رَکْعَتَیِ الْفَرْضِ وَقْتَ الْفَجْرِ میں نے ارادہ کیا دو رکعت نماز فرض فجر کے وقت میں پڑھوں۔ ظہر کی نیت یوں کہے نَوَیْتُ اَنْ اُصَلِّیَ اَرْبَعَ رَکَعَاتِ الْفَرْضِ وَقْتَ الظُّھْرِ میں نے یہ ارادہ کیا کہ چار رکعت نماز فرض ظہر کے وقت میں پڑھوں۔ عصر کی نیت

---

[1] چونکہ نیت عربی زبان میں کہنا کچھ ضروری نہیں اس لیے ہم نے عربی اردو دونوں زبانوں میں نیت کی عبارت لکھ دی ہے ۱۲

Marfat.com

یوں کہے نَوَیْتُ اَنْ اُصَلِّیَ اَرْبَعَ رَکَعَاتِ الْفَرْضِ وَقْتَ الْعَصْرِ میں نے یہ نیت کی کہ چار رکعت نماز فرض عصر کے وقت میں پڑھوں مغرب کی نیت یوں کہے نَوَیْتُ اَنْ اُصَلِّیَ ثَلٰثَ رَکَعَاتِ الْفَرْضِ وَقْتَ الْمَغْرِبِ میں نے یہ ارادہ کیا کہ تین رکعت نماز فرض مغرب کے وقت میں پڑھوں۔ عشا کی نیت یوں کہے نَوَیْتُ اَنْ اُصَلِّیَ اَرْبَعَ رَکَعَاتِ الْفَرْضِ وَقْتَ الْعِشَاءِ میں نے یہ ارادہ کیا کہ چار رکعت نماز فرض عشا کے وقت میں پڑھوں۔

اس نیت کے ساتھ ہی اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہ کر دونوں ہاتھ ناف کے نیچے باندھ لے اس طرح پر کہ داہنی ہتھیلی بائیں ہتھیلی کی پشت پر ہو اور بائیں کلائی کو داہنے انگوٹھے اور چھوٹی انگلی سے پکڑ لے اور باقی تین انگلیاں بائیں کلائی پر بچھا لے پھر فوراً یہ دعا پڑھے۔

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ	پاکی بیان کرتا ہوں میں تیری اے اللہ اور تیری
وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا	تعریف کرتا ہوں اور بزرگ ہے تیرا نام اور بڑا ہے
اِلٰهَ غَيْرُكَ	تیرا نام اور بڑا ہے تیرا مرتبہ اور نہیں ہے کوئی خدا
	تیرے سوا ۱۲

اگر کسی کے پیچھے نماز پڑھتا ہو تو اس دعا کو پڑھ کر سکوت کرے اور اگر امام قرأت شروع کر چکا ہو تو اس دعا کو بھی نہ پڑھے بلکہ اللہ اکبر کے بعد ہی سکوت کرلے اور اگر تنہا نماز پڑھتا ہو یا امام ہو تو اس کے بعد اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھ کر سورۂ فاتحہ پڑھے جب سورۂ فاتحہ ختم ہو جائے تو منفرد اور امام آہستہ سے آمین کہیں اگر کسی ایسے وقت کی نماز ہو جس میں بلند آواز سے قرأت کی جاتی ہے تو سب مقتدی بھی آہستہ سے آمین کہیں آمین کی الف کو بڑھا کر کہنا چاہیے اس کے بعد کوئی سورت قرآن مجید کی پڑھے اگر سفر کی حالت ہو یا کوئی ضرورت درپیش ہو تو فجر[1] اور ظہر کی نماز میں سورۂ حجرات سے اور سورۂ بروج اور ان کے درمیان کی

---

[1] فجر کی نماز میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کبھی سورۂ الطور پڑھتے تھے (صحیح بخاری) کبھی اذا الشمس کورت کبھی سورۂ طارق (مسلم) کبھی سورۂ یٰسین کبھی سورۂ واقعہ یعنی ان سورتوں کو دونوں رکعتوں میں پڑھتے تھے اور سفر کی حالت میں فجر کی نماز میں قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس بھی آپ نے پڑھی (مراقی الفلاح) ظہر کی نماز میں الٓم تنزیل سجدہ عصر کی نماز میں والسماء ذات البروج اور والسماء والطارق (ابو داؤد) اور عشا کی نماز میں والشمس (نسائی) مغرب کی نماز میں قل یا ایہا الکافرون اور قل ہو اللہ احد (ابن ماجہ) اس کے علاوہ اور بھی سورتیں احادیث میں وارد ہوئی ہیں اگر اتباع سنت کے خیال سے وہ سورتیں نمازوں میں پڑھی جائیں تو زیادہ ثواب ہے ۱۲

Marfat.com

سورتوں میں سے جس سورت کو چاہے پڑھے فجر کی پہلی رکعت میں بہ نسبت دوسری رکعت کے بڑی سورت ہونی چاہیے۔ باقی اوقات میں دونوں رکعتوں کی سورتیں برابر ہونی چاہئیں ایک دو آیت کی کمی زیادتی کا اعتبار نہیں عصر اور عشا کی نماز میں والسماء والطارق اور لم یکن اور ان کے درمیان کی سورتوں میں سے کوئی سورت پڑھنی چاہیے مغرب کی نماز میں اذا زلزلت سے آخر تک۔

سورت پڑھ چکنے کے بعد اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہتا ہوا رکوع میں جائے اور رکوع کی ابتداء ساتھ ہی ہو اور رکوع میں اچھی طرح پہنچ جانے کے ساتھ ہی تکبیر ختم ہو جائے رکوع اس طرح کیا جائے کہ دونوں ہاتھ گھٹنے پر ہوں ہاتھوں کی انگلیاں کشادہ ہوں اور سر اور سرین برابر ہوں ایسا نہ ہو کہ سر جھکا ہوا ہو اور پیٹھ اٹھی ہوئی ہو پیر کی پنڈلیاں سیدھی ہوں خمدار نہ ہوں رکوع میں کم سے کم تین مرتبہ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ[1] کہنا چاہیے پھر رکوع سے اٹھ کر سیدھا کھڑا ہو جائے اور امام صرف سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ[2] کہے اور مقتدی صرف رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ[3] اور منفرد دونوں کہے پھر تکبیر کہتا ہوا اور دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھے ہوئے سجدے میں جاوے تکبیر اور سجدہ کی ابتدا ساتھ ہی ہو اور سجدہ میں پہنچتے ہی تکبیر ختم ہو جائے سجدہ میں پہلے گھٹنوں کو زمین پر رکھنا چاہیے پھر ہاتھوں کو پھر ناک کو پھر پیشانی کو اور منہ دونوں ہاتھوں کے درمیان میں ہونا چاہیے اور انگلیاں ملی ہوئی قبلہ رو ہونی چاہئیں اور دونوں پیر انگلیوں کے بل کھڑے ہوئے اور انگلیوں کا رخ قبلہ کی طرف اور پیٹ زانو سے علیحدہ اور بازو بغل سے جدا ہوں پیٹ زمین سے اس قدر اونچا ہو کہ بکری کا بہت چھوٹا سا بچہ درمیان سے نکل سکے۔ سجدہ میں کم سے کم تین مرتبہ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی[4] کہے پھر سجدہ سے اٹھ کر اچھی طرح بیٹھ جائے اس طرح کہ داہنا پیر اسی طرح کھڑا رہے اور بائیں پیر کو زمین پر بچھا کر اسی پر بیٹھ جائے اور دونوں ہاتھ زانو پر رکھ لے اس طرح کہ انگلیاں پھیلی ہوں رخ ان کا قبلہ کی طرف ہو نہ بہت کشادہ ہوں نہ بالکل ملی ہوئی سرے ان کے گھٹنے کے قریب ہوں اور اس حالت میں کوئی دعا نہ پڑھے سجدہ سے اٹھتے وقت پہلے پیشانی اٹھائے پھر ناک پھر ہاتھ اطمینان سے بیٹھ چکنے کے بعد

---

[1] پاکی بیان کرتا ہوں میں اپنے بلند مرتبہ پروردگار کی ۱۲

[2] قبول کر لی اللہ نے تعریف اس شخص کی جس نے اللہ کی تعریف کی ۱۲

[3] اے پروردگار سب تعریفیں تیرے ہی لیے ہیں ۱۲

[4] پاکی بیان کرتا ہوں میں اپنے پروردگار بلند مرتبہ کی ۱۲

Marfat.com

دوسرے سجدہ اسی طرح کرے جیسے پہلا سجدہ کیا تھا دوسرا سجدہ کر چکنے بعد تکبیر کہتا ہوا فوراً کھڑا ہو جائے کھڑے ہوتے وقت پہلے پیشانی اٹھائے پھر ناک پھر ہاتھ پھر گھٹنے اور ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھ کر کھڑا ہو ہاتھوں کو زمین سے سہارا دے کر نہ کھڑا ہو اس دوسری رکعت میں صرف بسم اللہ کہہ کر سورۂ فاتحہ پڑھی جائے اور اسی طرح کوئی دوسری سورت ملا کر اسی طرح رکوع قومہ دونوں سجدے کیے جائیں دوسرے سجدہ کے بعد اسی طرح بیٹھ کر جس طرح دونوں سجدوں کے درمیان میں بیٹھا تھا یہ پڑھے

اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّیِّبَاتُ	سب تعریفیں اور مالی اور بدنی عبادتیں اللہ ہی کے
اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ	لیے ہیں اے نبی تم پر سلام اور اللہ کی رحمت اور برکتیں
وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ	ہم پر بھی سلام اور اللہ کے سب نیک بندوں پر سلام
الصَّالِحِیْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ وَ	میں گواہی دیتا ہوں اس کی کہ اللہ کے سوا کوئی خدا
اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ	نہیں اور گواہی دیتا ہوں اس کی کہ محمد اس کے بندے اور
	پیغمبر ہیں۔ ۱۲

لا الٰہ کہتے وقت انگوٹھے اور بیچ کی انگلی کا حلقہ بنا کر اور چھوٹی انگلی اور اس کے پاس کی انگلی کو بند کر کے کلمہ کی انگلی آسمان کی طرف اٹھائے اور الا اللہ کہتے وقت کلمہ کی انگلی جھکا دے پھر جتنی دیر تک بیٹھے انگلیاں اسی حالت میں رہیں اگر دو رکعت والی نماز ہو تو التحیات کے بعد یہ دعا پڑھے

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ	اے اللہ رحمت اپنی نازل کر محمدؐ پر اور ان کی اولاد
كَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ	پر جیسے نازل کی تو نے اپنی رحمت حضرت ابراہیمؑ اور
اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۝	ان کی اولاد پر بیشک تو اچھی صفات والا اور بزرگ ہے ۱۲
اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ	اے اللہ برکت نازل کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور
مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی	ان کی اولاد پر جیسے برکت نازل کی تو نے حضرت ابراہیمؑ
اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۝	اور ان کی اولاد پر بے شک تو محمود صفات والا بزرگ ہے ۱۲

یہ درود پڑھ چکنے کے بعد یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ	اے اللہ میں پناہ مانگتا ہوں تجھ سے دوزخ کے
عَذَابِ جَهَنَّمَ وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ	عذاب سے اور قبر کے عذاب سے اور زندگی اور موت

Marfat.com

فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ — کی آزمائشوں سے اور دجال کے فساد سے ۱۲

یا یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا كَثِيْرًا وَّ اِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْ لِیْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِیْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ — اے اللہ میں نے اپنی جان پر بہت ظلم کیا اور تیرے سوا کوئی گناہ کا بخشنے والا نہیں بخش دے میرے گناہ اپنی طرف سے اور میرے حال پر رحم کر بے شک تو غفور اور رحیم ہے ۱۲۔

اس کے بعد نماز ختم کر دے اس طرح کہ پہلے داہنی طرف منہ پھیر کر کہے اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ پھر بائیں طرف منہ پھیر کر کہے اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ اس سلام میں کراماً کاتبین فرشتوں کی اور ان لوگوں کی نیت کی نیت کرے جو نماز میں شریک ہوں۔ اور اگر دو رکعت والی نماز نہ ہو بلکہ تین رکعت یا چار رکعت والی نماز ہو تو صرف التحیات پڑھ کر فوراً کھڑا ہو جائے باقی تین رکعتیں بھی اسی طرح پڑھے مگر ان رکعتوں میں بسم اللہ کے بعد صرف سورۂ فاتحہ پڑھ کر رکوع کر دے اور دوسری سورت نہ ملائے اگر تین رکعت والی نماز ہو تو تیسری رکعت میں ورنہ چوتھی رکعت میں دونوں سجدوں کے بعد اسی طرح بیٹھ کر اسی طرح التحیات اور درود شریف پڑھ کر وہی دعا پڑھے۔ اس کے بعد اسی طرح سلام پھیر کر نماز ختم کر دے۔ فجر، مغرب، عشا کے وقت پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ اور دوسری سورت اور سمع اللہ لمن حمدہ اور سب تکبیریں امام بلند آواز سے کہے اور منفرد کو اختیار ہے اور ظہر اور عصر کے وقت امام صرف سمع اللہ لمن حمدہ اور سب تکبیریں بلند آواز سے کہے اور منفرد آہستہ اور مقتدی ہر وقت تکبیریں وغیرہ آہستہ کہے نماز کی حالت میں ادھر ادھر نہ دیکھنا چاہیے بلکہ کھڑے ہونے کی حالت میں سجدہ کے مقام پر نظر جمائے رہے اور رکوع کی حالت میں پیروں کی پشت پر اور سجدوں میں ناک اور بیٹھنے کی حالت میں زانو پر۔ نماز کی حالت میں آنکھوں کو کھلا رکھے بند نہ کرے۔ ہاں اگر سمجھے کہ آنکھ بند کر لینے سے نماز میں دل زیادہ لگے گا تو کچھ مضائقہ نہیں۔

دونوں پیروں پر زور دے کر کھڑا ہونا کچھ ضروری نہیں بلکہ کبھی داہنے پیر پر زور دے کر کھڑا ہو اور کبھی بائیں۔ یہ بہتر ہے اس لئے کہ اس طرح کھڑے ہونے میں تھکنے کا خوف نہیں ہوتا۔

نماز ختم کر چکنے کے بعد دونوں ہاتھ سینہ تک اٹھا کر پھیلائے اور اللہ تعالیٰ سے اپنے لیے

دعا مانگے اور امام ہو تو مقتدیوں کے لیے بھی اور مقتدی سب آمین آمین کہتے رہیں اور دعا مانگ چکنے کے بعد دونوں ہاتھ منہ پر پھیرے۔

جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں جیسے ظہر، مغرب، عشاء ان کے بعد بہت دیر تک نہ دعا مانگے بلکہ مختصر دعا مانگ کر ان سنتوں کے پڑھنے میں مشغول ہو جائے اور جن نمازوں کے بعد سنتیں نہیں ہیں جیسے فجر، عصر ان کے بعد جتنی دیر تک چاہے دعا مانگے اور امام ہو تو مقتدیوں کی طرف منہ پھیر کر بیٹھ جائے اس کے بعد دعا مانگے بشرطیکہ کوئی مسبوق اس کے مقابلہ میں نماز نہ پڑھ رہا ہو۔

فرض نمازوں کے بعد بشرطیکہ ان کے بعد سنت نہ ہو ورنہ سنت کے بعد مستحب ہے۔ أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ تین مرتبہ آیۃ الکرسی قل ھو اللہ احد قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس ایک ایک مرتبہ پڑھ کر تینتیس ۳۳ مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰهِ تینتیس مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ چونتیس مرتبہ اَللّٰهُ أَكْبَرُ پڑھے (مراقی الفلاح، در مختار، شامی وغیرہ)

عورتیں بھی اسی طرح نماز پڑھیں صرف چند مقامات پر ان کو اس کے خلاف کرنا چاہیئے جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:-

۱ - تکبیر تحریمہ کے وقت مردوں کو چادر وغیرہ سے ہاتھ نکال کر کانوں تک اٹھانا چاہیے اگر سردی کا زمانہ نہ ہو اور عورتوں کو ہر زمانہ میں بغیر ہاتھ نکالے ہوئے شانوں تک اٹھانا چاہیے۔

۲ - بعد تکبیر تحریمہ کے مردوں کو ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا چاہیے اور عورتوں کو سینے پر۔

۳ - مردوں کو چھوٹی انگلی اور انگوٹھے کا حلقہ بنا کر بائیں کلائی کو پکڑنا چاہیئے اور داہنی تین انگلیاں بائیں کلائی پر بچھانا چاہیے اور عورتوں کو داہنی ہتھیلی بائیں ہتھیلی کی پشت پر رکھ دینا چاہیئے حلقہ بنانا اور بائیں کلائی کو پکڑنا نہ چاہیئے

۴ - مردوں کو رکوع میں اچھی طرح جھک جانا چاہیئے کہ سر اور سرین اور پشت برابر ہو جائیں اور عورتوں کو اس قدر جھکنا نہ چاہیئے بلکہ صرف اسی قدر جس میں ان کے ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں۔

۵ - مردوں کو رکوع میں انگلیاں کشادہ کرکے گھٹنوں پر رکھنا چاہیئے اور عورتوں کو بغیر کشادہ کیے ہوئے بلکہ ملا کر۔

۶ - مردوں کو حالت رکوع میں کہنیاں پہلو سے علیحدہ رکھنا چاہیئے اور عورتوں کو ملی ہوئی۔

۷ - مردوں کو سجدے میں پیٹ رانوں سے اور بازو بغل سے جدا رکھنا چاہیئے اور عورتوں کو ملا ہوا۔

۸ - مردوں کو سجدے میں کہنیاں زمین سے اٹھی ہوئی رکھنا چاہیئے اور عورتوں کو زمین پر بچھی ہوئی۔

Marfat.com

۹ - مردوں کو سجدوں میں دونوں پیر کی انگلیوں کے بل کھڑے رکھنا چاہیے عورتوں کو نہیں ۔

۱۰ - مردوں کو بیٹھنے کی حالت میں بائیں پیر پر بیٹھنا چاہیے اور داہنے پیر کو انگلیوں کے بل کھڑا رکھنا چاہیے اور عورتوں کو بائیں سُرین کے بل بیٹھنا چاہیے اور دونوں پیر داہنی طرف نکال دینے چاہئیں اس طرح کہ داہنی ران پر آجائے اور داہنی پنڈلی بائیں پنڈلی پر ۔

۱۱ - عورتوں کو کسی وقت قرأت بلند آواز سے کرنے کا اختیار نہیں بلکہ ان کو ہر وقت آہستہ آواز سے قرأت کرنی چاہیے ۔

نمازِ وتر کا بیان

نمازِ وتر واجب[2] ہے منکر اس کا کافر نہیں تارک اس کا مثل فرض نمازوں کے تارک کے فاسق اور گنہگار ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص وتر نہ پڑھے وہ ہماری جماعت میں نہیں (ابوداؤد مستدرک حاکم) وتر کی نماز بھی مغرب کی نماز کی طرح تین رکعت[3] ہے ۔ اس کے پڑھنے کا طریقہ بھی وہی ہے

---

[1] وتر کا واؤ مکسور و مفتوح دونوں طرح سے پڑھ سکتے ہیں مگر کسرہ زیادہ مشہور ہے ۔ وتر ہر اس نماز کو کہہ سکتے ہیں جس میں طاق رکعتیں ہوں مگر فقہاء کے عرف میں وتر اسی خاص نماز کو کہتے ہیں جس کا وقت عشاء کی نماز کے بعد ہے جو عام طور پر عشاء کے بعد ہی فوراً پڑھی جاتی ہے اور یہاں اس کا بیان ہوگا ۱۲

[2] یہ مذہب امام صاحب کا ہے اور قاضی ابو یوسف و امام شافعی رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک وتر سنت ہے امام صاحب کی دلیل یہی حدیث ہے جو آگے بیان ہوگی اس لیے کہ سنت کے ترک پر ایسی سختی نہیں کی جاتی جیسے نماز وتر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پہلی رکعت میں سبح اسم اور دوسری میں قل یا ایہا الکافرون تیسری میں قل ہو اللہ احد پڑھتے تھے ۔

[3] یہ مذہب امام صاحب کا ہے ان کے نزدیک ایک رکعت کی وتر جائز نہیں ۔ امام شافعی کے نزدیک وتر ایک ایک رکعت بھی جائز ہے دونوں طرف بکثرت احادیث صحیحہ موجود ہیں مگر تین رکعت وتر اکثر فقہائے صحابہ کا معمول تھا حضرت فاروق رض کو اس میں ایک خاص اہتمام تھا ایک مرتبہ سعید بن مسیب رض کو ایک رکعت وتر پڑھتے ہوئے دیکھا فرمایا کہ کیسی ناقص نماز پڑھتے ہو دو رکعت اور پڑھو ورنہ میں تم کو سزا دوں گا (نہایہ) ترمذی نے حضرت علی مرتضیٰ رض سے تین رکعت وتر کی نقل کی ہے اور اسی کو عمران بن حصین اور عائشہ اور ابن عباس اور ابو ایوب رضی اللہ عنہم کی طرف منسوب کیا ہے اور اخیر میں لکھ دیا ہے کہ ایک جماعت صحابہ و تابعین کی اسی طرف ہے ابن مسعود اور حضرت فاروق کا مذہب وتر کی تین رکعت ہونے میں امام محمد کی مؤطا میں موجود ہے امام حسن بصری فرماتے ہیں کہ سلف کا اسی پر معمول تھا (ہدایہ) تین رکعت کی وتر صحابہ میں مشہور تھی ایک رکعت کی وتر عام طور سب لوگ جانتے

جو فرض نمازوں کا ہے صرف فرق اس قدر ہے کہ فرض کی صرف دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے بعد دوسری سورت ملائی جاتی ہے اور اس کی تینوں رکعتوں میں دوسری سورت پڑھنے کا حکم ہے اور تیسری رکعت میں دوسری سورت کے بعد دونوں ہاتھ تکبیر کے ساتھ کانوں تک اسی طرح اٹھا کر جس طرح تکبیر تحریمہ کے وقت اٹھانا چاہیے پھر باندھے اور اس دعا کو آہستہ آواز سے پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ وَنَسْتَهْدِيْكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ وَنَتُوْبُ اِلَيْكَ وَنُؤْمِنُ بِكَ وَنُثْنِيْ عَلَيْكَ الْخَيْرَ وَنَشْكُرُكَ وَلَا نَكْفُرُكَ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ يَّفْجُرُكَ ط اَللّٰهُمَّ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَلَكَ نُصَلِّيْ وَنَسْجُدُ وَاِلَيْكَ نَسْعٰى وَنَحْفِدُ وَنَرْجُوْ رَحْمَتَكَ وَنَخْشٰى عَذَابَكَ اِنَّ عَذَابَكَ بِالْكُفَّارِ مُلْحِقٌ ہ

اے اللہ ہم مدد چاہتے ہیں اور ہدایت اپنے گناہوں کی معافی ہم توبہ کرتے ہیں اور تیرے اوپر ایمان لاتے ہیں اور تیری اچھی تعریفیں کرتے ہیں ناشکری نہیں کرتے اور جو تیری ناشکری و نافرمانی کرے اس کو چھوڑتے ہیں اے اللہ ہم تیری عبادت کرتے ہیں اور تیری نماز پڑھتے ہیں تجھی کو سجدہ کرتے ہیں تیری طرف دوڑتے آتے ہیں تیری عبادت میں جلد مستعد ہو جاتے ہیں تیری رحمت کے امیدوار ہیں تیرے عذاب سے ڈرتے ہیں بیشک تیرا سچا عذاب کافروں پر نازل ہونے والا ہے۔

اور اگر اس کے بعد یہ دعا بھی پڑھ لے تو بہتر ہے۔

اَللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ فِيْمَنْ هَدَيْتَ وَعَافِنِيْ فِيْمَنْ عَافَيْتَ وَتَوَلَّنِيْ فِيْمَنْ تَوَلَّيْتَ وَبَارِكْ لِيْ فِيْمَا اَعْطَيْتَ وَقِنِيْ شَرَّ مَا قَضَيْتَ اِنَّكَ تَقْضِيْ وَلَا يُقْضٰى عَلَيْكَ اِنَّهٗ لَا يَذِلُّ مَنْ وَّالَيْتَ وَلَا يَعِزُّ مَنْ عَادَيْتَ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ

اے اللہ مجھے ہدایت کر ان لوگوں کے ساتھ جن کو تو نے ہدایت کی مجھے آفتوں اور مصیبتوں سے بچا ان لوگوں کے ساتھ جن کو تو نے بچایا اور مجھ سے محبت کر ان لوگوں کے ساتھ جن سے تو نے محبت کی اور جو کچھ تو نے مجھے دیا ہے اس میں برکت دے اور مجھے ان برائیوں سے بچا جو مقدر ہوں بیشک تو حاکم ہے محکوم نہیں اور جس سے تو محبت کرے وہ ذلیل نہیں ہو سکتا۔ اور جس سے تجھ کو عداوت ہو وہ عزت نہیں پا سکتا بزرگ اور برتر ہے تو ۱۲

(حاشیہ متعلقہ صفحہ ۱۶۴) ابھی نہ تھے حضرت معاویہ کو ابن عباس کے مولیٰ نے ایک رکعت وتر پڑھتے دیکھا تو ان کو نہایت تعجب ہوا یہ خبر جا کر ابن عباس سے بیان کی ابن عباس نے ان کی وحشت و حیرت یہ کہکر دفع کر دی کہ معاویہ فقیہ ہیں رسول اللہ کی صحبت سے مشرف ہوئے ہیں ان پر اعتراض نہ کرو (صحیح بخاری) امام طحاوی نے وتر کے تین رکعت سے کم نہ ہونے پر ایک نہایت عقلی دلیل بھی قائم کی ہے ان سب وجوہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک رکعت وتر جن احادیث میں ہے وہ قابل تاویل ہیں یا ان میں آنحضرت کی پہلی حالتوں کا ذکر ہے آخر فعل آپ کا بھی تین رکعت پر تھا جو صحابہ میں مشہور ہوا ۱۲

Marfat.com

اگر کوئی شخص غلطی سے پہلی یا دوسری رکعت میں دعائے قنوت[1] پڑھ جائے تو اس کو چاہیے کہ پھر تیسری رکعت میں دعائے قنوت پڑھے۔ (بحر الرائق وغیرہ)

اگر کسی کو دعائے قنوت یاد نہ ہو تو وہ بجائے اس کے

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ

اے پروردگار ہمارے ہم کو دنیا و آخرت دونوں میں آرام دے اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا ۱۲

یا اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ تین مرتبہ یا یَا رَبِّ تین بار کہہ لے (مراقی الفلاح وغیرہ)

نفل نمازوں[2] کا بیان

چونکہ نماز ایک عمدہ عبادت ہے اور خداوند عالم سب عبادتوں سے زیادہ مرغوب و محبوب ہے اس لیے جس قدر اس کی کثرت کی جائے بہت خوب ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھنے میں جس قدر مسرت اور فرحت ہوتی تھی اس قدر کسی دوسری عبادت میں کبھی نہ ہوتی تھی اسی وجہ سے آپ نے فرمایا کہ میری آنکھوں کو نماز میں ٹھنڈک ہوتی ہے (ترمذی)

شریعت نے اسی خیال سے اس عبادت میں فرائض اور واجبات کے علاوہ ہر فرض کے ساتھ کچھ سنتیں بھی مقرر فرمائی ہیں کہ فرض کے ساتھ آسانی سے ادا ہو جائیں اور جو قصور نقصان فرائض کے ادا کرنے میں واقع ہوا ہو وہ بھی ان کی وجہ سے پورا ہو جائے۔ نماز کے سوا اور کسی عبادت میں فرائض کے سوا شریعت کی طرف سے سنن وغیرہ مقرر نہیں اپنی خوشی سے اگر کوئی فرض کے علاوہ ان باتوں کو بھی کرے تو وہ دوسری بات ہے زکوٰۃ کو دیکھئے جس قدر فرض ہے اس کے دینے

---

[1] درمختار وغیرہ میں اس مسئلے کو اس تفصیل و تفریق سے لکھا ہے اگر یہ جانتا ہو کہ پہلی یا دوسری رکعت ہے اور صرف دعائے قنوت کے پڑھنے میں سہو ہوا ہو تو پھر تیسری رکعت میں دعائے قنوت نہ پڑھے اور اگر رکعت کی تعیین میں سہو ہوا ہو مثلاً دوسری رکعت کو تیسری رکعت سمجھ کر دعائے قنوت پڑھی ہے تو پھر تیسری رکعت سمجھ کر دعائے قنوت پڑھی ہے تو پھر تیسری رکعت میں پڑھ لے مگر صحیح یہ ہے کہ ہر صورت میں دوبارہ دعائے قنوت پڑھنا چاہیے صاحب بحر الرائق نے اسی کو ترجیح دی ہے۔

[2] فرض اور واجب کے سوا ہر نماز کو نفل کہتے ہیں خواہ سنت ہو یا نفل ۔۔ ۱۲

کے بعد اگر ایک پیسہ بھی کسی محتاج کو نہ دیا جائے تو شریعت کی طرف سے کچھ تعرض نہیں۔ روزے کا بھی یہی حال ہے رمضان کے سوا اگر ایک روزہ بھی نہ رکھا جائے تو شریعت کی طرف سے کچھ مضائقہ نہیں۔ حج کی بھی یہی کیفیت ہے فرض ہونے کے بعد تمام عمر میں ایک مرتبہ حج کر کے پھر اگر کبھی نہ کیا جائے تو کچھ گناہ نہیں نمازوں میں اگر صرف فرائض ادا کیے جائیں اور سنتیں نہ پڑھی جائیں تو گناہ ہے یہاں سے بھی یہ بات ظاہر ہو رہی ہے کہ نماز اللہ جل شانہٗ کو کس قدر پسند ہے۔

نفل نمازوں کے پڑھنے کا بھی وہی طریقہ ہے جو اوپر بیان ہو چکا فرق صرف اس قدر ہے کہ فرائض کی صرف دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے بعد دوسری سورت پڑھنے کا حکم ہے اور نوافل کی سب رکعتوں میں نوافل کی رکعتوں میں جو سورتیں پڑھی جائیں ان کا برابر نہ ہونا بھی خلاف سنت نہیں ہے۔ نوافل دن میں دو رکعت تک اور رات میں چار رکعت تک ایک ہی سلام سے پڑھی جا سکتی ہیں مگر ہر دو رکعت کے بعد التحیات پڑھنا چاہیے۔

فجر کے وقت فرض سے پہلے دو رکعت سنت[1] مؤکدہ ہیں ان کی تاکید تمام مؤکدہ سنتوں سے زیادہ ہے یہاں تک کہ بعض روایات میں امام صاحب سے ان کا وجوب منقول ہے بعض علماء نے لکھا ہے کہ ان کے انکار سے کفر کا خوف ہے (در مختار۔ مراقی الفلاح وغیرہ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ فجر کی سنتیں نہ چھوڑو چاہے تم کو گھوڑے کچل ڈالیں یعنی جان جانے کا خوف ہو جب بھی نہ چھوڑو۔ اس سے مقصود صرف تاکید اور ترغیب ہے ورنہ جان کے خوف سے تو فرائض کا چھوڑنا بھی جائز ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فجر کی سنتیں میرے نزدیک تمام دنیا و ما فیہا سے بہتر ہیں۔

ظہر کے وقت فرض سے پہلے چار رکعت ایک[2] سلام سے اور فرض کے بعد دو رکعت سنت

---

[1] فجر کی سنت کی پہلی رکعت میں نبی اکرم قل یا ایہا الکافرون دوسری رکعت میں قل ہو اللہ احد پڑھتے تھے امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ اگر پہلی رکعت میں الم نشرح اور دوسری رکعت میں الم ترکیف پڑھی جائے تو دن بھر کی آفتوں سے انسان محفوظ رہیگا۔ مگر یہ حدیث میں نہیں آیا۔ (طحطاوی علی مراقی الفلاح) [2] امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ظہر کے پہلے چار رکعت دو سلام سے سنت ہیں امام صاحب کی دلیل وہ حدیث ہے جو حضرت عائشہؓ سے بخاری وغیرہ نے روایت کی ہے کہ حضرت ظہر سے پہلے چار رکعت پڑھتے تھے۔ امام شافعیؒ کی طرف سے اس حدیث کی تاویل کی جاتی ہے جو بالکل خلاف ظاہر ہے یعنی یہ چار رکعت سنت ظہر کی نہ تھیں بلکہ مستقل نماز تھی ۱۲

Marfat.com

مؤکدہ ہیں۔ (مراقی الفلاح ۔ درمختار وغیرہ)

جمعہ کے وقت فرض سے پہلے چار رکعتیں[سلہ] ایک سلام سے سنت مؤکدہ ہیں اور فرض کے بعد بھی چار رکعتیں[سلہ] ایک سلام سے (مراقی الفلاح وغیرہ)

عصر کے وقت کوئی سنت مؤکدہ نہیں ۔ ہاں فرض سے پہلے چار رکعتیں ایک سلام سے مستحب ہیں (مراقی الفلاح)

مغرب کے وقت فرض کے بعد دو رکعت سنت مؤکدہ ہیں۔

عشا کے وقت فرض کے بعد دو رکعت سنت مؤکدہ ہیں۔ اور فرض سے پہلے چار رکعت ایک سلام سے مستحب ہیں۔

وتر کے بعد بھی دو رکعتیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں۔ لہذا یہ دو رکعت بعد وتر کے مستحب ہیں۔ ان سب سنتوں کے لیے علیحدہ علیحدہ تاکیدیں اور فضیلتیں حدیث شریف میں وارد ہوئی ہیں مگر یہاں صرف ایک وہ حدیث لکھی جاتی ہے جس سے سب کی فضیلت نکلتی ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مسلمان فرائض کے علاوہ بارہ رکعتیں پڑھ لیا کرے اس کے لیے اللہ تعالیٰ جنت میں گھر بنائے گا۔ (صحیح مسلم)

ترمذی اور نسائی میں ان بارہ رکعتوں کی تفصیل اس طرح منقول ہے۔ چار قبل ظہر کے اور دو اس کے بعد۔ دو مغرب کے بعد۔ دو عشا کے بعد دو فجر کے قبل۔

ان سنتوں کے علاوہ اور بھی نمازیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں و لدادگان سنت کے لیے ان کا ذکر بھی ضروری ہے لہذا ہم اپنی کتاب ان کے مبارک ذکر سے خالی رکھنا نہیں چاہتے۔

سلہ صاحب سفر السعادت نے لکھا ہے کہ جمعہ سے پہلے کوئی سنت منقول نہیں حالانکہ ترمذی میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ جمعہ سے پہلے چار رکعتیں اور جمعہ کے بعد بھی چار رکعتیں پڑھا کرتے تھے ۱۲

سلہ یہ مذہب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے، امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بعد جمعہ کے چھ رکعتیں مسنون ہیں پہلے چار ایک سلام سے پھر دو رکعت ایک سلام سے دونوں طرف صحیح حدیثیں موجود ہیں ۱۲

Marfat.com

نمازِ تہجّد

نمازِ تہجد سنّت[۱] ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اس کو پڑھا کرتے تھے اور اپنے اصحاب کو اس کے پڑھنے کی بہت ترغیب دیتے تھے۔ اس کے فضائل بہت احادیث میں وارد ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بعد فرض نمازوں کے نمازِ شب (تہجد) کا مرتبہ ہے۔ (مسلم)

حضرات صوفیہ فرماتے ہیں کہ کوئی شخص بے نماز تہجد کے درجۂ ولایت کو نہیں پہنچتا اس میں شک نہیں کہ یہ نماز تمام صلحائے امت کا معمول ہے صحابہ سے لے کر اس وقت تک بلکہ ایک حدیث میں ہے کہ اگلی امت والے بھی اس نماز کو پڑھتے تھے۔

نماز تہجد کا وقت عشا کی نماز کے بعد ہے۔ سنت یہ ہے کہ عشا کی نماز پڑھ کر سو رہے اس کے بعد اٹھ کر نماز تہجد پڑھے (شامی وغیرہ)

بہتر یہ ہے کہ بعد نصف شب کے پڑھے۔ کم سے کم تہجد کی نماز دو رکعت اور زیادہ سے زیادہ دس[۲] رکعت منقول ہے اور اکثر معمول نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا آٹھ رکعت پڑھنا ایک سلام سے دو دو رکعتیں۔ تہجد کی نماز اس نیت سے پڑھے۔ نَوَیْتُ اَنْ اُصَلِّیَ رَکْعَتَیْ صَلٰوۃِ التَّهَجُّدِ سُنَّۃَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ میں نے یہ ارادہ کیا کہ دو رکعت نماز تہجد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پڑھوں نبی صلعم کبھی آدھی رات کو کبھی اس سے کچھ پہلے کبھی کچھ اس کے بعد تہجد کے لیے اٹھتے تو اس دعا[۳] کو جو بیداری کے وقت آپ کی معمول تھی پڑھتے ہوئے دونوں ہاتھ منہ پر ملتے تاکہ نیند کا اثر

---

۱ بعض فقہاء نے اس نماز کو مستحب لکھا ہے مگر صحیح یہ ہے کہ سنت ہے ۱۲

۲ بعض کتب فقہ میں اس نماز کی آٹھ رکعتیں انتہائی تعداد لکھی ہے مگر احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دس رکعت بھی حضرتؐ نے پڑھی ہیں۔ شرح سفر السعادت میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اس کو بہت عمدہ تفصیل سے بیان فرمایا ہے ۱۲

۳ وہ دعا یہ ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْہِ النُّشُوْرُ۔ ترجمہ۔ اللہ کا شکر ہے کہ ہمیں بعد موت (خواب) کے زندہ (بیدار) کیا اور اسی کی طرف سب کا رجوع ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی مختلف دعائیں حضرتؐ سے منقول ہیں ۱۲ (سفر السعادت)

Marfat.com

جاتا رہے۔ اس کے بعد مسواک فرماتے مسواک میں مبالغہ کرنا حضرتؐ کی عادت تھی۔ بعد مسواک کے وضو فرماتے بعض روایات میں ہے کہ مسواک اور وضو کرتے وقت بعض میں ہے کہ اس سے پہلے آسمان کی طرف نظر اٹھاکر دیکھتے اور سورۂ آل عمران کی آخری دس آیتیں جن کی ابتدا اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ سے ہے تلاوت فرماتے اور بعض روایات میں ہے رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ ھٰذَا بَاطِلًا سے لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ تک پڑھتے اس کے بعد نماز شروع کرتے۔ نماز پڑھنے میں آپ کی عادت مختلف تھی کبھی چھ رکعت پڑھتے اور ہر دو رکعت کے بعد سو رہتے۔ سو اٹھنے کے بعد پھر اسی طرح مسواک اور وضو کرتے اور آیتوں کی تلاوت فرماتے اکثر عادت آپ کی آٹھ رکعت پڑھنے کی تھی اسی واسطے فقہانے آٹھ رکعتیں اختیار کی ہیں وتر کی نماز حضرتؐ بعد تہجد کے پڑھتے تھے اور اگر فجر کا وقت آجاتا تو اس کے بعد فجر کی سنتیں بھی پڑھ لیتے پھر تھوڑی دیر لیٹ رہتے اس کے بعد فجر کی نماز پڑھنے تشریف لے جاتے۔

نماز چاشت

نماز چاشت مستحب ہے اختیار ہے کہ چاہے چار رکعتیں پڑھے چاہے چار سے زیادہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے چار بھی منقول ہیں اور یہ بھی منقول ہے کہ کبھی چار سے زیادہ بھی پڑھ لیتے تھے طبرانی کی ایک حدیث میں بارہ رکعت تک منقول ہیں (مراقی الفلاح)

نماز چاشت کا وقت آفتاب کے اچھی طرح نکل آنے کے بعد سے زوال سے پہلے تک رہتا ہے (مراقی الفلاح) نماز چاشت اس نیت سے پڑھی جائے

نَوَیْتُ اَنْ اُصَلِّیَ اَرْبَعَ رَکَعَاتٍ صَلٰوۃِ الضُّحٰی سُنَّۃَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ — میں نے یہ ارادہ کیا کہ چار رکعت نماز چاشت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پڑھوں۔

یہاں تک جو نمازیں مذکور ہوئیں وہ تھیں جن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ التزام سے پڑھا کرتے تھے کبھی ترک نہ فرماتے تھے اور باقی نمازیں جو آپ پڑھتے تھے ان کے لیے کوئی خاص سبب ہوتا تھا مثلاً تحیۃ المسجد مسجد میں جانے کے لیے پڑھتے تھے۔ نماز خسوف وکسوف چاند گرہن سورج گرہن کے سبب سے وعلیٰ ہذا القیاس۔

طالب ثواب اور پیرو سنت کو چاہیئے کہ ان نمازوں کو بے کسی عذر قوی کے نہ چھوڑے اگر خیال کیا جائے تو کوئی بڑی بات نہیں دن رات میں فرائض وغیرہ ملا کر صرف چھیالیس رکعتیں ہوتی ہیں سترہ رکعت فرض تین رکعت وتر بارہ رکعتیں مؤکدہ سنتیں جو پنج وقتی نمازوں کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں آٹھ رکعت نماز تہجد چار رکعت نماز چاشت ۔ مگر افسوس ہم لوگوں کی کم ہمتی اور سستی کے سامنے فرائض ہی کا ادا ہونا دشوار ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَ إِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ — بیشک نماز کا پڑھنا بہت دشوار ہے مگر ان
الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُلٰقُوْا رَبِّهِمْ — لوگوں کو جنھیں اپنے پروردگار سے ملنے کا یقین ہے

پس اصل وجہ ہماری سستی اور کم ہمتی کی یہی ہے کہ ہمیں قیامت کے آنے اور ثواب و عذاب کے ملنے کا پورا یقین نہیں ہے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ جَمِيْعِ مَاكَرِهَ اللّٰهُ بعض علما نے لکھا ہے کہ جو ہر شب و روز اتنے مرتبہ کریم کا دروازہ طالب اور ادب کے ہاتھوں سے کھٹکھٹانا چاہے بیشک اس پر سعادت و رحمت کا دروازہ بہت جلد کھل جائے گا ۔

تحیۃ المسجد

یہ نماز اس شخص کے لیے سنت ہے جو مسجد میں داخل ہو (در مختار وغیرہ)

اس نماز سے مقصود مسجد کی تعظیم ہے جو درحقیقت خدا ہی کی تعظیم ہے اس لیے کہ مکان کی تعظیم صاحب مکان کے خیال سے ہوا کرتی ہے پس غیر خدا کی تعظیم کسی طرح اس سے مقصود نہیں مسجد میں آنے کے بعد بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھ لے بشرطیکہ کوئی مکروہ وقت نہ ہو (در مختار بحر الرائق شامی وغیرہ)

اگر مکروہ وقت ہو تو صرف چار مرتبہ ان کلمات کو کہہ لے سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ اور بعد اس کے کوئی درود شریف پڑھ لے (در مختار ۔ مراقی الفلاح)

اس نماز کی نیت یہ ہے ۔

نَوَيْتُ اَنْ اُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ تَحِيَّةَ الْمَسْجِدِ — میں نے یہ ارادہ کیا کہ دو رکعت نماز تحیۃ المسجد پڑھوں ۔

دو رکعت کی کچھ تخصیص نہیں اگر چار رکعت پڑھی جائیں تب بھی کچھ مضائقہ نہیں ۔

اگر مسجد میں آتے ہی کوئی فرض نماز پڑھی جائے یا اور کوئی سنت ادا کی جائے تو وہی

Marfat.com

فرض یا سنت تحیۃ المسجد کے قائم مقام ہو جائے گی یعنی اس کے پڑھنے سے تحیۃ المسجد کا ثواب بھی مل جائے گا اگرچہ اس میں تحیۃ المسجد کی نیت نہیں کی گئی (درمختار۔ مراقی الفلاح۔ شامی وغیرہ)

اگر مسجد میں جاکر کوئی شخص بیٹھ جائے اور اس کے بعد تحیۃ المسجد پڑھے تب بھی کچھ حرج نہیں مگر بہتر یہ ہے کہ بیٹھنے سے پہلے پڑھ لے (درمختار وغیرہ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی مسجد جایا کرے تو جب تک دو رکعت نماز نہ پڑھ لے نہ بیٹھے (صحیح بخاری۔ صحیح مسلم)

اگر مسجد میں کئی مرتبہ جانے کا اتفاق ہو تو صرف ایک مرتبہ تحیۃ المسجد پڑھ لینا کافی ہے۔ خواہ پہلی مرتبہ پڑھ لے یا اخیر میں (درمختار۔ شامی)

سنتِ وضو

بعد وضو کے جسم خشک ہونے سے پہلے دو رکعت نماز مستحب ہے (درمختار۔ مراقی الفلاح)

اگر چار رکعتیں پڑھی جائیں تب بھی کچھ حرج نہیں اور کوئی فرض یا سنت وغیرہ پڑھ لی جائے تب بھی کافی ہے ثواب مل جائے گا (مراقی الفلاح)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اچھی طرح وضو کرکے دو رکعت نماز خالص دل سے پڑھ لیا کرے اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے (صحیح مسلم)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں حضرت بلالؓ کے چلنے کی آواز اپنے آگے جنت میں سنی صبح کو اُن سے دریافت فرمایا کہ تم کونسا ایسا نیک کام کرتے ہو کہ کل میں نے تمھارے چلنے کی آواز جنت میں اپنے آگے سنی بلالؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ جب میں وضو کرتا ہوں تو دو رکعت نماز پڑھ لیا کرتا ہوں (صحیح بخاری)

غسل کے بعد یہ دو رکعتیں مستحب ہیں اس لیے کہ ہر غسل کے ساتھ وضو بھی ضرور ہو جاتا ہے (ردالمحتار)

Marfat.com

نماز سفر

جب کوئی شخص اپنے وطن سے سفر کرنے لگے تو اس کے لیے مستحب ہے کہ دو رکعت نماز گھر میں پڑھ کر سفر کرے اور جب سفر سے آئے تو مستحب ہے کہ پہلے مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھ لے اس کے بعد اپنے گھر جائے (در مختار وغیرہ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی اپنے گھر میں اُن دو رکعتوں سے بہتر کوئی چیز نہیں چھوڑتا جو سفر کرتے وقت پڑھی جاتی ہیں (طبرانی)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر سے تشریف لاتے تو پہلے مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھ لیتے تھے (صحیح مسلم)

مسافر کو یہ بھی مستحب ہے کہ اثنائے سفر میں جب کسی منزل پر پہنچے اور وہاں قیام کا ارادہ ہو تو قبل بیٹھنے کے دو رکعت نماز پڑھ لے (شامی وغیرہ)

نماز استخارہ

جب کسی کو کوئی کام درپیش ہو اور اس کے کرنے نہ کرنے میں تردد ہو یا اس میں تردد ہو کہ وہ کام کس وقت کیا جائے مثلاً کسی کو سفر حج درپیش ہو تو اس کے کرنے نہ کرنے میں تردد نہیں ہو سکتا اس لیے کہ حج عبادت ہے اور عبادت کے کرنے نہ کرنے میں تردد کیسا ہاں اس میں تردد ہو سکتا ہے کہ سفر آج کیا جائے یا کل تو ایسی حالت میں مستحب ہے کہ دو رکعت نماز استخارہ پڑھی جائے اس کے بعد جس طرف طبیعت کو رغبت ہو وہ کام کیا جائے (در مختار ۔ مراقی الفلاح)

بہتر یہ ہے کہ سات مرتبہ تک نماز استخارہ کی تکرار کے بعد کام شروع کیا جائے ۔
(شامی ۔ مراقی الفلاح)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو نماز استخارہ کی اس اہتمام سے تعلیم فرماتے تھے جیسے قرآن مجید کی تعلیم میں آپ کا اہتمام ہوتا تھا (بخاری ۔ ترمذی ۔ ابوداؤد وغیرہ)

نماز استخارہ اس نیت سے شروع کی جائے

Marfat.com

نَوَیْتُ اَنْ اُصَلِّیَ رَکْعَتَیْ صَلٰوۃِ الْاِسْتِخَارَۃِ ۔ میں نے یہ نیت کی کہ دو رکعت نماز استخارہ پڑھوں۔

پھر بدستور معمول دو رکعت نماز پڑھ کے یہ دعا پڑھی جائے۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُكَ بِعِلْمِكَ وَاَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَاَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ وَعَاجِلِهٖ وَاٰجِلِهٖ فَاقْدِرْهُ لِیْ وَیَسِّرْهُ لِیْ ثُمَّ بَارِكْ لِیْ فِیْهِ وَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ وَعَاجِلِهٖ وَاٰجِلِهٖ فَاصْرِفْهُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْهُ وَاقْدِرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ كَانَ ثُمَّ رَضِّنِیْ بِهٖ ۔

اور لفظ اَمْرِی کی جگہ اپنی حاجت ذکر کرے مثلاً سفر کے لیے استخارہ کرنا ہو تو هٰذَا السَّفَرَ کہے اور نکاح کے لیے استخارہ کرنا ہو تو هٰذَا النِّكَاحَ کہے کسی چیز کی خرید و فروخت کے لیے کرنا ہو تو هٰذَا الْبَیْعَ کہے وعلیٰ ہذا القیاس بعض مشائخ سے منقول ہے کہ بعد اس دعا پڑھنے کے باوضو قبلہ رو ہو کر سو رہے اگر خواب میں سفیدی یا سبزی دیکھے تو سمجھ لے کہ یہ کام اچھا ہے کرنا چاہیے اور اگر سیاہی یا سرخی دیکھے تو سمجھ لے کہ یہ کام برا ہے نہ کرنا چاہیے (شامی)

اگر کسی وجہ سے نماز نہ پڑھ سکتا ہو مثلاً عجلت کی وجہ سے یا عورت حیض و نفاس کے سبب سے تو صرف دعا پڑھ کر کام شروع کر دے (طحطاوی وغیرہ)

مستحب ہے کہ دعا کے پہلے اللہ تعالیٰ کی تعریف اور درود شریف بھی پڑھ لیا جائے۔

نمازِ حاجت

جب کسی کو کوئی حاجت یا ضرورت پیش آئے خواہ وہ حاجت بلاواسطہ اللہ تعالیٰ سے ہو یا بالواسطہ یعنی کسی بندے سے اس حاجت کا پورا ہونا مقصود ہو مثلاً کسی کو نوکری کی خواہش ہو یا کسی سے نکاح کرنا چاہتا ہو تو اس کو مستحب ہے کہ دو رکعت نماز پڑھ کر درود شریف پڑھے اور اللہ تعالیٰ کی تعریف کرکے اس دعا کو پڑھے۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِیْمُ الْكَرِیْمُ نہیں ہے کوئی معبود سوا اللہ چشم پوشی اور بخشش

سُبْحَانَ اللّٰہِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اَسْأَلُکَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِکَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِکَ وَالْغَنِیْمَۃَ مِنْ کُلِّ بِرٍّ وَّالسَّلَامَۃَ مِنْ کُلِّ اِثْمٍ لَا تَدَعْ لِیْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَہٗ وَلَا حَاجَۃً لَکَ فِیْہَا رِضًی اِلَّا قَضَیْتَہَا یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ ؀

کرنے والے کے، پاکی بیان کرتا ہوں میں اللہ کی جو مالک ہے عرش عظیم کا اور سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو پروردگار ہے سارے جہان کا اے اللہ میں تجھ سے مانگتا ہوں وہ چیزیں جن پر تیری رحمت ہوتی ہے اور جو تیری بخشش کا سبب واقع ہوتی ہیں اور مانگتا ہوں اپنا حصہ ہر فائدے سے اور بچا چاہتا ہوں ہر گناہ سے اے اللہ میرے کسی گناہ کو بے بخشے ہوئے اور کسی غم کو بے دور کیے ہوئے اور کسی حاجت کو بے پورا کیے ہوئے نہ چھوڑ ۱۲

اس دعا کے بعد جو حاجت اس کو درپیش ہو اس کا سوال اللہ تعالیٰ سے کرے یہ نماز حاجت روائی کے لیے مجرب ہے بعض بزرگوں نے اپنی ضرورتوں میں اسی طریقہ سے نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت بیان کی ان کا کام پورا ہو گیا (شامی)

ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک نابینا حاضر ہوئے کہ یا رسول اللہ میرے لیے دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بینائی عنایت فرمائے حضرتؐ نے فرمایا کہ اگر تم صبر کرو تو بہت ثواب ہوگا اگر کہو تو میں دعا کر دوں انھوں نے خواہش کی کہ آپ دعا فرمائیے اس وقت آپ نے ان کو یہ نماز تعلیم فرمائی ۔

صلوٰۃ الاوّابین

نماز اوابین مستحب ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بہت فضائل بیان فرمائے ہیں نماز اوابین چھ رکعت پڑھنا چاہیے تین سلام سے نماز مغرب کے بعد (مراقی الفلاح)

صلوٰۃ التسبیح

صلوٰۃ التسبیح[1] مستحب ہے ثواب اس کا احادیث میں بے شمار ہے ۔

[1] ابن عباس سے پوچھا گیا کہ اس نماز کے لیے کوئی خاص سورت بھی تم کو یاد ہے انھوں نے کہا ہاں الہٰکم التکاثر۔ والعصر۔ قل یا ایہا الکافرون۔ قل ہو اللہ احد ۱۲

Marfat.com

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس کو تعلیم فرمائی تھی اور فرمایا تھا کہ اے چچا اس کے پڑھنے سے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں اگلے پچھلے نئے پرانے اگر تم سے ہو سکے تو ہر روز ایک مرتبہ اس کو پڑھ لیا کرو ورنہ ہفتے میں ایک بار ورنہ مہینہ میں ایک دفعہ اور یہ بھی نہ ہو سکے تو تمام عمر میں ایک بار۔ (ترمذی)

بعض محققین کا قول ہے کہ اس قدر فضیلت معلوم ہو جانے کے بعد پھر بھی اگر کوئی اس نماز کو نہ پڑھے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ دین کی کچھ عزت نہیں کرتا (شامی)

صلوٰۃ التسبیح کی چار رکعتیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں بہتر ہے کہ چاروں رکعتیں ایک سلام سے پڑھی جائیں اگر دو سلام سے پڑھی جائیں تب بھی درست ہے۔ ہر رکعت میں پچھتر مرتبہ تسبیح کہنا چاہیئے پوری نماز میں تین سو مرتبہ۔ صلوٰۃ التسبیح کے پڑھنے کی ترکیب یہ ہے کہ نیت کرے

نَوَيْتُ اَنْ اُصَلِّيَ اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ صَلٰوةَ التَّسْبِيْحِ — میں نے یہ ارادہ کیا کہ چار رکعت نماز صلوٰۃ التسبیح پڑھوں۔

تکبیر تحریمہ کہہ کر ہاتھ باندھ لے اور سبحانک اللھم پڑھ کر پندرہ مرتبہ کہے سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ پھر اعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھ کر الحمد اور سورت پڑھے اس کے بعد دس مرتبہ وہی تسبیح پڑھے پھر رکوع سے اٹھ کر سمع اللہ لمن حمدہ وربنا لک الحمد کے بعد دس بار وہی تسبیح پڑھے پھر سجدے میں جائے اور دونوں سجدوں میں سبحان ربی الاعلیٰ کے بعد اور سجدوں کے درمیان میں دس دس مرتبہ وہی تسبیح پڑھے پھر دوسری رکعت میں الحمد سے پہلے پندرہ مرتبہ اور بعد الحمد اور دوسری سورت کے دس مرتبہ اور رکوع اور قومے اور دونوں سجدوں اور ان کے درمیان میں دس دس دفعہ اسی تسبیح کو پڑھے اسی طرح تیسری اور چوتھی رکعت میں بھی پڑھے۔

ایک دوسری روایت میں اس طرح وارد ہوا ہے کہ سبحانک اللھم کے بعد اس تسبیح کو نہ پڑھے بلکہ بعد الحمد اور سورت کے پندرہ مرتبہ اور دوسرے سجدے کے بعد بیٹھ کر دس مرتبہ اسی طرح دوسری رکعت میں بھی الحمد اور سورت کے بعد دس مرتبہ اور بعد التحیات کے دس مرتبہ اسی طرح تیسری رکعت میں بھی اور چوتھی رکعت میں بعد درود شریف کے دس مرتبہ اور باقی تسبیحیں بدستور پڑھے یہ دونوں طریقے ترمذی میں مذکور ہیں۔ ان دونوں روایتوں میں سے جس روایت کو چاہے اختیار کرے

اور بہتر ہے کہ کبھی اس روایت کے موافق عمل کرے اور کبھی اس روایت کے تاکہ دونوں روایتوں پر عمل ہو جائے (شامی)

اس کی تسبیحیں چونکہ ایک خاص عدد کے لحاظ سے پڑھی جاتی ہیں یعنی حالت قیام میں پچیس یا پندرہ مرتبہ اور باقی حالتوں میں دس دس مرتبہ اس لیے اس کی تسبیحوں کے گننے کی ضرورت ہوگی اور اگر خیال ان کی گنتی کی طرف رہے گا تو نماز میں خشوع نہ ہوگا لہذا فقہا نے لکھا ہے کہ ان کے گننے کے لیے کوئی علامت مقرر کرے مثلاً جب ایک دفعہ کہہ چکے تو اپنے ہاتھ کی ایک انگلی کو دبا دے پھر دوسری کو اسی طرح تیسری چوتھی پانچویں کو جب چھٹا عدد پورا ہو جائے تو دوسرے ہاتھ کی پانچوں انگلیاں یکے بعد دیگرے اسی طرح دبا دے اس طرح پورے دس عدد ہو جائیں گے اور اگر پندرہ مرتبہ کہنا ہو تو ایک ہاتھ کی انگلیاں ڈھیلی کر کے پھر دبا دے پندرہ عدد پورے ہو جائیں گے انگلیوں کی پوروں پر نہ گننا چاہیے (شامی)

اگر کوئی شخص صرف اپنے خیال میں عدد یاد رکھ سکے بشرطیکہ پورا خیال اسی طرف نہ ہو جائے تو اور بھی بہتر ہے (شامی)

اگر بھولے سے کسی مقام کی تسبیحیں چھوٹ جائیں تو ان کو اس دوسرے مقام میں ادا کرے جو پہلے مقام سے ملا ہوا ہو بشرطیکہ یہ دوسرا مقام ایسا نہ ہو جس میں دگنی تسبیحیں پڑھنے سے اس کے بڑھ جانے کا خوف ہو اور اس کا بڑھ جانا پہلے مقام سے منع ہو مثلاً قومے کا رکوع سے بڑھا دینا منع ہے پس رکوع کی چھوٹی ہوئی تکبیریں قومے میں نہ ادا کی جائیں بلکہ پہلے سجدے میں اور اسی طرح دونوں سجدوں کی درمیانی نشست کا سجدوں سے بڑھا دینا منع ہے لہذا پہلے سجدے کی چھوٹی تکبیریں درمیان میں نہ ادا کی جائیں بلکہ دوسرے سجدے میں (شامی)

نماز توبہ

جس شخص سے کوئی گناہ صادر ہو جائے اس کو مستحب ہے کہ دو رکعت نماز پڑھ کر اپنے اس گناہ کے معاف کرانے کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کرے (طحطاوی۔ شامی وغیرہ)

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ کسی مسلمان سے کوئی گناہ ہو جائے اور اس کے بعد خوب طہارت کر کے دو رکعت نماز پڑھے

پھر اللہ تعالیٰ سے مغفرت چاہے اللہ اس کے گناہ بخش دے گا پھر آپ نے بطور سند اس آیت کی تلاوت فرمائی۔

وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ۔الآیۃ

جب کوئی شخص کسی گناہ میں مبتلا ہو جائے پھر اللہ کا ذکر کرے اور اپنے گناہ کی معافی چاہے تو اللہ اس کے گناہ بخش دیتا ہے (چونکہ نماز بھی اللہ تعالیٰ کا ایک عمدہ ذکر ہے اس لیے یہ نماز اس آیت سے سمجھی جاتی ہے)

نمازِ قتل

جب کوئی مسلمان قتل کیا جاتا ہو تو اس کو مستحب ہے کہ دو رکعت نماز پڑھ کر اپنے گناہوں کی مغفرت کی اللہ تعالیٰ سے دعا کرے تاکہ یہی نماز و استغفار دنیا میں اس کا آخری عمل رہے۔

(طحطاوی مراقی الفلاح وغیرہ)

ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے چند قاریوں کو قرآن مجید کی تعلیم کے لیے کہیں بھیجا تھا اثنائے راہ میں کفارِ مکہ نے انھیں گرفتار کیا سوا حضرت خبیبؓ کے اور سب کو وہیں قتل کر دیا۔ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو مکہ میں لے جا کر بڑی دھوم اور بڑے اہتمام سے شہید کیا جب یہ شہید ہونے لگے تو انھوں نے ان لوگوں سے اجازت لے کر دو رکعت نماز پڑھی اسی وقت سے یہ نماز مستحب ہو گئی (مشکوٰۃ)

نمازِ تراویح[1]

نمازِ تراویح رمضان میں سنت[2] مؤکدہ ہے مردوں کے لیے بھی اور عورتوں کے لیے بھی (درمختار)

---

[1] تراویح جمع ترویحہ کی ہے ترویحہ آرام کرنے کو کہتے ہیں چونکہ اس نماز میں پانچ ترویحہ ہوتے ہیں یعنی ہر چار رکعت کے بعد بیٹھ کر آرام کر لیتے ہیں اس لیے اس نماز کو تراویح کہتے ہیں ۱۲

[2] تراویح کے سنت ہونے کا سوا روافض کے اور کوئی فرقہ اسلام میں منکر نہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی رمضان شریف میں تین شب جماعت سے تراویح پڑھی جب آپ نے دیکھا کہ لوگوں کی بہت کثرت ہو جاتی ہے تو پھر جماعت سے نہیں پڑھی اور فرمایا کہ مجھے خوف ہے کہ کہیں فرض نہ ہو جائے پھر اگر کوئی نہ پڑھے تو ترک فرض کا سخت گناہ اس کے ذمہ ہوگا ۱۲

جس رات کو رمضان کا چاند دیکھا جائے اسی رات سے تراویح شروع کی جائے اور جب عید کا چاند دیکھا جائے چھوڑ دیا جائے۔

نماز تراویح روزہ کی تابع نہیں ہے جو لوگ کسی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکیں ان کو بھی تراویح کا پڑھنا سنت ہے اگر نہ پڑھیں گے تو ترک سنت کا گناہ اُن پر ہوگا۔ (مراقی الفلاح)

مسافر اور وہ مریض جو روزہ نہ رکھتا ہو اور اسی طرح حیض و نفاس والی عورتیں اگر تراویح کے وقت طاہر ہو جائیں اور اسی طرح وہ کافر جو اس وقت اسلام لائے ان سب کو تراویح پڑھنا سنت ہے اگرچہ ان لوگوں نے روزہ نہیں رکھا (مراقی الفلاح)

نماز تراویح کا وقت بعد نماز عشا کے شروع ہوتا ہے اور صبح کی نماز تک رہتا ہے۔ نماز عشا سے پہلے اگر تراویح پڑھی جائے تو اس کا شمار تراویح میں نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر کوئی شخص عشا کی نماز کے بعد تراویح پڑھ چکا اور بعد پڑھ چکنے کے معلوم ہو کر عشا کی نماز میں کچھ سہو ہو گیا۔ جس کی وجہ سے عشا کی نماز نہیں ہوئی تو اس کو عشا کی نماز کے بعد تراویح کا بھی اعادہ کرنا چاہیے۔ (در مختار وغیرہ)

وتر کا بعد تراویح کے پڑھنا بہتر ہے اگر پہلے پڑھ لے تب بھی درست ہے (در مختار وغیرہ)

نماز تراویح کا بعد تہائی رات کے نصف شب سے پہلے پڑھنا مستحب ہے اور نصف شب کے بعد خلاف اولیٰ ہے۔ (طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح)

نماز تراویح کی بیس[1] رکعتیں باجماع صحابہ ثابت ہیں ہر دو رکعت ایک سلام سے بیس رکعتیں دس سلام سے (در مختار۔ بحر الرائق وغیرہ)

نماز تراویح میں چار رکعت کے بعد اتنی دیر تک بیٹھنا جتنی دیر میں چار رکعتیں پڑھی گئی ہیں

---

[1] اگرچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آٹھ رکعت تراویح مسنون ہے اور ایک ضعیف روایت میں ابن عباس سے بیس رکعت بھی۔ مگر حضرت فاروق اعظم نے اپنی خلافت کے زمانہ میں بیس رکعت پڑھنے کا حکم فرمایا اور جماعت قائم کردی اُبی بن کعب کو اس جماعت کا امام کیا اس کے بعد تمام صحابہ کا یہی دستور رہا حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے بھی اپنی خلافت کے زمانہ میں اس کا انتظام رکھا اور نبی کا ارشاد ہے کہ میری سنت اور میرے خلفائے راشدین کی سنت اپنے اوپر لازم سمجھو اسے اپنے دانتوں سے پکڑ لو پس درحقیقت اب اگر کوئی آٹھ رکعت تراویح پڑھے تو وہ مخالف سنت کہا جائے گا نہ موافق سنت۔ ۱۲

مستحب ہے ہاں اگر اتنی دیر تک بیٹھنے میں لوگوں کو تکلیف ہو اور جماعت کے کم ہو جانے کا خوف ہو تو اس سے کم بیٹھے۔ اس بیٹھنے کی حالت میں اختیار ہے چاہے نوافل پڑھے چاہے تسبیح وغیرہ پڑھے چاہے چپ بیٹھا رہے۔ مکہ معظمہ میں لوگ بجائے بیٹھنے کے طواف کیا کرتے ہیں مدینہ منورہ میں چار رکعت نماز پڑھ لیتے ہیں بعض فقہائے لکھا ہے کہ بیٹھنے کی حالت میں یہ تسبیح پڑھے۔

سُبْحَانَ ذِی الْمُلْكِ وَالْمَلَكُوْتِ سُبْحَانَ ذِی الْعِزَّةِ وَالْعَظَمَةِ وَالْقُدْرَةِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْجَبَرُوْتِ سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْحَیِّ الَّذِیْ لَا يَمُوْتُ سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلٰئِكَةِ وَالرُّوْحِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ نَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَنَسْئَلُكَ الْجَنَّةَ وَنَعُوْذُ بِكَ مِنَ النَّارِ (شامی)

پاکی بیان کرتا ہوں پاک اور بادشاہت والے کی پاکی بیان کرتا ہوں میں عزت اور عظمت اور قدرت اور بزرگی اور دبدبہ والے کی۔ پاکی بیان کرتا ہوں میں اس بادشاہ کی جو زندہ ہے کبھی نہ مرے گا بہت پاک ہے وہ پروردگار ہے۔ فرشتوں اور ارواح کا نہیں کوئی معبود سوا اللہ کے ہم اپنے گناہوں کی معافی چاہتے ہیں اللہ سے ہم بہشت کا سوال کرتے ہیں اور دوزخ سے پناہ مانگتے ہیں ۱۲

اگر عشا کی نماز جماعت سے نہ پڑھی گئی ہو تو تراویح بھی جماعت سے نہ پڑھی جائے اس لیے کہ تراویح عشا کی تابع ہے ہاں جو لوگ جماعت سے عشا کی نماز پڑھ کر تراویح جماعت سے ... ہوں ان کے ساتھ شریک ہو کر اس کو بھی تراویح کا جماعت سے پڑھ لینا درست ... جماعت کے پڑھی ہے اس لیے کہ وہ ان لوگوں کا تابع سمجھا ... غیرہ)

... ئے کہ پہلے عشا کی
... یں تو ان کو وتر

... دہ ہے لوگوں کی
... پڑھا جائے گا تو لوگ
... ہے کہ جس قدر لوگوں کو
... س سورتیں پڑھ دی جائیں
... دوبارہ پڑھ دے یا اور جو

سورتیں چاہے پڑھے۔ (درمختار، مراقی الفلاح، بحرالرائق۔ شامی وغیرہ)

ایک قرآن مجید سے زیادہ نہ پڑھے تاوقتیکہ لوگوں کا شوق نہ معلوم ہو جائے۔

ایک رات میں پورے قرآن مجید کا پڑھنا جائز ہے بشرطیکہ لوگ نہایت شوقین ہوں کہ ان کو گراں نہ گزرے اگر گراں گزرے اور ناگوار ہو تو مکروہ ہے۔

تراویح میں کسی سورت[1] کے شروع پر ایک مرتبہ بسم اللہ الرحمن الرحیم بلند آواز سے پڑھ دینا چاہیے۔ اس لیے کہ بسم اللہ بھی قرآن مجید کی ایک آیت[2] ہے اگرچہ کسی سورت کا جز نہیں پس اگر بسم اللہ بالکل نہ پڑھی جائے گی تو قرآن مجید کے پورے ہونے میں ایک آیت کی کمی رہ جائے گی اور اگر آہستہ آواز سے پڑھی جائے گی تو مقتدیوں کا قرآن مجید پورا نہ ہوگا۔

تراویح کا رمضان کے پورے مہینہ میں پڑھنا سنت ہے اگرچہ قرآن مجید قبل مہینہ تمام ہونے کے ختم ہو جائے مثلاً پندرہ روز میں پورا قرآن مجید پڑھ دیا جائے تو باقی زمانے میں بھی تراویح کا پڑھنا سنت مؤکدہ ہے۔ صحیح یہ ہے کہ قل ہو اللہ کا تراویح میں تین مرتبہ پڑھنا جیسا کہ

---

[1] خواہ وہ قل ہو اللہ ہو یا اور کوئی سورت آج کل دستور قل ہو اللہ کے شروع پر بسم اللہ پڑھنے کا ہے اس کی کوئی خصوصیت نہیں یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ کسی اور سورت کے شروع پر بسم اللہ پڑھی جائے تو کافی نہ ہوگی۔ اسی خیال سے حضرت مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی نے لکھا ہے کہ میں نے اس دستور کو چھوڑ دیا کبھی سورہ بقر کے شروع پر بسم اللہ پڑھ دیتا ہوں اور کبھی الم ترکیف کے شروع پر کبھی کسی اور سورت کے شروع میں ۱۲

[2] یہ مذہب حنفیہ کا ہے جن لوگوں کے نزدیک بسم اللہ پوری آیت ہے اور ہر سورت کا جز ہے ان کے نزدیک ایک سو تیرہ آیتیں بسم اللہ کی ہوں گی سورۂ برات کے شروع پر بسم اللہ ہونے کا کوئی قائل نہیں اور سورۂ نمل کے درمیان میں بسم اللہ ہونے کا کوئی منکر نہیں یہ اختلاف اسی بسم اللہ میں ہے جو ہر سورت کے شروع پر قرآن مجید میں لکھی ہوئی ہے حنفیہ کے نزدیک بسم اللہ کسی سورت کا جز نہیں اگرچہ ہر سورت کے شروع پر بسم اللہ نازل ہوتی تھی اور ایک آیت یا سورت کے کئی مرتبہ نازل ہونے سے اس کا کئی آیتیں یا کئی سورتیں ہونا ضروری نہیں مثلاً سورہ فاتحہ کے دو سورت ہونے کا کوئی قائل نہیں امام شافعیؒ اور قراء مکہ اور کوفہ کے نزدیک بسم اللہ ہر سورت کا جز ہے ان دونوں مذہبوں کے علاوہ اور بھی سات مذہب ہیں جن کی تفصیل حضرت مولانا عبدالحی صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے رسالہ شریفہ سے مع دلائل ہر مذہب مع ترجیح معلوم ہو سکتی ہے ۱۲

Marfat.com

آج کل دستور[1] ہے مگر وہ ہے نماز تراویح اس نیت سے پڑھے

نَوَیْتُ اَنْ اُصَلِّیَ رَکْعَتَیْ صَلٰوۃِ التَّرَاوِیْحِ سُنَّۃَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابِہٖ — میں نے یہ ارادہ کیا کہ دو رکعت نماز تراویح پڑھوں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہؓ کی سنت ہے۔

نماز تراویح پڑھنے کا بھی وہی طریقہ ہے جو اور نمازوں میں بیان ہو چکا ہے۔

نماز تراویح کی فضیلت اور اس کا ثواب محتاج بیان نہیں رمضان المبارک کی راتوں میں جو عبادت کی جائے اس کا ثواب احادیث میں بہت وارد ہے ایک صحیح حدیث کا مضمون ہے کہ جو شخص رمضان کی راتوں میں خاص اللہ کے واسطے ثواب سمجھ کر عبادت کرے اس کے اگلے پچھلے سب گناہ بخش دئے جاتے ہیں۔

نماز احرام

جو شخص حج کرنا چاہے اس کے لیے حج کا احرام باندھتے وقت دو رکعت نماز پڑھنا سنت ہے۔ (مراقی الفلاح۔ طحطاوی وغیرہ)

اس نماز کی نیت[2] یوں کی جائے

نَوَیْتُ اَنْ اُصَلِّیَ رَکْعَتَیِ الْاِحْرَامِ سُنَّۃً لِلنَّبِیِّ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ۔ — میں نے یہ ارادہ کیا کہ دو رکعت نماز احرام نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت پڑھوں۔

---

[1] اگرچہ ہمارے فقہاء کے نزدیک قرآن مجید ختم کرتے وقت قل ہو اللہ تین مرتبہ پڑھنا مستحب ہے مگر انھوں نے یہ بھی لکھ دیا ہے کہ یہ حکم اس قرآن مجید کا ہے جو نماز میں نہ پڑھا جائے اس کے علاوہ نماز تراویح صحابہ سے بغیر تکرار سورۂ اخلاص مروی ہے لہذا اخلاف سنت ہونے کے سبب سے مکروہ ہوگی اسی خیال سے حضرت مولانا عبدالحی صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے لکھا ہے کہ میں نے سورۂ اخلاص کا تین مرتبہ پڑھنا چھوڑ دیا ہے اس لیے کہ صحابہ و تابعین وغیرہم سے میرے علم میں منقول نہیں اور ہمارے فقہا نے بھی اس قرآن مجید میں سورۂ اخلاص کی تکرار کو مکروہ لکھا ہے جو نماز میں پڑھا جاوے واللہ اعلم۔

[2] اس نماز کی پہلی رکعت میں قل یا ایہا الکافرون اور دوسری میں قل ہو اللہ احد حدیث میں وارد ہوئی ہے ۱۲ (طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح)

Marfat.com

نماز کسوف و خسوف[1]

کسوف کے وقت دو رکعت نماز مسنون ہے
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسوف اور خسوف اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔ اس سے مقصود بندوں کو خوف دلانا ہے پس جب تم اسے دیکھو تو نماز پڑھو۔
نماز کسوف و خسوف پڑھنے کا وہی طریقہ ہے جو اور نوافل کا ہے۔
نماز کسوف جماعت سے ادا کی جائے بشرطیکہ امام جمعہ یا حاکم وقت یا اس کا نائب امامت کرے (مراقی الفلاح وغیرہ)
نماز کسوف میں وہ سب شرطیں معتبر ہیں جو جمعہ کے لیے ہیں سوا خطبہ کے (طحطاوی مراقی الفلاح)
نماز کسوف کے لیے اذان یا اقامت نہیں بلکہ اگر لوگوں کا جمع کرنا مقصود ہو تو پکار دیا جائے (مراقی الفلاح وغیرہ)
نماز کسوف میں بڑی بڑی سورتوں کا مثل سورۂ بقرہ وغیرہ کا پڑھنا اور رکوع اور سجدوں کا بہت دیر تک ادا کرنا مسنون ہے۔
نماز کے بعد امام کو چاہیئے کہ دعا میں مصروف ہو جائے اور سب مقتدی آمین آمین کہیں، جب تک گرہن موقوف نہ ہو جائے دعا میں مصروف رہنا چاہیے ہاں اگر ایسی حالت میں آفتاب غروب ہو جائے یا کسی نماز کا وقت آجائے تو البتہ دعا کو موقوف کر کے نماز میں مشغول ہو جانا چاہیے۔
خسوف کے وقت بھی دو رکعت نماز مسنون ہے مگر اس میں جماعت مسنون نہیں اسی طرح جب کوئی خوف یا مصیبت پیش آئے تو نماز پڑھنا مسنون ہے مثلاً سخت آندھی چلے یا زلزلہ آئے یا بجلی گرے یا ستارے بہت ٹوٹیں یا برف بہت گرے یا پانی بہت برسے یا کوئی مرض عام مثل ہیضے وغیرہ کے پھیل جائے یا کسی دشمن وغیرہ کا خوف ہو مگر ان اوقات میں جو نمازیں پڑھی جائیں ان میں جماعت نہ کی جائے ہر شخص اپنے گھر میں تنہا پڑھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی

---

[1] کسوف سورج گرہن کو اور خسوف چاند گرہن کو کہتے ہیں۔

مصیبت یا رنج ہوتا تو نماز میں مشغول ہو جاتے۔ (مراقی الفلاح وغیرہ)

جس قدر نمازیں بیان ہو چکیں ان کے علاوہ بھی جس قدر نوافل کی کثرت کی جائے باعث ثواب و ترقی درجات ہے خصوصاً ان اوقات میں جن کی فضیلت احادیث میں وارد ہوئی ہے اور ان میں عبادت کرنے کی ترغیب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے مثل رمضان کے اخیر عشرہ کی راتوں اور شعبان کی پندرھویں تاریخ کے ان اوقات کی بہت فضیلتیں اور ان میں عبادت کا بہت ثواب احادیث میں وارد ہوا ہے ہم نے اختصار کے خیال سے ان کی تفصیل بیان نہیں کی۔

استسقا[1] کے لیے کوئی خاص نماز نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے منقول نہیں ہاں[2] دعا کرنا بیشک ثابت ہے (مراقی الفلاح۔ طحطاوی وغیرہ)

اگر کوئی شخص سنت نہ سمجھے اور استسقا کے لیے نماز پڑھے تو جائز ہے مگر جماعت سے نہ پڑھی جائے (مراقی الفلاح۔ درمختار وغیرہ)

جب پانی کی ضرورت ہو اور پانی نہ برستا ہو اس وقت اللہ تعالیٰ سے پانی برسنے کی دعا کرنا مسنون ہے استسقا کے لیے دعا کرنا اس طریقے سے مستحب ہے کہ تمام مسلمان مل کر مع اپنے لڑکوں اور بوڑھوں اور جانوروں کے پاپیادہ جنگل کی طرف جائیں اور اپنے ہمراہ کسی کافر کو نہ لے جائیں پھر جو شخص ان میں بزرگ ہو وہ قبلہ رو ہو کر کھڑا ہو جائے اور دونوں ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ سے پانی برسانے کی دعا کرے۔ (مراقی الفلاح وغیرہ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے استسقا کی جو دعائیں منقول ہیں منجملہ ان کے ایک دعا یہ ہے۔

---

[1] استسقا اللہ تعالیٰ سے پانی مانگنے کو کہتے ہیں ۱۲۔

[2] یہی امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے صاحبین کا مذہب اس کے خلاف ہے ان کے نزدیک استسقا کے لیے نماز بھی منقول و مسنون ہے اور وہ جماعت کے بھی قائل ہیں مگر اکثر احادیث میں صرف دعا ہی وارد ہوئی ہے نماز کا ذکر بھی نہیں ہے اور سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے استسقا کے لیے صرف دعا پر اکتفا فرمائی نماز نہیں پڑھی اس سے بھی معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز ثابت ہوتی تو وہ ہرگز اس سنت کو نہ چھوڑ سکتے اور ایسے ضروری شعار و اتفاقات کا ان کو نہ معلوم ہونا بھی بعید ہے اور ان کے سوا اور اصحاب جو اس وقت موجود تھے وہ کب اس امر کو گوارا کرتے ۱۲ (طحطاوی، مراقی الفلاح)

اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا غَيْثًا مُّغِيْثًا نَافِعًا غَيْرَ ضَارٍّ عَاجِلًا غَيْرَ اٰجِلٍ اَللّٰهُمَّ اسْقِ عِبَادَكَ وَبَهَائِمَكَ وَانْشُرْ رَحْمَتَكَ وَاَحْيِ بَلَدَكَ الْمَيِّتَ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْغَنِيُّ وَنَحْنُ الْفُقَرَاءُ اَنْزِلْ عَلَيْنَا الْغَيْثَ وَاجْعَلْ مَا اَنْزَلْتَ لَنَا قُوَّةً وَبَلَاغًا اِلٰى حِيْنٍ۔	اے اللہ برسا ہم پر پانی تکلیف کا دور کرنے والا جو فائدہ دے نقصان نہ کرے جلدی برسنے دیر نہ ہو اے اللہ اپنے بندوں اور جانوروں کو پانی پلا دے اور اپنی رحمت کو پھیلا دے اور اپنے مردہ شہر کو زندہ کر دے اے اللہ تیرے سوا کوئی خدا نہیں تو غنی ہے اور ہم سب فقیر ہیں بھیج ہم پر باران رحمت اور اس سے ہم کو رزق دے اور ہماری زندگی کا سامان کر ۱۲

استسقاء کی دعا کا عربی زبان میں یا خاص انھیں الفاظ سے ہونا کچھ ضروری نہیں۔

نماز کی قسموں کا بیان ہو چکا صرف چند نمازیں باقی ہیں جن کو ہم آگے بیان کریں گے لہذا اب ہم نماز کے فرائض اور واجبات اور سنن اور مستحبات اور مفسدات اور مکروہات لکھتے ہیں جس سے یہ معلوم ہوگا کہ جو طریقہ نماز پڑھنے کا اوپر بیان ہو چکا اس میں کون چیز فرض ہے اور کون واجب اور کون سنت ہے اور کون مستحب اور اس طریقے کے کس امر کی رعایت نہ کرنے سے نماز مکروہ ہو جاتی ہے۔

نماز کے فرائض

نماز کے فرائض چھ ہیں ان چھ میں سے پانچ نماز کے رکن ہیں یعنی نماز ان سے مرکب ہے اور وہ نماز کے جز ہیں اور چھٹا یعنی نماز کو اپنے فعل سے تمام کرنا رکن نہیں۔

(۱) قیام (کھڑا ہونا) اتنی دیر تک کھڑا رہنا فرض ہے جس میں اس قدر قرأت کی جا سکے جو فرض ہے (در مختار وغیرہ)

کھڑے ہونے کی حد فقہا نے یہ بیان کی ہے کہ اگر ہاتھ بڑھائے جائیں تو گھٹنوں تک نہ پہنچ سکیں (مراقی الفلاح وغیرہ)

قیام صرف فرض اور واجب نمازوں میں فرض ہے۔ ان کے سوا اور نمازوں میں فرض نہیں۔ (مراقی الفلاح)

لہ مثل نماز جمعہ اور عیدین اور جنازہ وغیرہ کے ۱۲

کہ یہاں ان فرائض کا بیان ہے جو نماز کے اندر داخل ہیں اور نماز کے صحیح ہونے کی شرطیں جو بیان ہو چکیں سب فرض ہیں ۱۲

صحیح یہ ہے کہ فجر کی سنت میں قیام فرض ہے[1] اس لیے کہ اس تاکید میں کسی کا اختلاف نہیں بلکہ بعض فقہا اس کے وجوب کے قائل ہو گئے ہیں (درمختار وغیرہ)

تراویح میں کھڑا ہونا[2] فرض نہیں اس لیے کہ اس کی تاکید سنت فجر کی برابر نہیں (درمختار وغیرہ)

اس نفل کی قضا جو شروع کر کے فاسد کر دی گئی ہو واجب ہے اور اسی طرح وہ نماز جس کی نذر کی گئی ہو مگر فقہانے اس میں سکوت کیا ہے کہ اس میں قیام[3] فرض ہے یا نہیں احتیاط یہ ہے کہ وہ بھی کھڑے ہو کر پڑھی جائیں۔

جو شخص قیام پر قادر نہ ہو اس پر قیام فرض نہیں۔

اگر کسی کے زخم ہو اور کھڑے ہونے سے اس زخم سے خون آجانے کا احتمال ہو تو اس کو کھڑے ہو کر نماز پڑھنا جائز نہیں اسی طرح اس شخص کو جس کے کھڑے ہونے سے پیشاب آجانے کا خوف ہو یا عورت کو جسم کے کھل جانے کا خوف ہو (درمختار وغیرہ)

اگر کوئی شخص ایسا کمزور ہو کر کھڑے ہونے سے اس کو ایک آیت پڑھنے کی بھی طاقت نہ رہے تو اس کو بھی کھڑے ہو کر نماز پڑھنا جائز نہیں (درمختار وغیرہ)

۲ - قرأت یعنی قرآن مجید کا پڑھنا نماز میں - قرآن مجید کی ایک آیت کا پڑھنا فرض[4] ہے خواہ بڑی آیت ہو یا چھوٹی مگر شرط یہ ہے کہ کم از کم دو لفظوں سے مرکب ہو جیسے ثُمَّ نَظَرَ اور اگر ایک ہی لفظ ہو جیسے مُدْهَآمَّتَانِ یا ایک حرف ہو جیسے ص - ق - وغیرہ یا دو حرف ہوں جیسے حم وغیرہ یا کئی حرف ہوں جیسے الم حم عسق وغیرہ تو ان سب سورتوں میں ایسی

---

[1] اس میں اختلاف ہے مگر محقق مذہب یہی ہے جو لکھا گیا مراقی الفلاح میں اس کے خلاف ہے مگر اس کو طحطاوی وغیرہ محققین نے رد کر دیا ہے (طحطاوی - قاضی خاں - شامی وغیرہ)

[2] یعنی فقہانے تراویح کو سنت فجر پر قیاس کر کے لکھا ہے کہ تراویح میں بھی قیام فرض ہے مگر یہ قیاس صحیح نہیں اس لیے کہ سنت فجر کی تاکید تراویح کی تاکید سے بہت زیادہ ہے ۱۲ (فتاوی قاضی خاں - شامی وغیرہ)

[3] مولانا شیخ عبدالحی صاحب نور اللہ مرقدہ نے بھی سعایہ میں اپنی رائے اسی طرف ظاہر کی ہے اور لکھا ہے کہ فقہا کے اشارات سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ ان نمازوں میں بھی قیام فرض ہے ۱۲

[4] یہ مذہب ہمارے امام صاحب کا ہے - صاحبین کے نزدیک بڑی ایک آیت اور چھوٹی تین آیتوں کا پڑھنا فرض ہے ان کے نزدیک چھوٹی ایک آیت کے پڑھنے سے فرض ادا نہیں ہوتا - (مراقی الفلاح)

Marfat.com

ایک آیت کے پڑھنے سے فرض ادا ہوگا (درمختار - مراقی الفلاح)

فرض نمازوں کی صرف دو رکعتوں میں قرأت فرض ہے یہ بھی تخصیص نہیں کہ پہلی دو رکعتوں میں قرأت فرض ہے یا پچھلی دو رکعتوں میں یا درمیانی مثلاً مغرب کے وقت اگر کوئی پہلی اور تیسری رکعت میں قرأت کرے اور دوسری میں نہیں یا دوسری اور تیسری میں کرے پہلی میں نہیں بہر صورت فرض ادا ہو جائے گا (کنز الدقائق - درمختار - مراقی الفلاح)

وتر اور نفل نمازوں کی سب رکعتوں میں قرأت فرض ہے۔

مدرک پر قرأت فرض بلکہ واجب بھی نہیں امام کی قرأت سب مقتدیوں کی طرف سے کافی ہے

لہ دوسری سورت کا فرض واجب نہ ہونا متفق علیہ ہے کسی کا اختلاف نہیں ہاں سورۂ فاتحہ کے بارے میں علمائے امت کا سخت اختلاف ہے امام شافعیؒ سے صحیح روایت میں منقول ہے کہ مقتدی پر سورۂ فاتحہ کا پڑھنا فرض ہے خواہ بلند آواز کی نماز ہو یا آہستہ آواز کی اور یہی امام احمد کا بھی مذہب ہے امام مالکؒ کے نزدیک فرض نہیں۔ مگر آہستہ آواز کی نماز میں مستحب ہے ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ اور صاحبین کا یہ مذہب ہے کہ آہستہ آواز اور بلند آواز دونوں قسم کی نمازوں میں سورۂ فاتحہ کا پڑھنا مقتدی پر فرض نہیں بلکہ ہمارے فقہا اس کو مکروہ تحریمی لکھتے ہیں۔ ملا علی قاری نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں اور علماء نے اور کتابوں میں لکھا ہے کہ امام محمدؒ کا مذہب یہ ہے کہ آہستہ آواز کی نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھنا فرض ہے۔ بلند آواز کی نماز میں نہیں۔ حالانکہ امام محمدؒ کی کتابوں سے صاف ظاہر ہے کہ وہ اس مسئلہ میں امام صاحبؒ کے بالکل موافق ہیں انھوں نے موطا میں لکھا ہے کہ نہیں ہے قرأت امام کے پیچھے نہ بلند آواز کی نماز میں نہ آہستہ آواز کی اسی کے موافق پہنچی ہیں ہم کو بہت سی حدیثیں اور یہی قول ہے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا اور امام محمدؒ نے خود کتاب الآثار میں بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ ان مذاہب کے معلوم ہونے سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ سورۂ فاتحہ کے بارے میں حنفیہ دو امر کے قائل ہیں ایک یہ کہ وہ مقتدی پر کسی حال میں فرض نہیں خواہ بلند آواز کی نماز ہو یا آہستہ آواز کی دوسرے یہ کہ اگر پڑھے تو مکروہ تحریمی ہے۔ یہاں ہم صرف فرض نہ ہونے کو ثابت کرتے ہیں مکروہ ہونے کو وہاں بیان کریں گے جہاں نماز کے مکروہات لکھیں گے جو لوگ امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کو فرض کہتے ہیں۔ ان کی بڑی دلیل یہ حدیث ہے لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ بغیر سورۂ فاتحہ کے نماز نہیں ہوتی ان کے نزدیک امام کا پڑھنا مقتدی کے حق میں کافی نہیں بلکہ ہر ایک کو حقیقۃً پڑھنا چاہیے ہمارے امام صاحبؒ کے دلائل میں سے ایک حدیث یہ بھی ہے۔ مَنْ کَانَ لَہٗ اِمَامٌ فَقِرَاءَۃُ الْاِمَامِ قِرَاءَۃٌ لَّہٗ جو شخص کسی امام کے پیچھے نماز پڑھے تو اس کی قرأت سمجھی جائے گی اس حدیث کے صحیح ہونے میں اگرچہ بعض علماء نے کلام کیا ہے مگر ان کا کلام کرنا صحیح نہیں (باقی اگلے صفحہ پر دیکھو)

Marfat.com

مسبوق کو اپنی گئی ہوئی رکعتوں سے دو رکعت میں قرأت کرنا فرض ہے بشرطیکہ اس کی کوئی رکعت قرأت والی فوت ہوئی ہو۔

حاصل یہ ہے امام کے ہوتے ہوئے مقتدی کو قرأت کی حاجت نہیں ہاں مسبوق کے لیے اُن گئی ہوئی رکعتوں میں چونکہ امام نہیں ہوتا اس لیے اس کو قرأت کی ضرورت ہوتی ہے۔

۳ - رکوع ہر رکعت میں ایک مرتبہ رکوع کرنا فرض ہے رکوع کی حد فقہا نے یہ بیان کی ہے کہ اس قدر جھک جائے کہ دونوں ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ سکیں صرف جھک جانا فرض ہے کچھ دیر تک جھکا ہوا رہنا فرض نہیں۔

اگر کسی کی پیٹھ کو بڑیا بڑھاپے وغیرہ کی وجہ سے جھک گئی ہو اور ہر وقت اس کی حالت رکوع کے مشابہ رہتی ہو تو اس کو رکوع میں صرف سر جھکا دینا چاہیے۔ (مراقی الفلاح)

۴ - سجدہ - ہر رکعت میں دو سجدے فرض ہیں ایک سجدہ قرآن مجید سے ثابت ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ نمبر ۱۸۷) یہ حدیث بہت سندوں سے مروی ہے بعض ان میں سے بالکل صحیح و سالم ہیں کسی کے کلام کی گنجائش نہیں عینی وغیرہ نے اسی پر بہت زور دیا ہے اور علامہ وقت مولانا ابو الحسنات نور اللہ مرقدہ نے ان سب کے اقوال کو نہایت عمدہ تحقیق سے سعایہ اور امام الکلام میں لکھا ہے (شکر اللہ سعیہ) اس حدیث سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مقتدیوں کو قرأت کرنے کی کچھ ضرورت نہیں نہ سورۂ فاتحہ کی نہ کسی اور سورت کی اور یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ شاید یہ حدیث بلند آواز کی نماز کے لیے ہو اس لیے کہ یہ ارشاد حضرت کا نماز عصر کے وقت تھا جو آہستہ آواز کی نماز ہے اب ہمارے نزدیک اس پہلی حدیث کا یہ مطلب معلوم ہوتا ہے۔ کہ اگر سورۂ فاتحہ نماز میں نہ پڑھی جائے نہ حقیقۃً نہ حکماً تو نماز نہ ہوگی اور چونکہ جماعت کی نماز میں امام سورۂ فاتحہ پڑھ لیتا ہے اور ابھی حدیث نبوی سے ثابت ہوا کہ امام کا پڑھنا بعینہٖ مقتدیوں کا پڑھنا ہے لہذا مقتدیوں کی نماز بھی سورۂ فاتحہ سے خالی نہ ہوئی اور جب سورۂ فاتحہ سے خالی نہ ہوئی تو نماز کیوں نہ ہوگی ہاں اگر امام بھی نہ پڑھے تو بیشک نماز نہ ہوگی یہی مطلب اس حدیث کا حضرت جابرؓ سے مروی ہے ترمذی حضرت جابرؓ سے ناقل ہیں انھوں نے فرمایا کہ جو شخص نماز میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھے تو اس نے نماز ہی نہیں پڑھی مگر یہ کہ امام کے پیچھے ہو ترمذی یہ لکھ کر امام احمدؒ سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا دیکھو جابر ایک مرد ہیں اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے انھوں نے اس حدیث کا یہ مطلب بیان کیا کہ اگر تنہا نماز پڑھتا ہو تو یہ حکم ہے امام کے پیچھے نہیں ہم یہاں اسی قدر پر اکتفا کرتے ہیں۔ اگرچہ ابھی مضمون بہت باقی ہے مگر انصاف اور تحقیق کے لیے اسی قدر کافی ہے۔ ۱۲۔

Marfat.com

اور دوسرا احادیث سے اور اجماع سے۔

سجدے میں ایک گھٹنا اور ایک پیر کی انگلی کا اور پیشانی کا زمین پر رکھنا اور اگر پیشانی نہ رکھ سکتا ہو خواہ کسی پھوڑے وغیرہ کے سبب سے یا اور کسی وجہ سے تو بجائے اس کے صرف ناک کا رکھ دینا کافی ہے۔ (مراقی الفلاح وغیرہ)

سجدہ ایسی چیز پر کرنا چاہیے جو جمی رہے اور پیشانی اُس پر رُک سکے اور پیشانی زمین پر رکھنے وقت جس قدر زمین سے اونچی ہو اخیر وقت تک اسی قدر اونچی رہے اگر کسی ایسی چیز پر سجدہ کیا جائے جس پر پیشانی نہ جم سکے جیسے روئی کا ڈھیر یا برف کا ٹکڑا وغیرہ تو درست نہیں اس لیے کہ روئی کا ڈھیر سجدہ کرنے سے دب جائے گا اور برف کا ٹکڑا گھل کر اس قدر نہ رہے گا جتنا پہلے تھا اور پیشانی کو زمین سے اس قدر بلندی نہ رہے گی جتنی رکھنے وقت تھی (مراقی الفلاح)

چارپائی اگر خوب کسی ہو کہ سجدہ کرنے سے اس کی بناوٹ کو بالکل جنبش نہ ہو اور بدستور اپنی حالت پر قائم رہے تو اس پر سجدہ جائز ہے۔

وہ فرش کا تکیہ جس میں روئی وغیرہ بھری ہو اگر سجدہ کرنے سے دبتے ہوں تو اُن پر سجدہ جائز نہیں۔ اور اگر پہلے سے خوب دب چکے ہوں اور اب بالکل نہ دبیں تو ان پر سجدہ جائز ہے۔

سجدے کے مقام کو پیروں کی جگہ سے آدھ گز سے زیادہ اونچا نہ ہونا چاہیے اگر آدھ گز سے زیادہ اونچے مقام پر سجدہ کیا جائے تو درست نہیں۔ ہاں اگر کوئی ایسی ہی ضرورت پیش آجائے تو جائز ہے مثلاً جماعت زیادہ ہو اور لوگ اس قدر مل کر بیٹھے ہوں کہ زمین پر سجدہ ممکن نہ ہو تو نماز پڑھنے والوں کی پیٹھ پر سجدہ کرنا جائز ہے بشرطیکہ جس شخص کی پیٹھ پر سجدہ کیا جائے وہ بھی وہی نماز پڑھتا ہو جو سجدہ کرنے والا پڑھ رہا ہے۔ (مراقی الفلاح)

اگر کسی ایسے شخص کی پیٹھ پر سجدہ کیا جائے جو وہ نماز نہ پڑھتا ہو تو جائز نہیں۔

مثال سجدہ کرنے والا ظہر کی نماز پڑھتا ہو اور جس کی پیٹھ پر سجدہ ہو وہ فجر کی قضا پڑھتا ہو۔

۵۔ قعدہ[1] اخیرہ یعنی وہ نشست جو نماز کی آخری رکعت میں دونوں سجدوں کے بعد ہوتی ہے

---

[1] بعض فقہا نے لکھا ہے کہ قعدۂ اخیرہ نماز کے شرائط سے ہے نماز کا رکن نہیں یعنی نماز کی حقیقت سے خارج ہے۔ قعدۂ اخیرہ کے نماز سے خارج ہونے کی وجہ یہ بھی لکھی ہے کہ نماز اللہ تعالیٰ کی تعظیم کے لیے مقرر کی گئی ہے اور بیٹھنے میں کچھ تعظیم نہیں ہاں کھڑے رہنے میں البتہ تعظیم ہے اور اس سے زیادہ سجدہ میں ہے (طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح) مگر صحیح اور اکثر فقہا کا یہی قول ہے کہ وہ نماز کا رکن ہے (شرح نقایہ العمل شامی وغیرہ) نتیجہ اس اختلاف کا یہ ہوگا کہ جن لوگوں کے نزدیک قعدۂ اخیرہ شرط ہے رکن نہیں ان کے نزدیک اگر قعدۂ اخیرہ سونے کی حالت میں ادا کیا جائے تو نماز ہو جائے گی اور جن کے نزدیک رکن ہے ان کے نزدیک نہ ہوگی ۱۲

خواہ اس سے پہلے کوئی اور نشست ہو چکی ہو جیسے ظہر عصر مغرب عشاء وغیرہ کی نمازوں میں یا نہ ہو چکی ہو جیسے فجر جمعہ عیدین وغیرہ کی نمازوں میں۔
اتنی دیر تک بیٹھنا فرض ہے جس میں التحیات پڑھی جا سکے اس سے زیادہ بیٹھنا فرض نہیں۔
(درمختار۔ مراقی الفلاح وغیرہ)
۷۔ نماز کو اپنے فعل سے تمام کرنا یعنی بعد تمام ہو جانے ارکان نماز کے کوئی ایسا فعل کیا جائے جو نماز کے منافی ہو مثلاً السلام علیکم کہہ دے یا قبلہ سے پھر جائے یا اور کوئی بات چیت کرے۔

نماز کے واجبات

۱۔ تکبیر تحریمہ کا خاص اللہ اکبر کے لفظ سے ہونا اگر اس کے ہم معنی کسی لفظ سے مثل اللہ اعظم وغیرہ کے ادا کی جائے تو واجب ترک ہو جائے گا۔
۲۔ بعد تکبیر تحریمہ کے اتنی دیر تک کھڑا رہنا جس میں سورۂ فاتحہ اور دوسری کوئی سورت پڑھی جا سکے۔ (درمختار۔ شامی وغیرہ)
۳۔ سورہ فاتحہ کا فرض کی دو رکعتوں میں اور باقی نمازوں کی سب رکعتوں میں ایک مرتبہ پڑھنا۔
۴۔ ایک مرتبہ سورۂ فاتحہ پڑھنے کے بعد کسی دوسری سورت کا پڑھنا فرض کی دو رکعتوں میں اور باقی نمازوں کی سب رکعتوں میں یہ دوسری سورت کم سے کم تین آیتوں کی ہونا چاہیے اگر تین آیتیں پڑھ لی جائیں خواہ کسی سورت کا جز ہوں یا خود سورت ہوں تو کافی ہے۔
۵۔ پہلے سورۂ فاتحہ کا پڑھنا اس کے بعد دوسری سورت کا پڑھنا اگر کوئی شخص پہلے دوسری سورت پڑھے اور اس کے بعد سورۂ فاتحہ پڑھے تو واجب ادا نہ ہوگا۔
۶۔ فرض کی پہلی دو رکعتوں میں قرأت کرنا۔ اگر دوسری تیسری یا تیسری چوتھی میں قرأت کی جائے اور پہلی دوسری میں نہ کی جائے تو واجب ادا نہ ہوگا اگرچہ فرض ادا ہو جائے گا۔
(درمختار مراقی الفلاح)

؎ نماز کو اپنے فعل اختیاری سے تمام کرنا بالاتفاق رکن نہیں اس کے فرض ہونے میں علماء کا اختلاف ہے کرخی کے نزدیک فرض نہیں اور بردعی کے نزدیک فرض ہے۔ علامہ شرنبلالی نے ایک رسالہ خاص اسی مسئلہ میں لکھا ہے جس میں بردعی کی تائید ہے اس رسالہ سے محقق قول یہی معلوم ہے کہ یہ فرض ہے (ردالمحتار)

۷ - رکوع کے بعد اُٹھ کر سیدھا[1] کھڑا ہونا جس کو فقہا قومہ کہتے ہیں۔

۸ - سجدوں میں پورے دونوں ہاتھوں اور گھٹنوں اور دونوں پیروں اور ناک کا زمین پر رکھنا (مراقی الفلاح)

۹ - دوسرے سجدے کا اس کے مابعد سے پہلے ادا کرنا مثلاً اگر کوئی شخص پہلی رکعت میں بغیر دوسرا سجدہ کیے ہوئے کھڑا ہو جائے تو اس کا واجب ترک ہو جائے گا اس لیے کہ اس نے سجدے سے پہلے قیام کر لیا۔ (شامی)

۱۰ - رکوع اور سجدوں میں اتنی دیر تک ٹھہرنا کہ ایک مرتبہ سبحان ربی العظیم وغیرہ یا سبحان ربی الاعلیٰ وغیرہ کہہ سکے (طحطاوی مراقی الفلاح وغیرہ)

۱۱ - دونوں سجدوں کے درمیان میں اُٹھ کر بیٹھنا[2] جس کو فقہا جلسہ کہتے ہیں۔

۱۲ - قومے اور سجدوں کے درمیان اس قدر ٹھہرنا کہ ایک مرتبہ تسبیح کی جا سکے۔ (طحطاوی مراقی الفلاح)

۱۳ - قعدۂ اولیٰ یعنی دونوں[3] سجدوں کے بعد دوسری رکعت میں بیٹھنا اگر نماز دو رکعت[4] سے زیادہ ہو۔

---

[1] رکوع سے اُٹھنے کو فقہا نے مسنون لکھا ہے مگر تحقیق یہی ہے کہ واجب ہے قاضی خاں نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص قومہ کرنا بھول جائے تو اس پر سجدۂ سہو لازم ہوگا اگر قومہ واجب نہ ہوتا تو سجدۂ سہو کیوں لازم آتا سجدۂ سہو واجب کے ترک سے ہوتا ہے سنت کے ترک سے نہیں ہوتا ابن ہمام اور امیر حاج نے اس کو واجب لکھا ہے شرح منیہ میں ہے کہ جب کوئی مسئلہ دلیل کے موافق ہو اور کوئی روایت بھی اس کے موافق ہو جائے تو اس کے خلاف کرنا نہ چاہیے اور روایت وجوب قومہ کی قاضی خاں میں موجود ہے علامہ شامی نے لکھا ہے کہ قومے کا مسنون ہونا مذہب میں مشہور ہے اور اس کے وجوب کی بھی روایت آئی ہے اور وجوب دلیل کے موافق یہی ہے اسی کو کمال الدین ابن ہمام اور ان کے بعد جتنے متاخرین ہوئے سب نے اختیار کیا ہے ۱۲

[2] دونوں سجدوں کے درمیان میں اٹھ کر بیٹھنے کو اکثر فقہا نے مسنون لکھا ہے مگر محققین اس کے وجوب کے قائل ہیں ابن ہمام وغیرہ کا یہی قول ہے اصول مذہب کے بھی یہی موافق ہے۔ ۱۲ (شامی)

[3] یہ قید اس لیے لگائی ہے کہ اگر نماز دو ہی رکعت کی ہوگی تو بیٹھنا فرض ہوگا اور قعدۂ اوّل نہ رہے گا بلکہ اخیر ہو جائے گا ۱۲

[4] اس مسئلہ کی زیادہ تفصیل سجدۂ سہو کے بیان میں آئے گی ۱۲

۱۴- قعدۂ اولیٰ میں بقدر التحیات کے بیٹھنا۔

۱۵- دونوں قعدوں میں ایک مرتبہ التحیات پڑھنا اگر نہ پڑھی جاوے یا ایک مرتبہ سے زیادہ پڑھی جائے تو واجب ترک ہو جائے گا۔

۱۶- نماز میں اپنی طرف سے کوئی ایسا فعل کرنا جو تاخیر فرض یا واجب کا سبب ہو جائے۔

(در مختار شامی وغیرہ)

مثال۔ ۱- سورۂ فاتحہ کے بعد زیادہ سکوت کرنا یہ سکوت دوسری سورت کی تاخیر کا سبب ہو جائے گا۔ ۲- دو رکوع کرنا دوسرا رکوع سجدے کی تاخیر کا سبب ہو جائے گا۔ ۳- تین سجدے کرنا تیسرا قیام یا قعود کی تاخیر کا سبب ہو جائے گا۔ ۴- پہلی یا تیسری رکعت کے اخیر میں زیادہ دیر بیٹھنا۔ یہ بیٹھنا دوسری یا چوتھی رکعت کے قیام کی تاخیر کا سبب ہو جائے گا (شامی) ۵- دوسری رکعت میں التحیات کے بعد دیر تک بیٹھنا جس میں کوئی رکن مثل رکوع وغیرہ کے ادا ہو سکے۔

۱۷- نماز وتر میں دعائے قنوت پڑھنا خواہ کوئی دعا ہو۔

۱۸- عیدین کی نماز میں علاوہ معمولی تکبیروں کے چھ تکبیریں کہنا۔

۱۹- عیدین کی دوسری رکعت میں رکوع کرتے وقت تکبیر کہنا۔

۲۰- امام کو فجر کی دونوں رکعتوں میں اور مغرب اور عشا کی پہلی دو رکعتوں میں خواہ قضا ہوں یا ادا اور جمعہ اور عیدین اور تراویح کی نمازوں اور رمضان کے وتر میں بلند آواز سے قرأت کرنا منفرد کو اختیار ہے چاہے بلند آواز سے قرأت کرے یا آہستہ آواز سے آواز کے بلند ہونے کی فقہا نے یہ حد بیان کی ہے کہ کوئی دوسرا شخص سن سکے اور آہستہ آواز کی یہ حد لکھی ہے کہ خود سن سکے دوسرا نہ سن سکے۔

۲۱- امام کو ظہر عصر کی کل رکعتوں میں اور مغرب عشا کی اخیر رکعتوں میں آہستہ آواز سے قرأت کرنا (قاضی خان۔ نہر الفائق وغیرہ)

۲۲- جو نفل نمازیں دن کو پڑھی جائیں ان میں آہستہ آواز سے قرأت کرنا جو نفلیں رات کو پڑھی جائیں ان میں اختیار ہے (مراقی الفلاح)

۲۳- منفرد اگر فجر مغرب عشا کی قضاؤں میں پڑھے تو ان میں بھی اس کو آہستہ آواز سے قرأت کرنا اگر رات کو قضا پڑھے تو اسے اختیار ہے۔

۲۴- اگر کوئی شخص مغرب عشا کی پہلی دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد دوسری سورت ملانا بھول جائے تو اُسے تیسری چوتھی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد دوسری سورت پڑھنا چاہیے۔ اور ان رکعتوں میں بھی بلند آواز سے قرأت کرنا واجب ہے۔

۲۵- نماز کو اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہہ کر ختم کرنا کسی اور لفظ سے۔

۲۶- دو مرتبہ السلام علیکم کہنا۔ (در مختار وغیرہ)

نماز کی سنتیں

ا- تکبیر تحریمہ کہتے وقت سر کو نہ جھکانا (مراقی الفلاح) ۲- تکبیر تحریمہ کہنے سے[۲] پہلے دونوں

---

[۱] امام شافعی کے نزدیک سلام فرض ہے ان کی سند وہ حدیث ہے جس کے الفاظ یہ ہیں وتحلیلہا التسلیم یعنی نماز سے خروج سلام کے ذریعہ سے ہوتا ہے مگر انصاف سے دیکھا جائے تو یہ حدیث فرضیت پر دلالت نہیں کرتی ہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مواظبت اس کے ساتھ ملائی جائے تو اس سے سلام کا ضروری ہونا نکلتا ہے اگر نہ فرضیت کے درجے تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب قعدۂ اخیرہ کر چکے اور اس سے حدث ہو جائے تو اس کی نماز ہو گئی ۱۲ (ترمذی ابو داؤد وغیرہ)

[۲] یہ مذہب ہمارے امام صاحب اور امام محمد کا ہے اور اسی کو صاحب ہدایہ نے لکھا ہے اور ہمارے اکثر مشائخ اسی طرف ہیں اسی وجہ سے صاحب درمختار نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے اور علامہ محمد بن عابدین نے رد المحتار میں اسی کو اولیٰ لکھا ہے اور امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک تکبیر کہتے وقت ہاتھ اٹھانا سنت ہے یعنی تکبیر کی ابتدا اور ہاتھ اٹھانے کی ابتدا ساتھ ہی ہو امام طحطاوی اور قاضی خان وغیرہ نے اسی کو اختیار کیا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دونوں کیفیتیں مروی ہیں پہلی کیفیت جو ہمارے امام صاحب کا مذہب ہے بخاری ترمذی نسائی ابن ماجہ ابو داؤد میں ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور ابو داؤد اور نسائی میں ابن عمرؓ سے بھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے تھے پھر تکبیر کہتے تھے اور دوسری کیفیت جو امام ابو یوسف کا مذہب ہے مسند امام احمد اور بیہقی اور ابو داؤد میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے ان دونوں کیفیتوں کے علاوہ ایک تیسری کیفیت اور بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے وہ یہ کہ پہلے تکبیر اس کے بعد ہاتھوں کا اٹھانا چنانچہ ابو داؤد کی ایک حدیث سے یہ مضمون صاف طور پر سمجھا جاتا ہے ابن ہمام نے یہ کیفیت بیہقی کی سنن کبریٰ سے اپنی کتاب فتح القدیر میں نقل کی ہے اور لکھا ہے کہ اس کے تمام راوی معتبر ہیں یہ تینوں کیفیتیں نبی صلعم سے ثابت ہیں اس لیے اختیار ہے چاہے جس کیفیت پر عمل کیا جائے اختلاف صرف اولیٰ ہونے میں ہے ہمارے نزدیک پہلی کیفیت اولیٰ ہے ابو یوسفؒ کے نزدیک دوسری کیفیت واللہ اعلم ۱۲

Marfat.com

ہاتھوں کا اٹھانا مردوں کو کانوں[1] تک اور عورتوں کو شانوں[2] تک عذر کی حالت[3] میں مردوں کو بھی شانوں تک ہاتھ اٹھانے میں کچھ حرج نہیں۔

۳۔ تکبیر تحریمہ کہنے وقت اٹھتے ہوئے ہاتھوں کی ہتھیلیوں اور انگلیوں کا رخ قبلے کی طرف کرنا۔ (در مختار وغیرہ)

۴۔ ہاتھ اٹھاتے وقت انگلیوں کو نہ بہت کشادہ کرنا نہ بہت ملانا۔

۵۔ بعد تکبیر تحریمہ کے فوراً ہاتھوں کا باندھ لینا مردوں کو ناف[4] کے نیچے عورتوں کو سینے[5] پر۔

---

[1] مردوں کو کانوں تک ہاتھ اٹھانا ہمارا مذہب ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مردوں کو بھی شانوں تک دونوں کیفیتیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں اکثر روایات میں کانوں تک اٹھانا منقول ہے (شرح سفر السعادۃ شیخ دہلوی) ابوداؤد و نسائی دارقطنی طحاوی مسلم حاکم امام احمد طبرانی اسحٰق ابن راہویہ وغیرہم نے متعدد طریق سے اسی مضمون کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے اسی لیے حنفیہ نے اس کیفیت کو اختیار کیا مگر پھر بھی کیفیت ثانیہ کا انکار نہیں ہمارے فقہا نے جو لکھا کہ انگوٹھے کو کانوں کی لَو سے مل جانا چاہیے چنانچہ ہم بھی اوپر لکھ چکے ہیں وہ صرف اس خیال سے لکھا ہے کہ جس میں ہاتھوں کا کانوں کی برابر اٹھنا یقینی ہو جائے سنت سمجھ کر نہیں لکھا ہے نہ اس کو سنت سمجھنا چاہیے اس لیے کہ کسی حدیث سے یہ مضمون ثابت نہیں ہوتا واللہ اعلم ۱۲

[2] عورتوں کو شانوں تک ہاتھ اٹھانے کا اس لیے حکم دیا گیا کہ اس میں ستر زیادہ رہتا ہے کانوں تک ہاتھ اٹھانے میں سینہ کے ظاہر ہو جانے کا خوف ہے صحیح یہ ہے کہ عورت خواہ لونڈی ہو یا بی بی سب کو شانوں تک ہاتھ اٹھانا چاہیے ۱۲ (بحرالرائق در مختار وغیرہ)

[3] سردی کے عذر سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کپڑوں کے اندر ہی سینہ تک ہاتھ اٹھایا ہے ۱۲ (ابوداؤد)

[4] اس مسئلہ میں بھی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ مخالف ہیں ان کے نزدیک مردوں کو بھی سینے پر ہاتھ باندھنا چاہیے بعض کوتاہ نظر لوگوں کا خیال ہے کہ حنفیہ کے پاس اس مسئلے میں کوئی نقلی دلیل نہیں حالانکہ ابن ابی شیبہ کے مصنف میں ایک حدیث بذریعہ علقمہ کے وائل ابن حجر سے منقول ہے کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ناف کے نیچے ہاتھ باندھتے ہوئے دیکھا اس حدیث کے سب راوی معتبر ہیں بعض کا خیال ہے کہ علقمہ سے اور وائل سے ملاقات نہیں ہوئی حالانکہ یہ صحیح نہیں ترمذی کے دیکھنے سے اس خیال کی غلطی ظاہر ہو جاتی ہے علامہ فرنگی محلی نے القول الحازم میں اس بحث کی خوب تنقیح کی ہے ۱۲۔

[5] عورتوں کو سینے پر ہاتھ باندھنے میں چونکہ ستر زیادہ ہے لہذا ان کے حق میں وہی روایت اختیار کی گئی جس پر امام شافعیؒ کا عمل ہے ۱۲۔

Marfat.com

۶ - مردوں کو اس[۵] طرح ہاتھ باندھنا کہ داہنی ہتھیلی بائیں ہتھیلی پر رکھ لیں اور داہنے انگوٹھے اور چھوٹی انگلی سے بائیں کلائی کو پکڑ لیں اور تین انگلیاں بائیں کلائی پر بچھا دیں اور عورتوں کو اس طرح کہ داہنی ہتھیلی بائیں ہتھیلی پر رکھ لیں انگوٹھے اور چھوٹی انگلی سے بائیں کلائی کو پکڑنا ان کے لیے مسنون نہیں۔

۷ - ہاتھ باندھنے کے بعد فوراً[۶] سُبْحَانَکَ اَللّٰھُمَّ پڑھنا۔

۸ - امام اور منفرد کو سبحانک اللھم کے بعد اور مسبوق کو اپنی ان رکعتوں کی پہلی رکعت میں جو امام کے بعد پڑھے بشرطیکہ وہ رکعتیں قرأت کی ہوں اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کہنا۔

۹ - ہر رکعت کے شروع میں الحمد للہ سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم کہنا۔

۱۰ - امام اور منفرد کو سورۂ فاتحہ ختم ہونے کے بعد آمین کہنا اور قرأت بلند آواز سے ہو تو سب

سلہ ۵ ہمارے فقہاء اس کو اس لیے اختیار کرتے ہیں کہ اس میں سب حدیثوں پر عمل ہو جاتا ہے اگر صرف داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ لیا جائے اور کلائی نہ پکڑی جائے تو صرف اس حدیث پر عمل ہوگا جس میں رکھنا منقول ہے اور اگر صرف کلائی پکڑ لی جائے انگلیاں اور ہتھیلی ہتھیلی کی پشت پر نہ رکھی جائیں تو صرف اس حدیث پر عمل ہوگا جس میں بائیں کلائی پکڑنے کا حکم ہے دونوں حدیثوں پر عمل کرنے کی یہی صورت ہے بعض فقہاء نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ دونوں حدیثوں پر عمل کرنے کی صورت نہیں ہے اس لیے کہ جس حدیث میں بائیں ہاتھ پر داہنے ہاتھ کے رکھنے کا حکم ہے اس میں پکڑنے کا ذکر بھی نہیں لہٰذا اس حدیث پر بھی عمل نہ ہوا اور جس حدیث میں داہنے ہاتھ سے بائیں ہاتھ کے پکڑنے کا ذکر ہے اس میں رکھنے کا ذکر نہیں لہٰذا اس حدیث پر بھی عمل نہ ہوا بلکہ دونوں حدیثوں پر عمل کرنے کی یہ صورت ہے کہ کبھی ایسا کیا جائے کبھی ویسا یعنی کسی وقت کی نماز میں داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا جائے اس طرح کہ داہنی ہتھیلی بائیں ہتھیلی کی پشت پر ہو اور داہنی انگلیاں بائیں گٹے اور کلائی پر پھیلی ہوں اور کسی وقت کی نماز میں داہنے ہاتھ سے بائیں ہاتھ کی کلائی پکڑ لی جائے ہمارے بعض محققین نے اسی قول کو اختیار کیا ہے، واللہ اعلم ۱۲

سلہ ۶ تکبیر کے بعد فوراً اس خاص ثنا کا پڑھنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور ابو داؤد و ترمذی میں حضرت عائشہ کے ذریعہ سے اور سنن ابن ماجہ میں اور نسائی میں ابو سعید خدری کے ذریعہ سے نیز ان میں حضرت جابر کے ذریعہ سے اس کے روایات موجود ہیں اور صحیح مسلم میں حضرت فاروق سے بھی یہی منقول ہے امام ابو یوسف کے نزدیک انی وجہت وجہی للذی فطر السموات والارض حنیفا وما انا من المشرکین ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین لا شریک لہ وبذلک امرت وانا اول المسلمین کا پڑھنا مستحب ہے ۱۲

مقتدیوں کو بھی آمین کہنا۔

۱۱۔ آمین[1] کا آہستہ آواز سے کہنا۔

۱۲۔ حالت قیام میں دونوں قدموں کے درمیان میں بقدر چار انگل کے فصل ہونا۔

۱۳۔ فجر اور ظہر کے وقت نمازوں میں سورۂ فاتحہ کے بعد طوال مفصل[2] کی صورتوں کا پڑھنا اور عصر عشاء کے وقت اوساط مفصل اور مغرب میں قصار مفصل بشرطیکہ سفر اور ضرورت کی حالت نہ ہو۔ سفر اور ضرورت کی حالت میں جو سورت چاہے پڑھے۔

---

[1] آمین کا آہستہ کہنا حنفیہ کا مذہب ہے اور ایک روایت میں امام مالک سے بھی یہی منقول ہے اور امام شافعی کا بھی اخیر قول یہی ہے مگر احادیث سے دونوں کا ثبوت ہوتا ہے اس لیے بعض محققین نے مثل شاہ ولی اللہ حنفی محدث دہلوی کے رسالہ مذہب فاروق اعظم میں لکھ دیا ہے کہ کبھی آہستہ آواز سے آمین کہی جائے کبھی بلند آواز سے محقق کمال الدین ابن ہمام نے فتح القدیر شرح ہدایہ میں لکھا ہے کہ آمین ایسی آواز سے کہی جائے کہ صرف قریب کا آدمی سن سکے گویا آہستہ آواز سے بھی رہے اور کچھ بلندی بھی آجائے اور اس طریقے سے دونوں حدیثوں پر عمل ہو جائے۔ فی الحقیقت آہستہ آواز اور بلند آواز سے آمین کہنے میں کوئی بہت سخت اختلاف نہیں مگر افسوس اس زمانہ میں جہالت کا ایسا زور ہے کہ آہستہ آمین کہنے والے بلند آواز سے آمین کہنے والوں پر ملامت اور لعن کرتے ہیں اور ان کو بددین اور وہابی کہتے ہیں بڑے بڑے القاب سے یاد کرتے ہیں بلکہ بعض متعصبین ان کو اپنی مسجد سے نکال دیتے ہیں اسی طرح دوسری طرف سے بھی ناملائم اور ناگفتہ امور وقوع میں آتے ہیں گویا ان لوگوں کے نزدیک اب دین اور سنت کا دارومدار آمین کا آہستہ یا بلند آواز سے کہنے پر رہ گیا ہے میرے نزدیک دونوں فریق کی یہ باتیں نہایت نفرت اور بری نظر سے دیکھنے کے قابل ہیں اور زیادہ تعجب ان لوگوں سے ہے جو اہل علم شمار کیے جاتے ہیں وہ کیسے ان قبیح امور کو جائز رکھتے ہیں اس اخیر زمانہ میں علامۂ وقت شیخ ابو الحسنات نور اللہ مرقدہ نے بھی اس مسئلہ کو نہایت انصاف اور تحقیق سے اپنی کتابوں میں لکھا ہے اللہ تعالیٰ ان کو اس کی عمدہ جزا دے آمین ۱۲

[2] سورۂ حجرات سے سورۂ لم یکن تک طوال مفصل ہیں اور بروج سے لم یکن تک اوساط مفصل ہیں اور لم یکن سے اخیر تک قصار مفصل تعیین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایک خط سے جو انھوں نے ابو موسیٰ اشعری کے نام لکھا تھا منقول ہے پس بعض لوگوں کا اس تعیین کو خلاف سنت سمجھنا خطا ہے ۱۲

Marfat.com

۱۴- فجر کے فرض کی پہلی رکعت میں دوسری رکعت کی بہ نسبت لمبی سورت پڑھنا (شامی)
۱۵- رکوع میں جاتے وقت اللہ اکبر کہنا اس طرح کہ تکبیر اور رکوع کی ابتدا ساتھ ہی ہو اور رکوع میں پہنچتے ہی تکبیر ختم ہو جائے۔ (منیہ غنیہ وغیرہ)
۱۶- مردوں کو رکوع میں گھٹنوں کا دونوں ہاتھوں سے پکڑنا اور عورتوں کو صرف گھٹنوں پر ہاتھ رکھ لینا [۲] (غنیہ وغیرہ)
۱۷- مردوں کو انگلیاں کشادہ کرکے گھٹنوں پر رکھنا اور عورتوں کو ملا کر۔
۱۸- رکوع کی حالت میں پنڈلیوں کا سیدھا رکھنا۔
۱۹- مردوں کو رکوع کی حالت میں اچھی طرح جھک جانا کہ پیٹھ اور سرین سب برابر ہو جائیں۔ اور عورتوں کو صرف اس قدر جھکنا کہ ان کے ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں [۳] (مراقی الفلاح وغیرہ)
۲۰- رکوع میں کم سے کم تین مرتبہ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ کہنا۔
۲۱- رکوع میں مردوں کو دونوں ہاتھوں کا پہلو سے جدا رکھنا [۴]
۲۲- قومے میں امام کو صرف سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کا کہنا اور مقتدی کو صرف رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ اور منفرد کو دونوں کہنا۔

---

[۱] نبی صلی اللہ علیہ وسلم جھکتے وقت اور اٹھتے وقت تکبیر کہا کرتے تھے (موطا امام مالک) تمام ائمہ کا اس کے سنت ہونے پر اتفاق ہے اور اسی حدیث سے تکبیر کا اس خاص طریقہ سے کہنا بھی معلوم ہوتا ہے ۱۲

[۲] نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع کرتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھ دیتے (ابوداؤد) ترمذی حضرت فاروق سے ناقل ہیں کہ انھوں نے فرمایا کہ گھٹنوں کا پکڑنا سنت ہے ابن مسعود کا مذہب اس کے خلاف ہے امام محمد کتاب الآثار میں لکھتے ہیں کہ ہمیں امام ابوحنیفہ سے خبر ملی ان کو حماد سے ان کو ابراہیم نخعی سے ان کو فاروق اعظم سے کہ وہ اپنے ہاتھ گھٹنوں پر رکھ لیتے تھے ابراہیم نخعی کہتے ہیں کہ مجھے حضرت فاروق کا یہ فعل بہت پسند ہے امام محمد کہتے ہیں کہ ہم اسی پر عمل کرتے ہیں اور یہی قول ہے امام ابوحنیفہ کا اور ہم نہیں عمل کرتے اس مسئلہ میں ابن مسعود کے قول پر ۱۲

[۳] نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیٹھ رکوع کی حالت ایسی برابر ہوتی کہ اگر پانی چھوڑا جاتا تو نہ بہتا (ابن ماجہ) صحیح مسلم میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم رکوع کی حالت میں سر کو اٹھا ہوا رکھتے تھے نہ جھکا ہوا بلکہ ایک معتدل حالت میں ۱۲

[۴] نبی صلی اللہ علیہ وسلم رکوع اور سجدے کی حالت میں ہاتھوں کو پہلوؤں سے جدا رکھتے تھے (ترمذی)

Marfat.com

۴۳۔ سجدے میں جاتے وقت اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہنا۔

۴۴۔ سجدے میں جاتے وقت پہلے گھٹنوں کو زمین پر رکھنا[1] پھر ہاتھوں کو پھر ناک کو پھر پیشانی کو اور اٹھتے وقت پہلے ناک کو اٹھانا پھر پیشانی کو پھر ہاتھوں کو پھر گھٹنوں کو (مراقی الفلاح)

۴۵۔ سجدے کی حالت میں منہ کو دونوں ہاتھوں کے درمیان میں[2] رکھنا (شرح وقایہ وغیرہ)

۴۶۔ سجدے کی حالت میں مردوں کو اپنے پیٹ کا زانو سے اور کہنیوں کا پہلو سے علیحدہ رکھنا اور ہاتھ کی بانہوں کا زمین سے اٹھا ہوا رکھنا[3] اور عورتوں کو پیٹ کا رانوں سے اور کہنیوں کا پہلو سے ملا ہوا اور ہاتھ کی بانہوں کا زمین پر بچھا ہوا رکھنا[4]

۴۷۔ سجدے کی حالت میں دونوں ہاتھ کی انگلیوں کا ملا ہوا رکھنا[5] (شرح وقایہ وغیرہ)

---

[1] ایسا ہی روایت کیا ہے ترمذی ابوداؤد و نسائی وغیرہم نے اپنی کتابوں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نکتمر اور اسود کہتے ہیں کہ مجھ کو یاد ہے کہ حضرت فاروقؓ سجدے میں پہلے اپنے گھٹنے رکھتے تھے پھر ہاتھ ابراہیم نخعی کہتے ہیں کہ مجھ کو یاد ہے کہ حضرت ابن مسعود کے گھٹنے زمین پر ہاتھوں سے پہلے پڑتے تھے (طحاوی)

[2] یہ ترتیب بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے (سعایہ) ۱۲ [3] دونوں ہاتھوں کے درمیان میں رکھنا مسلم کی حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے امام شافعی کے نزدیک دونوں ہاتھوں کو شانوں کے برابر رکھنا سنت ہے یہ بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بخاری کی حدیث میں منقول ہے چونکہ دونوں طریقے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں اس لیے ہمارے محققین کی مثل محقق کمال الدین ابن ہمام اور علامہ حلبی وغیرہما کی یہ رائے ہے کہ دونوں طریقوں پر عمل کیا جائے کبھی اس پر اور درحقیقت یہ رائے بہت اچھی اور عمل میں لانے کے قابل ہے ۱۲

[4] حضرت میمونہ سے نقل ہے کہ سجدے کی حالت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے زانو پیٹ سے اس قدر علیحدہ رکھتے تھے کہ بکری کا بچہ چاہتا تو نیچے سے نکل جاتا اس حدیث سے پیٹ کا زانو سے جدا کرنا ثابت ہوتا ہے نبیؐ سجدے کی حالت میں اپنے ہاتھ اس قدر کشادہ رکھتے تھے کہ آپ کے بغل کی سپیدی دکھلائی دیتی تھی (ابوداؤد) اس حدیث سے کہنیوں کا پہلو سے علیحدہ رکھنا ثابت ہوتا ہے نبیؐ نے فرمایا کہ جب سجدہ کیا کرو تو ہاتھوں کی بانہہ کو زمین پر نہ بچھا دیا کرو جیسے کتا بچھا دیتا ہے (ابوداؤد) اس حدیث سے ہاتھ کی بانہوں کا زمین سے اٹھا ہوا رکھنا بھی ثابت ہو گیا ۱۲

[5] نبیؐ کا گزر دو عورتوں پر ہوا وہ نماز پڑھ رہی تھیں آپ نے فرمایا کہ جب سجدہ کیا کرو تو اپنے بعض حصہ جسم کو زمین سے ملا دیا کرو اس لیے کہ عورت اس بارے میں مرد کے حکم میں نہیں ہے (ابوداؤد) ابن عمرؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں کہ جب عورت سجدہ کرے تو اپنے پیٹ کو زانو سے ملا دے ۱۲ (کامل ابن عدی) [6] صحیح ابن حبان میں نبی صلعم سے مروی ہے کہ آپ سجدے کی حالت میں انگلیاں ملائے رکھتے تھے ۱۲ منہ

۲۸- سجدے کی حالت میں دونوں پیروں کی انگلیوں کا رخ قبلے کی طرف رکھنا[۱] (شرح وقایہ)

۲۹- سجدے کی حالت میں دونوں زانوؤں[۲] کا ملا ہوا رکھنا۔

۳۰- سجدے میں کم سے کم تین مرتبہ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى کہنا۔

۳۱- سجدے سے اٹھتے وقت تکبیر کہتے ہوئے سر کا زمین سے اٹھانا۔

۳۲- سجدے سے اٹھ کر کھڑے ہوتے وقت زمین سے ہاتھوں کو سہارا دینا[۳]۔

۳۳- دونوں سجدوں کے درمیان میں اسی خاص کیفیت سے بیٹھنا جس کیفیت سے دونوں سجدوں کے بعد بیٹھنا چاہیے۔ جس کا بیان آگے آتا ہے۔

۳۴- قعدۂ اولیٰ اور آخری دونوں میں مردوں کو اس طرح بیٹھنا کہ داہنا پیر انگلیوں کے بل کھڑا[۴] ہو اور اس کی انگلیوں کا رخ قبلے کی طرف ہو اور بایاں پیر زمین پر بچھا ہو اور اس پر بیٹھے ہوں اور دونوں ہاتھ زانوؤں پر ہوں انگلیوں کے سرے گھٹنوں کے قریب ہوں اور عورتوں کو اس طرح کہ اپنے بائیں سرین پر بیٹھیں اور داہنے زانو کو بائیں پر رکھ لیں اور بایاں پیر داہنی طرف نکال دیں اور دونوں ہاتھ بدستور زانوؤں پر ہوں۔

۳۵- التحیات میں لا الٰہ کہتے وقت داہنے ہاتھ کی بیچ کی انگلی اور انگوٹھے کا حلقہ بنا کر اور چھوٹی انگلی اور اس کے پاس پاس کی انگلی بند کر کے کلمہ کی انگلی کا اٹھانا اور الا اللہ

---

[۱] نبی صلی اللہ علیہ وسلم سجدے کی حالت میں پیر کی انگلیوں کا رخ قبلے کی طرف رکھتے تھے ۱۲ (صحیح بخاری)

[۲] نبی صلعم نے فرمایا کہ جب سجدہ کیا کرو تو دونوں رانیں ملا دیا کرو ۱۲ (ابوداؤد)

[۳] حضرت علی مرتضیٰ فرماتے ہیں کہ نماز میں اٹھتے وقت زمین سے ٹیک نہ لگانا سنت ہے۔ (رفع الغبار) بحرالرائق میں اسے مستحب لکھا ہے گر صحیح نہیں ۱۲۔

[۴] امام شافعی کے نزدیک قعدہ اخیر میں عورتوں کی طرح بیٹھنا سنت ہے ہماری دلیل میں بہت کثرت سے احادیث ہیں نسائی میں ابن عمر سے مروی ہے کہ داہنے قدم کو کھڑا رکھنا اور اس کی انگلیوں کو قبلہ رخ رکھنا اور بائیں قدم پر بیٹھنا سنت ہے اسی مضمون کی احادیث مسلم ابوداؤد مسند امام احمد وغیرہ میں بھی ہیں ۱۲۔

Marfat.com

کہتے وقت رکھ دینا اور باقی انگلیوں کو اخیر تک بدستور باقی رکھنا۔[1]

---

[1] داہنے ہاتھ کے کلمے کی انگلی کا لاالہ کہتے وقت اٹھانا اور بیچ کی انگلی اور انگوٹھے کا حلقہ بنانا اور ردد انگلیوں کا بند کر لینا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اور اس کے سنت ہونے پر تمام مجتہدین کا اتفاق ہے ہم کو اس مقام پر احادیث نقل کرنے کی ضرورت نہیں اس لیے کہ شاید کوئی کتاب حدیث کی ثبوت اشارہ وحلقہ سے خالی نہیں ہاں چونکہ بعض ناقہم لوگوں نے حنفیہ پر مخالفت حدیث کا الزام لگانے کے لیے یہ مشہور کر رکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کے نزدیک اشارہ مسنون نہیں بلکہ ناجائز ہے اس لیے ہم امام صاحب کا مذہب اس بارہ میں نقل کرتے ہیں اس کے بعد چند اقوال کتب فقہ سے نقل کریں گے تاکہ پھر کسی مدعی کو مجال طعنہ زنی نہ رہے نہایہ میں امام محمد رحمۃ اللہ کی کتاب المشیخۃ سے منقول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث اشارہ کرنے کی روایت کر کے لکھا ہے کہ ہم بھی ویسا ہی کرتے ہیں جیسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے۔ یہی قول ہے امام ابوحنیفہ کا اور یہی قول ہے ہمارا کہ بند کرے چھوٹی انگلی اور اس کے پاس کی انگلی کو اور حلقہ بنائے بیچ کی انگلی اور انگوٹھے کا اور اشارہ کرے کلمہ کی انگلی سے اور نہیں امام محمد نے اپنے موطا میں اشارے کی حدیث روایت کر کے لکھا ہے کہ ہم عمل کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل پر اور یہی قول ہے امام ابوحنیفہ کا امام زیلعی تبیین الحقائق میں امام ابو یوسف کی کتاب الامالی سے ناقل ہیں کہ انھوں نے لکھا ہے کہ بند کرے چھوٹی انگلی اور اس کے پاس کی انگلی کو اور حلقہ بنائے بیچ کی انگلی اور انگوٹھے کا اور اشارہ کرے کلمہ کی انگلی سے اور ایسا ہی نقل کیا ہے امام ابو یوسف کے اس قول کو شمنی نے شرح مختصر وقایہ میں اور ہمارے محققین فقہا نے بھی اپنی کتابوں میں ایسا ہی لکھا ہے اگر وہ سب عبارتیں نقل کی جائیں تو اس مقام میں گنجائش نہ ہوگی ہاں ہمارے بعض متاخرین نے اشارے کو منع لکھا ہے جسے ہمارے محققین نے رد کر دیا ہے لہذا کوئی حنفی ان کے قول پر عمل نہیں کر سکتا اور کوئی دوسرے مذہب کا ان کے قول سے ہمیں الزام نہیں دے سکتا۔ ملا علی قاری مکی رسالہ تزئین العبارۃ میں کیدانی کے رد میں لکھتے ہیں کہ یہ انکار کرنا کیدانی کا اشارے کو بہت بڑی خطا اور سنگین جرم ہے اس کا منشا ناواقفی ہے قواعد اصول اور جزئیات منقول سے اور اگر کیدانی کے ساتھ حسن ظن نہ ہوتا اور ان کے کلام کی تاویل نہ کی جاتی تو بے شک ان کا کفر صریح تھا اور ان کا مرتد ہو جانا بجا تھا کیا کسی ایماندار کو جائز ہے کہ حرام کہہ دے اس چیز کو جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو ایسا کہ قریب متواتر کے ہے اور کیا جائز ہے کہ منع کر دے ایسے کام کو جسے تمام علماء یکے بعد دیگرے کرتے چلے آئے عینی نہایہ شرح ہدایہ میں لکھتے ہیں اور ایسا ہی اتفاق ہے اشارے کے مسنون ہونے پر ہمارے تینوں اماموں کا اور ان کے مقلدین متقدمین کا اور خلاف صرف متاخرین نے کیا ہے سو ان کے خلاف کا کچھ اعتبار نہیں۔ یہاں اسی قدر کافی ہے اگر کسی کو زیادہ تحقیق اور تفصیل منظور ہو تو رباقی بر صفحہ ۳۰۰)

Marfat.com

۴۶ - فرض کی پہلی دو رکعتوں کے بعد ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ پڑھنا[ؑ] (مراقی الفلاح)
۴۷ - قعدہ اخیرہ میں بعد التحیات کے درود شریف پڑھنا (مراقی الفلاح وغیرہ)
۴۸ - درود شریف کے بعد کسی ایسی دعا کا پڑھنا جو قرآن مجید یا احادیث سے ثابت ہو اگر کوئی ایسی دعا پڑھی جائے جو قرآن مجید اور احادیث سے ثابت نہ ہو تب بھی جائز ہے۔ بشرطیکہ وہ دعا ایسی چیز کی ہو جس کا طلب کرنا خدا کے سوا کسی سے ممکن نہ ہو[ؑ] - (بحر الرائق)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۹۸) اس کو چاہیے کہ ملا علی قاری کا رسالہ تزئین العبارۃ فی تحسین الاشارۃ اور علامہ ابن عابدین کا رسالہ رفع التردد فی عقد الاصابع عند التشہد دیکھے اور ان کے علاوہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اشعۃ اللمعات ترجمہ مشکوٰۃ اور شرح سفر السعادۃ میں اور مولانا شیخ ابوالحسنات لکھنوی مرحوم نے سعایہ وغیرہ میں اس مسئلے کو خوب تحقیق سے لکھا ہے اور ابھی حال میں ہمارے ایک مکرم شفیق نے بھی اس مسئلے میں ایک جامع رسالہ تصنیف کیا ہے جس کا نام خیر البشارۃ فی اثبات الاشارہ ہے۔

(ف) امام مالکؒ کے نزدیک انگلی کو اٹھا کر ہلانا بھی سنت ہے ان کی سند ایک حدیث ابوداؤد کی ہے جس میں تحرکھا ہ لفظ ہے جس کا ترجمہ یہ ہوا کہ آنحضرت انگلی کو ہلاتے تھے ملا علی قاری نے اپنے رسالہ تزئین العبارۃ میں ایک حدیث ابوداؤد اور نسائی سے نقل کی ہے جس کا یہ مضمون ہے کہ حضرت انگلی کو نہ ہلاتے تھے اس حدیث کے بعد لکھا ہے کہ یہی اکثر علماء کا مذہب ہے امام ابوحنیفہ کا بھی یہی قول ہے اور قاعدہ جمع بین الحدیثین سے دیکھو تو پہلی حدیث کا یہ مطلب ہوگا کہ ہلاتے تھے یعنی نیچے سے اوپر کو انگلی اٹھاتے تھے ۱۲

(ف) ہمارے زمانہ کے بعض ناواقف اشارہ ہی نہیں کرتے حالانکہ اشارہ سنت مؤکدہ ہے اس کے ترک سے نماز مکروہ ہو جاتی ہے اور بعض لوگ اشارہ کرتے ہیں مگر انگلیوں کا حلقہ نہیں بناتے حالانکہ اشارہ اسی خاص کیفیت سے مسنون ہے علامہ محمد بن عابدین رد المحتار میں لکھتے ہیں کہ ہمارے فقہا کے اقوال بصراحت ظاہر کر رہے ہیں کہ اشارہ اسی خاص کیفیت سے مسنون ہے اور وہ انگلیوں کا حلقہ بنانا اور باقی انگلیوں کا بند کر لینا ہے اور یہی علامہ اپنے رسالہ رفع التردد میں لکھتے ہیں کہ بغیر اس کیفیت کے اشارہ کرنے سے کچھ فائدہ نہیں ۱۲

ؑ سورۂ فاتحہ کا ان رکعتوں میں پڑھنا افضل ہے اگر کوئی شخص صرف سبحان اللہ تین مرتبہ کہہ لے یا بقدر تین مرتبہ سبحان اللہ کہنے کے سکوت کیے ہوئے کھڑا رہے تب بھی کچھ حرج نہیں (طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح) اگر کوئی شخص بجائے سورۂ فاتحہ کے کوئی دوسری سورت پڑھے تب بھی جائز ہے بشرطیکہ وہ سورت اتنی بڑی ہو کہ اس کے پڑھنے سے یہ رکعت پہلی دوسری رکعت سے نہ بڑھ جائے ۱۲

ؑ وہ دعائیں نماز کے طریقہ میں بیان کر چکے ہیں دونوں احادیث سے ثابت ہیں ۱۲

Marfat.com

۳۹۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہتے وقت داہنے بائیں طرف منہ پھیرنا (مراقی الفلاح)

۴۰۔ پہلے داہنے طرف منہ پھیرنا پھر بائیں طرف (مراقی الفلاح)

۴۱۔ امام کو سلام بلند آواز سے کہنا۔

۴۲۔ دوسرے سلام کی آواز کا بہ نسبت پہلے سلام کی آواز کے پست ہونا (مراقی الفلاح)

۴۳۔ امام کو اپنے سلام میں اپنے تمام مقتدیوں کی نیت کرنا خواہ وہ مرد ہوں یا عورت لڑکے ہوں یا مخنث اور کراماً کاتبین[1] وغیرہ فرشتوں کی نیت کرنا اور مقتدیوں کو اپنے ساتھ نماز پڑھنے والوں کی اور کراماً کاتبین فرشتوں کی اور اگر امام داہنی طرف ہو تو داہنے سلام میں اور بائیں طرف ہو تو بائیں سلام میں اور محاذی ہو تو دونوں سلام میں امام کی بھی نیت کرنا (مراقی الفلاح وغیرہ)

نماز کے مستحبات

۱۔ تکبیر تحریمہ کہتے وقت مردوں کو اپنے ہاتھوں کا آستین یا چادر وغیرہ سے باہر نکال لینا[2] بشرطیکہ کوئی عذر مثل سردی وغیرہ کے نہ ہو اور عورتوں کو ہاتھوں کا نہ نکالنا بلکہ چادر یا دوپٹے وغیرہ میں چھپائے رکھنا۔ (مراقی الفلاح)

۲۔ کھڑے ہونے کی حالت میں اپنی نظر سجدے کے مقام پر جمائے رکھنا اور رکوع میں قدم پر سجدے میں ناک پر بیٹھنے کی حالت میں زانو پر سلام کی حالت میں شانوں پر (درمختار وغیرہ)

---

[1] انسان کے ہمراہ چند فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم سے رہتے ہیں ایک فرشتہ ان میں سے داہنے طرف رہتا ہے اس کا کام یہ ہے کہ جو نیک کام انسان کرتا ہے اس کو لکھ لے اور ایک فرشتہ بائیں طرف رہتا ہے وہ اس بدی کو لکھ لیتا ہے جو انسان سے صادر ہو ان دو کے علاوہ اور بھی فرشتے رہتے ہیں ان کے عدد میں اختلاف ہے بہتر یہ ہے کہ بغیر تعیین عدد کے ان کی نیت کی جائے ان ملائکہ کی تبدیل عصر اور فجر کے وقت ہوتی رہتی ہے۔ اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ لَا یَعْلَمُ عِدَّتَھُمْ اِلَّا اللّٰہُ ۱۲

[2] جن احادیث میں چادر وغیرہ سے ہاتھ نہ نکالنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے وہ حالت عذر کی ہیں، چنانچہ ابو داؤد میں وائل ابن حجر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ میں جاڑوں کے زمانے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے آپ کے صحابہ کو دیکھا کہ وہ اپنے ہاتھوں کو کپڑے سے باہر نہ نکالتے تھے اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ یہ ہاتھ نہ نکالنا سردی کے عذر سے تھا ۱۲

Marfat.com

۳ - جہاں تک ممکن ہو کھانسی یا جماہی[1] کو روکنا (در مختار - مراقی الفلاح وغیرہ)
۴ - اگر جماہی آجائے تو حالت قیام میں داہنے ہاتھ کی پشت ورنہ بائیں ہاتھ کی پشت منہ[2] پر رکھ لینا۔ (در مختار وغیرہ)
۵ - امام کو قد قامت الصلوٰۃ کے بعد فوراً تکبیر تحریمہ کہنا۔ (در مختار وغیرہ)
۶ - قعدۂ اولیٰ اور اخیر میں وہی خاص تشہد پڑھنا جو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے جس کا بیان اوپر ہو چکا اس میں کمی زیادتی نہ کرنا۔
۷ - قنوت[3] میں اسی خاص دعا کا پڑھنا جو ہم اوپر لکھ چکے ہیں یعنی اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَعِیْنُکَ اور اس کے ساتھ اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ الخ کا بھی پڑھ لینا اولیٰ ہے (شامی وغیرہ)

جماعت کا بیان

چونکہ جماعت سے نماز پڑھنا واجب یا سنت مؤکدہ ہے اس لیے اس کا ذکر بھی نماز کے واجبات و سنن کے بعد اور مکروہات وغیرہ سے پہلے مناسب معلوم ہوا اور مسائل کے زیادہ اور قابل اہتمام ہونے کے سبب سے اس کے لیے علیحدہ عنوان قائم کیا گیا۔
جماعت کم سے کم دو آدمیوں کے مل کر نماز پڑھنے کو کہتے ہیں اس طرح کہ ایک شخص ان میں تابع

---

[1] جماہی کے روکنے کا ایک عمدہ طریقہ یہ ہے کہ جب جماہی کی آمد معلوم ہو تو اپنے دل میں یہ خیال کرے کہ انبیاء کو کبھی جماہی نہیں آئی قدوری نے لکھا ہے کہ میں نے اس کا بارہا تجربہ کیا اور ٹھیک ہوا پایا علامہ شامی لکھتے ہیں کہ میں نے بھی اسے آزمایا اور صحیح پایا ۱۲
[2] بعض فقہا کے نزدیک ہر حالت میں داہنے ہاتھ کی پشت سے منہ بند کرنا چاہیے (رد المحتار)
[3] اس خاص دعا کے پڑھنے کو در مختار وغیرہ میں مسنون لکھا ہے مگر اس سے استحباب ہی معلوم ہوتا ہے سنت مؤکدہ کا مراد ہونا بالکل غیر ظاہر ہے اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی خاص دعا پر مواظبت منقول نہیں اور صحابہ کو بھی آپ نے مختلف دعائیں تعلیم فرمائی تھیں جو منقول ہیں اللھم اھدنی امام حسن رضی اللہ عنہ سے منقول ہے یہ خاص دعا یعنی اللھم نستعینک الخ پہلے قرآن مجید کی دو سورتیں تھیں ابی بن کعب وغیرہ نے اسے اپنے مصحف میں لکھ دیا تھا مگر تلاوت اس کی منسوخ ہو گئی ہے ۱۲

ہوا اور دوسرا متبوع اور تابع اپنی نماز کے صحت و فساد کو امام کی نماز پر محمول کر دے بالتشبیہ یوں سمجھنا چاہیے کہ جب کچھ لوگ کسی بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوتے ہیں اور سب کا مطلب ایک ہوتا ہے تو کسی کو اپنی طرف سے وکیل کر دیتے ہیں اس وکیل کی گفتگو ان سب کی گفتگو سمجھی جاتی ہے اور اس کی بارجیت سے موکلوں کی بارجیت ہوتی ہے ہاں فرق اس قدر رہے کہ وہاں وکیل کو صرف اپنے موکلوں کا اظہار مقصود منظور رہتا ہے اور یہاں اپنا مقصود اور مدعا بھی مدنظر رہتا ہے۔

متبوع کو امام اور تابع کو مقتدی کہتے ہیں۔

امام کے سوا ایک آدمی کے شریک نماز ہو جانے سے جماعت ہو جاتی ہے خواہ وہ آدمی مرد ہو یا عورت غلام ہو یا آزاد سمجھ دار ہو یا نابالغ بچہ۔ ہاں جمعہ وغیرہ کی نماز میں کم سے کم امام کے سوا دو آدمیوں کے بغیر جماعت نہیں ہوتی۔ (بحرالرائق۔ درمختار۔ شامی وغیرہ)

جماعت کے ہونے میں یہ بھی ضروری نہیں کہ فرض نماز ہو بلکہ اگر نفل نماز بھی دو آدمی اسی طرح ایک دوسرے کے تابع ہو کر پڑھیں تو جماعت ہو جائے گی خواہ امام اور مقتدی دونوں نفل پڑھتے ہوں یا مقتدی نفل پڑھتا ہو۔ (شامی وغیرہ)

جماعت کی فضیلت اور تاکید

جماعت کی فضیلت اور تاکید میں صحیح احادیث اس کثرت سے وارد ہوئی ہیں کہ اگر سب ایک جگہ جمع کی جائیں تو بہت کافی حجم کا رسالہ تیار ہو سکتا ہے۔ اُن کے دیکھنے سے قطعاً یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جماعت نماز کی تکمیل میں ایک اعلیٰ درجہ کی شرط ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اس کو ترک نہیں فرمایا حتیٰ کہ حالت مرض میں جب آپ کو خود چلنے کی قوت نہ تھی دو آدمیوں کے سہارے سے مسجد تشریف لے گئے اور جماعت سے نماز پڑھی۔ تارک جماعت پر آپ کو سخت غصہ آتا تھا اور ترک جماعت پر سخت سے سخت سزا دینے کو آپ کا جی چاہتا تھا بے شبہ شریعت محمدیہ میں جماعت کا بہت بڑا اہتمام کیا گیا ہے اور ہونا بھی چاہیے تھا نماز جیسی عبادت کی شان بھی اسی کو چاہتی تھی کہ جس چیز سے اُس کی تکمیل ہو وہ بھی اعلیٰ درجہ پر پہنچا دی جائے ہم اس مقام پر پہلے اس آیت کو لکھ کر کہ جس سے بعض مفسرین و فقہا نے جماعت کو ثابت کیا ہے چند حدیثیں بیان کرتے ہیں۔

قولہ تعالیٰ واركعوا مع الراكعين نماز پڑھنے والوں کے ساتھ مل کر نماز پڑھو۔ یعنی

جماعت سے (معالم التنزیل۔ جلالین۔ خازن ابو السعود۔ مدارک۔ تفسیر کبیر وغیرہ) اس آیت میں حکم صریح جماعت سے نماز پڑھنے کا ہے مگر چونکہ رکوع کے معنی بعض مفسرین نے خضوع کے بھی لکھے ہیں لہذا فرضیت ثابت نہ ہوگی۔

۱ ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ابن عمر رضی اللہ عنہ جماعت کی نماز میں تنہا نماز سے ستائیس درجے زیادہ ثواب روایت کرتے ہیں۔ (صحیح بخاری۔ صحیح مسلم وغیرہ)

۲ ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تنہا نماز پڑھنے سے ایک آدمی کے ساتھ نماز پڑھنا بہت بہتر ہے اور دو آدمیوں کے ہمراہ اور بھی بہتر ہے اور جس قدر جماعت زیادہ ہو اسی قدر اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔ (ابوداؤد وغیرہ)

۳ ۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ بنی سلمہ کے لوگوں نے ارادہ کیا کہ اپنے قدیمی مکانات سے (چونکہ وہ مسجد نبوی سے دور رہتے) اٹھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آکر قیام کریں تب آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم اپنے قدموں میں جو زمین پر پڑتے ہیں ثواب نہیں سمجھتے۔ (صحیح بخاری)

معلوم ہوا کہ جو شخص جتنی دور سے چل کر مسجد میں آئے گا اسی قدر اس کو زیادہ ثواب ملے گا۔

۴ ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جتنا وقت نماز کے انتظار میں گزرتا ہے وہ سب نماز میں شمار ہوتا ہے (صحیح بخاری)

۵ ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز عشا کے وقت میں ان اصحاب سے جو جماعت میں شریک تھے فرمایا کہ لوگ نماز پڑھ کے سو رہے اور تمہارا وہ وقت جو انتظار میں گزرا سب نماز میں محسوب ہوا۔ (صحیح بخاری)

۶ ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا بشارت دو ان لوگوں کو جو اندھیری راتوں میں جماعت کے لیے مسجد جاتے ہیں اس بات کی کہ قیامت میں ان کے لیے پوری روشنی ہوگی۔ (ترمذی)

۷ ۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص عشا کی نماز

لہ توریت میں لکھا ہے کہ امت محمدیہ کی جماعت میں جتنے آدمی زیادہ ہوں گے اسی قدر ہر شخص کو ثواب ملے گا یعنی ہزار آدمی ہوں گے تو ہر شخص کو ہزار نمازوں کا ثواب ملے گا۔ (بحر الرائق)

Marfat.com

جماعت سے پڑھے اس کو نصف شب کی عبادت کا ثواب ملے گا اور جو شخص فجر کی نماز جماعت سے پڑھے گا اسے پوری رات کی عبادت کا ثواب ملے گا۔ (ترمذی)

۸ - حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں کہ ایک روز آپ نے فرمایا کہ بیشک میرے دل میں یہ ارادہ ہوا کہ کسی کو حکم دوں کو لکڑیاں جمع کرے پھر اذان کا حکم دوں اور کسی شخص ... کو وہ امامت کرے اور میں ان لوگوں کے گھروں پر جاؤں جو جماعت میں نہیں آتے اور ان کے گھروں کو جلا دوں۔ (بخاری ۔ مسلم ۔ ترمذی)

ایک روایت میں ہے کہ اگر مجھے چھوٹے بچوں اور عورتوں کا خیال نہ ہوتا تو میں عشا کی نماز میں مشغول ہوتا اور خادموں کو حکم دیتا کہ ان کے گھروں کے مال واسباب کو مع اس کے جلا دیں (مسلم) عشا کی تخصیص اس حدیث میں اس مصلحت سے معلوم ہوتی ہے کہ وہ سونے کا وقت ہوتا ہے اور غالباً تمام لوگ اس وقت گھروں میں ہوتے ہیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تارک جماعت کی سزا آگ میں جلانا ہے اور یہ سخت سزا شریعت میں نہیں آئی مگر ترک جماعت اور غنیمت میں خیانت کی (اشعۃ اللمعات شرح فارسی مشکوٰۃ) امام ترمذی اس حدیث کو لکھ کر فرماتے ہیں کہ یہی مضمون ابن مسعود اور ابوالدرداء اور ابن عباس اور جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہ سب لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معزز اصحاب میں ہیں۔

۹ - ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی آبادی یا جنگل میں تین مسلمان ہوں اور جماعت سے نماز پڑھیں تو بیشک ان پر شیطان غالب ہو جائے گا پس اے ابوالدرداء جماعت کو اپنے اوپر لازم سمجھ لو دیکھو بھیڑیا (شیطان) اسی بکری (آدمی) کو کھاتا (بہکاتا) ہے جو اپنے گلے (جماعت) سے الگ ہو گئی ہو۔ (ابوداؤد)

۱۰ - ابن عباس رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں کہ جو شخص اذان سن کر جماعت میں نہ آئے اور اسے کوئی عذر بھی نہ ہو تو اس کی وہ نماز جو تنہا پڑھی ہے قبول نہ ہو گی صحابہ نے پوچھا کہ وہ عذر کیا ہے حضرت نے فرمایا کہ خوف یا مرض (ابوداؤد) اس حدیث میں خوف یا مرض کی تفصیل نہیں کی گئی بعض احادیث میں کچھ تفصیل بھی ہے۔

۱۱ - حضرت محجن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا کہ اتنے میں اذان ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھنے لگے اور میں اپنی جگہ پر جا کے بیٹھ

Marfat.com

گیا حضرت نے نماز سے فارغ ہو کر فرمایا اے محجن تم نے جماعت سے نماز کیوں نہ پڑھی کیا کیا تم مسلمان نہیں ہو ہیں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں مسلمان تو ہوں لیکن میں اپنے گھر میں نماز پڑھ چکا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مسجد میں آؤ اور دیکھو کہ جماعت ہو رہی ہے تو لوگوں کے ساتھ نماز پڑھ لیا کرو اگرچہ پڑھ چکے ہو (موطا امام مالک نسائی) ذرا اس حدیث کو غور سے دیکھو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے برگزیدہ صحابی محجن رضی اللہ عنہ کو جماعت سے نماز نہ پڑھنے پر کیسی سخت اور عتاب آمیز بات کہی کہ کیا تم مسلمان نہیں ہو۔

۱۲ - یزید بن اسود رضی اللہ عنہما اپنے والد بزرگوار سے روایت کرتے ہیں کہ وہ ایک حج میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز سے سلام پھیر کر دیکھا کہ دو شخص پیچھے بیٹھے ہوئے ہیں اور انھوں نے جماعت سے نماز نہیں پڑھی۔ پس آپ نے حکم دیا کہ ان کو میرے سامنے حاضر کرو وہ اس حالت میں لائے گئے کہ ان کے بدن میں لرزہ پڑا ہوا تھا حضرت نے فرمایا کہ تم نے ہمارے ساتھ نماز کیوں نہیں پڑھی وہ دونوں عرض کرنے لگے کہ یا رسول اللہ ہم اپنے گھروں میں پڑھ چکے تھے آپ نے فرمایا کہ اب ایسا مت کرنا جب مسجد میں جماعت ہو تو تم بھی پڑھ لیا کرو اگرچہ گھر میں پڑھ چکے ہو۔ تو دوسری نماز تمھاری نفل ہو جائے گی۔ ترمذی اس حدیث کو لکھ کر فرماتے ہیں کہ یہی مضمون محجن اور یزید بن عامر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے (جامع ترمذی)

ذرا اللہ تعالیٰ کی مصلحت اور حکمت کو دیکھیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر حج میں جب بیشمار مجمع ہوگا دو صحابیوں سے یہ فعل صادر کرا دیا کہ جماعت کی سخت تاکید سے لوگ مطلع ہو جائیں اور کسی کو ترک جماعت کی جرأت نہ ہو۔ چند حدیثیں نمونہ کے طور پر ذکر ہو چکیں اب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے برگزیدہ اصحاب رضی اللہ عنہم کے اقوال سنیے کہ انھیں جماعت کا کس قدر اہتمام مدنظر تھا اور ترک جماعت کو وہ کیسا سمجھتے تھے اور کیوں نہ سمجھتے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور ان کی مرضی کا ان سے زیادہ کس کو خیال ہو سکتا ہے۔

۱ - اسود کہتے ہیں کہ ایک دن ہم حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر تھے کہ نماز کی پابندی اور اس کی فضیلت و تاکید کا ذکر نکلا اس پر حضرت عائشہؓ نے تائیداً نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض وفات کا قصہ بیان کیا کہ ایک دن نماز کا وقت آیا اور اذان ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ ابوبکرؓ سے کہو نماز پڑھا دیں۔ عرض کیا کہ ابوبکر ایک نہایت رقیق القلب آدمی ہیں جب

Marfat.com

آپ کی جگہ پر کھڑے ہوں گے تو بے طاقت ہو جائیں اور نماز نہ پڑھا سکیں گے آپ نے پھر وہی فرمایا پھر وہی جواب دیا گیا تب آپ نے فرمایا کہ تم تو ویسی باتیں کرتے ہو جیسے یوسف سے مصر کی عورتیں کرتی تھیں ابو بکر سے کہو کہ نماز پڑھا دیں خیر حضرت ابو بکرؓ نماز پڑھانے کو نکلے اتنے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مرض میں کچھ تخفیف معلوم ہوئی تو آپ دو آدمیوں کے سہارے سے نکلے میری آنکھوں میں اب تک وہ حالت موجود ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک زمین پر گھسٹتے ہوئے جاتے تھے یعنی اتنی قوت بھی نہ تھی کہ زمین سے پیر اٹھا سکیں وہاں حضرت ابو بکر نماز شروع کر چکے تھے چاہا کہ پیچھے ہٹ جائیں مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اور انہیں سے نماز پڑھوائی۔

(صحیح بخاری)

۲۔ ایک دن حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سلیمان بن ابی حثمہ کو صبح کی نماز میں نہ پایا تو ان کے گھر گئے اور ان کی ماں سے پوچھا کہ آج میں نے سلیمان کو فجر کی نماز میں نہیں دیکھا۔ انھوں نے کہا کہ وہ رات بھر نماز پڑھتے ہیں اس وجہ سے اس وقت ان کو نیند آ گئی۔ تب حضرت فاروق نے فرمایا کہ مجھے فجر کی نماز جماعت سے پڑھنا زیادہ محبوب ہے بہ نسبت اس کے کہ تمام شب عبادت کروں۔ (موطا امام مالکؒ)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ صبح کی نماز باجماعت پڑھنے میں تہجد سے زیادہ ثواب ہے اس لیے علما نے لکھا ہے کہ اگر شب بیداری نماز فجر میں مخل ہو تو ترک اولیٰ ہے۔ (اشعۃ اللمعات)

۳۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بے شک ہم نے آزما لیا اپنے کو اور صحابہ کو کہ ترک جماعت نہیں کرتا مگر وہ منافق جس کا نفاق کھلا ہوا ہو یا بیمار مگر بیمار بھی تو دو آدمیوں کا سہارا دے کر جماعت کے لیے حاضر ہوتے تھے۔ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ہدایت کی راہیں بتلائیں اور منجملہ ان کے نماز ہے ان مسجدوں میں جہاں اذان ہوتی ہو یعنی جماعت ہوتی ہو۔ دوسری روایت میں یہ ہے کہ فرمایا جسے خواہش ہو کہ کل (قیامت کے دن) اللہ کے سامنے مسلمان جائے اسے چاہیے کہ پنج وقتی نمازوں کی پابندی کرے ان مقامات میں جہاں اذان ہوتی ہو یعنی جماعت سے نماز پڑھی جاتی ہو، بے شک اللہ تعالیٰ نے تمھارے نبیؐ کے لیے ہدایت کے طریقے نکالے ہیں اور یہ نماز بھی انھیں طریقوں میں سے ہے اگر تم اپنے گھروں میں نماز پڑھ لیا کرو گے جیسے یہ منافق پڑھ لیتے ہیں تو بے شک تم سے چھوٹ جائے گی تمھارے نبی کی سنت اور اگر تم چھوڑ دو گے اپنے

Marfat.com

پیغمبر کی سنت کو تو بے شبہہ گمراہ ہو جاؤ گے اور کوئی شخص اچھی طرح وضو کر کے نماز کے لیے مسجد میں نہیں جاتا مگر یہ کہ اس کے ہر قدم پر ایک ثواب ملتا ہے اور ایک مرتبہ عنایت ہوتا ہے اور ایک گناہ معاف ہوتا ہے۔ اور ہم نے دیکھ لیا کہ جماعت سے الگ نہیں رہتا مگر منافق۔ ہم لوگوں کی حالت تو یہ تھی کہ بیماری کی حالت میں دو آدمیوں پر تکیہ لگا کر جماعت کے لیے جاتے تھے اور صف میں کھڑے کر دیے جاتے تھے۔ (مشکوٰۃ)

۴۔ ایک مرتبہ ایک شخص مسجد سے اذان کے بعد بے نماز پڑھے ہوئے چلا گیا تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس شخص نے ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی اور ان کے مقدس حکم کو نہ مانا (مسلم)

دیکھو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے تارک جماعت کو کیا کہا کیا کسی مسلمان کو اب بھی بے عذر ترک جماعت کی جرأت ہو سکتی ہے، کیا کسی ایماندار کو حضرت ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی گوارا ہو سکتی ہے۔

۵۔ حضرت ام درداء رضی اللہ عنہا حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کی بی بی بیان فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ ابو الدرداء میرے پاس اس حال میں آئے کہ نہایت غضبناک تھے میں نے پوچھا کہ اس وقت آپ کو کیوں غصہ آیا کہنے لگے اللہ کی قسم میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں اب کوئی بات نہیں دیکھتا مگر یہ کہ وہ جماعت سے نماز پڑھ لیتے ہیں یعنی اب اس کو بھی چھوڑنے لگے۔ (صحیح بخاری) یہ وہی ابو الدرداء ہیں جن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص طور پر جماعت کی تاکید کی تھی پھر ان کو اس قدر غصہ کیوں نہ آتا ان سے ایک حدیث نماز کی تاکید میں بھی بہت پیارے الفاظ سے منقول ہے جسے ہم اوپر لکھ چکے ہیں۔

۶۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے اصحاب سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا جو کوئی اذان سن کر جماعت میں نہ جائے اس کی نماز ہی نہ ہوگی۔ یہ لکھ کر امام ترمذی لکھتے ہیں کہ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ حکم تاکیدی ہے مقصود یہ ہے کہ بے عذر ترک جماعت جائز نہیں (جامع ترمذی)

۷۔ مجاہد نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ جو شخص تمام دن روزے رکھتا ہو اور رات بھر نمازیں پڑھتا ہو مگر جمعہ اور جماعت میں شریک نہ ہوتا ہو اس کے آپ کیا کہتے ہیں فرمایا کہ دوزخ میں جائے گا (ترمذی)

امام ترمذی اس حدیث کا یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ جمعہ جماعت کا مرتبہ کم سمجھ کر ترک

کرے تب یہ حکم کیا جائے گا لیکن اگر دوزخ میں جانے سے مراد تھوڑے دن کے لیے جانا لیا جائے تو اس تاویل کی کچھ ضرورت نہ ہوگی۔

۸۔ سلف صالحین کا یہ دستور تھا کہ جس کی جماعت ترک ہو جاتی سات دن تک اس کی ماتم پرسی کرتے۔ (احیاء العلوم) صحابہ کے اقوال بھی تھوڑے سے بیان ہو چکے جو درحقیقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال ہیں اب ذرا علماء امت اور مجتہدین ملت کو دیکھئے کہ ان کا جماعت کی طرف کیا خیال ہے اور ان احادیث کا مطلب انھوں نے کیا سمجھا ہے۔

۱۔ ظاہریہ اور امام احمد کے بعض مقلدین کا مذہب ہے کہ جماعت نماز کے صحیح ہونے کی شرط ہے بغیر اس کے نماز نہیں ہوتی۔

۲۔ امام احمد کا صحیح مذہب یہ ہے کہ جماعت فرض عین ہے اگرچہ نماز کے صحیح ہونے کی شرط نہیں امام شافعی کے بعض مقلدین کا بھی یہی مذہب ہے۔

۳۔ امام شافعی کے بعض مقلدین کا یہ مذہب ہے کہ جماعت فرض کفایہ ہے۔ امام طحاوی جو حنفیہ میں ایک بڑے درجہ کے فقیہ اور محدث ہیں ان کا بھی یہی مذہب ہے۔

۴۔ اکثر محققین حنفیہ کے نزدیک جماعت واجب ہے محقق ابن ہمام اور حلبی اور صاحب بحر الرائق وغیرہم اسی طرف ہیں۔

۵۔ اکثر حنفیہ کے نزدیک جماعت سنت مؤکدہ ہے مگر واجب کے حکم میں۔ درحقیقت حنفیہ کے ان دونوں قولوں میں کچھ مخالفت نہیں۔ جیسا کہ ہم آگے بیان کریں گے۔

ہمارے فقہا لکھتے ہیں کہ اگر کسی شہر میں لوگ جماعت چھوڑ دیں اور کہنے سے بھی نہ مانیں تو ان سے لڑنا جائز ہے۔ (بحر الرائق وغیرہ)

قنیہ وغیرہ میں ہے کہ بے عذر تارک جماعت کو سزا دینا امام وقت پر واجب ہے اور اس کے پڑوسی اگر اس کے اس فعل قبیح پر کچھ نہ بولیں تو گنہگار ہوں گے۔ (بحر الرائق وغیرہ)

اگر مسجد جانے کے لیے اقامت سننے کا انتظار کرے تو گنہگار ہوگا۔ (بحر الرائق وغیرہ) اس لیے کہ اگر اقامت سن کر چلا کریں گے تو ایک دو رکعت یا پوری جماعت کے چلے جانے کا خوف ہے امام محمد سے مروی ہے کہ جمعہ اور جماعت کے لیے تیز قدم جانا درست ہے بشرطیکہ زیادہ تکلیف نہ ہو۔

تارک جماعت ضرور گنہگار ہے اور اس کی گواہی قبول نہ کی جائے بشرطیکہ اس نے بے عذر

Marfat.com

صرف سہل انگاری سے جماعت چھوڑی (بحر الرائق وغیرہ)

اگر کوئی شخص دینی مسائل کے پڑھنے پڑھانے میں دن رات مشغول رہتا ہو اور جماعت میں حاضر نہ ہوتا ہو تو معذور نہ سمجھا جائے گا اور اس کی گواہی مقبول نہ ہوگی۔ (بحر الرائق وغیرہ)

جماعت کی حکمتیں اور فائدے

علما نے بہت کچھ بیان کیے ہیں مگر جہاں تک میری قاصر نظر پہنچی ہے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے بہتر جامع اور لطیف تقریر کسی کی نہیں اگرچہ زیادہ لطف یہی تھا کہ انھی کی پاکیزہ عبارت سے وہ مضامین سنائے جائیں مگر ہیں خلاصہ اس کا یہاں درج کرتا ہوں وہ فرماتے ہیں۔

۱- کوئی چیز اس سے زیادہ سودمند نہیں کہ کوئی عبادت رسم عام کر دی جائے یہاں تک کہ وہ عبادت ایک ضروری عادت ہو جائے کہ اس کا چھوڑنا ترک عادت کی طرح ناممکن ہو جائے اور کوئی عبادت نماز سے زیادہ شاندار نہیں کہ اس کے ساتھ یہ خاص اہتمام کیا جائے۔

۲- مذہب میں ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں جاہل بھی عالم بھی لہذا یہ بڑی مصلحت کی بات ہے کہ سب لوگ جمع ہو کر ایک دوسرے کے سامنے اس عبادت کو ادا کریں کہ اگر کسی سے کچھ غلطی ہو جائے تو دوسرا اسے تعلیم کر دے گویا اللہ کی عبادت ایک زیور ہوئی کہ تمام پرکھنے والے اسے دیکھتے ہیں جو خرابی اس میں ہوتی ہے بتلا دیتے ہیں اور جو عمدگی ہوتی ہے اسے پسند کرتے ہیں پس یہ ایک ذریعہ نماز کی تکمیل کا ہوگا۔

۳- جو لوگ بے نمازی ہوں گے ان کا بھی اس سے حال کھل جائے گا اور ان کے وعظ و نصیحت کا موقع ملے گا۔

۴- چند مسلمانوں کا مل کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا اور اس سے دعا مانگنا ایک عجیب خاصیت رکھتا ہے نزول رحمت اور قبولیت کے لیے۔

۵- اس امت سے اللہ تعالیٰ کا یہ مقصود ہے کہ اس کا کلمہ بلند اور کلمۂ کفر پست ہو اور زمین پر کوئی مذہب اسلام سے غالب نہ رہے اور یہ بات جب ہی ہو سکتی ہے کہ یہ طریقہ مقرر کیا جائے کہ تمام مسلمان عام اور خاص مسافر اور مقیم چھوٹے بڑے اپنی کسی بڑی اور مشہور عبادت کے لیے جمع ہوا کریں اور شان و شوکت اسلام کی ظاہر کریں انھیں سب مصالح سے شریعت کی پوری توجہ جماعت

کی طرف معروف ہوگئی اور اس کی ترغیب دی گئی اور اس کے چھوڑنے کی سخت ممانعت کی گئی۔ (حجۃ اللہ البالغہ)

۶۔ جماعت میں یہ فائدہ بھی ہے کہ تمام مسلمانوں کو ایک دوسرے کے حال پر اطلاع ہوتی رہے گی اور ایک دوسرے کے درد و مصیبت میں شریک ہو سکے گا جس سے دینی اخوت اور ایمانی محبت کا پورا اظہار و استحکام ہوگا جو اس شریعت کا ایک بڑا مقصود ہے اور جس کی تاکید و فضیلت جا بجا قرآن عظیم اور احادیث نبی کریم میں بیان فرمائی گئی ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔ افسوس ہمارے زمانہ میں ترک جماعت کی ایک عام عادت ہوگئی ہے۔ جاہلوں کا کیا ذکر ہم علماء کو اس بلا میں مبتلا دیکھ رہے ہیں۔ افسوس یہ لوگ حدیثیں پڑھتے ہیں اور ان کے معانی سمجھتے ہیں مگر جماعت کی سخت تاکیدیں ان کے پتھر سے زیادہ سخت دلوں پر کچھ اثر نہیں کرتیں۔ قیامت میں جب حاکم حقیقی روز جزا کے سامنے سب سے پہلے نماز کے مقدمات پیش ہوں گے اور اس کے نہ ادا کرنے والے یا ادا میں کمی کرنے والوں سے بازپرس شروع ہوگی یہ لوگ کیا جواب دیں گے۔

جماعت کے واجب ہونے کی شرطیں

۱۔ اسلام۔ کافر پر جماعت واجب نہیں۔

۲۔ مرد ہونا۔ عورتوں پر جماعت واجب نہیں (بحر الرائق۔ درمختار وغیرہ)

۳۔ بالغ ہونا۔ نابالغ بچوں پر جماعت واجب نہیں (بحر الرائق وغیرہ)

۴۔ عاقل ہونا۔ مست، بے ہوش، دیوانے پر جماعت واجب نہیں۔

۵۔ آزاد ہونا۔ غلام پر جماعت واجب نہیں۔ (بحر الرائق۔ درمختار وغیرہ)

۶۔ تمام عذروں سے خالی ہونا۔ ان عذروں کی حالت میں جماعت واجب نہیں مگر ادا کرے تو بہتر ہے نہ ادا کرنے میں ثواب جماعت سے محروم رہے گا۔ (شامی)

ترک جماعت کے عذر پندرہ ہیں

۱۔ نماز کے صحیح ہونے کی کسی شرط کا مثل طہارت یا ستر عورت وغیرہ کے نہ پایا جانا۔

۲۔ پانی بہت زور سے برستا ہو۔ ایسی حالت میں امام محمد نے مؤطا میں لکھا ہے اگرچہ نہ جانا

جائز ہے مگر بہتر یہی ہے کہ جماعت سے جا کر نماز پڑھے۔

۳۔ مسجد کے راستے میں سخت کیچڑ ہو۔ امام ابو یوسف نے امام صاحب سے پوچھا کہ کیچڑ وغیرہ کی حالت میں جماعت کے لیے آپ کیا حکم دیتے ہیں فرمایا کہ جماعت کا چھوڑنا مجھے پسند نہیں۔

۴۔ سردی سخت ہو کہ باہر نکلنے میں یا مسجد تک جانے میں کسی بیماری کے پیدا ہو جانے یا بڑھ جانے کا خوف ہو۔

۵۔ مسجد جانے میں مال و اسباب کے چوری ہو جانے کا خوف ہو۔

۶۔ مسجد جانے میں کسی دشمن کے مل جانے کا خوف ہو۔

۷۔ مسجد جانے میں کسی قرضخواہ کے ملنے کا اور اس سے تکلیف پہنچنے کا خوف ہو بشرطیکہ اس کے قرض کے ادا کرنے پر قادر نہ ہو اور اگر قادر ہو تو وہ ظالم سمجھا جائے گا اور اس کو ترک جماعت کی اجازت نہ ہوگی۔ (شامی)

۸۔ اندھیری رات ہو کہ راستہ نہ دکھلائی دیتا ہو ایسی حالت میں یہ ضروری نہیں کہ لالٹین وغیرہ ساتھ لے کر جائے۔

۹۔ رات کا وقت ہو اور آندھی بہت سخت چلتی ہو۔

۱۰۔ کسی مریض کی تیمار داری کرتا ہو کہ اس کے جماعت میں چلے جانے سے اس مریض کی تکلیف یا وحشت کا خوف ہو۔

۱۱۔ کھانا تیار ہو یا تیاری کے قریب اور بھوک لگی ہو ایسی کہ نماز میں جی نہ لگنے کا خوف ہو۔

۱۲۔ پیشاب یا پاخانہ معلوم ہوتا ہو۔

۱۳۔ سفر کا ارادہ رکھتا ہو اور خوف ہو کہ جماعت سے نماز پڑھنے میں دیر ہو جائے گی اور قافلہ نکل جائے گا۔ (شامی)

ریل کا مسئلہ اسی پر قیاس کیا جا سکتا ہے مگر فرق اس قدر ہے کہ وہاں ایک قافلہ کے بعد دوسرا قافلہ بہت دنوں میں ملتا ہے اور یہاں ریل ایک دن میں کئی بار جاتی ہے اگر ایک وقت کی ریل نہ ملی تو دوسرے وقت جا سکتا ہے ہاں اگر ایسا ہی سخت حرج ہوتا ہو تو مضائقہ نہیں ہماری شریعت سے حرج اٹھا دیا گیا ہے۔

۱۴۔ فقہ وغیرہ کے پڑھنے پڑھانے میں ایسا مشغول رہتا ہو کہ بالکل فرصت نہ ملتی ہو بشرطیکہ کبھی کبھی بلا قصد جماعت ترک ہو جاتی ہو۔

Marfat.com

۱۵- کوئی ایسی بیماری ہو جس کی وجہ سے چل پھر نہ سکے یا نابینا ہو اگرچہ اس کو مسجد تک کوئی پہنچا دینے والا مل سکے یا لنجا ہو یا کوئی پیر کٹا ہوا ہو۔ (بحر الرائق - رد المحتار وغیرہ)

جماعت کے صحیح ہونے کی شرطیں

۱- مقتدی کو نماز کی نیت کے ساتھ امام کی اقتداء کی بھی نیت کرنا یعنی یہ ارادہ دل میں کرنا کہ میں اس امام کے پیچھے فلاں نماز پڑھتا ہوں۔ نیت کا بیان بہ تفصیل اوپر ہو چکا ہے۔

۲- امام اور مقتدی دونوں کے مکان کا متحد ہونا خواہ حقیقۃً متحد ہوں جیسے دونوں ایک ہی مسجد یا ایک ہی گھر میں کھڑے ہوں یا حکماً متحد ہوں جیسے کسی دریا کے پل پر جماعت قائم کی جائے اور امام پل کے اس پار ہو اور کچھ مقتدی پل کے اس پار مگر درمیان میں برابر صفیں کھڑی ہوں تو اس صورت میں اگرچہ امام کے اور ان مقتدیوں کے درمیان میں جو پل کے اس پار ہیں دریا حائل ہے اور اس وجہ سے دونوں کا مکان حقیقۃً متحد نہیں مگر چونکہ درمیان میں برابر صفیں کھڑی ہوئی ہیں اس لیے دونوں کا مکان حکماً متحد سمجھا جائے گا اور اقتدا صحیح ہو جائے گی۔

اگر مقتدی کسی چھت پر کھڑا ہو اور امام مسجد کے اندر تو درست ہے اس لیے کہ مسجد کی چھت مسجد کے حکم میں ہے اور یہ دونوں مقام حکماً متحد سمجھے جائیں گے۔ اسی طرح اگر کسی گھر کی چھت مسجد سے متصل ہو اور درمیان میں کوئی چیز حائل نہ ہو تو وہ بھی حکماً مسجد سے متحد سمجھی جائے گی اور اس کے اوپر کھڑے ہو کر اس امام کی اقتدا کرنا جو مسجد میں نماز پڑھ رہا ہے درست ہے۔ (رد المحتار وغیرہ)

اگر مسجد[1] بہت بڑی ہو اور اسی طرح اگر گھر[2] بہت بڑا یا جنگل ہو اور امام اور مقتدی کے درمیان اتنا خالی میدان ہو کہ جس میں دو صفیں[3] ہو سکیں تو یہ دونوں مقام جہاں مقتدی کھڑا ہے اور جہاں امام ہے مختلف سمجھے جائیں گے اور اقتدا درست نہ ہوگی۔ (در مختار وغیرہ)

---

[1] ایک بہت بڑی مسجد کی مثال میں فقہائے شہر خوارزم کی جامع مسجد قدیم کو لکھا ہے جس کے ایک ربع میں چار ہزار ستون تھے ۱۲ (شامی)

[2] بہت بڑا گھر وہ ہے جس کا طول چالیس گز ہو ۱۲ (شامی) گز ۲۴ انگل کا۔

[3] امام صاحب اور امام محمدؒ کے نزدیک صف کم سے کم تین آدمیوں سے ہوتی ہے ۱۲ (در مختار وغیرہ)

Marfat.com

اسی طرح اگر امام اور مقتدی کے درمیان میں کوئی نہر ہو جس میں ناؤ وغیرہ چل سکے یا کوئی اتنا بڑا حوض ہو جس کی طہارت کا حکم شریعت نے دیا ہو یا کوئی عام رہگذر ہو جس سے بیل گاڑی وغیرہ نکل سکے اور درمیان میں صفیں نہ ہوں تو وہ دونوں متحد نہ سمجھے جائیں گے اور اقتدا درست نہ ہوگی (ردالمحتار وغیرہ)

اسی طرح اگر دو صفوں کے درمیان میں کوئی ایسی نہر یا ایسا رہگذر واقع ہو جائے تو اس صف کی اقتدا درست نہ ہوگی جو ان چیزوں کے اس پار ہے (ردالمحتار وغیرہ)

پیادے کی اقتدا سوار کے پیچھے یا ایک سوار کی دوسرے سوار کے پیچھے صحیح نہیں اس لیے کہ دونوں کے مکان متحد نہیں ہاں اگر ایک ہی سواری پر دونوں سوار ہوں تو درست ہے۔

(ردالمحتار وغیرہ)

۳۔ مقتدی اور امام دونوں کی نماز کا متغائر نہ ہونا اگر مقتدی کی نماز امام کی نماز سے مغائر ہوگی تو اقتدا درست نہ ہوگی (مراقی الفلاح۔ درمختار وغیرہ) مثلاً امام ظہر کی نماز پڑھتا ہو اور مقتدی عصر کی نماز کی نیت کرے۔ یا امام کل کی ظہر کی قضا پڑھتا ہو اور مقتدی آج کی ظہر کی۔ ہاں اگر دونوں کل کے ظہر کی قضا پڑھتے ہوں یا دونوں آج ہی کے ظہر کی قضا پڑھتے ہوں تو درست ہے۔ (شامی)

اگر امام فرض پڑھتا ہو اور مقتدی نفل تو اقتدا صحیح ہے اس لیے کہ یہ دونوں نمازیں مغائر نہیں مقتدی اگر تراویح پڑھنا چاہے اور امام نفل پڑھتا ہو تب بھی اقتدا نہ ہوگی اس لیے کہ دونوں نمازیں مغائر ہیں (درمختار وغیرہ)

۴۔ امام کی نماز کا صحیح ہونا اگر امام کی نماز فاسد ہوگی تو سب مقتدیوں کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی خواہ یہ فساد نماز ختم ہونے سے پہلے معلوم ہو جائے یا بعد ختم ہونے کے مثل اس کے کہ امام کے کپڑوں میں نجاست غلیظہ ایک درہم سے زیادہ تھی اور بعد نماز ختم ہونے کے یا اثنائے نماز میں معلوم ہوئی یا امام کو وضو نہ تھا اور بعد نماز کے یا اثنائے نماز میں اس کو خیال آیا (درمختار وغیرہ)

امام کی نماز اگر کسی وجہ سے فاسد ہو گئی ہو اور مقتدیوں کو نہ معلوم ہو تو امام پر ضروری ہے کہ اپنے تمام مقتدیوں کو حتی الامکان اس کی اطلاع کر دے تاکہ وہ لوگ اپنی نمازوں کا اعادہ کر لیں خواہ آدمی کے ذریعہ سے اطلاع کی جائے یا خط کے ذریعہ سے (درمختار۔ ردالمحتار وغیرہ)

ف۔ اگر امام اور مقتدی کا مذہب ایک نہ ہو مثلاً امام شافعی یا مالکی مذہب ہو اور مقتدی حنفی تو اس صورت میں امام کی نماز کا صرف امام کے مذہب کے موافق صحیح ہو جانا کافی ہے خواہ مقتدی

Marfat.com

کے مذہب کے موافق بھی صحیح ہو یا نہ ہو ہر حال میں بلا کراہت اقتدا درست ہے[1] مثلاً اس امام کے کپڑوں میں ایک درم سے زیادہ منی لگی ہوئی ہو یا منہ بھر قے یا خون نکلنے کے بعد بے وضو کیے ہوئے نماز پڑھا دے یا وضو میں صرف دو تین بال کے مسح پر اکتفا کرے ان سب صورتوں میں چونکہ امام کی نماز اس کے مذہب کے موافق صحیح ہو جاتی ہے لہذا مقتدی کی نماز بھی صحیح ہو جائے گی۔ ہاں اگر

---

[1] اس مسئلہ میں علماء مذاہب اربعہ مختلف ہیں اکثر علماء نے خاص اسی مسئلہ میں مستقل رسالے تصنیف کیے ہیں اس اختلاف کا رجوع چند اقوال کی طرف ہوتا ہے (۱) جواز اقتدا مطلقاً خواہ امام مقتدی کے مذہب کی رعایت کرے یا نہ کرے (۲) جواز اقتدا بشرطیکہ مقتدی کو یہ نہ معلوم ہو کہ امام کی نماز مقتدی کے مذہب کے موافق نہیں ہوئی اگرچہ واقع میں ایسا ہی ہو (۳) جواز اقتدا بشرطیکہ امام مقتدی کے مذہب کی رعایت کرے (۴) عدم جواز اقتدا خواہ امام مذہب مقتدی کی رعایت کرے یا نہ کرے (۵) جواز اقتدا مع کراہت تنزیہیہ۔ ان سب اقوال میں پہلا قول نہایت تحقیق اور انصاف پر مبنی ہے شاہ ولی اللہ حنفی محدث دہلوی اپنے رسالہ انصاف میں تحریر فرماتے ہیں کہ صحابہ و تابعین و تبع تابعین رضی اللہ عنہم میں مختلف مذہب کے لوگ تھے بعضے بسم اللہ نماز میں پڑھتے تھے بعض نہیں بعض بسم اللہ بلند آواز سے پڑھتے تھے بعض آہستہ آواز سے بعض نماز فجر میں قنوت کرتے تھے بعض نہیں بعض فصد وغیرہ اور قے وغیرہ سے وضو کرتے تھے بعض نہیں بعض خاص حصے کے چھونے سے وضو کرتے تھے بعض نہیں بعض آگ کی پکی ہوئی چیز سے وضو کرتے تھے بعض نہیں باوجود اس اختلاف کے پھر بھی ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھتے تھے امام ابوحنیفہؒ اور ان کے شاگرد اور امام شافعی وغیرہ ائمہ مدینہ کے پیچھے نماز پڑھتے تھے جو مالکی مذہب کے تھے ہارون رشید نے پچھنے لگوانے کے بعد بے وضو کیے ہوئے نماز پڑھائی اور امام ابویوسف نے ان کے پیچھے نماز پڑھ لی اور اعادہ نہیں کیا امام احمد حنبل رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ اگر امام کے بدن سے خون نکلا ہو اور بے وضو کیے ہوئے نماز پڑھائے تو آپ اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے یا نہیں کہنے لگے کیا میں امام مالک اور سعید بن مسیب رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز نہ پڑھوں گا ایقاظ النیام میں اس مسئلے کو بہت تفصیل سے بیان کیا گیا ہے اور اسی قول کو مختار و محقق لکھا ہے اور اسی کے موافق محققین مذاہب اربعہ سے تصریحات صریحہ نقل کی ہیں بعض علماء نے مثل صاحب بحرالرائق و در مختار و ملا علی قاری وغیرہم کے اور اسی طرح بعض علماء شافعیہ نے بھی تیسرے قول کو اختیار کیا ہے مگر وہ صحیح نہیں گویا ان لوگوں کے نزدیک حق کا انحصار ایک ہی مذہب میں ہو گیا ہے درحقیقت یہ قول بالکل بے دلیل اور نہایت نفرت کی نظر سے دیکھنے کے قابل ہے اگر اس قول پر عمل کیا جائے تو آپس میں سخت افتراق پڑ جائے گا اور بڑی مشکل پیش آئے گی ۱۲ ؎

Marfat.com

امام کی نماز اس کے مذہب کے موافق صحیح نہ ہو تو مقتدی کی نماز بھی درست[1] نہ ہوگی اگرچہ مقتدی کے مذہب کے موافق نماز میں کچھ خرابی نہ آئی ہو مثلاً امام شافعی مذہب ہو اور اس نے اپنے خاص حصے کو چھوا ہو اور اس کے بعد بے وضو کیے ہوئے نماز پڑھائے یا وضو میں اس نے نیت نہ کی ہو یا نماز میں سورہ فاتحہ کے شروع پر بسم اللہ نہ پڑھی ہو کہ حنفی مقتدی کی نماز اس امام کے پیچھے صحیح نہ ہوگی اگرچہ اس کے مذہب کے موافق نماز میں کچھ خلل نہیں ہوا۔

یہی حکم غیر مقلدین کے پیچھے نماز پڑھنے کا ہے یعنی مقلد کی نماز ان کے پیچھے بلا کراہت درست[2] ہے خواہ وہ مقتدی کے مذہب کی رعایت کریں یا نہ کریں۔

۵۔ مقتدی کا امام سے آگے نہ کھڑا ہونا برابر کھڑا ہو یا پیچھے۔ اگر مقتدی امام کے آگے کھڑا ہو تو اس کی اقتدا درست نہ ہوگی۔ امام سے آگے کھڑا ہونا اس وقت سمجھا جائے گا کہ جب مقتدی کی ایڑی امام کی ایڑی سے آگے ہو جاوے۔ اگر ایڑی آگے نہ ہو اور انگلیاں آگے بڑھ جائیں خواہ پیر کے بڑے ہونے کے سبب سے یا انگلیوں کے لمبے ہونے کی وجہ سے تو یہ آگے کھڑا ہونا نہ سمجھا جائے گا اور اقتدا درست ہو جائے گی۔ (درمختار۔ رد المحتار وغیرہ)

---

[1] جن لوگوں نے مخالف مذہب کے پیچھے نماز صحیح ہونے کے لیے مذہب مقتدی کی رعایت شرط کی ہے ان کے نزدیک اس صورت میں مقتدی کی نماز ہو جاتی ہے اس لیے کہ ان صورتوں میں مقتدی کے مذہب کے موافق نماز میں کچھ خرابی نہیں ہوتی اور مقتدی کی نماز صحیح ہونے کے لیے ان کے نزدیک اسی قدر کافی ہے مگر بحر العلوم نے رسائل ارکان میں لکھا ہے کہ ایسی صورت میں میرے نزدیک مقتدی کو بھی اپنی نماز کا اعادہ کر لینا چاہیے اس لیے کہ جب امام کی نماز نہیں ہوئی تو مقتدی کی نماز جو اس پر موقوف تھی بدرجۂ اولیٰ نہ ہوگی اگرچہ فقہا ایسی حالت میں مقتدی کی نماز کی صحت کا فتویٰ دے چکے ہیں ۱۲

[2] ہمارے زمانے کے بعض متعصب مقلدین غیر مقلدین کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے یہاں تک کہ اگر کسی امام کو بلند آواز سے آمین کہتے ہوئے سنا یا سینے پر ہاتھ باندھتے ہوئے دیکھا تو اپنی نماز کا اعادہ کر لیتے ہیں میری ناقص فہم میں یہ تعصب نہایت برا ہے اور غالباً کوئی عقلمند بھی جو شریعت کے مقاصد سے واقف ہے اس فعل قبیح کو جس سے امت میں افتراق پیدا ہو جائز نہ رکھے گا ہاں اگر کوئی غیر مقلد ہمارے امام صاحب کو برا کہتا ہو تو وہ ایک مسلمان کی غیبت کرنے سے فاسق ہو جائے گا اس صورت میں اس کے پیچھے نماز مکروہ ہوگی مگر جائز پھر بھی رہے گی۔ یہ دوسری بات ہے کہ ایسے کم علموں پر تقلید واجب ہے۔ ۱۲

Marfat.com

۶۔ مقتدی کو امام کے انتقالات کا مثل رکوع قومے سجدوں اور قعدوں وغیرہ کا علم ہونا خواہ امام کو دیکھ کر یا اس کی یا کسی مکبر[1] کی آواز سن کر یا کسی مقتدی کو دیکھ کر۔ اگر مقتدی کو امام کے انتقالات کا علم نہ ہو خواہ کسی چیز کے حائل ہونے کے سبب سے یا اور کسی وجہ سے تو اقتدا صحیح نہ ہوگی اور اگر کوئی حائل مثل پردے یا دیوار وغیرہ کے ہو مگر امام کے اکثر انتقالات معلوم ہوتے ہوں تو اقتدا درست ہے۔ (درمختار۔ ردالمحتار وغیرہ)

۷۔ مقتدی کو امام کے حال کا معلوم کرنا کہ وہ مسافر ہے یا مقیم خواہ نماز سے پہلے معلوم ہو جائے یا نماز سے فارغ ہونے کے بعد فوراً یہ اس وقت جب امام چار رکعت والی نماز کو دو رکعت پڑھ کر ختم کر دے اور شہر یا گاؤں کے اندر ہو۔ اگر شہر یا گاؤں سے باہر ہو تو پھر مقتدی کو امام کے حال کا جاننا شرط نہیں۔ اس لیے کہ ایسی حالت میں ظاہر یہ ہے کہ وہ مسافر ہوگا اور چار رکعت کو دو رکعت اس نے قصر کر کے پڑھا ہوگا۔ نہ سہو کے سبب سے۔ اسی طرح اگر نماز چار رکعت والی نہ ہو یا پوری رکعتیں پڑھے (درمختار۔ ردالمحتار وغیرہ)

یہ شرط اس لیے لگائی گئی ہے کہ اگر امام چار رکعت نماز کو دو رکعت پر ختم کر دے اور مقتدی کو اس کے مقیم یا مسافر ہونے کا علم نہ ہو تو اسے سخت تردد ہوگا کہ امام نے دو رکعت سہو کے سبب سے پڑھی ہیں یا مسافر ہے اور قصر کیا ہے اور یہ تردد طرح طرح کی خرابیاں پیدا کرے گا۔

۸۔ مقتدی کو تمام ارکان میں سوا قراءت کے امام کا شریک رہنا خواہ امام کے ساتھ ادا کرے یا اس کے بعد یا اس سے پہلے بشرطیکہ اسی رکن کے اخیر تک امام اس کا شریک ہو جائے۔ پہلی صورت کی مثال۔ امام کے ساتھ ہی رکوع سجدہ وغیرہ کرے۔ دوسری صورت کی مثال۔ امام رکوع کر کے کھڑا ہو جاوے اس کے بعد مقتدی رکوع کرے۔ تیسری صورت کی مثال۔ امام سے پہلے رکوع کرے مگر رکوع میں اتنی دیر تک رہے کہ امام کا رکوع آ کے مل جائے۔ (ردالمحتار)

اگر کسی رکن میں امام کی شرکت نہ کی جائے مثلاً امام رکوع کرے اور مقتدی رکوع نہ کرے یا امام دو سجدے کرے اور مقتدی ایک ہی سجدہ کرے یا کسی رکن کی ابتدا امام سے پہلے کی جائے اور آخر تک امام اس میں شریک نہ ہو مثلاً مقتدی امام سے پہلے رکوع میں جائے اور قبل اس کے کہ امام

---

[1] جب جماعت زیادہ ہو جاتی ہے اور اس امر کا خیال ہوتا ہے کہ پچھلی صفوں کو امام کے انتقالات کا علم نہ ہوگا تو کچھ لوگوں کو مقتدیوں میں حکم دیتا ہے کہ وہ تکبیر چلا کر کہیں اس بات کا بیان آگے ہوگا ۱۲۔

Marfat.com

رکوع کرکے کھڑا ہو جائے ان دونوں صورتوں میں اقتدا درست نہ ہوگی۔

۹۔ مقتدی کا امام سے کم یا برابر ہونا زیادہ نہ ہونا۔ مثال (۱) قیام کرنے والے کی اقتدا قیام سے عاجز کے پیچھے درست ہے[۱] (۲) تیمم کرنے والے کے پیچھے خواہ وضو کا ہو یا غسل کا۔ وضو اور غسل کرنے والے کی اقتدا درست ہے[۲]۔ اس لیے کہ تیمم اور وضو اور غسل کا حکم طہارت میں یکساں ہے کوئی کسی سے کم زیادہ نہیں (۳) مسح کرنے والے کے پیچھے خواہ موزوں پر کرتا ہو یا پٹی پر دھونے والے کی اقتدا درست ہے اس لیے کہ مسح کرنا اور دھونا دونوں ایک درجے کی طہارت ہیں کسی کو کسی پر فوقیت نہیں (۴) معذور[۳] کی اقتدا معذور کے پیچھے درست ہے بشرطیکہ دونوں ایک ہی[۴] عذر میں مبتلا ہوں مثلاً دونوں کو سلسل البول ہو یا دونوں کو خروج ریح کا مرض ہو (۵) اُمی[۵] کی اقتدا اُمی کے پیچھے درست ہے بشرطیکہ مقتدیوں میں کوئی قاری نہ ہو (۶) عورت یا نابالغ کی

---

[۱] نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر نماز جو صحابہ کو پڑھائی تھی اس میں آپ بیٹھے ہوئے تھے اور صحابہ کھڑے ہوئے تھے اس سے معلوم ہوا کہ حالت عذر میں قیام نہ کرنا قیام سے کم اور قیام کرنے والوں کی اقتدا ایسے شخص کے پیچھے درست ہے ۱۲

[۲] امام محمدؒ کے نزدیک اس صورت میں اقتدا درست نہیں ان کے نزدیک غسل اور وضو کی طہارت تیمم سے قوی ہے ہاں جنازے کی نماز ان کے نزدیک بھی درست ہے ۱۲ (بحرالرائق)

[۳] معذور سے وہی اصطلاحی معنی مراد ہیں جس کی تشریح جلد اول کے صفحات میں گزر چکی ہے ۱۲

[۴] صاحب بحرالرائق وغیرہ کے نزدیک دو معذوروں کے ایک ہونے کا یہ مطلب ہے کہ دونوں کا اثر ایک ہو دونوں میں نجاست حکمیہ یعنی حدث اصغر بھی ہوتا ہے اور نجاست حقیقیہ بھی ہوتی ہے۔ ہاں خروج ریح اور سلسل البول ان کے نزدیک بھی دو عذر ہیں کیونکہ خروج ریح میں صرف نجاست حکمیہ ہوتی ہے اور سلسل البول میں دونوں صاحب درمختار نے بھی اسی مطلب کو اختیار کیا ہے مگر اور کتابوں میں اس کے خلاف ہے ان کے نزدیک عذر کے ایک ہونے کا یہ مطلب ہے کہ جو عذر ایک کو ہو وہی دوسرے کو ہو اس مطلب کے موافق ہو اتق سلسل البول اور زخم کا بہنا دو عذر ہوں گے نہرالفائق اور کبیری وغیرہ نے اسی مطلب کو اختیار کیا ہے حلیہ میں اسی کو امام صاحبؒ کا مذہب لکھا ہے علامہ ابن عابدین نے ردالمحتار میں اسی مطلب کو احسن لکھا ہے اور صاحب درمختار پر اعتراض کیا ہے کہ باوجودیکہ وہ اکثر نہرالفائق کی اتباع کیا کرتے ہیں یہاں کیوں اس کو چھوڑ کر بحرالرائق کی تقلید کرلی ۱۲۔

[۵] امی وہ جاہل ہے جسے قرآن مجید کی ایک آیت بھی یاد نہ ہو۔ قاری جو ایسا نہ ہو ۱۲

Marfat.com

اقتدا بالغ مرد کے پیچھے درست ہے (۷) عورت کی اقتدا عورت یا مخنث کے پیچھے درست ہے۔ (۸) نابالغ عورت یا نابالغ مرد کی اقتدا نابالغ مرد کے پیچھے درست ہے (۹) نفل پڑھنے والے کی اقتدا واجب پڑھنے والے کے پیچھے درست ہے۔ مثلاً کوئی شخص ظہر کی نماز پڑھ چکا ہو اور وہ کسی ظہر کی نماز پڑھنے والے کے پیچھے نماز پڑھے یا عید کی نماز پڑھ چکا ہو اور وہ دوبارہ پھر نماز میں شریک ہو جائے (۱۰) نفل پڑھنے والے کی اقتدا نفل پڑھنے والے کے پیچھے درست ہے (۱۱) قسم کی نماز پڑھنے والے کی اقتدا نذر کی نماز پڑھنے والے کے پیچھے درست ہے بشرطیکہ دونوں کی نذر ایک ہو مثلاً ایک شخص کی نذر کے بعد دوسرا شخص کہے کہ میں نے بھی اسی چیز کی نذر کی جس کی فلاں شخص نے نذر کی ہے۔ حاصل یہ کہ جب مقتدی امام سے کم یا برابر ہوگا تو اقتدا درست ہو جائے گی۔ اب ہم وہ صورتیں لکھتے ہیں جن میں مقتدی امام سے زیادہ ہے اور اقتدا درست نہیں۔

(۱) بالغ کی اقتدا خواہ مرد ہو یا عورت نابالغ کے پیچھے۔ (۲) مرد کی اقتدا خواہ بالغ ہو یا نابالغ عورت کے یا مخنث کے پیچھے۔ (۳) مخنث کی مخنث کے پیچھے۔ (۴) جس عورت کو اپنے حیض کا زمانہ[1] یاد نہ ہو اس کی اقتدا اسی قسم کی عورت کے پیچھے۔ ان دونوں صورتوں میں مقتدی کا امام سے زیادہ ہونا ظاہر نہیں ہوتا اس لیے یہ شبہ کیا جاتا ہے کہ جب مقتدی امام سے زیادہ نہیں بلکہ اس کی برابر ہے تو اقتدا کیوں درست نہ ہوگی مگر اس کا جواب یہ ہے کہ پہلی صورت میں جو مخنث امام ہے شاید عورت ہو اور جو مخنث مقتدی ہے شاید مرد ہو اس لیے کہ مخنث میں دونوں احتمال ہوتے ہیں پس مقتدی کے امام سے بڑھ جانے کا خوف ہے اسی طرح دوسری صورت میں جو عورت امام ہے شاید یہ زمانہ اس کے حیض کا ہو اور جو مقتدی ہے اس کی طہارت کا پس اس صورت میں بھی مقتدی کے امام سے بڑھ جانے کا خوف ہے۔ (۵) مخنث کی عورت کے پیچھے اس خیال سے کہ شاید وہ مخنث مرد ہو۔ (۶) ہوش و حواس والے کی اقتدا مجنون مست بے ہوش بے عقل کے پیچھے۔ (۷) طاہر کی اقتدا طہارت سے معذور کے پیچھے مثل اس شخص کے جس کو سلس البول وغیرہ کی شکایت ہو۔ (۸) ایک عذر والے کی اقتدا دو عذر والے[2] کے پیچھے مثلاً کسی کو صرف خروج ریح کا مرض ہو وہ ایسے شخص کی اقتدا کرے جس کو خروج ریح اور سلس البول دو بیماریاں ہوں۔ (۹) ایک عذر والے کی اقتدا دوسرے عذر والے کے پیچھے مثلاً سلس البول

---

[1] حیض کا زمانہ یاد نہ ہونے کی صورت اور اس کا حکم بہت تفصیل سے جلد اول کے صفحہ (۱۳۵) میں بیان ہو چکا ہے ۱۲۔

[2] صاحب بحر الرائق وغیرہ کے نزدیک ایسی صورت میں اقتدا درست ہے اس لیے کہ ان کے نزدیک عذر کے زائد ہونے کا اور ہی مطلب ہے جو (۴۹) صفحہ کے حاشیہ میں بیان ہو چکا ہے ۱۲۔

Marfat.com

والا ایسے شخص کی اقتدا کرے جس کو نکسیر بہنے کی شکایت ہو۔ (۱۰) قاری کی اقتدا امی کے پیچھے۔ (۱۱) امی کی اقتدا امی کے پیچھے بحالیکہ مقتدیوں میں کوئی قاری موجود ہو۔ اس صورت میں امام کی نماز فاسد ہو جائے گی اس لیے کہ ممکن تھا کہ وہ اس قاری کو امام کر دیتا اور اس کی قرأت سب مقتدیوں کی طرف سے کافی ہو جاتی اور جب امام کی نماز فاسد ہو گئی تو سب مقتدیوں کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ جن میں وہ امی بھی ہے۔ (۱۲) امی کی اقتدا گونگے کے پیچھے اس لیے کہ امی اگرچہ بالفعل قرأت نہیں کر سکتا مگر قادر تو ہے گونگے میں تو یہ بھی نہیں۔ (۱۳) جس شخص کا جسم عورت چھپا ہوا ہو اس کی اقتدا برہنہ کے پیچھے۔ (۱۴) رکوع سجود کرنے والے کی اقتدا ان دونوں سے عاجز کے پیچھے۔ اگر کوئی شخص صرف سجدہ سے عاجز ہو اس کے پیچھے بھی اقتدا درست نہیں۔ (۱۵) فرض پڑھنے والے کی اقتدا نفل پڑھنے والے کے پیچھے۔ (۱۶) نذر کی نماز پڑھنے والے کی اقتدا نفل پڑھنے والے کے پیچھے اس لیے کہ نذر کی نماز واجب ہے۔ (۱۷) نذر کی نماز پڑھنے والے کی اقتدا قسم کی نماز پڑھنے والے کے پیچھے مثلاً اگر کسی نے قسم کھائی کہ میں آج چار رکعت پڑھوں گا اور کسی نے نذر کی تو وہ نذر کرنے والا اگر اس کے پیچھے نماز پڑھے تو درست نہ ہوگی اس لیے کہ نذر کی نماز واجب ہے اور قسم کی نفل قسم کی نماز میں اختیار ہے چاہے نماز پڑھ کے اپنی قسم پوری کرے یا کفارہ دے دے نماز نہ پڑھے۔ (۱۸) جس شخص سے صاف حروف نہ ادا ہو سکتے ہوں مثلاً سین کو ثے یا ذے کو غین پڑھتا ہو یا اور کسی حرف میں ایسا ہی تبادل تغیر ہوتا ہو تو اس کے پیچھے صاف اور صحیح پڑھنے والے کی نماز درست نہیں ہاں اگر پوری قرأت میں ایک آدھ حرف ایسا واقع ہو جائے تو اقتدا صحیح ہو جائے گی۔ (درمختار۔ ردالمحتار وغیرہ)

(۱۰) امام کا واجب الانفراد نہ ہونا یعنی ایسے شخص کو امام نہ بنانا جس کا منفرد رہنا ضروری ہے جیسے مسبوق امام کی نماز ختم ہو جانے کے بعد مسبوق کو اپنی چھوٹی ہوئی رکعتوں کا تنہا پڑھنا ضروری ہے پس اگر کوئی شخص کسی مسبوق کی اقتدا کرے تو درست نہ ہوگی۔ (درمختار وغیرہ)

(۱۱) امام کو کسی کا مقتدی نہ ہونا یعنی ایسے شخص کو امام نہ بنانا جو خود کسی کا مقتدی ہو خواہ حقیقۃً جیسے مدرک یا حکماً جیسے لاحق۔ لاحق اپنی ان رکعتوں میں جو امام کے ساتھ اس کو نہیں ملیں مقتدی کا حکم رکھتا ہے لہذا اگر کوئی شخص کسی مدرک یا لاحق کی اقتدا کرے تو درست نہیں اسی طرح مسبوق اگر اس کی یا لاحق مسبوق کی اقتدا کرے تب بھی درست نہیں۔ (ردالمحتار)

یہ گیارہ شرطیں جو ہم نے جماعت کے صحیح ہونے کی بیان کیں اگر ان میں سے کوئی شرط کسی مقتدی میں نہ پائی جائے گی تو اس کی اقتدا صحیح نہ ہوگی۔

جب کسی مقتدی کی اقتدا نہ صحیح ہوگی تو اس کی وہ نماز بھی نہ ہوگی جس کو اس نے بحالت اقتدا ادا کیا ہے۔ (در مختار وغیرہ)

جماعت کے احکام

جماعت شرط ہے۔ جمعہ اور عیدین کی نمازوں میں (بحر الرائق۔ در مختار وغیرہ)

جماعت واجب[1] ہے۔ پنج وقتی نمازوں میں خواہ گھر میں[2] پڑھی جائیں یا مسجد میں بشرطیکہ کوئی عذر نہ ہو۔ اور ترک جماعت کے عذر پندرہ ہیں جو اوپر بیان ہو چکے۔

جماعت سنت مؤکدہ۔ نماز تراویح میں اگرچہ ایک قرآن مجید جماعت کے ساتھ ہو چکا ہو اور نماز کسوف کے لیے بھی۔ (بحر الرائق وغیرہ)

جماعت مستحب ہے۔ رمضان کی وتر میں[3]۔

---

[1] جماعت میں بظاہر ہمارے فقہا کے دو قول معلوم ہوتے ہیں بعض کتابوں میں سنت مؤکدہ لکھا ہے بعض میں واجب اور اسی وجوب کو مذہب راجح اور اکثر محققین کا مذہب بیان کیا گیا (بحر الرائق۔ در مختار وغیرہ) مگر محقق ابن ہمام لکھتے ہیں کہ جن کتب میں اس کو سنت لکھا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جماعت کا ثبوت سنت یعنی حدیث سے ہے نہ یہ کہ خود جماعت سنت ہے پس ثابت ہوا کہ تمام مشائخ حنفیہ کا وجوب جماعت پر اتفاق ہے وجوب کے جو لوگ قائل ہیں ان کی دلیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت مواظبت ہے اور تارک جماعت پر سخت سے سخت وعید مثل آگ میں جلا دینے کے جو صحیح احادیث میں مذکور ہے نہ اور وہ احادیث اوپر نقل ہو چکیں ان احادیث میں ان لوگوں کو تارک جماعت کے عنوان سے یاد کر کے اس سزا کا اظہار کیا گیا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ اس سزا کا استحقاق ان کو ترک جماعت کے سبب سے ہوا تھا نہ کسی اور وصف کے سبب سے متاخرین میں جو لوگ جماعت کے سنت ہونے کے قائل ہیں ان کے شبہات اور ان کا جواب فتح الباری میں بتفصیل موجود ہے۔ ۱۲

[2] بعض علماء کے نزدیک گھر میں جماعت کرنا بدعت ہے یہ وہی لوگ ہیں جن کے نزدیک اذان کا جواب قدم سے دینا واجب ہے مگر اوپر ہم لکھ چکے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ اذان کا جواب زبان سے دینا واجب ہے لہذا گھر میں بھی جماعت کر لینا جائز ہے ہاں مسجد میں ثواب زیادہ ملے گا۔ ۱۲ (بحر الرائق منحۃ الخالق)

[3] بعض علماء کے نزدیک رمضان کی وتر میں جماعت مستحب نہیں ہے مگر یہ صحیح نہیں ہے ابن ہمام کے نزدیک تراویح کی طرح اس میں بھی جماعت سنت مؤکدہ ہے مگر شرح منیہ میں ہے کہ اس کی سنیت تراویح کی سنیت کے مثل نہیں ہے۔ ۱۲

جماعت مکروہ تنزیہی ہے۔ سوا رمضان کے اور کسی زمانہ کی وتر میں (بحر الرائق۔ منحۃ الخالق) اس کے مکروہ ہونے میں یہ شرط ہے کہ مواظبت کی جائے اور اگر مواظبت نہ کی جائے بلکہ کبھی کبھی دو تین آدمی جماعت سے پڑھ لیں تو مکروہ نہیں (شامی)

جماعت مکروہ تحریمی ہے۔ نماز خسوف میں۔ اور تمام نوافل میں بشرطیکہ اس اہتمام سے ادا کی جائیں جس اہتمام سے فرائض کی جماعت ہوتی ہے یعنی اذان و اقامت کے ساتھ یا اور کسی طریقے سے لوگوں کو جمع کرکے ہاں اگر بے اذان و اقامت کے اور بے بلائے ہوئے دو تین آدمی جمع ہو کر کسی نفل کو جماعت سے پڑھ لیں تو کچھ مضائقہ نہیں۔

ایسا ہی مکروہ تحریمی ہے۔ ہر فرض کی دوسری جماعت مسجد میں ان چار شرطوں سے

۱۔ مسجد محلے کی ہو عام رہگذر پر نہ ہو۔

۲۔ پہلی جماعت بلند آواز سے اذان و اقامت کہہ کر پڑھی گئی ہو۔

۳۔ پہلی جماعت ان لوگوں نے پڑھی ہو جو اس محلے میں رہتے ہیں اور جن کو اس مسجد کے انتظامات کا اختیار حاصل ہے۔

۴۔ دوسری جماعت اسی ہیئت اور اہتمام سے ادا کی جائے جس ہیئت اور اہتمام سے پہلی جماعت ادا کی گئی ہے۔

اگر دوسری جماعت مسجد میں نہ ادا کی جائے بلکہ گھر میں مکروہ[2] نہیں۔ اسی طرح اگر کوئی شرط ان چار شرطوں میں سے نہ پائی جائے مثلاً مسجد عام رہگذر پر ہو محلے[3] کی نہ ہو تو اس میں دوسری بلکہ تیسری چوتھی جماعت بھی مکروہ نہیں۔ یا پہلی جماعت بلند آواز سے اذان اور اقامت کہہ کر نہ پڑھی

---

[1] دو تین کی قید اس لیے لگائی گئی ہے کہ تین سے زیادہ آدمیوں کی جماعت کے مکروہ نہ ہونے میں اختلاف ہے تین تک بالاتفاق مکروہ نہیں ۱۲ (بحر الرائق وغیرہ)

[2] نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ عنہم بعد جماعت ہو جانے کے گھروں میں جماعت کرتے تھے۔ اس کے مکروہ نہ ہونے میں کسی کو اختلاف نہیں۔ ۱۲۔

[3] جس مسجد میں امام اور مؤذن مقرر ہو اور جماعت کا وقت معین اور لوگوں کو معلوم ہو اس مسجد کو محلے کی مسجد کہتے ہیں (شامی) اگر امام اور مؤذن مقرر نہ ہو یا جماعت کا وقت معین اور مقرر نہ ہو تو وہ رہگذر کی مسجد ہے محلے کی نہیں ۱۲۔

Marfat.com

گئی ہو تو دوسری جماعت مکروہ نہیں۔ یا پہلی جماعت ان لوگوں نے پڑھی ہو جو اس محلے میں نہیں رہتے نہ ان کو مسجد کے انتظامات کا اختیار حاصل ہے۔ یا دوسری جماعت اُس ہیئت سے نہ ادا کی جائے[1] جس ہیئت سے پہلی جماعت ادا کی گئی ہے جس جگہ پہلی جماعت کا امام کھڑا ہوا تھا دوسری جماعت کا امام وہاں سے ہٹ کر کھڑا ہو تو ہیئت بدل جائے گی اور یہ جماعت مکروہ نہ ہوگی۔ (ردالمحتار)

حرمین شریفین کی مسجدیں عام رہ گزر کی مسجد کا حکم رکھتی ہیں اس لیے کہ ان کی جماعت کا وقت معین اور معلوم نہیں لہٰذا ان میں دوسری جماعت مکروہ نہیں۔ (ردالمحتار)

مقتدی اور امام کے متعلق مسائل

۱۔ مقتدیوں کو چاہیے کہ تمام حاضرین میں امامت کے لائق جس میں اوصاف زیادہ ہوں اس کو امام بنائیں اور اگر کئی شخص ایسے ہوں جن میں امامت کی لیاقت ہو تو غلبہ رائے پر عمل کریں یعنی

---

[1] اگرچہ ظاہر الروایت میں حنفیہ کے نزدیک دوسری جماعت کی کراہت منقول ہے اور اسی بنا پر بعض علما اس صورت میں بھی دوسری جماعت کو مکروہ کہتے ہیں مگر قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ کے نزدیک اگر ہیئت بدل دی جائے تو مکروہ نہیں اور انہیں کے قول پر فتویٰ ہے علامہ ابن عابدین نے ردالمحتار میں اس کو بہت بسط سے لکھا ہے احادیث سے بھی دوسری جماعت کا جواز نکلتا ہے۔ ترمذی اور ابو داؤد میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو تنہا نماز پڑھتے دیکھا تو فرمایا کہ کون ہے جو اس کے ساتھ احسان کرے اور اس کے ساتھ نماز پڑھ لے یعنی اُس کو جماعت کا ثواب دلا دے پس ایک شخص کھڑے ہو گئے اور انھوں نے اس کے ساتھ نماز پڑھ لی۔ بعض روایت میں ہے کہ وہ شخص جو اس کے ساتھ نماز پڑھنے کھڑے ہو گئے امیر المومنین ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے اور نیز صحیح بخاری میں بطور تعلیق کے مذکور ہے کہ انس رضی اللہ عنہ بنی رفاعہ کی مسجد میں آئے اور وہاں نماز ہو چکی تھی انھوں نے وہاں پھر اذان و اقامت کے ساتھ دوسری جماعت ادا کی بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ اگر دوسری جماعت کی اجازت دی جائے گی تو پہلی جماعت کے کم ہو جانے کا خوف ہے حالانکہ یہ امر جب لازم آئے گا کہ دوسری جماعت بطور التزام کے قائم کر دی جائے اور جب بطور التزام کے ایک ہی جماعت مقرر ہے اور اتفاقاً کبھی کچھ لوگ اس میں نہ ہوئے تو ان کے جماعت کرنے سے یہ امر لازم نہیں آتا علاوہ اس کے جب پہلی جماعت کے برابر دوسری جماعت کا ثواب نہیں رکھا گیا تو طالبان ثواب کس طرح پہلی جماعت میں بھی نہ کریں گے اور یوں تو لوگ جماعت نہیں کرتے اس کا کیا علاج واللہ اعلم ۱۲

جس شخص کی طرف زیادہ لوگوں کی رائے ہو اس کو امام بناویں اور اگر کسی ایسے شخص کے ہوتے ہوئے جو امامت کے لائق ہے کسی نالائق کو امام کر دیں گے تو ترکِ سنت کی خرابی میں مبتلا ہوں گے سب سے زیادہ استحقاقِ امامت اس شخص کو ہے جو نماز کے مسائل خوب جانتا ہو بشرطیکہ ظاہراً اس میں کوئی فسق وغیرہ نہ ہو اور جس قدر قرأت مسنون ہے اسے یاد ہو پھر وہ شخص جو قرآن مجید اچھا پڑھتا ہو یعنی عمدہ آواز سے اور قرأت کے قواعد کے موافق۔ پھر وہ شخص جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو پھر وہ شخص جو سب میں زیادہ عمر رکھتا ہو پھر وہ شخص جو سب میں زیادہ خلیق ہو۔ پھر وہ شخص جو سب میں زیادہ خوبصورت ہو پھر وہ شخص جو عمدہ لباس پہنے ہو پھر وہ شخص جس کا سر سب سے زیادہ بڑا ہو۔ پھر وہ شخص جو مقیم ہو بہ نسبت مسافروں کے۔ پھر وہ شخص جو اصلی آزاد ہو پھر وہ شخص جس نے حدثِ اصغر سے تیمم کیا ہو بہ نسبت اُس کے جس نے حدثِ اکبر سے تیمم کیا ہو جس شخص میں دو وصف پائے جائیں وہ زیادہ مستحق ہے بہ نسبت اس کے جس میں ایک ہی وصف پایا جاتا ہو مثلاً وہ شخص جو نماز کے مسائل بھی جانتا ہو اور قرآن مجید بھی اچھا پڑھتا ہو زیادہ مستحق ہے بہ نسبت اس کے جو صرف نماز کے مسائل جانتا ہو قرآن مجید نہ اچھا پڑھتا ہو۔

۲۔ اگر کسی کے گھر میں جماعت کی جائے تو صاحبِ خانہ امامت کے لیے زیادہ مستحق ہے اس کے بعد وہ شخص جس کو وہ امام بنا دے ہاں اگر صاحبِ خانہ بالکل جاہل ہو اور دوسرے لوگ مسائل سے واقف ہوں تو پھر انہیں کو استحقاق ہوگا (درمختار، شامی وغیرہ)

جس مسجد میں کوئی امام مقرر ہو اس مسجد میں اُس کے ہوتے ہوئے دوسرے کو امامت کا استحقاق نہیں ہاں اگر وہ کسی دوسرے کو امام بنا دے تو پھر مضائقہ نہیں۔

قاضی یا بادشاہ کے ہوتے ہوئے دوسرے کو امامت کا استحقاق نہیں (درمختار وغیرہ)

۳۔ بے رضامندی قوم کے امامت کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ ہاں اگر وہ شخص سب سے زیادہ استحقاقِ امامت رکھتا ہو یعنی امامت کے اوصاف اس کے برابر کسی میں نہ پائے جاتے ہوں تو پھر اس کے اوپر کچھ کراہت نہیں (درمختار وغیرہ)

۴۔ فاسق[1] اور بدعتی کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے ہاں اگر خدانخواستہ سوا ایسے لوگوں کے

---

[1] فاسق وہ شخص ہے جو ممنوعاتِ شرعیہ کا مرتکب ہوتا ہو مثل شراب خوار، چغلخور، غیبت کرنے والے وغیرہ کے بدعتی وہ جو ایسا فعل عبادت سمجھ کے کرے جس کی اصل شریعت میں نہ ہو نہ قرآن مجید سے اس کا ثبوت ہو نہ احادیث سے نہ قیاس سے نہ اجماع سے فاسق اور بدعتی میں فرق یہ ہے کہ فاسق گناہ کو گناہ سمجھ کر کرتا ہے اور بدعتی گناہ کو عبادت سمجھ کر کرتا ہے لہٰذا بدعتی کا مرتبہ فاسق سے بھی بدتر ہے اور اس کے پیچھے نماز پڑھنے میں زیادہ کراہت ہے ۱۲

کوئی دوسرا شخص وہاں موجود نہ ہو تو پھر مکروہ نہیں۔ (در مختار۔ شامی وغیرہ)

۵۔ غلام کا اگرچہ آزاد شدہ ہو اور گنوار یعنی گاؤں کے رہنے والے کا اور نابینا کا یا ایسے شخص کا جسے رات کو کم نظر آتا ہو اور ولدالزنا یعنی حرامی کا امام بنانا مکروہ تنزیہی ہے ہاں اگر یہ لوگ صاحب علم و فضل ہوں اور لوگوں کو ان کا امام بنانا ناگوار نہ ہو تو پھر مکروہ نہیں اسی طرح کسی ایسے حسین نوجوان کو امام بنانا جس کی ڈاڑھی نہ نکلی ہو اور بے عقل کو امام بنانا مکروہ تنزیہی ہے۔

اگر کسی کو ایسا مرض ہو جس سے لوگوں کو نفرت ہوتی ہے مثل سپید داغ۔ جذام وغیرہ کے تو اس کا امام بنانا بھی مکروہ تنزیہی ہے۔ (در مختار وغیرہ)

۶۔ نماز کے فرائض اور واجبات میں تمام مقتدیوں کو امام کی موافقت کرنا واجب ہے۔ ہاں سنن وغیرہ میں موافقت کرنا واجب نہیں پس اگر امام شافعی المذہب ہو اور رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت ہاتھوں کو اٹھائے تو حنفی مقتدی کو ہاتھوں کا اٹھانا ضروری نہیں اس لیے کہ ہاتھوں کا اٹھانا ان کے نزدیک بھی سنت ہے اسی طرح فجر کی نماز میں شافعی مذہب قنوت پڑھے گا تو حنفی مقتدی کو ضروری نہیں۔ ہاں وتر میں البتہ چونکہ قنوت پڑھنا واجب ہے لہٰذا اگر شافعی امام اپنے مذہب کے موافق رکوع کے بعد پڑھے تو حنفی مقتدیوں کو بھی رکوع کے بعد پڑھنا چاہیے۔ (رد المحتار وغیرہ)

۷۔ امام کو نماز میں زیادہ بڑی بڑی سورتیں پڑھنا جو مقدار مسنون سے بھی زیادہ ہوں یا رکوع سجدے وغیرہ میں زیادہ دیر تک رہنا مکروہ تحریمی ہے بلکہ امام کو چاہیے کہ اپنے مقتدیوں کی حاجت اور ضرورت اور ضعف وغیرہ کا خیال رکھے جو سب میں زیادہ صاحب ضرورت[۳] ہو اس کی رعایت کر کے قرأت وغیرہ کیے

---

[۱] ان لوگوں کا امام بنانا اس لیے مکروہ ہے کہ اکثر غلام اور گنوار اور ولدالزنا کو علم دین حاصل کرنے کا موقع نہیں ملتا غلام کو اپنے آقا کی خدمت سے فرصت نہیں ملتی گنوار کو دیہات میں کوئی ذی علم نہیں ملتا اور ولدالزنا کا کوئی تربیت کرنے والا نہیں ہوتا علاوہ اس کے ان لوگوں کی امامت سے بعض لوگوں کو طبعی تنفر بھی ہوتا ہے۔ واللہ اعلم ۱۲

[۲] حدیث میں آیا ہے کہ امام کو تخفیف اور آسانی کرنا چاہیے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت ڈانٹا کہ وہ کیوں نماز عشا میں بڑی بڑی سورتیں پڑھتے ہیں جس سے ان کی قوم کو تکلیف ہوتی ہے ۱۲

[۳] ایک مرتبہ ایک بچہ کے رونے کی آواز سن کر آنحضرت نے فجر کی نماز میں صرف قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پر اکتفا کی تھی کیونکہ ماں اس کی نماز میں تھی ۱۲ -

Marfat.com

بلکہ زیادہ ضرورت کے وقت مقدار مسنون سے بھی کم قرأت کرنا بہتر ہے۔ تاکہ لوگوں کا حرج نہ ہو جو قلت جماعت کا سبب ہو جائے۔

۸- اگر ایک ہی مقتدی ہو اور وہ مرد ہو یا نابالغ لڑکا تو اس کو امام کے داہنے جانب امام کے برابر یا کچھ پیچھے ہٹ کر کھڑا ہونا چاہئے اگر بائیں جانب یا امام کے پیچھے کھڑا ہو تو مکروہ ہے۔ (درمختار وغیرہ)

۹- اگر ایک سے زیادہ مقتدی ہوں تو ان کو امام کے پیچھے صف باندھ کر کھڑا ہونا چاہئے اگر امام کے داہنے بائیں جانب کھڑے ہوں اور دو ہوں تو مکروہ تنزیہی ہے اور اگر دو سے زیادہ ہوں تو مکروہ تحریمی ہے اس لئے کہ جب دو سے زیادہ مقتدی ہوں تو امام کا آگے کھڑا ہونا واجب ہے۔

(درمختار شامی)

۱۰- اگر نماز شروع کرتے وقت ایک ہی مرد مقتدی تھا اور وہ امام کے داہنے جانب کھڑا ہوا اس کے بعد اور مقتدی آ گئے تو پہلے مقتدی کو چاہئے کہ پیچھے ہٹ آئے تاکہ سب مقتدی مل کر امام کے پیچھے کھڑے ہوں اگر وہ نہ ہٹے تو ان مقتدیوں کو چاہئے کہ اس کو کھینچ لیں اور اگر ناواقفیت سے وہ مقتدی امام کے داہنے یا بائیں جانب کھڑے ہو جائیں پہلے مقتدی کو پیچھے نہ ہٹائیں تو امام کو چاہئے کہ خود آگے بڑھ جائے تاکہ وہ مقتدی سب مل جائیں اور امام کے پیچھے ہو جائیں اسی طرح اگر پیچھے ہٹنے کی جگہ نہ ہو تب بھی امام ہی کو چاہئے کہ آگے بڑھ جائے۔

۱۱- اگر مقتدی عورت ہو یا نابالغ لڑکی تو اس کو چاہئے کہ امام کے پیچھے کھڑی ہو خواہ ایک ہو یا ایک سے زائد۔

۱۲- اگر مقتدیوں میں مختلف قسم کے لوگ ہوں کچھ مرد کچھ عورتیں کچھ مخنث کچھ نابالغ تو امام کو چاہئے کہ اس ترتیب سے ان کی صفیں قائم کرے پہلے مردوں کی صفیں پھر نابالغ لڑکوں کی پھر نابالغ لڑکیوں کی پھر بالغ مخنثوں کی پھر نابالغ مخنثوں کی پھر بالغ عورتوں کی

۱۳- امام کو چاہئے کہ صفیں سیدھی کرے یعنی صف میں لوگوں کو آگے پیچھے کھڑے ہونے سے منع کرے سب کو برابر کھڑا ہونے کا حکم دے صف میں ایک دوسرے سے مل کر کھڑا ہونا چاہئے۔ درمیان میں خالی جگہ نہ رہنا چاہئے مگر مخنثوں کی صف میں البتہ ایک دوسرے سے مل کر نہ کھڑا ہونا چاہئے بلکہ درمیان میں کوئی حائل یا خالی جگہ جس میں ایک آدمی کھڑا ہو سکے چھوڑ دی جائے اس لئے کہ ہر مخنث میں مرد اور عورت دونوں کا احتمال ہے لہذا مل کر کھڑے ہونے میں نماز فاسد ہو جائے گی۔

۱۴- تنہا ایک شخص کا صف کے پیچھے کھڑا ہونا مکروہ ہے بلکہ ایسی حالت میں چاہئے کہ صف

Marfat.com

سے کسی آدمی کو کھینچ کر اپنے ہمراہ کھڑا کرلے۔

پہلی صف اس جگہ کے ہوتے ہوئے دوسری صف میں کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ ہاں جب پہلی صف پوری ہو جائے تب دوسری صف میں کھڑا ہونا چاہیے۔

۱۵۔ اگر جماعت صرف عورتوں کی ہو یعنی امام بھی عورت ہو تو امام کو مقتدیوں کے بیچ میں کھڑا ہونا چاہیے آگے بڑھ کر کھڑا ہونا چاہیے خواہ ایک مقتدی ہو یا ایک سے زائد۔

مگر یہ ہے کہ صرف عورتوں کی جماعت مکروہ نہیں بلکہ جائز ہے۔[۱]

۱۶۔ اگر جماعت صرف خنثوں کی ہو تو ان کا امام مقتدیوں سے آگے کھڑا ہو مقتدیوں کے بیچ میں یا ان کے برابر نہ کھڑا ہو اگرچہ ایک ہی مقتدی ہو اگر امام مقتدیوں کے برابر کھڑا ہو جائے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ وجہ اس کی اوپر گزر چکی۔

۱۷۔ مرد کو صرف عورتوں کی امامت کرنا ایسی جگہ مکروہ تحریمی ہے جہاں کوئی مرد نہ ہو نہ کوئی محرم عورت مثل اس کی زوجہ یا ماں بہن وغیرہ کے موجود ہو۔ ہاں اگر کوئی مرد یا محرم عورت موجود ہو تو پھر مکروہ نہیں۔ (در مختار وغیرہ)

۱۸۔ اگر کوئی شخص تنہا فجر یا مغرب یا عشا کا فرض آہستہ آواز سے پڑھ رہا ہو اسی اثنا میں کوئی شخص اس کی اقتدا کرے تو اس پر بلند آواز سے قرأت کرنا واجب ہے پس اگر سورۂ فاتحہ یا دوسری سورت بھی آہستہ آواز سے پڑھ چکا ہو تو اس کو چاہیے کہ پھر سورۂ فاتحہ اور دوسری سورت کو بلند آواز سے پڑھے اس لیے کہ امام کو فجر مغرب عشاء کے وقت بلند آواز سے قرأت کرنا واجب ہے۔[۲] ہاں سورۂ فاتحہ کے مکرر ہو جانے سے سجدہ سہو کرنا پڑے گا۔ (در مختار وغیرہ)

---

[۱] ہمارے فقہا صرف عورتوں کی جماعت کو مکروہ تحریمی لکھتے ہیں مگر چونکہ احادیث میں مذکور ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا عورتوں کی امامت کرتی تھیں اور ام ورقہ کو حضرت نے امامت کی اجازت دی تھی اس لیے مکروہ تحریمی کہنا بالکل خلاف تحقیق ہے۔ امام محمد نے کتاب الآثار میں لکھا ہے کہ ہم کو اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ عورت امامت کرے اس عبارت سے یہ نکلتا ہے کہ حنفیہ کے نزدیک صرف عورتوں کی جماعت مستحب نہیں ہے نہ یہ کہ مکروہ ہے معلوم نہیں ہمارے فقہانے کراہت کہاں سے ثابت کی۔ مولانا ابوالحسنات نور اللہ مرقدہ نے اس مسئلہ میں ایک جامع اور محقق رسالہ تصنیف فرمایا ہے جزاہ اللہ خیر الجزا۔ ۱۲

[۲] بعض فقہا کے نزدیک اگر سورۂ فاتحہ نصف سے کم آہستہ آواز سے پڑھ چکا ہے تو پھر بلند آواز سے پڑھے ورنہ جس قدر آہستہ آواز سے پڑھ چکا ہے اس کو بلند آواز سے نہ پڑھے بلکہ اس کے آگے سے ۱۲ شامی ۱۲

Marfat.com

۱۹ - امام کو اور ایسا ہی منفرد کو مستحب ہے کہ اپنی ابرو کے سامنے خواہ داہنے جانب یا بائیں جانب کوئی ایسی چیز کھڑی کر لے جو ایک گز یا اس سے زیادہ اونچی اور ایک انگلی کے برابر موٹی ہو، اگر مسجد میں نماز پڑھتا ہو یا ایسے مقام میں جہاں لوگوں کا نماز کے سامنے سے گزر نہ ہوتا ہو تو اس کی کچھ ضرورت نہیں۔

امام کا سترہ[1] تمام مقتدیوں کی طرف سے کافی ہے سترہ قائم ہو جانے کے بعد نماز کے آگے سے نکل جانے میں کچھ گناہ نہیں لیکن اگر سترہ کے اس طرف سے کوئی شخص نکلے گا تو وہ گنہگار ہوگا۔

۲۰ - لاحق یعنی وہ مقتدی جس کی کچھ رکعتیں یا سب رکعتیں بعد شریک جماعت ہونے کے جاتی رہیں خواہ بعذر مثلاً نماز میں سو جائے اور اس درمیان میں کوئی رکعت وغیرہ جاتی رہے یا لوگوں کی کثرت سے رکوع سجدے وغیرہ نہ کر سکے یا وضو ٹوٹ جائے اور وضو کرنے کے لیے چلا جائے اور اس درمیان میں اس کی رکعتیں جاتی رہیں نماز خوف[2] میں پہلا گروہ لاحق ہے۔ اسی طرح جو مقیم مسافر کی اقتدا کرے اور مسافر قصر کرے تو وہ مقیم بعد امام کے نماز ختم کرنے کے لاحق ہے یا بے عذر جاتی رہیں مثلاً امام سے پہلے کسی رکعت کا رکوع سجدہ کر لے تو یہ رکعت اس کی کالعدم سمجھی جائے گی اور اس رکعت کے اعتبار سے وہ لاحق سمجھا جائے گا۔

لاحق کو واجب ہے کہ پہلے اپنی ان رکعتوں کو ادا کرے جو اس کی جاتی رہی ہیں بعد ان کے ادا کرنے کے اگر جماعت باقی ہو تو شریک جماعت ہو جائے ورنہ باقی نماز بھی پڑھ لے۔

لاحق اپنی گئی ہوئی رکعتوں میں بھی مقتدی سمجھا جائے گا یعنی مقتدی پر قرأت نہیں کی جاتی ویسے ہی لاحق بھی قرأت نہ کرے بلکہ سکوت کیے ہوئے کھڑا رہے اور جیسے مقتدی کو اگر سہو ہو جائے تو سجدہ سہو کی ضرورت نہیں ہوتی ویسے ہی لاحق کو بھی اور تمام باتوں میں جیسا کہ مقتدی پر امام کا اتباع واجب ہوتا ہے ویسا ہی لاحق پر بھی۔

---

[1] سترہ اس چیز کو کہتے ہیں جو نمازی اپنے سامنے کھڑی کرتا ہے ۱۲

[2] نماز خوف اس نماز کو کہتے ہیں جو دشمن سے لڑائی کے وقت پڑھی جاتی ہے چونکہ اس میں لشکر کے دو حصے کر دیے جاتے ہیں پہلا حصہ آدھی نماز امام کے ساتھ پڑھ کر میدان جنگ میں چلا جاتا ہے۔ اس کے بعد دوسرا حصہ آکر آدھی نماز پڑھ کر میدان میں چلا جاتا ہے اس کے بعد پہلا حصہ آکر اپنی نماز ختم کرتا ہے اور پھر میدان میں چلا جاتا ہے اس کے بعد دوسرا حصہ آکر اپنی نماز تمام کر لیتا ہے۔ پہلا حصہ لاحق ہے اور دوسرا حصہ مسبوق ۱۲۔

۲۱۔ مسبوق کو چاہیئے کہ پہلے امام کے ساتھ شریک ہو کر جس قدر نماز باقی ہو جماعت سے ادا کرے بعد امام کی نماز ختم ہونے کے کھڑا ہو جائے اور اپنی گئی ہوئی رکعتوں کو ادا کرے مسبوق کو اپنی گئی ہوئی رکعتیں منفرد کی طرح قرأت کے ساتھ ادا کرنا چاہیئے اور اگر کوئی سہو ہو جائے تو اس کو سجدہ سہو بھی کرنا ضروری ہے۔

مسبوق کو اپنی گئی ہوئی رکعتیں اس ترتیب سے ادا کرنی چاہئیں پہلے قرأت والی پھر بے قرأت کی اور جو رکعتیں امام کے ساتھ پڑھ چکا ہے ان کے حساب سے قعدہ کرے یعنی ان کی رکعتوں کے حساب سے جو دوسری ہو اس میں پہلا قعدہ کرے اور جو تیسری رکعت ہو اور نماز تین رکعت والی ہو تو اس میں اخیر قعدہ کرے وعلیٰ ہذا القیاس۔ مثال۔ ظہر کی نماز میں تین رکعت ہو جانے کے بعد کوئی شخص شریک ہو تو اس کو چاہیئے کہ بعد امام کے سلام پھیر دینے کے کھڑا ہو جائے اور گئی ہوئی تین رکعتیں اس ترتیب سے ادا کرے پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ دوسری سورت ملا کر رکوع سجدہ کر کے پہلا قعدہ کرے اس لیے کہ یہ رکعت اس ملی ہوئی رکعت کے حساب سے دوسری ہے پھر دوسری رکعت میں بھی سورۂ فاتحہ کے ساتھ دوسری سورت ملائے اور اس کے بعد قعدہ نہ کرے اس لیے کہ یہ رکعت اس ملی ہوئی رکعت کے حساب سے تیسری ہے پھر تیسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ دوسری سورت نہ ملائے کیونکہ یہ رکعت گئی نہ تھی۔

۲۲۔ اگر کوئی شخص لاحق بھی ہو اور مسبوق بھی مثلاً کچھ رکعتیں ہو جانے کے بعد شریک ہوا ہو اور بعد شرکت کے پھر کچھ رکعتیں اس کی چلی جائیں تو اس کو چاہیئے کہ پہلے اپنی ان رکعتوں کو ادا کرے جو بعد شرکت کے گئی ہیں جن میں وہ لاحق ہے اس کے بعد اگر جماعت باقی ہو تو اس میں شریک ہو جائے ورنہ باقی نماز بھی پڑھ لے مگر اس میں امام کی متابعت کا خیال رکھے بعد اس کے اپنی ان رکعتوں کو ادا کرے جن میں یہ مسبوق ہے۔ مثال۔ عصر کی نماز میں ایک رکعت ہو جانے کے بعد کوئی شخص شریک ہوا اور شریک ہونے کے بعد ہی اس کا وضو ٹوٹ گیا اور وضو کرنے گیا اس درمیان میں نماز ختم ہو گئی تو اس کو چاہیئے کہ پہلے ان تینوں رکعتوں کو ادا کرے جو بعد شریک ہونے کے گئی ہیں پھر اس رکعت کو جو اس کے شریک ہونے سے پہلے ہو چکی تھی اور ان تینوں رکعتوں کو مقتدی کی طرح ادا کرے یعنی قرأت نہ کرے اور ان تین کی پہلی رکعت میں قعدہ کرے اس لیے کہ یہ امام کی دوسری رکعت ہے اور امام نے اس میں قعدہ کیا تھا۔ پھر دوسری رکعت میں بھی قعدہ کرے اس لیے کہ یہ اس کی دوسری رکعت ہے پھر تیسری رکعت میں بھی قعدہ کرے اس لیے یہ امام کی چوتھی رکعت ہے امام نے اس میں قعدہ کیا تھا پھر اس رکعت کو ادا کرے

جو اس کے شریک ہونے سے پہلے ہو چکی تھی اور اس میں بھی قعدہ کرے اس لیے کہ یہ اس کی چوتھی رکعت ہے۔ اور اس رکعت میں اس کو قرأت بھی کرنا ہوگی اس لیے اس رکعت میں وہ مسبوق ہے اور مسبوق اپنی گئی ہوئی رکعتوں کے ادا کرنے میں منفرد کا حکم رکھتا ہے۔ (رد المحتار وغیرہ)

۲۳۔ مقتدیوں کو ہر رکن کا امام کے ساتھ ہی بلا تاخیر ادا کرنا سنت ہے۔ تحریمہ بھی امام کی تحریمہ کے ساتھ کریں رکوع بھی امام کے رکوع کے ساتھ قومہ بھی اس کے قومہ کے ساتھ سجدہ بھی اس کے سجدے کے ساتھ غرض کہ ہر فعل اس کے ہر فعل کے ساتھ ہاں اگر قعدۂ اولیٰ میں امام قبل اس کے کھڑا ہو جائے کہ مقتدی التحیات تمام کریں تو مقتدیوں کو چاہیے کہ التحیات تمام کر کے کھڑے ہوں اسی طرح قعدۂ اخیرہ میں اگر امام قبل اس کے کہ مقتدی التحیات تمام کریں، سلام پھیر دے تو مقتدیوں کو چاہیئے کہ التحیات تمام کر کے سلام پھیریں۔ ہاں رکوع سجدے وغیرہ میں اگر مقتدیوں نے تسبیح نہ پڑھی ہو تب بھی امام کے ساتھ ہی کھڑا ہونا چاہیئے۔

جماعت حاصل کرنے کا طریقہ

۱۔ اگر کوئی شخص اپنے محلے یا مکان کے قریب مسجد میں ایسے وقت پہنچا کہ وہاں جماعت ہو چکی ہو تو اس کو مستحب ہے کہ دوسری مسجد میں بتلاش جماعت جائے اور یہ بھی اختیار ہے کہ اپنے گھر میں واپس آکر گھر کے آدمیوں کو جمع کر کے جماعت کرے۔ (شامی وغیرہ)

۲۔ اگر کوئی شخص اپنے گھر میں فرض نماز تنہا پڑھ چکا ہو اس کے بعد دیکھے کہ وہی فرض جماعت سے ہو رہا ہے تو اس کو چاہیئے کہ جماعت میں شریک ہو جائے بشرطیکہ ظہر عشاء کا وقت ہو۔ فجر عصر مغرب کے وقت شریک جماعت نہ ہو اس لیے کہ فجر عصر کی نماز کے بعد نماز مکروہ ہے چنانچہ اوقات نماز کے بیان میں یہ مسئلہ گزر چکا اور مغرب کے وقت اس لیے کہ یہ دوسری نماز نفل ہوگی اور نفل میں تین رکعت منقول نہیں۔ (شرح وقایہ وغیرہ)

۳۔ اگر کوئی شخص فرض نماز شروع کر چکا ہو اور اسی حالت میں وہ فرض جماعت سے ہونے لگے تو اس کو چاہیے کہ فوراً نماز توڑ کر جماعت میں شریک ہو جائے بشرطیکہ اگر فجر کی نماز ہو تو دوسری رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو اور اگر کسی اور وقت کی نماز ہو تو تیسری رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو اگر فجر کے وقت دوسری رکعت کا سجدہ کر چکا ہو یا اور کسی وقت تیسری رکعت کا سجدہ کر چکا ہو تو پھر اس کو نماز تمام کر

Marfat.com

دینا چاہیے نماز تمام کر دینے کے بعد اگر جماعت باقی ہو اور ظہر عشا کا وقت ہو تو شریک جماعت ہو جائے۔ اگر عصر، مغرب، عشا کے وقت صرف پہلی یا دوسری رکعت کا بھی سجدہ کر چکا ہو تو دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دینا چاہیے نماز نہ توڑنا چاہیے۔

۴۔ اگر کوئی شخص نفل نماز شروع کر چکا ہو اور فرض جماعت ہونے لگے تو اس کو چاہیے کہ وہ دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دے اگرچہ چار رکعت نفل کی نیت کی ہو نفل نماز کو بھی توڑنا نہ چاہیے اگرچہ پہلی رکعت کا بھی سجدہ نہ کیا ہو۔ (در مختار وغیرہ)

یہی حکم ہے ظہر اور جمعہ کی سنت مؤکدہ کا کہ اگر شروع کر چکا ہو اور فرض ہونے لگے تو وہ دو ہی رکعت پڑھ کر سلام پھیر دے اور پھر ان سنتوں کو بعد فرض کے پڑھ لے ظہر کی سنتیں بعد ان دو سنتوں کے پڑھی جائیں جو فرض کے بعد ہیں۔ (شامی وغیرہ)

۵۔ اگر فرض نماز ہو رہی ہو تو پھر سنت وغیرہ نہ شروع کی جائے بشرطیکہ کسی رکعت کے چلے جانے کا خوف ہو ہاں اگر یقین یا گمان غالب ہو کہ کوئی رکعت نہ جانے پائے گی تو پڑھ لے مثلاً ظہر کے وقت جب فرض شروع ہو جائے اور خوف ہو کہ سنت پڑھنے سے کوئی رکعت جاتی رہے گی تو پھر مؤکدہ سنتیں جو فرض سے پہلے پڑھی جاتی ہیں چھوڑ دے اور فرض کے بعد دو رکعت سنت مؤکدہ پڑھ کر ان سنتوں کو پڑھ لے مگر فجر کی سنتیں چونکہ زیادہ مؤکدہ ہیں لہٰذا ان کے لیے حکم ہے کہ اگر فرض شروع ہو چکے ہوں تب بھی ادا کر لی جائیں بشرطیکہ قعدۂ اخیرہ[1] مل جانے کی امید ہو اگر قعدۂ اخیرہ کے بھی نہ ملنے کا خوف ہو تو پھر نہ پڑھے۔ (در مختار وغیرہ)

اگر یہ خوف ہو کہ فجر کی سنت میں اگر نماز کے سنن اور مستحبات وغیرہ کی پابندی سے ادا کی جائے گی تو جماعت نہ ملے گی تو ایسی حالت میں چاہیے کہ صرف فرائض اور واجبات پر اختصار کرے سنن وغیرہ کو چھوڑ دے فرض ہونے کی حالت میں جو سنتیں پڑھی جائیں خواہ فجر کی ہوں یا کسی اور وقت کی وہ ایسے مقام پر پڑھی جائیں جو مسجد سے علیحدہ ہو اس لیے کہ جہاں فرض نماز ہوتی ہو پھر کوئی دوسری نماز وہاں پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اور اگر کوئی ایسی جگہ نہ ملے تو صف سے علیحدہ مسجد کے

---

[1] بعض فقہا نے لکھا ہے کہ اگر ایک رکعت ملنے کی امید ہو تو سنت فجر پڑھے اور اگر امید نہ ہو تو چھوڑ دے خواہ قعدہ وغیرہ ملنے کی امید ہو یا نہیں۔ صاحب شرح وقایہ وغیرہ نے اس کو اختیار کیا ہے مگر ابن ہمام مؤلف فتح القدیر اور حلبی شارح منیہ نے اسی قول کی ترجیح دی ہے جو ہم نے اختیار کیا ہے ۱۲۔

Marfat.com

کسی گوشہ میں پڑھے اور یہ بھی نہ ہو تو نہ پڑھے (در مختار وغیرہ)

۶۔ اگر جماعت کا قعدہ مل جائے اور رکعتیں نہ ملیں تب بھی جماعت کا ثواب مل جائے گا اگرچہ اصطلاح فقہا میں اس کو جماعت کی نماز نہیں کہتے جماعت سے ادا کرنا جب ہی کہا جائے گا کہ جب کل رکعتیں مل جائیں یا اکثر رکعتیں مل جائیں مثلاً چار رکعت والی نماز کی تین رکعت مل جائیں یا تین رکعت والی نماز کی دو رکعتیں مل جائیں۔ اگرچہ بعض فقہا کے نزدیک جب تک کل رکعتیں نہ ملیں جماعت میں شمار نہیں ہوتا۔

۷۔ جس رکعت کا رکوع امام کے ساتھ مل جائے تو سمجھا جائے گا کہ وہ رکعت مل گئی ہاں اگر رکوع نہ ملے تو پھر اس رکعت کا شمار ملنے میں نہ ہوگا۔

نماز جن چیزوں سے فاسد ہوجاتی ہے

۱۔ نماز کے شرائط میں سے کسی شرط کا مفقود ہوجانا۔ مثال ۱۔ طہارت باقی نہ رہے طہارت کے باقی نہ رہنے کی بعض صورتوں میں نماز فاسد نہیں ہوتی جن کو ہم نماز کے کروہات کے بعد ایک مستقل عنوان سے بیان کریں گے۔ ۲۔ ہوش حواس درست نہ رہیں خواہ بے ہوشی کے سبب سے یا جنون کے سبب وغیرہ کی وجہ سے۔ ۳۔ سینے کو قصداً بے عذر قبلہ سے پھیرنا۔ اگر بے قصد بے اختیاری کی حالت میں سینہ قبلے سے پھر جائے تو اگر بقدر ادا کرنے کسی رکن کے مثل رکوع وغیرہ کے یہی حالت رہے تو نماز فاسد ہوگی ورنہ نہیں یا کسی عذر سے قصداً پھیرا جائے تب بھی نماز فاسد نہ ہوگی مثلاً حالت نماز میں کسی کو یہ شبہ ہو کہ وضو جاتا رہا اور وضو کرنے کے لیے سینہ قبلے سے پھیرے اور بعد اس کے یاد آجائے کہ وضو نہیں گیا اگر یہ یاد مسجد سے نکلنے کے قبل ہے تو نماز فاسد نہ ہوگی ورنہ فاسد ہوجائے گی۔

۲۔ نماز کے فرائض کا ترک ہوجانا خواہ عمداً یا سہواً مثلاً قرأت بالکل نہ کرے یا قیام رکوع سجدہ وغیرہ بے عذر ترک کر دیا جائے۔

۳۔ نماز کے واجبات کا عمداً چھوڑ دینا۔

۴۔ نماز کے واجبات کا سہواً چھوڑ کر سجدۂ سہو نہ کرنا۔

۵۔ حالت نماز میں کلام کرنا کلام کے مفسد نماز ہونے میں یہ شرط ہے کہ کم سے کم اس میں دو حروف ہوں یا ایسا ایک حرف ہو جس کے معنی سمجھ میں آجاتے ہوں۔ (در مختار وغیرہ)

Marfat.com

کلام کی پانچ قسمیں ہیں:۔ **پہلی قسم** کسی آدمی کے مخاطبہ میں یہ کلام ہر حال میں مفسد نماز ہے خواہ عمداً ہو یا سہواً عربی زبان میں ہو یا غیر عربی وہ لفظ قرآن مجید میں ہو یا نہیں۔ **مثال**۔ ۱۔ کوئی شخص یہ سمجھ کر کہ میں نماز میں نہیں ہوں یا اور کسی دھوکہ میں آ کر کسی آدمی سے کچھ کلام کرے۔ ۲۔ نماز کی حالت میں کسی آدمی سے کہے کہ اُقْتُلِ الْحَيَّةَ[1]۔ ۳۔ نماز کی حالت میں کسی سے کہے کہ پڑھو۔ ۴۔ کسی یحییٰ نام کے آدمی سے کہے کہ یَا يَحْيٰى خُذِ الْكِتَابَ[2] یا کسی موسیٰ نام کے آدمی سے کہے کہ یَا مُوْسٰى یا کسی سے کہے اِقْرَأْ[3] یہ سب الفاظ قرآن مجید کے ہیں۔ یہی حکم ہے سلام اور سلام کے جواب کا جب کسی آدمی کے مخاطبہ میں ہو۔ اور یہی حکم ہے اگر دوسرے کی چھینک کے جواب میں يَرْحَمُكَ اللّٰهُ[4] کہے یا اچھی خبر سن کر کے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ یا اسی طرح اور کوئی لفظ زبان سے نکل جائے اگر اللہ تعالیٰ کا نام سن کر جَلَّ جَلَالُهٗ کہے یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی سن کر درود شریف پڑھے تب بھی نماز فاسد ہو جائے گی بشرطیکہ اس کہنے سے اس شخص کا جواب دینا ہو۔ (درمختار وغیرہ)

حاصل۔ یہ کہ جب آدمیوں کے مخاطبہ میں کلام کیا جائے گا خواہ کسی قسم کا ہو اور کسی حالت میں ہو نماز فاسد ہو جائے گی۔

دوسری قسم۔ کسی جانور کے مخاطبہ میں کلام کرنا یہ کلام بھی ہر حال میں مفسد نماز ہے۔

تیسری قسم۔ خود بخود کلام کرنا۔ یہ کلام بھی مفسد نماز ہے بشرطیکہ عربی لفظ نہ ہو اور ایسی نہ ہو جو قرآن مجید میں وارد ہوئی ہو اور عربی لفظ ہو اور قرآن مجید میں وارد ہو تو اس سے نماز فاسد نہ ہوگی۔ مثلاً اپنی چھینک کے جواب میں اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہے یا اسی قسم کا کوئی اور لفظ زبان سے نکل جائے اگر کوئی لفظ کسی شخص کی سخن تکیہ ہو تو اس کے کہنے سننے سے بھی نماز فاسد ہو جائے گی اگرچہ وہ لفظ قرآن میں وارد ہو مثلاً نَعَمْ کسی کا سخن تکیہ ہو تو نَعَمْ کہنے سے اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اگرچہ یہ لفظ قرآن مجید میں ہے۔

چوتھی قسم ذکر اور دعا۔ یہ قسم بھی مفسد نماز ہے بشرطیکہ دعا غیر عربی عبارت میں ہو مگر قرآن مجید اور احادیث میں وارد نہ ہو نہ اس کا طلب کرنا غیر خدا سے حرام ہو۔ مثلاً حالت نماز میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرے کہ اللّٰهُمَّ اَعْطِنِي[5] الْمِلْحَ یا اَللّٰهُمَّ زَوِّجْنِي فُلَانَةَ[6] یہ دعائیں نہ قرآن مجید میں ہیں نہ

---

[1] سانپ کو مار ڈال ۱۲ [2] ترجمہ۔ اے یحییٰ کتاب لے لو ۱۲ [3] ترجمہ پڑھو ۱۲

[4] اللہ تم پر رحم کرے ۱۲ [5] ترجمہ۔ اے اللہ مجھے نمک عنایت فرما ۱۲ [6] ترجمہ۔ اے اللہ میرا نکاح فلاں عورت سے کر دے ۱۲

Marfat.com

احادیث میں نہ ان کا طلب کرنا غیر خدا سے ممنوع ہے لہذا ایسی دعاؤں سے نماز فاسد ہو جائے گی ہاں اگر قرآن مجید یا احادیث میں کوئی دعا وارد ہوئی ہو یا اس کا طلب کرنا غیر خدا سے ناجائز نہ ہو تو ایسی دعا سے نماز فاسد نہ ہوگی اگرچہ بے موقعہ پڑھی جائے مثلاً رکوع یا سجدوں میں۔

پانچویں قسم۔ حالت نماز میں لقمہ دینا یعنی کسی کو قرآن مجید کے غلط پڑھنے پر آگاہ کرنا۔ یہ قسم بھی مفسد نماز ہے بشرطیکہ لقمہ دینے والا مقتدی اور لینے والا اس کا امام نہ ہو۔

مسئلہ۔ چونکہ لقمہ دینے کا مسئلہ فقہا کے درمیان میں اختلافی ہے بعض علماء نے اس مسئلہ میں مستقل رسالے تصنیف کیے ہیں اس لیے ہم چند جزئیات اس کے اس مقام پر ذکر کرتے ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ مقتدی اگر اپنے امام کو لقمہ دے تو نماز فاسد نہ ہوگی خواہ امام بقدر ضرورت قرأت کر چکا ہو یا نہیں بقدر ضرورت سے وہ مقدار قرأت کی مقصود ہے جو مسنون ہے۔ (نہر الفائق شامی وغیرہ)

امام اگر بقدر ضرورت قرأت کر چکا ہو تو اس کو چاہیے کہ رکوع کر دے مقتدیوں کو لقمہ دینے پر مجبور نہ کرے۔ مقتدیوں کو چاہیے کہ جب تک ضرورت شدیدہ نہ پیش آئے امام کو لقمہ نہ دیں۔ ضرورت شدیدہ سے مراد یہ ہے کہ مثلاً اگر امام غلط پڑھ کر آگے بڑھنا چاہتا ہو یا رکوع نہ کرتا ہو یا سکوت کر کے کھڑا ہو جائے۔ اگر کوئی شخص کسی نماز پڑھنے والے کو لقمہ دے اور وہ لقمہ دینے والا اس کا مقتدی نہ ہو خواہ وہ بھی نماز میں ہو یا نہیں تو یہ شخص اگر لقمہ لے لے گا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی ہاں اگر اس کو خود بخود یاد آجائے خواہ اس کے لقمہ دینے کے ساتھ ہی یا پہلے پیچھے اس کے لقمہ دینے کو کچھ دخل نہ ہو تو اس کی نماز میں فساد نہ آئے گا۔ (شامی)

اگر کوئی نماز پڑھنے والا کسی ایسے شخص کو لقمہ دے جو اس کا امام نہیں خواہ وہ بھی نماز میں ہو یا نہیں ہر حال میں اس لقمہ دینے والے کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ (بحر الرائق وغیرہ)

مقتدی اگر کسی دوسرے شخص کا پڑھنا سن کر یا قرآن مجید میں دیکھ کر امام کو لقمہ دے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور امام اگر لقمہ لے لے گا تو اس کی نماز بھی۔

اسی طرح اگر حالت نماز میں قرآن مجید دیکھ کر قرأت کی جائے تب بھی نماز فاسد ہو جائیگی (درمختار) مقتدی کو چاہیے کہ لقمہ دینے میں تلاوت قرآن کی نیت نہ کرے بلکہ لقمہ دینے کی اس لیے کہ حنفیہ کے نزدیک مقتدی کو قرأت قرآن نہ کرنا چاہیے۔ (فتح القدیر وغیرہ)

۶۔ کھانسنا بے کسی عذر یا غرض صحیح کے۔ اگر کوئی عذر ہو مثلاً کسی کو کھانسی کا مرض ہو یا بے اختیار کھانسی آجائے یا کوئی غرض صحیح ہو تو پھر نماز فاسد نہ ہوگی (غرض صحیح کی مثال)

Marfat.com

ا۔ آواز صاف کرنے کے لیے کھانسے۔ ۲۔ مقتدی امام کو اس کی غلطی پر آگاہ کرنے کے لیے کھانسے۔ ۳۔ کوئی شخص اس غرض سے کھانسے کہ دوسرے لوگ سمجھ لیں کہ یہ نماز میں ہے۔

۷۔ رونا یا آہ یا اُف وغیرہ کرنا بشرطیکہ کسی مصیبت یا درد سے ہو اور بے اختیاری نہ ہو اگر بے اختیاری سے یہ باتیں صادر ہوں یا مصیبت و درد سے نہ ہوں بلکہ خدا کے خوف یا جنت و دوزخ کے یاد سے ہوں تو پھر نماز فاسد نہ ہوگی۔ (درمختار وغیرہ)

۸۔ کچھ کھانا پینا اگرچہ بہت ہی قلیل ہو۔ ہاں اگر دانتوں کے درمیان میں کوئی چیز چنے کی مقدار سے کم اٹکی ہو اور اس کو نگل جائے تو نماز فاسد نہ ہوگی حاصل یہ کہ جس قسم کے کھانے پینے سے روزے میں فساد آتا ہے نماز بھی اس سے فاسد ہو جاتی ہے۔ (درمختار وغیرہ)

۹۔ عمل کثیر بشرطیکہ افعال نماز کی جنس سے یا نماز کی اصلاح کی غرض سے نہ ہو۔ اگر افعال نماز کی جنس سے ہو مثلاً کوئی شخص ایک رکعت میں دو رکوع کرے یا تین سجدے کرے تو نماز فاسد نہ ہوگی اس لیے کہ رکوع سجدہ وغیرہ افعال نماز کی جنس سے ہیں۔ اسی طرح اگر نماز کی اصلاح کی غرض ہو تب بھی نماز فاسد نہ ہوگی۔ مثلاً حالت نماز میں کسی کا وضو ٹوٹ جائے اور وہ شخص وضو کرنے کے لیے جائے تو اس کی نماز فاسد نہ ہوگی۔ اگرچہ چلنا پھرنا وضو کرنا عمل کثیر ہے مگر چونکہ اصلاح نماز کے لیے ہے لہٰذا معاف ہے۔

حالت نماز میں کسی عورت کا پستان چوسا جائے اور اس سے دودھ نکل آئے تو اس عورت کی نماز فاسد ہو جائے گی اس لیے کہ یہ دودھ کا پلانا عمل کثیر ہے۔ (درمختار وغیرہ)

اگر حالت نماز میں کوئی شخص ڈھیلا پھینکے تو اگر کسی جانور کے اڑانے کی غرض سے ہے تو نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر کسی انسان پر پھینکا ہے تو عمل کثیر سمجھا جائے گا اور نماز فاسد ہو جائے گی۔
(درمختار وغیرہ)

۱۰۔ نماز میں بے عذر چلنا پھرنا۔ ہاں اگر چلنے کی حالت میں سینہ قبلے سے نہ پھرنے پائے اور جماعت میں ہو تو ایک رکعت میں ایک صف سے زیادہ نہ چلے اور تنہا نماز پڑھتا ہو تو اپنے سجدے کے مقام سے آگے نہ بڑھے اور مکان نہ بدلنے پائے مثلاً مسجد میں ہو تو مسجد سے باہر نہ نکل جائے تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ یا کسی عذر سے چلے مثلاً وضو ٹوٹ جائے اور وضو کرنے کے لیے چلے اس صورت میں اگرچہ سینہ قبلے سے پھر جائے اور چاہے جس قدر چلنا پڑے نماز فاسد نہ ہوگی۔

۱۱۔ عورت کا مرد کے کسی عضو کے محاذی کھڑا ہونا ان شرطوں سے۔ ۱۔ عورت بالغ ہو چکی

ہو خواہ جوان ہو یا بوڑھی یا نابالغ ہو مگر قابل جماع ہو اگر کوئی کم سن نابالغ لڑکی نماز میں محاذی ہو جائے تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ ۲۔ دونوں نماز میں ہوں اگر ایک نماز میں ہو دوسرا نہیں تو اس محاذاۃ سے نماز فاسد نہ ہوگی۔ ۳۔ کوئی حائل درمیان میں نہ ہو۔ اگر کوئی پردہ درمیان میں ہو یا کوئی ستر ہ حائل ہو تب بھی نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر درمیان میں اتنی جگہ خالی ہو کہ ایک آدمی وہاں کھڑا ہو سکے تب بھی نماز فاسد نہ ہوگی اور وہ جگہ حائل سمجھی جائے گی۔ ۴۔ عورت میں نماز کے صحیح ہونے کی شرطیں پائی جاتی ہوں۔ اگر عورت مجنون ہو یا حالت حیض و نفاس میں ہو تو اس کی محاذات سے نماز فاسد نہ ہوگی اس لیے کہ ان دونوں میں وہ عورت ہی نہ سمجھی جائے گی۔ ۵۔ نماز جنازے کی نہ ہو جنازے کی نماز میں محاذات مفسد نہیں۔ ۶۔ محاذاۃ بقدر ایک رکن کے باقی رہے اگر اس سے کم محاذاۃ رہے تو مفسد نہیں مثلاً اتنی دیر تک محاذاۃ رہے کہ جس میں رکوع وغیرہ نہیں ہو سکتا اس کے بعد جاتی رہے تو اس قلیل محاذاۃ سے نماز میں فساد نہ آئے گا۔ ۷۔ تحریمہ دونوں کی ایک ہو یعنی اس عورت نے اس مرد کی اقتدا کی ہو یا دونوں نے کسی تیسرے کی اقتدا کی ہو ۸۔ ادا دونوں کی ایک ہی قسم ہو یعنی بحالت اقتدا نماز ادا کر رہے ہوں۔ اگر ایک بحالت اقتدا کرتا ہو دوسرا بحالت انفراد یا دونوں بحالت انفراد تو محاذات مفسد نہ ہوگی۔ مثلاً ایک مسبوق ہو دوسرا لاحق یا دونوں مسبوق ہوں اس لیے کہ مسبوق بعد سلام امام کے اپنی گئی ہوئی رکعتوں کے ادا کرنے میں منفرد کا حکم رکھتا ہے ہاں اگر دونوں لاحق ہوں تو نماز فاسد ہو جائے گی اس لیے کہ لاحق مقتدی کا حکم رکھتا ہے۔ ۹۔ مکان ایک ہو تب بھی محاذاۃ مفسد نہیں مثلاً ایک مسجد میں ہو دوسرا مسجد کے باہر۔ ۱۰۔ دونوں ایک ہی طرف نماز پڑھتے ہوں اگر دونوں کے نماز پڑھنے کی جہت مختلف ہو مثلاً اندھیری شب میں قبلہ نہ معلوم ہونے کے سبب سے ہر شخص نے اپنے غالب گمان پر عمل کیا ہو اور ہر ایک کی رائے دوسرے کے خلاف ہوئی ہو یا کعبہ کے اندر نماز ہوتی ہو اور ہر شخص مختلف جہت کی طرف نماز پڑھتا ہو۔ ۱۱۔ امام نے اس عورت کے امامت کی نیت نماز شروع کرتے وقت کی ہو اگر امام نے اس کے امامت کی نیت نہ کی ہو تو پھر اس محاذاۃ سے نماز فاسد نہ ہوگی بلکہ اسی عورت کی نماز صحیح نہ ہوگی۔

۱۲۔ نماز کی صحت کے شرائط مفقود ہو جانے کے بعد کسی رکن کا ادا کرنا یا بقدر ادا کرنے کسی رکن کے اسی حالت میں رہنا۔ (در مختار وغیرہ)

۱۳۔ امام کا بعد حدث کے بے خلیفہ کیے ہوئے مسجد سے باہر نکل جانا۔ (در مختار وغیرہ)

۱۴۔ امام کا کسی ایسے شخص کو خلیفہ کر دینا جس میں امامت کی صلاحیت نہیں مثلاً کسی مجنون یا نابالغ بچے کو یا کسی عورت کو۔ (در مختار وغیرہ)

Marfat.com

اگر کسی کی ٹوپی یا عمامہ نماز پڑھتے میں گر جائے تو افضل یہ ہے کہ اسی حالت میں اسے اُٹھا کر پہن لے لیکن اگر اس کے پہننے میں عمل کثیر کی ضرورت پڑے تو پھر نہ پہنے۔ (ردالمحتار)

۷۔ پاخانہ پیشاب یا خروج ریح کی ضرورت کے وقت بے ضرورت رفع کیے ہوئے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ (درمختار وغیرہ)

اگر کسی کو بعد نماز شروع کر چکنے کے عین حالت نماز میں پاخانہ پیشاب وغیرہ معلوم ہو تو اس کو چاہیئے کہ نماز توڑ دے۔ اور ان ضرورتوں سے فراغت کر کے باطمینان پڑھے خواہ وہ نماز نفل ہو یا فرض اور خواہ تنہا پڑھتا ہو یا جماعت سے اور یہ خوف بھی ہو کہ بعد اس جماعت کے دوسری جماعت نہ ملے گی۔ ہاں اگر یہ خوف ہو کہ وقت نماز کا نہ رہے گا یا جنازہ کی نماز ہو اور یہ خوف ہو کہ نماز ہو جائے گی تو نہ توڑے بلکہ اسی حالت میں نماز تمام کر لے۔ (شامی)

۸۔ مردوں کو اپنے بالوں کا جوڑا وغیرہ باندھ کر نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے اور اگر حالت نماز میں جوڑا وغیرہ باندھے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اس لیے کہ یہ عمل کثیر ہے۔ (درمختار۔ شامی وغیرہ)

۹۔ سجدے کے مقام سے کنکریوں وغیرہ کا ہٹانا مکروہ تحریمی ہے۔ ہاں اگر بغیر ہٹائے سجدہ بالکل ممکن ہی نہ ہو تو پھر ہٹانا ضروری ہے اور اگر مسنون طریقہ سے بے ہٹائے ممکن نہ ہو تو ایک مرتبہ ہٹا دے اور نہ ہٹانا بہتر ہے۔ (درمختار۔ شامی وغیرہ)

۱۰۔ حالت نماز میں انگلیوں کا توڑنا یا ایک ہاتھ کی انگلیوں کا دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ (درمختار۔ شامی وغیرہ)

۱۱۔ حالت نماز میں ہاتھ کا کولے پر رکھنا مکروہ تحریمی ہے۔ (بحرالرائق۔ شامی وغیرہ)

۱۲۔ حالت نماز میں منہ کا قبلے سے پھیرنا مکروہ تحریمی ہے خواہ پورا منہ پھیر جائے یا تھوڑا۔ (شامی)

۱۳۔ گوشۂ چشم سے بے ضرورت شدید ادھر اُدھر دیکھنا مکروہ تنزیہی ہے۔ (درمختار وغیرہ)

۱۴۔ حالت نماز میں اس طرح بیٹھنا کہ دونوں ہاتھ اور سُرین زمین پر ہوں اور دونوں زانو کھڑے ہوئے سینے سے لگے ہوں مکروہ تحریمی ہے۔ (شامی وغیرہ)

۱۵۔ مردوں کو اپنے دونوں ہاتھوں کی کہنیوں کا سجدے کی حالت میں زمین پر بچھا دینا مکروہ تحریمی ہے۔ (شامی وغیرہ)

۱۶۔ کسی آدمی کی طرف نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ (شامی وغیرہ)

۱۷۔ سلام کا جواب دینا ہاتھ یا سر کے اشارے سے مکروہ تنزیہی ہے۔ (شامی)

Marfat.com

۱۸- سجدہ صرف پیشانی یا صرف ناک پر کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ (درمختار وغیرہ)

۱۹- عمامے کے پیچ پر سجدہ کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ (درمختار وغیرہ)

۲۰- نماز میں بے عذر چارزانو بیٹھنا مکروہ تحریمی ہے۔ (درمختار وغیرہ)

۲۱- حالت نماز میں جمائی لینا مکروہ تنزیہی ہے۔ (شامی)

۲۲- حالت نماز میں آنکھوں کا بند کر لینا مکروہ تنزیہی ہے۔ ہاں اگر آنکھ بند کر لینے سے خشوع زیادہ ہوتا ہو تو مکروہ نہیں بلکہ بہتر ہے۔ (درمختار وغیرہ)

۲۳- امام کا محراب میں کھڑا ہونا مکروہ تنزیہی ہے۔ اگر محراب سے باہر کھڑا ہو مگر سجدہ محراب میں ہوتا ہو تو مکروہ نہیں۔ (درمختار وغیرہ)

۲۴- صرف امام کا بے ضرورت کسی بلند مقام پر کھڑا ہونا جس کی بلندی ایک گز سے کم نہ ہو مکروہ تنزیہی ہے اگر امام کے ساتھ مقتدی بھی ہوں تو مکروہ نہیں۔ (درمختار وغیرہ)

۲۵- مقتدیوں کا بے ضرورت کسی اونچے مقام پر کھڑا ہونا مکروہ تنزیہی ہے ہاں کوئی ضرورت ہو مثلاً جماعت زیادہ ہو اور جگہ کفایت نہ کرتی ہو تو مکروہ نہیں۔ (درمختار وغیرہ)

۲۶- حالت نماز میں کوئی ایسا کپڑا پہننا جس میں کسی جاندار کی تصویر ہو مگر وہ تحریمی ہے۔ اسی طرح ایسے مقام میں نماز پڑھنا جہاں چھت پر یا داہنے بائیں جانب کسی جاندار کی تصویر ہو (درمختار وغیرہ) اگر فرش پر جہاں کھڑے ہوتے ہوں تصویر ہو تو مکروہ نہیں اسی طرح اگر تصویر چھپی ہوئی ہو یا اس قدر چھوٹی ہو کہ اگر زمین پر رکھ دی جائے اور کوئی شخص کھڑے ہو کر اس کو دیکھے تو اس کے اعضا محسوس نہ ہوں یا اس کا سر یا چہرہ کاٹ دیا گیا ہو یا مٹا دیا گیا ہو یا تصویر جاندار کی نہ ہو تو مکروہ نہیں۔ (درمختار وغیرہ)

۲۷- حالت نماز میں آیتوں یا سورتوں کا یا تسبیح کا انگلیوں سے شمار کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔ ہاں اگر انگلیوں پر شمار نہ کرے بلکہ ان کے دبانے سے حساب رکھے تو مکروہ نہیں جیسا کہ صلوٰۃ التسبیح کے بیان میں گزر چکا۔ (شامی)

۲۸- حالت نماز میں ناک صاف کرنا یا اسی طرح کوئی اور عمل قلیل بے ضرورت کرنا مکروہ تحریمی ہے (شامی)

۲۹- ناک اور منہ کسی کپڑے وغیرہ سے بند کر کے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ (شامی)

۳۰- مقتدی کو اپنے امام سے پہلے کسی فعل کا کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ (شامی)

۳۱۔ قرأت ختم ہونے سے پہلے رکوع کے لیے جھک جانا اور جھکنے کی حالت میں قرأت تمام کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ (شامی)

۳۲۔ رکوع اور سجدے سے قبل تین مرتبہ تسبیح کہنے سے سر اٹھا لینا مکروہ تنزیہی ہے۔

۳۳۔ کسی ایسے کپڑے کو پہن کر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے جس میں بقدر معافی نجاست ہو مثلاً نجاست غلیظہ ایک درہم سے زیادہ نہ ہو یا خفیفہ چوتھائی حصہ سے زیادہ نہ ہو۔ (رسائل ارکان)

۳۴۔ فرض نمازوں میں قصداً ترتیب قرآنی کے خلاف قرأت کرنا مکروہ تحریمی ہے یعنی جو سورت پیچھے ہے اس کو پہلی رکعت میں پڑھنا اور جو پہلے ہے اس کو دوسری رکعت میں مثلاً قل یا ایہا الکافرون پہلی رکعت میں اور الم ترکیف دوسری رکعت میں۔ اگر سہواً خلاف ترتیب ہو جائے تو مکروہ نہیں۔ نوافل میں اگر قصداً بھی خلاف کرے تو کچھ کراہت نہیں۔ اگر کسی سے سہواً خلاف ترتیب ہو جائے اور معاً اس کو خیال آ جائے کہ میں خلاف ترتیب قرأت کر رہا ہوں تو اس کو چاہئے کہ اسی سورت کو تمام کرے اس لیے کہ اس سورت کے شروع کرتے وقت اس کا قصد خلاف ترتیب پڑھنے کا نہ تھا اور قصد نہ ہونے کے سبب سے اس کا پڑھنا مکروہ نہ رہا۔ (شامی)

۳۵۔ ایک ہی سورت کی کچھ آیتیں ایک جگہ سے ایک رکعت میں پڑھنا اور کچھ آیتیں دوسری جگہ سے دوسری رکعت میں پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے بشرطیکہ درمیان میں دو آیتوں سے کم چھوڑ دی جائے اگر مسلسل قرأت کی جائے یعنی درمیان میں کچھ آیتیں چھوٹتے نہ پائیں یا دو آیتوں سے زیادہ چھوڑ دی جائیں تو پھر مکروہ نہیں۔ اسی طرح اگر دو سورتیں دو رکعتوں میں پڑھی جائیں اور ان دونوں سورتوں کے درمیان میں کوئی چھوٹی سورت جس میں تین آیتیں ہوں چھوڑ دی جائے تو مکروہ تنزیہی ہے۔

مثال۔ پہلی سورت میں سورۂ تکاثر پڑھی جائے اور دوسری رکعت میں سورہ ہمزہ اور درمیان میں سورۂ عصر جو تین آیتوں کی سورت ہے چھوڑ دی جائے۔ یہ کراہت بھی فرائض کے ساتھ خاص ہے۔ نفل نمازوں میں اگر ایسا کیا جائے تو کچھ کراہت نہیں۔ (شامی)

۳۶۔ ایسی دو سورتوں کا ایک رکعت میں پڑھنا جن کے درمیان میں کوئی سورت ہو خواہ چھوٹی یا بڑی ایک یا ایک سے زیادہ مکروہ تنزیہی ہے اس کی کراہت بھی صرف فرائض میں ہے۔ (شامی)

۳۷۔ نماز کے سنن میں کسی سنت کا ترک کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ (بحر الرائق وغیرہ)

۳۸۔ مقتدی کو جب کہ امام قرأت کر رہا ہو کوئی دعا وغیرہ پڑھنا یا قرآن مجید کی قرأت کرنا خواہ

وہ سورۂ فاتحہ ہو یا اور کوئی سورت ہو مکروہ تحریمی ہے بشرطیکہ اس کے پڑھنے سے قرآن مجید کے سننے میں خلل[1] واقع ہو یا ایسی آواز سے پڑھے کہ امام کو پڑھنے میں اشتباہ ہونے لگے۔ ہاں اگر کوئی مقتدی ایسی طرح قرأت کرے کہ امام کی قرأت میں بھی خلل انداز نہ ہو اور قرآن مجید کے سننے میں حرج نہ ہو مثلاً آہستہ آواز کی نماز میں بہت آہستہ آواز سے جو امام تک نہ پہنچے تو کوئی حرج نہیں نماز[2] اس سے مکروہ نہ ہوگی بلکہ بعض محققین علماء کے نزدیک ایسی حالت میں مقتدی کو سورۂ فاتحہ کا پڑھنا[3] مستحب ہے۔

---

[1] اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے کہ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا جب قرآن مجید پڑھا جائے تو تم لوگ اس کو سنو اور چپ رہو۔ اس آیۂ کریمہ سے صاف ظاہر ہے کہ قرآن مجید کا سننا واجب ہے خواہ نماز کے اندر پڑھا جائے یا خارج نماز میں پس اگر اس کے خلاف کیا جائے گا تو بے شبہ مکروہ تحریمی ہوگا اسی واسطے جب امام قرأت شروع کر چکا ہو تو مقتدی کو سبحانک اللہم وغیرہ پڑھنے کی اجازت نہیں دی جاتی بلکہ ایسی حالت میں مقتدی کو نیت باندھ کر چپ کھڑا ہو جانا چاہیے ۱۲

[2] ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز سے فارغ ہو کر اپنے صحابہ سے پوچھا کہ کیا تم میں سے کسی نے میرے پیچھے قرأت کی ہے تو ایک نے عرض کیا کہ میں نے کی ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں کہتا ہوں کہ کیا حال ہے کہ تم لوگ قرآن پڑھنے میں مجھ سے نزاع کرتے ہو یعنی مجھے اطمینان سے پڑھنے نہیں دیتے (نسائی۔ مؤطا۔ امام مالک۔ ترمذی وغیرہ) یہ حدیث اور اس کے مثل اور بھی چند حدیثیں ہیں کہ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ امام کے پیچھے کوئی چیز اس طرح پڑھنا جو اس کے اطمینان میں مخل ہو ممنوع ہے۔ ان احادیث کی بعض لوگوں نے تضعیف بھی کی ہے مگر وہ قابل اعتبار نہیں ان سب کے جوابات امام الکلام میں موجود ہیں ۱۲

[3] اس مسئلہ میں علماء امت مختلف ہیں صحابہ سے لے کر اس وقت تک قرآن مجید سے اس مسئلہ کا کوئی قطعی فیصلہ نہیں ہوتا قرآن مجید سے صرف اسی قدر معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید کا سننا اور اس وقت سکوت کرنا حاضرین پر ضروری ہے جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ امام جب آواز سے قرأت کر رہا ہو تو مقتدی کچھ نہ پڑھیں ساکت رہیں یہ نہیں ثابت ہوتا کہ اگر آہستہ آواز سے قرآن مجید پڑھا جائے تب بھی حاضرین پر سکوت ضروری ہو اور نہ خارج نماز میں کوئی اس امر کا قائل ہے حالانکہ اگر اس آیت سے آہستہ قرآن مجید پڑھنے کے وقت بھی سکوت ثابت کیا جائے گا تو خارج نماز میں بھی ثابت ہو جائے گا اس لیے کہ اس آیت میں کوئی تخصیص نماز کی نہیں کی گئی۔ احادیث نبویہ کے تتبع سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ مقتدی پر قرأت فرض اور واجب نہیں چنانچہ اس کو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں اور اگر کوئی شخص اس طرح قرأت کرے جو امام کو پریشان کر دے اس کی بھی ممانعت حدیث سے ثابت ہوتی ہے ہاں اگر کوئی خرابی نہ ہونے پائے اور مقتدی قرأت

(باقی بر صفحہ ۱۳۰ پر)

Marfat.com

نماز میں حدث کا بیان

نماز میں اگر حدث ہو جائے تو اگر حدث اکبر ہو جائے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر حدث اصغر ہو گا تو وہ حال سے خالی نہیں اختیاری ہو گا یا بے اختیاری یعنی اس کے وجود میں یا اس کے سبب میں بندوں کے اختیار کو دخل ہو گا یا نہیں اگر اختیاری ہو گا تو نماز فاسد ہو جائے گی مثلاً کوئی شخص نماز میں قہقہہ کے ساتھ ہنسے یا اپنے بدن میں کوئی ضرب لگا کر خون نکال لے یا عمداً اخراج ریح کرے یا کوئی شخص چھت کے اوپر چلے اور اس چلنے کے سبب سے کوئی پتھر وغیرہ چھت سے گر کر کسی نماز پڑھنے والے کے سر میں لگے اور خون نکل آئے۔ ان سب صورتوں میں نماز فاسد ہو جائے گی اس لیے کہ یہ تمام افعال بندوں کے اختیار سے صادر ہوئے ہیں اور اگر بے اختیاری ہو گا تو اس میں دو صورتیں ہیں، یا نادر الوقوع ہو گا جیسے قہقہہ جنون بیہوشی وغیرہ یا کثیر الوقوع جیسے خروج ریح پیشاب پاخانہ مذی وغیرہ اگر نادر الوقوع ہو گا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اگر نادر الوقوع نہ ہو گا تو نماز فاسد نہ ہو گی بلکہ اس شخص کو اختیار ہے کہ بعد اس حدث کے رفع کرنے کے اُسی نماز کو تمام کرے اور اگر نماز کا اعادہ کر لے تو بہتر ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۴۹) نہ کرے تو اس کا جواز بلکہ استحباب بھی احادیث سے نکلتا ہے۔ صحابہ کے اقوال و افعال اس میں مختلف ہیں بعض قرأت نہ کرتے تھے اور منع کرتے تھے جیسے ابن سعد رضی اللہ عنہ بعض سے اجازت اور منع دونوں منقول ہیں جیسے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ طحاوی ان سے اجازت روایت کرتے ہیں اور امام محمد ممانعت بعض سے آہستہ آواز کی نماز میں اجازت، بلند آواز کی نماز میں ممانعت منقول ہے بعض سے ہر وقت کی نماز میں اجازت منقول ہے۔ ہمارے فقہا کا مذہب یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ کی قرأت امام اور منفرد پر واجب ہے مقتدی پر واجب نہیں بلکہ مکروہ تحریمی ہے اور بعض نے آہستہ آواز کی نماز میں مستحب اور بلند آواز کی نماز میں مکروہ لکھا ہے اور یہی مسلک معتدل اور قابل اختیار کرنے کے ہے اور امام محمد سے بھی صاحب ہدایہ نے اسی مذہب کو نقل کیا ہے۔ شاہ ولی اللہ حنفی محدث دہلوی نے اس مسئلہ کو رسالہ مذہب فاروق اعظم اور حجۃ اللہ البالغہ میں بہت صاف لکھا ہے اور اس سے بھی زیادہ مفصل اور مدلل علامہ لکھنوی نے اپنے رسالہ امام الکلام میں جو خاص اسی مسئلہ میں ہے بیان فرمایا ہے اگر زیادہ تحقیق کسی کو منظور ہو تو ان کتابوں کو دیکھے ہم نے یہاں بقدر ضرورت نہایت اختصار کے ساتھ لکھ دیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب ۱۲

Marfat.com

نماز میں حدث کا بیان

نماز میں اگر حدث ہو جائے تو اگر حدث اکبر ہو جائے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر حدث اصغر ہو گا تو دو حال سے خالی نہیں اختیاری ہو گا یا بے اختیاری یعنی اس کے وجود میں یا اس کے سبب میں بندوں کے اختیار کو دخل ہو گا یا نہیں اگر اختیاری ہو گا تو نماز فاسد ہو جائے گی مثلاً کوئی شخص نماز میں قہقہہ کے ساتھ ہنسے یا اپنے بدن میں کوئی ضرب لگا کر خون نکال لے یا عمداً اخراج ریح کرے یا کوئی شخص چھت کے اوپر چلے اور اس چلنے کے سبب سے کوئی پتھر وغیرہ چھت سے گر کر کسی نماز پڑھنے والے کے سر میں لگے اور خون نکل آئے، ان سب صورتوں میں نماز فاسد ہو جائے گی اس لیے کہ یہ تمام افعال بندوں کے اختیار سے صادر ہوئے ہیں اور اگر بے اختیاری ہو گا تو اس میں دو صورتیں ہیں یا نادر الوقوع ہو گا جیسے قہقہہ جنون بیہوشی وغیرہ یا کثیر الوقوع جیسے خروج ریح پیشاب پاخانہ مذی وغیرہ اگر نادر الوقوع ہو گا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اگر نادر الوقوع نہ ہو گا تو نماز فاسد نہ ہو گی بلکہ اس شخص کو اختیار ہے کہ بعد اس حدث کے رفع کرنے کے اسی نماز کو تمام کرے اور اگر نماز کا اعادہ کرے تو بہتر ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۹) نہ کرے تو اس کا جواز بلکہ استحباب بھی احادیث سے نکلتا ہے۔ صحابہ کے اقوال و افعال اس بارہ میں مختلف ہیں بعض قرأت نہ کرتے تھے اور منع کرتے تھے جیسے ابن مسعود رضی اللہ عنہ بعض سے اجازت اور منع دونوں منقول ہیں جیسے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ طحاوی ان سے اجازت روایت کرتے ہیں اور امام محمد ممانعت بعض سے آہستہ آواز کی نماز میں اجازت بلند آواز کی نماز میں ممانعت منقول ہے بعض سے ہر وقت کی نماز میں اجازت منقول ہے۔ ہمارے فقہا کا مذہب یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ کی قرأت امام اور منفرد پر واجب ہے مقتدی پر واجب نہیں بلکہ مکروہ تحریمی ہے اور بعض نے آہستہ آواز کی نماز میں مستحب اور بلند آواز کی نماز میں مکروہ لکھا ہے اور یہی مسلک معتدل اور قابل اختیار کرنے کے ہے اور امام محمد سے بھی صاحب ہدایہ نے اسی مذہب کو نقل کیا ہے۔ شاہ ولی اللہ حنفی محدث دہلوی نے اس مسئلہ کو رسالہ مذہب فاروق اعظم اور حجۃ اللہ البالغہ میں بہت صاف لکھا ہے اور اس سے بھی زیادہ مفصل اور مدلل علامہ لکھنوی نے اپنے رسالہ امام الکلام میں جو خاص اسی مسئلہ میں ہے بیان فرمایا ہے اگر زیادہ تحقیق کسی کو منظور ہو تو ان کتابوں کو دیکھے ہم نے یہاں بقدر ضرورت نہایت اختصار کے ساتھ لکھ دیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب ۱۲

Marfat.com

اس صورت میں نماز فاسد نہ ہونے کی چند شرطیں ہیں۔

۱ - کسی رکن کو حالت حدث میں ادا نہ کرے۔

۲ - کسی رکن کو چلنے کی حالت میں ادا نہ کرے مثلاً جب وضو کو جائے یا وضو کر کے لوٹے تو قرآن مجید کی تلاوت نہ کرے اس لیے کہ قرأت نماز کا رکن ہے۔

۳ - کوئی ایسا فعل جو نماز کے منافی ہو نہ کرے نہ کوئی ایسا فعل کرے جس سے احتراز ممکن ہو۔

۴ - بعد حدث کے بغیر کسی عذر کے بقدر ادا کرنے کسی رکن کے توقف نہ کرے بلکہ فوراً وضو کرنے کے لیے جائے ہاں اگر کسی عذر سے دیر ہو جائے تو کچھ مضائقہ نہیں مثلاً صفیں زیادہ ہوں اور خود پہلی صف میں ہو اور صفوں کو پھاڑ کر آنا مشکل ہو۔

۵ - مقتدی کو ہر حال میں اور امام کو اگر جماعت باقی ہو تو باقی نماز وہیں پڑھنا جہاں پہلے شروع کی تھی

۶ - امام کا کسی ایسے شخص کو خلیفہ کرنا جس میں امامت کی صلاحیت نہ ہو۔

منفرد کو اگر حدث ہو جائے تو اس کو چاہیے کہ فوراً سلام پھیر کر وضو کرلے اور جس قدر جلد ممکن ہو وضو سے فراغت کرے مگر وضو تمام سنن اور مستحبات کے ساتھ کرنا چاہیے اور اس درمیان میں کوئی کلام وغیرہ نہ کرے پانی اگر قریب مل سکے تو دور نہ جائے حاصل یہ کہ جس قدر حرکت سخت ضروری ہو اس سے زیادہ نہ کرے وضو کے بعد چاہے وہیں اپنی نماز تمام کرے چاہے جہاں پہلے تھا وہیں جا کر پڑھے۔

امام کو اگر حدث ہو جائے اگرچہ قعدہ اخیر میں ہو تو اس کو چاہیے کہ فوراً سلام پھیر کر وضو کرنے کے لیے چلا جائے اور بہتر یہ ہے کہ اپنے مقتدیوں میں جس کو امامت کے لائق سمجھتا ہو اس کو اپنی جگہ پر کھڑا کر دے مدرک کو خلیفہ کرنا بہتر ہے اگر مسبوق کو کر دے تب بھی جائز ہے اور اس مسبوق کو اشارے سے بتلا دے کہ اتنی رکعتیں وغیرہ میرے اوپر باقی ہیں تو دو انگلی۔ رکوع باقی ہو تو گھٹنے پر ہاتھ رکھ دے سجدہ باقی ہو تو پیشانی پر قرأت باقی ہو منہ پر سجدۂ تلاوت باقی ہو تو پیشانی اور زبان پر سجدۂ سہو کرنا ہو تو سینے پر۔ پھر جب خود وضو کر چکے تو اگر جماعت باقی ہو تو جماعت میں آکر اپنے خلیفہ کا مقتدی بن جائے اور جماعت ہو چکی ہو تو اپنی نماز تمام کرلے خواہ جہاں وضو کیا ہے وہیں یا جہاں پہلے تھا وہاں اگر کوئی مسجد کے اندر موجود ہو تو پھر خلیفہ کرنا ضروری نہیں چاہے کرے اور چاہے نہ کرے بلکہ جب خود وضو کر کے آئے پھر امام بن جائے اور اتنی دیر تک مقتدی اس کے انتظار میں رہیں۔ (شامی وغیرہ)

خلیفہ کر دینے کے بعد امام نہیں رہتا بلکہ اپنے خلیفہ کا مقتدی ہو جاتا ہے لہذا اگر جماعت ہو چکی تو امام اپنی نماز لاحق کی طرح تمام کرے۔ اگر امام کسی کو خلیفہ نہ کرے بلکہ مقتدی لوگ کسی کو اپنے میں سے

Marfat.com

اس صورت میں نماز فاسد نہ ہونے کی چند شرطیں ہیں۔

۱۔ کسی رکن کو حالت حدث میں ادا نہ کرے۔

۲۔ کسی رکن کو چلنے کی حالت میں ادا نہ کرے مثلاً جب وضو کو جائے یا وضو کر کے لوٹے تو قرآن مجید کی تلاوت نہ کرے اس لیے کہ قرأت نماز کا رکن ہے۔

۳۔ کوئی ایسا فعل جو نماز کے منافی ہو نہ کرے نہ کوئی ایسا فعل کرے جس سے احتراز ممکن ہو۔

۴۔ بعد حدث کے بغیر کسی عذر کے بقدر ادا کرنے کسی رکن کے توقف نہ کرے بلکہ فوراً وضو کرنے کے لیے جائے ہاں اگر کسی عذر سے دیر ہو جائے تو کچھ مضائقہ نہیں مثلاً صفیں زیادہ ہوں اور خود پہلی صف میں ہو اور صفوں کو پھاڑ کر آنا مشکل ہو۔

۵۔ مقتدی کو ہر حال میں اور امام کو اگر جماعت باقی ہو تو باقی نماز وہیں پڑھنا جہاں پہلے شروع کی تھی

۶۔ امام کا کسی ایسے شخص کو خلیفہ کرنا جس میں امامت کی صلاحیت نہ ہو۔

منفرد کو اگر حدث ہو جائے تو اس کو چاہیے کہ فوراً سلام پھیر کر وضو کرے اور جس قدر جلد ممکن ہو وضو سے فراغت کرے مگر وضو تمام سنن اور مستحبات کے ساتھ کرنا چاہیے اور اس درمیان میں کوئی کلام وغیرہ نہ کرے پانی اگر قریب مل سکے تو دور نہ جائے حاصل یہ کہ جس قدر حرکت سخت ضروری ہو اس سے زیادہ نہ کرے وضو کے بعد چاہے وہیں اپنی نماز تمام کرے چاہے جہاں پہلے تھا وہیں جا کر پڑھے۔

امام کو اگر حدث ہو جائے اگرچہ قعدۂ اخیر میں ہو تو اس کو چاہیے کہ فوراً سلام پھیر کر وضو کرنے کے لیے چلا جائے اور بہتر یہ ہے کہ اپنے مقتدیوں میں جس کو امامت کے لائق سمجھتا ہو اس کو اپنی جگہ پر کھڑا کر دے مدرک کو خلیفہ کرنا بہتر ہے اگر مسبوق کو کر دے تب بھی جائز ہے اور اس مسبوق کو اشارے سے بتلا دے کہ اتنی رکعتیں وغیرہ میرے اوپر باقی ہیں نو دو انگلی۔ رکوع باقی ہو تو گھٹنے پر ہاتھ رکھ دے سجدہ باقی ہو تو پیشانی پر قرأت باقی ہو منہ پر سجدۂ تلاوت باقی ہو تو پیشانی اور زبان پر سجدۂ سہو کرنا ہو تو سینے پر۔ پھر جب خود وضو کر چکے تو اگر جماعت باقی ہو تو جماعت میں آ کر اپنے خلیفہ کا مقتدی بن جائے اور جماعت ہو چکی ہو تو اپنی نماز تمام کرے خواہ جہاں وضو کیا ہے وہیں یا جہاں پہلے تھا وہاں اگر پانی مسجد کے اندر موجود ہو تو پھر خلیفہ کرنا ضروری نہیں چاہے کرے اور چاہے نہ کرے بلکہ جب خود وضو کر کے آئے پھر امام بن جائے اور اتنی دیر تک مقتدی اس کے انتظار میں رہیں۔ (شامی وغیرہ)

خلیفہ کر دینے کے بعد امام نہیں رہتا بلکہ اپنے خلیفہ کا مقتدی ہو جاتا ہے لہٰذا اگر جماعت ہو چکی ہو تو امام اپنی نماز لاحق کی طرح تمام کرے۔ اگر امام کسی کو خلیفہ نہ کرے بلکہ مقتدی لوگ کسی کو اپنے میں سے

Marfat.com

خلیفہ کردیں یا خود کوئی مقتدی آگے بڑھ کر امام کی جگہ پر کھڑا ہو جائے اور امام کی نیت کرے تب بھی درست ہے بشرطیکہ امام مسجد سے باہر نکل چکا ہو اور اگر نماز مسجد میں نہ ہوتی ہو تو صفوں سے یا سترے سے آگے نہ بڑھا ہو۔ اگر ان حدود سے آگے بڑھ چکا ہو تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

اگر مقتدی کو حدث ہو جائے اس کو بھی فوراً سلام پھیر کر وضو کرنا چاہیئے۔ بعد وضو کے اگر جماعت باقی ہو تو جماعت میں شریک ہو جائے ورنہ اپنی نماز تمام کرلے۔

مقتدی کو ہر حال میں اپنے مقام پر جاکر نماز پڑھنا چاہیئے خواہ جماعت باقی ہو یا نہیں۔

اگر امام مسبوق کو اپنی جگہ پر کھڑا کردے تو اس کو چاہیئے کہ جس قدر رکعتیں وغیرہ امام پر باقی تھیں ان کو ادا کرکے کسی مدرک کو اپنی جگہ کردے تاکہ وہ سلام پھیر دے اور یہ مسبوق پھر اپنی گئی ہوئی رکعتوں کے ادا کرنے میں مصروف ہو۔

اگر کسی قعدۂ اخیرہ میں بعد اس کے کہ بقدر التحیات کے بیٹھ چکا ہو جنون ہو جائے یا حدث اکبر ہو جائے یا عمداً حدث اصغر کرے یا بے ہوش ہو جائے یا قہقہہ کے ساتھ ہنسے تو نماز فاسد ہو جائے گی اور پھر اس نماز کا اعادہ کرنا ہوگا۔

نماز کے اقسام اور ان کے پڑھنے کا طریقہ اور نماز کے فرائض اور واجبات اور سنن و مستحبات وغیرہ اور جن چیزوں سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اور جو چیزیں حالت نماز میں مکروہ ہیں، ان سب کا بیان بتفصیل ہو چکا۔ اب ہم چاہتے ہیں کہ ان سب مضامین کو بحذف تفصیل تین نقشوں میں درج کریں۔ پہلے نقشہ میں نماز کے اقسام دوسرے نقشہ میں نماز کے فرائض واجبات سنن مستحبات تیسرے نقشے میں نماز کے مکروہات و مفسدات تاکہ یہ اجمالی صورت ذہن نشین ہو جائے اور ماسبق کی تفصیل بھی از سر نو تازہ ہو جائے۔

پہلا نقشہ

فرض نمازیں ۔ فرض نمازیں دن رات میں جمعہ کے دن پندرہ اور دوسرے دنوں میں سترہ رکعت ہیں۔ دو رکعت فجر کے وقت چار رکعت ظہر کے وقت اور جمعہ کے دن بجائے چار رکعت کے دو۔ چار عصر کے وقت تین مغرب کے وقت۔ چار عشاء کے وقت۔ یہ نمازیں فرض عین ہیں۔ اور جنازے کی نماز فرض کفایہ ہے۔

واجب نمازیں ۔ شریعت کی طرف سے تین نمازیں واجب ہیں وتر اور عیدین۔ وتر تین رکعت ہر روز عشاء کے بعد اور عیدین دو دو رکعت سال بھر کے بعد ان کے علاوہ جو نماز نذر کی جائے وہ بھی واجب ہے اور

Marfat.com

ہر نفل بعد شروع کر دینے کے واجب ہو جاتی ہے یعنی اُس کا تمام کرنا اور فاسد ہو جانے میں اس کی قضا ضروری ہے۔

مسنون نمازیں۔ فجر کے وقت فرض سے پہلے دو رکعت ظہر کے وقت چھ رکعت چار فرض سے پہلے دو فرض کے بعد مغرب کے وقت دو رکعت فرض کے بعد عشا کے وقت دو رکعت فرض کے بعد نماز تہجد۔ تحیۃ المسجد نماز تراویح بیس رکعت۔ نماز احرام۔ نماز کسوف دو رکعت نماز خسوف دو رکعت۔

مستحب نمازیں۔ وتر کے بعد دو رکعت۔ سنت وضو دو رکعت۔ نماز سفر دو رکعت نماز استخارہ دو رکعت۔ نماز حاجت دو رکعت۔ صلوٰۃ الاوابین چھ رکعت۔ صلوٰۃ التسبیح چار رکعت۔ نماز توبہ دو رکعت نماز قتل دو رکعت۔

دوسرا نقشہ

فرائض۔ ۱۔ قیام۔ ۲۔ قرأت۔ ۳۔ رکوع۔ ۴۔ سجدہ۔ ۵۔ قعدۂ اخیرہ۔ ۶۔ نماز کو اپنے فعل سے تمام کرنا۔

واجبات۔ ۱۔ تکبیر تحریمہ کا اللہ اکبر کے لفظ سے ہونا۔ ۲۔ بعد تکبیر تحریمہ کے بقدر سورۂ فاتحہ کے قیام کرنا۔ ۳۔ فرض نمازوں کی دو رکعت باقی نمازوں کی سب رکعتوں میں سورۂ فاتحہ پڑھنا۔ ۴۔ سورۂ فاتحہ کے بعد دوسری سورت ملانا فرض کی پہلی دو رکعت اور باقی نمازوں کی سب رکعتوں میں۔ ۵۔ قومہ۔ ۶۔ تعدیل ارکان یعنی رکوع سجدوں میں اتنی دیر تک ٹھہرنا کہ ایک مرتبہ تسبیح پڑھی جا سکے۔ ۷۔ جلسہ ۸۔ قعدۂ اولیٰ بقدر التحیات کے۔ ۹۔ دونوں قعدوں میں ایک مرتبہ التحیات پڑھنا۔ ۱۰۔ نماز میں اپنی طرف سے کوئی ایسا فعل نہ کرنا جو تاخیر فرض یا واجب کا سبب ہو جائے۔ ۱۱۔ نماز وتر میں دعائے قنوت۔ ۱۲۔ عیدین میں چھ تکبیریں۔ ۱۳۔ عیدین کی دوسری رکعت کے رکوع میں تکبیر۔ ۱۴۔ امام کو فجر مغرب عشا کی پہلی دو رکعتوں میں بلند آواز سے قرأت کرنا اور باقی نمازوں میں آہستہ آواز سے۔ ۱۵۔ نماز کو دو مرتبہ السلام علیکم کہہ کر ختم کرنا۔

سنن۔ ۱۔ تکبیر تحریمہ کے وقت سر نہ جھکانا۔ ۲۔ تکبیر تحریمہ سے پہلے دونوں کا اٹھانا مردوں کو کانوں تک عورتوں کو شانہ تک۔ ۳۔ اٹھے ہوئے ہاتھوں کی ہتھیلیاں قبلہ رخ ہونا۔ ۴۔ ہاتھ اٹھاتے وقت انگلیوں کا نہ کشادہ کرنا نہ ملانا۔ ۵۔ بعد تکبیر تحریمہ کے فوراً ہاتھ باندھ لینا مردوں کو ناف کے نیچے عورتوں کو سینے پر۔ ۶۔ مردوں کو اس طرح کہ بائیں کلائی داہنے انگوٹھے اور چھوٹی انگلی کے حلقہ میں ہو۔

Marfat.com

اور داہنی تین انگلیاں بائیں کلائی کے اوپر ہوں اور عورتوں کو صرف ہاتھ پر ہاتھ رکھ لینا۔ ۷۔ ہاتھ باندھنے کے بعد فوراً سبحانک اللہم پڑھنا۔ ۸۔ منفرد اور امام کو بعد سبحانک اللہم کے اعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھنا ۹۔ ہر رکعت کے شروع پر بسم اللہ پڑھنا۔ ۱۰۔ بعد سورۂ فاتحہ کے آہستہ آواز سے آمین کہنا۔ ۱۱۔ حالت قیام میں دونوں قدموں کے درمیان چار انگل کا فصل ہونا۔ ۱۲۔ فجر ظہر کے فرض میں طوال مفصل عصر عشا میں اوساط مغرب میں قصار پڑھنا۔ ۱۳۔ فجر کی پہلی رکعت میں دوسری رکعت سے ڈیوڑھی سورت پڑھنا ۱۴۔ رکوع سجدوں میں جاتے وقت اور سجدوں سے اٹھتے وقت اللہ اکبر کہنا۔ ۱۵۔ مردوں کو رکوع میں گھٹنوں کا دونوں ہاتھ سے پکڑنا اور عورتوں کو صرف رکھ لینا۔ ۱۶۔ مردوں کو کشادہ کر کے گھٹنوں پر رکھنا عورتوں کو ملا کر ۱۷۔ رکوع کی حالت میں پنڈلیوں کا سیدھا رکھنا۔ ۱۸۔ مردوں کو رکوع میں اچھی طرح جھک جانا عورتوں کو صرف اس قدر کہ ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں۔ ۱۹۔ کم سے کم تین مرتبہ سبحان ربی العظیم رکوع میں اور سبحان ربی الاعلیٰ سجدوں میں کہنا۔ ۲۰۔ رکوع میں مردوں کو ہاتھ پہلو سے جدا رکھنا۔ ۲۱۔ قومے میں امام کو صرف سمع اللہ مقتدی کو صرف ربنا منفرد کو دونوں کہنا۔ ۲۲۔ سجدے میں جاتے وقت پہلے گھٹنے کا پھر ہاتھوں کا پھر ناک پھر پیشانی کا زمین پر رکھنا اور اٹھتے وقت اس کے برعکس۔ ۲۳۔ سجدے میں منہ کو دونوں کے درمیان میں رکھنا۔ ۲۴۔ سجدے میں مردوں کو اپنے پیٹ کا زانو سے اور کہنیوں کا پہلو سے جدا رکھنا اور ہاتھوں کی باہوں کا زمین سے اٹھا ہوا رکھنا۔ ۲۵۔ سجدے کی حالت میں دونوں ہاتھ کی انگلیوں کا ملا ہوا رکھنا اور پیر کی انگلیوں کا رخ قبلے کی طرف اور دونوں زانوؤں کا ملا ہوا رکھنا۔ ۲۶۔ سجدے سے کھڑے ہوتے وقت زمین سے سہارا نہ دینا۔ ۲۷۔ دونوں سجدوں کے درمیان اور قعدۂ اولیٰ و اخریٰ میں اسی خاص کیفیت سے بیٹھنا جو اوپر بیان ہوا۔ ۲۸۔ التحیات میں اسی خاص کیفیت سے اشارہ کرنا۔ ۲۹۔ فرض کے پہلے دو رکعت کے بعد ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ پڑھنا۔ ۳۰۔ قعدۂ اخیرہ میں التحیات کے بعد درود پڑھنا۔ ۳۱۔ بعد درود کے کوئی دعائے ماثورہ پڑھنا۔ ۳۲۔ السلام علیکم کہتے وقت داہنے بائیں طرف منہ پھیرنا پہلے داہنے طرف پھر بائیں طرف۔ ۳۳۔ امام کو بلند آواز سے سلام کہنا۔ ۳۴۔ دوسرے سلام کی آواز کا پہلے سلام سے پست ہونا۔ ۳۵۔ امام کو سلام میں مقتدیوں اور فرشتوں کی اور منفرد کو صرف فرشتوں کی نیت کرنا۔

مستحبات ۔ ۱۔ تکبیر تحریمہ کے وقت مردوں کو آستین وغیرہ سے ہاتھ باہر نکال لینا۔ ۲۔ قیام کی حالت میں سجدے کے مقام پر رکوع میں قدم پر سجدے میں ناک پر بیٹھنے کی حالت میں زانو پر سلام کی حالت میں شانوں پر نظر رکھنا۔ ۳۔ کھانسی۔ جماہی کا روکنا۔ ۴۔ اگر جماہی آجائے تو حالت قیام میں

Marfat.com

داہنے ہاتھ ورنہ بائیں ہاتھ کی پشت سے منہ بند کر لینا۔ ۵۔ بعد قد قامت الصلوٰۃ کے فوراً امام کو تکبیر تحریمہ کہنا۔ ۶۔ دونوں قعدوں میں وہی خاص التحیات پڑھنا۔ ۷۔ قنوت میں اللّٰھم انا نستعینک اور اللّٰھم اھدنی پڑھنا۔

تیسرا نقشہ

جن چیزوں سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ ۱۔ نماز کے شرائط میں سے کسی شرط کا مفقود ہو جانا ۲۔ نماز کے فرائض کا چھوٹ جانا۔ ۳۔ نماز کے واجبات کا سہواً چھوڑ کر سجدہ سہو نہ کرنا۔ ۴۔ حالت نماز میں کلام کرنا۔ ۵۔ بے عذر اور بے کسی غرض صحیح کے کھانسنا۔ ۶۔ کسی مصیبت یا درد کے سبب سے رونا یا آہ یا اُف کرنا۔ ۷۔ کھانا پینا۔ ۸۔ وہ عمل کثیر جو افعال و اعمال نماز کی جنس سے نہ ہو۔ ۹۔ نماز میں بے عذر چلنا پھرنا۔ ۱۰۔ عورت کا حالت نماز میں محاذی ہونا۔ دس شرطوں کے ساتھ جو اوپر بیان ہو چکیں ۱۱۔ نماز کے صحت کے شرائط مفقود ہو جانے کے بعد کسی رکن کا ادا ہونا۔ ۱۲۔ امام کا بعد حدث کے بے خلیفہ کیے ہوئے مسجد سے چلا جانا۔ ۱۳۔ ایسے شخص کو خلیفہ کر دینا جس میں امامت کی صلاحیت نہیں۔ ۱۴۔ مقتدی لاحق کا ہر حال میں اور امام لاحق کا اگر جماعت باقی ہو تو باقی نماز کو غیر موضع اقتدا میں تمام کرنا۔ ۱۵۔ قرآن مجید کی قراءت میں غلطی کرنا بہ تفصیل مذکور۔

جو چیزیں نماز میں مکروہ ہیں۔ مکروہ تحریمی۔ ۱۔ حالت نماز میں کپڑے کا خلاف دستور پہننا۔ ۲۔ رکوع سجدے میں جاتے وقت مٹی وغیرہ سے بچانے کے لیے کپڑوں کا اٹھا لینا۔ ۳۔ حالت نماز میں کوئی لغو فعل کرنا جو عمل کثیر کی حد تک نہ پہنچے۔ ۴۔ جو خراب کپڑے لوگوں کے سامنے پہن کر نہ نکل سکتا ہو ان کو حالت نماز میں پہننا۔ ۵۔ برہنہ سر نماز پڑھنا بشرطیکہ اظہار خشوع کے لیے نہ ہو۔ ۶۔ پیشاب پاخانہ یا خروج ریح کی ضرورت کے وقت بے ضرورت رفع کیے ہوئے نماز پڑھنا۔ ۷۔ سجدہ کے مقام سے کنکریوں کا ہٹانا بشرطیکہ بے ہٹائے ہوئے سجدہ ممکن ہو۔ ۸۔ حالت نماز میں انگلیوں کا توڑنا یا ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل کرنا۔ ۹۔ نماز میں ہاتھ کولھے پر رکھنا۔ ۱۰۔ منہ قبلہ سے پھیرنا۔ ۱۱۔ حالت نماز میں اس طرح بیٹھنا کہ دونوں ہاتھ اور سرین زمین پر ہوں اور زانو کھڑے ہوئے سینہ سے لگے ہوں ۱۲۔ مردوں کو دونوں ہاتھوں کی کہنیوں کا سجدہ میں زمین پر بچھا دینا۔ ۱۳۔ کسی آدمی کی طرف نماز پڑھنا۔ ۱۴۔ صرف پیشانی یا ناک سے سجدہ کرنا۔ ۱۵۔ عمامے کے پیچ پر سجدہ کرنا۔ ۱۶۔ حالت نماز میں وہ کپڑا پہننا جس میں جاندار کی تصویر ہو بہ تفصیل مذکور۔ ۱۷۔ حالت نماز میں بے ضرورت عمل قلیل کرنا۔ ۱۸۔ اور منہ کپڑے

سے بند کر لینا۔ ۱۹۔ قرأت ختم ہونے سے پہلے رکوع کے لیے جھک جانا اور اس جھکنے کی حالت میں باقی قرأت تمام کرنا۔ ۲۰۔ کسی ایسے کپڑے کو پہننا جس میں بقدر معافی نجاست ہو۔ ۲۱۔ فرض نمازوں میں قصداً ترتیب قرآنی کے خلاف قرأت کرنا۔ ۲۲۔ نماز کی سنن میں کسی سنت کا ترک کر دینا۔ ۲۳۔ مقتدی کو امام کے پیچھے کچھ پڑھنا جس سے قرآن مجید کے سننے میں خلل واقع ہو یا امام کی قرأت میں انتشار ہو۔

مکروہ تنزیہی۔ ۱۔ کوئی ٹکڑا چاندی سونے پتھر وغیرہ کا منہ میں رکھ لینا بشرطیکہ قرأت میں خلل نہ ہو ۲۔ مردوں کے اپنے بالوں کا جوڑا باندھ کر نماز پڑھنا۔ ۳۔ گوشۂ چشم سے بے ضرورت اِدھر اُدھر دیکھنا ۴۔ سلام یا سلام کا جواب اشارے سے دینا۔ ۵۔ نماز میں بے عذر چار زانو بیٹھنا۔ ۶۔ جماہی لینا۔ ۷۔ آنکھوں کا بند کر لینا۔ ۸۔ امام کا محراب میں کھڑا ہونا۔ ۹۔ صرف امام کا کسی اونچے مقام پر کھڑا ہونا ۱۰۔ مقتدیوں کا بے ضرورت کسی مقام پر کھڑے ہونا۔ ۱۱۔ آیتوں یا سورتوں وغیرہ کا انگلیوں پر شمار کرنا۔ ۱۲۔ فرض نمازوں میں ایک ہی سورت کی کچھ آیتیں ایک رکعت میں کچھ دوسری رکعت میں پڑھنا بشرطیکہ درمیان میں دو آیتوں سے کم چھوڑا جائے۔ ۱۳۔ فرض نمازوں میں ایک سورت کا درمیان میں چھوڑ کر دو سورتوں کا ایک ہی رکعت میں پڑھنا۔

نماز میں سہو کا بیان

نماز کے سنن اور مستحبات کے ترک سے نماز میں کچھ خرابی نہیں آتی یعنی صحیح ہو جاتی ہے ہاں جن سنن کے چھوڑ دینے سے نماز میں کراہت تحریمہ آجاتی ہے اُن کے ترک سے البتہ نماز کا اعادہ کر لینا چاہیئے۔ اس لیے کہ جو نماز کراہت تحریمہ کے ساتھ ادا کی جائے اُس نماز کا اعادہ واجب ہے۔ (شامی)

نماز کے فرائض میں اگر کوئی چیز سہواً یا عمداً چھوٹ جائے تو نماز فاسد ہو جائے گی اور اس کا کوئی تدارک نہیں ہو سکتا۔

نماز کے واجبات میں اگر کوئی چیز عمداً چھوڑ دی جائے تو اس کا کوئی تدارک نہیں ہو سکتا اور نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

نماز کے واجبات میں اگر کوئی چیز سہواً چھوٹ جائے تو اس کا تدارک ہو سکتا ہے وہ تدارک یہ ہے کہ قعدۂ اخیرہ میں التحیات پڑھنے کے بعد داہنی طرف ایک مرتبہ سلام پھیر کر دو سجدے کیے جائیں اور بعد سجدوں کے پھر قعدہ کیا جائے اور التحیات اور درود شریف اور دعا بدستور معمول پڑھ کر سلام

پھیرا جائے ان سجدوں کو سجدۂ سہو کہتے ہیں۔ (شامی)

سجدہ سہو کر لینے سے وہ خرابی جو ترک واجب کے سبب سے نماز میں آئی تھی رفع ہو جاتی ہے۔ خواہ جس قدر واجب چھوٹ گئے ہوں دو ہی سجدے کافی ہیں یہاں تک کہ اگر کسی سے نماز کے سب واجبات چھوٹ گئے ہوں اس کو بھی دو ہی سجدے کرنا چاہیئے دو سے زیادہ سجدۂ سہو مشروع نہیں (در مختار)

سجدۂ سہو اس شخص پر واجب ہے جس سے کوئی واجب نماز کا چھوٹ گیا ہو اور بعد سجدے کے التحیات پڑھنا بھی واجب ہے۔ افضل یہ ہے کہ داہنی طرف سلام پھیرنے کے بعد یہ سجدے کیے جائیں اگر بے سلام پھیرے یا سامنے ہی سلام کہہ کر سجدے کر لیے جائیں تب بھی جائز ہے۔

نماز کے واجبات چونکہ اس سے پہلے بیان ہو چکے ہیں لہذا یہاں اب ہر واجب کے ترک کا ذکر کرنا بیکار ہے ہاں چند واجبات کا بحسب ضرورت ذکر کیا جاتا ہے۔

اگر کوئی شخص سورۂ فاتحہ یا دوسری سورت چھوڑ جائے اور اسی رکعت کے رکوع میں یا بعد رکوع کے یاد آجائے تو اس کو چاہیئے کہ کھڑا ہو جائے اور چھوٹی ہوئی سورت کو پڑھ لے اور پھر رکوع کرے اور سجدۂ سہو کرے اس لیے کہ رکوع کے ادا کرنے میں تاخیر ہو گئی اور اگر سورۂ فاتحہ وغیرہ چھوٹ جائے اور دوسری رکعت میں یاد آئے تو اگر دوسری سورت چھوٹی ہے تو اس کو پڑھ لے اور سورۂ فاتحہ چھوٹی ہو تو اس کو نہ پڑھے ورنہ ایک رکعت میں دو سورۂ فاتحہ ہو جائیں گی اور تکرار سورۂ فاتحہ کی مشروع نہیں) اس صورت میں بھی سجدہ سہو کرنا چاہیئے۔

اگر کوئی شخص سورۂ فاتحہ سے پہلے دوسری سورت پڑھ جائے اور اسی وقت اس وقت اس کو خیال آجائے تو چاہیئے کہ سورۂ فاتحہ پڑھنے کے بعد پھر سورت پڑھے اور سجدۂ سہو کرے اس لیے کہ دوسری سورت کا سورۂ فاتحہ کے بعد پڑھنا واجب ہے اور یہاں اس کے خلاف ہوا۔

اگر کوئی شخص سورۂ فاتحہ دو مرتبہ پڑھ جائے تو اس کو بھی سجدہ سہو کرنا چاہیئے اس لیے کہ سورۂ فاتحہ ایک مرتبہ پڑھنے کے بعد دوسری سورت کا ملانا واجب ہے۔

اگر آہستہ آواز کی نماز میں کوئی شخص بلند آواز سے قرأت کر جائے یا بلند آواز کی نماز میں امام آہستہ آواز سے قرأت کرے تو اس کو سجدہ سہو کرنا چاہیئے۔ ہاں اگر آواز کی نماز میں بہت تھوڑی قرأت بلند آواز سے کی جائے جو نماز صحیح ہونے کے لیے کافی نہ ہو مثلاً دو تین لفظ بلند آواز سے نکل جائیں تو کچھ مضائقہ نہیں۔

Marfat.com

اگر کوئی شخص حالت قیام میں التحیات پڑھ جائے تو اگر پہلی رکعت ہو اور سورۂ فاتحہ سے پہلے پڑھے تو کچھ حرج نہیں اس لیے کہ تحریمہ اور سورۂ فاتحہ کے درمیان میں کوئی ایسی چیز پڑھنا چاہیے جس میں اللہ تعالیٰ کی تعریف ہو اور التحیات بھی اسی قسم سے ہے اور اگر قرأت کے بعد پڑھے یا دوسری رکعت میں پڑھے خواہ قرأت سے پہلے یا قرأت کے بعد اس کو سجدۂ سہو کرنا چاہیے اس لیے کہ قرأت کے بعد فوراً رکوع کرنا واجب ہے اور دوسری رکعت کی ابتدا بھی قرأت سے کرنا واجب ہے۔

اگر کوئی شخص قومہ بھول جائے یا سجدوں کے درمیان میں جلسہ نہ کرے تو اس کو بھی سجدہ سہو کرنا چاہیے۔

اگر کوئی شخص کسی رکعت میں ایک ہی سجدہ کرے دوسرا سجدہ بھول جائے اور دوسری رکعت میں یا دوسری رکعت کے بعد یا قعدۂ اخیرہ میں قبل التحیات پڑھنے کے یاد آجائے تو اس سجدے کو ادا کرے اور سجدہ سہو کرے اور اگر قعدۂ اخیرہ میں بعد التحیات کے یاد کرے تو اس سجدے کو ادا کر کے پھر التحیات پڑھے اور سجدہ سہو کرے۔

اگر کوئی شخص کسی رکعت میں پہلے سجدہ کرے رکوع نہ کرے اور دوسری رکعت سے پہلے اس کو یاد آجائے تو اس کو چاہیے کہ رکوع کرے اور پھر سجدہ کرے اس کے بعد دوسری رکعت کے لیے کھڑا ہو اور سجدۂ سہو کرے اور اگر دوسری رکعت سے پہلے نہ یاد آئے بلکہ دوسری رکعت میں تو دوسری رکعت کا رکوع پہلی رکعت کا رکوع سمجھا جائے گا اور یہ دوسری رکعت کالعدم ہو جائے گی اس کے عوض میں اور رکعت اس کو پڑھنا ہوگی۔ اس صورت میں بھی سجدۂ سہو کرنا ہوگا۔

اگر کوئی شخص قعدۂ اولیٰ بھول جائے تو اگر پورا کھڑا ہو چکا ہو تو پھر نہ بیٹھے اور سجدہ سہو کرے اور اگر پورا نہ کھڑا ہوا ہو بلکہ سجدے سے قریب ہو یعنی گھٹنوں سے اونچا نہ ہوا ہو تو بیٹھ جائے اور اس صورت میں سجدۂ سہو کی ضرورت نہیں۔

اور اگر کوئی شخص قعدۂ اخیرہ بھول کر کھڑا ہو جائے اور قبل سجدہ کرنے کے اس کو یاد آجائے تو اس کو چاہیے کہ بیٹھ جائے اور سجدۂ سہو کرے اور اگر سجدہ کر چکا ہو تو پھر نہیں بیٹھ سکتا بلکہ اس کی یہ نماز اگر فرض کی نیت سے پڑھتا تھا تو نفل ہو جائے گی اور اس کو اختیار ہے کہ اس رکعت کے ساتھ دوسری رکعت اور ملا دے تاکہ یہ رکعت بھی ضائع نہ ہو اور دو رکعتیں یہ بھی نفل ہو جائیں۔ اگر عصر اور فجر کے فرض میں یہ واقعہ پیش آئے تب بھی دوسری رکعت ملا سکتا ہے اس لیے کہ عصر اور فجر کے فرض کے بعد نفل مکروہ ہے اور یہ رکعتیں فرض نہیں رہیں بلکہ نفل ہو گئی ہیں۔ بس گویا فرض سے پہلے نفل پڑھی گئی اور اس میں کچھ کراہت

نہیں مغرب کے فرض میں صرف یہی رکعت کافی ہے دوسری رکعت نہ ملائے ورنہ پانچ رکعت ہو جائیں گی اور نفل میں طاق رکعتیں منقول نہیں اور اس صورت میں سجدۂ سہو کی ضرورت نہ ہوگی ۔

(در مختار ۔ رد المحتار وغیرہ)

اگر کوئی شخص قعدۂ اخیرہ میں بعد اس قدر بیٹھنے کے جس میں التحیات پڑھی جاسکے کھڑا ہو جائے تو اگر سجدہ نہ کرچکا ہو تو بیٹھ جائے اور سجدۂ سہو کرے اس لئے کہ سلام کے ادا کرنے میں جو واجب تھا تاخیر ہو گئی اور اگر سجدہ کرچکا ہو تو اس کو چاہئے کہ ایک رکعت اور ملا دے تاکہ یہ رکعت ضائع نہ ہو اور اگر رکعت نہ ملائے بلکہ اسی رکعت کے بعد سلام پھیر دے تب بھی جائز ہے مگر ملا دینا بہتر ہے ۔ اس صورت میں اس کی وہ رکعتیں اگر فرض کی نیت کی تھی تو فرض ہی رہیں گی نفل نہ ہو جائیں گی عصر اور فجر کے فرض میں بھی دوسری رکعت ملا سکتا ہے اس لئے کہ بعد عصر اور فجر کے فرض کے قصداً نفل پڑھنا مکروہ ہے اگر سہواً پڑھ لی جائے تو کچھ کراہت نہیں اس صورت میں فرض کے بعد جو دو رکعتیں پڑھی گئی ہیں یہاں موکدہ سنتوں کے قائم مقام نہیں ہو سکتیں جو فرض کے بعد ظہر مغرب عشاء کے وقت مسنون ہیں کیونکہ ان سنتوں کا نئی تحریمہ سے ادا کرنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے ۔ (در مختار ۔ رد المحتار)

اگر کوئی شخص نماز میں ایسا فعل کرے جو تاخیر فرض یا واجب کا سبب ہو جائے تو اس کو سجدۂ سہو کرنا چاہئے ۔

مثال ۔ ۱ ۔ سورۂ فاتحہ کے بعد کوئی شخص اس قدر سکوت کرے جس میں کوئی رکن ادا ہو سکے ۔ ۲ ۔ کوئی شخص قرأت کے بعد اتنی ہی دیر تک سکوت کئے ہوئے کھڑا رہے ۔ ۳ ۔ کوئی شخص قعدۂ اولیٰ میں بعد التحیات کے اتنی ہی دیر تک چپ بیٹھا رہے یا درود شریف پڑھے یا کوئی دعا مانگے ان سب صورتوں میں سجدۂ سہو واجب ہوگا ۔

اگر کسی شخص سے سہو ہو گیا ہو اور سجدہ سہو کرنا اس کو یاد نہ رہے یہاں تک کہ نماز ختم کرنے کی غرض سے سلام پھیر دے اس کے بعد اس کو سجدہ سہو کا خیال آئے تو اب بھی وہ سجدہ سہو کر سکتا ہے تاوقتیکہ قبلے سے نہ پھرے یا کلام نہ کرے ۔

اگر کسی نے ظہر کی فرض میں دو ہی رکعت کے بعد یہ سمجھ کر کہ میں چاروں رکعتیں پڑھ چکا ہوں سلام پھیر دیا اور بعد سلام کے خیال آیا تو اس کو چاہئے کہ دو رکعتیں اور پڑھ کر نماز تمام کردے اور سجدۂ سہو کرلے ۔

اگر کسی کو نماز میں شک ہو جائے کہ کتنی رکعتیں پڑھ چکا ہے تو اگر اس کی عادت شک کرنے کی

Marfat.com

نہ ہو تو اس کو چاہیئے کہ پھر نئے سرے سے نماز پڑھے اور اگر اس کو شک ہوا کرتا ہو تو اپنے غالب گمان پر عمل کرے یعنی جتنے رکعتیں اس کو غالب گمان سے یاد پڑیں اسی قدر رکعتیں سمجھے کہ پڑھ چکا ہے اور اگر غالب گمان کسی طرف نہ ہو تو کمی کی جانب کو اختیار کرے مثلاً کسی کو ظہر کی نماز میں شک ہو کہ تین رکعت پڑھ چکا ہے یا چار اور غالب گمان کسی طرف نہ ہو تو اس کو چاہیئے کہ تین رکعتیں شمار کرے اور ایک رکعت اور پڑھ کر نماز پوری کرے اور ان سب صورتوں میں اس کو سجدہ سہو کرنا چاہیئے۔

اگر کسی شخص کو کسی رکعت کے بعد یہ شبہہ ہو کہ اس کے بعد قعدہ کرنا چاہیئے خواہ قعدۂ اولیٰ کا شبہہ ہو یا قعدۂ اخیرہ کا تو اس کو چاہیئے کہ وہاں قعدہ کر دے اور سجدہ سہو کر لے۔

قضا نمازوں کا بیان

بے عذر نماز کا قضا کرنا گناہ کبیرہ ہے جو بے صدق دل سے توبہ کیے ہوئے معاف نہیں ہوتا۔ حج کرنے سے بھی گناہ کبیرہ معاف ہوتے ہیں اور ارحم الراحمین کو اختیار ہے کہ بے کسی وسیلہ اور سبب کے معاف کر دے۔

اگر چند لوگوں کی نماز کسی وقت کی قضا ہو گئی ہو تو ان کو چاہیئے کہ اس نماز کو جماعت سے ادا کریں اگر بلند آواز کی نماز ہو تو بلند آواز سے قرأت کی جائے اور آہستہ آواز کی ہو تو آہستہ آواز سے۔

قضا نماز کا بالاعلان ادا کرنا گناہ ہے اس لیے کہ نماز کا قضا ہونا گناہ ہے اور گناہ کا ظاہر کرنا گناہ ہے نماز قضائے پڑھنے کا وہی طریقہ ہے جو ادا نماز کا ہے قضا نماز میں یہ بھی نیت کرنا چاہیئے کہ میں فلاں نماز کی قضا پڑھتا ہوں اور اگر نہ نیت کرے تب بھی جائز ہے اس لیے کہ قضا بہ نیت ادا اور ادا بہ نیت قضا درست ہے۔

فرض نمازوں کی قضا بھی فرض اور واجب کی قضا واجب ہے۔ وتر کی قضا واجب ہے اور اسی طرح نذر کے نماز کی اور اس نفل کی جو شروع کرکے فاسد کر دی گئی ہو اس لیے کہ نفل بعد شروع کرنے کے واجب ہو جاتی ہے سنن مؤکدہ وغیرہ یا اور کسی نفل کی قضا نہیں ہو سکتی بلکہ جو نماز ان کی قضا کی غرض سے پڑھی جائے گی وہ مستقل نماز علیحدہ سمجھی جائے گی اس کی قضا نہ ہو گی ہاں فجر کی سنتوں کے لیے یہ حکم ہے کہ اگر فرض کے ساتھ قضا ہو جائیں اور فرض کی قضا قبل زوال کے پڑھی جائے تو وہ سنتیں بھی پڑھی جائیں اور اگر زوال کے بعد پڑھی جائے تو نہیں اور اگر صرف سنتیں قضا ہوئیں ہوں تو بعد طلوع آفتاب

کے زوال سے پہلے پڑھ لی جائیں۔ اور ظہر کی سنتوں کے لیے یہ حکم ہے کہ اگر رہ جائیں تو وقت کے اندر قبل ان دو سنتوں کے جو فرض کے بعد ہیں پڑھ لی جائیں وقت کے بعد نہیں پڑھی جاسکتیں خواہ فرض کے ساتھ رہ جائیں یا تنہا۔

وقتی نماز اور قضا نمازیں اور ایسا ہی قضا نمازوں میں باہم ترتیب ضروری ہے بشرطیکہ وہ قضا فرض نماز ہو یا وتر کی مثلاً کسی کی ظہر کی نماز قضا ہو گئی ہو تو ظہر کی قضا اور عصر کی وقتی نمازیں اس کو ترتیب کی رعایت ضروری ہے یعنی جب تک پہلے ظہر کی قضا نہ پڑھ لے گا عصر کا فرض نہیں پڑھ سکتا اور اگر پڑھے گا تو وہ نفل ہو جائے گی اور اگر کسی نے وتر نہ پڑھی ہو تو وہ فجر کا فرض بے وتر ادا کیے ہوئے نہیں پڑھ سکتا اسی طرح اگر کسی کے ذمہ فجر اور ظہر کی قضا ہو تو ان دونوں کے آپس میں بھی ترتیب ضروری ہے یعنی جب تک پہلے فجر کی قضا نہ پڑھ لے گا ظہر کی قضا نہیں پڑھ سکتا اور اگر پڑھے گا تو وہ نفل ہو جائے گی اور ظہر کی قضا بدستور اس کے ذمہ باقی رہے گی۔ ہاں اگر بعد اس قضا کے پانچ نمازیں اسی طرح پڑھ لی جائیں تو پھر یہ پانچوں صحیح ہو جائیں گی یعنی نفل نہ ہوں گی فرض رہیں گی۔ چنانچہ آگے بیان ہوگا ترتیب ان تین صورتوں میں ساقط ہو جاتی ہے۔

پہلی صورت۔ نسیان یعنی قضا نماز کا یاد نہ رہنا اگر کسی کے ذمہ قضا نماز ہو اور اس کو وقتی نماز پڑھتے وقت اس کے ادا کرنے کا خیال نہ رہے تو اس پر ترتیب واجب نہیں اور اس کی وقتی نماز جس کو ادا کر رہا ہے صحیح ہو جائے گی اس لیے کہ قضا نماز پڑھنے کا حکم یاد کرنے پر مشروط ہے۔ اگر کسی شخص کی کچھ نمازیں مختلف ایام میں قضا ہوئی ہوں مثلاً ظہر کسی دن کی اور عصر کسی دن کی اور اس کو یہ نہ یاد ہے کہ پہلے کون قضا ہوئی تھی تو اس صورت میں ان کی آپس کی ترتیب ساقط ہو جائے گی جس کو چاہے پہلے ادا کرے چاہے پہلے ظہر کی قضا پڑھے یا عصر کی یا مغرب کی۔ (شامی)

اگر نماز شروع کرتے وقت قضا نماز کا خیال نہ تھا بعد شروع کرنے کے خیال آیا تو اگر قبل قعدۂ اخیرہ میں التحیات پڑھنے کے یا بعد التحیات پڑھنے کے مگر قبل سلام کے یہ خیال آجائے تو وہ نماز اس کی نفل ہو جائے گی اور فرض اس کو پھر پڑھنا ہوگا۔ (شامی)

اگر کسی شخص کو وجوب ترتیب کا علم نہ ہو یعنی یہ نہ جانتا ہو کہ پہلے قضا نمازوں کو بغیر پڑھے ہوئے وقتی نمازوں کو نہ پڑھنا چاہیے تو اس کا یہ جہل بھی نسیان کے حکم میں رکھا جائے گا اور ترتیب اس سے ساقط ہو جائے گی۔ (ردالمحتار)

دوسری صورت۔ وقت کا تنگ ہو جانا۔ اگر کسی کے ذمہ کوئی قضا نماز ہو اور وقتی نماز

Marfat.com

ایسے تنگ وقت پڑھے جس میں صرف ایک نماز کی گنجائش ہو خواہ اُس وقتی کو پڑھے یا اس قضا کو تو اس صورت میں ترتیب ساقط ہو جائے گی اور بغیر اس قضا کے پڑھے ہوئے وقتی نماز کا پڑھنا اُس شخص کے لیے درست ہوگا۔ عصر کی نماز میں وقت مستحب کا اعتبار کیا گیا ہے یعنی اگر مستحب وقت میں صرف اسی قدر گنجائش ہو کہ صرف عصر کا فرض پڑھا جا سکتا ہو اس سے زیادہ کی گنجائش نہ ہو تو ترتیب ساقط ہو جائے گی اگرچہ اصل وقت میں گنجائش ہو اس لیے کہ بعد آفتاب زرد ہو جانے کے نماز مکروہ ہے۔ (شامی)

اگر کسی کے ذمہ کئی نمازوں کی قضا ہو اور وقت میں سب کی گنجائش نہ ہو بعض کی گنجائش ہو تب بھی صحیح یہ ہے کہ ترتیب ساقط ہو جائے گی اور اس پر یہ ضروری نہ ہوگا کہ جس قدر قضا نمازوں کی گنجائش وقت میں ہو پہلے ان کو ادا کرے اُس کے بعد وقتی نماز پڑھے مثلاً کسی کی عشاء کی نماز قضا ہوئی تھی اور فجر کو ایسے تنگ وقت میں اٹھا کہ صرف پانچ رکعت کی گنجائش ہو تو اُس پر یہ ضروری نہیں کہ پہلے وتر پڑھ لے تب صبح کی نماز پڑھے بلکہ بے وتر ادا کیے ہوئے بھی اگر صبح کے فرض پڑھے گا تو درست ہے۔

تیسری صورت ۔ قضا نمازوں کا پانچ سے زیادہ ہو جانا۔ وتر کا حساب ان پانچ میں نہیں ہے اگر وہ بھی ملا لی جائے تو یوں کہیں گے کہ چھ سے زیادہ ہونا یہ قضا نمازیں خواہ حقیقۃً قضا ہوں جیسے وہ نمازیں جو اپنے وقت میں نہ پڑھی جائیں یا حکماً قضا ہوں جیسے وہ نمازیں جو کسی قضا نماز کے بعد باوجود ترتیب واجب ہونے کے بے اس کے ادا کیے ہوئے پڑھ لی جائیں مثلاً کسی سے فجر کی نماز قضا ہوئی ہو اور وہ ظہر کی نماز بے اس کے ادا کیے ہوئے باوجود یاد ہونے کے اور وقت میں گنجائش کے پڑھ لے تو یہ ظہر کی نماز حکماً قضا میں شمار ہوگی اس کے بعد عصر کی نماز بھی حکماً قضا میں سمجھی جائے گی اگر بے ادا کیے ہوئے ان دونوں نمازوں کے باوجود یاد ہونے کے اور وقت میں گنجائش کے پڑھ لے اسی طرح مغرب اور عشاء کی بھی پھر جب دوسرے دن کی فجر پڑھے گا تو چونکہ اُس سے پہلے قضا نمازیں پانچ ہو چکی تھیں ایک حقیقۃً اور چار حکماً لہٰذا اب اس کے اوپر ترتیب واجب نہ تھی اور یہ فجر کی نماز اس کی صحیح ہوگی۔

پانچ نمازوں تک ترتیب باقی رہتی ہے اگرچہ وہ مختلف اوقات میں قضا ہوئی ہوں اور زمانہ بھی بہت گزر چکا ہو مثلاً کسی کی کوئی قضا نماز ہوئی تھی اور وہ اس کو یاد نہ رہی چند روز کے بعد پھر اس کی کوئی نماز قضا ہو گئی اور اس کا بھی خیال اس کو نہ رہا پھر چند روز کے بعد اس کی کوئی نماز قضا ہوئی اور اس کا بھی اس کو خیال نہ رہا پھر چند روز کے بعد اس کی کوئی نماز قضا ہوئی اور اس کا بھی اس کو خیال نہ رہا پھر چند روز کے بعد اور کوئی نماز قضا ہوئی اور وہ بھی اس کو یاد نہ رہی تو اب یہ پانچ نمازیں ہوئیں اب تک ان میں

ترتیب واجب ہے یعنی ان کے یاد ہوتے ہوئے باوجود وقت میں گنجائش کے وقتی فرض اگر پڑھے گا تو وہ صحیح نہ ہوگی اور نفل ہو جائے گی۔ (در مختار۔ رد المحتار)

ترتیب ساقط ہو جانے کے بعد پھر عود نہیں کرتی مثلاً کسی کی قضا نمازیں پانچ سے زیادہ ہو جائیں اور اس سبب سے اس کی ترتیب ساقط ہو جائے بعد اس کے وہ اپنی قضا نمازوں کو ادا کرنا شروع کرے یہاں تک کہ ادا کرتے کرتے پانچ رہ جائیں تو اب وہ صاحب ترتیب نہ ہوگا اور بغیر ان کے ادا کئے ہوئے باوجود یاد ہونے کے اور وقت میں گنجائش کے جو فرض نماز پڑھے گا وہ صحیح ہوگی۔

اگر کسی کی کوئی نماز قضا ہوگئی ہو اور اس کے بعد اس نے پانچ نمازیں اور پڑھ لی ہوں اور اس قضا نماز کو باوجود یاد ہونے کے اور وقت میں گنجائش کے نہ پڑھا ہو تو پانچویں نماز کا وقت گزر جانے کے بعد یہ پانچوں نمازیں اس کی صحیح ہو جائیں گی یعنی فرض رہیں گی اس لئے کہ یہ پانچوں نمازیں حکماً قضا ہیں اور وہ ایک حقیقۃً قضا سب مل کر پانچ سے زیادہ ہو گئیں لہذا ان میں ترتیب ساقط ہو گئی اور ان کا ادا کرنا خلاف ترتیب درست ہو گیا۔

اگر کسی کی نمازیں حالت سفر میں قضا ہوئی ہوں اور اقامت کی حالت میں ان کو ادا کرے تو قصر کے ساتھ قضا کرنا چاہیے یعنی چار رکعت والی نماز کی دو رکعت اسی طرح حالت اقامت میں جو نمازیں قضا ہوئی تھیں ان کی قضا حالت سفر میں پڑھے تو پوری چار رکعتیں پڑھے قصر نہ کرے۔

(در مختار وغیرہ)

نفل نمازیں شروع کر دینے کے بعد واجب ہو جاتی ہیں اگرچہ وہ کسی وقت مکروہ میں شروع کی جائیں یعنی ان کا تمام کرنا ضروری ہے اور اگر کسی قسم کا فساد یا کراہت تحریمہ اس میں آ جائے تو ان کی قضا پڑھنا واجب ہو جاتی ہے بشرطیکہ وہ نفل قصداً شروع کی جائے اور شروع کرنا اس کا صحیح ہو اگر قصداً شروع کی جائے مثلاً کوئی شخص یہ خیال کر کے کہ میں نے ابھی فرض نماز نہیں پڑھی فرض کی نیت سے نماز شروع کرے بعد اس کے اس کو یاد آ جائے کہ میں فرض پڑھ چکا تھا تو یہ نماز اس کی نفل ہو جائے گی اس کا تمام کرنا اس پر ضروری نہ ہوگا اور اگر اس میں فساد وغیرہ آ جائے گا تو اس کی قضا بھی اس کو نہ پڑھنا پڑے گی اسی طرح اگر کوئی قعدۂ اخیرہ میں سہواً کھڑا ہو جائے اور دو رکعتیں پڑھ لے تو یہ دو رکعتیں اس کی نفل ہو جائیں گی اور چونکہ قصداً نہیں شروع کی گئیں اس لئے ان کا تمام کرنا اس پر ضروری نہیں نہ فاسد ہو جانے کی صورت میں اس کی قضا ضروری ہے۔ اور اگر شروع کرنا صحیح نہ ہو تب بھی اس کا تمام کرنا اور فاسد ہو جانے کی صورت میں اس کی قضا نہ کرنا ہوگی مثلاً کوئی مرد کسی

عورت کی اقتدا میں نفل نماز شروع کرے تو یہ شروع کرنا ہی اس کا صحیح نہ ہوگا۔

اگر نفل نماز شروع کر دینے کے بعد فاسد کر دی جائے تو صرف دو رکعتوں کی قضا واجب ہوگی اگرچہ نیت دو رکعت سے زیادہ کی کی ہو اس لیے کہ نفل کا ہر شفع یعنی ہر دو رکعتیں علیحدہ نماز کا حکم رکھتی ہیں۔

اگر کوئی شخص چار رکعت نفل کی نیت کرے اور اس کے دونوں شفع میں قرأت نہ کرے یا پہلے شفع میں قرأت نہ کرے یا دوسرے میں نہ کرے یا صرف پہلے شفع کی ایک رکعت میں نہ کرے یا صرف دوسرے شفع کی ایک رکعت میں نہ کرے یا پہلے شفع کی دونوں رکعتوں میں اور دوسرے شفع کی ایک رکعت میں نہ کرے تو ان سب چھ صورتوں میں دو ہی رکعت کی قضا اس کے ذمہ لازم ہوگی پہلی دوسری صورت میں صرف پہلے شفع کی اس لیے کہ پہلے شفع کی دونوں رکعتوں میں قرأت نہ کرنے کے سبب سے اس کی تحریمہ فاسد ہو گئی اور دوسرے شفع کی بنا اس پر صحیح نہ ہوگی گویا دوسرا شفع شروع ہی نہیں کیا گیا پھر اس کی قضا بھی لازم نہ ہوگی۔ تیسری صورت میں صرف دوسرے شفع کی اس سبب سے کہ پہلے شفع میں کچھ فساد نہیں آیا فساد صرف دوسرے شفع میں آیا ہے۔ چوتھی صورت میں صرف پہلے شفع کی اس لیے کہ فساد صرف اس میں آیا ہے دوسرا شفع بالکل صحیح ہے۔ پانچویں صورت میں صرف دوسرے شفع کی اس لیے کہ فساد صرف اس میں آیا ہے پہلا شفع بالکل صحیح ہے۔ چھٹی صورت میں صرف پہلے شفع کی اس لیے کہ پہلے شفع کی دونوں رکعتوں میں قرأت نہ کرنے کے سبب سے اس کی تحریمہ فاسد ہو جائے گی اور دوسرے شفع کی بنا اس پر صحیح نہ ہوگی لہذا اس کی قضا اس کے ذمہ لازم نہ ہوگی۔

اگر کوئی شخص چار رکعت نفل کی نیت کرے اور ہر شفع کی ایک ایک رکعت میں قرأت کرے ایک ایک میں نہ کرے یا پہلے شفع کی ایک اور دوسرے کی دونوں صورتوں میں چار رکعت کی قضا پڑھنا ہوگی اس لیے کہ ان دونوں صورتوں میں پہلے شفع کی تحریمہ فاسد نہیں ہوئی لہذا دوسرے شفع کی بنا اس پر صحیح ہوگی اور فساد دونوں شفعوں میں آیا ہے۔

حیض و نفاس کی حالت میں جو نمازیں نہ پڑھی جائیں وہ معاف ہیں ان کی قضا نہ کرنی چاہیے۔ ہاں اگر حیض و نفاس سے کسی ایسے وقت میں فراغت حاصل ہو جائے کہ اس میں تحریمہ کی بھی گنجائش ہو تو اس وقت کے نماز کی قضا اس کو پڑھنا ہوگی۔ اور اگر وقت میں زیادہ گنجائش ہو تو اسی وقت اس نماز کو پڑھ لے اگرچہ پڑھ چکی ہو اس لیے کہ اس سے پہلے اس پر نماز فرض نہ تھی اب فرض ہوئی ہے اس سے پہلے پڑھنے کا کچھ اعتبار نہیں یعنی فرض نہیں ساقط ہو سکتا۔ اسی طرح اگر کوئی نابالغ ایسے وقت میں بالغ ہو تو اس کو بھی اس وقت کے نماز کی قضا پڑھنا ہوگی اس مسئلے کی تفصیل حیض کے بیان

میں ہو چکی ہے۔ اسی طرح اگر کوئی لڑکا عشا کی نماز پڑھ کر سوئے اور بعد طلوع فجر کے بیدار ہو کر منی کا اثر دیکھے جس سے معلوم ہو کہ اُس کو احتلام ہو گیا ہے تو اُس کو چاہیئے کہ عشا کی نماز کا پھر اعادہ کرے۔ (فتاویٰ قاضی خاں)

اگر کسی عورت کو آخر وقت میں حیض یا نفاس آجائے اور ابھی تک اس نے نماز نہ پڑھی ہو تو اس وقت کی نماز اس سے معاف ہے اس کی قضا اس کو نہ کرنا ہوگی۔ (شرح وقایہ وغیرہ)

اگر کسی کو جنون یا بیہوشی طاری ہو جائے اور چھ نمازوں کے وقت تک رہے تو اس کے ذمہ ان نمازوں کی قضا نہیں وہ نمازیں معاف ہیں ہاں اگر پانچ نمازوں تک بیہوشی رہے اور چھٹی نماز میں اس کو ہوش آجائے تو ان نمازوں کی قضا اس کو کرنا ہوگی۔

جو کافر دار الحرب میں اسلام لائے اور مسائل نہ جاننے کے سبب سے نماز نہ پڑھنے تو جتنے دن وہاں رہنے کے سبب سے اس کی نمازیں گئی ہوں ان نمازوں کی قضا اس کے ذمے ہیں۔ (درمختار وغیرہ)

اگر کسی کی بہت نمازیں قضا ہو چکی ہوں اور ان کو ادا کرنا چاہے تو قضا کے وقت ان کی تعیین ضروری ہے اس طرح کہ میں اس فجر کی قضا پڑھتا ہوں کہ جو سب کے اخیر میں مجھ سے قضا ہوئی۔ پھر اس کے بعد یہ نیت کرے کہ میں اس فجر کی قضا پڑھتا ہوں جو اس سے پہلے مجھ سے قضا ہوئی تھی اس طرح ظہر عصر وغیرہ کی نماز میں بھی تعیین کرے۔

اگر کسی شخص کی کچھ نمازیں حالت مرض میں فوت ہوئی ہوں اور وہ ان کے ادا کرنے پر قادر تھا گرچہ اشارے ہی سے سہی تو اس کو چاہیئے کہ مرتے وقت اپنے وارثوں سے وصیت کر جائے کہ میرے مال میں سے ہر نماز کے عوض میں صدقہ دے دینا اور اس کے وارث اس کے مال کی تہائی سے ہر نماز کے عوض میں سوا سیر گیہوں یا ڈھائی سیر جو یا ان کی قیمت محتاجوں کو دے دیں انشاء اللہ تعالیٰ ان نمازوں کی قضا اس میت کے ذمہ سے اُتر جائے گی۔

نماز کا شروع کر کے قطع کر دینا بے کسی عذر کے حرام ہے خواہ فرض نماز ہو یا واجب یا نفل اور اگر مال کے خوف سے قطع کر دی جائے خواہ اپنا مال ہو یا کسی دوسرے مسلمان بھائی کا تو جائز ہے مثلاً کوئی نماز پڑھ رہا ہو اور کسی شخص کو دیکھے کہ اس کا یا کسی دوسرے کا مال چرائے لیے جاتا ہے، اور اگر نماز کی تکمیل کے لیے قطع کرے تو مستحب ہے مثلاً کوئی شخص تنہا فرض پڑھ رہا ہو اور جماعت میں شریک ہونے کی غرض سے جو نماز کی تکمیل کا ذریعہ ہے اس فرض کو توڑ دے اور اپنی یا کسی دوسرے کی جان بچانے کے لیے قطع کرنا فرض ہے۔

Marfat.com

اگر کوئی شخص کسی کو نماز کی حالت میں فریاد رسی کے لیے بلائے تو ایسی حالت میں بھی توڑ دینا فرض ہے اگرچہ یہ نہ معلوم ہو کہ اس پر کون مصیبت آئی ہے یا معلوم ہو اور جانتا ہو کہ میں اس کی مدد کرسکوں گا۔

اگر کسی کو نماز پڑھنے کی حالت میں اُس کے ماں باپ پکاریں تو اگر فرض نماز ہو تو نہ توڑے اور نفل ہو اور وہ جانتے ہوں کہ نماز میں ہے تو بھی نہ توڑنا بہتر ہے اور توڑ دے تو کچھ مضائقہ نہیں اور اگر وہ لوگ نہ جانتے ہوں کہ نماز میں ہے تو توڑ دے اس خیال سے کہ وہ ناخوش نہ ہو جائیں۔ (شامی وغیرہ)

مریض اور معذور کی نماز

اگر کوئی شخص کسی مرض کی وجہ سے نماز کے ارکان ادا کرنے پر پورے طور سے قادر نہ ہو تو اس کو چاہیے کہ اپنی طاقت اور قدرت کے موافق ارکان نماز کو ادا کرے۔

اگر قیام پر قدرت نہ ہو کہ اگر کھڑا ہو تو گر پڑے یا کسی مرض کے پیدا ہو جانے یا بڑھ جانے کا خوف ہو یا کھڑے ہونے سے بدن میں کہیں سخت درد ہونے لگتا ہو تو اس پر قیام فرض نہیں اس کو چاہیے کہ بیٹھ کر نماز پڑھے اور رکوع سجدے سر کے اشارے سے کرے اگر مسنون طریقہ سے بیٹھ سکتا ہو یعنی جس طریقے سے التحیات پڑھنے کے لیے حالت صحت میں بیٹھنا چاہیے تو اسی طرح بیٹھے ورنہ جس طریقے سے بیٹھنے میں اس کو آسانی ہو اسی طرح بیٹھے۔ اور اگر تھوڑی دیر کھڑا ہو سکتا ہو تو اس کو چاہیے کہ نماز کھڑے ہو کر شروع کرے اور جتنی دیر تک کھڑا ہو جائے کھڑا رہے بعد اس کے بیٹھ جائے حتیٰ کہ اگر صرف بقدر تکبیر تحریمہ کے کھڑے ہونے کی قوت ہو تب بھی اس کو چاہیے کہ تکبیر تحریمہ کھڑے ہو کر کہے بعد اس کے بیٹھ جائے اگر نہ کھڑا ہو گا تو نماز نہ ہو گی۔ اسی طرح اگر کسی چیز کے سہارے سے خواہ لکڑی کے یا تکیہ کے یا کسی آدمی کے کھڑا ہو سکتا ہو تب بھی کھڑے ہو کر نماز پڑھنا چاہیے۔ (در مختار۔ رد المحتار وغیرہ)

اگر کسی شخص کے پاس کپڑا اس قدر ہو کہ کھڑا ہونے کی حالت میں اُس کا جسم عورت نہ چھپ سکتا ہو ہاں بیٹھنے کی حالت میں چھپ جاتا ہو تو اس صورت میں بھی کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھنا چاہیے اسی طرح اگر کوئی کمزور آدمی کھڑے ہونے سے ایسا بے طاقت یا تنفس میں مبتلا ہو جاتا ہو کہ قرأت نہ کرسکے تو اس کو بھی بیٹھ کر نماز پڑھنا چاہیے۔ (در مختار۔ شامی وغیرہ)

Marfat.com

اگر رکوع اور سجدے یا صرف سجدے پر قدرت نہ ہو تو اس کو چاہیئے کہ بیٹھ کر نماز پڑھے اگرچہ کھڑے ہونے کی قوت ہو اور رکوع اور سجدہ سر کے اشارے سے کرے سجدے کے لیے رکوع کی بہ نسبت زیادہ سر جھکا دے۔ کسی چیز کا پیشانی کے برابر اٹھا کر اس پر سجدہ کرنا مکروہ تحریمی ہے ہاں اگر کوئی اونچی چیز پیشانی کے برابر رکھ دی جائے اور اس پر سجدہ کیا جائے تو کچھ مضائقہ نہیں۔

اگر کوئی مریض بیٹھنے سے بھی معذور ہو یعنی نہ اپنی قوت سے بیٹھ سکتا ہو نہ کسی کے سہارے سے تو اس کو چاہیئے کہ لیٹ کر اشارے سے نماز پڑھے۔ لیٹنے کی حالت میں بہتر یہ ہے کہ چت لیٹے پیر قبلے کی طرف ہوں اور سر کے نیچے کوئی تکیہ وغیرہ رکھ لے تاکہ منہ قبلے کے سامنے ہو جائے اور اگر پہلو پر لیٹے خواہ داہنے پر یا بائیں پہلو پر تب بھی درست ہے بشرطیکہ منہ قبلے کی طرف ہو اور سر سے رکوع سجدے کا اشارہ کرنا چاہیے سجدہ کا اشارہ رکوع کے اشارے سے جھکا ہوا ہو۔ آنکھ یا ابرو وغیرہ کے اشارے سے سجدہ کرنا کافی نہیں۔ (درمختار وغیرہ)

اگر کوئی عورت دردِ زِہ میں مبتلا ہو مگر ہوش حواس قائم ہوں تو اس کو چاہیئے کہ بہت جلد نماز پڑھ لے تاخیر نہ کرے مبادا نفاس میں مبتلا ہو جائے اور نماز قضا ہو جائے ہاں اگر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے میں یہ خوف ہو کہ اگر اسی حالت میں بچہ پیدا ہو جائے گا تو اس کو صدمہ پہنچے گا تو بیٹھ کر پڑھے۔ اسی طرح اگر کسی عورت کے خاص حصے سے بچے کا کچھ حصہ نصف سے کم باہر آگیا ہو مگر ابھی تک نفاس نہ ہوا ہو تو اس کو بھی نماز میں تاخیر کرنا جائز نہیں بیٹھے بیٹھے نماز پڑھے اور زمین میں کوئی گڑھا کھود کر یعنی دیغیرہ بچھا کر بچے کا سر اس میں رکھ دے یہ بھی نہ ممکن ہو تو اشاروں سے نماز پڑھ لے۔

(خزانۃ الروایات وغیرہ)

اگر کوئی مریض سر سے اشارہ بھی نہ کر سکتا ہو تو اس کو چاہیئے کہ نماز اس وقت نہ پڑھے بعد صحت کے اس کی قضا پڑھ لے پھر اگر یہی حالت اس کی پانچ نمازوں سے زیادہ تک رہے تو اس پر ان نمازوں کی قضا بھی نہیں جیسا کہ قضا کے بیان میں گزر چکا۔

اگر کسی مریض کو رکعتوں کا شمار یاد نہ رہتا ہو تو اس پر بھی اس وقت کی نماز کا ادا کرنا ضروری نہیں بلکہ بعد صحت کے ان کی قضا پڑھ لے ہاں اگر کوئی شخص اس کو بتلا یا جائے اور وہ پڑھ لے تو جائز ہے یہی حکم ہے اس شخص کا جو زیادہ بڑھاپے کے سبب سے مخبوط العقل ہو گیا ہو یعنی دوسرے شخص کے بتلانے سے اس کی نماز درست ہو جائے گی اور اگر کوئی بتلانے والا نہ ملے تو وہ اپنے غالب رائے پر عمل کرے۔

(نفع المفتی)

Marfat.com

اگر کوئی شخص نماز پڑھنے کی حالت میں بیمار ہو جائے تو اس کو چاہیئے کہ باقی نماز جس طرح پڑھ سکتا ہو تمام کرے مثلاً اگر کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہا تھا اور اب کھڑے ہونے کی طاقت نہ رہی تو بیٹھ کر پڑھے رکوع سجدے سے بھی معذور ہو گیا ہو تو اشارے سے رکوع سجدہ کرے بیٹھنے سے بھی معذور ہو گیا ہو تو لیٹ کر۔

اگر کوئی معذور حالت نماز میں قادر ہو جائے تو اگر صرف قیام سے معذور تھا اور بیٹھ کر رکوع سجدہ کرتا تھا اور اب کھڑے ہونے کی قدرت ہو گئی تو باقی نماز کھڑے ہو کر تمام کرے اور اگر رکوع سجدے سے بھی معذور تھا اور اس نے اشارے سے رکوع سجدہ کرنے ارادہ کر کے نیت باندھی تھی مگر ابھی تک کوئی رکوع سجدہ اشارے سے ادا نہیں کیا تھا اور اب اس کو رکوع سجدے پر قدرت ہو گئی تو وہ باقی نماز اپنی رکوع سجدے کے ساتھ ادا کرے اور اگر اشارے سے کوئی رکوع سجدہ کر چکا ہو تو وہ نماز اس کی نماز ہو جائے گی اور پھر نئے سرے سے اس نماز کا پڑھنا اس پر لازم ہوگا۔

اگر کوئی شخص قرأت کے طویل ہونے کے سبب سے کھڑے کھڑے تھک جائے اور تکلیف ہونے لگے تو اس کو کسی دیوار یا درخت یا لکڑی وغیرہ سے تکیہ لگا لینا مکروہ نہیں تراویح کی نماز میں ضعیف اور بوڑھے لوگوں کو اکثر اس کی ضرورت پیش آتی ہے۔ (شامی وغیرہ)

نفل نماز میں جیسا کہ ابتداءً بیٹھ کر پڑھنے کا اختیار حاصل ہے ویسا ہی درمیان نماز میں بھی بیٹھ جانے کا اختیار ہے اور اس میں کسی قسم کی کراہت نہیں۔ (درمختار وغیرہ)

چلتی ہوئی کشتی میں بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے اگر یہ خوف ہو کر چلتی ہوئی کشتی میں کھڑے ہونے سے سر گھومنے لگے گا۔

اگر کوئی کشتی دریا کے کنارے رُکی ہوئی ہو تو وہ خشکی کے حکم میں ہے اور اس پر بیٹھ کر نماز کسی طرح جائز نہیں اور اگر دریا کے اندر رُکی ہوئی ہو اور ہوا سے اس کو جنبش و حرکت بھی ہوتی ہو تو وہ چلتی ہوئی کشتی کے حکم میں ہے۔ کشتی میں نماز پڑھنے کی حالت میں استقبال قبلہ ضروری ہے اور جب کشتی اور کسی طرف پھرے کہ قبلہ بدل جائے تو نماز پڑھنے والے کو بھی پھر جانا چاہیئے تاکہ استقبال قبلہ نہ جانے پائے۔ اگر استقبال قبلہ ممکن نہ ہو تو اخیر وقت تک تامل کرے جب دیکھے کہ اب نماز کا وقت جاتا ہے تو پھر جس طرف چاہے نماز پڑھ لے۔ (درمختار وغیرہ)

اگر کوئی شخص کسی جانور پر سوار ہو اور اپنے گاؤں یا شہر کی آبادی سے باہر ہو تو اس کو تمام نوافل کا سوا سنت فجر کے اسی سواری پر بیٹھے بیٹھے پڑھنا جائز ہے رکوع سجدہ اشارہ سے کرے لیکن

Marfat.com

حالت میں استقبال قبلہ بھی شرط نہیں نہ نماز شروع کرتے وقت نہ حالت نماز میں بلکہ جس طرف وہ جانور جا رہا ہو اسی طرف نماز پڑھنا چاہیے۔

اگر کسی شخص نے سواری پر نفل نماز شروع کی اور بعد اس کے بے عمل کثیر کے اس سواری سے اتر پڑا تو وہ اسی نماز کی بقیہ حصہ کو تمام کرلے نئے سرے سے نماز پڑھنے کی حاجت نہیں مگر اب استقبال قبلہ ضروری ہو جائے گا اور رکوع سجدہ اشارے سے کافی نہ ہوگا۔ اور اگر کسی نے اپنے گاؤں یا شہر سے باہر سواری پر نماز پڑھنا شروع کی تھی اور ابھی نماز تمام نہ ہونے پائی تھی کہ گاؤں یا شہر میں پہنچ گیا تو اس کو اسی سواری پر بیٹھے بیٹھے اشاروں سے بقیہ نماز تمام کرلینا چاہیے۔ اترنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ (درمختار وغیرہ)

گاڑی وغیرہ کی سواری میں بھی نفل کا پڑھنا جائز ہے خواہ چلتی ہوئی گاڑی ہو یا کھڑی ہوئی فرائض اور واجبات کا کسی جانور یا گاڑی کی سواری میں پڑھنا جائز نہیں۔ ہاں اگر کوئی عذر ہو مثلاً سواری سے خود اتر نہ سکتا ہو یا اترنے کے بعد چڑھنا دشوار ہو یا اترنے میں کسی درندے جانور یا دشمن کا خوف ہو یا عورت کو اپنی بے حرمتی کا خوف ہو یا کیچڑ وغیرہ اس قدر ہو کہ اگر نیچے اتر کر نماز پڑھے تو منہ وغیرہ میں کیچڑ بھر جانے کا خوف ہو یا یہ خوف ہو کہ اگر اتر کر نماز پڑھے گا تو ساتھ کے لوگ آگے بڑھ جائیں گے اور خود تنہا رہ جائے گا ایسی صورتوں میں اسی سواری پر بیٹھے بیٹھے اشارے سے فرض اور واجب نمازوں کا پڑھنا بھی جائز ہے۔ مگر استقبال ضروری ہے۔ اور اگر گاڑی کا کوئی جزو جانور پر نہ ہو خواہ کھڑی ہو یا چلتی ہو جانور اس کو تسمہ یا رسی کے سہارے سے کھینچ رہا ہو جس کا ایک سرا اس جانور پر ہو اور دوسرا سرا گاڑی پر تو ایسی گاڑی پر فرائض اور واجبات کا بے عذر پڑھنا بھی جائز ہے مگر کھڑے ہو کر اور استقبال قبلہ کے ساتھ۔ (شامی وغیرہ)

ریل کی سواری میں نماز پڑھنا جائز ہے خواہ فرض ہو یا نفل اور اترنے سے معذور ہو یا نہیں ہاں استقبال قبلہ ضروری ہے اور کھڑے ہو کر نماز پڑھنا چاہیے۔ (عمدۃ الرعایۃ)

اگر کھڑے ہونے میں ریل کی حرکت سے گر جانے کا خوف ہو جیسا کہ بعض ناہموار لینوں میں ہوتا ہے تو پھر بیٹھ کر پڑھے۔

اگر کسی کے دانتوں میں درد ہوتا ہو اور بغیر منہ میں سرد پانی یا کوئی دوا ڈالے ہوئے درد میں سکون نہیں ہوتا تو اس کو چاہیے کہ اگر کوئی شخص لائق امامت کے مل جائے تو اس کے پیچھے نماز پڑھ لے ورنہ اس حالت میں بھی منہ میں دوا رکھے ہوئے خود ہی نماز پڑھ لے اور قرأت وغیرہ نہ کرے۔ (عینیہ)

Marfat.com

مسافر کی نماز

مسافر جب اپنے گاؤں یا شہر کی آبادی سے باہر نکل جائے تو اس کو قصر یعنی چار رکعت کے فرض میں دو ہی رکعت پڑھنا واجب ہے اگر پوری چار رکعت پڑھے گا تو گنہگار ہوگا اور دو واجب اس سے ترک ہوں گے ایک قصر دوسرے قعدۂ اخیرہ کے بعد فوراً سلام پھیرنا اس لیے کہ پہلا قعدہ مسافر کے حق میں قعدۂ اخیرہ ہے اس کے بعد اس کو فوراً سلام پھیر دینا چاہیے تھا اور اس نے نہیں پھیرا بلکہ کھڑا ہو گیا۔ تین رکعت یا دو رکعت کے فرائض میں قصر نہیں ہے۔ (در مختار وغیرہ)

مسافر اگر چار رکعت فرض پڑھے گا تو پہلی دو رکعتیں اس کی فرض ہو جائیں گی اور دوسری نفل

اگر کوئی شخص اس مسافت کو جو متوسط چال سے تین دن سے کم میں نہیں طے ہو سکتی کسی تیز سواری کے ذریعہ سے مثل گھوڑے یا ریل وغیرہ کے تین دن سے کم میں طے کرے تب بھی وہ مسافر سمجھا جائیگا متوسط چال سے مراد آدمی یا اونٹ کی متوسط رفتار ہے۔ تین دن کی مسافت سے یہ مراد ہے کہ صبح سے دوپہر تک چلے نہ یہ کہ صبح سے شام تک اسی لیے ہم نے اس مسافت کا اندازہ چھتیس میل کیا ہے جیسا کہ اوپر لکھ چکے صبح سے دوپہر تک آدمی متوسط چال سے بارہ میل سے زیادہ نہیں چل سکتا۔

سفر خواہ جائز ہو یا ناجائز مثلاً کوئی شخص چوری کی غرض سے یا کسی کے قتل کے ارادے سے یا کوئی غلام اپنے مولیٰ کی بے اجازت یا کوئی لڑکا اپنے والدین کی خلاف مرضی سفر کرے ہر حال میں اس کو قصر کرنا چاہیے۔

مسافر کو اس وقت تک قصر کرنا چاہیے جب تک اپنے وطن اصلی نہ پہنچ جائے یا کسی مقام پر کم سے کم پندرہ دن ٹھہرنے کا قصد نہ کرے بشرطیکہ وہ مقام ٹھہرنے کے لائق ہو۔ اگر کوئی شخص پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کی نیت کرے تو اس کو قصر کرنا چاہیے۔ اسی طرح اگر پندرہ دن کی نیت کرلے مگر وہ مقام قابل سکونت نہ ہو مثلاً کوئی شخص دریا میں ٹھہرنے کی نیت کرے یا دار الحرب میں یا جنگل میں تو اس نیت کا کچھ اعتبار نہ ہوگا ہاں خانہ بدوش لوگ اگر جنگل میں بھی پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کرلیں تو یہ نیت صحیح ہو جائے گی اس لیے کہ وہ جنگلوں میں رہنے کے عادی ہوتے ہیں۔ (در مختار وغیرہ)

اگر کوئی شخص قبل قطع کرنے اس مقدار مسافت کے جس کا اعتبار سفر میں کیا گیا ہے کسی مقام میں ٹھہرنے کی یا اپنے وطن لوٹ جانے کی نیت کرلے تو وہ مقیم ہو جائے گا اگرچہ پندرہ دن

ٹھہرنے کی نیت کی ہو یہ سمجھا جائے گا کہ اس نے اپنے ارادۂ سفر کو فسخ کر دیا۔ (ردالمحتار)

ان چند صورتوں میں اگر کوئی مسافر بعد قطع کرنے مسافت سفر کے پندرہ دن سے بھی زیادہ ٹھہر جائے تو وہ مقیم نہ ہوگا اور قصر کرنا اس پر واجب رہے گا۔ ۱۔ ارادہ پندرہ دن ٹھہرنے کا نہ ہو مگر کسی وجہ سے بے قصد و ارادہ زیادہ ٹھہرنے کا اتفاق ہو جائے۔ ۲۔ کچھ نیت ہی نہ کی ہو بلکہ امروز فردا میں اس کا ارادہ وہاں سے چلے جانے کا ہو خواہ اسی پس و پیش میں پندرہ دن یا اس سے زیادہ بھی ٹھہر جائے۔ ۳۔ پندرہ دن یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کی نیت کرے مگر وہ مقام قابل سکونت نہ ہو۔ ۴۔ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کرے مگر دو مقاموں میں بشرطیکہ ان دونوں مقاموں میں اس قدر فاصلہ ہو کہ ایک مقام کے اذان کی آواز دوسرے مقام میں نہ جاسکتی ہو مثلاً دس روز مکہ معظمہ میں رہنے کا ارادہ کرے اور پانچ روز منیٰ میں مکہ سے منیٰ تین میل کے فاصلہ پر ہے اور اگر رات کو ایک مقام میں رہنے کی نیت کرے اور دن کو دوسرے مقام میں تو جس موضع میں رات کو ٹھہرنے کی نیت کی ہے وہ اس کا وطن اقامت ہو جائے گا وہاں اس کو قصر کی اجازت نہ ہوگی اب دوسرا موضع جس میں دن کو رہتا ہے اگر اس پہلے موضع سے سفر کی مسافت پر ہے تو وہاں جانے سے مسافر ہو جائے گا ورنہ مقیم رہے گا اور اگر ایک موضع دوسرے موضع سے اس قدر قریب ہوگا کہ ایک جگہ کی اذان کی آواز دوسری جگہ جاسکتی ہے تو وہ دونوں موضع ایک سمجھے جائیں گے اور ان دونوں میں پندرہ دن ٹھہرنے کے ارادے سے مقیم ہو جائے گا۔ ۵۔ خود اپنے سفر وغیرہ میں دوسرے کا تابع ہو مثلاً عورت اپنے شوہر کے ساتھ سفر میں ہو یا ملازم اپنے آقا کے ساتھ یا لڑکا اپنے باپ کے ساتھ ان سب صورتوں میں اور ان کے امثال میں اگر یہ لوگ پندرہ دن سے بھی زیادہ ٹھہرنے کی نیت کرلیں تب بھی مقیم نہ ہوں گے اور ان پر قصر واجب رہے گا ہاں اگر وہ لوگ جن کے یہ تابع ہیں پندرہ دن ٹھہرنے کا ارادہ کرلیں تو یہ بھی مقیم ہو جائیں گے خواہ یہ لوگ ارادہ کریں یا نہیں بشرطیکہ ان لوگوں کے ارادے کا ان کو علم ہو جائے اگر ان لوگوں کے ارادے کا ان کو علم نہ ہو تو یہ لوگ مقیم نہ ہوں گے مسافر ہی رہیں گے یہاں تک کہ ان کو علم ہو جائے۔ (درمختار۔ ردالمحتار وغیرہ)

مقیم کی اقتدا مسافر کے پیچھے ہر حال میں درست ہے خواہ ادا نماز ہو یا قضا اور مسافر امام جب دو رکعتیں پڑھ کر سلام پھیر دے تو مقیم مقتدی کو چاہئے کہ اپنی نماز اٹھ کر تمام کرلے اور اس میں قرأت نہ کرے بلکہ چپ کھڑا رہے اس وجہ سے کہ وہ لاحق ہے اور قعدۂ اولیٰ اس مقتدی پر بھی فرض ہوگا مسافر امام کو مستحب ہے کہ اپنے مقتدیوں کو بعد سلام پھیرنے کے فوراً اپنے مسافر ہونے کی اطلاع کردے۔ (درمختار وغیرہ)

Marfat.com

مسافر بھی مقیم کی اقتدا کر سکتا ہے مگر وقت کے اندر بعد وقت کے نہیں اس لیے کہ مسافر جب مقیم کی اقتدا کرے گا تو بہ تبعیت امام کے پوری چار رکعت یہ بھی پڑھے گا اور امام کا قعدۂ اولی نفل ہوگا اور اس کا فرض امام کی تحریمہ قعدۂ اولیٰ کے نفل ہونے کے ساتھ ہوگی اور مسافر مقتدی کی اس کی فرضیت کے ساتھ پس فرض پڑھنے والے کی اقتدا نفل پڑھنے والے کے پیچھے ہوئی اور یہ درست نہیں (در مختار۔ رد المحتار)

مسافر فجر کی سنتوں کو بھی ترک نہ کرے اور مغرب کی سنت کا بھی نہ ترک کرنا بہتر ہے اور باقی سنتوں کے ترک کا اختیار ہے مگر بہتر یہ ہے کہ اگر چل رہا ہو اور اطمینان نہ ہو تو نہ پڑھے ورنہ پڑھ لے۔

(رد المحتار۔ در مختار)

ایک وطن اصلی دوسرے وطن اصلی سے باطل ہو جاتا ہے یعنی اگر کوئی شخص کسی مقام میں تمام عمر سکونت کے ارادے سے مقیم تھا بعد اس کے اس نے اس مقام کو چھوڑ کر دوسرے مقام میں اسی نیت سے سکونت اختیار کی تو اب یہ دوسرا مقام وطن اصلی ہو جائے گا اور پہلا مقام وطن نہ رہے گا یہاں تک کہ اگر ان دونوں مقاموں میں سفر کی مسافت ہو اور اس دوسرے مقام سے سفر کر کے پہلے مقام میں جائے تو مقیم نہ ہوگا۔ (در مختار وغیرہ)

وطن اصلی وطن اقامت سے باطل نہیں ہوتا یعنی اگر کوئی شخص کسی مقام میں پندرہ روز کی سکونت اختیار کرے بعد اس کے اپنے وطن اصلی میں جائے تو فوراً وہاں پہنچتے ہی مقیم ہو جائے گا۔

وطن اقامت وطن اصلی میں جانے سے باطل ہو جاتا ہے یعنی جب وطن اقامت سے وطن اصلی میں پہنچ جائے گا تو مقیم ہو جائے گا پھر جب وہاں سے اس وطن اقامت میں جائے تو مقیم نہ ہوگا۔ ہاں پھر وہاں پہنچ کر اگر پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کرے تو دوبارہ وطن اقامت ہو جائے گا اور وطن اقامت وطن اقامت سے بھی باطل ہو جاتا ہے یعنی اگر کوئی شخص ایک مقام میں پندرہ دن یا اس سے زیادہ ٹھہر کی نیت سے اقامت کرے بعد اس کے اس مقام کو چھوڑ دے اور بجائے اس کے دوسرے مقام میں اسی نیت کے ساتھ اقامت کرے تو وہ پہلا مقام وطن نہ رہے گا وہاں جانے سے مقیم نہ ہوگا۔

اگر کوئی مسافر کسی نماز کے وقت گو وہ اخیر وقت ہو جس میں صرف تحریمہ کی گنجائش ہو پندرہ دن اقامت کی نیت کرے تو وہ مقیم ہو جائے گا اور اگر ابھی تک اس وقت کی نماز نہ پڑھی ہو اور چار رکعت والی نماز ہو تو اسے قصر جائز نہیں اور اگر قصر کے ساتھ ساتھ پڑھ چکا ہو تو پھر اعادہ کی حاجت نہیں۔ (در مختار وغیرہ)

Marfat.com

اگر کوئی مسافر حالت نماز میں اقامت کی نیت کرے خواہ اول نماز میں یا درمیان میں یا اخیر میں مگر سجدۂ سہو یا سلام سے پہلے تو اس کو وہ نماز پوری پڑھنا چاہئے اس میں قصر جائز نہیں۔ ہاں اگر نماز کا وقت گزر جانے کے بعد نیت کرے یا لاحق ہو تو اس کی نیت کا اثر اس نماز میں ظاہر نہ ہوگا اور یہ نماز اگر چار رکعت کی ہوگی تو اس کو قصر کرنا اس میں واجب ہوگا ہاں بعد اس نماز کے البتہ اس کو قصر جائز نہ ہوگا۔

مثال۔ ا۔ کسی مسافر نے ظہر کی نماز شروع کی بعد ایک رکعت پڑھنے کے وقت گزر گیا بعد اس کے اس نے اقامت کی نیت کی تو یہ نیت اس نماز میں اثر نہ کرے گی اور یہ نماز اس کو قصر سے پڑھنا ہوگی۔ ۲۔ کوئی مسافر کسی مسافر کا مقتدی تھا اور لاحق ہو گیا پھر جب اپنی گئی ہوئی رکعتیں ادا کرنے لگا تو اس نے اقامت کی نیت کر لی تو اس نیت کا اثر اس نماز پر کچھ نہ پڑے گا اور نماز اگر چار رکعت کی ہوگی تو اس کو قصر سے نماز پڑھنا ہوگی۔ (درمختار وغیرہ)

خوف کی نماز

جب کسی دشمن کا سامنا ہونے والا ہو خواہ وہ دشمن انسان ہو یا کوئی درندہ جانور یا کوئی اژدہا وغیرہ اور ایسی حالت میں سب مسلمان یا بعض لوگ بھی مل کر جماعت سے نماز نہ پڑھ سکیں اور سواریوں سے اترنے کی بھی مہلت نہ ہو تو سب لوگوں کو چاہیے کہ سواریوں پر بیٹھے بیٹھے اشاروں سے تنہا نماز پڑھ لیں استقبال قبلہ بھی اس وقت شرط نہیں ہاں اگر دو آدمی ایک ہی سواری پر بیٹھے ہوں تو وہ دونوں جماعت کر لیں اور اگر اس کی بھی مہلت نہ ہو تو معذور ہیں اس وقت نماز نہ پڑھیں اطمینان کے بعد اس کی قضا پڑھ لیں۔[1]

اور اگر یہ ممکن ہو کہ کچھ لوگ مل کر جماعت سے نماز پڑھ سکیں اگرچہ سب آدمی نہ پڑھ سکتے ہوں تو ایسی حالت میں ان کو جماعت نہ چھوڑنا چاہیے اس قاعدہ[2] سے نماز پڑھیں۔ تمام مسلمانوں کے

---

[1] نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب کی ایسی ہی مجبوری کی حالت میں چار وقت کی نماز احزاب کی لڑائی میں قضا ہو گئی تھی جس کو آپ نے بعد اطمینان کے ادا کیا ۱۲

[2] قاعدہ نماز پڑھنے کا خلاف قیاس ہے اس میں بہت عمل کثیر کرنا ہوتا ہے قبلے سے بھی انحراف ہوتا ہے

(باقی بر صفحہ ۲۶۸ پر)

Marfat.com

دو حصے کر دیے جائیں ایک حصہ دشمن کے مقابلے میں رہے اور دوسرا حصہ نماز شروع کر دے اگر تین یا چار رکعت کی نماز ہو جیسے ظہر۔ عصر۔ مغرب۔ عشاء بشرطیکہ یہ لوگ مسافر نہ ہوں۔ اور قصر نہ کریں تو جب امام دو رکعت نماز پڑھ کر تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہونے لگے ورنہ ایک ہی رکعت کے بعد یہ حصہ چلا جائے جیسے فجر، جمعہ۔ عیدین کی نماز یا ظہر، عصر، عشاء کی نماز قصر کی حالت میں۔ اور دوسرا حصہ وہاں سے آکر امام کے ساتھ بقیہ نماز پڑھے امام کو ان لوگوں کے آنے کا انتظار کرنا چاہیے پھر جب بقیہ نماز امام تمام کر چکے تو تنہا سلام پھیر دے اور یہ لوگ دشمن کے مقابلے میں چلے جائیں اور پہلے لوگ پھر یہاں آکر اپنی بقیہ نماز بے قرات کے تمام کریں اس لیے کہ وہ لوگ لاحق ہیں پھر یہ لوگ دشمن کے مقابلے میں چلے جائیں اور دوسرا حصہ یہاں آکر اپنی نماز قرات کے ساتھ تمام کرے اس لیے کہ وہ مسبوق ہیں۔ حالت نماز میں دشمن کے مقابلے میں جاتے وقت یا وہاں سے نماز تمام کرنے کے لیے آتے وقت پیادہ چلنا چاہیے اگر سوار ہو کر چلیں گے تو نماز فاسد ہو جائے گی اس لیے کہ یہ عمل کثیر ہے اور عمل کثیر کی اسی قدر اجازت دی گئی ہے جس کی سخت ضرورت ہو۔ اگر امام تین یا چار رکعت والی نماز میں پہلے حصے کے ساتھ ایک رکعت، دوسرے کے ساتھ دو یا تین رکعت پڑھے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ (شامی)

دوسرے حصے کا امام کے ساتھ بقیہ نماز پڑھ کر چلا جانا اور پہلے حصے کا پھر یہاں آکر اپنی نماز تمام کرنا اس کے بعد دوسرے حصے کا یہیں آکر نماز تمام کرنا مستحب اور افضل ہے یہ بھی جائز ہے کہ پہلا حصہ نماز پڑھ کر چلا جائے اور دوسرا حصہ امام کے ساتھ بقیہ نماز پڑھ کر اپنی نماز وہیں تمام کرلے تب دشمن کے مقابلہ میں جائے جب یہ لوگ وہاں پہنچ جائیں تو پہلا حصہ اپنی نماز وہیں پڑھ لے یہاں نہ آئے۔ (در مختار۔ شامی وغیرہ)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۶۷) اگرچہ نہ کہ احادیث میں، و نیز قرآن مجید میں یہ طریقہ نماز خوف کا وارد ہو گیا ہے اس لیے مشروع رکھا گیا ہے قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ طریقہ ناجائز ہے ان کے نزدیک یہ طریقہ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے ساتھ خاص تھا آپ کے بعد پھر اس طریقے سے نماز پڑھنا ناجائز ہے۔ بحر العلوم نے ارکان اربعہ میں اسی رائے کو پسند کیا ہے مگر جس قدر دلائل بیان کیے ہیں وہ قابل تسکین نہیں ہیں ایک دلیل ان کی یہ ہے کہ قرآن مجید میں اس طریقہ نماز کو حضرت کے زمانے کے ساتھ خاص کیا ہے اور انھیں سے خطاب کر کے کہا ہے کہ جب تم کسی لشکر میں ہو اور نماز پڑھاؤ تو یہ طریقہ کرو کسی دوسرے کو اجازت نہیں دی مگر درحقیقت اس آیت سے خصوصیت نہیں ثابت ہو سکتی بہت سی آیتیں ایسی ہیں جن میں حضرت سے خطاب کیا گیا ہے اور مراد تعمیم ہے۔ واللہ اعلم ۱۲

یہ طریقہ نماز پڑھنے کا اس وقت کے لیے ہے کہ جب سب لوگ ایک ہی امام کے پیچھے نماز پڑھنا چاہتے ہوں مثلاً کوئی بزرگ شخص ہو اور سب چاہتے ہوں کہ اسی کے پیچھے نماز پڑھیں ورنہ بہتر یہ ہے کہ ایک حصہ ایک امام کے ساتھ پوری نماز پڑھ لے اور دشمن کے مقابلہ میں چلا جائے پھر دوسرا حصہ دوسرے شخص کو امام بنا کر پوری نماز پڑھ لے۔

اگر یہ خوف ہو کہ دشمن بہت ہی قریب ہے اور جلد یہاں پہنچ جائے گا اور اس خیال سے ان لوگوں نے پہلے قاعدہ سے نماز پڑھی بعد اس کے یہ خیال غلط نکلا تو ان کو اس نماز کا اعادہ کر لینا چاہیے اس لیے کہ وہ نماز نہایت سخت ضرورت کے وقت خلاف قیاس عمل کثیر کے ساتھ مشروع کی گئی ہے بے ضرورت شدید اس قدر عمل کثیر مفسد نماز ہے۔

اگر کوئی ناجائز لڑائی ہو تو اس وقت اس طریقہ سے نماز پڑھنے کی اجازت نہیں۔ مثلاً باغی لوگ بادشاہ اسلام پر چڑھائی کریں یا کسی دنیاوی غرض سے کوئی کسی سے لڑے تو ایسے لوگوں کے لیے اس قدر عمل کثیر معاف نہ ہوگا۔

نماز خلاف جہت قبلے کی طرف شروع کر چکے ہوں کہ اتنے میں دشمن بھاگ جائے تو ان کو چاہیے کہ فوراً قبلے کی طرف پھر جائیں ورنہ نماز نہ ہوگی۔

اگر اطمینان سے قبلے کی طرف نماز پڑھ رہے ہوں اور اسی حالت میں دشمن آجائے تو فوراً ان کو دشمن کی طرف پھر جانا چاہیے اور اس وقت استقبال قبلہ شرط نہ رہے گا۔

اگر کوئی شخص دریا میں پیر رہا ہو اور نماز کا وقت اخیر ہو جائے تو اس کو چاہیے کہ اگر ممکن ہو تو تھوڑی دیر تک اپنے ہاتھ پیر کو جنبش نہ دے اور اشاروں سے نماز پڑھ لے۔

یہاں تک پنج وقتی نمازوں کا اور ان کے متعلقات کا ذکر تھا۔ اب چونکہ بحمد للہ اس سے فراغت ملی لہٰذا نماز جمعہ کا بیان لکھا جاتا ہے اس لیے کہ نماز جمعہ بھی اعظم شعائر اسلام سے ہے اسی لیے عیدین کی نماز سے اس کو مقدم کیا گیا ہے۔

نماز جمعہ کا بیان

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں اللہ تعالیٰ کو نماز سے زیادہ کوئی عبادت پسند نہیں اور اسی واسطے کسی عبادت کی اس قدر سخت تاکید اور فضیلت شریعت صافیہ میں وارد نہیں ہوئی اور اسی وجہ سے

کہ یا رسول اللہ آپ پر کیسے پیش کیا جائے گا حالانکہ آپ کی ہڈیاں بھی نہ ہوں گی حضرت نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء علیہم السلام کا بدن حرام کر دیا ہے۔ (ابوداؤد)

۵۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شَاهِدٌ سے مراد جمعہ کا دن ہے کوئی دن جمعہ سے زیادہ بزرگ نہیں اس میں ایک ساعت ایسی ہے کہ کوئی مسلمان اس میں دعا نہیں کرتا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے اور کسی چیز سے پناہ نہیں مانگتا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو پناہ دیتا ہے۔ (ترمذی)

شَاهِدٌ کا لفظ سورۂ بروج میں واقع ہے اللہ تعالیٰ نے اس دن کی قسم کھائی ہے۔

وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْبُرُوجِ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُودِ وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُودٍ قسم ہے آسمان کی جس میں برج ہیں اور قسم ہے یوم موعود (قیامت) کی اور قسم ہے شاہد (جمعہ) کی اور مشہود (عرفہ) کی۔

۶۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ کا دن تمام دنوں کا سردار اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب دنوں سے بزرگ ہے اور عید الفطر اور عید الاضحیٰ سے بھی زیادہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی عظمت ہے۔

(ابن ماجہ)

۷۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مسلمان جمعہ کے دن یا شب جمعہ کو مرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو عذاب قبر سے محفوظ رکھتا ہے۔ (ترمذی)

۸۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ آیۃ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ کی تلاوت فرمائی ان کے پاس ایک یہودی بیٹھا ہوا تھا اس نے کہا کہ اگر ہم پر ایسی آیت اترتی تو ہم اس دن کو عید بنا لیتے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ آیت دو عیدوں کے دن اتری تھی جمعہ کے دن اور عرفے کا دن یعنی ہم کو بنانے کی کیا حاجت اس دن تو خود ہی دو عیدیں تھیں۔

۹۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کا اہتمام پنجشنبہ سے کرتے تھے شب جمعہ کو فرماتے تھے کہ جمعہ کی رات سفید رات ہے اور جمعہ کا دن روشن دن ہے۔ (مشکوٰۃ)

۱۰۔ قیامت کے بعد جب اللہ تعالیٰ مستحقین جنت کو جنت میں اور مستحقین دوزخ کو دوزخ میں بھیج دے گا اور یہی دن وہاں بھی ہوں گے اگرچہ وہاں دن رات نہ ہوں گے مگر اللہ تعالیٰ ان کو دن اور رات کی مقدار اور گھنٹوں کا شمار تعلیم فرما دے گا پس جب جمعہ کا دن آئے گا اور وقت ہو گا جس وقت مسلمان دنیا میں جمعہ کی نماز کے لیے نکلتے تھے ایک منادی آواز دے گا کہ اے اہل جنت مزید کے جنگل میں چلو وہ ایسا جنگل ہے جس کا طول و عرض سوا خدا کے کوئی نہیں جانتا وہاں مشک کے ڈھیر ہوں گے آسمان کے برابر بلند انبیاء علیہم السلام نور کے منبروں پر بٹھلائے جائیں گے اور مومنین

یاقوت کی کرسیوں پر پس جب سب لوگ اپنے اپنے مقام پر بیٹھ جائیں گے حق تعالیٰ ایک ہوا بھیجے گا جس سے وہ مشک جو وہاں ڈھیر ہوگا اُڑے وہ ہوا اس مشک کو ان کے کپڑوں کے اندر لے جائیگی اور منہ میں اور بالوں میں لگائے گی وہ ہوا اس مشک کے لگانے کا طریقہ اس عورت سے بھی زیادہ جانتی ہے جس کو تمام دنیا کی خوشبوئیں دی جائیں پھر حق تعالیٰ حاملان عرش کو حکم دے گا کہ عرش کو ان لوگوں کے درمیان میں لے جا کر رکھو پھر ان لوگوں کو خطاب کر کے فرمائے گا کہ اے میرے بندوں جو غیب پر ایمان لائے ہو حالانکہ مجھ کو دیکھا نہ تھا اور میرے پیغمبر کی تصدیق کی اور میرے حکم کی اطاعت کی اب کچھ مجھ سے مانگو یہ دن مزید یعنی زیادہ انعام کرنے کا ہے سب لوگ ایک زبان کہیں گے کہ اے پروردگار ہم تجھ سے خوش ہیں تو بھی ہم سے راضی ہو جا حق تعالیٰ فرمائے گا کہ اے اہل جنت اگر میں تم سے راضی نہ ہوتا تو تم کو اپنی بہشت میں نہ رکھتا اور کچھ مانگو یہ دن مزید کا ہے تب سب لوگ متفق اللسان ہو کر عرض کریں گے کہ اے پروردگار ہم کو اپنی صورت زیبا دکھا دے کہ ہم تیری مقدس ذات کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں پس حق سبحانہ پردے اٹھا دے گا اور ان لوگوں پر ظاہر ہو جائے گا اور اپنے جمال جہاں آرا سے ان لوگوں کو گھیر لے گا اگر اہل جنت کے لیے یہ حکم نہ ہو چکا ہوتا کہ یہ لوگ کبھی جلائے نہ جائیں تو بیشک وہ اس نور کی تاب نہ لا سکیں اور جل جائیں پھر ان سے فرمائے گا کہ اب اپنے اپنے مقامات پر واپس جاؤ اور ان لوگوں کا حسن و جمال اس جمال حقیقی کے اثر سے دونا ہو گیا ہو گا یہ لوگ اپنی بی بیوں کے پاس آئیں گے نہ بی بیاں ان کو دیکھیں گی نہ یہ بی بیوں کو تھوڑی دیر کے بعد جب وہ نور جو ان کو چھپائے ہوئے تھا ہٹ جائے گا تب یہ آپس میں ایک دوسرے کو دیکھیں گے ان کی بی بیاں کہیں گی کہ جاتے وقت جیسی صورت تمھاری تھی وہ اب نہیں یہ لوگ جواب دیں گے کہ ہاں اس سبب سے کہ حق تعالیٰ نے اپنی ذات مقدس کو ہم پر ظاہر کیا تھا اور ہم نے اس جمال کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ (شرح سفر السعادۃ) دیکھئے جمعہ کی دن کتنی بڑی نعمت ملی۔

۱۱- ہر روز دوپہر کے وقت دوزخ تیز کی جاتی ہے مگر جمعہ کی برکت سے جمعہ کے دن نہیں تیز کی جاتی۔ (احیاء العلوم)

۱۲- نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جمعہ کو ارشاد فرمایا کہ اے مسلمانو! اس دن کو اللہ تعالیٰ نے عید مقرر فرمایا ہے پس اس دن غسل کرو اور جس کے پاس خوشبو ہو وہ خوشبو لگائے اور مسواک کو اس دن لازم کر لو۔ (ابن ماجہ)

Marfat.com

جُمعہ کے آداب

۱۔ ہر مسلمان کو چاہیئے کہ جمعہ کا اہتمام پنجشنبہ سے کرے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے۔ پنجشنبے کے دن بعد عصر کے استغفار وغیرہ زیادہ کرے اور اپنے پہننے کے کپڑے صاف کر رکھے اور خوشبو گھر میں نہ ہو اور ممکن ہو تو اسی دن لا کر رکھ لے تاکہ پھر جمعہ کے دن ان کاموں میں اس کو مشغول ہونا نہ پڑے بزرگان سلف نے فرمایا ہے کہ سب سے زیادہ جمعہ کا فائدہ اس کو ملے گا جو اس کا منتظر رہتا ہو اور اس کا اہتمام پنجشنبہ سے کرتا ہو اور سب سے زیادہ بدنصیب وہ ہے جس کو یہ بھی نہ معلوم ہو کہ جمعہ کب ہے۔ حتیٰ کہ صبح کو لوگوں سے پوچھے کہ آج کون دن ہے اور بعض بزرگ شب جمعہ کو زیادہ اہتمام کی غرض سے جامع مسجد ہی میں جا کے رہتے تھے۔ (احیاء العلوم)

۲۔ پھر جمعہ کے دن بعد نماز فجر کے غسل کرے[1] سر کے بالوں کو اور بدن کو خوب صاف کرے اگر کوئی شخص فجر کی نماز سے پہلے غسل کرے تو سنت ادا نہ ہوگی۔ اور مسواک کرنا بھی اس دن بہت فضیلت رکھتا ہے۔

۳۔ جمعہ کے دن بعد غسل کے عمدہ سے عمدہ کپڑے جو اس کے پاس ہوں پہنے اور ممکن ہو تو خوشبو لگائے اور ناخن وغیرہ بھی کتروائے۔

۴۔ جامع مسجد میں بہت سویرے جائے جو شخص جتنے سویرے جائے گا اسی قدر اس کو ثواب زیادہ ملے گا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ کے دن فرشتے دروازے پر کھڑے ہوتے ہیں اور سب

---

[1] ہمارے امام صاحب کے نزدیک یہ غسل سنت مؤکدہ ہے اور بعض علماء اس کے وجوب کے قائل ہیں احادیث میں اس کی بہت تاکید آئی ہے مگر چونکہ بعض احادیث میں ترک غسل کی اجازت بھی آگئی ہے اس لیے وہ تاکید وجوب کی حد تک نہ پہنچے گی۔ مگر بے ضرورت شدیدہ سنت موکدہ کو بھی ترک کرنا گناہ ہے۔ اہل مدینہ جب کسی کو گالی دیتے تو یہ کہتے تھے کہ تو اس سے بھی زیادہ ناپاک ہے جو جمعہ کے دن غسل نہ کرے (احیاء العلوم) حضرت عثمانؓ ایک دن کسی وجہ سے غسل نہ کر سکے تو حضرت فاروقؓ نے خطبہ پڑھنے ہی کی حالت میں ان کو ٹوکا۔ رضی اللہ عنہما ۱۲

ف۔ صحیح یہ ہے کہ یہ غسل نماز کے لیے سنت ہے جن لوگوں پر نماز جمعہ فرض نہیں ان پر غسل بھی مسنون نہیں چاہے کریں چاہے نہ کریں۔ واللہ اعلم (بحر الرائق۔ شرح وقایہ وغیرہ)

پہلے جو آتا ہے اُس کو پھر اُس کے بعد دوسرے کو اسی طرح درجہ بدرجہ سب کا نام لکھتے ہیں سب سے پہلے جو آیا اس کو ایسا ثواب ملتا ہے جیسے اللہ کی راہ میں اونٹ قربانی کرنے کو اس کے بعد پھر جیسے گائے کی قربانی کرنے میں پھر جیسے مرغ کی قربانی میں پھر جیسے اللہ کی راہ میں کسی کو انڈا صدقہ دیا جائے پھر جب خطبہ ہونے لگتا ہے تو فرشتے وہ دفتر بند کر لیتے ہیں اور خطبہ سننے میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ (صحیح بخاری۔ صحیح مسلم)

اگلے زمانے میں صبح کے وقت اور بعد فجر کے راستے گلیاں بھری ہوئی نظر آتی تھیں تمام لوگ اتنے سویرے سے جامع مسجد جاتے تھے اور سخت اژدہام ہوتا تھا جیسے عید کے دنوں میں پھر جب یہ طریقہ جاتا رہا تو لوگوں نے کہا کہ یہ پہلی بدعت ہے جو اسلام میں پیدا ہوئی یہ لکھ کر امام غزالی فرماتے ہیں کہ کیوں نہیں شرم آتی مسلمانوں کو یہود اور نصاریٰ سے کہ وہ لوگ اپنی عبادت کے دن یعنی یہود سنیچر کو اور نصاریٰ اتوار کو اپنے عبادت خانوں اور گرجا گھروں میں کیسے سویرے جاتے ہیں اور طالبان دنیا کتنے سویرے بازاروں میں خرید و فروخت کے لیے پہنچ جاتے ہیں پس طالبان دین کیوں پیش قدمی نہیں کرتے۔

درحقیقت مسلمانوں نے اس زمانہ میں اس مبارک دن کی قدر بالکل گھٹا دی ان کو یہ بھی خبر نہیں ہوتی کہ آج کون دن ہے اور اس کا کیا مرتبہ ہے افسوس وہ دن جو کسی زمانے میں مسلمانوں کے نزدیک عید سے بھی زیادہ تھا اور جس دن پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فخر تھا اور جو دن اگلی امتوں کو نصیب نہ ہوا تھا آج مسلمانوں کے ہاتھ سے اس کی ایسی ذلت اور ناقدری ہو رہی ہے خدا کی دی ہوئی نعمت کو اس طرح ضائع کرنا سخت ناشکری ہے جس کا وبال ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

۵۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن فجر کی نماز میں سورۂ الم سجدہ اور ہل اتی علی الانسان پڑھتے تھے لہٰذا انہیں سورتوں کو جمعہ کے دن فجر کی نماز میں سنت سمجھ کر پڑھا کرے کبھی کبھی ترک بھی کر دے تا کہ لوگوں کو وجوب کا خیال نہ ہو۔

۶۔ جمعہ کی نماز میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سورۂ جمعہ اور سورۂ منافقون یا سبح اسم ربک الاعلیٰ اور ھل اتاک حدیث الغاشیہ پڑھتے تھے۔

۷۔ جمعہ کے دن خواہ نماز سے پہلے یا پیچھے سورۂ کہف پڑھنے میں بہت ثواب ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ کے دن جو کوئی سورۂ کہف پڑھے اس کے لیے عرش کے نیچے سے آسمان کے

Marfat.com

برابر بلند ایک نور ظاہر ہوگا کہ قیامت کے اندھیرے میں اس کے کام آئے گا اور اس جمعہ سے پچھلے جمعہ تک جتنے گناہ اس سے ہوئے تھے سب معاف ہو جائیں گے۔ (شرح سفر السعادۃ)

علماء نے لکھا ہے کہ اس حدیث میں گناہ صغیرہ مراد ہیں اس لیے کہ کبیرہ بے توبہ کے نہیں معاف ہوتے واللہ اعلم وہو ارحم الراحمین۔

۸۔ جمعہ کے دن درود شریف پڑھنے میں بھی اور دنوں سے زیادہ ثواب ملتا ہے اسی لیے احادیث میں وارد ہوا ہے کہ جمعہ کے دن درود شریف کی کثرت کرو۔

اس کے علاوہ ہر عبادت کا ثواب جمعہ کے دن زیادہ ملتا ہے۔

نماز جمعہ کی فضیلت اور تاکید

نماز جمعہ فرض عین ہے قرآن مجید اور احادیث متواترہ اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ اور اعظم شعائر اسلام سے ہے منکر اس کا کافر اور بے عذر اس کا تارک فاسق ہے۔

۱۔ قولہ تعالیٰ۔ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِن يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ۝

جب نماز جمعہ کے لیے اذان کہی جائے تو تم لوگ اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانو۔ ذکر سے مراد اس آیت میں نماز جمعہ اور اس کا خطبہ ہے۔ دوڑنے سے مقصود نہایت اہتمام کے ساتھ جانا ہے۔

۲۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن غسل اور طہارت بقدر امکان کرے بعد اس کے اپنے بالوں میں تیل لگائے اور خوشبو کا استعمال کرے اس کے بعد نماز کے لیے چلے اور جب مسجد میں آئے تو کسی آدمی کو اس کی جگہ سے اٹھا کر نہ بیٹھے پھر جس قدر نوافل اس کی قسمت میں ہوں پڑھے جب امام خطبہ پڑھنے لگے تو سکوت کرے تو گزشتہ جمعہ سے اس وقت تک کے گناہ اس شخص کے معاف ہو جائیں گے۔ (صحیح بخاری)

۳۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی جمعہ کے دن خوب غسل کرے اور سویرے مسجد میں پیادہ پا جائے سوار ہو کر نہ جائے پھر خطبہ سنے اور اس درمیان میں کوئی لغو فعل نہ کرے تو اس کو ہر قدم کے عوض میں ایک سال کامل کی عبادت کا ثواب ملے گا ایک سال کے روزوں کا اور ایک سال کی

Marfat.com

نمازوں کا۔ (ترمذی)

۴۔ ابن عمر اور ابن ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا کہ لوگ نماز جمعہ کے ترک سے باز رہیں ورنہ خدائے تعالیٰ ان کے دلوں پر مہر کر دے گا پھر وہ سخت غفلت میں پڑ جائیں گے۔ (صحیح مسلم)

۵۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص تین جمعے سستی سے یعنی بے عذر ترک کر دیتا ہے اس کے دل پر اللہ تعالیٰ مہر کر دیتا ہے۔ (ترمذی) اور ایک روایت میں ہے کہ خداوند عالم اس سے بیزار ہو جاتا ہے۔

۶۔ طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نماز جمعہ کا جماعت کے ساتھ ہر مسلمان پر حق واجب ہے مگر چار پر (نہیں) غلام، عورت، لڑکا، بیمار۔ (ابوداؤد)

۷۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تارکین جمعہ کے حق میں فرمایا کہ میرا مصمم ارادہ ہے کہ کسی کو اپنی جگہ امام کر دوں اور خود ان لوگوں کے گھروں کو جلا دوں جو نماز جمعہ میں حاضر نہیں ہوتے۔

اسی مضمون کی حدیث ترک جماعت کے حق میں وارد ہوئی ہے جس کو ہم اوپر لکھ چکے ہیں۔

۸۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص بے ضرورت جمعے کی نماز ترک کر دیتا ہے وہ منافق لکھ دیا جاتا ہے ایسی کتاب میں کہ جو تغیر و تبدل سے بالکل محفوظ ہے (مشکوٰۃ) یعنی اس کے نفاق کا حکم ہمیشہ رہے گا ہاں اگر توبہ کرے، یا ارحم الراحمین اپنی محض عنایت سے معاملہ فرمائے تو وہ دوسری بات ہے۔

۹۔ جابر رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضرتؐ نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اس کو جمعہ کے دن نماز جمعہ پڑھنا ضروری ہے مگر مریض اور مسافر اور عورت اور لڑکا اور غلام پس اگر کوئی شخص لغو کام یا تجارت میں مشغول ہو جائے تو خداوند عالم بھی اس سے اعراض فرماتا ہے اور وہ بے نیاز اور محمود ہے (مشکوٰۃ) یعنی اس کو کسی کی عبادت کی پروا نہیں نہ اس کا کچھ نقصان ہے اس کی ذات بہمہ صفت موصوف ہے کوئی اس کی حمد و ثنا کرے یا نہ کرے۔

۱۰۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا جس شخص نے پے درپے کئی جمعے ترک دیئے پس اس نے اسلام کو پس پشت ڈال دیا۔ (اشعۃ اللمعات)

۱۱۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ ایک شخص مر گیا اور وہ جمعے اور جماعت میں شریک نہ ہوتا تھا اس کے حق میں آپ کیا فرماتے ہیں انھوں نے جواب دیا کہ وہ دوزخ میں ہے پھر وہ شخص ایک

Marfat.com

مہینے تک برابر ان سے یہی سوال کرتا رہا اور وہ یہی جواب دیتے رہے (احیاء العلوم)

ان احادیث سے سرسری نظر کے بعد بھی یہ نتیجہ بخوبی نکل سکتا ہے کہ نماز جمعہ کی سخت تاکید شریعت میں ہے اور اس کے تارک پر سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔ گیا اب بھی کوئی شخص بعد دعوئی اسلام کے اس فرض کے ترک کرنے پر جرأت کرسکتا ہے۔

نماز جمعہ کے واجب ہونے کی شرطیں

۱۔ مقیم ہونا۔ مسافر پر نماز واجب نہیں۔

۲۔ تندرست ہونا مریض پر نماز جمعہ واجب نہیں۔ جو مرض جامع مسجد تک پیادہ پا جانے سے مانع ہو اسی مرض کا اعتبار ہے۔ بڑھاپے کی وجہ سے اگر کوئی شخص کمزور ہوگیا ہو کہ مسجد تک نہ جاسکے، یا نابینا ہو یہ سب لوگ مریض سمجھے جائیں گے اور نماز جمعہ ان پر واجب نہ ہوگی۔

۳۔ آزاد ہونا۔ غلام پر نماز جمعہ واجب نہیں۔

۴۔ مرد ہونا عورت پر نماز جمعہ واجب نہیں۔

۵۔ جماعت کے ترک کرنے کے جو عذر اوپر بیان ہو چکے ہیں ان سے خالی ہونا۔ اگر ان عذروں میں سے کوئی عذر موجود ہو تو نماز جمعہ واجب نہ ہوگی۔

مثال :۔ ۱۔ پانی بہت زور سے برستا ہو۔ ۲۔ کسی مریض کی تیمارداری کرتا ہو۔ ۳۔ مسجد جانے میں کسی دشمن کا خوف ہو۔

۶۔ اور نمازوں کے واجب ہونے کی جو شرطیں اوپر ہم ذکر کرچکے ہیں وہ بھی اس میں معتبر ہیں یعنی عاقل ہونا بالغ ہونا [illegible]

یہ شرطیں جو بیان ہوئیں نماز جمعہ کے واجب ہونے کی تھیں۔ اگر کوئی شخص باوجود نہ پائے جانے ان شرطوں کے نماز جمعہ پڑھے تو اس کی نماز ہو جائے گی یعنی ظہر کا فرض اس کے ذمے سے اتر جائے گا مثلاً کوئی مسافر یا کوئی عورت نماز جمعہ پڑھے۔

Marfat.com

نماز جمعہ کے صحیح ہونے کی شرطیں

۱۔ مصر[1]۔ گاؤں یا جنگل میں نماز جمعہ درست نہیں۔ ہاں اگر کوئی گاؤں شہر سے اس قدر قریب ہو کہ وہاں سے نماز جمعہ پڑھنے کے لیے اگر کوئی شخص آئے تو دن ہی دن میں اپنے گھر واپس جا سکے تو ایسا مقام بھی مصر کے حکم میں ہے، اور وہاں کے لوگوں پر بھی نماز جمعہ فرض ہے (شرح سفر السعادۃ)

مصر[2]۔ فقہا کی اصطلاح میں اس مقام کو کہتے ہیں جہاں ایسے مسلمان جن پر نماز جمعہ واجب ہے اس قدر ہوں کہ اگر سب مل کر وہاں کی کسی بڑی مسجد میں جمع ہونا چاہیں تو اس مسجد میں ان سب کی گنجائش نہ ہو، اس مسجد

---

[1] یہ مذہب حنفیہ کا ہے امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک ایسا مقام شرط ہے جہاں چالیس مرد آزاد مکلف رہتے ہوں امام مالک کے نزدیک وہ جگہ شرط ہے جہاں ملی ہوئی بستی اور مسجد اور بازار ہو خلاصہ یہ کہ باتفاق جمیع علمائے امت و اجماع مجتہدین ثلثہ آیت فرضیت جمعہ مکان کے بارے میں مطلق نہیں بلکہ ضرور کوئی نہ کوئی خاص مکان مراد ہے اور چونکہ حضرت علی مرتضیٰ سے مصنف عبدالرزاق وغیرہ میں بسند صحیح مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا جمعہ اور تشریق صحیح نہیں مگر مصر جامع میں اس لیے حنفیہ نے مصر کی شرط لگی۔ اور صحابہ سے منقول نہیں کہ انھوں نے کسی گاؤں یا جنگل میں نماز جمعہ پڑھی ہو (فتح القدیر) حضرت علی کی اس حدیث پر اگرچہ بعض محدثین نے جرح کی ہے مگر وہ قابل اعتبار نہیں بعض سندیں اس کی بالکل صحیح ہیں علامہ عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں لکھتے ہیں کہ جو نووی نے کہا ہے کہ حدیث علی کا ضعف متفق علیہ ہے پس شاید وہ مطلع نہیں ہوئے اس سند پر جس میں حجاج ہیں اور اس سند پر جس میں جریر منصور سے راوی ہیں اس لیے کہ وہ سند صحیح ہے اگر یہ سندیں ان کو معلوم ہو جاتیں تو ایسا نہ کہتے۔ بعض لوگوں نے اس آیت کو مطلق قرار دیا ہے ان کے نزدیک ہر جگہ نماز جمعہ درست ہے گاؤں ہو یا شہر اور بخاری کی اس حدیث سے کہ ابن عباس نے فرمایا کہ سب سے پہلا جمعہ جو مسجد نبوی کے بعد قائم ہوا جواثی میں تھا جو ایک قریہ ہے بحرین کا اس وجہ سے استدلال نہیں ہو سکتا کہ قریہ کا اطلاق شہر پر بھی آیا ہے خود قرآن مجید میں جابجا یہ استعمال واقع ہے سورہ یوسف میں مصر جیسے شہر کو اور سورہ یٰسین میں انطاکیہ شہر کو قریہ لکھا ہے واللہ اعلم۔

[2] مصر کی تعریف میں فقہا کے اقوال مختلف ہیں بعض نے یہ تعریف کی ہے کہ جہاں حاکم اور قاضی رہتا ہو جو حدود شرعیہ جاری کرے۔ بعض نے یہ تعریف کی ہے کہ جہاں دس ہزار آدمی رہتے ہوں۔ بعض نے یہ کہ جہاں ہر پیشے والا اپنے پیشے کو چلا سکے۔ بعض نے یہ کہ جہاں اس قدر لوگ رہتے ہوں کہ اگر کوئی دشمن ان سے مقابلہ کرے تو وہ اس کے دفع پر قادر ہوں۔ بعض نے یہ کہ جہاں ہر روز کوئی نہ کوئی فوت پیدائش ہوتی ہو مگر اکثر فقہا کے نزدیک مختار اور تمام متاخرین کا مفتیٰ بہ وہی قول ہے جو ہم نے لکھا ہے ۱۲ (بحر الرائق۔ خزانۃ المفتین فتاویٰ زاہدیہ)

Marfat.com

سے مراد جامع مسجد نہیں ہے بلکہ پنجوقتی نماز کی مسجد مراد ہے۔

جس مقام میں یہ تعریف صادق ہو وہ مصر ہے اور جہاں نہ صادق ہو وہ قریہ ہے۔

(خزانۃ المفتین۔ بحر الرائق۔ مختصر وقایہ وغیرہ)

۲۔ دار السلام ہونا۔ دار الحرب میں نماز جمعہ درست نہیں۔ دار السلام وہ مقام ہے جہاں کا بادشاہ مسلمان ہو یا وہاں احکام اسلام جاری ہوں اور کافروں کی طرف سے کوئی مزاحمت احکام شرعیہ میں نہ ہوتی ہو اور اہل اسلام وہاں بامن و آمان بلا اجازت کفار کے رہ سکتے ہوں جہاں جہاں یہ باتیں نہ ہوں وہ دار الحرب ہے۔

جو مقام کسی زمانے میں دار الاسلام تھا اس کے دار الحرب ہونے میں تین[1] شرطیں ہیں۔ ۱۔ اس میں کفر کے احکام بلانیہ جاری ہونے لگیں۔ ۲۔ دار الحرب سے متصل ہو اس کے اور دار الحرب کے درمیان میں کوئی دوسرا شہر نہ ہو۔ ۳۔ کوئی مسلمان اس میں بغیر امان کفار نہ رہ سکے۔ (خزانۃ المفتین)

۳۔ بادشاہ[2] اسلام یا اس کی طرف سے کسی شخص کا موجود ہونا۔ ہاں جن مقامات میں کفار کا قبضہ ہو اور وہاں کے قاضی اور حاکم سب کافر ہوں۔ وہاں یہ شرط نہیں مثلاً ہمارے زمانہ میں ہندوستان کا یہی حال ہے لہذا ہم یہ[3] ظہر کا وقت۔ وقت ظہر سے پہلے اور اس کے بعد نماز جمعہ درست نہیں حتیٰ کہ اگر نماز جمعہ پڑھنے کی حالت میں یہاں کے لیے [illegible] نماز [illegible] درست ہے (درمختار)

---

[1] ہندوستان کو بعض لوگ دار الحرب سمجھتے ہیں حالانکہ دار الحرب کی تعریف اس پر کسی طرح صادق نہیں آتی مولانا عبد الحی صاحب مرحوم کے فتاوی میں کئی فتوے اس مسئلے کی تحقیق و تفصیل میں موجود ہیں جس میں انھوں نے فقہا کی عبارتیں اس مضمون کی نقل کی ہیں کہ جو شہر آج کل کفار کے قبضے میں ہیں وہ دار الاسلام ہیں اس لیے کہ وہاں احکام اسلام جاری ہیں اور کفار کی طرف سے کوئی مزاحمت نہیں ہوتی واللہ اعلم ۱۲

[2] یہ شرط اس مصلحت سے کی گئی ہے کہ نماز جمعہ ایک بہت بڑی جماعت کے ساتھ پڑھی جاتی ہے جس میں ہر قسم کے لوگ موجود ہوتے ہیں اور فتنہ و فساد کا بھی خوف ہوتا ہے لہذا اگر کوئی شخص بادشاہ کی طرف سے موجود ہو گا تو اس کا انسداد کر سکے گا اور انتظام درست رہیگا اسی وجہ سے بعض فقہا نے لکھا ہے کہ بادشاہ کا مسلمان ہونا بھی شرط نہیں بعض محققین نے اس شرط کی مخالفت کی ہے کہ یہ شرط صرف احتیاطی عقلی ہے نہ یہ کہ بے اس کے شرعاً نماز نہ صحیح ہو شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے فتح المنان میں ایسا ہی لکھا ہے بعض نے یہ دلیل بھی پیش کی ہے کہ جس زمانہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ باغیوں کے خوف سے خانہ نشین تھے جمعہ کی نماز بے ان کی اجازت اور موجودگی کی پڑھی گئی اور اگر نماز جمعہ کے صحیح ہونے کے لیے بادشاہ کی اجازت وغیرہ شرط ہوتی تو وہ لوگ جو عالم تھے کیوں خلاف کرتے۔ مگر یہ واقعہ دلیل نہیں ہو سکتا حالت عذر و مجبوری میں ہمارے فقہا نے بھی اس شرط کو ساقط کر دیا ہے واللہ اعلم ۱۲

[3] بعض لوگوں نے جمعہ کی نماز زوال سے پہلے بھی جائز رکھی ہے حالانکہ کسی حدیث سے ثابت نہیں بخاری اور مسلم کی حدیثوں میں صاف صاف موجود ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کی نماز زوال کے بعد پڑھا کرتے تھے۔ واللہ اعلم ۱۲

Marfat.com

میں وقت جاتا رہے تو نماز فاسد ہو جائے گی اگرچہ قعدۂ اخیرہ بقدر تشہد کے ہو چکا ہو اور اسی وجہ سے نماز جمعہ کی قضا نہیں پڑھی جاتی۔

۵۔ خطبہ یعنی لوگوں کے سامنے اللہ کا ذکر کرنا خواہ صرف سبحان اللہ یا الحمد للہ کہہ دیا جائے اگرچہ صرف اسی قدر پر اکتفا کرنا بوجہ مخالفت سنت کے مکروہ ہے۔ (در مختار وغیرہ)

۶۔ خطبے کا نماز سے پہلے ہونا۔ اگر نماز کے بعد خطبہ پڑھا جائے تو نماز نہ ہوگی۔

۷۔ خطبے کے وقت ظہر کے اندر ہونا وقت آنے سے پہلے اگر خطبہ پڑھ لیا جائے تو نماز نہ ہوگی۔

۸۔ جماعت یعنی امام کے سوا کم سے کم تین آدمیوں کا شروع خطبہ سے نماز ختم ہونے تک موجود رہنا گو وہ تین آدمی جو خطبے کے وقت تھے اور ہوں اور نماز کے وقت اور مگر یہ تین آدمی ایسے ہوں جو امامت کر سکیں اگر صرف عورت یا نابالغ لڑکے ہوں تو نماز نہ ہوگی۔ (بحر الرائق۔ بزازیہ۔ رد المحتار)

اگر سجدہ کرنے سے پہلے لوگ چلے جائیں اور تین آدمیوں سے کم باقی رہ جائیں یا کوئی نہ رہ جائے تو نماز فاسد ہو جائے گی ہاں اگر سجدہ کرنے کے بعد چلے جائیں تو پھر کچھ حرج نہیں۔ (در مختار وغیرہ)

۹۔ عام اجازت کے ساتھ علی الاعلان نماز جمعہ کا پڑھنا۔ کسی خاص مقام میں چھپ کر نماز جمعہ پڑھنا درست نہیں۔ اگر کسی ایسے مقام میں نماز جمعہ پڑھی جائے جہاں عام لوگوں کو آنے کی اجازت نہ ہو یا جامع مسجد کے دروازے بند کر لیے جائیں تو نماز نہ ہوگی۔

یہ شرائط جو بیان ہوئے نماز کے صحیح ہونے کے تھے اگر کوئی شخص باوجود نہ پائے جانے ان شرائط کے نماز جمعہ پڑھے تو اس کی نماز نہ ہوگی یعنی ظہر کا فرض اس کے ذمہ سے نہ اترے گا نماز ظہر پھر اس کو پڑھنا ہوگی اور چونکہ یہ نماز نفل ہوگی اور نفل کا اس اہتمام سے پڑھنا مکروہ ہے لہذا ایسی حالت میں نماز جمعہ پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ (رد المحتار)

خطبے کے مسائل

جب سب لوگ جماعت میں آ جائیں تو امام کو چاہیے کہ منبر پر بیٹھ جائے اور مؤذن اس کے سامنے کھڑے ہو کر اذان کہے اذان کے بعد فوراً امام کھڑے ہو کر خطبہ شروع کر دے۔

خطبہ پڑھنے والے کا بالغ ہونا شرط نہیں اگر کوئی نابالغ لڑکا خطبہ پڑھ دے تب بھی جائز ہے (در مختار وغیرہ)

Marfat.com

خطبے میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا فرض ہے اگر نہ کیا جائے تو وہ خطبہ معتبر نہ ہوگا اور نماز جمعہ کی شرط ادا نہ ہوگی۔ یا اگر صرف الحمد للہ یا سبحان اللہ کہہ لیا جائے مگر نہ خطبہ کی نیت سے تب بھی خطبہ ادا نہ ہوگا۔

خطبہ میں بارہ چیزیں مسنون ہیں۔ ۱۔ خطبہ پڑھنے کی حالت میں خطبہ پڑھنے والے کو کھڑا رہنا۔ ۲۔ دو خطبے پڑھنا۔ ۳۔ دونوں خطبے کے درمیان میں اتنی دیر تک بیٹھنا کہ تین مرتبہ سبحان اللہ کہہ سکیں۔ ۴۔ دونوں حدثوں سے طہارت کی حالت میں خطبہ پڑھنا۔ ۵۔ خطبے پڑھنے کی حالت میں منہ لوگوں کی طرف رکھنا۔ ۶۔ خطبہ شروع کرنے سے پہلے اپنے دل میں اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کہنا۔ ۷۔ خطبہ ایسی آواز سے پڑھنا کہ لوگ سن سکیں۔ ۸۔ خطبے میں ان آٹھ قسم کے مضامین ہونا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر اور اس کی تعریف۔ خداوند عالم کی وحدت اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی شہادت۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود۔ وعظ و نصیحت قرآن مجید کی آیتوں یا کسی سورت کا پڑھنا۔ دوسرے خطبے میں پھر ان سب چیزوں کا اعادہ کرنا۔ دوسرے خطبے میں بجائے وعظ و نصیحت کے مسلمانوں کے لیے دعا کرنا۔ خطبے کو زیادہ طول نہ دینا بلکہ نماز سے کم رکھنا۔ خطبہ منبر پر پڑھنا اگر منبر نہ ہو تو کسی لاٹھی وغیرہ پر ہاتھ رکھ کر کھڑا ہونا۔ ہاتھ کا ہاتھ پر رکھ لینا جیسا کہ بعض لوگوں کی ہمارے زمانے میں عادت ہے منقول نہیں۔ دونوں خطبوں کا عربی زبان میں ہونا۔ کسی اور زبان میں خطبہ پڑھنا یا اس کے ساتھ کسی اور زبان کے اشعار وغیرہ ملا دینا جیسا کہ ہمارے زمانے میں بعض عوام کا دستور ہے خلاف سنت مؤکدہ اور مکروہ تحریمی ہے۔ خطبہ سننے والوں کو قبلہ رو ہو کر بیٹھنا۔

دوسرے خطبے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آل و اصحاب و ازواج مطہرات خصوصاً خلفائے راشدین اور حضرت حمزہ و عباس رضی اللہ عنہم کے لیے دعا کرنا مستحب ہے۔ بادشاہ وقت کے لیے

لہ باوجودیکہ صدہا بلاد عجم صحابہؓ کے زمانہ میں فتح ہو گئے تھے اور وہاں کے لوگ عربی سے بالکل واقف نہ تھے صحابہؓ نے ان کے لیے خطبہ ان کی زبان میں نہیں بدلا اور عربی زبان میں پڑھا کیے مصفّٰی شرح موطا میں ہے کہ جب ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے خلفاء رضی اللہ عنہم اور ان کے تابعین وغیرہ کے خطبوں کو دیکھا تو اس میں چند چیزیں معلوم ہوئیں اللہ تعالیٰ کی حمد اور وحدت اور رسالت کی شہادت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود مسلمانوں کو تقویٰ کی نصیحت قرآن مجید کی کسی آیت کی تلاوت مسلمانوں کے لیے دعا اور خطبے کا عربی ہونا بسبب التزام مسلمانوں کے مشرق سے مغرب تک اس عربی خطبے پر باوجودیکہ اکثر ملکوں میں حاضرین عجمی ہوتے تھے فقط اور ہمارے فقہا جو لکھتے ہیں کہ خطبہ فارسی زبان میں جائز ہے اس کا یہ مطلب ہے کہ نماز جمعہ کی شرط ادا ہو جائے گی نہ یہ کہ بالکل خالی از کراہت ہے زیادہ تفصیل اس مسئلے کی مولانا شیخ عبد الحی لکھنوی کے رسالہ احکام النفائس میں موجود ہے۔ واللہ اعلم ۱۲

Marfat.com

بھی دعا کرنا جائز ہے مگر اس کی ایسی تعریف کرنا جو غلط ہو مکروہ تحریمی ہے (بحر الرائق۔ درمختار وغیرہ)

جب امام خطبے کے لیے اٹھ کھڑا ہو اس وقت سے کوئی نماز پڑھنا یا آپس میں بات چیت کرنا مکروہ تحریمی ہے ہاں قضا نماز کا پڑھنا اس وقت بھی جائز بلکہ واجب ہے پھر جب تک امام خطبہ ختم نہ کر دے یہ سب چیزیں ممنوع ہیں۔

جب خطبہ شروع ہو جائے تو تمام حاضرین کو اس کا سننا واجب ہے خواہ امام کے نزدیک بیٹھے ہوں یا دور اور کوئی ایسا فعل کرنا جو سننے میں مخل ہو مکروہ تحریمی ہے اور کھانا پینا بات چیت کرنا چلنا پھرنا سلام یا سلام کا جواب یا تسبیح پڑھنا کسی کو شرعی مسئلہ بتانا جیسا کہ حالت نماز میں ممنوع ہے ویسا ہی اس وقت بھی ممنوع ہے ہاں خطیب کو جائز ہے کہ خطبہ پڑھنے کی حالت میں کسی کو شرعی مسئلہ بتا دے۔ اگر کوئی نماز پڑھ رہا ہو اور خطبہ شروع ہو جائے تو جماعت حاصل کرنے کے طریقہ پر عمل کرے (خزانۃ المفتیین)

دونوں خطبوں کے درمیان میں بیٹھنے کی حالت میں امام کو یا مقتدیوں کو ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا مکروہ تحریمی ہے۔ ہاں بے ہاتھ اٹھائے ہوئے اگر دل میں دعا مانگی جائے تو جائز ہے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحابؓ سے منقول نہیں۔

رمضان کے اخیر جمعہ کے خطبے میں وداع و فراق رمضان کے مضامین پڑھنا اگرچہ جائز ہے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحابؓ سے منقول نہیں نہ کتب فقہ میں کہیں اس کا پتہ ہے لہٰذا اس پر مداومت کرنا جس سے عوام کو اس کے سنت ہونے کا خیال پیدا ہو۔ نہ چاہیئے۔

ہمارے زمانہ میں اس خطبے پر ایسا التزام ہو رہا ہے کہ اگر کوئی نہ پڑھے تو وہ مورد طعن ہوتا ہے اور اس خطبے کے سننے میں اہتمام بھی زیادہ کیا جاتا ہے (روح الاخوان)

خطبے کا کسی کتاب وغیرہ سے دیکھ کر پڑھنا جائز ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک اگر خطبے میں آئے تو مقتدیوں کو اپنے دل میں درود شریف پڑھ لینا جائز ہے۔

ل؎ اگر یہ ضروری ہے کہ اگر کچھ کہے تو عربی زبان میں کہے کسی اور زبان میں کہے گا تو مکروہ ہوگا ۱۲

۲؎ بعض لوگ ... [illegible] ... ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے ہیں اور طرفہ یہ کہ اس کو مستحسن سمجھتے ہیں۔ ہاں چونکہ بعض لوگ اس طرف گئے ہیں کہ جمعہ کی وہ ساعت جس میں دعا مقبول ہوتی ہے اسی وقت ہے اس لئے اگر آہستہ اپنے دل میں دعا مانگ لے تو کچھ مضائقہ نہیں ہاتھ اٹھا کر نہ چاہیئے احادیث میں صاف صریح موجود ہے کہ حضرتؐ اس وقت کچھ کلام نہ کرتے تھے نہ دعا نہ غیر دعا شیخ عبدالحق محدث دہلوی وغیرہ نے شرح سفر السعادۃ وغیرہ میں اس مسئلے کو صاف لکھ دیا ہے۔ واللہ اعلم ۱۲

Marfat.com

نبی صلّی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ جمعہ کے دن

ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ اس غرض سے نہیں نقل کرتے کہ لوگ اسی خطبے پر التزام کریں بلکہ روش اور طریقہ معلوم کرنے کے لیے ہاں کبھی کبھی بغرض تبرک واتباع اس کے مقدس الفاظ بھی خطبے میں شامل کر لیے جایا کریں تو مناسب ہے۔ بہتر یہی ہے کہ ہر مرتبہ نیا خطبہ پڑھا جائے اور لوگوں کو جن مسائل کی زیادہ ضرورت ہو خطبے میں بیان کیے جائیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ من اولہ الی آخرہ ابھی تک کسی کتاب میں ہماری نظر سے نہیں گذرا ہاں کچھ ٹکڑے خطبے کے لوگوں نے نقل کیے ہیں۔

عادت شریف یہ تھی کہ جب سب لوگ جمع ہو جاتے اس وقت آپ تشریف لاتے اور حاضرین کو سلام کرتے اور حضرت بلال اذان کہتے جب اذان ختم ہو جاتی آپ کھڑے ہو جاتے اور معاً خطبہ شروع فرما دیتے جب تک منبر نہ بنا تھا کسی لاٹھی یا کمان سے ہاتھ کو سہارا دے لیتے تھے اور کبھی کبھی اس لکڑی کے ستون سے جو محراب کے پاس تھا جہاں آپ خطبہ پڑھتے تکیہ لگا لیتے تھے بعد منبر بن جانے کے[1] پھر کسی لاٹھی وغیرہ سے سہارا دینا منقول نہیں۔

---

[1] بقول صحیح سنہ ہجری میں منبر بنایا گیا منبر بنانے کا قصہ یہ ہے کہ مدینہ میں ایک انصاریہ تھیں جن کا غلام نجار تھا۔ ان کے پاس حضرت کا ارشاد پہنچا کہ بہتر ہوتا اگر تم اپنے غلام سے میرے لیے ایک منبر بنوا دیتیں حسب الارشاد انھوں نے ایک منبر گز کی لکڑی سے جس میں تین سیڑھیاں تھیں بنوا کر مسجد شریف میں بھیج دیا جس مقام پر اب منبر شریف ہے وہیں وہ مقدس منبر رکھ دیا گیا جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس منبر پر خطبہ پڑھنے کے لیے کھڑے ہوئے وہ ستون جس سے پہلے آپ تکیہ لگا لیتے تھے حضرت کے فراق صحبت سے فریاد کرنے لگا اور ایسی آواز سے رویا کہ جیسے اونٹنی بولتی ہے بخاری کی روایت میں ہے کہ جیسے روتا ہوا لڑکا چپ کیا جائے تمام صحابہ اس کے حال سے رونے لگے حضرت منبر سے اتر پڑے اور اس ستون کو اپنے سینہ سے لگا لیا یہاں تک کہ اس کا رونا موقوف ہو گیا یہ روایت بسند صحیح اور مشہور ہے بعض نے لکھا ہے کہ متواتر ہے۔ ایک مرتبہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس مقدس منبر کو اپنے زمانہ خلافت میں شام لے جانا چاہا مگر جیسے ہی وہ منبر اپنی جگہ سے اٹھایا گیا آفتاب میں سخت گہن پڑ گیا کہ ستارے نظر آنے لگے اس حال کو دیکھ کر وہ اپنے ارادے سے باز رہے۔ سنہ ۶۵۴ ہجری میں جب مسجد شریف میں آگ لگی تھی وہ منبر جل گیا ۱۲ (شرح سفر السعادۃ)

Marfat.com

دو خطبے پڑھتے اور دونوں کے درمیان میں کچھ تھوڑی دیر بیٹھ جاتے اور اس وقت کچھ کلام نہ کرتے نہ دعا مانگتے جب دوسرے خطبے سے آپ کو فراغت ہوتی حضرت بلالؓ اقامت کہتے اور آپ نماز شروع فرماتے خطبہ پڑھتے وقت حضرتؐ کی آواز بلند ہو جاتی تھی اور مبارک آنکھیں سرخ ہو جاتی تھیں مسلم میں ہے کہ خطبہ پڑھتے وقت حضرت کی ایسی حالت ہوتی تھی جیسے کوئی شخص کسی دشمن کے لشکر سے جو عنقریب آنا چاہتا ہو اپنے لوگوں کو خبر دیتا ہو۔ اکثر خطبے میں فرمایا کرتے تھے کہ

بُعِثْتُ اَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ

میں اور قیامت اس طرح ساتھ بھیجا گیا ہوں جیسے یہ دو انگلیاں ۱۲

اور بیچ کی انگلی اور شہادت کی انگلی کو ملا دیتے تھے اور بعد اس کے فرماتے تھے۔

اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ وَشَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ اَنَا اَوْلٰى بِكُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ نَفْسِهٖ مَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِاَهْلِهٖ وَمَنْ تَرَكَ دَيْنًا اَوْ ضِيَاعًا فَاِلَيَّ وَعَلَيَّ۔

لیکن بعد حمد و صلوٰۃ کے پس سب کلاموں سے بہتر خدا کا کلام ہے اور سب طریقوں سے اچھا طریقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور سب چیزوں سے بری نئی باتیں ہیں ہر بدعت دوزخ میں ہے میں ہر مومن کا اس کی جان سے بھی زیادہ دوست ہوں جو شخص کچھ مال چھوڑے تو اس کے اعزا کا ہے اور اگر کچھ قرض چھوڑ رہے یا کچھ اہل و عیال تو وہ میرے ذمہ ہیں ۱۲

کبھی یہ خطبہ پڑھتے تھے۔

يَا اَيُّهَا النَّاسُ تُوْبُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا وَبَادِرُوْا بِالْاَعْمَالِ الصَّالِحَةِ وَصِلُوا الَّذِيْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ رَبِّكُمْ بِكَثْرَةِ ذِكْرِكُمْ لَهٗ وَكَثْرَةِ الصَّدَقَةِ بِالسِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ تُؤْجَرُوْا وَتُحْمَدُوْا وَتُرْزَقُوْا وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْكُمُ الْجُمُعَةَ مَكْتُوْبَةً فِيْ مَقَامِيْ هٰذَا فِيْ شَهْرِيْ هٰذَا فِيْ عَامِيْ هٰذَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ وَجَدَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا فَمَنْ تَرَكَهَا فِيْ حَيَاتِيْ اَوْ بَعْدِيْ جُحُوْدًا بِهَا وَاسْتِخْفَافًا بِهَا وَلَهٗ اِمَامٌ جَائِرٌ اَوْ عَادِلٌ فَلَا جَمَعَ اللّٰهُ شَمْلَهٗ وَلَا بَارَكَ لَهٗ فِيْ اَمْرِهٖ اَلَا وَلَا صَلٰوةَ لَهٗ اَلَا وَلَا

اے لوگو توبہ کرو موت آنے سے پہلے اور جلدی کرو نیک کام کرنے میں اور پورا کرو اس عہد کو جو تمہارے اور تمہارے پروردگار کے درمیان ہے اس کے ذکر کی کثرت اور صدقہ دینے سے ظاہر اور باطن میں اس کا ثواب پاؤ گے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک تعریف کیے جاؤ گے اور رزق پاؤ گے اور جان لو کہ اللہ نے تمہارے اوپر جمعہ کی نماز فرض کی ہے میرے اس مقام میں اس مہینہ میں اسی سال میں قیامت تک بشرط امکان جو شخص اس کو ترک کرے میری زندگی میں یا میرے بعد اس کی فرضیت کا انکار کر کے یا سہل انگاری سے بشرطیکہ اس کا کوئی بادشاہ ہو ظالم یا عادل تو اللہ اس کی پریشانیوں کو نہ دور کرے نہ اس کے کسی کام میں برکت دے۔ سنو جی نہ اس کی نماز

Marfat.com

صَوْمَ لَهٗ اَلَا وَلَا زَكٰوةَ لَهٗ اَلَا وَلَا حَجَّ لَهٗ اَلَا وَلَا بِرَّ لَهٗ حَتّٰى يَتُوْبَ فَاِنْ تَابَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ اَلَا وَلَا تَؤُمَّنَّ اِمْرَاَةٌ رَجُلًا اَلَا وَلَا تَؤُمَّنَّ اَعْرَابِيٌّ مُهَاجِرًا اَلَا وَلَا يَؤُمَّنَّ فَاجِرٌ مُؤْمِنًا اِلَّا اَنْ يَقْهَرَهٗ سُلْطَانٌ يُخَافُ سَيْفُهٗ سَوْطُهٗ۔

(ابن ماجہ)

قبول ہوگی نہ روزہ نہ زکوٰۃ نہ حج نہ کوئی نیکی یہاں تک کہ توبہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرے گا سنو جی نہ امامت کرے کوئی عورت کسی مرد کی نہ کوئی اعرابی یعنی جاہل کسی مہاجر یعنی عالم کی نہ کوئی فاسق کسی صالح کی مگر یہ کہ کوئی بادشاہ جبراً ایسا کرائے جس کی تلوار اور کوڑے کا خوف ہو ۱۲

کبھی بعد حمد وصلوٰۃ کے یہ خطبہ[1] پڑھتے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَرْسَلَهٗ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ رَشَدَ وَاهْتَدٰى وَمَنْ يَّعْصِهِمَا فَاِنَّهٗ لَا يَضُرُّ اِلَّا نَفْسَهٗ وَلَا يَضُرُّ اللّٰهَ شَيْئًا

(ابو داؤد وغیرہ)

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہم اس کی تعریف کرتے ہیں اور اس سے گناہوں کی بخشش چاہتے ہیں اور اپنے نفسوں کی شرارت اور اعمال کی برائی سے پناہ مانگتے ہیں جس کو اللہ ہدایت کرے اس کو کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جس کو وہ گمراہ کرے اس کو کوئی ہدایت نہیں کر سکتا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی خدا نہیں وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد اس کے بندے اور پیغمبر ہیں ان کو اللہ تعالیٰ نے سچی باتوں کی بشارت اور ان سے ڈرانے کے لیے قیامت کے قریب بھیجا ہے جو کوئی اللہ اور رسول کی تابعداری کرے گا وہ ہدایت پائے گا اور جو نافرمانی کرے گا وہ اپنا ہی نقصان کرے گا اللہ کا کچھ نقصان نہیں ۱۲۔ اس کا ذکر اس مقام میں صرف عادتاً فرمایا ہے ورنہ جمعہ کی نماز تو مکے ہی میں فرض ہو چکی تھی ۱۲ اعرابی چونکہ اکثر جاہل اور مہاجر عالم تھے اس لیے اعرابی سے جاہل اور مہاجر سے عالم مراد لیا گیا ۱۲

حضرت سورۂ قٓ خطبے میں اکثر پڑھا کرتے تھے حتیٰ کہ میں نے سورۂ قٓ حضرت ہی سے سن سن کر یاد کی ہے جب آپ منبر پر اس کو پڑھا کرتے تھے۔ (مسلم)

---

[1] اسی خطبہ کی نسبت صاحب بحر الرائق نے لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا خطبہ تھا ۱۲۔

Marfat.com

اور کبھی سورۃ الحشر اور کبھی

لَا یَسْتَوِیْ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّۃِ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ۔	دوزخ والے اور جنت والے برابر نہیں ہو سکتے جنت والے اپنی مرادوں کو پہنچیں گے ۱۲۔

اور کبھی

وَنَادَوْا یٰمٰلِكُ لِیَقْضِ عَلَیْنَا رَبُّكَ قَالَ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ (بحر الرائق)	دوزخ والے کہیں گے کہ اے مالک (داروغہ دوزخ) اب تیرا رب اس عذاب کو ختم کر دے وہ کہے گا تم ہمیشہ یہیں رہو گے ۱۲۔

نماز کے مسائل

بہتر یہ ہے کہ جو شخص خطبہ پڑھے وہی نماز بھی پڑھائے اور اگر کوئی دوسرا پڑھائے تب بھی جائز ہے۔ (در مختار وغیرہ)

اگر کوئی دوسرا شخص امام بنایا جائے تو وہ ایسا شخص ہو جس نے خطبہ سنا ہو اگر کوئی شخص ایسا امام بنایا جائے جس نے خطبہ نہیں سنا تو نماز نہ ہوگی اور اگر وہ کسی دوسرے کو امام بنائے تب بھی جائز نہیں۔ ہاں بعد نماز شروع کر دینے کے اگر امام کو حدث ہو جائے اور اس وقت کسی کو امام بنائے تو اس میں یہ شرط نہیں جس نے خطبہ نہیں سنا اس کو امام بنانا بھی درست ہے۔ خطبہ ختم ہوتے ہی فوراً اقامت کہہ کر نماز شروع کر دینا مسنون ہے۔ خطبہ اور نماز کے درمیان میں کوئی دنیاوی کام کرنا مکروہ تحریمی ہے اور اس کے بعد خطبہ کے اعادہ کی ضرورت ہے ہاں کوئی دینی کام ہو مثلاً کسی کو شرعی مسئلہ بتائے یا وضو نہ رہے اور وضو کرنے جائے یا بعد خطبے کے معلوم ہو کہ اس کو غسل کی ضرورت تھی اور غسل کرنے جائے تو کچھ کراہت نہیں نہ اور خطبے کے اعادہ کی ضرورت ہے۔ (در مختار، خزانۃ المفتین)

نماز جمعہ اس نیت سے پڑھی جائے نَوَیْتُ اَنْ اُصَلِّیَ رَکْعَتَیِ الْفَرْضِ صَلٰوۃِ الْجُمُعَۃِ میں نے یہ ارادہ کیا کہ دو رکعت فرض نماز جمعہ پڑھوں۔

بہتر[1] یہ ہے کہ جمعہ کی نماز ایک مقام میں ایک ہی مسجد میں سب لوگ جمع ہو کر پڑھیں اگرچہ ایک مقام

---

[1] بعض علماء کے نزدیک جمعہ کی نماز ایک مقام کی متعدد مساجد میں جائز نہیں مگر یہ قول مختار اور مفتی بہ نہیں ہے ۱۲۔ (بحر الرائق)

Marfat.com

کی متعدد مسجدوں میں بھی نماز جمعہ جائز ہے۔ (بحر الرائق وغیرہ)

اگر کوئی مسبوق قعدۂ اخیرہ میں التحیات پڑھتے وقت یا سجدۂ سہو کے بعد آ کر ملے تو اس کی شرکت صحیح ہو جائے گی[1] اور اس کو جمعہ کی نماز تمام کرنی چاہیے یعنی دو رکعت پڑھنے سے ظہر کی نماز اس کے ذمہ سے اتر جائے گی۔ (بحر الرائق۔ در مختار وغیرہ)

جب کسی مقام میں جمعہ کے صحیح ہونے کی کسی شرط میں شک پڑ جائے مثلاً مصر ہونے یا جیسا بعض[2] علماء کے نزدیک نماز جمعہ ایک مقام کی ایک ہی مسجد میں ہونا چاہیے تو ایسی حالت میں وہاں کے لوگوں کو بہتر یہ ہے کہ بعد جمعہ کے فرض اور سنت پڑھ چکنے کے چار رکعت بہ نیت ظہر احتیاطاً پڑھ لیا کریں اور اس کی نیت یوں کریں نَوَيْتُ اَنْ اُصَلِّيَ اٰخِرَ ظُهْرٍ اَدْرَكْتُ وَقْتَهٗ وَلَمْ اُصَلِّهٖ بَعْدُ میں نے یہ ارادہ کیا کہ وہ اخیری ظہر جس کا وقت مجھے ملا اور اب تک اس کو میں نے نہیں پڑھا ادا کروں اور اس نماز کی چاروں رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے بعد دوسری سورت کا پڑھنا ضروری ہے۔ اس نماز کو کچھ ضروری نہ سمجھے اور نہ یہ خیال کرے کہ جمعہ کی نماز نہیں ہوئی کسی زمانہ میں اس نماز نے جاہلوں کو اس خیال میں ڈال دیا تھا کہ جمعہ کی نماز فرض ہی نہیں اسی سبب سے صاحب بحر الرائق لکھتے ہیں کہ میں نے کئی مرتبہ فتویٰ دیا کہ یہ نماز نہ پڑھی جائے تاکہ جاہلوں کا اعتقاد خراب ہونے نہ پائے۔

---

[1] امام محمد رحمۃ اللہ کے نزدیک اگر دوسری رکعت کا اکثر حصہ مل جائے تو شرکت صحیح ہوگی اور اس کو جمعہ کی نماز تمام کرنا ہوگی ورنہ اسے امام کے سلام کے بعد ظہر کی نماز تمام کرنا چاہیے مثلاً ایک رکعت امام کے ساتھ ملی ہو تو بعد امام کے سلام کے تین رکعت اور پڑھے مگر فتویٰ اس قول پر نہیں نہ اس کی کوئی قوی دلیل ہے۔ (بحر الرائق)

[2] جب شہروں میں دو جمعے ہونے لگے تو وہاں کے علماء نے احتیاطاً چار رکعت ظہر احتیاطی پڑھنے کا حکم لوگوں کو دے دیا۔ (قنیہ)

عیدین[1] کی نماز کا بیان

شوال کے مہینے کی پہلی تاریخ کو عید الفطر کہتے ہیں اور ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کو عید الاضحیٰ۔ یہ دونوں اسلام میں عید اور خوشی کے دن ہیں ان دونوں میں دو دو رکعت نماز بطور شکریہ کے پڑھنا واجب ہے۔

جمعہ کی نماز کے صحت و وجوب کے جو شرائط اوپر ذکر ہو چکے ہیں وہی سب عیدین کی نماز میں بھی ہیں۔ سوا خطبے کے۔ جمعہ کی نماز میں خطبہ شرط ہے عیدین کی نماز میں شرط نہیں جمعہ کا خطبہ فرض ہے عیدین کا خطبہ سنت ہے۔ مگر عیدین کے خطبے کا سننا بھی مثل جمعہ کے خطبے کے واجب ہے جمعہ کا خطبہ نماز سے پہلے پڑھنا ضروری ہے اور عیدین کا نماز کے بعد مسنون ہے۔

عید الفطر کے دن بارہ چیزیں مسنون ہیں۔ ۱۔ اپنی آرائش کرنا۔ ۲۔ غسل کرنا۔ ۳۔ مسواک کرنا۔ ۴۔ عمدہ سے عمدہ کپڑے جو پاس موجود ہوں پہننا۔ ۵۔ خوشبو لگانا۔ ۶۔ صبح کو بہت سویرے اٹھنا۔ ۷۔ عیدگاہ میں[2] بہت سویرے جانا۔ ۸۔ قبل عیدگاہ جانے کے صدقہ فطر دے دینا۔ ۹۔ قبل عیدگاہ جانے کے کوئی شیریں چیز[3] مثل چھوہارے وغیرہ کے کھانا۔ ۱۰۔ نماز عیدگاہ میں جا کر پڑھنا جس راستے سے جائے اس کے سوا دوسرے راستے سے واپس آنا۔ ۱۱۔ پیادہ[4] پا جانا اور ۱۲۔ راستے میں اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ آہستہ آواز سے پڑھتے ہوئے جانا۔

---

[1] عید الفطر کی نماز سنہ ۲ ہجری میں شروع ہوئی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اہل مدینہ نے دو دن سال بھر میں مقرر کر رکھے تھے کہ جن میں خوشی کیا کرتے تھے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر وہاں تشریف لائے تو پوچھا کہ یہ دن کیسے ہیں، لوگوں نے جواب دیا کہ ہم اسلام سے پہلے ان دونوں دنوں میں خوشی کیا کرتے تھے تب آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو ان کے عوض میں اس سے بہتر دوسرے دو دن دیئے ہیں عید الفطر کا دن اور عید الاضحیٰ کا دن (بحر الرائق)

[2] صاحب بحر الرائق لکھتے ہیں کہ ہمارے زمانہ میں جو دستور چھوہارے اور دودھ کو ملا کر کھانے کا ہے اس کی کوئی اصل نہیں مقصود یہ کہ اس کو مسنون نہ سمجھنا چاہیے علیٰ ہذا ہمارے زمانے میں ہندوستان میں سویاں اور دودھ کھانے کی رسم ہے یہ بھی محض بے اصل اور رواجی امر ہے اس کو بھی مسنون نہ سمجھنا چاہیے ۱۲۔

[3] ہمارے زمانہ میں اکثر لوگ عید کی نماز شہر کی مسجدوں میں پڑھ لیتے ہیں عیدگاہ نہیں جاتے حالانکہ عیدگاہ جانا سنت مؤکدہ ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مقدس مسجد کو باوجود بے انتہا شرف و فضیلت کے عیدین کے دن چھوڑ دیتے تھے اور نماز پڑھنے عیدگاہ تشریف لے جاتے تھے ۱۲۔

[4] سوار ہو کر واپس آنے کی اجازت ہے ۱۲ (در مختار وغیرہ)

عید الفطر کی نماز پڑھنے کا یہ طریقہ ہے کہ یہ نیت کرے نَوَیْتُ اَنْ اُصَلِّیَ رَکْعَتَیِ الْوَاجِبِ صَلٰوۃِ عِیْدِ الْفِطْرِ مَعَ سِتِّ تَکْبِیْرَاتٍ وَّاجِبَۃٍ میں نے یہ نیت کی کہ دو رکعت واجب نماز عید کی چھ واجب تکبیروں کے ساتھ پڑھوں یہ نیت کرکے ہاتھ باندھ لے اور سبحانک اللّٰھم پڑھ کر تین مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہے اور ہر مرتبہ مثل تکبیر تحریمہ کے دونوں کانوں تک ہاتھ اٹھائے اور بعد تکبیر کے ہاتھ لٹکا دے اور ہر تکبیر کے بعد اتنی دیر تک توقف کرے کہ تین مرتبہ سبحان اللہ کہہ سکیں، تیسری تکبیر[1] کے بعد ہاتھ نہ لٹکائے بلکہ باندھ لے اور اعوذ باللہ بسم اللہ پڑھ کر سورۂ فاتحہ اور کوئی دوسری سورت[2] پڑھ کر حسب دستور رکوع سجدے کرکے کھڑا ہو اور اس دوسری رکعت میں پہلے سورۂ فاتحہ اور دوسری سورت پڑھ لے اس کے بعد تین تکبیریں اسی طرح کہے لیکن یہاں تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ نہ باندھے[3] بلکہ لٹکائے رکھے اور پھر تکبیر کہہ کر رکوع میں جائے۔ (مجالس الابرار)

بعد نماز کے دو خطبے منبر پر کھڑے ہو کر پڑھے اور دونوں خطبوں کے درمیان میں اتنی ہی دیر تک بیٹھے جتنی دیر جمعہ کے خطبے ہیں۔

بعد نماز عیدین کے یا بعد خطبے کے دعا مانگنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب اور تابعین اور تبع تابعین رضی اللہ عنہم سے منقول نہیں اور اگر ان حضرات نے کبھی دعا مانگی ہوتی تو ضرور نقل کی جاتی۔ لہذا بغرض اتباع دعا نہ مانگنا دعا مانگنے سے بہتر ہے۔

عیدین کے خطبے میں پہلے تکبیر سے ابتدا کرے پہلے خطبے میں نو مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہے دوسرے میں سات مرتبہ۔ (بحر الرائق وغیرہ)

عید الاضحیٰ کی نماز کا بھی یہی طریقہ ہے اور اس میں بھی وہی سب چیزیں مسنون ہیں جو عید الفطر میں فرق اس قدر ہے کہ عید الاضحیٰ کی نیت میں بجائے عِیْدِ الْفِطْرِ کے عِیْدِ الْاَضْحٰی کا لفظ داخل کرے۔ اور عید الفطر میں عید گاہ جانے سے پہلے کوئی شیریں چیز کھانا مسنون ہے یہاں نہیں عید الفطر میں راستہ چلتے وقت آہستہ تکبیر کہنا مسنون ہے اور یہاں بلند آواز سے عید الفطر کی نماز دیر کرکے پڑھنا مسنون ہے اور عید الاضحیٰ کی

---

[1] عیدین کی نماز میں بھی مثل جمعہ کے نماز کے سورۂ جمعہ اور سورۂ منافقون یا سبح اسم اور ہل اتاک حدیث الغاشیہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے ۱۲۔

[2] علامہ لکھنوی مولانا شیخ عبد الحی فرنگی محلی رحمۃ اللہ اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں کہ میں اس تکبیر کے بعد ہاتھ باندھنے اور نہ باندھنے میں متردد تھا اور اپنے زمانہ کے علماء سے اس کا سوال بھی کیا مگر کسی نے شافی جواب نہ دیا یہاں تک کہ میں مجالس الابرار کی اس عبارت پر مطلع ہوا اللہ تعالیٰ کا میں نے بہت شکر کیا کہ اس میں صاف تصریح سے نہ باندھنے کا حکم موجود ہے ۱۲۔

[3] مولانا شیخ عبد الحی رحمۃ اللہ اور مولوی محمد نعیم صاحب مرحوم نے بھی اپنے فتویٰ میں ایسا ہی لکھا ہے ۱۲۔

Marfat.com

سویرے، اذان و اقامت نہ یہاں ہے نہ وہاں جہاں عید کی نماز پڑھی جائے وہاں اور کوئی نماز پڑھنا مکروہ ہے نماز سے پہلے بھی اور پیچھے بھی۔ ہاں بعد نماز کے گھر میں آکر نماز پڑھنا مکروہ نہیں اور قبل نماز کے یہ بھی مکروہ ہے۔ (بحرالرائق)

عورتیں اور وہ لوگ جو کسی وجہ سے نماز عید نہ پڑھیں ان کو قبل نماز عید کے کوئی نفل وغیرہ پڑھنا مکروہ ہے۔

عید الفطر کے خطبے میں صدقہ فطر کے احکام اور عید الاضحیٰ کے خطبے میں قربانی کے مسائل اور تکبیر تشریق کے احکام بیان کرنا چاہیے۔

تکبیر تشریق یعنی ہر فرض عین نماز کے بعد ایک مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ کہنا واجب ہے بشرطیکہ وہ فرض جماعت سے پڑھا گیا ہو اور وہ مقام مصر ہو۔[1] یہ تکبیر عورت اور مسافر پر واجب نہیں ہاں اگر یہ لوگ کسی ایسے شخص کے مقتدی ہوں جس پر تکبیر واجب ہے تو ان پر بھی تکبیر واجب ہو جائے گی۔ (ردالمحتار)

یہ تکبیر عرفہ یعنی نویں تاریخ کی فجر سے تیرھویں تاریخ کی عصر تک کہنا چاہیے[2] یہ سب تیئیس نمازیں ہوئیں جن کے بعد تکبیر واجب ہے۔

اس تکبیر کا بلند آواز سے کہنا واجب ہے ہاں عورتیں آہستہ آواز سے کہیں (ردالمحتار)

نماز کے بعد فوراً تکبیر کہنا چاہیے۔ اگر کوئی فعل منافی نماز کے عمداً کرے مثلاً قہقہہ سے ہنسے یا

---

[1] یہ مذہب امام صاحب کا ہے صاحبین کے نزدیک یہ کوئی شرط نہیں عورت اور مسافر اور منفرد پر اور قریہ میں بھی یہ تکبیر واجب ہے صاحب بحرالرائق نے سراج وہاج وغیرہ سے نقل کیا ہے کہ فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے۔ لہٰذا بہتر یہ ہے کہ یہ لوگ بھی تکبیر کہہ لیا کریں۔ ۱۲

[2] یہ مذہب صاحبین کا ہے اور حضرت فاروق و مرتضیٰ رضی اللہ عنہما سے بھی یہی منقول ہے امام صاحب کے نزدیک عرفہ کی فجر سے عید کی عصر تک کل آٹھ نمازوں کے بعد تکبیر واجب ہے اور یہی مذہب ہے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا چونکہ بلند آواز سے تکبیر کہنا بدعت ہے اس لیے امام صاحب نے ابن مسعود کے مذہب کو اختیار کیا لیکن عبادات میں اکثر کا اختیار کرنا بہتر ہے اور اصول میں مقرر ہے کہ جب کوئی چیز بدعت اور وجوب میں دائر ہو تو اس کا کرنا اختیار کیا جائے اس لیے فتویٰ صاحبین کے قول پر دیا گیا اور اسی پر عمل ہے۔ واللہ اعلم ۱۲

Marfat.com

بات کر دے عمداً یا سہواً یا مسجد سے چلا جائے تو پھر ان چیزوں کے بعد[1] تکبیر نہ کہنا چاہیے اگر کسی کا وضو نماز کے بعد فوراً ٹوٹ جائے تو بہتر یہ ہے کہ اسی حالت میں فوراً تکبیر کہہ لے وضو کرنے نہ جائے اور اگر وضو کر کے کہے تب بھی جائز ہے (بحر الرائق)

اگر امام تکبیر کہنا بھول جائے تو مقتدیوں کو چاہیے کہ فوراً تکبیر کہہ دیں یہ انتظار نہ کریں کہ جب امام کہے تب کہیں۔ (در مختار۔ بحر الرائق وغیرہ)

عید الاضحیٰ[2] کی نماز کے بعد بھی تکبیر کہہ لینا واجب ہے۔ (بحر الرائق۔ رد المحتار)

عیدین کی نماز بالاتفاق متعدد مساجد میں جائز ہے۔ (در مختار وغیرہ)

اگر کسی کو عید کی نماز نہ ملی ہو اور سب لوگ پڑھ چکے ہوں تو وہ شخص تنہا نماز عید نہیں پڑھ سکتا اس لیے کہ جماعت اس میں شرط ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص شریک نماز ہوا ہو اور کسی وجہ سے اس کی نماز فاسد ہو گئی ہو تو وہ بھی اس کی قضا نہیں پڑھ سکتا نہ اس پر اس کی قضا واجب ہے۔ ہاں اگر کچھ اور لوگ بھی اس کے ساتھ شریک ہو جائیں تو پڑھ سکتا ہے۔

اگر کسی عذر سے پہلے دن نماز نہ پڑھی جا سکے تو عید الفطر کی نماز دوسرے دن اور عید الاضحیٰ کی تیرھویں تاریخ تک پڑھی جا سکتی ہے اور یہ نماز قضا سمجھی جائے گی۔

---

[1] قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرفہ کے دن مغرب کی نماز پڑھائی اور تکبیر تشریق کہنے کو بھول گیا تو امام ابو حنیفہ نے جو پیچھے نماز میں شریک تھے تکبیر کہہ دی۔ صاحب بحر الرائق یہ روایت نقل کر کے لکھتے ہیں کہ اس سے چند فائدے حاصل ہوئے ایک تو یہی مسئلہ یعنی اگر امام تکبیر کہنا بھول جائے تو مقتدی کہہ دیں۔ دوسرے یہ کہ تعظیم استاد کی یہی ہے کہ اس کی اطاعت کرے دیکھو امام ابو یوسف امام صاحب کے حکم سے امام بن گئے یہ نہ خیال کیا کہ مجھے اپنے استاد کے ہوتے نماز نہ پڑھانا چاہیے۔ تیسرے یہ کہ استاد کو چاہیے کہ جب اپنے کسی شاگرد کو لائق دیکھے تو لوگوں کے سامنے اس کی عظمت کرے تاکہ لوگ بھی اس کو بزرگ سمجھیں اور اس سے فائدے اٹھائیں۔ چوتھے یہ کہ شاگرد کو چاہیے کہ اپنے استاد کا مرتبہ نہ بھول جائے دیکھو امام ابو یوسف استاد کی ہیبت سے تکبیر بھول گئے حالانکہ کئی وقت اس تکبیر کو کہتے ہوئے ہو چکے تھے ۱۲

[2] ہمارے فقہا لکھتے ہیں کہ عید کی نماز کے بعد تکبیر کہنا تمام سلف سے منقول ہے اس لیے ضرور کہہ لینا چاہیے۔ صاحب رد المحتار لکھتے ہیں کہ بحر الرائق کی عبارت سے اس کا وجوب معلوم ہوتا ہے ۱۲

عیدالاضحیٰ کی نماز میں بے عذر بھی تیرھویں تاریخ تک تاخیر کرنا جائز ہے مگر مکروہ ہے اور عیدالفطر میں بے عذر بالکل جائز نہیں۔ (بحرالرائق۔ درمختار وغیرہ)

عذر کی مثال۔ ۱۔ کسی وجہ سے امام نماز پڑھانے نہ آیا ہو۔ ۲۔ پانی برس رہا ہو۔ ۳۔ چاند کی تاریخ محقق نہ ہو اور بعد زوال کے جب وقت جاتا رہے محقق ہو جائے۔ ۴۔ ابر کے دن نماز پڑھی گئی ہو اور بعد ابر کھل جانے کے معلوم ہو کہ بے وقت نماز پڑھی گئی۔ (ردالمحتار)

اگر کوئی شخص عید کی نماز میں ایسے وقت آکر شریک ہوا ہو کہ امام تکبیروں سے فراغت کر چکا ہو تو قیام میں آکر شریک ہوا ہو تو فوراً بعد نیت باندھنے کے تکبیریں کہہ لے اگرچہ امام قرأت شروع کر چکا ہو اور اگر رکوع میں آکر شریک ہوا ہو تو اگر غالب گمان ہو کہ تکبیروں کے فراغت کے بعد امام کا رکوع مل جائے گا تو نیت باندھ کر تکبیر کہہ لے بعد اس کے رکوع میں جائے تسبیح کے تکبیریں کہے مگر حالت رکوع میں تکبیریں کہتے وقت ہاتھ نہ اٹھائے اور اگر قبل اس کے کہ پوری تکبیریں کہہ چکے امام رکوع سے سر اٹھالے تو یہ بھی کھڑا ہو جائے اور جس قدر تکبیریں رہ گئی ہیں وہ اس سے معاف ہیں۔ (ردالمحتار)

اگر کسی کی ایک رکعت عید کی نماز میں چلی جائے تو جب وہ اس کو ادا کرنے لگے تو پہلے قرأت کرلے اس کے بعد تکبیر کہے اگرچہ قاعدہ کے موافق پہلے تکبیر کہنا چاہئے تھا لیکن چونکہ اس طریقہ سے دونوں رکعتوں کی قرأت میں تکبیر فاصل ہوئی جاتی ہے اور یہ کسی کا مذہب نہیں ہے اس لیے اس کے خلاف حکم دیا گیا۔ (ردالمحتار)

اگر امام تکبیر کہنا بھول جائے اور رکوع میں اس کو خیال آئے تو اس کو چاہئے کہ حالت رکوع میں تکبیر کہہ لے پھر قیام کی طرف نہ لوٹے اور اگر لوٹ جائے تب بھی جائز ہے یعنی فاسد نہ ہوگی۔

کعبۂ مکرمہ کے اندر نماز پڑھنے کا بیان

جیسا کعبہ شریف کے باہر اس کی محاذات پر نماز پڑھنا درست ہے ویسا ہی کعبۂ مکرمہ کے اندر بھی نماز پڑھنا درست ہے۔ استقبال قبلہ ہو جائے گا خواہ جس طرف پڑھے اس وجہ سے کہ وہاں چاروں طرف قبلہ ہے جس طرف منہ کیا جائے کعبہ ہی کعبہ ہے۔ مگر وہاں جب ایک طرف منہ کرکے نماز شروع کی جائے تو پھر حالت نماز میں دوسری طرف پھر جانا جائز نہیں۔ اور

Marfat.com

جس طرح نفل نماز جائز ہے اسی طرح فرض نماز بھی[1]۔ (رد المحتار)

کعبہ شریفہ کی چھت پر کھڑے ہو کر اگر نماز پڑھی جائے تو وہ بھی صحیح ہے اس لیے کہ جس مقام پر کعبہ ہے وہ زمین اور اس کی محاذی جو حصہ ہوا کا آسمان تک ہے سب قبلہ ہے۔ قبلہ کچھ کعبہ کی دیواروں پر منحصر نہیں اسی لیے اگر کوئی شخص کسی بلند پہاڑ پر کھڑے ہو کر نماز پڑھے جہاں کعبہ کی دیواروں سے بالکل محاذات نہ ہو تو اس کی نماز بالاتفاق درست ہے لیکن چونکہ اس میں کعبہ کی بے تعظیمی ہے اور اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع بھی فرمایا ہے اس لیے مکروہ تحریمی ہوگی۔

کعبہ کے اندر تنہا نماز پڑھنا بھی جائز ہے اور جماعت سے بھی اور وہاں یہ بھی شرط نہیں کہ امام اور مقتدیوں کا منہ ایک ہی طرف ہو اس لیے کہ وہاں ہر طرف قبلہ ہے۔ ہاں یہ شرط ضرور ہے کہ مقتدی امام سے آگے بڑھ کر نہ کھڑے ہوں۔ اگر مقتدی کا منہ امام کے منہ کے سامنے ہو تب بھی درست ہے اس لیے کہ اس صورت میں وہ مقتدی امام سے آگے نہ سمجھا جائے گا آگے جب ہوتا کہ جب دونوں کا منہ ایک ہی طرف ہوتا مگر ہاں اس صورت میں نماز مکروہ ہوگی اس لیے کہ کسی آدمی کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے لیکن اگر کوئی چیز بیچ میں حائل کر لی جائے تو یہ کراہت نہ رہے گی۔ (رد المحتار وغیرہ)

اگر امام کعبہ کے اندر اور مقتدی کعبہ سے باہر حلقہ باندھے ہوئے ہوں تب بھی نماز ہو جائے گی لیکن اگر صرف امام کعبے کے اندر ہو گا اور کوئی مقتدی اس کے ساتھ نہ ہو گا تو نماز مکروہ ہوگی اس لیے کہ اس صورت میں امام کا مقام بقدر ایک قد کے مقتدیوں سے اونچا ہو گا۔ (رد المحتار)

اگر مقتدی اندر ہوں اور امام باہر تب بھی نماز درست ہے بشرطیکہ مقتدی امام سے آگے نہ ہوں۔ (رد المحتار)

خداوند عالم کی توفیق سے ان نمازوں کا بیان تمام ہو چکا جن میں قرآن مجید کی قرأت فرض ہے

---

[1] صحیح بخاری میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ میں کعبہ کے اندر نفل نماز پڑھی ہے اگرچہ نفل اور فرض دونوں استقبال کعبہ کی شرط ہوتے ہیں۔ برابر ہیں اس لیے فرض بھی جائز ہے۔ امام مالک کے نزدیک فرض نماز جائز نہیں اس لیے کہ پورے قبلہ کا استقبال اس صورت میں نہیں ہوتا امام شافعی اس مسئلہ میں ہمارے موافق ہیں صاحب شرح وقایہ نے جو ان کا اختلاف نقل کیا ہے یہ صحیح نہیں ان کی مذہب کے کتابوں میں ہمارے موافق لکھا ہے صاحب نہایہ لکھتے ہیں کہ یہ لفظ صاحب شرح وقایہ کے قلم سے سہواً نکل گیا۔ واللہ اعلم ۱۲۔

لہٰذا اب ہم کو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسی کے ساتھ ہی کچھ حالات قرآن مجید کے اور اس کی تلاوت وغیرہ کے احکام بھی لکھ دیں اور اسی لیے ہم نے سجدۂ تلاوت کا بیان ابھی تک نہیں کیا اگرچہ ہمارے فقہا کی عادت ہے کہ سجدۂ سہو کے بعد سجدۂ تلاوت کا بھی ذکر کر دیتے ہیں۔ اگر خدا نے چاہا تو یہ تذکرہ بھی نہایت دلچسپ اور مفید ہو گا جس کی تفصیل سے اکثر فقہ کی کتابیں خالی ہیں۔ اس بحث میں سب سے پہلے ہم یہ لکھنا چاہتے ہیں کہ قرآن مجید کیا چیز ہے اور وہ ہم تک کیسے پہنچا اس کے بعد اس کے پڑھنے پڑھانے کی فضیلت اور ثواب بیان کریں گے اس کے بعد جو مسائل اس سے تعلق رکھتے ہیں ان کا ذکر کریں گے۔

واللہ حسبی و نعم الوکیل۔

قرآن مجید کے نزول اور جمع و ترتیب کے حالات

جاننا چاہیے کہ قرآن مجید کیا چیز ہے ایک مقدس کتاب ہے جو نبی آخر الزماں بہترین پیغمبران محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی یعنی مالک عرش و کرسی کا کلام ہے جو اس نے اپنے ایک برگزیدہ پیغمبر اور مقرب بندے سے کیا اسلام کی بنا اسی پاک آسمانی فرمان پر ہے جس نے اطاعت کی وہ حلقۂ اسلام میں داخل ہوا جس نے ذرا بھی سرکشی کی وہ اس پاکیزہ جماعت سے خارج ہو گیا اللہ جل شانہٗ کے باغیوں میں شامل ہوا جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سن شریف چالیس برس کا ہوا اس وقت آپ کو خلعت نبوت عطا ہوا اور تاج رسالت آپ کے سر پر رکھا گیا اسی زمانہ سے نزول قرآن کی ابتدا ہوئی۔ وقتاً فوقتاً بحسب حاجت و ضرورت تھوڑا تھوڑا تئیس برس تک نازل ہوتا رہا۔ اگلی کتابوں کی طرح پورا ایک[1] ہی مرتبہ نازل نہیں ہو گیا۔

صحیح یہ ہے کہ بعد آپ کی نبوت کے رمضان کی شب قدر میں پورا قرآن مجید لوح محفوظ سے اس آسمان پر جسے ہم دیکھ رہے ہیں حسب حکم رب العزت نازل ہو گیا۔ اور بعد اس کے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو جس وقت جس قدر حکم ہوا انھوں نے اس مقدس کلام کو بعینہٖ بے کم و کاست بے تغیر و تبدل نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا دیا کبھی دو آیتیں کبھی ایک آیت سے بھی کم کبھی دس دس آیتیں کبھی کبھی

---

[1] مثلاً حضرت موسیٰ علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام پر توریت اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل اور حضرت داؤد علیہ السلام پر زبور یہ سب کتابیں پوری ایک ہی دفعہ نازل ہو گئیں اور بالاتفاق یہ سب کتابیں رمضان ہی کے مہینے میں اتریں۔ (اتقان) ۱۲

Marfat.com

پوری پوری سورتیں اسی کو شریعت میں وحی کہتے ہیں علماء نے وحی کے متعدد طریقے احادیث سے استخراج کیے ہیں۔ ۱۔ فرشتہ وحی لے کر آئے اور ایک آواز مثل گھنٹی کے معلوم ہو کیفیت متعدد صحیح حدیثوں سے ثابت ہے اور یہ قسم وحی کی تمام اقسام میں سخت تھی بہت تکلیف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوتی تھی حتیٰ کہ آپؐ نے فرمایا جب کبھی ایسی وحی آتی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ اب جان نکل جائے گی۔ ۲۔ فرشتہ دل میں کوئی بات ڈال دے۔ ۳۔ فرشتہ آدمی کی صورت میں آکر ہم کلام ہو۔ یہ قسم بہت آسان تھی اس میں تکلیف نہ ہوتی تھی۔ ۴۔ اللہ تعالیٰ بلا واسطہ بیداری میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کلام فرمائے جیسا کہ شب معراج میں۔ ۵۔ حق تعالیٰ حالت خواب میں کلام فرمائے یہ قسم بھی صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ ۶۔ فرشتہ حالت خواب میں آکر کلام کرے۔ مگر اخیر دو قسموں کی وحی سے قرآن مجید خالی ہے۔ تمام قرآن مجید حالت بیداری میں نازل ہوا۔ اگرچہ بعض علماء نے سورۂ کوثر کو اخیر قسم سے قرار دیا ہے مگر محققین نے اس کو رد کر دیا ہے اور ان کے شبہ کا کافی جواب دے دیا ہے۔ (اتقان)

قرآن مجید کے بدفعات نازل ہونے میں یہ بھی حکمت تھی کہ اس میں بعض آیتیں وہ تھیں جن کا کسی وقت منسوخ کر دینا خدائے تعالیٰ کو منظور تھا۔ قرآن مجید میں تین قسم کے منسوخات ہوئے بعض وہ جن کا حکم بھی منسوخ اور تلاوت بھی منسوخ۔

مثال (۱) سورۂ لم یکن میں لو کان لابن آدم واد یا من مال لاحب ان یکون الیہ الثانی ولو کان لہ الثانی لاحب ان یکون الیہما الثالث ولا یملأ جوف ابن آدم الا التراب ویتوب اللہ علی من تاب بھی تھا۔ (۲) دعائے قنوت بھی قرآن مجید کی دو سورتیں تھیں بعض وہ ہیں جن کی تلاوت منسوخ ہو گئی مگر حکم باقی ہے جیسے آیت رجم کہ حکم اس کا باقی ہے مگر تلاوت اس کی نہیں ہوتی یہ دونوں قسمیں قرآن مجید سے نکال دی گئیں اور ان کا لکھنا بھی قرآن مجید میں جائز نہیں بعض وہ ہیں جن کی تلاوت باقی ہے مگر حکم منسوخ ہو گیا ہے یہ قسم قرآن مجید میں داخل ہے اور اس کی بہت مثالیں ہیں بعض لوگوں نے مستقل تصانیف میں ان کو جمع کیا ہے فن تفسیر میں اس سے بہت بحث ہوتی ہے مگر یہ مقام ان کی تفصیل کا نہیں (تفسیر اتقان)

جب شافع قیامت پناہ امت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رفیق اعلیٰ جل مجدہ کے جوار رحمت میں سکونت اختیار فرمائی اور نزول وحی موقوف ہو گیا قرآن مجید کسی کتاب میں جیسا کہ آج کل ہے جمع نہ تھا متفرق چیزوں پر سورتیں اور آیتیں لکھی ہوئی تھیں اور وہ مختلف لوگوں کے پاس تھیں اکثر صحابہؓ کو پورا قرآن مجید زبانی یاد تھا سب سے پہلے قرآن مجید کے یکجا کرنے کا خیال حضرت

Marfat.com

امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دل میں پیدا ہوا اور حق تعالیٰ نے ان کے ذریعہ سے اپنے اس سچے وعدے کو پورا کیا جو اپنے پیغمبر سے کیا تھا یعنی یہ کہ قرآن مجید کے ہم حافظ ہیں اس کا جمع کرنا اور حفاظت کرنا ہمارے ذمے ہے۔ یہ زمانہ حضرت امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت راشدہ کا تھا۔ حضرت فاروق نے ان کی خدمت میں عرض کیا کہ حفاظ قرآن شہید ہوتے جاتے ہیں اور بہت سے جنگ یمامہ میں شہید ہو گئے مجھے خوف ہے کہ اگر یہی حال رہے گا تو بہت بڑا حصہ قرآن مجید کا ہاتھ سے جاتا رہے گا لہٰذا میں مناسب سمجھتا ہوں کہ آپ اس طرف توجہ فرمائیے اور قرآن مجید کے جمع کرنے کا اہتمام کیجئے حضرت صدیق رضؓ نے فرمایا کہ جو کام نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا اس کو تم کیسے کرسکتے ہو حضرت فاروق رضؓ نے عرض کیا کہ خدا کی قسم یہ بہت اچھا کام ہے۔ پھر وقتاً فوقتاً حضرت فاروق رضؓ اس کی تحریک کرتے رہے حتیٰ کہ حضرت صدیق کے دل مبارک میں بھی یہ بات جم گئی انھوں نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو طلب کیا اور یہ سب قصہ بیان کرکے فرمایا کہ قرآن مجید کے جمع کرنے کے لیے میں نے آپ کو منتخب کیا ہے آپ کاتب وحی تھے اور جوان صالح ہیں انھوں نے بھی وہی عذر کیا کہ جو کام نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا اس کو آپ لوگ کیسے کرسکتے ہیں بالآخر وہ بھی راضی ہو گئے اور انھوں نے بہت اہتمام بلیغ سے قرآن مجید کا جمع کرنا شروع کیا۔

زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے منتخب کرنے کی وجہ علماء نے یہ لکھی ہے کہ ہر سال رمضان میں حضرت جبرئیل علیہ السلام سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید کا دور[1] کیا کرتے تھے اور سال وفات میں دو مرتبہ قرآن مجید کا دور ہوا اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اس اخیر دور میں شریک تھے اور اس اخیر دور کے بعد پھر کوئی آیت منسوخ نہیں ہوئی جس قدر قرآن اس دور میں پڑھا گیا وہ سب باقی رہا لہٰذا ان کو منسوخ التلاوۃ آیتوں کا خوب علم تھا۔ (شرح السنۃ)

جب قرآن مجید صحابہؓ کے اہتمام بلیغ سے جمع ہو گیا حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانۂ خلافت میں اس کی نظر ثانی کی اور جہاں کہیں کتابت میں غلطی ہو گئی تھی اس کی تصحیح فرمائی سالہا سال اس فکر میں رہے اور اکثر اوقات صحابہ سے مناظرہ بھی کیا کبھی صحت اسی مکتوب کی ظاہر ہوتی تھی کبھی اس کے خلاف پس فوراً اس کو صحیح کر دیتے تھے پھر جب یہ سب مدارج طے ہو چکے حضرت فاروق نے اس کے پڑھنے پڑھانے کا سخت اہتمام کیا حفاظ صحابہ کو دور دراز ملکوں میں قرآن و فقہ کی تعلیم کے لیے

---

[1] حدیث میں معارضے کا لفظ ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ کبھی آپ ان کو سناتے تھے کبھی وہ آپ کو ۱۲ فتح الباری

بھیجا جس کا سلسلہ ہم تک پہنچا۔

حق یہ ہے کہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کا احسان اس بارے میں تمام اُمت محمدیہ پر ہے انھیں کی بدولت آج ہمارے پاس قرآن مجید موجود ہے اور ہم اس کی تلاوت سے فیضیاب ہوتے ہیں۔ اس احسان کی مکافات کس سے ہوسکتی ہے۔ اسے اللہ اپنے رضوان کی خلعتیں ان کے زیب بدن فرما اور تاج کرامت و عظمت ان کے مقدس سر پر رکھ۔ آمین۔

پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس احسان کو اور بھی کامل کر دیا اپنے زمانۂ خلافت میں انھوں نے اس مصحف شریف کی سات نقلیں کرا کے ممالک بعیدہ میں بھیج دیں اور اختلاف قرأت کی وجہ سے جو فسادات برپا ہو رہے تھے اور ایک دوسرے کی قرأت خلاف حق اور باطل سمجھتا تھا ان سب جھگڑوں سے دین اسلام کو پاک کر دیا۔ صرف ایک قرأت پر سب کو متفق کر دیا اب بحمد اللہ تعالیٰ ایسی مضبوط کتاب اہل اسلام کے پاس ہے کوئی مذہب دنیا میں اس کی مثال نہیں لا سکتا۔ انجیل و توریت کی حالت ناگفتہ بہ ان میں وہ تحریف و تبدیل ہوئی کہ الامان۔ قرآن مجید کی نسبت مخالفوں کو بھی اقرار ہے کہ ہاں یہ وہی کتاب ہے جس کی نسبت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کلام خدا ہونے کا دعویٰ فرمایا تھا اس میں کسی قسم کی کمی زیادتی ان کے بعد نہیں ہوئی۔ والحمد للہ علیٰ ذالک۔

قرآن مجید میں آیتوں اور سورتوں کی ترتیب جو اس زمانہ میں ہے یہ بھی صحابہؓ نے دی ہے مگر اپنی رائے اور قیاس سے بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس ترتیب سے پڑھتے تھے اور جو ترتیب اس عہد مبارک میں تھی اس کے ذرا بھی خلاف نہیں کیا صرف دو سورتوں کی ترتیب البتہ صحابہؓ نے اپنے قیاس سے دی ہے۔ برأۃ اور انفال تو بھی یقیناً خلاف لب محفوظ نہ ہوگی جس کا خادر قوی حافظ ہو اس میں ترتیب بھی خلاف مرضی نہیں ہوسکتی۔

بعض اور صحابہؓ نے بھی مثل ابن مسعود اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہما کے قرآن مجید کو جمع کیا تھا کسی کی ترتیب نزول کے موافق تھی کسی کی اور کسی طرح جا بجا منسوخ التلاوۃ آیتیں بھی ان میں کسی غرض سے مندرج تھیں کہیں کہیں تفسیری الفاظ بھی ان میں لکھے ہوئے تھے ان سب مصاحف کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے لیا ورنہ آگے چل کر ان کی وجہ سے سخت اختلاف پڑتا۔ علاوہ اس کے یہ متفقہ قوت جو اس مصحف کے جمع کرنے میں تھی ان مصاحف میں کہاں وہ صرف ایک ہی شخص کی محنت کا نتیجہ تھے اس سبب سے اور بھی خرابیاں اُن میں ہوں گی۔

صحابہ کے زمانہ میں قرآن مجید میں سورتوں کے نام پاروں کے نشانات وغیرہ کچھ نہ تھے بلکہ حروف پر

Marfat.com

نقطے بھی نہ دیئے گئے تھے بلکہ بعض صحابہ اس کو برا سمجھتے تھے وہ چاہتے تھے کہ مصحف میں سوا قرآن کے اور کوئی چیز نہ لکھی جائے عبدالملک کے زمانہ میں ابوالاسود یا امام حسن بصری نے اس میں نقطے بنائے اور آن کے بعد پھر خمس اور عشر لکھے گئے اور سورتوں اور پاروں کے نام بھی لکھ دیئے گئے علما ان سب چیزوں کے جواز پر متفق ہیں اس لیے کہ یہ ایسی کوئی چیزیں نہیں ہیں جن کے قرآن ہونے کا شبہ ہو اور منع ان چیزوں کا لکھنا ہے جن کے قرآن ہونے کا شبہہ پڑے ۔

قرآن مجید کے فضائل اور اس کی تلاوت وغیرہ کا ثواب

قرآن مجید کی عظمت اور بزرگی اور اس کی فضیلت اور رفعت کے لیے اسی قدر کافی ہے کہ وہ خداوند عالم خالق لوح و قلم کا کلام ہے تمام عیوب و نقائص سے بری اور پاک ہے فصاحت و بلاغت اس کی تمام عرب نے مان لی بڑے بڑے فصاحت و بلاغت کے مدعی اُس کے مثل دو تین فقرے بھی صدہا برس کی کوششوں میں نہ بنا سکے بر سر مجمع اعلان بھی دیا گیا جوش دلانے والے خطاب سے کہا گیا کہ اگر تم اس کے کلام خدا ہونے میں شک کرتے ہو اور اس کو کلام بشر سمجھتے ہو تو تم اس کی چھوٹی سے چھوٹی سورت کے مثل کوئی عبارت بنالاؤ اور تمام اعوان و انصار کو جمع کرو ہرگز نہ بنا سکو گے ہرگز نہ بنا سکو گے قوم جن نے جب اس کلام معجز نظام کو سنا بے ساختہ کہہ اُٹھے کہ اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا يَّهْدِيْٓ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا۔ بے شک ہم نے ایک عجیب قرآن سنا جو نیکی کی طرف ہدایت کرتا ہے ہم اس پر ایمان لائے اور اپنے پروردگار کا کسی کو شریک ہرگز نہ سمجھیں گے۔ خود اللہ جل شانہٗ اس مقدس کلام کی تعریف فرماتا ہے پھر ہم لوگوں کی زبان و قلم میں کیا طاقت ہے کہ اس کے اوصاف و فضائل کا ایک شمہ بھی بیان کر سکیں ۔

اس کے تلاوت اور پڑھنے پڑھانے کا ثواب محتاج بیان نہیں تمام علمائے امت متفق ہیں کہ کوئی ذکر تلاوت قرآن مجید سے زیادہ ثواب نہیں رکھتا احادیث اس باب میں بیش از بیش ہیں نمونے کے لیے تبرکاً چند حدیثیں نقل کی جاتی ہیں ۔

ا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو کوئی قرآن مجید کے پڑھنے میں مشغول ہو اور دعا یا کسی دوسرے ذکر کی اس کو فرصت نہ ملے میں اس کو دعا مانگنے والوں سے بھی زیادہ دوں گا اور کلام اللہ کی بزرگی تمام کلاموں پر ایسی ہے جیسے خدا کی بزرگی تمام مخلوق پر۔
(سنن دارمی)

دوشنی سے بدرجہا بہتر ہوگی پھر کیا کہنا اس شخص کا جس نے پڑھا اور عمل کیا۔ (ابوداؤد)

۱۴۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہ قرآن اللہ کا نعمت خانہ ہے اس سے تو جس قدر ہو سکے سیکھو میرے نزدیک اس گھر سے زیادہ کوئی بے برکت مقام نہیں جس گھر میں خدا کی کتاب نہ ہو اور بیشک وہ دل جس میں کچھ بھی قرآن نہ ہو ایک ویران گھر ہے جس میں کوئی رہنے والا نہیں۔ (دارمی)

۱۵۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص قرآن مجید یاد کر کے بھول جائے وہ قیامت کے دن جذامی ہوگا۔ (صحیح بخاری) معاذ اللہ

۱۶۔ خالد بن معدان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص قرآن مجید پڑھے اس کو اکہرا ثواب ملے گا اور جو اس کو سنے اس کو دوہرا ثواب ملے گا۔ (دارمی)

اسی حدیث سے علماء نے اخذ کیا ہے کہ قرآن مجید کے سننے میں پڑھنے سے بھی زیادہ ثواب ہے (کبیری)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بہت مرغوب تھا کہ کوئی دوسرا شخص قرآن مجید پڑھے اور آپ سنیں۔ ایک مرتبہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ارشاد ہوا کہ تم پڑھ کر مجھ کو سناؤ انھوں نے کہا کہ میں آپ کو سناؤں آپ ہی پر نازل ہوا ہے ارشاد ہوا کہ مجھے اچھا معلوم ہوتا ہے کہ کسی دوسرے سے سنوں عبداللہ بن مسعود نے سورہ نساء پڑھنا شروع کی یہاں تک کہ اس آیت پر پہنچے

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِن كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا

کیا حال ہوگا اس وقت جب ہم ہر امت کے لیے ان میں سے ایک گواہ نکالیں گے اور ان لوگوں پر تم کو گواہ بنائیں گے یہ ذکر قیامت کا ہے کہ اس دن خدائے غفور رحیم ہر امت پر ان کے پیغمبر کو گواہ بنائے گا اور ہم لوگوں پر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو۔ ۱۲

حضرت نے فرمایا بس بس۔ ابن مسعود فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ آپ کی چشم مبارک سے آنسو بہہ رہے تھے[ل]۔ (صحیح بخاری۔ سنن دارمی)

[ل] حضرت شاید اس سبب سے روئے کہ اس آیت میں آپ کے گواہ بنانے کا ذکر ہے اور آپ کو اپنی امت کے تمام اچھے اور برے حالات بیان کرنے پڑیں گے اور امت کی برائی آپ کو ناگوار ہے علاوہ اس کے آپ کی عادت بھی تھی کہ قرآن مجید پڑھتے وقت اکثر رویا کرتے تھے ۱۲

Marfat.com

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جب کبھی ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کو دیکھتے تو فرماتے کہ اے ابو موسیٰ ہم کو اپنے پروردگار کی یاد دلاؤ وہ قرآن پڑھنا شروع کر دیتے۔ (دارمی)

یہ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بہت خوش آواز تھے قرآن مجید بہت اچھا پڑھتے تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پڑھنے کی بہت تعریف فرمائی ہے۔

اسی طرح قرآن مجید کی خاص خاص سورتوں کے فضائل بھی صحیح احادیث میں بہت وارد ہوئے ہیں مختصراً چند حدیثیں نقل کی جاتی ہیں سورہ فاتحہ کی نسبت احادیث میں وارد ہوا ہے کہ سبع مثانی اور قرآن عظیم یہی ہے۔ (صحیح بخاری) ایسی سورت کسی نبی پر نہیں نازل ہوئی۔ (مستدرک حاکم)

سورۂ بقرہ کے حق میں آیا ہے کہ جس گھر میں پڑھی جائے وہاں سے شیطان بھاگ جاتا ہے (ترمذی) اس کو پڑھو برکت ہوگی ورنہ حسرت ہوگی (مسلم) دو تر و تازہ چیزوں کو پڑھا کرو۔ بقرہ اور آل عمران۔ یہ دونوں قیامت میں اپنے پڑھنے والوں کی شفاعت کریں گی اور ان ایک روز جدا سے جھگڑ کر اس کو بخشائیں گی۔ آیت الکرسی تمام آیات قرآنی کی بزرگ اور سردار ہے (مسلم) اخیر سورۂ بقرہ کی دو آیتیں جس گھر میں پڑھی جائیں تین دن تک شیطان اس گھر کے قریب نہیں جاتا (ترمذی)

سورۂ انعام جب اتری تو حضرتؐ نے تسبیح پڑھی اور فرمایا کہ اس قدر فرشتے اس کے ساتھ تھے کہ آسمان کے کنارے بھر گئے۔ (مستدرک حاکم)

سورۂ کہف جمعہ کے دن جو شخص پڑھے اس کے لیے ایک نور ہوگا دوسرے جمعہ تک (مستدرک) اس کے لیے نور ہوگا قیامت کے دن۔ (حصن حصین)

سورۂ یٰسین قرآن مجید کا دل ہے جو کوئی شخص اس کو خدا کے لیے پڑھے وہ بخش دیا جائے گا اس کو اپنے مردوں پر پڑھو۔ (مستدرک حاکم)

سورۂ فتح مجھ کو تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے۔ (صحیح بخاری)

سورۂ تبارک الذی نے ایک شخص کی سفارش کی یہاں تک کہ بخش دیا گیا (صحاح ستہ) یہ اپنے پڑھنے والے کے لیے دعائے مغفرت کرتی ہے یہاں تک کہ وہ بخش دیا جائے گا۔ (صحیح ابن حبان)

لہ قرآن مجید میں حضرتؐ سے خطاب ہے کہ ہم نے تم کو سبع مثانی اور قرآن عظیم عنایت فرمایا ہے اسی کو آپ نے بیان فرما دیا کہ سبع مثانی اور قرآن عظیم سے یہی سورت مراد ہے ۱۲

Marfat.com

میں چاہتا ہوں کہ یہ سورت ہر مومن کے دل میں رہے (مستدرک حاکم) یہ سورت اپنے پڑھنے والے کو عذاب قبر سے بچاتی ہے جو اس کو رات کو پڑھ لے اس نے بہت نیکی کی اور اچھا کام کیا (مستدرک)

سورۂ اذا زلزلت نصف قرآن کے برابر ثواب رکھتی ہے۔ (ترمذی)

سورۂ قل یا ایہا الکافرون میں ربع قرآن کے برابر ثواب ہے۔ (ترمذی)

سورۂ اذا جاء کا ثواب ربع قرآن کا ثواب ہے۔ (بخاری) ایک شخص اس سورت کو ہر نماز میں پڑھا کرتے تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان سے کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ ان کو دوست رکھتا ہے (صحیح بخاری) اس کی محبت تم کو جنت میں داخل کرے گی۔ (صحیح بخاری)

ایک شخص کو یہ سورت پڑھتے ہوئے آپ نے سنا تو فرمایا کہ جنت فرض ہو گئی۔ (ترمذی)

سورۂ فلق اور ناس اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ محبوب ہے (مستدرک) اس سے بڑھ کے کوئی دعا یا استغفار نہیں ہے (نسائی) یعنی یہ بہت اعلیٰ درجہ کی دعا ہے اور اس کے پڑھنے سے تمام بلاؤں سے نجات ملتی ہے۔ جب سے یہ دونوں سورتیں نازل ہوئیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تعویذ کو دور کر دیا اور دوسری دعائیں جو شر جن یا حسد وغیرہ سے بچنے کے لیے پڑھتے تھے چھوڑ دیں۔ (ترمذی)

قرآن مجید تمام امراض جسمانی و روحانی کی دوا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ شِفَاءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَشِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی سچے دل سے قرآن مجید پڑھے تو پہاڑ بھی ہل جائے علامہ سیوطی اتقان میں لکھتے ہیں کہ قرآن مجید طب روحانی ہے بشرطیکہ نیک لوگوں کی زبان سے ادا ہو اللہ کے حکم سے ہر مرض کی شفا اس سے حاصل ہوتی ہے مگر چونکہ نیک لوگ کم ہیں اور ہر کس و ناکس کی زبان میں اثر نہیں ہوتا اس لیے لوگوں نے طب جسمانی کی طرف رجوع کیا۔

خاص خاص سورتوں کے خواص بھی صحیح احادیث میں بہت وارد ہوئے ہیں سینکڑوں مریضوں کو اس سے شفا ہوئی ہے۔ ہزاروں بلائیں اس سے دفع ہوئی ہیں۔

صحیح بخاری میں متعدد طرق سے مروی ہے کہ ایک شخص کو سانپ نے کاٹ لیا تھا کچھ صحابہؓ وہاں مسافرانہ اترے ہوئے تھے ان سے ایک شخص نے آکر کہا کہ یہاں کے سردار کو سانپ نے کاٹ لیا ہے آپ لوگوں میں اگر کوئی جھاڑتے ہوں تو چلیں ان میں سے ایک صحابی چلے گئے اور انہوں نے سورۂ فاتحہ پڑھ کر پھونک دی وہ اچھا ہو گیا۔

کشتی پر سوار ہوتے وقت بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ پڑھ

لینے سے کشتی غرق ہونے سے محفوظ رہتی ہے۔ (اتقان)

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ آخر سورت تک پڑھ لینے سے چوری سے امان ہوتا ہے۔ (اتقان)

رات کو جس وقت اٹھنا منظور ہو سوتے وقت آخر سورۂ کہف پڑھ لے اس وقت ضرور آنکھ کھل جائے گی۔ ایک راوی اس حدیث کے کہتے ہیں کہ یہ میری آزمودہ ہے۔ (اتقان)

قُلِ اللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ ۔ بِغَيْرِ حِسَابٍ تک پڑھ لینا ادائے قرض کے لیے مفید ہے۔ (اتقان) یہ آیت اس بندہ ناچیز کی آزمودہ ہے مگر مجھے اس کے پڑھنے کا ایک خاص طریقہ بتلایا گیا ہے وہ یہ کہ ہر نماز کے بعد اول و آخر تین تین مرتبہ درود شریف پڑھ کر سات مرتبہ پڑھے واقعی بہت سریع التاثیر ہے چالیس دن بھی نہیں گزرنے پاتے کہ اثر ظاہر ہونے لگتا ہے۔

رَبِّ هَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً جس عورت کے لڑکا نہ ہوتا ہو چالیس دن تک پڑھنے سے کامیاب ہو جاتی ہے یہ بھی میرے سامنے کئی مرتبہ آزمائی گئی۔

قرآن مجید کے فضائل اور اس کے پڑھنے پڑھانے کا ثواب مختصراً بیان ہو چکا غالباً اس قدر ثواب و فضیلت معلوم کرنے کے بعد پھر کوئی مسلمان جرأت نہیں کر سکتا کہ قرآن مجید کی تلاوت اور اس کے پڑھنے پڑھانے سے غفلت کرے۔

اے اللہ اے مالک عرش و کرسی اے توریت و انجیل و قرآن کے نازل کرنے والے قرآن کو تمام کتب پر فضیلت دینے والے منعم حقیقی اپنے فضل و کرم اپنی رحمت کاملہ و جود اتم کے صدقے میں ہم سب مسلمانوں کو اس اپنی مقدس کتاب سے فیض یاب فرما اس کے تلاوت کی ہمیں توفیق دے ہمارے اعمال و افعال کو اس کے موافق کر قیامت کے جانکاہ واقعہ میں جب ہمارے اعمال قبیحہ ہمیں دوزخ کا مستحق بنا دیں۔ قرآن مجید کو ہمارا شفیع کر اور قرآن پڑھنے والوں کے صدقے میں ہمیں بخش دے۔ آمین۔ اے خوشا نصیب اس شخص کے جس کے ہر روز قرآن مجید کی زیارت اور تلاوت نصیب ہوتی ہو۔ سو عزیزنہ جائیں اس نیک جنعصر ہونا جس کا وظیفہ ایسی مقدس کتاب ہو بیشک انشاء اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی یہ امید جلدی ہو گی جس کو علامہ شاطبی اپنے ان اشعار میں ظاہر فرماتے ہیں۔

(اشعار اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہوں)

لَعَلَّ اِلٰہَ الْعَرْشِ یَا اِخْوَتِیْ یَقِیْ ۔ جَمَاعَتَنَا کُلَّ الْمَکَارِہِ ھُوَّلاً[1]
وَیَجْعَلُنَا مِمَّنْ یَکُوْنُ کِتَابُ طٰہٰ ۔ شَفِیْعًا لَہٗ اِذْ مَانَسُوْہُ فَیَمْحَلاً

یہ بھی واضح رہے کہ قرآن مجید کی تلاوت کا ثواب اس پر موقوف نہیں کہ اس کے معنی سمجھ کر تلاوت کی جائے ۔ جو شخص عربی زبان نہ جانتا ہو قرآن مجید کے معنی نہ سمجھ سکتا ہو اس کو بھی قرآن مجید کی تلاوت کا ثواب ملے گا اور وہ بھی اس فیض عام سے محروم نہ رہے گا اس لیے کہ قرآن مجید کے الفاظ بھی تاثیر اور فائدے سے خالی نہیں ہیں[2] یہ دوسری بات ہے کہ اگر معنی سمجھ کر تلاوت کی جائے تو زیادہ ثواب ملے گا ۔

قرآن مجید کی تلاوت وغیرہ کے آداب

جب قرآن مجید کے فضائل معلوم ہو چکے اور اس کی عظمت دلنشیں ہو چکی تو یہ امر قابل بیان نہ رہا کہ اس کی تعظیم و تکریم میں کس درجہ کوشش کرنا چاہیے اور اس کی تلاوت اور سماع میں کیسا ادب اور اہتمام ملحوظ رکھنا چاہیے مگر چند ضروری اور مفید باتیں ہم بیان کیے دیتے ہیں ۔

صحیح یہ ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت اور پڑھانے کے لیے کسی اُستاد سے اجازت لینا یا اس کو سنانا شرط نہیں ہاں اس قدر ضروری ہے کہ قرآن مجید صحیح پڑھتا ہو اگر اتنی لیاقت اپنے میں نہ دیکھے تو اس کو

---

[1] ترجمہ: امید ہے کہ اے بھائیو مالک عرش کرسی ہماری جماعت کو تمام برائیوں اور خوف کی چیزوں سے بچائے اور ہم کو ان لوگوں میں شامل فرمائے جن کے لیے اس کی مقدس کتاب قیامت کے دن شفاعت کرے گی اس لیے کہ ہم نے اس کی مقدس کتاب کو فراموش نہیں کیا جو وہ ناخوش ہو کر ہم سے کچھ برائی کرے ۔ اخیر جملہ اشارہ ہے اس حدیث کی طرف جس کا مضمون یہ ہے کہ جو لوگ قرآن مجید سے غفلت کرتے ہیں قرآن مجید ان کو دوزخ میں بھجوا دے گا ۔ جماعت سے مراد وہ لوگ ہیں جو قرآن مجید پڑھتے ہیں اور اس کے علوم حاصل کرتے ہیں ۱۲

[2] شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے شرح سفر السعادۃ کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ میں نے اس کتاب میں دعا اور اذکار کا ترجمہ نہیں کیا اس لیے کہ ان کے مجرد الفاظ میں خاصیت ہے معنی معلوم ہوں یا نہیں تو معنی معلوم ہو جانے سے ایک قسم کا سرور اور نشاط ہوتا ہے ۔ پس قرآن مجید جو افضل اذکار ہیں اس کے الفاظ تاثیر و فیض سے کیسے خالی رہ سکتے ہیں ۱۲

Marfat.com

ضروری ہے کہ کسی استاد کو سنا دے یا اس سے پڑھ لے۔ (اتقان)

یہ بھی شرط نہیں ہے[1] کہ قرآن مجید کے معانی سمجھ لیتا ہو اور اگر قرآن مجید میں اعراب نہ ہوں تب بھی اس کے صحیح اعراب پڑھ لینے پر قادر ہو۔

صحیح یہ ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت کی نعمت صرف انسان کو دی گئی ہے شیاطین وغیرہ اس کی تلاوت پر قادر نہیں۔ بلکہ فرشتوں کو بھی یہ نعمت نصیب نہیں ہوئی وہ بھی اس آرزو میں رہتے ہیں کہ کوئی انسان تلاوت کرے اور وہ سنیں۔ ہاں مومنین جن کو البتہ یہ نعمت نصیب ہے اور وہ تلاوت قرآن پر قادر ہیں (لقط المرجان۔ اتقان)

شاید اس سے حضرت جبرئیل علیہ السلام مستثنیٰ ہوں۔ اس لیے کہ ان کی نسبت حدیث میں وارد ہوا ہے کہ ہر رمضان میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن مجید کا دور کیا کرتے تھے۔ اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے فتح الباری میں تصریح کر دی ہے کہ کبھی وہ پڑھتے تھے اور حضرت سنتے تھے اور کبھی آپؐ پڑھتے تھے اور وہ سنتے تھے۔ واللہ اعلم۔

بہتر یہ ہے کہ قبلہ رو ہو کر باطہارت نہایت ادب سے کسی پاکیزہ مقام میں بیٹھ کر قرآن مجید پڑھا جائے سب سے بہتر اس کام کے لیے مسجد ہے۔ جو لوگ ہر وقت یا اکثر اوقات اس کی تلاوت میں مشغول رہنا چاہیں ان کے لیے ہر حال میں قرآن مجید پڑھنا بہتر ہے۔ لیٹے ہوں یا بیٹھے باوضو ہوں یا بے وضو ہاں جنابت کی حالت میں البتہ نہ چاہیے۔

حضرت عائشہؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کیفیت بیان فرماتی ہیں کہ آپؐ ہر حال میں تلاوت فرمایا کرتے تھے وضو کی حالت میں بھی بے وضو بھی ہاں جنابت کی حالت میں البتہ نہ کرتے تھے

قرآن مجید کی تلاوت میں ایک خاص وقت مقرر کر لینا بھی درست ہے اکثر صحابہؓ فجر کی نماز کے بعد قرآن مجید پڑھا کرتے تھے۔ وقت مقرر کر لینے میں ناغہ بھی نہیں ہوتا۔

مسنون ہے کہ پڑھنے والا شروع کرنے سے پہلے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ پڑھ لے۔ اور اگر پڑھنے کے درمیان میں کوئی دنیاوی کلام کرے تو اس کے بعد پھر اس کا اعادہ چاہیے۔

---

[1] علامہ سیوطی وغیرہ کی عبارت سے یہ مدعا بخوبی ظاہر ہے اور اس شرط کی کوئی وجہ بھی نہیں معلوم ہوتی علاوہ اس کے اگر یہ شرط لگائی جائے تو تلاوت یک قلم موقوف ہو جائے گی واللہ اعلم ۱۲۔

Marfat.com

قرآن مجید کی تلاوت مصحف میں دیکھ کر زیادہ ثواب[1] رکھتی ہے بہ نسبت زبانی پڑھنے کے بلکہ وہاں دو عبادتیں ہوتی ہیں۔ ایک تلاوت دوسرے مصحف شریف کی زیارت۔

قرآن مجید کی پڑھنے کی حالت میں کوئی کلام کرنا یا اور کسی ایسے کام میں مصروف ہونا جو دل کو دوسری طرف متوجہ کردے مکروہ ہے۔ قرآن مجید پڑھتے وقت اپنے کو ہمہ تن اسی طرف متوجہ کرے نہ یہ کہ زبان سے الفاظ جاری ہوں اور دل میں ادھر ادھر کے خیالات۔

قرآن مجید کی ہر سورت کے شروع میں بسم اللہ کہہ لینا مستحب ہے مگر سورۂ براوت کے شروع پر بسم اللہ نہ پڑھنا چاہئے۔

بہتر یہ ہے کہ قرآن مجید کی سورتوں کو اسی ترتیب سے پڑھے جس ترتیب سے مصحف شریف میں لکھی ہیں۔ ہاں بچوں کے لیے آسانی کی غرض سے سورتوں کا خلاف ترتیب پڑھانا جیسا کہ آج کل پارۂ عم بتسالوں میں دستور ہے بلا کراہت جائز ہے۔ (ردالمحتار)

اور آیتوں کا خلاف ترتیب پڑھنا بالاتفاق ممنوع ہے۔ (اتقان)

قرآن مجید کی مختلف سورتوں کی آیتوں کے ایک ساتھ ملا کر پڑھنے کو علمائے مکروہ لکھا ہے اس وجہ سے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو آپ نے اس سے منع فرمایا تھا۔ (اتقان وغیرہ)

مگر میرے خیال میں یہ کراہت اس وقت ہوگی جب ان آیتوں کی تلاوت ثواب کی غرض سے ہو۔ اس لیے کہ جھاڑ پھونک کے واسطے مختلف آیتوں کا ایک ساتھ پڑھنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب سے بصحت منقول ہے۔ اور ہر ایک آیت کے خواص جدا گانہ ہیں لہٰذا جو خاص اثر ہیں مطلوب ہے وہ جن جن آیتوں میں ہوگا ہم کو ان کا پڑھنا ضروری ہے۔

قرآن مجید نہایت خوش آوازی سے پڑھنا چاہئے جس سے جس قدر ہو سکے احادیث میں وارد ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص قرآن مجید خوش آوازی سے نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ہے (دارمی) مگر جس کی آواز ہی نہ اچھی ہو وہ مجبور ہے۔ اور قواعد قرأت[2] کی پابندی سے

---

[1] علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اتقان میں چند مرفوع حدیثیں بھی اس باب میں نقل کی ہیں مثل اس کے کہ بے مصحف میں بے دیکھے تلاوت کرنے سے ایک ہزار درجہ ثواب ملتا ہے اور دیکھ کر پڑھنے سے دو ہزار درجہ ۱۲

[2] یہ ایک مستقل فن ہے جس میں قرآن مجید کی قرأت کے قواعد بیان کیے جاتے ہیں اور ان مختلف قرأتوں کا ذکر ہوتا ہے جن میں قرآن مجید نازل ہوا اس فن میں بہت کتابیں ہیں مگر حق یہ ہے کہ بے استاد کے نہیں آتا ۱۲

Marfat.com

قرآن مجید پڑھنا چاہیے راگ سے پڑھنا اور گا تا قرآن مجید کا بالاتفاق مکروہ تحریمی ہے۔

قرآن مجید ٹھہر ٹھہر کر پڑھے بہت عجلت سے پڑھنا بالاتفاق مکروہ[1] ہے

جو شخص قرآن مجید کے معنی سمجھ سکتا ہو اس کو قرآن مجید پڑھتے وقت اس کے معانی پر غور کرنا اور ہر مضمون کے موافق اپنے میں اس کا اثر ظاہر کرنا مسنون ہے۔ مثلاً جب کوئی ایسی آیت پڑھے جس میں اللہ پاک کی رحمت کا ذکر ہو تو طلب رحمت کرے اور عذاب کا ذکر ہو تو پناہ مانگے کوئی جواب طلب مضمون ہو تو اس کا جواب دے مثلاً حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سورۂ والتین کے اخیر میں جب پہنچے تو بَلٰی وَاَنَا عَلٰی ذٰلِكَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ پڑھ لیتے (ترمذی) یا سورۂ قیامت کے اخیر میں جب پہنچتے تو فرماتے کہ بَلٰی (ترمذی) سورۂ فاتحہ کو جب ختم کرتے تو آمین کہتے لیکن یہ جواب دینا یا دعا مانگنا اس وقت مسنون ہے کہ قرآن مجید فرض نماز میں یا تراویح میں نہ پڑھا جاتا ہو اگر فرض یا تراویح میں پڑھا جاتا ہو پھر جواب نہ دینا چاہیے۔ (ردالمحتار)

قرآن مجید پڑھنے کی حالت میں رونا مستحب ہے۔ اگر رونا نہ آئے تو اپنی سنگدلی پر رنج اور افسوس کرے۔

سورۂ الضحیٰ کے بعد سے اخیر تک ہر سورت کے ختم ہونے کے بعد اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہنا مستحب ہے قرآن مجید ختم ہونے کے بعد دعا مانگنا مستحب ہے اس لیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ ہر ختم کے بعد دعا مقبول ہوتی ہے۔ (اتقان)

قرآن مجید ختم کرتے وقت سورۂ اخلاص کو تین مرتبہ پڑھنا متاخرین کے نزدیک بہتر ہے بشرطیکہ قرآن مجید خارج نماز میں پڑھا جائے۔

---

[1] ایسی عجلت کہ جس سے الفاظ کے سمجھنے میں دقت ہو بالاتفاق مکروہ ہے ٹھہر ٹھہر کر پڑھنے میں اثر بھی زیادہ ہوتا ہے اسی لیے جو لوگ قرآن مجید کے معانی نہیں سمجھتے ان کو بھی ٹھہر کر پڑھنا مفید ہے۔ (اتقان) افسوس ہمارے زمانہ میں قرآن مجید کی سخت بے تعظیمی ہوتی ہے پڑھنے میں ایسی عجلت کی جاتی ہے کہ سوا بعض بعض الفاظ کے اور کچھ سمجھ میں نہیں آتا تراویح میں اکثر حافظوں کو ایسا ہی دیکھا گیا خدا جانے ان پر کس نے جبر کیا ہے جو یہ تراویح پڑھنے آئے اس سے بہتر ہوتا کہ ایسے حضرات نہ پڑھتے قرآن مجید کی بے ادبی تو نہ ہوتی ۱۲۔

[2] ترجمہ۔ ہاں اور ہم اس پر گواہ ہیں چونکہ اس سورت کے اخیر میں حق تعالیٰ پوچھتا ہے کہ کیا ہم سب حاکموں کے حاکم نہیں ہیں لہٰذا اس کے جواب میں یہ جملہ عرض کیا گیا ۱۲

جب ایک مرتبہ قرآن مجید ختم کر چکے تو مسنون ہے کہ فوراً دوسرا شروع کر دے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نہایت محبوب ہے کہ جب قرآن ایک مرتبہ ختم ہو جائے تو دوسرا شروع کر دیا جائے اور اس دوسرے کو صرف اُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ تک پہنچا کر چھوڑ دے بعد اس کے دعا وغیرہ مانگے اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح احادیث میں مروی ہے۔

جہاں قرآن مجید پڑھا جاتا ہو وہاں سب لوگوں کو چاہئے کہ ہمہ تن اسی طرف متوجہ رہیں۔ کسی دوسرے کام میں جو سننے میں حارج ہو مشغول نہ ہوں اس لئے کہ قرآن مجید کا سننا فرض ہے۔ ہاں اگر حاضرین کو کوئی ضروری کام ہو جس کی وجہ سے وہ اس طرف متوجہ نہ ہو سکیں تو پڑھنے والے کو چاہئے کہ آہستہ آواز سے پڑھے اور اگر ایسی حالت میں بلند آواز سے پڑھے گا تو گناہ اسی پر ہوگا۔

اگر کوئی لڑکا قرآن مجید بلند آواز سے پڑھ رہا ہو اور لوگ اپنے ضروری کاموں میں مشغول ہوں تو کچھ مضائقہ نہیں اس لئے کہ حرج شریعت سے اٹھا دیا گیا ہے اور لڑکا اگر آہستہ آواز سے پڑھے تو عادتاً یاد نہیں ہوتا۔ (رد المحتار)

سننے والوں کو تمام اُن اُمور کی رعایت کرنا چاہئے جو اوپر مذکور ہوئے سوا اعوذ باللہ اور بسم اللہ کے۔ اور حالت جنابت میں بھی قرآن مجید کا سننا جائز ہے۔

اگر کوئی شخص خوش آواز ہو قرآن اچھا پڑھتا ہو اس سے قرآن مجید پڑھنے کی درخواست کرنا مسنون ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے درخواست فرمائی حضرت فاروق اعظم ابو موسیٰ اشعری سے درخواست فرمایا کرتے تھے۔ رضی اللہ عنہما۔

سجدۂ تلاوت کا بیان

قرآن مجید میں چودہ آیتیں ایسی ہیں جن کے پڑھنے اور سننے سے ایک سجدہ واجب ہوتا ہے تفصیل ان آیتوں کی یہ ہے۔

۱۔ سورۂ اعراف کے آخر میں یہ آیت۔

إِنَّ الَّذِينَ عِندَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِ وَيُسَبِّحُونَهُ وَلَهُ يَسْجُدُونَ

ترجمہ:- بیشک جو لوگ تیرے رب کے پاس ہیں (فرشتے) وہ اس کی عبادت سے غرور اور انکار نہیں کرتے اور اس کا سجدہ کرتے ہیں۔ اس آیت میں لفظ "وله یسجدون" پر سجدہ ہے ۱۲

۲ - سورۂ رعد کے دوسرے رکوع میں یہ آیت

وَلِلّٰہِ یَسْجُدُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّکَرْھًا وَّظِلٰلُھُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ط

اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتے ہیں تمام وہ چیزیں جو آسمانوں اور زمینوں میں ہیں کوئی خوشی سے، کوئی ناخوشی سے اور ان کے سایہ صبح اور شام - اس آیت کے اخیر میں سجدہ ہے ۱۲ -

۳ - سورۂ نحل کے پانچویں رکوع کے اخیر کی یہ آیت -

وَلِلّٰہِ یَسْجُدُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مِنْ دَآبَّۃٍ وَّالْمَلٰٓئِکَۃُ وَھُمْ لَا یَسْتَکْبِرُوْنَ یَخَافُوْنَ رَبَّھُمْ مِّنْ فَوْقِھِمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ -

اللہ تعالیٰ کا سجدہ کرتے ہیں وہ چیزیں جو آسمانوں میں ہیں، اور جو زمین پر چل رہے ہیں اور فرشتے اور وہ غرور نہیں کرتے ڈرتے ہیں اپنے رب سے اور سجدہ کرتے ہیں جو کچھ حکم پاتے ہیں اس آیت میں "ویفعلون یامرون" پر سجدہ ہے ۱۲

۴ - سورۂ بنی اسرائیل کے بارھویں رکوع میں یہ آیت

وَیَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ یَبْکُوْنَ وَیَزِیْدُھُمْ خُشُوْعًا ط

گرتے ہیں منہ کے بل (یعنی سجدہ کرتے ہیں) روتے ہیں اور زیادہ ہوتا ہے ان کو خشوع یہ ان لوگوں کا ذکر ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ایماندار لوگ تھے ۱۲

۵ - سورۂ مریم کے چوتھے رکوع میں یہ آیت

وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْھِمْ اٰیٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُکِیًّا ط

جب پڑھی جاتی ہیں ان پر رحمٰن کی آیتیں تو گرتے ہیں وہ سجدے کرنے کے لئے روتے ہوئے - یہ انبیاء علیہم السلام اور ان کے اصحاب کا حال بیان فرمایا گیا ہے اس آیت میں "سجدا وبکیا" کے لفظ پر سجدہ ہے ۱۲

۶ - سورۂ حج کے دوسرے رکوع میں یہ آیت[1]

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ یَسْجُدُ لَہٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ

کیا نہیں دیکھا تو نے کہ اللہ کا سجدہ کرتی ہیں وہ چیزیں جو آسمانوں اور زمینوں میں ہیں اور آفتاب ماہتاب اور

---

[1] امام شافعی اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک سورۂ حج کی دوسری آیت میں بھی سجدہ ہے اور وہ آیت یہ ہے - "یا ایھا الذین آمنوا ارکعوا واسجدوا" - ہمارے نزدیک صرف اسی آیت میں ہے اس میں نہیں ہے - ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی ہمارے موافق طحاوی کی شرح معانی الآثار میں ایک روایت موجود ہے ۱۲

Marfat.com

وَالنُّجُوْمُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ وَكَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ ط اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ط

ستارے اور درخت اور جانور اور بہت سے آدمی اور بہت سے آدمیوں پر عذاب ثابت ہو چکا ہے اور جس کو اللہ ذلیل کرے اس کو کوئی عزت دینے والا نہیں بیشک اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے یہ مکہ کے کافروں کا حال ہے کہ وہ سجدہ کرنے میں اپنی ذلت سمجھتے تھے اس آیت میں لفظ "یسجد له" پر سجدہ ہے مگر بعد آیت تمام ہو جانے کے سجدہ کرنا چاہئے ۱۲

۷۔ سورۂ فرقان کے پانچویں رکوع کی یہ آیت

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَمَا الرَّحْمٰنُ اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا وَزَادَهُمْ نُفُوْرًا ط

اور جب کہا جاتا ہے ان سے کہ سجدہ کرو رحمٰن کا تو کہتے ہیں رحمٰن کیا چیز ہے کیا ہم سجدہ کریں اس کا جس کو تم کہتے ہو اور ان کو نفرت بڑھتی ہے عرب کے کافر خدا کو رحمٰن نہ کہتے تھے۔ اس آیت کے اخیر میں سجدہ ہے ۱۲

۸۔ سورۂ نمل کے دوسرے رکوع میں یہ آیت

اَلَّا يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ط

ہرگز نہیں سجدہ کرتے اللہ کا جو نکالتا ہے وہ چیزیں کہ آسمانوں اور زمین میں چھپی ہیں اور جانتا ہے وہ چیزیں جن کو تم چھپاتے ہو اور ظاہر کرتے ہو وہی خدا ہے کوئی اس کے سوا معبود نہیں مالک ہے عرش عظیم کا۔ آسمانوں میں چھپی ہوئی چیزوں سے مراد پانی اور زمین میں چھپی ہوئی چیزوں سے مراد گھاس وغیرہ (معالم التنزیل) یہ قصہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا ہے ان سے ہدہد نے آکر بیان کیا تھا کہ آج میرا گذر شہر سبا میں ہوا تھا وہاں کی بادشاہ عورت ہے نام اس کا بلقیس تھا وہ اور اس کی قوم آفتاب کی پرستش کرتے ہیں شیطان نے ان کو سخت گمراہ کر رکھا ہے ان کو ہدایت نہیں ہوتی یہ کہ نہیں سجدہ کرتے اللہ کا الخ اس آیت میں لفظ رب العرش العظیم پر سجدہ ہے اگر اَلَّا مشدد پڑھا جائے جیسا کہ اکثر لوگوں کی قرأت ہے اور اگر اَلَا مشدد نہ پڑھا جائے کسائی کی قرأت کے موافق تو پھر اَلَا یسجدوا پر سجدہ ہے (رد المختار)

۹ - سورۂ الم تنزیل السجدہ کے دوسرے رکوع میں یہ آیت

اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ۔	ہماری آیتوں پر وہی لوگ ایمان رکھتے ہیں کہ جب انہیں وہ آیتیں یاد دلائی جاتیں تو سجدہ کرنے کے لیے گر جائیں اور اللہ کی حمد و ثنا بیان کریں اور یہ لوگ غرور نہیں کرتے اس آیت کے اخیر لفظ میں سجدہ ہے ۱۲

۱۰ - سورۂ ص کے دوسرے رکوع میں یہ آیت

وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ ط فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ط	اور گر پڑا سجدہ کے لیے اور توبہ کی پس ہم نے بخش دیا ان کو اور بیشک ہمارے یہاں ان کا تقرب ہے اور عمدہ مقام ہے۔ یہ حال داؤد علیہ السلام کا ہے قصہ اس کا بہت طویل ہے اس آیت میں "وحسن ماب" کی لفظ پر سجدہ ہے بعض علماء کے نزدیک اناب کی لفظ پر ہے مگر یہ قول محقق نہیں۔ (ردالمحتار)

۱۱ - سورۂ حٰم سجدہ کے پانچویں رکوع میں یہ آیت

فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا فَالَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ يُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْـَٔمُوْنَ ط	پس اگر غرور کریں سجدہ کرنے سے یہ لوگ پس جو لوگ (فرشتے) تیرے رب کے پاس ہیں اس کی تسبیح پڑھتے ہیں رات دن اور تھکتے نہیں اس آیت میں "وہم لا یسئمون" کی لفظ پر سجدہ ہے۔ ابن عباس اور وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے یہی منقول ہے کہ امام شافعی کے نزدیک "ان کنتم ایاہ تعبدون" پر ہے جو اس آیت سے پہلے ہے احتیاطاً ہم نے اس قول کو اختیار نہیں کیا۔ (ردالمحتار)

۱۲ - سورۂ نجم کے آخر میں یہ آیت

فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا	سجدہ کرو اللہ کا اور عبادت کرو ۱۲

۱۳ - سورۂ انشقت میں یہ آیت

فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ وَاِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا يَسْجُدُوْنَ ط	کیا حال ہے ان کا کہ جب قرآن پڑھا جاتا ہے تو سجدہ نہیں کرتے ۱۲

Marfat.com

۱۴- سورۂ اقراء میں یہ آیت
وَسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ط

پس سجدہ کر اور اللہ سے نزدیک ہو جا یہ خطاب ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے ۱۲

۱- سجدۂ تلاوت کے واجب ہونے کے تین سبب ہیں - (۱) آیت سجدہ کی تلاوت خواہ پوری آیت کی تلاوت کی جائے یا صرف لفظ کی جس میں سجدہ ہے اور اس[1] کے ساتھ قبل یا بعد کا کوئی لفظ اور خواہ آیت سجدہ کی بعینہٖ تلاوت کی جائے یا اس کا ترجمہ کسی اور زبان میں اور خواہ تلاوت کرنے والا خود اپنی تلاوت کو سنے یا نہ سنے مثلاً کوئی بہرا تلاوت کرے - صحیح یہ ہے کہ اگر رکوع یا سجدے یا تشہد میں آیت سجدے کی تلاوت کی جائے تب بھی سجدہ واجب ہو جائے گا - اور اسی حالت میں اس کی بھی نیت کر لی جائے گی (ردالمحتار)

اگر کوئی شخص سونے کی حالت میں آیت سجدہ تلاوت کرے اس پر بھی بعد اطلاع کے واجب ہے۔

(۲) آیت سجدہ کا کسی انسان سے سننا - خواہ پوری آیت سنے یا صرف لفظ سجدہ مع ایک لفظ ما قبل یا ما بعد کے اور خواہ عربی زبان میں سنے یا اور کسی زبان میں اور خواہ سننے والا جانتا ہو کہ یہ ترجمہ آیت سجدہ کا ہے یا نہ جانتا ہو لیکن نہ جاننے سے ادائے سجدہ میں جس قدر تاخیر ہوگی اس میں وہ معذور سمجھا جائے گا - (فتاویٰ عالمگیری)

کسی جانور سے مثل طوطے وغیرہ کے اگر آیت سجدے کی سنی جائے تو صحیح یہ ہے کہ سجدہ واجب نہ ہوگا - اسی طرح اگر کسی ایسے مجنون سے آیت سجدہ سنی جائے جس کا جنون ایک دن رات سے زیادہ ہو جائے اور زائل نہ ہو تو سجدہ واجب نہ ہوگا - (۳) ایسے شخص کی اقتدا کرنا جس نے آیت سجدہ کی تلاوت کی ہو خواہ اس کی اقتدا سے پہلے یا اقتدا کے بعد اور خواہ اس نے ایسی آہستہ آواز سے تلاوت کی ہو کہ کسی مقتدی نے نہ سنا ہو یا بلند آواز سے کی ہو - اگر کوئی شخص کسی امام سے آیت سجدہ سنے اس کے بعد اس کی اقتدا کرے تو اس کو امام کے ساتھ سجدہ کرنا چاہیے اور اگر امام سجدہ کر چکا ہو تو اس میں دو صورتیں ہیں - جس رکعت میں آیت سجدہ کی تلاوت امام نے کی ہو وہی رکعت اس کو اگر مل جائے

---

[1] صاحب بحرالرائق نے مختصر سے نقل کیا ہے کہ اگر کوئی شخص صرف واسجد کہہ کر سکوت کرے اور واقترب نہ کہے تو اس پر بھی سجدہ واجب ہو جائے گا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ لفظ سجدے کے قبل یا بعد سے کسی لفظ کے ملانے کی حاجت نہیں مگر صاحب بحرالرائق نے اس کی تصحیح نہیں کی اور ہم نے یہ شرط تصحیح کے ساتھ نقل کی ہے ۱۲

Marfat.com

تو اس کو سجدے کی ضرورت نہیں اس رکعت کے مل جانے سے سمجھا جائے گا کہ وہ سجدہ بھی مل گیا۔ اگر وہ رکعت نہ ملے تو پھر اس کو بعد نماز تمام کرنے کے خارج نماز میں سجدہ کرنا واجب ہے۔ (بحر الرائق۔ رد المحتار)

مقتدی سے اگر آیت سجدہ سنی جائے تو سجدہ واجب نہ ہوگا نہ اس پر نہ اس کے امام پر نہ اُن لوگوں پر جو اس نماز میں شریک ہیں ہاں جو لوگ اس نماز میں شریک نہیں خواہ لوگ نماز ہی نہ پڑھتے ہوں یا کوئی دوسری نماز پڑھ رہے ہوں تو اُن پر سجدہ واجب ہوگا۔ (رد المحتار)

یہ تین سبب جو سجدے کے واجب ہونے کے بیان کیے گئے ان کے سوا اور کسی چیز سے سجدہ واجب نہیں ہوتا مثلاً اگر کوئی شخص آیت سجدہ لکھے یا دل میں پڑھے زبان سے نہ کہے یا ایک ایک حرف کرکے پڑھے پوری آیت ایک دم نہ پڑھے یا اسی طرح کسی سے سنے تو ان سب صورتوں میں سجدہ واجب نہ ہوگا (رد المحتار)

۲۔ سجدہ تلاوت انھیں لوگوں پر واجب ہے جن پر نماز واجب ہے اور اگر با قضا لغۂ حیض ونفاس والی عورت پر واجب نہیں نابالغ پر اور ایسے مجنون پر واجب نہیں جس کا جنون ایک دن رات سے زیادہ ہوگیا خواہ اس کے بعد زائل ہو یا نہیں۔ جس مجنون کا جنون ایک دن رات سے کم رہے اس پر واجب ہے اسی طرح مست اور جنب پر بھی۔

۳۔ سجدۂ تلاوت کے صحیح ہونے کی وہی سب شرطیں ہیں جو نماز کے صحیح ہونے کی ہیں یعنی طہارت اور ستر عورت اور نیت استقبال قبلہ تحریمہ اس میں شرط نہیں اس کی نیت میں آیت کی تعیین شرط نہیں کہ یہ سجدہ فلاں آیت کے سبب سے ہے اور اگر نماز میں آیت سجدہ پڑھی جائے اور فوراً سجدہ کیا جائے تو نیت بھی شرط نہیں۔ (رد المحتار)

۴۔ جن چیزوں سے نماز فاسد ہوجاتی ہے ان چیزوں سے سجدۂ سہو میں بھی فساد آجاتا ہے اور پھر اس کا اعادہ واجب ہوجاتا ہے۔ ہاں اس قدر فرق ہے کہ نماز میں قہقہہ سے وضو جاتا رہتا ہے اور اس میں قہقہہ سے وضو نہیں جاتا اور عورت کی محاذات بھی یہاں مفسد نہیں۔

۵۔ سجدۂ تلاوت اگر خارج نماز میں واجب ہوا ہو تو بہتر یہ ہے کہ فوراً ادا کرے اور اگر اس وقت نہ ادا کرے تب بھی جائز ہے مگر مکروہ تنزیہی ہے اور اگر نماز میں واجب ہوا ہو تو اس کا ادا کرنا فوراً واجب ہے تاخیر کی اجازت نہیں۔ (رد المحتار وغیرہ)

۶۔ خارج نماز کا سجدہ نماز میں اور نماز کا خارج میں بلکہ دوسری نماز میں بھی نہیں ادا کیا جا سکتا

Marfat.com

پس اگر کوئی شخص نماز میں آیت سجدہ پڑھے اور سجدہ کرنا بھول جائے تو اس کا گناہ اس کے ذمہ ہوگا جس کی تدبیر اس کے سوا کوئی نہیں کہ توبہ کرے یا ارحم الراحمین اپنے فضل وکرم سے معاف فرماوے گا۔

(بحر الرائق)

نماز کا سجدہ خارج نماز میں اس وقت ادا نہیں ہو سکتا جب کہ نماز فاسد نہ ہو اگر فاسد ہو جائے اور اس کا مفسد خروج حیض نہ ہو تو وہ سجدہ خارج میں ادا کر لیا جائے۔ اور اگر حیض کی وجہ سے نماز میں فساد آیا ہو تو وہ سجدہ معاف ہو جاتا ہے۔ (بحر الرائق اور در مختار وغیرہ)

۷۔ اگر کوئی شخص حالت نماز میں کسی دوسرے سے آیت سجدہ سنے خواہ وہ دوسرا بھی نماز میں ہو تو یہ سجدہ خارج نماز کا سمجھا جائے گا اور نماز کے اندر نہ ادا کیا جائے گا بلکہ خارج نماز میں۔

۸۔ اگر ایک آیت سجدہ کی تلاوت ایک ہی مجلس میں کئی بار کی جائے تو ایک ہی سجدہ واجب ہوگا۔ اور ایک آیت سجدہ کی تلاوت کی جائے پھر وہی آیت مختلف لوگوں سے سنی جائے تب بھی ایک ہی سجدہ واجب ہوگا۔ اگر سننے والے کی مجلس نہ بدلے تو ایک ہی سجدہ واجب ہوگا خواہ پڑھنے والے کی مجلس بدل جائے یا نہ بدلے۔ اور اگر سننے والے کی مجلس بدل جائے تو اس پر متعدد سجدے واجب ہوں گے خواہ پڑھنے والے کی بدلے یا نہ بدلے اگر پڑھنے والے کی بدل جائے گی تو اس پر بھی متعدد سجدے واجب ہوں گے۔ (بحر الرائق)

مجلس کے بدلنے کی دو صورتیں ہیں ایک حقیقی دوسری حکمی۔ اگر مکان بدل جائے تو حقیقی اور اگر مکان نہ بدلے بلکہ کوئی ایسا فعل صادر ہو جس سے یہ سمجھا جائے کہ پہلے فعل کو قطع کرکے اب یہ دوسرا فعل شروع کیا ہے تو حکمی ہے۔ (بحر الرائق وغیرہ)

حقیقی کی مثال۔ ۱۔ دو گھر جدا جدا ہوں اور ایک گھر سے دوسرے گھر میں چلا جائے بشرطیکہ ایک دو قدم سے زیادہ چلنا پڑے۔ ۲۔ سوار ہو اور اتر پڑے۔ ۳۔ راستے میں چلا جاتا ہو۔ ۴۔ کسی درخت کی ایک شاخ سے دوسری شاخ پر چلا جائے خواہ وہ دوسری شاخ اس پہلی شاخ سے قریب ہو یا دور۔ ۵۔ کسی نہر یا حوض میں پیرتا ہو۔ اگر ایک گھر ہو اور اس کے مختلف مقامات پر تلاوت کی جائے تو مجلس نہ بدلے گی مثلاً مسجد کے گوشوں میں۔ کشتی اگرچہ جاری ہو مگر مجلس نہ بدلے گی۔ اگر نماز پڑھتا ہوا گھوڑے پر سوار جا رہا ہو تو مجلس نہ بدلے گی اس لیے کہ نماز پڑھنے کی وجہ سے شرعاً ایک ہی مجلس کا حکم دیا گیا ہے۔ اس صورت میں فقہا نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص گھوڑے پر سوار حالت نماز میں ایک ہی آیت سجدہ کی تکرار کر رہا ہو تو اس پر ایک ہی سجدہ واجب ہوگا اور اس گھوڑے کی ہمراہ اگر

Marfat.com

کوئی شخص پیادہ جا رہا ہو تو اس پر ہر مرتبہ سننے سے ایک سجدہ واجب ہوگا۔ اگر دو شخص علیحدہ علیحدہ گھوڑوں پر سوار نماز پڑھتے ہوئے جا رہے ہوں اور ہر شخص ایک ہی آیت سجدہ کی تلاوت کرے اور ایک دوسرے کی تلاوت کو سنے تو ہر شخص پر دو سجدے واجب ہوں گے ایک تلاوت کے سبب سے دوسرا سننے کے سبب سے مگر تلاوت کے سبب سے جو ہوگا وہ نماز کا سمجھا جائے گا اور نماز ہی میں ادا کیا جائے گا اور سننے کے سبب سے جو ہوگا وہ خارج نماز کا سمجھا جائے گا اور بعد نماز کے ادا کیا جائے گا۔

حکمی کی مثال۔ آیت سجدہ کی تلاوت کر کے دو ایک لقمے سے زیادہ کھانا کھایا کسی سے دو ایک کلمے سے زیادہ باتیں کرنے لگا۔ لیٹ کر سو رہا خرید و فروخت میں مشغول ہو گیا۔ کوئی عورت لڑکے کو دودھ پلانے لگی۔ اگر ایک دو لقمہ سے زیادہ نہ کھائے۔ کسی سے دو ایک کلمہ سے زیادہ باتیں نہ کرے لیٹ کر نہ سوئے بلکہ بیٹھے بیٹھے ان سب صورتوں میں مجلس نہ بدلے گی۔ اسی طرح اگر کوئی شخص تسبیح پڑھنے لگے یا بیٹھے سے کھڑا ہو جائے تب بھی مجلس مختلف نہ ہوگی۔

۹۔ اگر ایک آیت سجدہ کئی مرتبہ ایک ہی مجلس میں پڑھی جائے تو اختیار ہے کہ سب کے بعد سجدہ کیا جائے یا پہلی ہی تلاوت کے بعد کیونکہ ایک ہی سجدہ اپنے ما قبل اور ما بعد کی تلاوت کے لیے کافی ہے مگر احتیاط اس میں ہے کہ سب کے بعد کیا جائے۔ (بحر الرائق)

اگر آیت سجدہ نماز میں پڑھی جائے اور فوراً رکوع کیا جائے یا بعد دو تین آیتوں کے اور اس رکوع میں جھکتے وقت سجدۂ تلاوت کی بھی نیت کر لی جائے تو سجدہ ادا ہو جائے گا۔ اور اسی طرح اگر آیت سجدہ کی تلاوت کے بعد نماز سجدہ کیا جائے تب بھی یہ سجدہ ادا ہو جائے گا اور اس میں نیت کی بھی ضرورت نہ ہوگی۔ (در مختار۔ رد المحتار وغیرہ)

۱۰۔ جمعہ اور عیدین اور آہستہ آواز کی نمازوں میں آیت سجدہ نہ پڑھنا چاہیے اس لیے کہ سجدہ کرنے میں مقتدیوں کے اشتباہ کا خوف ہے۔ بحر الرائق)

۱۱۔ کسی صورت کا پڑھنا اور خاص کر آیت سجدہ کو چھوڑ دینا مکروہ ہے۔ (بحر الرائق وغیرہ)

۱۲۔ اگر حاضرین باوضو سجدے کے لیے مستعد نہ بیٹھے ہوں تو آیت سجدہ کا آہستہ آواز سے تلاوت کرنا بہتر ہے اس لیے کہ وہ لوگ اس وقت سجدہ نہ کریں گے اور دوسرے وقت شاید بھول جائیں تو گنہگار ہوں گے۔ (در مختار وغیرہ)

سجدۂ تلاوت کا طریقہ یہ ہے کہ قبلہ رو ہو کر نیت کر کے اللہ اکبر کہے اور سجدہ کرے پھر اٹھتے وقت اللہ اکبر کہہ کے اٹھے اور کھڑے ہو کر سجدہ کرنا مستحب ہے۔ سجدہ تلاوت کئی آدمی مل کر

Marfat.com

بھی کرسکتے ہیں اس طرح کہ ایک شخص کو مثل امام کے آگے کھڑا کریں۔ اور خود مقتدیوں کی طرح صف باندھ کر پیچھے کھڑے ہوں اور اس کی اتباع کریں یہ صورت درحقیقت جماعت کی نہیں ہے۔ اسی لیے اگر امام کا سجدہ کسی وجہ سے فاسد ہو جائے تو مقتدیوں کا فاسد نہ ہوگا اور اسی سبب سے عورت کا آگے کھڑا کردینا بھی جائز ہے۔

آیت سجدہ اگر فرض نمازوں میں پڑھی جائے تو اس کے سجدے میں مثل نماز کے سجدے کے سبحان ربی الاعلیٰ کہنا بہتر ہے اور نفل نمازوں میں یا خارج نماز میں اگر پڑھی جائے تو اس کے سجدے میں اختیار ہے کہ سبحان ربی الاعلیٰ کہیں یا اور تسبیحیں جو احادیث میں وارد ہوئی ہیں وہ پڑھیں مثل اس تسبیح کے۔

سَجَدَ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ خَلَقَهٗ وَصَوَّرَهٗ
وَشَقَّ سَمْعَهٗ وَبَصَرَهٗ بِحَوْلِهٖ وَقُوَّتِهٖ
فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ

میرے منہ نے سجدہ کیا اس کو جس نے اس کو پیدا کیا ہے اور جس نے اس کو بنایا ہے اور اس میں کان اور آنکھ پیدا کیں اپنی طاقت اور قوت سے بڑی بزرگ ہے اللہ اچھا پیدا کرنے والا ۱۲

اور دونوں کو جمع کرلیں تو اور بھی بہتر ہے۔

علماء نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص تمام آیات سجدہ کی تلاوت ایک ہی مجلس میں کرے تو حق تعالیٰ اس کی مشکل کو دفع فرماتا ہے اور ایسی حالت میں اختیار ہے کہ سب آیتیں ایک دفعہ پڑھ لیں اور بعد اس کے چودہ سجدے کرے یا ہر آیت کو پڑھ کر اس کا سجدہ کرتا جائے۔ (ردالمحتار)

سجدۂ شکر مستحب ہے جب کوئی بڑی نعمت حق تعالیٰ کی طرف سے فائض نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین سے منقول ہے مگر بعد نماز کے علی الاتصال سجدہ کرنا مکروہ ہے تاکہ جاہلوں کو اس کی سنت ہونے کا خیال نہ پیدا ہو۔

بعض ناواقف لوگ وتر کے دو سجدے کرتے ہیں اور اس کو مسنون سمجھتے ہیں بعض لوگ ان سجدوں کے لیے ایک حدیث بھی بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بتول رضی اللہ عنہ کو ان سجدوں کا حکم دیا تھا حالانکہ یہ حدیث بتصریح محدثین موضوع اور بے اصل ہے لہٰذا ان سجدوں کا بخیال سنت ادا کرنا مکروہ ہے اور بہر حال اس کا ترک بہتر ہے (ردالمحتار وغیرہ)

Marfat.com

جنازے کی نماز وغیرہ کا بیان

چونکہ اسلام کی مقدس شریعت میں اپنے دینی بھائیوں کے ساتھ عمدہ سلوک اور احسانات اور ہر قسم کی مراعات ایک جزو اعظم قرار دی گئی ہے اور شریعت نہیں چاہتی کہ اس دینی اخوت اور محبت کا سلسلہ موت سے منقطع ہو جائے اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریف یہ تھی کہ جب کوئی مسلمان دنیا سے انتقال کرتا اس کے ساتھ وہ بہت احسان کرتے اور جو چیزیں اس کے لیے قبر اور قیامت میں مفید ہوتیں ان کی کوشش فرماتے اور اس کے اعزا اور اقارب سے بھی سلوک کرتے تفصیل ان مضامین کی آیندہ بیانات سے بخوبی ظاہر ہے۔ یہی سبب ہے کہ جنازے کی نماز جو درحقیقت میت کے لیے دعائے مغفرت ہے مسلمانوں پر خدا کی طرف سے فرض کر دی گئی ہے اور اس کو پاک وصاف کر کے ایک عمدہ اہتمام سے آخری منزل تک پہنچا دینا ایک امر لازم کر دیا گیا۔ فی الواقع میت کے حقوق کی رعایت اس کی بیماری سے آخری وقت تک بلکہ اس کے بعد بھی جیسی اسلام میں ہوتی ہے کسی مذہب میں اس کا ایک شمہ بھی نہیں اگر کسی کی چشم بصیرت روشن ہو تو وہ ان معاملات کو نہایت قدر کی نگاہوں سے دیکھنے کے قابل سمجھے گا۔

بیمار کی عیادت کا بیان

جب کوئی شخص اپنے دوستوں میں بیمار ہو تو اس کے دیکھنے کو جانا اور اس کے حالات کو دریافت کرنا مستحب ہے۔ اسی کو عیادت کہتے ہیں۔ اور اگر اس کے اعزا وغیرہ میں کوئی اس کی خبر گیری کرنے والا نہ ہو تو ایسی حالت میں اس کی تیمارداری عام مسلمانوں پر جن کو اس کی حالت معلوم ہو فرض کفایہ ہے۔

عیادت کی فضیلت و تاکید اور اس کا ثواب احادیث میں بے حد وارد ہوا ہے مگر ہم اس بیان کو زیادہ بڑھانا نہیں چاہتے صرف دو تین مختصر حدیثیں بیان کیے دیتے ہیں۔

صحیح مسلم میں ہے کہ حق تعالیٰ قیامت میں فرمائے گا کہ اے میرے بندے میں تیرا پروردگار ہوں میں بیمار ہوا اور میری عیادت کو نہ آیا بندہ عرض کرے گا کہ خداوندا تو تمام عالم کا پروردگار ہے تیری عیادت کیسے ہو سکتی ہے یعنی تو بیمار ہی نہیں ہو سکتا ارشاد ہو گا کہ فلاں میرا بندہ بیمار ہوا اور تو نے اس کی

عیادت نہ کی۔ اگر تو اس کی عیادت کو جاتا تو مجھ کو اسی کے پاس پاتا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص صبح کو بیمار کی عیادت کرے اس کے لیے ستر ہزار فرشتے شام تک دعائے مغفرت کرتے ہیں اور جو شام کو کرے اس کے لیے ستر ہزار فرشتے استغفار کرتے ہیں صبح تک۔ (سفر السعادت)

جو کوئی اپنے بھائی مسلمان کی عیادت کرے اس کو ایک باغ ملے گا بہشت میں (ترمذی)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے برگزیدہ اصحاب کو یہ حکم دیا تھا کہ تم لوگ بیمار کی عیادت کیا کرو اور جنازے کے ہمراہ جایا کرو۔ (صحیح بخاری)

عیادت کے آداب میں سے ہے کہ وضو کرکے محض ثواب اور حق تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے جائے اور جب بیمار کے پاس پہنچے تو اس کا حال پوچھے اور اس کی تسکین کرے اور اس کو تسلی دے اور اس کو صحت کا امیدوار کرے اور بیماری کے جو جو فضائل اور ثواب حدیث میں وارد ہوئے ہیں اس کو سنائے اور اس کے لیے دعائے صحت کرے اور اپنے لیے بھی اس سے دعا کی درخواست کرے اور بیمار کے پاس زیادہ دیر تک نہ بیٹھے ہاں اگر بیمار اس کے بیٹھنے سے خوش ہوتا ہو تو زیادہ بیٹھنا بہتر ہے اور عیادت میں جلدی نہ کرے بلکہ جب دو تین روز بیماری کو گزر جائیں تب عیادت کو جائے یہی عادت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی۔ (شرح سفر السعادت)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریف یہ تھی کہ جب کوئی آپ کے دوستوں میں بیمار ہوتا تو آپ اس کی عیادت کو تشریف لے جاتے اور بیمار کے سرہانے بیٹھ جاتے اور اس کا حال پوچھتے اور فرماتے کہ تم کو اپنی طبیعت کیسی معلوم ہوتی ہے اور تمہارا دل کس چیز کو چاہتا ہے اگر کسی چیز کی وہ خواہش کرتا اور وہ اس کے لیے مضر نہ ہوتی تو اس کے دینے کا حکم فرماتے اور اپنے سیدھے ہاتھ کو بیمار کے بدن پر رکھ کر اس کے لیے دعا فرماتے کبھی ان الفاظ سے

اَللّٰھُمَّ رَبَّ النَّاسِ اَذْھِبِ الْبَاسَ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ لَاشِفَاءَ اِلَّا شِفَاءُکَ شِفَاءً لَّا یُغَادِرُ سَقَمًا	اے اللہ اے تمام لوگوں کے پروردگار بیماری کو دور کر دے اور صحت عنایت فرما تو ہی صحت دینے والا ہے صحت وہی ہے جو تو عنایت فرمائے ایسی صحت دے کہ پھر کوئی بیماری باقی نہ رہے ۱۲

اور اکثر یہ دعا فرماتے جب سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے تو آپ نے فرمایا

اَللّٰھُمَّ اشْفِ سَعْدًا اَللّٰھُمَّ اشْفِ سَعْدًا اَللّٰھُمَّ اشْفِ سَعْدًا۔	اے اللہ صحت دے سعد کو اے اللہ صحت دے سعد کو اے اللہ صحت دے سعد کو ۱۲

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کافروں کی بھی عیادت منقول ہے۔ ایک جوان یہودی آپ کی خدمت کیا کرتا تھا جب بیمار ہوا تو آپ اس کی عیادت کو تشریف لے گئے اور اس سے مسلمان ہو جانے کو ارشاد فرمایا قسمت نے یاری کی اور وہ مسلمان ہو گیا جب آپ کے چچا ابو طالب بیمار ہوئے باوجودیکہ مشرک تھے آپ اُن کی عیادت کو تشریف لے گئے اور ان سے بھی مسلمان ہو جانے کی درخواست فرمائی مگر کاتب ازل نے یہ سعادت ان کی قسمت میں نہ لکھی تھی لہٰذا تعمیل ارشاد سے محروم رہے۔ اسی وجہ سے اکثر علماء کی یہ رائے ہے کہ عیادت حقوق اسلام سے نہیں ہے یعنی جو مسلمان بیمار ہو خواہ اس سے کبھی کی ملاقات ہو یا نہیں اس کی عیادت مسنون نہیں بلکہ حقوق صحبت سے ہے کہ جس شخص سے ملاقات ہو اس کی عیادت مسنون ہے خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر۔ (شرح سفر السعادت)

قریب المرگ کے احکام

جب کسی مریض پر علامات موت ظاہر ہونے لگیں تو مسنون یہ ہے کہ اس کا منہ قبلے کی طرف پھیر دیا جائے اور وہ مریض داہنے پہلو پر لٹا دیا جائے اور چت لٹانے میں بھی کچھ مضائقہ نہیں۔ اس طرح کہ پیر قبلہ کی طرف ہوں یہ سب صورتیں اس وقت مسنون ہیں کہ مریض کو تکلیف نہ ہو اگر اس کو تکلیف ہو تو جس طرح اس کو آرام ملتا ہو اسی طرح اس کو لیٹا رہنے دیں۔ (بحر الرائق وغیرہ)

اس وقت مستحب ہے کہ کوئی شخص اس کے اعزا یا احباب وغیرہ میں سے اس کو تلقین کرے یعنی اس کے سامنے بلند آواز سے کلمۂ طیبہ

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۔ گواہی دیتا ہوں کہ سوا اللہ کے کوئی خدا نہیں ہے اور گواہی دیتا ہوں اس کی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے پیغمبر ہیں ۱۲۔

پڑھا جائے تاکہ وہ مریض اس کو سن کر خود بھی پڑھے اور اس بشارت کا مستحق ہو جائے جو صحیح احادیث میں وارد ہوئی ہے کہ جس کا آخری کلام لا الٰہ الا اللہ ہو گا وہ جنت میں داخل ہو گا۔ (بحر الرائق)

مگر مریض سے یہ نہ کہا جائے کہ تم بھی پڑھو مبادا کہ شدت مرض یا بدحواسی کے سبب سے اس کے منہ سے انکار نکل جائے۔ سورۂ یٰسین کا ایسے مریض کے پاس پڑھنا مستحب ہے۔ (رد المحتار)

اس آخری وقت میں نیک اور پرہیزگار لوگوں کا موجود ہونا بہتر ہے کہ ان کی برکت سے رحمت

Marfat.com

نازل ہوتی ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری)

اس وقت مریض کے پاس کوئی خوشبودار چیز رکھ دینا یا آگ میں سلگا دینا مستحب ہے۔

پھر جب اس کی روح بدن سے مفارقت کر جائے تو اس کی آنکھیں نہایت نرمی اور آہستگی سے بند کر دی جائیں اور اس کا منہ کسی کپڑے کی پٹی سے باندھ دیا جائے اس طرح کہ وہ پٹی ٹھوڑی کے نیچے رکھی جائے اور سر پر سے جا کر اس کے دونوں کنارے باندھ دیئے ہیں اور اس کے اعضاء سیدھے کر دیئے جائیں اور جوڑ نرم کر دیئے جائیں اس طرح کہ ہر جوڑ کو اس کے منتہیٰ تک پہنچا کر کھینچ دیا جائے اور آنکھیں بند کرنے والا آنکھ بند کرتے وقت یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ يَسِّرْ عَلَيْهِ اَمْرَهٗ وَسَهِّلْ عَلَيْهِ مَابَعْدَهٗ وَاَسْعِدْهُ بِلِقَاءِكَ وَاجْعَلْ مَاخَرَجَ اِلَيْهِ خَيْرًا مِمَّا خَرَجَ عَنْهُ	اے اللہ آسان کر اس میت پر کام اس کا اور سہل کر اس پر وہ زمانہ جو اب آئے گا اور مشرف فرما اس کو اپنے دیدار سے اور جہاں گیا ہے (یعنی آخرت) اس کو بہتر کر دے اس جگہ سے جہاں سے گیا ہے (یعنی دنیا سے) ۱۲

بعد ان سب مراتب کے اس کے غسل اور تکفین اور نماز سے جس قدر جلد ممکن ہو فراغت کر کے دفن کر دیا جائے۔

غسل میت کے مسائل

میت کو غسل دینا مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے اگر کوئی میت بے غسل کے دفن کر دی جائے تو تمام وہ مسلمان جن کو اس کی خبر ہوگی گنہگار ہوں گے۔

اگر کسی میت کو بے غسل کے قبر میں رکھ دیا ہو مگر ابھی مٹی نہ ڈالی گئی ہو تو اس کو قبر سے نکال کر غسل دے دینا ضروری ہے ہاں اگر مٹی پڑ چکی ہو تو پھر نہ نکالنا چاہئے۔ (بحر الرائق وغیرہ)

اگر کوئی عضو میت کا خشک رہ گیا ہو اور کفن پہنانے کے بعد یاد آئے تو کفن کھول کر اس عضو کو دھو دینا چاہئے ہاں اگر کوئی انگلی یا اس کے برابر کوئی حصہ جسم کا خشک رہ جائے اور بعد تکفین کے یاد آئے تو پھر اس کے دھونے کی ضرورت نہیں۔ (بحر الرائق)

ایک مرتبہ غسل دینا فرض ہے اور تین مرتبہ مسنون ہے۔

میت کے غسل کا مسنون و مستحب طریقہ یہ ہے کہ میت کو کسی ایسے تخت وغیرہ پر لٹا کر جو تین یا پانچ یا سات مرتبہ کسی خوشبودار چیز سے دھونی پا چکا ہو اس کے جسم

عورت کو کسی کپڑے سے بند کر کے جو کپڑے[1] اس کے بدن میں ہوں وہ بہت جلد آسانی سے اتار لیے جائیں اور اس کو استنجا کرایا جائے اس طرح کہ نہلانے والا اپنے ہاتھ میں کپڑا لپیٹ کر اس کے خاص حصے اور مشترک حصے کو دھووے بعد اس کے اس میت کو وضو کرایا جائے اس وضو میں کلی نہ کرائی جائے گی اور ناک میں پانی نہ ڈالا جائے گا اس لیے کہ پھر منہ اور ناک سے پانی کا نکلنا دشوار ہو گا ہاں نہلانے والا اپنی انگلی میں کپڑا لپیٹ کر اس کے دانتوں کو اور ناک کے اندرونی حصہ کو صاف کر دے صحیح یہ ہے کہ اس وضو میں سر کا مسح بھی کرایا جائے گا۔ (بحر الرائق)

جب وضو سے فراغت ہو جائے تو اس کا سر اگر بال ہوں تو خطمی سے ملا جائے جس پانی سے سر ملا جائے اس میں خطمی جوش کر لی جائے یا صابن ملا دیا جائے تاکہ میل اچھی طرح صاف ہو جائے غسل کے لیے گرم پانی بہتر ہے اس لیے کہ اس سے میل خوب صاف ہوتا ہے۔ جب سر صاف ہو چکے تو میت کو بائیں پہلو پر لٹا کر تمام بدن پر پانی بہا دیا جائے اس قدر کہ پانی تخت تک پہنچ جائے یہ ایک مرتبہ غسل ہوا پھر دوسری مرتبہ اس کو داہنے پہلو پر لٹا کر تمام بدن پر پانی بہا دیں پھر اس کو بٹھا کر اس کا پیٹ آہستہ آہستہ ملا جائے تاکہ آلائش نکل جائے اور وہ دھو دی جائے بعد اس کے پھر اس کو بائیں پہلو پر لٹا کر تمام بدن پر پانی بہا دیا جائے یہ تیسرا مرتبہ ہوا۔ پہلے مرتبہ خالص پانی سے غسل دیا جائے دوسرے مرتبہ اس پانی سے جس میں بیری کی پتی یا خطمی جوش کی گئی ہو۔ تیسرے مرتبہ اس پانی سے جس میں کافور ملا ہو۔ جب غسل سے فراغت ہو جائے تو میت کا بدن کسی کپڑے سے خشک کر لیا جائے تاکہ بدن کی تری سے کفن نہ خراب ہو۔ بعد اس کے زعفران اور ورس[2] کے سوا اور کوئی خوشبو اس کے سر اور ڈاڑھی میں لگا دی جائے اس کی پیشانی اور ناک اور دونوں ہاتھوں پر کہنیوں تک اور گھٹنوں پر کافور مل دیا جائے۔ میت کے بالوں میں کنگھی نہ کی جائے

---

[1] کپڑے اتار لینے میں یہ مصلحت ہے کہ کپڑوں کی گرمی سے نعش کے خراب ہو جانے کا خوف ہوتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اقدس سے کپڑے نہیں اتارے گئے بلکہ آپ کو کپڑوں کے ساتھ غسل دیا گیا یہ آپ ہی کے ساتھ خاص تھا آپ کے جسم اقدس میں کسی خرابی کا معاذ اللہ خوف نہ تھا۔ ابو داؤد میں مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کپڑے اتار کر غسل دینے میں صحابہ کا اختلاف ہوا تب گھر کے ایک گوشہ سے آواز آئی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کپڑوں کے ساتھ غسل دو آپ کے جسم اطہر سے کپڑے نہ اتارو ۱۲۔

[2] ورس ایک زرد گھاس ہے ملک عرب میں پیدا ہوتی ہے پتی اس کی کنجد کی پتی سے مشابہ ہوتی ہے اس سے کپڑے رنگے جاتے ہیں رنگ اس کا سرخی اور زردی کے درمیان میں ہوتا ہے ۱۲ قسطلانی

Marfat.com

اور ناخن یا بال اس کے نہ کاٹے جائیں مونچھیں نہ کتری جائیں ہاں اگر کوئی ناخن ٹوٹ جائے تو اس کے علیحدہ کرنے میں کچھ حرج نہیں۔ (بحر الرائق)

میت کے نہلانے کی اجرت لینا جائز نہیں اس لیے کہ میت کا نہلانا خدا کی طرف سے فرض ہے پھر اس پر اجرت کیسی؟ ہاں اگر کئی شخص نہلانے والے وہاں موجود ہوں تو پھر جائز ہے اس لیے کہ ایسی صورت میں کسی خاص شخص پر اس کو نہلانا فرض نہیں۔ (در مختار وغیرہ)

نہلانے والا ایسا شخص ہونا چاہیے کہ جس کو میت کا دیکھنا جائز ہو عورت کو مرد کا اور مرد کو عورت کا غسل دینا جائز نہیں ہاں منکوحہ عورت اپنے شوہر کو غسل دے سکتی ہے اس لیے کہ وہ عدت کے زمانہ تک اس کے نکاح میں سمجھی جائے گی بخلاف شوہر کے کہ وہ عورت کے مرتے ہی اس عورت کے نکاح سے علیحدہ سمجھا جائے گا اور اس کو اس عورت کا غسل دینا جائز نہ ہوگا۔

اگر کوئی عورت ایسی جگہ مر جائے جہاں کوئی عورت نہ ہو جو اس کو غسل دے تو اگر کوئی مرد اس کا محرم موجود ہو تو وہ اس کو تیمم کرا دے اور اگر کوئی محرم نہ ہو تو غیر محرم اپنے ہاتھوں میں کپڑا لپیٹ کر اس کو تیمم کرا دے ہاں لونڈی کو اجنبی بھی بے کپڑا لپیٹے ہوئے تیمم کرا سکتا ہے اسی طرح اگر کوئی مرد ایسی جگہ مر جائے جہاں کوئی مرد غسل دینے والا نہ ہو تو اس کو محرم عورت کپڑا لپیٹے ہوئے اور غیر محرم ہاتھوں میں کپڑا لپیٹ کر تیمم کرا دے۔

نابالغ لڑکے اور لڑکی کو عورت اور مرد دونوں غسل دے سکتے ہیں۔

بہتر یہ ہے کہ نہلانے والا میت کا کوئی عزیز ہو اور اگر عزیز نہلانا نہ جانتا ہو تو کوئی متقی پرہیزگار آدمی اس کو غسل دے۔

اگر کوئی کافر یا نجس آدمی یا وہ شخص جسے میت کا دیکھنا جائز نہ تھا میت کو غسل دے تب بھی غسل صحیح ہو جائے گا اگرچہ مکروہ ہوگا۔ (فتاویٰ عالمگیری)

بہتر یہ ہے کہ جس جگہ میت کو غسل دیا جائے وہاں غسل دینے والے اور اس شخص کے جو اس کا شریک ہو کوئی دوسرا شخص نہ جائے اور غسل دینے والا اگر اس میں کوئی عمدہ بات دیکھے تو لوگوں سے بیان کر دے اور اگر کوئی بری حالت دیکھے تو کسی پر ظاہر نہ کرے ہاں اگر میت کوئی مشہور بدعتی ہو اور اس میں کوئی بری بات دیکھے تو ظاہر کر دے تاکہ لوگوں کو عبرت ہو اور اس بدعت کے ارتکاب سے باز رہیں۔ (بحر الرائق۔ عالمگیری وغیرہ)

اگر کوئی شخص دریا میں ڈوب کر مر گیا ہو تو وہ جس وقت نکالا جائے اس کا غسل دینا فرض ہے

Marfat.com

پانی میں ڈوبنا غسل کے لیے کافی نہ ہوگا اس لیے کہ میت کا غسل دینا زندوں پر فرض ہے اور ڈوبنے میں کوئی ان کا فعل نہیں ہوا ہاں اگر نکالتے وقت غسل کی نیت سے اس کو پانی میں حرکت دے دی جائے تو غسل ہو جائے گا اسی طرح اگر میت کے اوپر مینہ کا پانی برس جائے یا اور کسی طرح سے پانی پہنچ جائے تب بھی اس کا غسل دینا فرض رہے گا۔ (فتاویٰ قاضی خان۔ بحرالرائق۔ درمختار وغیرہ)

اگر کسی آدمی کا صرف سر کہیں دیکھا جائے تو اس کو غسل نہ دیا جائے گا بلکہ یوں ہی دفن کر دیا جائیگا اور اگر کسی آدمی کا بدن نصف سے زیادہ کہیں ملے تو اس کا غسل دینا ضروری ہے خواہ سر کے ساتھ ملے یا بے سر کے اور اگر نصف سے زیادہ نہ ہو بلکہ نصف ہو اگر سر کے ساتھ ملے تو غسل دیا جائے گا ورنہ نہیں اور اگر نصف سے کم ہو تو غسل نہ دیا جائے گا خواہ سر کے ساتھ ہو یا بے سر کے۔

(بحرالرائق۔ ردالمحتار)

اگر کوئی لڑکا پیدا ہوتے ہی مرجائے اس کا غسل دینا بھی فرض ہے اور اگر مرا ہوا پیدا ہو خواہ اس کے سب اعضا بن چکے ہوں یا نہیں تو بہتر یہی ہے کہ اس کو بھی غسل دیا جائے (بحرالرائق وغیرہ)

اگر کوئی میت کہیں دیکھی جائے اور کسی قرینے سے یہ نہ معلوم ہو کہ یہ مسلمان تھا یا کافر تو اگر دارالاسلام میں یہ واقعہ ہوا ہو تو اس کو غسل دیا جائے گا اور نماز بھی پڑھی جائے گی۔

اگر مسلمان کی نعشیں کافروں کی نعشوں میں مل جائیں اور کوئی تمیز نہ باقی رہے تو ان سب کو غسل دیا جائے گا اور اگر تمیز باقی ہو تو مسلمانوں کی نعشیں علیحدہ کر لی جائیں اور صرف انہیں کو غسل دیا جائے۔ کافروں کی نعش کو غسل نہ دیا جائے۔

اگر کسی مسلمان کا کوئی عزیز کافر ہو اور وہ مرجائے تو اس کی نعش اس کے کسی ہم مذہب کو دے دی جائے اگر اس کا کوئی ہم مذہب نہ ہو یا ہو مگر لینا قبول نہ کرے تو بدرجۂ مجبوری وہ مسلمان اس کافر کو غسل دے مگر نہ مسنون طریقے سے یعنی اس کو وضو نہ کرائے اور سر اس کا نہ صاف کرایا جائے کافور وغیرہ اس کے بدن میں نہ ملا جائے بلکہ جس طرح نجس چیز کو دھوتے ہیں اسی طرح اس کو دھوئیں اور کافر دھونے سے پاک نہ ہوگا حتیٰ کہ اگر کوئی شخص اس کو لیے ہوئے نماز پڑھے تو اس کی نماز درست نہ ہوگی۔ (درمختار وغیرہ)

باغی لوگ یا ڈاکو ان اگر مارے جائیں تو ان کے مردوں کو غسل نہ دیا جائے بشرطیکہ عین لڑائی کے وقت مارے گئے ہوں۔

مرتد اگر مر جائے تو اس کو بھی غسل نہ دیا جائے اور اگر اس کے اہل مذہب اس کی نعش مانگیں تو ان کو بھی نہ دی جائے۔ (بحرالرائق وغیرہ)

Marfat.com

اگر پانی نہ ہونے کے سبب سے کسی میت کو تیمم کرایا گیا ہو اور پھر پانی مل جائے تو اس کو غسل دے دینا چاہئے۔

جب میت کو غسل دے چکیں اور اس کی تری کپڑے سے پونچھ کر دور کر دیں تو اس کو کفن پہنایا جائے۔

کفن کے مسائل

میت کو کفن دینا مثل غسل کے فرض کفایہ ہے۔ (بحر الرائق۔ رد المحتار)

مرد کے کفن میں تین کپڑے مسنون ہیں۔ ۱۔ تہبند[1]۔ ۲۔ کفنی۔ ۳۔ چادر۔ اور عمامہ مکروہ ہے۔ (بحر الرائق وغیرہ)

عورت کے کفن میں پانچ کپڑے مسنون ہیں۔ ۱۔ تہبند[2]۔ ۲۔ کفنی۔ ۳۔ دوپٹہ۔ ۴۔ سینہ بند ۵۔ چادر۔ اگر مرد کے کفن میں صرف تہبند اور چادر پر اکتفا کی جائے یا عورت کے کفن میں صرف کفنی اور تہبند یا صرف دو تہبندوں پر اکتفا کی جائے تب بھی جائز ہے۔ اور اگر اس قدر کفن بھی ممکن نہ ہو تو جس قدر ہو سکے مگر کم سے کم اس قدر کپڑا ضروری ہے جو پورے بدن کو چھپا لے اگر اس قدر بھی نہ ہو تو لوگوں سے مانگ کر پورا کیا جائے یہ بھی نہ ہو سکے تو جس قدر جسم کھلا رہ گیا ہو گھاس وغیرہ[3] سے چھپا دیا جائے۔

قبل اس کے کہ میت کو کفن پہنایا جائے کفن میں تین مرتبہ کسی خوشبودار چیز کی دھونی دے دینا

---

[1] تہبند کو عربی میں ازار اور کفنی کو قمیص اور چادر کو ردا کہتے ہیں ازار اور لفافہ دونوں چادر کو کہتے ہیں یہ چادریں سر سے پیر تک ہوتی ہیں اور لفافہ کی چادر ازار سے کچھ تھوڑی بڑی ہوتی ہے اور قمیص ایک قسم کا کرتہ ہے جو گردن سے لے کر پیر تک ہوتا ہے مگر اس کے دامنوں میں چاک نہیں ہوتا (ہدایہ) ۱۲

[2] تہبند اور چادر اور کفنی کی وہی حد ہے جو مرد کے کفن میں بیان ہو چکی ہے رہ گیا دوپٹہ سینہ بند دوپٹہ تین گز کا ہوتا ہے جو سر سے لے کر منہ پر ڈال دیا جاتا ہے پیٹا نہیں جاتا اور سینہ بند سینے سے لے کر رانوں تک ہوتا ہے۔
(قاضی خاں) ۱۲

[3] اسی وجہ سے جب مصعب بن عمر رضی اللہ عنہ جنگ احد میں شہید ہوئے اور ان کے پاس صرف ایک چادر تھی کہ اگر اس سے ان کا سر چھپایا جاتا تھا تو پیر کھل جاتے تھے اور اگر پیر بند کئے جاتے تھے تو سر کھل جاتا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کے سر کو تو چادر سے بند کر دو اور پیر کو اذخر سے۔ (اذخر ایک قسم کی گھاس ہے) ۱۲

Marfat.com

مستحب ہے۔ (بحرالرائق)

مرد کو کفن پہنانے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے کفن کی چادر کسی تخت وغیرہ پر بچھا دی جائے اور اس کے اوپر تہ بند بچھا دیا جائے اور میت کو کفنی پہنا کر تہ بند پر لٹا دیں اور پہلے تہ بند لپیٹ دیں اس طرح کہ پہلے بایاں جانب اس کا میت کے بدن پر رکھیں اس کے بعد داہنا تاکہ داہنا جانب بائیں کے اوپر رہے بعد اس کے پھر چادر کو اسی طرح لپیٹ دیں تاکہ داہنا جانب بائیں کے اوپر رہے۔

عورت کو کفن پہنانے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے کفن کی چادر کسی تخت وغیرہ پر بچھا کر اس کے اوپر تہ بند بچھا دیں اور عورت کو کفنی پہنا کر اس کے بالوں کے دو حصے کر کے ایک حصہ گردن کے نیچے سے داہنے جانب لا کر دوسرا گردن کے پیچھے سے بائیں لا کر سینے پر رکھ دیں کفنی کے اوپر بعد اس کے دوپٹہ اس کے سر سے لے کر منہ تک ڈال دیں بعد اس کے تہ بند پر اس کو لٹا دیں اور مثل سابق پہلے تہ بند کو لپیٹ دیں اس کے بعد چادر کو ان سب کے بعد سینہ بند کو لپیٹ دیں اگر ہوا وغیرہ سے کفن کے کھل جانے کا خوف ہو تو اس کو کسی چیز سے باندھ دیں۔ (ردالمحتار وغیرہ)

بالغ اور نابالغ محرم اور حلال سب کا کفن یکساں ہوتا ہے۔

جو لڑکا مرا ہوا پیدا ہو یا حمل ساقط ہو جائے اس کے لیے صرف کپڑے میں لپیٹ دینا کافی ہے کفن مسنون کی کوئی ضرورت نہیں۔ (ردالمحتار وغیرہ)

اسی طرح اگر انسان کا کوئی عضو یا نصف جسم بغیر سر کے پایا جائے اس کو بھی کسی کپڑے میں لپیٹ دینا کافی ہے ہاں اگر نصف جسم کے ساتھ سر بھی ہو یا نصف سے زیادہ حصہ جسم کا ہو گو سر بھی نہ ہو تو پھر کفن مسنون دینا چاہئے۔ (ردالمحتار وغیرہ)

کسی انسان کی قبر کھل جائے یا اور کسی وجہ سے اس کی نعش باہر نکل آئے اور کفن نہ ہو تو اس کو بھی کفن مسنون دینا چاہئے بشرطیکہ وہ نعش پھٹی نہ ہو اگر پھٹ گئی ہو تو صرف کسی کپڑے میں لپیٹ دینا کافی ہے۔

کفن انہیں کپڑوں کا ہونا چاہئے جن کا پہننا زندگی کی حالت میں جائز تھا مرد کے لیے خالص ریشمی یا زعفران یا کسم کے رنگے ہوئے کپڑے کا کفن نہ دیا جائے ہاں عورتوں کو اس قسم کا کفن دیا جا سکتا ہے اس لیے کہ ان کو حالت زندگی میں ایسے کپڑوں کا پہننا جائز تھا۔ کفن کا گراں قیمت کا بنانا مکروہ ہے اور بہت بُرے کپڑے کا بھی نہ دینا چاہئے بلکہ ایسے کپڑوں کا جن کو میت اپنی زندگی کی حالت میں جمعہ اور عیدین میں پہنتا ہو اور عورت کے لیے ایسے کپڑے کا جس کو وہ اپنے ماں باپ کے پاس پہن کر

جاتی ہو کفن سپید رنگ کے کپڑے کا بہتر ہے پُرانے اور نئے کی کچھ تخصیص نہیں۔

میّت کا کفن اس شخص کو بنانا چاہیئے جو حالت حیات میں اس کی کفالت کرتا تھا خواہ وہ کچھ مال چھوڑ کر مرا ہو نہیں جیسے عورت کا کفن اس کے شوہر کے ذمّے ہے خواہ وہ کچھ مال چھوڑ کر مری ہو یا نہیں اور خواہ شوہر امیر ہو یا غریب۔ اسی طرح غلام کا کفن اس کے آقا کے ذمّے ہے خلاصہ یہ کہ جن لوگوں کا کھانا اور کپڑا زندگی میں جس شخص کے ذمّے ہوگا اسی شخص کے ذمّے بعد مرنے کے ان لوگوں کا کفن بھی ہوگا۔ (بحرالرائق)

اور اگر ایسا کوئی شخص نہ ہو جس پر حالت حیات میں اس کی کفالت ضروری تھی اور وہ میّت کچھ مال چھوڑ کر مرا ہو تو اس کا کفن اس مال سے بنایا جائے ورنہ بیت المال سے اگر بیت المال نہ ہو جیسا ہمارے زمانے میں ہندوستان میں نہیں ہے تو مسلمانوں سے چندہ لے کر اس کا کفن بنا دیا جائے۔

کافر اگر مر جائے تو اس کا کفن مسنون طریقے سے نہ دیا جائے گا بلکہ کسی کپڑے میں لپیٹ دیا جائیگا۔ اور مرتد کو بالکل کفن نہ دیا جائے گا نہ مسنون نہ غیر مسنون۔

جب میّت کو کفن پہنا چکیں تو اس کی نماز پڑھیں اور اس کے تمام اعزا و احباب و اہل محلّہ کو خبر کر دیں تاکہ وہ لوگ بھی اس کے حق سے ادا ہو جائیں اور نماز میں آکر شریک ہو لیں۔

نماز جنازہ کے مسائل

نماز جنازہ فرض کفایہ ہے۔ منکر اس کا کافر ہے۔

نماز جنازہ در حقیقت اس میّت کے لیے دعا ہے ارحم الراحمین سے۔

نماز جنازہ کے واجب ہونے کی وہی سب شرطیں ہیں جو اور نمازوں کے لیے ہم اوپر لکھ چکے ہیں ہاں اس میں ایک شرط اور زیادہ ہے وہ یہ کہ اس شخص کی موت کا علم ہو جس کو یہ خبر نہ ہوگی وہ معذور ہے نماز جنازہ اس پر ضروری نہیں۔ (رد المحتار)

نماز جنازہ کے صحیح ہونے کے لیے دو قسم کی شرطیں ہیں ایک وہ جو نماز پڑھنے والوں سے تعلق رکھتی ہیں وہ وہی ہیں جو اور نمازوں کے لیے اوپر بیان ہو چکیں۔ ۱۔ طہارت۔ ۲۔ ستر عورت۔ استقبال قبلہ۔ ۴۔ نیت۔ ہاں وقت اس کے لیے شرط نہیں۔ اور اس کے لیے تیمم نماز نہ ملنے کے خیال سے جائز ہے۔ مثلاً نماز جنازہ ہو رہی ہو اور وضو کرنے میں یہ خیال ہو کہ نماز ختم ہو جائے گی تو تیمم کر لے بخلاف

اور نمازوں کے کرنے میں اگر وقت کے چلے جانے کا بھی خوف ہو تو تیمم جائز نہیں۔

آج کل جنازے کی نماز پڑھنے والے جو تا پہنے ہوئے نماز پڑھتے ہیں ان کے لیے یہ امر ضروری ہے کہ وہ جگہ جس پر کھڑے ہوں اور جوتے دونوں پاک ہوں اور اگر جوتا پیر سے نکال دیا جائے اور اس پر کھڑے ہوں تو صرف جوتے کا پاک ہونا ضروری ہے اکثر لوگ اس کا خیال نہیں کرتے اور ان کی نماز نہیں ہوتی۔ دوسری قسم کی وہ شرطیں ہیں جن کو میت سے تعلق ہے۔

۱۔ میت کا مسلمان ہونا کافر اور مرتد کی نماز صحیح نہیں مسلمان اگرچہ فاسق یا بدعتی ہو اس کی نماز صحیح ہے سوا ان لوگوں کے جو بادشاہ برحق سے بغاوت کریں یا ڈاکہ زنی کرتے ہوں بشرطیکہ یہ لوگ بادشاہ وقت سے لڑائی کی حالت میں مقتول ہوں۔ اگر بعد لڑائی کے یا اپنی موت سے مر جائیں تو پھر ان کی نماز پڑھی جائے گی جس شخص نے اپنے باپ یا ماں کو قتل کیا ہو اور اس کی سزا میں وہ مارا جائے تو اس کی نماز بھی نہ پڑھی جائے گی ان لوگوں کی نماز زجراً نہیں پڑھی جاتی۔ صحیح یہ ہے کہ جس شخص نے اپنی جان خودکشی کر کے دی ہو اس پر نماز پڑھنا درست ہے جس لڑکے کا باپ یا ماں مسلمان ہو وہ لڑکا مسلمان سمجھا جائے گا۔ اور اس کی نماز پڑھی جائے گی۔ میت سے مراد وہ شخص ہے جو زندہ پیدا ہو کر مر گیا ہو مرا ہوا لڑکا اگر پیدا ہو تو اس کی نماز درست نہیں۔ (رد المختار)

۲۔ میت کا بدن اور کفن نجاست حقیقیہ اور حکمیہ سے طاہر ہونا ہاں اگر نجاست حقیقیہ اس کے بدن سے خارج ہوئی ہو اور اس سبب سے اس کا بدن بالکل نجس ہو جائے تو کچھ مضائقہ نہیں نماز درست ہے۔ (رد المختار)

اگر کوئی میت نجاست حکمیہ سے طاہر نہ ہو یعنی اس کو غسل نہ دیا گیا ہو یا بصورت ناممکن ہونے غسل کے تیمم نہ کرایا گیا ہو اس کی نماز درست نہیں ہاں اگر اس کا طاہر کرنا ممکن نہ ہو مثلاً بے غسل یا تیمم کرائے ہوئے دفن کر چکے ہوں اور قبر پر مٹی بھی پڑ چکی ہو تو پھر اس کی نماز اس کی قبر پر اسی حالت میں پڑھنا جائز ہے۔ اگر کسی میت پر بے غسل یا تیمم کے نماز پڑھی گئی ہو اور وہ دفن کر دیا گیا ہو اور بعد دفن کے خیال آئے کہ اس کو غسل نہ دیا گیا تھا تو اس کی نماز دوبارہ اس کی قبر پر پڑھی جائے اس لیے کہ پہلی نماز صحیح نہیں ہوئی ہاں اب چونکہ غسل ممکن نہیں ہے لہذا نماز ہو جائے گی۔ اگر کوئی مسلمان بے نماز پڑھے ہوئے دفن کر دیا گیا ہو تو اس کی نماز اس کی قبر پر پڑھی جائے جب تک کہ اس کی نعش کے پھٹ جانے کا اندیشہ نہ ہو جب خیال ہو کہ اب نعش پھٹ گئی ہوگی تو پھر نماز نہ پڑھی جائے۔

(در مختار و رد المختار)

Marfat.com

۱۔ میت جس جگہ رکھی ہو اس جگہ کا پاک ہونا شرط نہیں۔ (ردالمحتار۔ فتاوی عالمگیریہ) ۲۔ میت کے جسم عورت کا پوشیدہ ہونا اگر میت بالکل برہنہ ہو تو اس کی نماز درست نہیں۔ ۳۔ میت کا نماز پڑھنے والے کے آگے ہونا۔ اگر میت نماز پڑھنے والے کے پیچھے ہو تو نماز نہ ہوگی۔ ۴۔ میت کا جس چیز پر میت ہو اس کا زمین پر رکھا ہوا ہونا اگر میت کو لوگ اپنے ہاتھوں پر اٹھائے ہوں یا کسی گاڑی یا جانور پر ہو اور اسی حالت میں اس کی نماز پڑھی جائے تو صحیح نہ ہوگی۔ (درمختار۔ ردالمحتار وغیرہ)

۵۔ میت کا وہاں موجود ہونا اگر میت وہاں نہ موجود ہو تو نماز نہ صحیح ہوگی۔[ف۵]

نماز جنازہ میں دو چیزیں فرض ہیں ۱۔ چار مرتبہ اللّٰہ اکبر کہنا۔ ہر تکبیر یہاں قائم مقام ایک رکعت کے سمجھی جاتی ہے۔ ۲۔ قیام یعنی کھڑے ہو کر نماز جنازہ پڑھنا جس طرح فرض اور واجب نمازوں میں قیام فرض ہے اور بے عذر کے ان کا بیٹھ کر پڑھنا جائز نہیں اسی طرح یہاں بھی قیام فرض ہے اور بے عذر اس کا ترک جائز نہیں۔ عذر کا بیان اوپر ہو چکا ہے۔ رکوع سجدے قعدے وغیرہ اس نماز میں نہیں۔

ف۵ یہ مذہب حنفیہ اور مالکیہ کا ہے امام احمد اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک میت کا وہاں موجود ہونا شرط نہیں ان کے نزدیک غائب پر بھی نماز جنازہ درست ہے وہ اپنے استدلال میں یہ حدیث پیش کرتے ہیں کہ جب نجاشی بادشاہ حبشہ نے انتقال فرمایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر ہوئی تو آپؐ نے مدینہ میں ان پر نماز پڑھی حنفیہ اور مالکیہ کہتے ہیں کہ یہ خاصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا اس پر دوسرے کو قیاس نہیں کر سکتے اور واقعی یہ بات ٹھیک معلوم ہوتی ہے دیکھئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدیون کے جنازہ کی نماز نہ پڑھتے تھے کیا دوسرے کو بھی ایسا کرنے کا اختیار ہے۔ دوسرا جواب حنفیہ اور مالکیہ کا یہ ہے کہ ممکن ہے کہ نجاشی کا جنازہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر کر دیا گیا ہو خدا کی قدرت سے صحیح ابن حبان میں ایک حدیث بھی مل گئی ہے جس سے یہ جواب بہت قوی ہو گیا اس حدیث کو علامہ زیلعی نے نصب الرایہ میں نقل کیا ہے عمران بن حصین رضؓ سے مروی ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ تمہارے بھائی نجاشی کا انتقال ہو گیا انھوں پر نماز پڑھو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے اور صحابہ بھی آپ کے پیچھے صف بستہ کھڑے ہوئے صحابہ کو یہی معلوم ہوتا تھا کہ نجاشی کا جنازہ آنحضرت صلعم کے سامنے ہے اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ نجاشی کا جنازہ حاضر کر دیا گیا تھا حتیٰ کہ صحابہ نے بھی اس کو دیکھا اس کے علاوہ اگر نماز جنازہ غائب پر درست ہوتی تو قرا صحابہ جن میں حضرت خبیبؓ بھی تھے شہید ہوئے اور حضرت جبرئیلؑ نے آپؐ کو خبر دی تو آپ ان پر ضرور نماز پڑھتے اس لیے کہ وہ لوگ آپ کو نہایت محبوب تھے۔ واللہ اعلم ۱۲

نماز جنازہ میں تین چیزیں مسنون ہیں۔ (۱) اللہ تعالیٰ کی حمد کرنا (۲) نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا (۳) میت کے لئے دُعا کرنا۔

جماعت جیسا کہ اور نمازوں کے لئے شرط نہیں ہے ویسا ہی یہاں بھی شرط نہیں ہے۔ اگر ایک شخص بھی جنازہ کی نماز پڑھ لے تو فرض ادا ہو جائے گا خواہ وہ عورت ہو یا مرد بالغ ہو یا نابالغ (ردالمحتار) ہاں یہاں جماعت کی زیادہ ضرورت ہے اس لئے کہ یہ دُعا ہے میت کے لئے اور چند مسلمانوں کا جمع ہو کر بارگاہ الٰہی میں کسی چیز کے لئے دُعا کرنا ایک عجیب خاصیت رکھتا ہے نزول رحمت اور قبولیت کے لئے۔ نماز جنازہ کا مسنون و مستحب طریقہ یہ ہے کہ میت کو آگے رکھ کر امام اس کے سینے کے محاذی کھڑا ہو جائے اور سب لوگ یہ نیت کریں اَنْ اُصَلِّیَ صَلٰوۃَ الْجَنَازَۃِ لِلّٰہِ تَعَالٰی وَدُعَاءً لِلْمَیِّتِ میں نے یہ ارادہ کیا کہ نماز جنازہ پڑھوں جو خدا کی نماز ہے اور میت کے لئے دُعا ہے یہ نیت کر کے دونوں ہاتھ مثل تکبیر تحریمہ کے کانوں تک اٹھا کے ایک مرتبہ اللہ اکبر کہہ کر دونوں ہاتھ مثل نماز کے باندھ لیں سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰی جَدُّكَ وَجَلَّ ثَنَاءُكَ وَلَا اِلٰهَ غَیْرُكَ۔ اس کو پڑھ کر پھر ایک مرتبہ اللہ اکبر کہیں مگر اس مرتبہ ہاتھ نہ اٹھائیں بعد اس کے درود شریف پڑھیں اور بہتر یہ ہے کہ وہی درود پڑھا جائے جو نماز میں پڑھا جاتا ہے اور جس کو ہم اوپر لکھ چکے ہیں۔ پھر ایک مرتبہ اللہ اکبر کہیں اس مرتبہ بھی ہاتھ نہ اٹھائیں اس تکبیر کے بعد میت کے لئے دُعا کریں اگر بالغ ہو تو یہ دُعا پڑھیں اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِیْرِنَا وَكَبِیْرِنَا وَذَكَرِنَا وَاُنْثَانَا اَللّٰهُمَّ مَنْ اَحْیَیْتَهٗ مِنَّا فَاَحْیِهٖ عَلَی الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّیْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَی الْاِیْمَانِ اور بعض احادیث میں یہ دُعا بھی وارد ہوئی ہے۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ وَارْحَمْهُ وَعَافِهٖ وَاعْفُ عَنْهُ وَاَكْرِمْ نُزُلَهٗ وَوَسِّعْ مُدْخَلَهٗ وَاغْسِلْهُ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَنَقِّهٖ مِنَ الْخَطَایَا كَمَا یُنَقَّی الثَّوْبُ الْاَبْیَضُ مِنَ الدَّنَسِ

ے اے اللہ بخش دے ہمارے زندوں کو اور مردوں کو اور اُن کو جو حاضر ہیں اور اُن کو جو غائب ہیں اور ہمارے چھوٹوں بڑوں کو اور مردوں اور عورتوں کو اے اللہ جس کو زندہ رکھے تو ہم سے اس کو زندہ رکھ اسلام پر اور جس کو موت دے اس کو موت دے ایمان پر ۱۲۔

ے اے اللہ بخش دے اس میت کو اور رحم فرما اس پر اور معاف فرما دے اس کی سب خطائیں اور عمدہ سامان کر اس کے اترنے کا اور کشادہ کر دے اس کی قبر کو اور غسل دے اس کو پانی سے اور برف سے اور اولے سے اور صاف کر اس کو گناہوں سے

بقیہ صفحہ ۳۲۲ پر

وَاَبْدِلْہُ دَارًا خَیْرًا مِّنْ دَارِہٖ وَاَھْلًا خَیْرًا مِّنْ اَھْلِہٖ وَزَوْجًا خَیْرًا مِّنْ زَوْجِہٖ وَاَدْخِلْہُ الْجَنَّۃَ وَاَعِذْہُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ النَّارِ۔ اور اگر ان دونوں دعاؤں کو پڑھ لے تب بھی بہتر ہے بلکہ شامی نے رد المحتار میں دونوں دعاؤں کو ایک ہی میں ملا کر لکھا ہے ان دونوں دعاؤں کے سوا اور دعائیں بھی احادیث میں وارد ہوئی ہیں ان کو ہمارے فقہاء نے بھی نقل کیا ہے جس دعا کو چاہے اختیار کرے اور اگر میت نابالغ ہے تو یہ دعا پڑھے۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ لَنَا فَرَطًا اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ لَنَا اَجْرًا وَّذُخْرًا اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ لَنَا شَافِعًا وَّمُشَفَّعًا جب دعا پڑھ چکیں تو پھر ایک مرتبہ اللہ اکبر کہیں اور اس مرتبہ بھی ہاتھ نہ اٹھائیں اور اس تکبیر کے بعد سلام پھیر دیں جس طرح نماز میں سلام پھیرتے ہیں۔ اس نماز میں التحیات اور قرآن مجید کی قرأت وغیرہ نہیں ہے ہاں اگر کوئی شخص سورۂ فاتحہ پہلی تکبیر کے بعد اس نیت سے پڑھے کہ اس میں حق تعالیٰ کی حمد و ثنا ہے تلاوت کی نیت سے نہ پڑھے تو کچھ مضائقہ نہیں (رد المحتار)

نماز جنازہ امام اور مقتدی دونوں کے حق میں یکساں ہے صرف اس قدر فرق ہے کہ امام تکبیریں اور سلام بلند آواز سے کہے گا اور مقتدی آہستہ آواز سے باقی چیزیں یعنی ثنا اور درود اور دعا مقتدی بھی آہستہ آواز سے پڑھیں گے اور امام بھی آہستہ آواز سے پڑھے گا۔

جنازے کی نماز میں مستحب ہے کہ حاضرین کی تین صفیں کر دی جائیں یہاں تک کہ اگر صرف سات آدمی ہوں تو ایک آدمی ان میں سے امام بنا دیا جائے اور پہلی صف میں تین آدمی کھڑے ہوں

(بقیہ ص۳۲۱) جیسے سپید رنگ کا کپڑا میل سے صاف کیا جاتا ہے اور دنیا کے گھر کے عوض میں اسکو اس سے اچھا گھر عنایت فرما اور اس کے اعزہ سے بہتر گھر والے لوگوں کو اور اسکی بی بی سے بہتر بی بی اسکو مرحمت فرما اور اسکو بہشت بریں میں داخل فرما اور عذاب قبر اور عذاب دوزخ سے اسکو نجات دے۔ ۱۲

اس حدیث میں پانی اور برف اور اولے سے غسل دینے کی دعا کا مطلب یہ ہے کہ اسکو انواع و اقسام کی طہارتوں سے طاہر فرما تاکہ پھر کسی قسم کا گناہ اس کا باقی نہ رہے۔ ۱۲

ص۵ اے اللہ اس بچہ کو ہمارے لئے فرط کر دے اور اسکو ہمارے لئے ذخیرہ بنا دے اے اللہ اسکو ہمارے لئے سفارش کرنیوالا بنا دے اور اس کی سفارش قبول فرما۔ فرط اس جماعت کو کہتے ہیں جو قافلے سے پہلے منزل پر پہنچکر آسائش کا سامان مہیا کر رکھے مقصود یہ ہے کہ اسکی سفارش ہمارے حق میں قبول فرما اور اس کو ہمارے لئے سفارش کرنے کی اجازت دے ۱۲ ص۵ اس کے مستحب ہونے کی یہ وجہ ہے کہ صحیح حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ جس میت پر تین صفیں نماز پڑھ لیں وہ بخش دیا جاتا ہے ۱۲ (ابو داؤد)

Marfat.com

ہوں اور دوسری میں دو۔ اور تیسری میں ایک۔ (ردالمحتار)

جنازے کی نماز بھی ان چیزوں سے فاسد ہو جاتی ہے جن چیزوں سے دوسری نمازوں میں فساد آتا ہے صرف اس قدر فرق ہے کہ جنازے کی نماز میں قہقہہ سے وضو نہیں جاتا اور عورت کی محاذاۃ سے اس میں فساد نہیں آتا۔

جنازے کی نماز اس مسجد میں پڑھنا مکروہ تحریمی ہے جو پنجوقتی نمازوں یا جمعے عیدین کی نماز کے لئے بنائی گئی ہو خواہ جنازہ مسجد کے اندر ہو یا مسجد سے باہر ہاں جو مسجد خاص جنازے کی نماز کے لئے بنائی گئی ہو اس میں مکروہ نہیں۔ (ردالمحتار۔ درمختار۔ بحرالرائق وغیرہ)

میت کی نماز میں اس غرض سے زیادہ تاخیر کرنا کہ جماعت زیادہ ہو جائے مکروہ ہے۔

(درمختار۔ بحرالرائق وغیرہ)

جنازے کی نماز بیٹھ کر یا سواری کی حالت میں پڑھنا جائز نہیں بشرطیکہ کوئی عذر نہ ہو۔

(درمختار وغیرہ)

اگر ایک ہی وقت میں کئی جنازے جمع ہو جائیں تو بہتر یہ ہے کہ ہر جنازے کی نماز علیحدہ پڑھی جائے اور اگر سب جنازوں کی ایک ہی نماز پڑھی جائے تب بھی جائز ہے اور اس وقت چاہیئے کہ سب جنازوں کی صف قائم کردی جائے خواہ اس طرح کہ ایک کے آگے ایک رکھ دیا جائے کہ ہر ایک کے سر کے پاس دوسرے کے پیر ہوں خواہ اس طرح کہ ایک جنازے کے سامنے دوسرا جنازہ رکھدیا جائے کہ سب کے پیر ایک طرف ہوں اور سب کے سر ایک طرف اور خواہ اس طرح کہ ہر ایک کا سر دوسرے کے شانے کے محاذی ہو ان سب صورتوں میں دوسری صورت بہتر ہے کہ اس میں سب کا سینہ امام کے محاذی ہو جائے گا جو مسنون ہے اور باقی صورتوں میں امام کو اختیار ہے کہ جس جنازے کے سامنے کھڑا ہو۔ (درمختار۔ ردالمحتار وغیرہ)

اگر جنازے مختلف اصناف کے ہوں تو اس ترتیب سے ان کی صف قائم کی جائے امام کے قریب مردوں کے جنازے ان کے بعد لڑکوں کے ان کے بعد مخنثوں کے ان کے بعد بالغہ عورتوں کے ان کے بعد نابالغہ لڑکیوں کے (درمختار وغیرہ)

اگر کوئی شخص جنازے کی نماز میں ایسے وقت پہنچا کہ کچھ تکبیریں اس کے آنے سے پہلے ہو چکی ہوں تو جس قدر تکبیریں ہو چکی ہیں ان کے اعتبار سے وہ شخص مسبوق سمجھا جائے گا اور اس کو چاہیئے کہ فوراً آتے ہوئے مثل اور نمازوں کے تکبیر تحریمہ کہہ کر شریک نہ ہو جائے بلکہ امام کی تکبیر کا انتظار

Marfat.com

کرے جب امام تکبیر کہے تو اس کے ساتھ یہ بھی تکبیر کہے اور یہ تکبیر اسکے حق میں تکبیر تحریمہ ہوگی پھر جب امام سلام پھیر دے تو یہ شخص اپنی گئی ہوئی تکبیروں کو ادا کرلے۔ اگر کوئی شخص ایسے وقت پہنچے کہ امام چوتھی تکبیر بھی کہہ چکا ہو تو وہ شخص اس تکبیر کے حق میں مسبوق نہ سمجھا جائے گا اور اس کو چاہیئے کہ فوراً تکبیر کہہ کر شریک ہو جائے اور بعد ختم نماز کے اپنی گئی ہوئی تین تکبیروں کا اعادہ کرلے۔

اگر کوئی شخص تکبیر تحریمہ یعنی پہلی تکبیر یا اور کسی تکبیر کے وقت موجود تھا اور نماز میں شرکت کے لئے مستعد تھا تو اس کو فوراً تکبیر کہہ کر شریک نماز ہو جانا چاہیئے امام کی دوسری تکبیر کا اسکو انتظار نہ کرنا چاہیئے اور جس تکبیر کے وقت حاضر تھا اس تکبیر کا اعادہ اس کے ذمہ نہ ہوگا بشرطیکہ قبل اس کے کہ امام دوسری تکبیر کہے یہ اس تکبیر کو ادا کرے گو امام کی معیت نہ ہو (بحر الرائق وغیرہ)

جنازے کی نماز کا مسبوق جب اپنی گئی ہوئی تکبیروں کو ادا کرے اور خوف ہو کہ اگر دعا پڑھے گا تو دیر ہوگی اور جنازہ اُٹھ جائے گا تو دعا نہ پڑھے۔

جنازے کی نماز میں اگر کوئی شخص لاحق ہو جائے تو اس کا وہی حکم ہے جو اور نمازوں کے لاحق کا ہے (بحر الرائق)

جنازے کی نماز میں امامت کا استحقاق سب سے زیادہ بادشاہ وقت کو ہے بشرطیکہ مسلمان ہو گو تقویٰ اور ورع میں اس سے بہتر لوگ بھی وہاں موجود ہوں اگر بادشاہ وقت وہاں نہ ہو تو اُس کا نائب یعنی جو شخص اس کی طرف سے حاکم شہر ہو وہ مستحق امامت ہے گو ورع اور تقویٰ میں اس سے افضل لوگ وہاں موجود ہوں وہ بھی نہ ہو تو قاضی شہر وہ بھی نہ ہو تو اس کا نائب

ف یہ مذہب قاضی ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ کا ہے ان کے نزدیک نماز جنازہ بھی جس وقت کوئی شخص پہونچے اسی کو فوراً شریک ہو جانا چاہیئے اور اس تکبیر کے حق میں وہ مسبوق نہ ہوگا اور امام صاحب اور امام محمد صاحب کے نزدیک چوتھی تکبیر کے بعد جو شخص آئے وہ نماز میں شریک ہی نہیں ہو سکتا اس لئے کہ جنازے کی نماز چوتھی تکبیر سے ختم ہو جاتی ہے۔ لیکن اس مسئلے میں امام ابو یوسف کے قول پر فتویٰ ہے اگرچہ بعض علماء نے اس مسئلہ میں بھی امام صاحب کے موافق فتویٰ دیا ہے۔ علامہ شامی نے اس مقام کو شرح درمختار میں بہت صاف لکھا ہے صاحب بحر الرائق نے اس مقام کو اچھا نہیں لکھا ان کی عبارت سے جو شکوک پیدا ہوتے ہیں وہ بھی شامی سے دور ہو جاتے ہیں واللہ اعلم ۱۲

Marfat.com

ان لوگوں کے ہوتے ہوئے دوسرے کا امام بنانا جائز نہیں[عہ] انھیں کا امام بنانا واجب ہے اگر یہ لوگ کوئی وہاں موجود نہ ہوں تو اس محلہ کا امام مستحق ہے بشرطیکہ میت کے اعزا میں کوئی شخص اس سے افضل نہ ہو ورنہ میت کے وہ اعزا جن کو حق ولایت[عہ] حاصل ہے امامت کے مستحق ہیں یا وہ شخص جس کو وہ اجازت دیں اگر بے اجازت ولی میت کے کسی ایسے شخص نے نماز پڑھادی ہو جس کو امامت کا استحقاق نہیں تو ولی کو اختیار ہے کہ پھر دوبارہ نماز پڑھے حتیٰ کہ اگر میت دفن ہو چکی ہو تو اس کی قبر پر نماز پڑھ سکتا ہے تاوقتیکہ نعش کے پھٹ جانے کا خیال نہ ہو۔

اگر بے اجازت ولی میت کے کسی ایسے شخص نے نماز پڑھادی ہو جس کو امامت کا استحقاق ہے تو پھر ولی میت نماز کا اعادہ نہیں کرتا اسی طرح اگر ولی میت نے بحالت نہ موجود ہونے بادشاہ وقت وغیرہ کے نماز پڑھادی ہو تو بادشاہ وقت وغیرہ کو اعادے کا اختیار نہیں ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ اگر ولی میت بحالت موجود ہونے بادشاہ وقت وغیرہ کے نماز پڑھ لے تب بھی بادشاہ وقت کو اعادے کا اختیار نہ ہوگا گو ایسی حالت میں بادشاہ وقت کے امام نہ بنانے سے ترک واجب کا گناہ اولیائے میت پر ہوگا۔ (ردالمحتار)

حاصل یہ کہ ایک جنازے کی نماز کئی مرتبہ پڑھنا جائز نہیں مگر ولی میت کو بشرطیکہ اس کی بے اجازت کسی غیر مستحق نے نماز پڑھادی ہو۔

دفن کے مسائل

میت کا دفن کرنا فرض کفایہ ہے جس طرح اس کا غسل اور نماز۔

جب میت کی نماز سے فراغت ہو جائے تو فوراً اس کو دفن کرنے کے لئے جہاں قبر کھدی ہوئے جانا چاہیئے۔ اگر میت کوئی شیر خوار بچہ یا اس سے کچھ بڑا ہو تو لوگوں کو چاہیئے کہ اس کو دست بدست لے جائیں یعنی ایک آدمی اس کو اپنے دونوں ہاتھوں پر اُٹھالے پھر اس سے دوسرا آدمی

عہ اسی وجہ سے جب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے سعید بن عاص کو جو حاکم مدینہ تھے امام بنایا اگرچہ وہ خود ورع اور تقویٰ میں سعید سے بدرجہا افضل تھے چنانچہ خود بھی اُنھوں نے سعید سے فرمایا کہ اگر یہ طریقہ اسلام کا نہ ہوتا تو میں ہرگز تم کو امام نہ بناتا ۱۲۔

عہ وہ اعزا میت کے جنکو حق ولایت حاصل ہے کتاب النکاح میں بیان کئے جائیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ ۱۲۔

Marfat.com

لے لے اسی طرح بدلتے ہوئے لے جائیں اور اگر میت کوئی بڑا آدمی ہو تو اس کو کسی چارپائی وغیرہ پر رکھ کر لے جائیں اور اس کے چاروں پایوں کو ایک ایک آدمی اٹھائے میت کی چارپائی ہاتھوں سے اٹھا کر شانوں پر رکھنا چاہیئے مثل مال اسباب کے شانوں لادنا مکروہ ہے اسی طرح اس کا کسی جانور یا گاڑی وغیرہ پر رکھ کر لے جانا بھی مکروہ ہے۔

میت کے اٹھانے کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ پہلے اس کا اگلا داہنا پایا اپنے داہنے شانے پر رکھ کر اور کم سے کم دس قدم چلے بعد اس کے پچھلا داہنا پایا داہنے شانے پر رکھ کر کم سے دس قدم چلے اس کے بعد اگلا بایاں پایا اپنے شانے پر رکھ کر پھر پچھلا بایاں پایا بائیں شانے پر رکھ کر کم سے کم دس قدم تک چلے تاکہ چاروں پایوں کو ملا کر چالیس قدم ہو جائیں۔ جنازے کا تیز قدم لے جانا مسنون ہے مگر نہ اس قدر کہ نعش حرکت و اضطراب ہونے لگے (ردالمحتار)

جو لوگ جنازے کے ہمراہ جائیں ان کو قبل اس کے کہ جنازہ شانوں سے اتارا جائے بیٹھنا مکروہ ہے ہاں اگر کوئی ضرورت بیٹھنے کی پیش آئے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ (ردالمختار وغیرہ)

جو لوگ جنازے کے ساتھ نہ ہوں بلکہ کہیں بیٹھے ہوئے ہوں ان کو جنازے کو دیکھ کر کھڑا ہو جانا نہ چاہیئے (ردالمحتار، درالمختار وغیرہ)

جو لوگ جنازے کے ہمراہ ہوں ان کو جنازے کے پیچھے چلنا مستحب ہے اگرچہ جنازے کے آگے چلنا بھی جائز ہے ہاں اگر سب لوگ جنازے کے آگے ہو جائیں تو مکروہ ہے اسی طرح جنازے کے آگے کسی سواری پر چلنا بھی مکروہ ہے۔ (درالمختار وغیرہ)

جنازے کے ہمراہ پیادہ پا چلنا مستحب ہے اور اگر کسی سواری پر ہو تو جنازے کے پیچھے چلے۔ جنازے کے ہمراہ جو لوگ ہوں ان کو کوئی دعا یا ذکر بلند آواز سے پڑھنا مکروہ ہے۔ (درمختار وغیرہ)

ے حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جو شخص جنازے کو اٹھا کر چالیس قدم چلے اس کے چالیس کبیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں ۱۲ (شامی اور زیلعی) ے کتب احادیث میں مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنازہ دیکھ کر کھڑے ہو جایا کرتے تھے۔ مگر اخیر میں آپ نے اس کو ترک کر دیا اور یہ فعل منسوخ ہو گیا (صحیح مسلم وغیرہ)

ے حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ برا جانتے تھے اسکو کہ جو لوگ جنازے کے ہمراہ ہوں وہ بلند آواز سے کہیں کہ اللہ تمہاری میت کو بخشدے یہ روایت لکھ کر علامہ شامی ردالمحتار میں لکھتے ہیں کہ جب بلند آواز سے دعا اور ذکر کا یہ حال ہے تو میت کے ہمراہ گانے کا کیا حال ہوگا جو آج کل ہمارے شہروں میں رائج ہے ۱۲

Marfat.com

میت کی قبر کم سے کم اس کے نصف قد کے برابر گہری کھودی جائے اور موافق اس کے قد کے لمبی ہو اور بغلی[۵] قبر بہ نسبت صندوقی کے بہتر ہے ہاں اگر زمین بہت نرم ہو کہ بغلی کھودنے میں قبر کے بیٹھ جانے کا اندیشہ ہو تو پھر بغلی قبر نہ کھودی جائے۔ (بحرالرائق وغیرہ)

یہ بھی جائز ہے کہ اگر بغلی قبر نہ کھد سکے تو میت کو کسی صندوق میں رکھ کر دفن کر دیں خواہ صندوق لکڑی کا ہو یا پتھر کا یا لوہے کا مگر بہتر یہ ہے کہ اس صندوق میں مٹی بچھا دی جائے (بحرالرائق۔ درمختار وغیرہ)

جب قبر تیار ہو چکے تو میت کو قبلے کی طرف سے قبر میں اُتار دیں۔ اس کی صورت[۵] یہ ہے کہ جنازہ قبر سے قبلے کی جانب رکھا جائے اور اُتارنے والے قبلہ رو کھڑے ہو کر میت کو اٹھا کر قبر میں رکھدیں

قبر میں اُتارنے والوں کا طاق یا جفت ہونا مسنون[۵] نہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی قبر مقدس میں چار آدمیوں نے اُتارا تھا۔ (ردالمحتار)

قبر میں رکھتے وقت بِسْمِ اللّٰہِ وَعَلٰی مِلَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ کہنا مستحب ہے

میت کو قبر میں رکھ کر داہنے پہلو پر اس کو قبلہ[للعہ] رو کر دینا مسنون ہے (ردالمحتار)

قبر میں رکھنے کے بعد کفن کی وہ گرہ جو کفن کھل جانے کے خوف سے دی گئی تھی کھول دی جائے (بحرالرائق وغیرہ)

بعد اس کے کچی کوٹھیوں[۵] یا نرکل سے اس کو بند کر دیں پختہ کوٹھیوں یا لکڑی کے تختوں سے بند کرنا مکروہ ہے جہاں زمین بہت نرم ہو کہ قبر کے بیٹھ جانے کا خوف ہو تو پختہ کوٹھیوں یا لکڑی کے تختے رکھ دینا بھی جائز ہے۔ (درمختار وغیرہ)

عہ بغلی قبر بنانے کا یہ طریقہ ہے کہ قبر کھودی جائے اور بعد اس کے قبلے کی جانب ایک گڑھا اور کھودا جائے جس میں جنازہ رکھا جائے اور صندوقی کا یہ طریقہ ہے کہ قبر کے بیچ میں گڑھا کھودا جائے اور اس میں میت رکھی جائے۔ ۱۲ (ردالمحتار)

عہ یہ مذہب حنفیہ کا ہے شافعیہ کے نزدیک میت قبر کے پائنتی رکھی جائے اور سر اُٹھا کر کھینچتے ہوئے قبر کے اندر لیجا کر رکھ دیں ۱۲

عہ یہ مذہب حنفیہ کا ہے شافعیہ کے نزدیک طاق عدد مسنون ہے ۱۲ للعہ قبلہ رو کر دینے کو صاحب درمختار وغیرہ نے واجب لکھا ہے اس وجہ سے کہ صاحب ہدایہ نے ذکر کیا ہے کہ آنحضرت صلعم نے اس کا حکم فرمایا مگر علامہ شامی نے لکھا ہے کہ یہ مضمون کسی حدیث میں علامہ کو نہیں ملا پھر انھوں نے تحفہ سے جو فقہ شافعی کی کتاب ہے اس کا مسنون ہونا نقل کیا اور انکا میلان بھی انہیں کے مسنون ہونیکی طرف ان کی تحریر سے ظاہر ہوتا ہے اس لئے ہم نے بھی اسکو مسنون لکھا ہے واللہ اعلم ۱۲۔

عہ کوٹھی ایک قسم کی اینٹ کو کہتے ہیں لیکن یہ اینٹ عمارت کی معمولی اینٹوں سے زیادہ لمبی ہوتی ہے۔ ۱۲

شہید کے اقسام احادیث میں بہت وارد ہوئے ہیں بعض علماء نے ان اقسام کے جمع کرنے کے لئے مستقل رسالے بھی تصنیف فرمائے ہیں مگر یہاں ہم کو شہید کے جو احکام بیان کرنا مقصود ہیں وہ اس شہید کے ساتھ خاص ہیں جس میں یہ چند شرطیں پائی جائیں۔

(۱) مسلمان ہونا غیر اہل اسلام کے لئے کسی قسم کی شہادت ثابت نہیں ہوسکتی

(۲) مکلف یعنی عاقل بالغ ہونا۔ جو شخص حالت جنون وغیرہ میں مارا جائے یا عدم بلوغ کی حالت میں تو اس کے لئے شہادت کے وہ احکام جن کا ہم ذکر آگے کریں گے ثابت نہ ہوں گے۔

(۳) حدث اکبر سے پاک ہونا۔ کوئی شخص حالت جنابت یا حیض و نفاس میں شہید ہو جائے تو اس کے لئے بھی شہید کے وہ احکام ثابت نہ ہوں گے۔

(۴) بیگناہ مقتول ہونا۔ اگر کوئی شخص بیگناہ نہ مقتول ہوا ہو بلکہ کسی جرم شرعی کی سزا میں مارا گیا ہو یا مقتول ہی نہ ہوا ہو بلکہ یوں ہی مر گیا ہو تو اس کے لئے بھی شہید کے وہ احکام ثابت نہ ہوں گے۔

(۵) اگر کسی مسلمان یا ذمی کے ہاتھ سے مارا گیا ہو تو یہ بھی شرط ہے کہ کسی آلہ جارحہ سے مارا گیا ہو اگر کسی مسلمان یا ذمی کے ہاتھ سے بذریعہ آلہ غیر جارحہ کے مارا گیا ہو مثلاً کسی پتھر وغیرہ سے تو اس پر شہید

ف علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ نے ایک رسالہ لکھا ہے یا ابواب السعادۃ فی اسباب الشہادۃ اس میں شہید کے وہ تمام اقسام جمع کئے ہیں جنکی نسبت احادیث وارد ہوتی ہیں (۱) منجملہ ان کے وہ شخص ہے جو جہاد میں مارا جائے اور یہ اعلیٰ درجہ کا شہید ہے اور شہید کے لفظ سے اکثر یہی قسم مراد ہوتی ہے (۲) جو مرض طاعون میں مرے یا زمانہ طاعون میں کسی اور مرض سے مر جائے (۳) وہ شخص جو پیٹ کی بیماری میں مرے مثلاً دستوں کے سبب سے یا درد شکم استسقاء وغیرہ سے یا عورت نفاس وغیرہ کی خرابیوں سے (۴) جو ڈوب کر مرے (۵) ذات الجنب سے جو شخص مرے (۶) جو شخص جمعہ کے دن یا اس کی رات میں مرے (۷) جو شخص جل کر مرے (۸) جو شخص گر کر مرے (۹) جو شخص شہادت کی تمنا دل میں رکھتا ہو مگر کسی وجہ سے اتفاق نہ ہو (۱۰) مرض سل میں جس کا انتقال ہو (۱۱) حالت سفر میں جس کی جان نکلے (۱۲) بخار کے مرض میں جو انتقال کرے (۱۳) سانپ کے کاٹنے سے جس کا انتقال ہو (۱۴) اپنے مال یا اولاد کی حفاظت میں مقتول ہو یا بیگناہ قید کیا گیا ہو اور جیل میں اس کا انتقال ہو جائے (۱۵) کسی پر عاشق ہو اور اسی حالت میں مر جائے بشرطیکہ کوئی امر خلاف شریعت اس سے صادر نہ ہو۔ حالت طلب علم میں جو شخص مر جائے۔ جو شخص روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سو مرتبہ درود شریف پڑھے ۱۲

ف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک برگزیدہ صحابی حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ حالت جنابت میں شہید ہوئے تھے ان کو فرشتوں نے غسل دیا تھا ان کا قصہ صحیح احادیث میں مذکور ہے ۱۲ ف آلہ جارحہ سے مراد وہ آلہ ہے جس میں کاٹنے کی قوت ہو جیسے تلوار، چھری یا اور کوئی دھار دار چیز خواہ لوہے کی ہو یا نہ ہو مثلاً اگر کوئی شخص کسی بانس کے تکلے یا ناخون کی نوک سے ذبح کر ڈالا جائے اس کے بھی شہید کے احکام جاری ہو جائیں گے۔ ۱۲

کے احکام جاری نہ ہوں گے اور اگر کوئی شخص حربی کافروں یا باغیوں یا ڈاکہ زنوں کے ہاتھ سے مارا گیا ہو یا ان کے معرکۂ جنگ میں مقتول ملے تو اس میں آلۂ جارحہ سے مقتول ہونے کی شرط نہیں حتیٰ کہ اگر کسی پتھر وغیرہ سے بھی وہ لوگ ماریں اور مرجائے تو شہید کے احکام اس پر جاری ہوجائیں گے بلکہ یہ بھی شرط نہیں کہ وہ لوگ خود مرتکب قتل ہوئے ہوں بلکہ اگر وہ سبب قتل ہوئے ہوں یعنی ان سے وہ امور وقوع میں آئیں جو باعث قتل ہوجائیں تب بھی شہید کے احکام جاری ہوجائیں گے۔ مثال (۱) کسی حربی وغیرہ نے اپنے جانور سے کسی مسلمان کو روند ڈالا (۲) کوئی مسلمان کسی جانور پر سوار تھا اس جانور کو حربی وغیرہ نے بھگایا جس کی وجہ سے مسلمان اس جانور سے گر کر مرگیا (۳) کسی حربی وغیرہ نے کسی مسلمان کے گھر یا جہاز میں آگ لگادی جس سے کوئی جل کر مرگیا (بحرالرائق وغیرہ)

(۶) اس قتل کی سزا میں ابتدائً شریعت کی طرف سے کوئی مالی عوض نہ مقرر ہو بلکہ قصاص اگر مالی عوض مقرر ہوگا تب بھی اس مقتول پر شہید کے احکام جاری نہ ہوں گے۔

مثال (۱) کوئی مسلمان کسی مسلمان کو غیر آلۂ جارحہ سے قتل کردے (۲) کوئی مسلمان کسی کو آلۂ جارحہ سے قتل کرے مگر خطائً مثلاً کسی جانور پر یا کسی نشانے پر حملہ کررہا ہو اور وہ کسی انسان کے لگ جائے (۳) کوئی شخص کسی جگہ سوا معرکۂ جنگ کے مقتول پایا جاوے اور کوئی قاتل اس کا معلوم نہ ہو۔ ان سب صورتوں میں چونکہ اس قتل کے عوض میں مال واجب ہوتا ہے قصاص نہیں واجب ہوتا اس لئے یہاں شہید کے احکام جاری نہ ہوں گے۔ مالی عوض کے مقرر ہونے میں ابتدائً کی قید اس وجہ سے لگائی گئی کہ اگر ابتدائً قصاص مقرر ہوا ہو مگر کسی مانع کی سبب سے قصاص معاف ہوکر اس کے بدلہ میں مال واجب ہوا ہو تو وہاں شہید کے احکام جاری ہوجائیں گے

مثال (۱) کسی حربی کافر نے کسی مسلمان کو مار ڈالا ہو مگر اس مسلمان کے وارثوں سے اور اس کافر سے کچھ مال کے عوض میں صلح ہوگئی ہو تو اس صورت میں چونکہ ابتدائً قصاص واجب ہوا تھا اور مال ابتداء میں واجب نہیں ہوا تھا بلکہ صلح کے سبب سے اس لئے یہاں شہید کے احکام جاری ہوجائیں گے (۲) کوئی باپ اپنے بیٹے کو آلۂ جارحہ سے مار ڈالے تو اس صورت میں ابتدائً قصاص ہی واجب ہوا تھا مال ابتدائً نہیں واجب ہوا بلکہ باپ کے احترام وعظمت کی وجہ سے قصاص معاف ہوکر اس کے بدلے میں مال واجب ہوا ہے لہذا یہاں بھی شہید کے احکام جاری ہوجائیں گے۔

Marfat.com

(۷) بعد زخم لگنے کے پھر کوئی امور راحت وزندگی کے مثل کھانے پینے سونے دوا کرنے خرید وفروخت وغیرہ کے اس سے وقوع میں نہ آئیں اور نہ بمقدار وقت ایک نماز کے اس کی زندگی حالت ہوش وحواس میں گذرے اور نہ اس کو حالت ہوش میں معرکہ سے اٹھا کر لائیں ہاں اگر جانوروں کے پامال کرنے کے خوف سے اٹھالائیں تو کچھ حرج نہ ہوگا۔ اگر کوئی شخص بعد زخم کے زیادہ کلام کرے تو وہ بھی شہید کے احکام میں داخل نہ ہوگا، اس لئے کہ زیادہ کلام کرنا زندوں کی شان سے ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص وصیت کرے تو وصیت اگر کسی دنیاوی معاملے میں ہو تو وہ شہید کے حکم سے خارج ہو جائے گا اور اگر دینی معاملے میں ہے تو نہ خارج ہوگا۔ اگر کوئی شخص معرکہ جنگ میں شہید ہوا اور اس سے یہ باتیں صادر ہوں تو اگر معرکۂ جنگ کے بعد صادر ہوں گی تو شہید کے احکام سے خارج ہو جائے گا ورنہ نہیں۔

جس شہید میں یہ سب شرائط پائے جائیں اس کا ایک[۵] حکم یہ ہے کہ اس کو غسل نہ دیا جائے اور اس کا خون اس کے جسم سے زائل نہ کیا جائے اسی طرح اس کو دفن کر دیں۔ دوسرا حکم یہ ہے کہ جو کپڑے پہنے ہوئے ہو ان کپڑوں کو اس کے جسم سے نہ اتاریں ہاں اگر اس کے کپڑے کفن مسنون سے کم ہوں تو عدد مسنون کے پورا کرنے کے لئے اور کپڑوں کا زیادہ کر دینا جائز ہے اسی طرح اگر اس کے کپڑے کفن مسنون سے زیادہ ہوں تو زائد کپڑوں کا اتار لینا بھی جائز ہے اور اگر اس کے جسم پر ایسے کپڑے ہوں جن میں کفن ہونے کی صلاحیت نہ ہو جیسے پوستین وغیرہ تو ان کو بھی اتار لینا چاہیئے ہاں اگر ایسے کپڑوں کے سوا اس کے جسم پہ کوئی کپڑا نہ ہو تو پھر پوستین وغیرہ کو نہ اتارنا چاہیئے ٹوپی، جوتہ، موزہ، ہتھیار وغیرہ ہر حال میں اتار لیا جائے گا اور باقی سب احکام جو اور موتی کے لئے ہیں مثل نماز وغیرہ کے وہ سب ان کے حق میں بھی جاری ہوں گے۔

---

۵ شہید کے یہ دونوں حکم صحیح احادیث سے ثابت ہیں جنگ اُحد میں جو صحابہ شہید ہوئے تھے اُن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بے غسل کے دفن کر دینے کا حکم دیا تھا اور جن کپڑوں کو پہنے ہوئے تھے اُنھیں میں ان کے دفن کا حکم فرمایا تھا اور ان پر نماز پڑھنا متعدد احادیث سے ثابت ہے اگرچہ ہر ہر حدیث ضعیف بھی ہو مگر مجموعہ ان سب کا حسب اصول حدیث ضرور حسن ہے اور صحیح بخاری کی نماز نہ پڑھنے کی روایت پر مثبت ونافی کے قاعدے سے اسی کو ترجیح ہے باقی رہے یہ شرائط ان کی وجہ یہ ہے کہ میت کو غسل نہ دینا اور کفن نہ پہنانا خلاف قیاس ہے اور جو حکم خلاف قیاس مروی ہوتا ہے وہ اُنھیں خصوصیات میں منحصر رہتا ہے اور یہ حکم شہدائے اُحد کے بارے میں صادر ہوا تھا لہٰذا انکے حالات اور خصوصیات کا لحاظ کر کے ان شرائط کا اعتبار کیا گیا ۱۲ (ردالمحتار)

Marfat.com

اگر کسی شہید میں ان شرائط میں سے کوئی شرط نہ پائی جائے تو اس کو غسل بھی دیا جائے گا اور نیا کفن بھی پہنایا جائے گا۔

متفرق مسائل

(۱) اگر میت کو قبر میں قبلہ رو کرنا یاد نہ رہے اور بعد دفن کرنے اور مٹی ڈال دینے کے خیال آئے تو پھر قبلہ رو کرنے کے لیے اس کی قبر کھولنا جائز نہیں ہاں اگر صرف کوٹھی رکھی گئی ہوں۔ مٹی نہ ڈالی گئی ہو تو وہاں کو ٹھیا اٹھا کر اس کو قبلہ رو کر دینا چاہیئے۔

(۲) عورتوں کو جنازے کے ہمراہ جانا مکروہ تحریمی ہے (درمختار وغیرہ)

(۳) رونے والی عورتوں کا یا بیان کرنے والیوں کا جنازہ کے ساتھ جانا ممنوع ہے (درمختار وغیرہ)

(۴) میت کو قبر میں رکھتے وقت اذان کہنا مکروہ نہیں بلکہ بدعت ہے (ردالمحتار)

(۵) اگر امام جنازے کی نماز میں چار تکبیر سے زیادہ کہے تو حنفی مقتدیوں کو چاہیئے کہ ان زائد تکبیروں میں امام کا اتباع نہ کریں بلکہ سکوت کئے ہوئے کھڑے رہیں جب امام سلام پھیرے تو خود بھی پھیر دیں ہاں اگر یہ زائد تکبیریں امام سے نہ سُنی جائیں بلکہ مکبر[۵] سے تو مقتدیوں کو چاہیئے کہ اتباع کریں اور ہر تکبیر کو تکبیر تحریمہ سمجھیں یہ خیال کرکے کہ شاید اس سے پہلے جو چار تکبیریں مکبر نقل کر چکا ہے وہ غلط ہوں امام نے اب تکبیر تحریمہ کی ہو (ردالمحتار وغیرہ)

(۶) اگر کوئی شخص کشتی پہ مر جائے اور زمین وہاں سے اس قدر دور ہو کہ نعش کے خراب ہو جانے کا خوف ہو تو اس وقت چاہیئے کہ غسل اور تکفین اور نماز سے فراغت کر کے اسکو دریا میں ڈال دیں اور اگر زمین اس قدر دور نہ ہو تو اس نعش کو رکھ چھوڑیں اور زمین میں دفن کر دیں۔ (درمختار وغیرہ)

---

۵ جب جماعت زیادہ ہوتی ہے اور یہ خیال ہوتا ہے کہ امام کے تکبیروں کی آواز اخیر صفوں تک نہ پہنچ سکے گی تو درمیان میں ایک دو شخص حسب ضرورت مقرر کر دیئے جاتے ہیں کہ امام کی تکبیر سُنکر بلند آواز سے تکبیر کہدیں تاکہ وہ مقتدی جو ان کے بعد ہیں ان کی تکبیر کو سُنکر ارکان نماز کے ادا کرنے میں خطا نہ کریں اسی تکبیر کہنے والے کو مکبر کہتے ہیں ۱۲۰

Marfat.com

(۷) اگر کسی شخص کو نماز جنازے کی وہ دعا جو منقول ہے یاد نہ ہو تو اس کو صرف اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ کہہ دینا کافی ہے اگر یہ بھی نہ ہو سکے اور صرف چار تکبیروں پر اکتفا کی جائے تب بھی نماز ہو جائے گی اس لئے یہ دُعا فرض نہیں بلکہ مسنون ہے اور اسی طرح درود شریف بھی فرض نہیں ہے۔ (بحر الرائق وغیرہ)

(۸) جب قبر میں مٹی پڑ چکے تو اس کے بعد میت کا قبر سے نکالنا جائز نہیں ہاں اگر کسی آدمی کی حق تلفی ہوتی ہو تو البتہ نکالنا جائز ہے۔ مثال۔ (۱) جس زمین میں اس کو دفن کیا ہے وہ کسی دوسرے کی ملک ہو اور وہ اس کے دفن پر راضی نہ ہو (۲) کسی شخص کا مال قبر میں رہ گیا ہو

(۹) اگر کوئی عورت مر جائے اور اس کے پیٹ میں زندہ بچہ ہو تو اس کا پیٹ چاک کر کے وہ بچہ نکال لیا جائے اسی طرح اگر کوئی شخص کسی کا مال نگل کر مر جائے تو وہ مال اس کا پیٹ چاک کر کے نکال لیا جائے۔ (درمختار وغیرہ)

(۱۰) قبل دفن کے نعش کا ایک مقام سے دوسرے مقام میں دفن کرنے کے لئے لے جانا جائز خلاف اولیٰ ہے بشرطیکہ وہ دوسرا مقام ایک دو میل سے زیادہ نہ ہو اگر اس سے زیادہ ہو تو جائز نہیں اور بعد دفن کے نعش کھود کر لے جانا تو ہر حال میں ناجائز ہے۔

(۱۱) میت کی تعریف کرنا خواہ نظم میں ہو یا نثر میں جائز ہے بشرطیکہ تعریف میں کسی قسم کا مبالغہ نہ ہو وہ تعریفیں بیان نہ کی جائیں جو اس میں نہ ہوں۔ اس تعریف کرنے کو ہمارے عرف میں مرثیہ کہتے ہیں۔

(۱۲) میت کے اعزا کو تسکین و تسلی دینا اور صبر کے فضائل اور اس کا ثواب ان کو سُنا کر صبر پر رغبت دلانا۔ اور ان کے اور نیز اس میت کے لئے دُعا کرنا جائز ہے۔ اسی کو تعزیت کہتے ہیں۔ تین دن کے بعد تعزیت کرنا مکروہ تنزیہی ہے لیکن اگر تعزیت کرنے والا یا میت کے

ؔ ترجمہ۔ اے اللہ بخشدے تمام مسلمان مردوں اور عورتوں کو۔ ۱۲

ؔ ایک صحابی کی انگوٹھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مقدس رہ گئی تھی بعد دفن کے اور مٹی ڈال چکنے کے انکو خیال آیا اور با تفاق صحابہ قبر کھول کر وہ اندر گئے اور انگوٹھی نکال لائے اصل مقصود انکو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت تھی چنانچہ اکثر وہ فخر کیا کرتے تھے کہ میں تم سے زیادہ ترقریب العہد ہوں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے ۱۲ ؔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو کوئی کسی مصیبت رسیدہ کی تعزیت کرے اللہ تعالیٰ اس کو بھی اسی قدر ثواب عنایت فرماتا ہے جس قدر اس مصیبت رسیدہ کی تعزیت کے وقت میں ان کلمات کا کہنا منقول ہے۔ اَعْظَمَ اللّٰہُ اَجْرَكَ وَاَحْسَنَ عَزَاءَكَ وَغَفَرَ لِمَیِّتِكَ. ترجمہ اللہ تیرا اجر زیادہ کرے اور تجھے عمدہ صبر عطا فرمائے اور تیری میت کو بخشدے ۱۲ (رد المحتار)

Marfat.com

اعزا سفر میں ہوں اور تین دن کے بعد آئیں تو اس صورت میں بعد تین دن کے بھی تعزیت مکروہ نہیں
جو شخص ایک مرتبہ تعزیت کر چکا ہو اس کو پھر دوبارہ تعزیت کرنا مکروہ ہے
(۱۳) اپنے لئے کفن تیار کر رکھنا مکروہ نہیں قبر کا تیار کر رکھنا مکروہ ہے۔ (درمختار)
(۱۴) میت کے کفن پر کوئی دُعا مثل عہد نامہ وغیرہ کے لکھنا یا اس کے سینے پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور پیشانی پر انگلی سے بغیر روشنائی کے کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھنا جائز ہے مگر کسی صحیح حدیث سے اس کا ثبوت نہیں اس لئے اس کے مسنون یا مستحب ہونے کا خیال نہ رکھنا چاہیئے۔
(۱۵) قبر پر کوئی سبز شاخ رکھ دینا مستحب ہے اور اگر اس کے قریب کوئی درخت وغیرہ نکل آیا ہو تو اس کا کاٹ ڈالنا مکروہ ہے۔ (ردالمختار)
(۱۶) ایک قبر میں ایک سے زیادہ نعش کا دفن کرنا نہ چاہیئے مگر بوقت ضرورت جائز ہے پھر اگر سب مرد ہی مرد ہوں تو جو ان سب میں افضل ہو اس کو پہلے رکھیں اس کے بعد درجہ بدرجہ رکھدیں اور اگر کچھ مرد ہوں کچھ عورتیں تو مردوں کو پہلے رکھیں ان کے بعد عورتوں کو (فتاوی عالمگیری)

ایصالِ ثواب کے مسائل

چونکہ ایصال ثواب کے طریقوں میں آج کل بہت نامشروع باتوں اور رسم و رواج کی آمیزش ہوگئی ہے حتی کہ اکثر لوگوں کو ان امور کے مسنون و مشروع ہونے کا خیال ہے جو بالکل ناجائز

ے کفن کا تیار رکھنا اس وجہ سے مکروہ نہیں کہ اسکی حاجت یقینی ہے بخلاف قبر کے اس لئے کہ یہ معلوم نہیں کسی کو کہ کہاں مریگا اور کس طرح موت آئیگی شاید دریا کے سفر میں موت آجائے اور قبر کی حاجت ہی نہ پڑے یا خشکی میں مرے مگر جہاں قبر تیار کرائی ہے وہاں نہ موت آئے بلکہ دوسری جگہ ۱۲

ے حدیث شریف میں وارد ہوئی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو قبروں پر ایک تازی شاخ کے دو حصے کر کے رکھدیئے اور فرمایا کہ جبتک یہ خشک نہ ہونگی اس وقت تک اس میت پر عذاب کی تخفیف رہیگی بعض مالکیہ کا قول ہے کہ یہ تخفیف عذاب صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کی برکت سے ہوئی تازی شاخ کی تسبیح وغیرہ کو اس میں دخل نہیں ہر شخص کے رکھنے سے یہ بات حاصل نہیں ہوسکتی مگر یہ قول بے دلیل ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ بے دلیل کے ثابت نہیں ہوسکتا ۱۲ (ردالمحتار)

Marfat.com

ہیں اور اس سے طرح طرح کی خرابیاں واقع ہو رہی ہیں۔

یہ خرابی کیا کم ہے کہ ایک ایسا فعل امور دین سے سمجھ لیا جائے اور عام طور پر اس کا التزام کر لیا جائے جو اصول شریعت سے ثابت نہ ہو جس کی نسبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرما گئے ہوں کہ جو ایسا کام دین میں نکالا جائے وہ مردود ہے اور گمراہی کا سبب ہے

یہ خرابی کیا کم ہے کہ عورتوں کے رسم و رواج اور جاہلوں کے افعال سنت سمجھ لیے جائیں اور مثل سنت رسول اللہ کے ان پر عمل ہونے لگے اور بدعت سے اجتناب اور احتراز کی جس قدر سخت تاکیدیں شریعت میں وارد ہوئی ہیں وہ سب بالائے طاق کر دی جائیں۔

ان وجوہ سے مناسب معلوم ہوا کہ ایصال ثواب کے کچھ مسائل اور اس کا شرعی طریقہ بیان کر دیا جائے جس کو دیکھ کر ناظرین خود سمجھ لیں گے کہ اس کے سوا اور باتیں جو اس زمانے میں ایجاد کر لی گئی ہیں سب غیر مشروع ہیں۔ بلکہ بعض بعض غیر مشروع باتوں کا ذکر بھی کر دیا جائے گا تمام ان نامشروع چیزوں کا ذکر کرنا جو اس زمانہ میں رائج ہیں اگرچہ مفید تھا مگر ہمارے امکان میں نہیں اس لئے کہ ہر ملک میں جدا گانہ رسم و رواج وہاں کے لوگوں نے جاری کر رکھے ہیں خود ہندوستان ہی کے مختلف مقامات میں مختلف رسوم جاری ہیں ان سب پر ہم کو اطلاع نہیں۔

اس بیان میں ہم زیادہ طول دینا بوجہ اس کے کہ یہ مسئلہ اس فن کا نہیں ہے مناسب نہیں سمجھتے یہاں ہم سب سے پہلے بدعت کی تعریف لکھتے ہیں۔

مسئلہ حسب تصریح علمائے محققین بدعت کے دو معنی ہیں ایک لغوی دوسرے اصطلاحی شرعی لغت میں بدعت ہر نئی چیز کو کہتے ہیں خواہ عبادات کی قسم سے ہو یا عادات کی اس معنی کے اعتبار سے ہر چیز کو اس کے ماسبق کے اعتبار سے بدعت کہہ سکتے ہیں دین اسلام کو بھی باعتبار دین عیسوی کے بدعت کہا جا سکتا ہے اسی اعتبار سے حضرت فاروق اعظمؓ نے تراویح کی جماعت خاصہ کو بدعت فرمایا اور اسی لحاظ سے فقہا نے بدعت کی پانچ قسمیں کی ہیں، بدعت واجبہ، بدعت مستحبہ، بدعت مباحہ، بدعت مکروہہ، بدعت محرمہ اور اصطلاح شریعت میں بدعت اس چیز کو کہتے ہیں جو امور دینیہ سے سمجھی جائے اور کسی دلیل شرعی سے اس کا ثبوت نہ ہو نہ کتاب اللہ سے نہ احادیث سے نہ اجماع مجتہدین سے نہ قیاس شرعی سے اس معنی کے لحاظ سے بدعت کی کوئی قسم سوا مذمومہ کے نہیں ہو سکتی اور اس معنی کے اعتبار سے حدیث صحیح میں وارد ہوا ہے کہ كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ جب بدعت کی تعریف معلوم ہو چکی تو ہر مسلمان کو یہ امر ضروری ہوا

Marfat.com

کہ جب کوئی کام دین کا کرے تو یہ پہلے تحقیق کرے کہ اس کام کا ثبوت کسی دلیل شرعی سے ہوتا ہے یا نہیں اگر نہ ہوتا ہو تو گو وہ کام اپنی طبیعت کو کیسا ہی اچھا معلوم ہو اور کتنے ہی بڑے لوگوں نے اس کام کو کیا ہو مگر اس کے کرنے سے سخت اجتناب کرے ورنہ اس وعید شدید کا مستحق ہوگا جو صحیح حدیث میں وارد ہوئی ہے۔

مسئلہ اہل سنت کا اس امر پر اجماع ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے اعمال وعبادات کا ثواب خواہ مالی ہوں جیسے صدقہ وغیرہ یا بدنی جیسے نماز روزہ قرآن مجید کی تلاوت وغیرہ کسی دوسرے کو دیدے تو حق جل شانہ محض اپنے فضل سے ان عبادات کا ثواب اس کو پہنچا دیتا ہے ہاںعہ اس میں اختلاف ہے کہ فرائض کا ثواب بھی دوسرے کو پہنچ سکتا ہے یا صرف نوافل کا اور اس میں بھی اختلاف ہے کہ زندوں کو بھی یہ ثواب پہنچ سکتا ہے یا صرف مُردوں کو۔

فائدہ۔ قرآن مجید کی تلاوت کا ثواب پہنچانے کو ہمارے عرف میں فاتحہعہ کہتے ہیں۔

مسئلہ۔ صحیح یہ ہے کہ جس وقت جو عبادت کی جائے اس کے ساتھ ہی دوسرے کو اس کا ثواب دینے کی نیت شرط نہیں حتیٰ کہ اگر بعد اس عبادت کے بھی کسی دوسرے کو اس کے دینے کی نیت کرلی جائے تب بھی جائز ہے اور اس کا ثواب دوسرے کو پہنچ جائے گا۔ (بحر الرائق)

مسئلہ۔ اگر کوئی شخص اپنی کسی عبادت کا ثواب دوسرے شخص کو دیدے تو یہ نہیں ہوتا کہ اس عبادت کا ثواب اس کے کرنیوالے کو بالکل نہ ملے بلکہ اس عبادت کا ثواب اس کو بھی ملتا ہے اور جس کو دیا گیا ہے اس کو بھی یہ محض فضل الٰہی ہے۔ اسی وجہ سے علماء نے لکھا ہے کہ جب کوئی شخص کسی نفل عبادت کو کرے تو اس کو چاہیئے کہ اس کا ثواب مومنین کی ارواح کو پہنچا دے تاکہ اس کو بھی ثواب ملے اور ان لوگوں کو بھی بلکہ اس صورت میں مومنین کی نفع رسانی کے سبب سے دوہرے ثواب کی امید ہے۔

عہ امام مالک رحمۃ اللہ کے نزدیک عبادات بدنیہ کا ثواب میت کو نہیں پہنچتا ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ سے بھی یہی روایت مشہور ہے مگر متاخرین شافعیہ کی تحقیق میں ہمارا ہی مذہب مقبول ہوا ہے ۱۲ (رد المختار)

عہ صاحب بحر الرائق نے لکھا ہے کہ فرائض اور نوافل دونوں کا ثواب پہنچ سکتا ہے اور اسی طرح زندہ اور مردہ دونوں کو ثواب پہنچ سکتا ہے مگر مشہور اور محقق اس کے خلاف ہے ۱۲

عہ شاید اس کو فاتحہ اس سبب سے کہتے ہیں کہ اس تلاوت میں سورۂ فاتحہ بھی ہوا کرتی ہے ۱۲

مسئلہ۔ اگر کوئی شخص کسی ایک عبادت کا ثواب کئی مُردوں کی ارواح کو پہنچائے تو وہ ثواب تقسیم ہو کر اُن مُردوں کو نہیں دیا جاتا بلکہ ہر شخص کو پورا پورا ثواب جو اس عبادت کا مقرر ہے عنایت ہوتا ہے۔

مسئلہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب مقدس میں بھی عبادات کا ثواب بھیجنا مشروع ہے حضرت امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کئی عمرے کئے اور ان کا ثواب اپنی طرف سے آنحضرت صلعم کی مقدس روح کو پہنچایا اور بھی بعض بعض صحابہ اپنی عبادتوں کا ثواب اس بارگاہ نورانی میں ہدیہ کیا کرتے تھے، علمائے اُمت نے بھی اس سعادت عظمیٰ سے بہرۂ وافر حاصل کیا ہے علامہ ابن سراج رحمہ اللہ نے آپ کی طرف سے دس ہزار سے زیادہ قرآن مجید ختم کئے اور اسی قدر قربانیاں کیں۔ حضرات صوفیہ کے یہاں ایک نماز رائج ہے جو ظہر۔ مغرب۔ عشاء کے بعد دو رکعت پڑھی جاتی ہے اور اس کا ثواب آپ کی مقدس روح کو پہنچایا جاتا ہے اس نماز کو ہدیۃ الرسول کہتے ہیں اس نماز کو بعض ناواقف مسنون سمجھتے ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے مگر چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مقدس کو ایصال ثواب کیا جاتا ہے اس لئے اس کا پڑھنا موجب ثواب ضرور ہے۔ لہٰذا بعض علماء کا یہ خیال کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس روح کو ایصال مشروع محض فاسد[۵] ہے

---

۵ بعض علماء کا خیال ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جناب مقدس میں ایصال ثواب مشروع نہیں بدو وجہ اول یہ کہ حضرتؐ نے اپنے لئے اس کا حکم نہیں دیا دوسرے یہ کہ ایصال ثواب یا ترقی درجات کو مفید ہوتا ہے یا مغفرت ذنوب کو یہ دونوں باتیں وہاں بے سود ہیں جو درجات عالیہ کہ حضرت کو عنایت ہوئے ہیں ان سے بڑھ کر اور کوئی درجہ ہی نہیں جس کے حصول کی اُمید ہو گناہوں کا وہاں ذکر ہی کیا جن کے معافی کی آرزو کی جائے۔ مگر یہ خیال صحیح نہیں اولاً اس لئے کہ ایسے امور میں خاص اجازت اور حکم کی ضرورت نہیں ورنہ صحابہ اور علماء اُمت ایسا نہ کرتے خصوصاً ابن عمرؓ جیسے متبع سنت صحابی کا اس کو کرنا کیسے ممکن ہے۔ ثانیاً اس لئے کہ یہاں ایصال ثواب سے ترقی درجات کی آرزو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مراتب عالیہ میں ترقی ممکن ہے ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنے لئے زیادت مراتب کی دعا نہ کرتے حالانکہ صحیح احادیث سے ثابت ہے اور درود شریف میں بھی زیادتی کی دُعا کی جاتی ہے اور وہ بھی احادیث سے ثابت ہیں ۱۲ (رد المحتار)

علماء نے لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مقدس کو ایصال ثواب مستحب ہے اس لئے کہ آپ کے حقوق جو اُمت پر ہیں بیحد و بے حساب ہیں جو جو احسانات آپ نے کئے ان کا شمار نہیں ہوسکتا۔ یہ احسان کیا کم ہے کہ چاہِ ضلالت سے نکل کر شاہ راہ ہدایت پر چلنا آپ ہی کی بدولت نصیب ہوا اور کفر کی روح فرسا تاریکیوں سے نجات پاکر اسلام کی دلربا روشنی آپ ہی کی طفیل سے ملی۔ ان احسانات کی مجازات اگر ہم سے کچھ ہو نہیں سکتی تو اسی قدر سہی کہ کبھی کبھی اگر کچھ عبادت ہوسکے تو اس کا ثواب آپ کی روح شریف کو پہنچادیں میرے خیال میں وہ شخص بہت بدنصیب ہے جس کو تمام عمر میں ایک دفعہ بھی یہ سعادت نہ نصیب ہوئی ہو۔

مسئلہ۔ ایصال ثواب کا طریقہ یہ ہے کہ جس عبادت کا ثواب پہنچانا منظور ہو اس عبادت سے فراغت کر کے اللہ تعالیٰ سے دعا کرے کہ اے اللہ اس عبادت کا ثواب فلاں شخص کی روح کو پہنچادے۔

مثال۔ قرآن مجید کی سورتیں یا اور کوئی ذکر یا تسبیح وغیرہ پڑھ کر یا نفل نماز پڑھ کر یا کسی محتاج کو کھانا کھلا کر یا کچھ دے کر یا روزہ رکھ کر یا حج کر کے حق تعالیٰ سے دعا کرے کہ اَللّٰھُمَّ اَوْصِلْ ثَوَابَ ھٰذِہِ الْعِبَادَۃِ اِلٰی فُلَانٍ۔

آج کل ہمارے اطراف میں جو یہ طریقہ رائج ہے کہ کھانا یا شیرینی وغیرہ آگے رکھ کر قرآن مجید کی سورتیں پڑھتے ہیں اور اس کو ایک ضروری امر خیال کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اس کے خلاف کرے یعنی بغیر اس کے کہ کھانا آگے رکھا جائے قرآن مجید کی سورتیں پڑھ کر اس کا ثواب میت کو پہنچادے تو اس پر سخت انکار کیا جاسکتا ہے عوام کے خیال میں یہ بات جم گئی ہے کہ جب تک یہ خاص صورت نہ کی جائے میت کو ثواب نہ پہونچے گا حالانکہ یہ ایک سخت بدعت ہے کھانا اگر کسی کو کھلایا جائے تو اس کا ثواب علیحدہ میت کو پہنچے گا قرآن مجید کی سورتیں پڑھ کر بخشی جائیں گی تو اس کا ثواب علیحدہ پہنچے ان دونوں میں ایک دوسرے پر موقوف سمجھنا نہایت جہل ہے۔ عوام کے اس خیال کا سبب جہاں تک میں غور کرتا ہوں شاید یہ ہوا ہو کہ کسی بزرگ نے کسی میت کے ایصال ثواب کے لئے چاہا ہوگا کہ عبادت مالی اور عبادت بدنی دونوں کا ثواب اس کو پہنچایا جائے لہٰذا انھوں نے قرآن مجید کی تلاوت بھی کی ہوگی اور کھانا بھی کسی محتاج کو کھلایا ہوگا اور یہ دونوں عبادتیں کسی اتفاق ایک ہی مجلس میں ہوئی ہوں گی اس حالت اجتماعی کو دیکھ کر بعض ناواقف

Marfat.com

سمجھے ہوں گے کہ کھانے کا آگے رکھ کر پڑھنا ایک ضروری امر ہے۔ یہ رسم سوا ہندوستان کے اور کسی ملک میں نہیں ہوتی۔

ہمارے زمانہ میں عوام کو یہ بھی خیال ہے کہ قبر پر جا کر پڑھنے میں زیادہ ثواب ہے بہ نسبت اس کے کہ اپنی جگہ پر پڑھ دیا جائے یہاں تک کہ جب کسی کو کچھ پڑھ کر کسی میت کو اس کا ثواب پہنچانا منظور ہوتا ہے تو خاص کر اس بیچارے کو قبر پر جانا پڑتا ہے حالانکہ یہ خیال محض بے اصل ہے جیسا کہ قبر پر جا کر پڑھنا ویسا ہی اپنی جگہ پر۔ ہاں یہ دوسری بات ہے کہ جب زیارت قبر کے لئے جائیں تو وہاں فاتحہ بھی پڑھ لیں۔

مسئلہ۔ چند لوگوں کا مقرر کر دینا کہ وہ قبر کے پاس بیٹھ کر قرآن مجید پڑھا کریں اور اس کا ثواب میت کو دیا کریں جائز ہے بشرطیکہ قبر پر بیٹھنا صرف اس غرض سے ہو کہ قرآن مجید پڑھنا التزام واطمینان کے ساتھ ہو جایا کرے۔ (درمختار۔ ردالمحتار)

مسئلہ۔ ایصال ثواب کے نئے دن اور تاریخ کا مقرر کرنا جیسا کہ ہمارے زمانہ میں رائج ہے تیجہ۔ دسواں۔ بیسواں۔ چالیسواں۔ ششماہی۔ برسی۔ محض بے اصل ہے لیکن اگر اس تقرر تاریخ سے کوئی غرض صحیح متعلق ہو تو پھر بیجا نہ ہوگا مثلاً اس کے کہ کام کا وقت مقرر کر لینے سے کام اچھا اور انتظام اور اطمینان سے ہوتا ہے جیسا کہ صحابہؓ نے قرآن مجید کی تلاوت کا وقت مقرر کر لیا تھا یا یہ غرض ہو کہ وقت مقرر ہو جانے سے لوگوں کے بلانے کی زحمت نہ اٹھانا پڑے گی۔ اور لوگوں کے جمع ہونے کی ضرورت[۵] رہا کرتی ہے اور بے کسی غرض صحیح کے ناجائز ہے۔ اسی لحاظ سے شیخ دہلوی نے اس اجتماع خاص کو جو سیوم کے دن ہوتا ہے بدعت وحرام لکھا ہے۔ (شرح سفر السعادۃ)

ہمارے زمانہ میں ان تاریخوں پر سخت التزام ہو گیا ہے اگر کوئی ان تاریخوں میں ان اعمال کو نہ کرے تو نشانۂ ملامت ہوتا ہے جس کے سبب سے دو خرابیاں سخت پیدا ہو گئی ہیں ایک یہ کہ عوام کا اعتقاد خراب ہو گیا وہ خدا جانے ان تاریخوں کے اعمال کو کیا سمجھنے لگے سنت۔

---

۵ لوگوں کے جمع ہونے کی ضرورت ایک تو یہ ہوتی ہے کہ چند مسلمانوں کا مل کر دعائے مغفرت کرنا زیادہ قبولیت کا سبب ہوتا ہے دوسرے یہ کہ چند لوگ مل کر عبادت کریں گے تو زیادہ ہوگی بہ نسبت ایک دو شخص کے اور اس کا ثواب بھی زیادہ ہوگا اور یہی اصل مقصد ہے تیسرے یہ کہ فقرا کو کھانا تقسیم کیا جاتا ہے اس کا انتظام بھی اچھا ہوگا۔ ۱۲

مستحب یا شاید اس سے بھی زیادہ دوسرے یہ کہ بعض لوگ جو ان اعمال کی اصلیت سے ناواقف ہیں ان کے اعتقاد میں کسی قسم کی خرابی نہیں آئی محض خوف ملامت سے ان اعمال کو کرتے ہیں اس سے مقصود خوشنودیٔ الٰہی نہیں ہوتی بیچاروں سے جس طرح ممکن ہوا قرض دام لیکر دستور ہوتا ہے کرنا ہی پڑتا ہے علاوہ ان سب خرابیوں کے جس چیز کو شریعت نے ہم پر لازم نہیں کیا اس کو لازم سمجھ لینا یہ خود ہی کیا کم بدعت ہے زمانے کی یہ حالت دیکھ کر یہی مصلحت معلوم ہوتی ہے کہ ان تعینات کے اٹھا دینے کی کوشش کی جائے اور اصلی حالت ان اعمال کی ظاہر کر دی جائے کہ نہ یہ سنت ہیں نہ مستحب۔

مسئلہ۔ چند لوگوں کا مقرر کر دینا کہ وہ قبر پر بیٹھ کر قرآن مجید پڑھا کریں اور اس کا ثواب میت کو پہنچائیں جائز ہے (درمختار وغیرہ)

مسئلہ۔ قبروں کی زیارت کرنا یعنی ان کو جا کر دیکھنا مستحب ہے بہتر یہ ہے کہ ہر ہفتے میں کم سے کم ایک مرتبہ زیارت قبور کی جائے اور بہتر یہ ہے کہ وہ دن جمعے کا ہو۔ بزرگوں کی قبروں

ف علامہ شامی سرج سے ناقل ہیں کہ یہ تمام افعال لوگوں کے دکھلانے کو ہوتے ہیں خدا کی خوشنودی ان سے مقصود نہیں ہوتی لہٰذا اس سے احتراز چاہیئے ۱۲

ف عوام کے اعتقادات کی حفاظت کے لئے شریعت نے بہت اہتمام کیا ہے بہت ایسی باتیں جو مباح ہیں بلکہ باعث ثواب ہیں اٹھا دی گئی ہیں فقہ کی کتابیں جس نے دیکھی ہیں اس پر اس کی مثالیں پوشیدہ نہیں دیکھئے چار رکعت احتیاطی ظہر کی نسبت صاحب بحرالرائق نے یہ فتویٰ دیا کہ نہ پڑھی جائیں محض اس خیال سے کہ عوام اس کو ضروری سمجھ لیں گے اور جمعے کی نماز کی فرضیت میں ان کو تردد ہوگا۔ فجر کی سنتیں بعد فرض کے قبل طلوع آفتاب کے حنفیہ کے نزدیک جائز نہیں ہیں مگر عوام کے لئے علامہ شامی نے فتویٰ دیا ہے کہ عیدگاہ میں قبل نماز عید کے نفل ناجائز ہے مگر حضرت علی مرتضیٰ نے عوام کو منع نہ کیا اس خیال سے کہ معلوم نہیں وہ لوگ ممانعت کا کیا مطلب سمجھیں ۱۲ ف حدیث میں وارد ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے فرمایا کہ میں نے تم لوگوں کو زیارت قبور سے منع کیا تھا اب اجازت دیتا ہوں قبروں کی زیارت کیا کرو۔ علاوہ اس کے قبروں کی زیارت سے اگر انسان خیال کرے تو بہت بڑی عبرت حاصل کر سکتا ہے اور اپنی موت کے یاد کرنے کی تو اس سے بہتر کوئی صورت نہیں اور موت کا یاد کرنا بھی عبادت ہے ۱۲

ف علامہ شامی نے ردالمحتار میں نقل کیا ہے کہ جمعے کے دن اور ایک دن اس سے پہلے اور ایک دن اس کے بعد گر کوئی شخص قبر کی زیارت کرے تو میت کو اس کا علم ہوتا ہے ۱۲۔

کی زیارت کے لئے سفر کر کے جانا بھی جائز ہے[5]۔ عورتوں کے لئے بھی زیارت قبور جائز ہے بشرطیکہ جوان نہ ہوں اور رنج وغم کے تازہ کرنے کے لئے زیارت نہ کریں بلکہ عبرت اور برکت حاصل کرنے کی غرض سے۔ (ردالمحتار۔ شرح مینہ وغیرہ)

زیارت قبر کے وقت کھڑا رہنا اور کھڑے کھڑے کچھ پڑھ کر اس کا ثواب میت کو پہنچانا اور اس کے لئے اور اپنے لئے دعا کرنا مستحب ہے اور مسنون ہے کہ جب زیارت قبر کے لئے جائے تو قبرستان میں یا قبر کے پاس پہنچتے ہی کہے[5]۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ دَارَ[5] قَوْمٍ مُّؤْمِنِیْنَ وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰہُ بِکُمْ لَاحِقُوْنَ وَنَسْأَلُ اللّٰہَ لَنَا وَلَکُمُ الْعَافِیَۃَ زیارت قبور کا محض اس خیال سے ترک کر دینا کہ وہاں عوام لوگ بدعت اور شرک کی باتیں مثل طواف قبور اور سجدۂ قبور وغیرہ وغیرہ کی کرتے ہیں یا نامحرم عورتیں وغیرہ وہاں جمع ہوتی ہیں نہ چاہیئے بلکہ ایسی حالتوں میں انسان کو لازم ہے کہ ان امور کو حتی الامکان رد کرے اور زیارت قبور سے باز نہ رہے (ردالمحتار بحرالرائق)

مسئلہ۔ کسی میت کے غم میں کپڑوں کا پھاڑنا یا منہ پر طمانچے مارنا یا سینے[لعہ] کا کوٹنا ناجائز ہے

---

[5] چونکہ اولیاء اللہ کے قبور سے مختلف اقسام کے فیوض جاری ہیں کسی کسی قسم کے کسی کسی قسم کے اسلئے ان کی قبروں کی زیارت کے لئے سفر کرنا بے سود نہ ہوگا اور یہ امر سلف سے معمول ہے امام شافعی سے منقول ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک اجابت دعا کے لئے تریاق مجرب ہے علامہ شامی لکھتے ہیں کہ بعض ائمہ شافعیہ نے سوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے اوروں کی قبر کی زیارت کے لئے سفر کو منع کیا ہے مگر امام غزالی نے اس کو رد کر دیا ہے اس اخیر زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مقدس کی زیارت کے لیے سفر کرنے میں بہت زور شور سے حرمت کے فتوے دئے گئے تھے مگر بحمد اللہ کہ جناب مولوی عبد الحئی صاحب فرنگی محلی نے ان کا کافی انسداد کیا اور اس بحث میں کئی رسالے لکھ کر خصم کو ساکت کر دیا جس کا جی چاہے السعی المشکور دیکھ لے ۱۲۔ [5] اس میں علماء نے اختلاف کیا ہے کہ جب کوئی شخص زیارت قبر کو جائے تو میت کے سرہانے کھڑا ہو یا پائنتی محققین نے دونوں صورتوں کو یکساں لکھا ہے اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دونوں صورتوں میں منقول ہیں ۱۲ (ردالمحتار) [5] ترجمہ سلام ہو تجھ پر اے گھر مومنوں کے اور اے مومنوں ہم انشاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں اللہ سے اپنے لئے اور تمہارے لئے خیریت چاہتے ہیں۔ ۱۲

[لعہ] حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ماتم میں سینہ کوبی کو بعض جاہل ثواب سمجھتے ہیں حالانکہ صحیح بخاری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صاف ارشاد موجود ہے کہ جو شخص منہ پر طمانچے مارے یا کپڑے پھاڑے وہ ہمارے گروہ سے خارج ہے۔ ۱۲

Marfat.com

ہاں بغیر اس کے کہ زبان سے کچھ کہا جائے صرف رونا جائز ہے اور مسنون ہے کہ جب کوئی مسلمان کسی مصیبت میں گرفتار ہو تو اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کی کثرت کرے۔

نمازوں کے تمام اقسام کا بیان ہو چکا ہے اب ہم ایک ضروری اور مفید بیان پر جس کے مسائل اکثر فقہ کی کتابوں میں متفرق ذکر کئے گئے ہیں اور اس سبب سے ان کے دستیاب ہونے میں فی الجملہ دقت ہوتی ہے اس جلد کو ختم کئے دیتے ہیں۔

مسجد کے احکام

یہاں ہم کو مسجد کے وہ احکام بیان کرنا مقصود نہیں، جو وقف سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے کہ ان کا ذکر انشاء اللہ تعالیٰ وقف کے بیان میں آئے گا ہم یہاں اُن احکام کو بیان کرتے ہیں جو نماز سے یا مسجد کی ذات سے تعلق رکھتے ہیں۔

(۱) مسجد کے دروازہ کا بند کرنا مکروہ تحریمی ہے ہاں اگر نماز کا وقت ہو اور مال و اسباب کی حفاظت کے لئے دروازہ بند کر لیا جائے تو جائز ہے۔

(۲) مسجد کی چھت پر پاخانہ پیشاب یا جماع کرنا مکروہ تحریمی ہے جس گھر میں مسجد ہو اس پورے گھر کو مسجد کا حکم نہیں اسی طرح اس جگہ کو بھی مسجد کا حکم نہیں جو عیدین یا جنازے کی نماز کے لئے مقرر کی گئی ہو۔

(۳) مسجد کے در و دیوار کا منقش کرنا جائز ہے بشرطیکہ کوئی شخص اپنے خاص مال[۱] سے بنائے مگر بہتر یہی ہے کہ مسجد میں نقش و نگار نہ بنائے[۲] جائیں۔

(۴) مسجد کے در و دیوار پر قرآن مجید کی آیتوں یا سورتوں کا لکھنا اچھا نہیں۔

(۵) مسجد کے اندر وضو یا کلی کرنا مکروہ تحریمی ہے ہاں اگر کوئی ظرف رکھ لیا جائے کہ وضو کا پانی اس میں گرے مسجد میں نہ گرنے پائے تو پھر جائز ہے۔

ف ترجمہ ہم سب اللہ جل شانہ کے مملوک ہیں اور اسی کے پاس ہم کو جانا ہے، اس کلمہ کے بہت فضائل اس قدر تو قرآن مجید میں ہے کہ اس کلمے کے کہنے والوں پر اللہ پاک کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں اور وہ لوگ مراد کو پہنچیں گے۔ ۱۲

[۱] اگر مال وقف سے نقش و نگار بنائے جائیں تو اس کا حکم وقف کے بیان میں لکھا جائے گا

[۲] مسجد کی آرائش عبادت سے ہوتی ہے نقش و نگار اس کی زینت نہیں ہیں درحقیقت ایسا ہی ہے کہ کسی مرد کو بغرض زینت ہاتھوں میں چوڑیاں کانوں میں بالیاں پہنا دی جائیں ۱۲

Marfat.com

(۶) مسجد کے اندر یا مسجد کی دیواروں پر تھوکنا یا ناک صاف کرنا مکروہ تحریمی ہے اور اگر نہایت ضرورت درپیش آئے تو چٹائی یا فرش پر تھوک دینا بہتر ہے بہ نسبت زمین مسجد کے اس لئے کہ چٹائی وغیرہ مسجد کا جز نہیں ہیں نہ ان کو مسجد کا حکم ہے۔

(۷) جنب اور حائض کو مسجد کے اندر جانا مکروہ تحریمی ہے۔

(۸) مسجد کے اندر خرید و فروخت کرنا مکروہ تحریمی ہے ہاں اعتکاف کی حالت میں بقدر ضرورت مسجد کے اندر خرید و فروخت کرنا جائز ہے ضرورت سے زیادہ اس وقت بھی ناجائز ہے۔

(۹) اگر کسی کے پیر میں مٹی وغیرہ بھر جائے تو اس کو مسجد کی دیوار یا ستون میں پونچھنا مکروہ ہے۔

(۱۰) مسجد کے اندر درختوں کا لگانا مکروہ ہے اس لئے کہ یہ دستور اہل کتاب کا ہے ہاں اگر اس میں مسجد کا کوئی نفع ہو تو جائز ہے مثلاً مسجد کی زمین میں نمی زیادہ ہو کہ دیواروں کے گر جانے کا اندیشہ ہو تو ایسی حالت میں اگر درخت لگایا جائے تو وہ نمی کو [illegible] کرے گا۔

(۱۱) مسجد میں کوئی کوٹھری وغیرہ مسجد کا اسباب رکھنے کے لئے بنانا جائز ہے۔

(۱۲) مسجد کو راستہ قرار دینا جائز نہیں ہے ہاں اگر سخت ضرورت لاحق ہو تو ایسی حالت میں مسجد سے ہو کر نکل جانا جائز ہے۔

(۱۳) مسجد میں کسی پیشہ ور کو اپنا پیشہ کرنا جائز نہیں اس لئے کہ مسجد دین کے کاموں خصوصاً نماز کے لئے بنائی جاتی ہے اس میں دنیا کے کام نہ ہونے چاہئیں ہاں اگر کوئی شخص مسجد کی حفاظت کے لئے مسجد میں بیٹھے اور ضمناً اپنا کام بھی کرتا جائے تو کچھ مضائقہ نہیں مثلاً کوئی کاتب یا درزی مسجد کے اندر بغرض حفاظت مسجد کے اندر بیٹھے اور ضمناً اپنی کتابت یا سلائی بھی کرتا جائے تو جائز ہے۔

حق جل شانہ کی توفیق سے علم الفقہ کی دوسری جلد تمام ہو گئی جس میں نماز کا بیان ہے وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

Marfat.com

چہل حدیث نماز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

الحمد للہ وکفٰی وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے علم الفقہ کی دوسری جلد ختم ہو چکی میرے دل میں یہ خیال آیا کہ اگر چالیس حدیثیں جن میں نماز کا کچھ بیان ہو کچھ فضائل ہیں کچھ مسائل ہیں جمع کر کے اس جلد کے آخر میں ملحق کر دی جائیں تو بہت مناسب ہوگا چنانچہ حق تعالیٰ نے میرے اس خیال کو پورا کیا وللہ الحمد علیٰ ذلک۔ میرے خیال کے چند وجوہ ہیں جنکو میں ذیل میں بیان کرتا ہوں۔

(۱) صحیح احادیث میں وارد ہوا ہے کہ جو شخص چالیس باتیں دین کی یاد کرے اللہ تعالیٰ اس کا حشر علماء کے ساتھ کرے گا۔ اسی بنا پر اکثر علماء نے سلفاً عن خلف اس طرف پوری توجہ کی اور سینکڑوں چہل حدیثیں جمع ہو گئیں۔

(۲) کسی مسئلے کا اس کے ماخذ سے سمجھ لینا اور طریق استنباط کو جان لینا ہر خاص و عام کے لئے نہایت مفید ہے اور طبیعت کو ایک قسم کی مناسبت شریعت کے ساتھ پیدا ہو جاتی ہے۔

(۳) حدیث کے پڑھنے میں ایک نہایت برکت اور نور ہوتا ہے اور باغ ایمان میں ایک عجیب شادابی و سرسبزی اس آب حیات سے حاصل ہوتی ہے حدیث پڑھنے والے کی حالت بالکل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم کلامی کی دولت سے مشابہ ہے اسی سبب سے علماء نے کہا ہے کہ اھل الحدیث ھم اھل النبی۔ دینی و دنیاوی فوائد جو حدیث پڑھنے والے کو حاصل ہوتے ہیں۔ بے شمار ہیں یہ امر مشاہد اور مجرب ہو چکا ہے کہ اس فن شریف میں مشغول رہنے والوں کی عمر زیادہ ہوتی ہے پس اگر بطور وظیفے کے بھی یہ حدیثیں ہر روز بعد نماز صبح کے یا اور کسی وقت پڑھ لی جایا کریں تو انشاء اللہ تعالیٰ بہت کچھ فائدے کی امید ہے۔ انتیس[۲۹] حدیثیں اس میں صحیح بخاری کی ہیں جس کا ورد ہر مقصد کی کامیابی کیلئے تریاق مجرب ہے

Marfat.com

ہے اور حرمین شریفین میں بلکہ بعض دیار ہند میں بھی معمول ہے اور ایک حدیث صحیح مسلم کی ہے اور ایک موطا امام محمد کی۔ اور نو ترمذی کی۔ موطا کی وہ حدیث جو ہم نے نقل کی ہے۔ بخاری مسلم کی حدیثوں سے صحت میں کم نہیں ترمذی کی وہی حدیثیں ہم نے نقل کی ہیں جن میں تصریح صحت کی موجود ہے پس ناظرین سے امید ہے کہ اس دولت کو غنیمت سمجھیں اور ان احادیث کو یاد کرلیں ان کے مطالب سمجھیں اور ان کا ہر روز ورد رکھیں۔

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ

---

(۱) عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُنِيَ الْاِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ شَهَادَةِ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ وَالْحَجِّ وَصَوْمِ رَمَضَانَ (اَلْبُخَارِيُّ)

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام بنایا گیا ہے پانچ چیزوں پر۔ (۱) شہادت اس بات کی کہ سوائے اللہ کے کوئی خدا نہیں اور اس بات کی کہ محمد اللہ کے رسول ہیں (۲) اور پڑھنا نماز کا (۳) اور زکوٰۃ دینا (۴) اور حج کرنا (۵) اور رمضان کے روزے رکھنا۔

(۲) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُعَاذًا اِلَى الْيَمَنِ فَقَالَ اُدْعُهُمْ اِلٰى شَهَادَةِ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَاِنْ هُمْ اَطَاعُوْا لِذٰلِكَ فَاَعْلِمْهُمْ اَنَّ اللّٰهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوٰتٍ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ فَاِنْ هُمْ اَطَاعُوْا لِذٰلِكَ فَاَعْلِمْهُمْ اَنَّ اللّٰهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً فِيْ اَمْوَالِهِمْ تُؤْخَذُ مِنْ اَغْنِيَائِهِمْ وَتُرَدُّ اِلٰى فُقَرَائِهِمْ (اَلْبُخَارِيُّ)

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ کو یمن کی طرف بھیجا اور یہ کہا کہ وہاں کے لوگوں کو بلاؤ اس بات کی شہادت کی طرف کہ سوا اللہ کے کوئی خدا نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں پس اگر وہ لوگ تمہارے اس حکم کو مان لیں تو ان کو آگاہ کرو کہ اللہ نے ان پر فرض کی ہیں پانچ نمازیں ہر دن رات پس اگر وہ تمہارے اس حکم کو مان لیں تو ان کو آگاہ کرو کہ اللہ نے فرض کیا ہے ان پر ان کے مال میں صدقہ کہ ان کے مالداروں سے لیکر ان کے فقیروں کو دیا جائے گا۔ (بخاری)

ف اسی وجہ سے علماء نے ان چار چیزوں کو بترتیب رکن اسلام قرار دیا ہے۔ ۱۲

ع یہ قصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آخر عمر کا ہے حضرت معاذ کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجا پھر یمن سے لوٹ کر ان کو آپ کی زیارت نصیب نہیں ہوئی اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ بعد اسلام کے سب سے پہلے نماز کا حکم ہوتا ہے ۱۲

(۳) عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْاِسْلَامُ اَنْ تَشْهَدَ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ وَتُقِيْمَ الصَّلٰوةَ وَتُؤْتِيَ الزَّكٰوةَ وَتَصُوْمَ رَمَضَانَ وَتَحُجَّ الْبَيْتَ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا (اَلْبُخَارِيْ)

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی روایت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے کہ آپ نے فرمایا اسلام یہ ہے کہ گواہی دو اس کی کہ سوا اللہ کے کوئی خدا نہیں اور یہ کہ محمد اللہ کے رسول ہیں اور نماز پڑھو اور زکوٰۃ دو اور رمضان کے روزے رکھو اور حج کرے وہ شخص جو کعبہ تک جا سکتا ہو۔ (بخاری)

(۴) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ الْعَمَلِ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ قَالَ الصَّلٰوةُ عَلٰى وَقْتِهَا قَالَ ثُمَّ اَيٌّ قَالَ ثُمَّ بِرُّ الْوَالِدَيْنِ قَالَ ثُمَّ اَيٌّ قَالَ اَلْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (اَلْبُخَارِيْ)

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کون عبادت زیادہ پسند ہے اللہ کو آپ نے فرمایا کہ نماز اپنے وقت پر پڑھنی کہا کہ پھر اس کے بعد کون فرمایا والدین کے ساتھ نیکی کرنا میں نے کہا پھر کون فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔ (بخاری)

(۵) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَرَاَيْتُمْ لَوْ اَنَّ نَهْرًا بِبَابِ اَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ فِيْهِ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسًا مَا تَقُوْلُ ذٰلِكَ يُبْقِيْ مِنْ دَرَنِهِ قَالُوْا لَا يُبْقِيْ قَالَ فَذٰلِكَ مَثَلُ الصَّلٰوةِ الْخَمْسِ يَمْحُو اللّٰهُ بِهِنَّ الْخَطَايَا (اَلْبُخَارِيْ)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ کیا جانتے ہو تم لوگ اگر تمہارے کسی کے دروازے پر کوئی نہر ہو کہ اس میں ہر روز پانچ مرتبہ نہاتا ہو بتلاؤ یہ نہانا اس کے میل کو باقی رکھے گا صحابہ نے عرض کیا کہ نہیں آپ نے فرمایا کہ یہی حال پانچ نمازوں کا ہے کہ اللہ ان کے سبب سے گناہوں کو مٹاتا ہے۔ (بخاری)

(۶) عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الْعَبْدِ وَبَيْنَ الْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلٰوةِ (مسلم)

جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندے اور کفر کے درمیان میں نماز حائل ہے (مسلم)

(۷) عَنْ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَشْهَدُوْا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ کو حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے قتال کروں

ﻋﮧ۵ اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ نماز کا رتبہ اطاعت والدین اور جہاد سے زیادہ ہے یہ فضیلت کسی دوسری عبادت میں نہیں ہے ۱۲

Marfat.com

(۱۳) عن عائشة قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا افتتح الصلوٰة قال سبحانك اللهم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالى جدك ولا اله غيرك (الترمذي وابوداؤد ورواه ابن ماجة عن ابي سعيد)

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو یہ دعا پڑھتے (ترجمہ دعا کا) پاکی بیان کرتا ہوں میں تیری اے اللہ ساتھ تیری تعریف کے اور بزرگ ہے تیرا نام اور بڑی ہے تیری شان اور نہیں کوئی خدا سوا تیرے (ترمذی، ابوداؤد) ابن ماجہ نے اس کو ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(۱۴) عن عبادة بن الصامت ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لا صلوٰة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب (البخاري ومسلم)

عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی نماز صحیح نہیں جس نے سورۂ فاتحہ (الحمد) نہ پڑھی۔ (بخاری ومسلم)

(۱۵) عن جابر بن عبد الله عن النبي صلى الله عليه وسلم قال من صلى خلف الامام فان قراءة الامام له قراءة (محمد في موطاه بطريقين في احدهما ابوحنيفة الامام الاعظم وهو احسن طرقه حكم عليه ابن الهمام بانه صحيح على شرط الشيخين وقال العيني هو حديث صحيح اما ابوحنيفة فابوحنيفة وموسى ابن ابي عائشة من الاثبات من رجال الصحيحين وعبد الله بن شداد من كبار الشاميين وثقاتهم وهو حديث صحيح)

جابر ابن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی روایت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے کہ آپ نے فرمایا جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قرأت اس کی قرأت ہے۔ امام محمد نے موطا میں یہ حدیث[۵] دو سندوں سے روایت کی ہے ایک میں ابوحنیفہ امام اعظم ہیں اور وہ سند تمام سندوں سے عمدہ ہے محقق ابن ہمام نے اس کو صحیح کہا ہے شرط بخاری ومسلم پر اور علامہ عینی نے کہا ہے کہ وہ حدیث صحیح ہے ابوحنیفہ تو ابوحنیفہ ہیں اور موسیٰ بن ابی عائشہ پرہیزگار ثابت قدم لوگوں میں ہیں صحیحین کے راوی ہیں اور عبد اللہ بن شداد ملک شام کے بزرگوں اور پرہیزگاروں میں سے ہیں اور وہ حدیث صحیح ہے۔

---

۵ اس حدیث سے حنفیہ کا مذہب ثابت ہوتا ہے کہ مقتدی پر قرأت ضروری نہیں اس حدیث کے ملانے سے پہلی حدیث کا مطلب صاف ظاہر ہے کہ وہ حکم تنہا نماز پڑھنے والے اور امام کا ہے۔ یہ حدیث بخاری مسلم کی حدیثوں سے کسی طرح صحت میں کم نہیں راوی اس کے سب عادل اور ثقہ ہیں جیسا کہ علامہ عینی کی تصریح سے معلوم ہوا۔ ۱۲۔

(۱۶) عَنْ حُذَيْفَةَ أَنَّهُ صَلَّى مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ يَقُولُ فِي رُكُوعِهِ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ وَفِي سُجُودِهِ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى التِّرْمِذِي وَقَالَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی اور آپ رکوع میں سبحان ربی العظیم اور سجدوں میں سبحان ربی الاعلیٰ پڑھتے تھے ترمذی نے اسکو روایت کرکے حسن صحیح کہا ہے

(۱۷) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اعْتَدِلُوا فِي السُّجُودِ وَلَا يَبْسُطْ أَحَدُكُمْ ذِرَاعَيْهِ انْبِسَاطَ الْكَلْبِ (الْبُخَارِيُّ)

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ٹھیک رہو سجدوں میں اور بچھادے کوئی تم میں سے اپنی دونوں کہنیاں جیسے کہ کتا بچھاتا ہے ۔ (بخاری)

(۱۸) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمِرْتُ أَنْ أَسْجُدَ عَلَى سَبْعَةِ أَعْظُمٍ عَلَى الْجَبْهَةِ وَأَشَارَ بِيَدِهِ عَلَى أَنْفِهِ وَالْيَدَيْنِ وَالرُّكْبَتَيْنِ وَأَطْرَافِ الْقَدَمَيْنِ وَلَا نَكْفِتَ الثِّيَابَ وَالشَّعْرَ (الْبُخَارِيُّ)

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ کو حکم دیا گیا ہے کہ سات ہڈیوں پر سجدہ کروں (یعنی سات ہڈیاں حالت سجدے میں زمین پر رہیں) پیشانی پر اور ہاتھ سے ناک کا اشارہ کیا اور دونوں ہاتھوں پر اور دونوں گھٹنوں پر اور دونوں پیر کے پنجوں پر اور یہ کہ نہ اٹھائیں ہم کپڑے اور بال (بخاری)

(۱۹) عَنْ شَقِيقِ بْنِ سَلَمَةَ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُودٍ كُنَّا إِذَا صَلَّيْنَا خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْنَا السَّلَامُ عَلَى جِبْرَئِيلَ وَمِيكَائِيلَ السَّلَامُ عَلَى فُلَانٍ وَفُلَانٍ فَالْتَفَتَ إِلَيْنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّلَامُ

شقیق بن سلمہ سے روایت ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ ہم جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تھے تو قعدے میں کہا کرتے تھے کہ السلام علی جبریل ومیکائیل السلام علی فلاں وفلاں پس متوجہ ہوئے رسول اللہ علیہ وسلم ہماری طرف اور فرمایا کہ اللہ خود ہی سلام ہے پس جب کوئی تم میں کا نماز پڑھے تو التحیات الخ کہے ۔

ع اس حدیث سے سجدوں میں اطمینان کا وجوب اور کہنیاں بچھادینے کی کراہت کی گئی ہے ۱۲ عہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پیشانی اور ناک دونوں پر سجدہ ہونا چاہیئے اور یہی مذہب صاحبین کا ہے اور علمائے حنفیہ کا اسی پر فتویٰ ہے ۱۲ عہ درود شریف کے اور الفاظ بھی احادیث میں آئے مگر زیادہ تر نمازیں عمل اسی پر ہے ۱۲ للعہ یہ دعا قعدۂ اخیرہ میں بعد درود شریف کے ہے ۱۲

فَإِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ فَلْيَقُلِ التَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ (فَإِنَّكُمْ إِذَا قُلْتُمُوْهَا أَصَابَتْ كُلَّ عَبْدٍ لِلّٰهِ صَالِحٍ فِي السَّمَآءِ وَالْأَرْضِ) أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

(البخاری)

(ترجمہ) التحیات کا۔ سب مالی اور بدنی عبادتیں اور سب عمدگیاں اللہ کے لئے ہیں سلام تم پر اے نبی اور اللہ کی رحمت اور برکتیں سلام تم پر اور اللہ کے سب نیک بندوں پر (حضرت نے فرمایا کہ جب تم یہ کہوگے تو آسمان اور زمین کے سب نیک بندوں کو سلام پہونچ جائے گا مطلب یہ کہ جبرئیل اور میکائیل کی کچھ ضرورت نہیں) میں گواہی دیتا ہوں کہ سوا اللہ کے کوئی خدا نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد اس کے بندے اور رسول ہیں

(بخاری)

(۲۰) عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ قَالَ سَأَلْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ الصَّلٰوةُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ فَإِنَّ اللّٰهَ عَلَّمَنَا كَيْفَ نُسَلِّمُ قَالَ قُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

(البخاری)

کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا ہم نے پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ یا رسول اللہ کیسے درود پڑھا جایا کرے آپ پر اس لئے کہ اللہ نے ہمکو تعلیم کی ہے ہم کیسے درود پڑھیں آپ نے فرمایا کہو اللھم صل الخ ترجمہ اس کا۔ اے اللہ رحمت کر محمدؐ پر اور آل محمدؐ پر جیسے رحمت کی تو نے ابراہیم پر اور آل ابراہیم پر بیشک تو تعریف والا اور بزرگ ہی اے اللہ برکت اُتار محمدؐ پر اور آل محمدؐ پر جیسے برکت اُتاری تو نے ابراہیم اور آل ابراہیم پر بے شک تو تعریف والا اور بزرگ ہے۔

(بخاری)

(۲۱) عَنْ أَبِي بَكْرِ الصِّدِّيْقِ أَنَّهٗ قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِّمْنِيْ دُعَآءً أَدْعُوْ بِهٖ فِيْ صَلٰوتِيْ قَالَ قُلِ اللّٰهُمَّ إِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ ظُلْمًا كَثِيْرًا وَّلَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ إِلَّا أَنْتَ فَاغْفِرْ لِيْ مَغْفِرَةً

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھکو کوئی دُعا تعلیم فرمایئے کہ اسکو میں اپنی (رکے قعدہ وغیرہ) میں، مانگوں آپ نے فرمایا کہ اللھم الخ ترجمہ۔ اے اللہ میں نے ظلم کیا اپنی جان پر (یعنی گناہ کیا) بہت ظلم اور نہیں بخشنے والا گناہوں کا مگر تو پس

Marfat.com

مِنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِي اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ (البخاری)

بخشدے مجھ کو اپنی طرف سے اور رحم کر مجھ پر بیشک تو بخشنے والا مہربان ہے (بخاری)

(۲۲) عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَدْعُوْ فِي الصَّلٰوةِ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ، اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْمَاْثَمِ وَالْمَغْرَمِ (البخاری)

عائشہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ سے روایت ہے کہ آپ نماز میں یہ دعا پڑھتے تھے اللھم الخ ترجمہ: اے اللہ میں پناہ مانگتا ہوں تیری عذاب قبر سے اور پناہ مانگتا ہوں تیری فساد مسیح دجال سے اور پناہ مانگتا ہوں تیری زندگی اور موت کے فساد سے اے اللہ میں پناہ مانگتا ہوں تیری گناہ کرنے اور قرض سے (بخاری)

(۲۳) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كُنْتُ اُسَلِّمُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الصَّلٰوةِ فَيَرُدُّ عَلَيْنَا فَلَمَّا رَجَعْنَا مِنْ عِنْدِ النَّجَاشِيِّ سَلَّمْنَا عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْنَا وَقَالَ اِنَّ فِي الصَّلٰوةِ شُغْلًا (البخاری)

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جس وقت آپ نماز میں ہوتے تھے سلام کرتا تھا آپ مجھکو جواب دیتے تھے پھر جب ہم نجاشی کے پاس سے لوٹے تو ہم نے آپ کو سلام کیا آپ نے جواب نہ دیا اور (بعد نماز کے) فرمایا کہ بیشک نماز میں بہت بڑی مشغولی ہے (یعنی دوسری طرف متوجہ نہ ہونا چاہیئے (بخاری)

(۲۴) عَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ قَالَ اِنَّا كُنَّا نَتَكَلَّمُ فِي الصَّلٰوةِ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكَلِّمُ اَحَدُنَا صَاحِبَهٗ بِحَاجَتِهٖ حَتّٰى نَزَلَتْ حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ فَاُمِرْنَا بِالسُّكُوْتِ (البخاری)

زید ابن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا ہم نماز میں بات کرتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بیان کرتا تھا ایک ہم میں کا اپنے ساتھی سے اپنی ضرورت حتیٰ کہ نازل ہوئی آیت حافظوا الخ ترجمہ مداومت کرو نمازوں پر اور درمیانی نماز (عصر) پر اور کھڑے ہو اللہ کے لئے چپ ہو کر پس حکم ہوا ہم کو چپ رہنے کا یعنی کلام نہ کرنے کا۔ (بخاری)

عہ اس حدیث سے اور اس کے بعد کی حدیث سے کلام کی ممانعت نماز میں ظاہر ہو رہی ہے اور یہ حکم ہو رہا ہے کہ نماز میں ایسا مشغول ہونا چاہیئے کہ بس اس کے ہو رہو دوسری طرف متوجہ نہ ہو ۱۲

Marfat.com

(٢٥) عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللهِ ابْنُ مَسْعُوْدٍ اَلَا اُصَلِّيْ بِكُمْ صَلٰوةَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى فَلَمْ يَرْفَعْ يَدَيْهِ اِلَّا فِيْ اَوَّلِ مَرَّةٍ. اَلتِّرْمِذِيُّ وَحَسَّنَهٗ وَقَالَ بِهٖ يَقُوْلُ غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالتَّابِعِيْنَ وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ وَاَهْلِ الْكُوْفَةِ

علقمہ سے مروی ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا میں تم کو نماز نہ پڑھاؤں جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے پس نماز پڑھی انھوں نے اور ہاتھ نہیں بلند کئے مگر پہلی دفعہ تکبیر تحریمہ کے وقت۔ ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے اور لکھا ہے کہ اس کے قائل ہیں بہت اہل علم اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اور تابعین اور یہی قول ہے سفیان اور اہل کوفہ کا۔

(٢٦) عَنْ عَلِيٍّ قَالَ الْوِتْرُ لَيْسَ بِحَتْمٍ كَصَلٰوتِكُمُ الْمَكْتُوْبَةِ وَلٰكِنْ سَنَّ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ اِنَّ اللهَ وِتْرٌ يُّحِبُّ الْوِتْرَ فَاَوْتِرُوْا يَا اَهْلَ الْقُرْاٰنِ. اَلتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَسَنٌ

علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ وتر ویسی ضروری نہیں ہے جیسے تمہاری فرض نمازیں ہاں اسکو جاری فرمایا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور فرمایا ہے کہ اللہ وتر (طاق) ہے دوست رکھتا ہے وتر کو پس وتر پڑھو اے قرآن والو (ترمذی نے اسکو حسن کہا ہے)

(٢٧) عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ جُرَيْجٍ قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَةَ بِاَيِّ شَيْءٍ كَانَ يُوْتِرُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كَانَ يَقْرَاُ فِي الْاُوْلٰى بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى وَفِي الثَّانِيَةِ بِقُلْ يَا اَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ وَفِي الثَّالِثَةِ بِقُلْ هُوَ اللهُ اَحَدٌ وَالْمُعَوِّذَتَيْنِ

عبدالعزیز بن جریج سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا پوچھا میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ ساتھ کس چیز کے وتر پڑھتے تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم انھوں نے فرمایا کہ پہلی رکعت میں سبح اسم ربک الاعلی پڑھتے تھے اور دوسری میں قل یا ایہا الکفرون تیسری میں قل ہو اللہ احد اور معوذتین (قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس)

٥ه اس حدیث سے حنفیہ کا مذہب ثابت ہوتا ہے کہ سوا تکبیر تحریمہ کے رکوع میں جاتے وقت یا رکوع سے اٹھتے وقت ہاتھوں کا اٹھانا مسنون نہیں اہل کوفہ سے مراد ترمذی کی ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ ہیں ١٢ ٥ه سُن کے لفظ سے یہ گمان نہ ہونا چاہیے کہ وتر سنت ہے اسلئے کہ دوسری احادیث میں ترک وتر پر سخت وعیدیں آئی ہیں اور ترک سنت پر وعید نہیں ہوتی بلکہ یہاں سَنَّ کے لغوی معنی مراد ہیں جس کا ترجمہ ہم نے جاری فرمایا ہے وہ حدیثیں کہ ترک وتر کی وعید میں آئی ہیں بہت صحیح اور زیادہ ہیں منجملہ ان کے ایک حدیث ہم علم الفقہ میں لکھ چکے ہیں ١٢ ٥ه اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وتر تین رکعت ہے جیسا کہ حنفیہ کا مذہب ہے دوسرے اس حدیث سے یہ مسئلہ بھی معلوم ہوا کہ کئی سورتوں کا ایک رکعت میں پڑھنا درست ہے ١٢۔

Marfat.com

اَلتِّرمِذِیُّ وَحَسَّنَہٗ

(ترمذی نے اسکو حسن کہا ہے)

(۲۸) عَنْ اَبِی الْحَوْرَاءِ قَالَ قَالَ الْحَسَنُ ابْنُ عَلِیٍّ عَلَّمَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَلِمَاتٍ اَقُوْلُھُنَّ فِی الْوِتْرِ اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ فِیْمَنْ ھَدَیْتَ وَعَافِنِیْ فِیْمَنْ عَافَیْتَ وَتَوَلَّنِیْ فِیْمَنْ تَوَلَّیْتَ وَبَارِکْ لِیْ فِیْمَا اَعْطَیْتَ وَقِنِیْ شَرَّ مَا قَضَیْتَ فَاِنَّکَ تَقْضِیْ وَلَا یُقْضٰی عَلَیْکَ وَاِنَّہٗ لَا یَذِلُّ مَنْ وَّالَیْتَ تَبَارَکْتَ وَتَعَالَیْتَ

(اَلتِّرْمِذِیُّ وَحَسَّنَہٗ)

ابوالحوراء سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ فرمایا حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے کہ تعلیم فرمائے ہیں مجھکو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چند کلمے کہ کہوں میں انکو وتر میں اللھم اھدنی الخ (ترجمہ) اے اللہ ہدایت کر مجھکو منجملہ ان لوگوں کے جنکو تونے ہدایت کی اور عافیت عنایت کر مجھکو منجملہ ان لوگوں کے جنکو تونے عافیت دی ہے۔ اور محبت کر مجھ سے منجملہ ان کے جن سے تونے محبت کی اور برکت دے مجھکو اس چیز میں جو تونے دی ہے اور بچا مجھکو ان چیزوں کی برائی سے جو تونے مقدر کی ہے اس لئے کہ تو حاکم ہے تیرے اوپر کسی کا حکم نہیں اور نہیں ذلیل ہو سکتا وہ جس سے تو محبت کرے بزرگ ہے تو اور برتر ہے۔

(ترمذی نے اس کو حسن کہا ہے)

(۲۹) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلٰوۃُ الْجَمَاعَۃِ تَفْضُلُ صَلٰوۃَ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَّعِشْرِیْنَ دَرَجَۃً۔ (اَلْبُخَارِیُّ)

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جماعت کی نماز تنہا نماز پر ستائیس درجہ زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔

(بخاری)

(۳۰) عَنْ مَالِکِ بْنِ الْحُوَیْرِثِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوۃُ فَلْیُؤَذِّنْ لَکُمْ اَحَدُکُمْ وَلْیَؤُمَّکُمْ اَکْبَرُکُمْ (اَلْبُخَارِیُّ)

مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی روایت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے کہ آپ نے فرمایا جب نماز کا وقت آئے تو چاہیئے کوئی اذان دے اور بڑا تم سب سے امامت تمہاری کرے (بخاری)

ف دعائے قنوت کی ایک حدیث یہ ہے اور ایک اور ہے جس میں اللھم انا نستعینک الخ ہے عمل صحابہؓ کے اعتبار سے اسکو قوت زیادہ ہے مگر دونوں کا پڑھنا بہتر ہے وقت اس دعا کا وتر کی تیسری رکعت میں بعد دوسری سورت کے ہے ۱۲ ف اس حدیث سے تین مسئلے معلوم ہوئے ایک اذان کا دوسرے اذان کا قبل از وقت ہونا تیسرے امام ایسے شخص کا بنانا جو تمام حاضرین سے افضل ہو ۱۲

Marfat.com

(٣١) عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَاَقْبَلَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَقِيْمُوْا صُفُوْفَكُمْ وَتَرَاصُّوْا (البخاری ع)

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا قائم کی گئی نماز پس متوجہ ہوئے ہماری طرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور فرمایا کہ سیدھی کرو اپنی صفیں اور مضبوط کرو (بخاری)

(٣٢) عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَوُّوْا صُفُوْفَكُمْ فَاِنَّ تَسْوِيَةَ الصُّفُوْفِ مِنْ اِقَامَةِ الصَّلٰوةِ (البخاری)

انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سیدھی کرو اپنی صفیں اس لئے کہ سیدھا کرنا صفوں کا نماز کے قائم کرنے میں داخل ہے۔ (بخاری)

(٣٣) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ فَلَا تَخْتَلِفُوْا عَلَيْهِ فَاِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ وَاِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوْا (البخاری ع)

ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امام اس لئے بنایا گیا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے پس خلاف نہ کرو اس سے اور وہ جب رکوع کرے تو رکوع کرو اور وہ جب سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو ربنا لک الحمد کہو اور وہ جب سجدہ کرے تو سجدہ کرو۔

(٣٤) عَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنِّيْ لَاَقُوْمُ فِي الصَّلٰوةِ فَاُرِيْدُ اَنْ اُطَوِّلَ فَاَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ فَاَتَجَوَّزُ فِيْ صَلٰوتِيْ كَرَاهِيَةَ اَنْ اَشُقَّ عَلٰى اُمِّهٖ (البخاری ع)

ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کی روایت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں نماز میں کھڑا ہوتا ہوں ۵ع اور ارادہ کرتا ہوں کہ دراز کروں اس کو پھر سنتا ہوں لڑکے کا رونا پس جلد نکل جاتا ہوں اپنی نماز میں اس بات کو برا سمجھ کر کہ گرانی کروں اس کی ماں پر (بخاری)

(٣٥) عَنْ اُمِّ حَبِيْبَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى فِيْ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً مِنَ السُّنَّةِ بُنِيَ لَهٗ بَيْتٌ فِي الْجَنَّةِ اَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَرَكْعَتَيْنِ

ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص دن رات میں بارہ رکعتیں پڑھ لیا کرے اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنایا جاتا ہے چار ظہر سے پہلے اور دو اس کے بعد اور دو مغرب کے بعد اور دو عشا کے بعد اور دو فجر سے

ع۵ اس حدیث سے اور اس کے بعد کی حدیث سے صف کے سیدھا کرنے کی تاکید اور ملکر کھڑے ہونے کا حکم معلوم ہوتا ہے ۱۲

عہ۵ اس حدیث میں امام کی اطاعت کا حکم ہو رہا ہے کسی بات میں اسکے خلاف نہ کرنا چاہیئے ادائے ارکان میں اس سے سبقت نہ ہونے پائے ۱۲ عہ۵ اس حدیث میں حکم ہے اس بات کا کہ امام کو اپنے مقتدیوں کی ضرورت اور حالت کا لحاظ کر کے قرات کرنا چاہیئے یہ نہیں کہ بڑی بڑی سورتیں یا رکوع سجدے میں زیادہ زیادہ تسبیحیں پڑھنا شروع کر دے جس سے ضرورت والوں کا حرج ہو اور انکو ناگوار گذرے ۱۲

Marfat.com

بَعْدَ الْعِشَآءِ وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْفَجْرِ صَلٰوةِ الْغَدَاةِ ۔ پہلے

(اَلتِّرْمِذِیُّ) (ترمذی)

(۳۶) عَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَتَطَهَّرَ بِمَا اسْتَطَاعَ مِنْ طُهْرٍ ثُمَّ ادَّهَنَ اَوْ مَسَّ مِنْ طِيْبٍ ثُمَّ رَاحَ اِلَى الْجُمُعَةِ فَلَمْ يُفَرِّقْ بَيْنَ اثْنَيْنِ فَصَلّٰى مَا كُتِبَ لَهٗ ثُمَّ اِذَا خَرَجَ الْاِمَامُ اَنْصَتَ غُفِرَ لَهٗ مَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْاُخْرٰى (اَلْبُخَارِیُّ)

سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جمعے کے دن غسل کرے[۵] اور طہارت کرے جس چیز سے ممکن ہو پھر تیل لگائے یا خوشبو ملے پھر نماز جمعہ کو جائے اور دو آدمیوں کے درمیان میں جدائی نہ کرے پھر نماز پڑھے جس قدر اس کی قسمت میں ہو پھر جب امام خطبے کیلئے نکلے چپ ہو جائے تو بخشدیئے جائیں گے وہ گناہ جو اس جمعے نے دوسرے جمعے تک ہیں۔ (بخاری)

(۳۷) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ وَقَفَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ عَلٰى بَابِ الْمَسْجِدِ يَكْتُبُوْنَ الْاَوَّلَ فَالْاَوَّلَ وَمَثَلُ الْمُهَجِّرِ كَالَّذِیْ يُهْدِیْ بَدَنَةً ثُمَّ كَالَّذِیْ يُهْدِیْ بَقَرَةً ثُمَّ كَبْشًا ثُمَّ دَجَاجَةً ثُمَّ بَيْضَةً ثُمَّ فَاِذَا خَرَجَ الْاِمَامُ طَوَوْا صُحُفَهُمْ وَيَسْتَمِعُوْنَ الذِّكْرَ (اَلْبُخَارِیُّ)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب جمعے کا دن ہوتا ہے فرشتے مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور بہ ترتیب ہر ایک کا نام لکھنا شروع کر دیتے ہیں سویرے[۶] جانے والیکا حال ایسا ہے جیسے اونٹ قربانی کرنیوالے کا پھر جیسے گائے کی قربانی پھر جیسے مینڈھے کی پھر جیسے مرغی کی پھر جیسے انڈا صدقہ دینے والے کا پھر جب امام نکلتا ہے تو فرشتے اپنے دفتر لپیٹ لیتے ہیں اور خطبہ سنتے ہیں۔ (بخاری)

(۳۸) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ (اَلْبُخَارِیُّ)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص رمضان میں رات کو عبادت[۷] کرے با ایمان ہو کر ثواب سمجھ کر بخشدیئے جائیں گے اس کے اگلے گناہ۔ (بخاری)

---

۵ اس حدیث سے مسائل معلوم ہوئے (۱) غسل جمعہ کا مسنون ہونا (۲) خوشبو اور تیل لگانے کا مسنون ہونا (۳) جمعے میں کسی کو اپنی جگہ سے اٹھانیکی کراہت (۴) امام کے نکلنے کے بعد چپ رہنے کا حکم ۱۲ ۶ اس حدیث میں جمعے کی نماز کے لئے سویرے جانیکی فضیلت بیان فرمائی گئی ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ بعد خطبہ شروع ہو جانے کے جو شخص پہنچے اسکا نام اس دفتر میں نہ لکھا جائیگا ۱۲ ۷ اس حدیث سے تراویح کی ثبوت نکلتی ہے ۱۲۔

Marfat.com

(۳۹) عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ نَسِيَ صَلٰوةً فَلْيُصَلِّ اِذَا ذَكَرَهَا (البُخَارِيُّ)

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ نے فرمایا جو کوئی غافل ہو جائے کسی نماز سے تو چاہیے پڑھ لے جب یاد کرے (بخاری)

(۴۰) عَنْ سَبْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِّمُوا الصَّبِيَّ الصَّلٰوةَ ابْنَ سَبْعِ سِنِيْنَ وَاضْرِبُوْهُ عَلَيْهَا ابْنَ عَشَرَةٍ (البُخَارِيُّ)

سبرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سات برس کے بچے کو نماز سکھلاؤ اور اس کو نماز پر مارو دس برس کے سن میں۔ (ترمذی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَمَنْ وَالَاهُ ۔ بعد ختم ہونے چہل حدیث کے مجھ کو مناسب معلوم ہوا کہ چالیس آثار حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے جس میں نماز کے مسائل ہوں یہاں لکھ دوں اس لئے کہ مسائل فقہ کے اصل اصول اور ماخذ انھیں کے آثار ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تبلیغ شریعت میں اُن سے زیادہ کسی کو حصہ نہیں ملا حضرت شیخ ولی اللہ محدث دہلوی نے اپنی کتاب ازالۃ الخفا میں ایک مستقل رسالہ میں ان کا مذہب اور ان کے اقوال فقہیہ جمع کئے ہیں اور لکھا ہے کہ مجھے بزرگان سلف سے تعجب ہے کہ انھوں نے کیوں اس طرف توجہ نہیں کی حالانکہ اس میں ہر خاص و عام کا فائدہ تھا خواص کو تو یہ فائدہ تھا کہ سمجھ لیں کہ مذاہب اربعہ اسی ایک متن کی شرح ہیں اور مجتہدین اربعہ حضرت فاروق اعظم کے سامنے مجتہد منتسب کی نسبت رکھتے ہیں اور عوام کو یہ فائدہ تھا کہ وہ ہر مذہب کو علاحدہ دین نہ سمجھیں بلکہ ایک ہی شریعت کی شاخ خیال کریں اسی رسالہ سے ہیں نے چالیس آثار جمع کئے ہیں ۔

لہ اس حدیث سے بعض علماء نے ثابت کیا ہے کہ دس برس کے بعد جتنی نمازیں فوت ہوں ان کی قضا واجب ہے ۱۲

چہل آثار امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

(۱) مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ كَتَبَ اِلٰى عُمَّالِهٖ اَنَّ اَهَمَّ اُمُوْرِكُمْ عِنْدِيْ الصَّلٰوةُ فَمَنْ حَفِظَهَا وَحَافَظَ عَلَيْهَا حَفِظَ دِيْنَهٗ وَمَنْ ضَيَّعَهَا فَهُوَ لِمَا سِوَاهَا اَضْيَعُ ثُمَّ كَتَبَ اَنْ صَلُّوا الظُّهْرَ اِذَا كَانَ الْفَيْءُ ذِرَاعًا اِلٰى اَنْ يَكُوْنَ ظِلُّ اَحَدِكُمْ مِثْلَهٗ وَالْعَصْرَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ بَيْضَاءُ نَقِيَّةٌ قَدْرَ مَا يَسِيْرُ الرَّاكِبُ فَرْسَخَيْنِ اَوْ ثَلَاثَةً قَبْلَ غُرُوْبِ الشَّمْسِ وَالْمَغْرِبَ اِذَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ وَالْعِشَاءَ اِذَا غَابَ الشَّفَقُ فَمَنْ نَامَ فَلَا نَامَتْ عَيْنُهٗ فَمَنْ نَامَ فَلَا نَامَتْ عَيْنُهٗ فَمَنْ نَامَ فَلَا نَامَتْ عَيْنُهٗ وَالصُّبْحَ وَالنُّجُوْمُ مُشْتَبِكَةٌ

امام مالک نافع سے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے ملازمین کو لکھ بھیجا کہ بیشک میرے نزدیک تمہاری عبادتوں میں زیادہ قابل اہتمام نماز ہے پس جس شخص نے اس کی پابندی کی اور نگرانی اس نے اپنے دین کو بچا لیا اور جس نے اسکو ضائع کر دیا وہ بدرجہ اولیٰ اور عبادتوں کا ضائع کرنے والا ہوگا اس کے بعد لکھا کہ پڑھو ظہر کی نماز جب سایہ ایک گز ہو جائے اس وقت تک کہ تمہارا سایہ ایک مثل ہو اور عصر کی ایسے وقت کہ آفتاب[ع۱] بلند روشن اور صاف ہو اس قدر کہ غروب سے پہلے سوار دو فرسخ یا تین فرسخ چل سکے اور مغرب کی جب آفتاب ڈوب جائے اور عشاء کی جب شفق چھپ جائے پس جو کوئی سو جائے تو نہ سوئیں[ع۲] اس کی آنکھیں (یہ جملہ تین مرتبہ فرمایا) اور فجر اس حال میں کہ ستارے چمکتے ہوئے نکلے ہوں۔

(۲) اَبُوْ بَكْرٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ عُمَرُ لَا تَنْتَظِرُوْا بِصَلٰوتِكُمْ اِشْتِبَاكَ النُّجُوْمِ

ابوبکر بن ابی شیبہ نے سعید بن مسیب سے کہ فرمایا عمر رضی اللہ عنہ نے نہ انتظار کرو اپنی نماز میں[ع۳] ستاروں کے نکلنے کا۔

(۳) اَبُوْ بَكْرٍ عَنْ سُوَيْدِ بْنِ غَفْلَةَ قَالَ عُمَرُ عَجِّلُوا الْعِشَاءَ قَبْلَ اَنْ يَكْسَلَ الْعَامِلُ وَيَنَامَ الْمَرِيْضُ

ابوبکر سوید بن غفلہ سے کہ فرمایا عمر رضی اللہ عنہ نے پڑھ لو عشا قبل اس کے کہ سست ہو جائے[ع۴] کام کرنے والا اور سو جائے بیمار

ع۱ اس وقت بھی آفتاب روشن اور صاف رہتا ہے زردی نہیں آتی اور سوار دو فرسخ تین فرسخ چل سکتا ہے لہٰذا اس سے یہی لازم آتا کہ عصر کا وقت ایک مثل کے بعد آجاتا ہے کہ حنفیہ کو مضر ہے فرسخ تین میل کا ہوتا ہے شرعی میل سے تقریباً دو فرلانگ زیادہ ہے ۱۲ ع۲ یہ کلمہ بد دعا کا ہے مطلب یہ ہے کہ اسکو آرام نہ ملے سونے سے انسان کو آرام ملتا ہے۔ معلوم ہوا کہ عشا کی نماز سے پہلے سونا مکروہ ہے۔ ع۳ یہ مغرب کا حال ہے کہ اسمیں بعد ستارے اچھی طرح نکل آنیکے وقت مکروہ ہو جاتا ہے ۱۲ ع۴ مقصود یہ ہے کہ مقتدیوں کی رعایت چاہیے ۱۲

Marfat.com

(۴) اَبُوْبَکْرٍ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عُمَرَ قَالَ اِذَا کَانَ يَوْمُ الْغَيْمِ فَعَجِّلُوا الْعَصْرَ وَاَخِّرُوا الظُّهْرَ

ابوبکر اسود سے وہ حضرت فاروقؓ سے کہ فرمایا اُنھوں نے جب ابر کا دن ہو تو جلد پڑھو عصر کی نماز اور دیر میں ظہر کی نماز

(۵) اَبُوْبَکْرٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ عُمَرُ لَاَنْ اُصَلِّيَهُمَا فِيْ جَمَاعَةٍ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ اُحْيِيَ مَا بَيْنَهُمَا يَعْنِي الصُّبْحَ وَالْعِشَاءَ

ابوبکر عبدالرحمٰن سے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا بیشک مجھ کو ان دونوں یعنی فجر اور عشا کا جماعت سے پڑھنا زیادہ پسند ہے ان دونوں کے درمیان میں بیدار ہوکر عبادت کرنے سے

(۶) اَبُوْبَکْرٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ كَانَ اِذَا رَاٰى غُلَامًا فِي الصَّفِّ اَخْرَجَهُ

ابوبکر ابراہیم نخعی سے کہ عمر بن خطابؓ جب کسی لڑکے کو کسی صف میں دیکھتے تو اس کو نکال دیتے

(۷) اَبُوْبَکْرٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ اَنَّ عُمَرَ رَاٰى رَجُلًا يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ وَالْمُؤَذِّنُ يُقِيْمُهُ فَانْتَهَرَهُ فَقَالَ لَا صَلٰوةَ وَالْمُؤَذِّنُ يُقِيْمُ اِلَّا الصَّلٰوةَ الَّتِيْ يُقَامُ لَهَا

ابوبکر سعید بن مسیب سے کہ حضرت عمرؓ نے ایک شخص کو دو رکعت پڑھتے دیکھا اور مؤذن اقامت کہہ رہا تھا تو فرمایا کہ کوئی نماز جائز نہیں ایسے حال میں کہ مؤذن اقامت کہتا ہو سوا اس کے جس کی اقامت کہی جائے۔

(۸) اَبُوْبَکْرٍ عَنْ اَبِيْ عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ رَاَيْتُ الرَّجُلَ يَجِيْءُ وَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فِيْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ فَيُصَلِّيْ فِيْ جَانِبِ الْمَسْجِدِ ثُمَّ يَدْخُلُ مَعَ الْقَوْمِ فِيْ صَلٰوتِهِمْ۔

ابوبکر ابوعثمان نہدی سے کہ میں نے دیکھا ہے کہ آدمی آتا تھا اور عمر بن خطاب نماز فجر میں ہوتے تھے پس وہ سنت فجر پڑھ لیتا تھا مسجد کے گوشے میں بعد اس کے شریک ہوتا تھا لوگوں کے ساتھ ان کی نماز میں۔

(۹) اَبُوْبَکْرٍ عَنْ نُعَيْمٍ قَالَ اِذَا كَانَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْاِمَامِ طَرِيْقٌ اَوْ نَهْرٌ اَوْ حَائِطٌ فَلَيْسَ مَعَهُ

ابوبکر نے نعیم سے کہ فرمایا عمر رضی اللہ عنہ نے جب مقتدی اور امام کے درمیان میں کوئی راستہ یا نہر یا دیوار حائل ہو تو وہ مقتدی اس امام کے ساتھ نہیں ہے

(۱۰) مَالِكٌ وَالشَّافِعِيُّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ دَخَلْتُ عَلٰى عُمَرَ بِالْهَاجِرَةِ فَوَجَدْتُهُ يُسَبِّحُ فَقُمْتُ وَرَاءَهُ فَقَرَّبَنِيْ حَتّٰى

امام مالک اور شافعی عبداللہ بن عتبہ سے کہ میں حاضر ہوا حضرت عمرؓ کی خدمت میں دوپہر کو تو پایا میں نے ان کو نماز پڑھتے پس کھڑا ہوگیا میں ان کے پیچھے پس

ے یہی مذہب حنفیہ کا ہے ۱۲ عہ معلوم ہوا کہ لڑکوں کو پیچھے کھڑا ہونا چاہیئے ۱۲ ے اس حکم سے سنت فجر مستثنیٰ ہے چنانچہ آگے کی حدیث ملانے سے یہ مطلب صاف ظاہر ہے ۱۲ لعہ معلوم ہوا کہ سنت فجر کا فرض کے ہوتے ہوتے پڑھ لینا جائز ہو بشرطیکہ گمان غالب ہو کہ جماعت مل جائیگی یہی مذہب حنفیہ کا ہے ۱۲ ے یعنی اسکی اقتدا کو یہ چیزیں مانع ہیں جیسا کہ علم الفقہ میں گذر چکا ۱۲

یُعْلَنِیْ حِذَاءَهٗ عَلٰی یَمِیْنِهٖ فَلَمَّا جَاءَ یَرْفَأُ فَاَخَّرْتُ فَصَفَفْنَا وَرَاءَهٗ	قریب کر لیا مجھ کو اور کر لیا اپنی برابر داہنی جانب پس جب یرفاؔ آیا تو میں پیچھے ہٹ گیا اور ہم دونوں نے صف باندھی انکے پیچھے
(۱۱) اَبُوْبَکْرٍ عَنْ یَسَارِ بْنِ نُمَیْرٍ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ کَانَ یَقُوْلُ اِبْدَءُوْا بِطَعَامِکُمْ ثُمَّ اَفْرَغُوْا بِصَلٰوتِکُمْ	ابوبکر یسار بن نمیر سے کہ عمر بن خطاب فرماتے تھے پہلے کھانا کھاکر اور فراغت کر تو اپنی نماز کے لئے
(۱۲) اَبُوْدَاؤدَ عَنْ مُؤَذِّنٍ لِعُمَرَ یُقَالُ لَهٗ مَسْرُوْحٌ اَذَّنَ قَبْلَ الصُّبْحِ فَاَمَرَهٗ عُمَرُ اَنْ یَرْجِعَ فَیُنَادِیْ اَلَا اَنَّ الْعَبْدَ قَدْ نَامَ	ابوداؤد حضرت عمر کے موذن سے جس کا نام مسروح تھا کہ انھوں نے اذان دی قبل فجر کے تو ان کو حکم دیا حضرت نے کہ لوٹ جائیں اور پکاریں کہ بندہ سو گیا تھا
(۱۳) اَبُوْبَکْرٍ عَنْ مُجَاهِدٍ اَنَّ اَبَا مَحْذُوْرَةَ قَالَ الصَّلٰوةُ الصَّلٰوةُ فَقَالَ عُمَرُ وَیْحَكَ اَمَجْنُوْنٌ اَنْتَ اَمَا کَانَ فِیْ دُعَائِكَ الَّذِیْ دَعَوْتَنَا مَا نَأْتِیْكَ حَتّٰی تَأْتِیَنَا۔	ابو مجاہد سے کہ ابو محذورہ نے کہا۔ الصلوٰۃ الصلوٰۃ تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا تو مجنون ہے کیا تیری اُس بلانے (اذان) میں جو تونے بلایا تھا یہ بات نہ تھی کہ ہم آجاتے یہاں تک کہ آئے تو ہمارے پاس۔
(۱۴) اَبُوْبَکْرٍ عَنْ اَبِی الزُّبَیْرِ مُؤَذِّنِ بَیْتِ الْمَقْدِسِ جَاءَنَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ اِذَا اَذَّنْتَ فَتَرَسَّلْ وَاِذَا اَقَمْتَ فَاحْذِمْ۔	ابوبکر ابوالزبیر موذن بیت المقدس سے کہ تشریف لائے ہمارے یہاں عمر بن خطاب پس فرمایا کہ جب اذان دیا کرو تو ٹھہر ٹھہر کر اور اقامت کہو تو جلدی۔
(۱۵) اَبُوْبَکْرٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ عُمَرُ مَا بَیْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ قِبْلَةٌ	ابوبکر نے ابن عمر سے کہ فرمایا عمر رضی اللہ عنہ نے مشرق اور مغرب کے درمیان میں سب قبلہ ہے

ے معلوم ہوا کہ اگر کوئی ایک مقتدی نادانستہ پیچھے کھڑا ہو جائے تو امام کو چاہیئے کہ اسکو برابر کرے پھر جب اور مقتدی آجائیں تو اس کو چاہیئے کہ پیچھے ہٹ جائے ۱۲ ے یرفا حضرت فاروقؓ کے غلام کا نام ہے ۱۲

ے یہ حکم اس وقت کے لئے ہے کہ جب کھانے کی خواہش ایسی ہو کہ نماز میں جی نہ لگے گا ۱۲

ے معلوم ہوا کہ قبل وقت کے اذان درست نہیں ہے یہی مذہب حنفیہ کا ہے ۱۲

ے معلوم ہوا کہ تثویب بدعت ہے سوائے فجر کے اس میں خود حضرت فاروقؓ سے منقول ہے ۱۲

ے معلوم ہوا کہ اذان کا ٹھہر ٹھہر کر اور اقامت کا جلد جلد کہنا مسنون ہے یہی حنفیہ کا مذہب ہے ۱۲

Marfat.com

مَا اسْتَقْبَلْتَ الْبَيْتَ

جب تک سامنے رہو قبلے کے۔

(۱۶) اَلْبَيْهَقِيُّ عَنْ عُفَيْفٍ قَالَ سَأَلْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قُلْتُ إِنَّا نَبْدُوْا فَنَكُوْنُ فِي الْاَبْنِيَةِ فَإِنْ خَرَجْتُ قَرَرْتُ وَإِنْ خَرَجَتْ قَرَرَتْ فَقَالَ عُمَرُ اِجْعَلْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهَا ثَوْبًا ثُمَّ لِيُصَلِّ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا

بیہقی عفیف سے کہ انھوں نے کہا میں نے پوچھا عمر بن خطاب سے کہ ہم جنگل میں ہوتے تو خیموں میں رہتے ہیں پس اگر میں نکلوں تو سردی کھاؤں اور اگر عورت نکلے تو وہ سردی کھائے پس فرمایا عمرؓ نے کہ اپنے اور اس کے درمیان میں کوئی کپڑا ڈال لے پھر ہر ایک تم میں کا نماز پڑھے۔

قُلْتُ تَمَسَّكَ بِهِ الْحَنَفِيَّةُ فِي قَوْلِهِمْ بِفَسَادِ صَلٰوةِ الرَّجُلِ إِذَا حَاذَتْهُ امْرَأَةٌ فِي صَلٰوةٍ مُشْتَرَكَةٍ تَحْرِيْمَةً وَأَدَاءً وَأَجَابَ الشَّافِعِيُّ فَقَالَ لَيْسَ بِمَعْرُوْفٍ عَنْ عُمَرَ وَلَيْسَ أَنَّهَا فِي صَلٰوةٍ وَاحِدَةٍ لٰكِنْ اِسْتَحَبَّ ذٰلِكَ قَطْعًا لِمَادَّةِ الْفِتْنَةِ

میں کہتا ہوں کہ تمسک کیا ہے اس سے حنفیہ نے اپنے اس قول میں کہ مرد کی نماز عورت کے محاذات سے فاسد ہو جاتی ہے جبکہ وہ نماز تحریمہ اور ادا میں مشترک ہو اور جواب دیا ہے امام شافعی نے کہ یہ قول حضرت عمرؓ کا مشہور نہیں ہے اور اس میں یہ ذکر نہیں کہ وہ ایک نماز میں تھی مگر اسکو بہتر سمجھا حضرت عمرؓ نے مادہ فساد کے قطع کرنے کے لئے

(۱۷) اَبُوْ بَكْرٍ عَنِ الْاَسْوَدِ سَمِعْتُ عُمَرَ افْتَتَحَ وَكَبَّرَ فَقَالَ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ ثُمَّ يَتَعَوَّذُ

ابو بکر اسود سے کہ سنا میں نے عمر رضی اللہ عنہ سے کہ انھوں نے شروع کی نماز اور تکبیر کہی پھر کہا۔ سبحانک اللھم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ جدک ولا الٰہ غیرک۔ پھر اعوذ باللہ پڑھتی۔

(۱۸) اَبُوْ بَكْرٍ عَنِ الْاَسْوَدِ صَلَّيْتُ خَلْفَ عُمَرَ سَبْعِيْنَ صَلٰوةً فَلَمْ يَجْهَرْ فِيْهِمَا

ابو بکر اسود سے کہ میں نے عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے ستر نمازیں پڑھیں اور انھوں نے بلند آواز سے

ف یہی مذہب حنفیہ کا ہے اور امام شافعی کے نزدیک ٹھیک کعبے کے محاذی کھڑا ہونا ضروری ہے ۱۲ ع یہ عبارت شیخ ولی اللہ محدث دہلوی کی ہے۔ امام شافعی کی طرف سے یہ جواب ٹھیک نہیں کہ یہ قول حضرت عمرؓ کا غیر مشہور ہے جبکہ صحیح ہو چکا اور اس پر ائمہ کا عمل ہے تو غیر مشہور کیسے ہو سکتا ہے رہ گیا یہ کہ اس میں نماز کے ایک ہونے کا ذکر نہیں ہے یہ کچھ مضر نہیں ضرور یہ ایک ہی نماز کا قصہ ہے اور نماز کے علیحدہ ہونے کی صورت میں تو کوئی فساد کا قائل نہیں ایک نیا قول ہو جائے گا جس کا کوئی قائل نہیں اور یہ کہنا کہ حضرت عمرؓ کے نزدیک یہ مستحب ہے امام شافعی کا قیاس ہے امام ابوحنیفہ پر کب حجت ہو سکتا ہے اگر حجت ہوگا تو ان کے مقلدین پر ۱۲ ص یہی دعا حنفیہ کے یہاں معمول ہے ۱۲۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہیں پڑھی۔

(۱۹) اَبُوْ بَکْرٍ عَنْ عِبَایَۃَ بْنَ الرِّبْعِیِّ قَالَ عُمَرُ لَا تُجْزِیْ صَلٰوۃٌ لَا یَقْرَأُ فِیْھَا بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ وَاٰیَتَیْنِ۔

ابوبکر عبایہ بن ربعی سے کہ فرمایا عمر رضی اللہ عنہ نے کہ نہیں کافی ہے وہ نماز جس میں نہ پڑھی جائے سورۂ فاتحہ اور دو آیتیں۔

(۲۰) اَخْرَجَ مُحَمَّدٌ فِیْ مُؤَطَّاہُ عَنْ دَاؤُدَ ابْنِ قَیْسٍ اَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَجْلَانَ اَنَّ عُمَرَ ابْنَ الْخَطَّابِ قَالَ لَیْتَ فِیْ فَمِ الَّذِیْ یَقْرَأُ خَلْفَ الْاِمَامِ حَجَرًا۔

امام محمد نے موطا میں داؤد بن قیس سے کہ ہم کو خبر دی محمد بن عجلان نے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کاش جو شخص قرأت خلف امام کرتا ہے اُس کے منہ میں پتھر ہوتے۔

(۲۱) اَلْبَیْھَقِیُّ عَنْ یَزِیْدَ بْنِ شَرِیْکٍ اَنَّہٗ سَأَلَ عُمَرَ عَنِ الْقِرَاءَۃِ خَلْفَ الْاِمَامِ فَقَالَ اِقْرَأْ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ قَالَ وَاِنْ کُنْتَ اَنْتَ قَالَ وَاِنْ کُنْتُ اَنَا قَالَ وَاِنْ جَھَرْتَ قَالَ وَاِنْ جَھَرْتُ۔

بیہقی یزید بن شریک سے کہ اُنھوں نے پوچھا عمر رضی اللہ عنہ سے قرأت خلف امام کو تو فرمایا اُنھوں نے کہ پڑھو سورۂ فاتحہ کہا انھوں نے اگرچہ آپ (امام) ہوں فرمایا ہاں اگرچہ میں (امام) ہوں کہا اُنھوں نے اگرچہ آپ بلند آواز سے پڑھیں فرمایا ہاں اگرچہ میں بلند آواز سے پڑھوں۔

قُلْتُ رَوٰی اَھْلُ الْکُوْفَۃِ عَنْ اَصْحَابِ عُمَرَ الْکُوْفِیِّیْنَ اَنَّ الْمَأْمُوْمَ لَا یَقْرَأُ اَشْبَاہٌ وَالْجَمْعُ اَنَّ الْقَبِیْحَ فِی الْاَصْلِ اَنْ یُّنَازِعَ الْاِمَامَ فِی الْقُرْاٰنِ وَقِرَاءَۃُ الْمَأْمُوْمِ قَدْ یُفْضِیْ اِلٰی ذٰلِکَ ثُمَّ اشْتِغَالُ الْمَأْمُوْمِ بِمُنَاجَاتِہٖ

میں نے کہا کہ کوفہ والوں نے حضرت عمر کے کوفہ والے لائقوں سے یہ روایت کی ہے کہ مقتدی کچھ نہ پڑھے۔ اور دونوں حدیثوں میں تطبیق اسطرح ہے کہ اصل میں بری یہ بات ہے کہ امام سے قرآن میں نزاع کی جائے اور مقتدی کی قرأت کبھی اس حد تک پہنچا دیتی ہے مگر مقتدی کا بھی اپنے پروردگار کی مناجات میں مشغول

عہ یہی مذہب حنفیہ کا ہے بسم اللہ کا آہستہ آواز سے پڑھنا اُن کے نزدیک مستحب ہے امام شافعی کا اس میں اختلاف ہے ۱۲ عہ یہ حکم تنہا نماز پڑھنے والے اور امام ہے مقتدی کا نہیں جیسا کہ آگے کی حدیث ملانے سے ظاہر ہے ورنہ دو آیتوں کا بھی مقتدی پر فرض ہونا کسی کا مذہب نہیں ۱۲ عہ یہ قول شیخ ولی اللہ محدث دہلوی کا ہے فی الواقع بہت محقق اور منصفانہ فیصلہ کیا ہے محققین حنفیہ اسی کے قائل ہیں کہ مقتدی پر قرأت فرض نہیں لیکن اگر قرآن میں امام سے نزاع نہ ہونے پائے اور قرأت کرے تو مستحب ہے جیسا کہ ہم اوپر مدلل لکھ چکے ہیں۔ قرآن میں نزاع کا ایک مطلب یہ ہے کہ مقتدی امام کی قرأت نہ سُنے بلکہ اُس کے پڑھنے کی حالت میں خود بھی پڑھتا جائے دوسرا مطلب یہ ہے کہ ایسی آواز سے مقتدی قرأت کرے کہ امام کی قرأت میں خلل انداز ہو یہاں دونوں مطلب مراد ہیں دونوں کی ممانعت کتاب و سنت میں وارد ہوئی ہے۔ ۱۲

رتبہ مطلوب تتعارضت مصلحۃ و مفسدۃ فمن استطاع ان یاتی بالمصلحۃ بحیث لا تجد شھا مفسدۃ فلیفعل و من خاف المفسدۃ ترک واللہ اعلم

ہونا مقصود ہے پس پیش آئی ایک عمدگی اور ایک خرابی تو جو شخص عمدگی کو کر سکے بے اس کے کہ اس میں خرابی آئے تو وہ قرأت کرے اور جو شخص ڈرتا ہو بُرائی کے آنے سے وہ نہ کرے واللہ اعلم۔

(۲۲) ابوبکر عن عبد اللہ بن شداد سمعت نشیج عمر فی صلوۃ الصبح وھو یقرأ انما اشکو بثی وحزنی الی اللہ

ابوبکر بن عبداللہ بن شداد سے کہ میں نے سنا عمر کا رونا فجر کی نماز میں اور وہ پڑھ رہے تھے یہ آیت انما اشکو بثی وحزنی الی اللہ۔ [5]

(۲۳) البغوی والبیھقی ان عمر روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم رافع الیدین فی الرکوع والقومۃ منہ

بغوی اور بیہقی کہ حضرت عمرؓ نے روایت کی ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دونوں ہاتھ کا اُٹھانا رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اُٹھتے ہیں۔

(۲۴) ابوبکر عن الاسود صلیت مع عمر فلم یرفع یدیہ فی شئ من صلوتہ الا حین افتتح الصلوۃ۔ قلت تکلم الشافعیۃ والحنفیۃ فی ترجیح الروایات کل علی حسب مذھبہ الا وجہ عندی ان رای رافع الیدین عند الرکوع والقومۃ منہ مستحبا فکان یفعل تارۃ و یترک اخری

ابوبکر اسود سے کہ میں نے نماز پڑھی عمرؓ کے ساتھ اور نہیں اُٹھائے انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ نماز کے کسی جزو میں سوا اس وقت کے جب نماز شروع کی تھی۔ میں نے کہا کہ بحث کی ہے شافعیہ اور حنفیہ نے روایات کی ترجیح میں ہر ایک نے اپنے مذہب کے موافق اور قوی میرے نزدیک ہے کہ عمرؓ نے رکوع اور قومہ کے وقت ہاتھوں کا اُٹھانا مستحب سمجھا ہے اس لئے کبھی کرتے تھے کبھی نہ کرتے تھے۔

(۲۵) ابوحنیفۃ عن حماد عن ابراھیم ان عمر کان یجعل کفیہ علی رکبتیہ قلت احتج بہ ابراھیم و ابوحنیفۃ

امام ابوحنیفہ حماد سے کہ وہ ابراہیم نخعی سے کہ عمرؓ اپنی دونوں ہتھیلیاں گھٹنوں پر رکھتے تھے۔ میں نے کہا حجت کی ہے ابراہیم نے اور ابوحنیفہ نے

---

[5] معلوم ہوا کہ نماز میں رونے سے نماز فاسد نہیں ہوتی مگر یہ کہ رونا کسی دنیاوی سبب سے نہ ہو یہی حنیفہ کا مذہب ہے ۱۲ اعسہ یہ قول شیخ ولی اللہ محدث دہلوی کا ہے گو یہ فیصلہ ان کا نہایت منصفانہ ہے مگر میرے فہم ناقص میں دوسری روایت کو ترجیح معلوم ہوتی ہے اس لئے کہ پہلی روایت میں صرف ان کا راوی ہونا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مذکور ہے اور دوسری روایت میں ان کا فعل منقول ہے اور ناقل بھی دا قف

Marfat.com

مِنْ بَعْدِهٖ عَلٰى تَرْكِ التَّطْبِيْقِ

ان کے بعد ترک تطبیق پر

(۲۶) اَبُوْ بَكْرٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ رُبَّمَا قَنَتَ عُمَرُ فِيْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ۔

ابوبکر زید بن وہب سے کہ اکثر قنوت پڑھی ہے عمر رضی اللہ عنہ نے فجر کی نماز میں۔

(۲۷) اَبُوْ بَكْرٍ عَنْ اَبِيْ مَالِكٍ الْاَشْجَعِيِّ قُلْتُ لِاَبِيْ يَا اَبَتِ صَلَّيْتَ خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَخَلْفَ اَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ فَرَءَيْتَ اَحَدًا مِنْهُمْ يَقْنُتُ فَقَالَ يَا بُنَيَّ مُحْدَثَةٌ

ابوبکر ابو مالک اشجعی سے کہ میں نے اپنے باپ سے کہا کہ اے میرے باپ تم نے نماز پڑھی ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کے پیچھے کیا دیکھا ہے کہ تم نے ان میں سے کسی کو قنوت پڑھتے تو کہا انھوں نے کہ اے میرے بیٹے نئی بات ہے۔

(۲۸) اَبُوْ بَكْرٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ لَوْ اَنَّ النَّاسَ سَلَكُوْا وَادِيًا وَشِعْبًا وَسَلَكَ عُمَرُ وَادِيًا وَشِعْبًا سَلَكْتُ وَادِيَ عُمَرَ وَشِعْبَهٗ وَلَوْ قَنَتَ عُمَرُ قَنَتَ عَبْدُ اللّٰهِ۔

ابو شعبی سے کہ فرمایا عبداللہ بن مسعود نے اگر چلیں سب لوگ ایک جنگل یا درے میں اور چلیں صرف عمر دوسرے جنگل یا درے میں تو چلوں گا میں عمر کے جنگل اور درے میں اگر قنوت پڑھی ہوتی عمر نے تو قنوت پڑھتا عبداللہ۔

(۲۹) مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَقُوْلُ لَا يَجُوْزُ الصَّلٰوةُ اِلَّا بِتَشَهُّدٍ۔

امام محمد بن حسن بن عبدالرحمن سے کہا انھوں نے سنا میں نے عمر بن خطاب کو یہ فرماتے ہوئے کہ نہیں جائز ہے نماز بے تشہد (التحیات) کے

(بقیہ صفحہ ۳۷۴) وہ شخص (اسود) ہے جس کا بیان اوپر گذر چکا کہ اس نے ستر نمازیں آپ کے ساتھ پڑھی تھیں اگر وہ کبھی رفع یدین کرتے ہوتے تو کبھی تو وہ شخص دیکھتا باقی رہا ان کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرنا اس کا جواب ہے کہ اصول حدیث میں ثابت ہو چکا ہے کہ جب صحابی کا عمل اسکی روایت کردہ حدیث کے خلاف ہو اور وہ حدیث محتمل التاویل نہ ہو تو حنفیہ کے نزدیک منسوخ سمجھی جاتی ہے خصوصاً حضرت فاروق رضی سے ایسا واقع ہونا قطعاً مستلزم نسخ ہے اس لئے کہ ان کا ورع و تقویٰ اور اتباع سنت پر دلدادہ ہونا مسلمات سے ہے ۱۲ عہ حنفیہ کے نزدیک سوا وتر کے اور کسی نماز میں قنوت نہیں ہے مگر جب کوئی مصیبت یا سخت کام پیش آئے تو اسکے دفعیہ کے لئے دعا بطور قنوت کے پڑھنا درست ہے زید ابن وہب کا یہ کہنا کہ اکثر پڑھتے ہے مراد اس سے اکثر اوقات مہمات کے ہیں جیسا کہ منقول ہے. فارس کی لڑائی کے وقت حضرت فاروق رض کا قنوت پڑھنا لہٰذا یہ حدیث کسی طرح حنفیہ کو مضر نہیں ۱۲ عہ یہ حدیث اور اس کے بعد کی حدیث دلیل قوی ہے اس امر پر کہ حضرت فاروق رض بلکہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے قنوت نہ پڑھتے تھے جیسا کہ مذہب حنفیہ کا ہے ابو مالک اشجعی کا اپنے باپ سے یہ نقل کرنا کہ قنوت نئی بات ہے اور اسی طرح عبداللہ بن مسعود کا حضرت فاروق رض کے قنوت پڑھنے سے انکار کرنا بغرض رد کرنے ان لوگوں کے اقوال کے ہے جو ہمیشہ مصیبت اور مصیبت میں قنوت کے قائل ہیں ورنہ مصیبت کے وقت تو حضرت فاروق رض بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی منقول ہے حنفیہ کے نزدیک یہی مستحب ہے ۱۲

Marfat.com

(۳۰) اَلتِّرمِذِیُّ وَالْبَغَوِیُّ قَالَ عُمَرُ اَلدُّعَآءُ مَوْقُوْفٌ بَیْنَ السَّمَاءِ وَ الْاَرْضِ حَتّٰی تُصَلِّیَ عَلٰی نَبِیِّكَ	ترمذی اور بغوی نے روایت کیا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا دعار کی ہوئی رہتی ہے آسمانوں وزمین کے بیچ میں یہاں تک کہ درود پڑھے اپنے نبی پر
(۳۱) اَلشَّافِعِیُّ عَنْ عُمَرَ اَنَّهٗ كَتَبَ اَنَّ الْجَمْعَ بَیْنَ صَلَاتَیْنِ مِنَ الْكَبَائِرِ	امام شافعی حضرت عمر سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے لوگوں کو لکھ بھیجا تھا کہ دو نمازوں کا ایک ساتھ پڑھنا کبائر سے ہے
(۳۲) اَلشَّافِعِیُّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ وَغَیْرِهٖ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَبَا بَكْرٍ وَّعُمَرَ كَانُوْا یُصَلُّوْنَ فِی الْعِیْدِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ ۔	امام شافعی عبداللہ بن عمر وغیرہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما نماز پڑھتے تھے عید کے دن خطبے سے پہلے
(۳۳) مَالِكٌ عَنْ یَزِیْدَ بْنِ رُوْمَانَ كَانَ النَّاسُ یَقُوْمُوْنَ فِیْ زَمَانِ عُمَرَ بِثَلَاثٍ وَّعِشْرِیْنَ رَكْعَةً	امام مالک یزید بن رومان سے کہ لوگ عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں تیئس رکعت (تراویح مع وتر) پڑھا کرتے
(۳۴) اَبُوْ بَكْرٍ عَنْ مَكْحُوْلٍ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ اَوْتَرَ بِثَلَاثِ رَكَعَاتٍ لَمْ یَفْصِلْ بَیْنَهُنَّ بِسَلَامٍ ۔	ابوبکر مکحول سے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ وتر پڑھتے تھے تین رکعتوں سے کہ نہ فصل کرتے تھے ان تینوں میں سلام سے ۔
اَبُوْ بَكْرٍ عَنِ الْقَاسِمِ رَءَ عُمَرَ اَنَّ عُمَرَ كَانَ یُوْتِرُ فِی الْاَرْضِ ۔	ابوبکر قاسم سے کہ لوگوں نے کہا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ وتر پڑھتے تھے زمین میں

ف دعا کا اطلاق نماز پر بھی آیا ہے اسلئے یہ حدیث نماز میں درود کے سنت موکدہ ہونے پر دلالت کرتی ہے اور حدیث سابق تشہد کے واجب ہونے پر ۱۲ منہ ف یہ حدیث حنفیہ کے موید ہے ایک کے نزدیک دو نمازوں میں جمع کرنا جائز نہیں سوا مزدلفہ اور عرفہ کی وہ بھی اس سبب سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بطریق قطعی منقول ہے ۱۲ منہ ف معلوم ہوا کہ تراویح کی بیس رکعت ہیں پس جو لوگ اس کو خلاف سنت سمجھ کر آٹھ رکعتیں پڑھتے ہیں نہایت غلطی پر ہیں شاید وہ اپنے آپکو حضرت فاروق اعظم سے بھی زیادہ عالم سنت یا اتباع پر حریص سمجھتے ہیں معاذ اللہ ۱۲ منہ للعہ ف یہی مذہب حنفیہ کا ہے کہ وتر تین رکعت ایک سلام سے ہے امام شافعی وغیرہ اس میں مخالف ہیں ۱۲ ف آئمہ کا اختلاف ہے کہ وتر کا مثل نوافل کے سواری پر پڑھنا جائز ہے یا مثل فرائض کے سواری سے اتر کر زمین پر پڑھنا چاہیئے حنفیہ امر اخیر کے قائل ہیں یہ حدیث ان کی تائید کرتی ہے ۱۲

ف حنفیہ کا یہی مذہب ہے ۔ ۱۲

Marfat.com

(۳۶) أَبُوبَكْرٍ عَنِ الْأَسْوَدِ أَنَّ عُمَرَ قَنَتَ فِي الْوِتْرِ قَبْلَ الرُّكُوعِ

ابوبکر اسود سے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے قنوت پڑھی وتر میں رکوع سے پہلے۔

(۳۷) مَالِكٌ وَالشَّافِعِيُّ أَنَّهُمْ كَانُوا فِي زَمَنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ يُصَلُّونَ حَتَّى يَخْرُجَ عُمَرُ وَجَلَسَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَأَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ جَلَسُوا يَتَحَدَّثُونَ حَتَّى إِذَا سَكَتَ الْمُؤَذِّنُونَ وَقَامَ عُمَرُ سَكَتُوا فَلَمْ يَتَكَلَّمْ أَحَدٌ۔

امام مالک اور شافعی یہ کہ لوگ عمر بن خطاب کے زمانے میں جمعہ کے دن نماز پڑھا کرتے تھے یہاں تک کہ نکلتے عمر اور بیٹھتے منبر پر اور اذان دیتے مؤذن اور لوگ باتیں کرتے ہوتے تھے یہاں تک کہ جب چپ ہو جاتے مؤذن اور کھڑے ہو جاتے عمر چپ ہو جاتے لوگ پھر کوئی بات نہ کرتا تھا عہ

(۳۸) أَبُوبَكْرٍ عَنْ رَاشِدِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ عُمَرُ يُكَفَّنُ الرَّجُلُ فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ لَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ

ابوبکر راشد بن سعد سے کہ فرمایا حضرت عمر نے کفن کیا جائے مرد تین کپڑوں میں حد سے آگے نہ بڑھو اللہ نہیں پسند فرماتا حد سے آگے بڑھنے والوں کو عہ

(۳۹) أَبُوبَكْرٍ عَنْ رَاشِدِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ عُمَرَ قَالَ تُكَفَّنُ الْمَرْأَةُ فِي خَمْسَةِ أَثْوَابٍ الدِّرْعُ وَالْخِمَارُ وَالرِّدَاءُ وَالْإِزَارُ وَالْخِرْقَةُ۔

ابوبکر راشد بن سعد سے وہ عمر رضی اللہ عنہ سے کہ انھوں نے فرمایا کفن کی جائے عورت پانچ کپڑوں میں کفنی اور دوپٹہ اور چادر اور تہ بند اور سینہ بند۔

(۴۰) الْبَيْهَقِيُّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ عُمَرَ أَنَّهُ قَالَ كُلُّ ذٰلِكَ قَدْ كَانَ أَرْبَعًا وَخَمْسًا فَاجْتَمَعْنَا عَلَى أَرْبَعٍ

بیہقی سعید بن مسیب سے وہ حضرت عمر سے کہ انھوں نے فرمایا بیشک (جنازہ کی نماز میں) یہ سب کچھ ہوا چار تکبیر اور پانچ مگر پھر ہم نے اتفاق کر لیا چار (تکبیر) پر۔

عہ یہی مذہب حنفیہ کا ہے کہ امام جب خطبہ شروع کر دے تو پھر نماز پڑھنا چاہیے ۱۲

عہ مقصود یہ ہے کہ تین کپڑوں سے زیادہ کفن نہ دو عمامہ کی کراہت اس سے نکلتی ہے جیسا کہ متقدمین حنفیہ کا مذہب ہے اور وہی محقق ہے۔ ۱۲

عِلمُ الفقہ

حصّہ سوم

جس میں

روزہ کے مسائل اور احکام اور روزہ کے مفسدات وغیرہ
پُورے طور پر بیان کئے گئے ہیں

از خامہ
حضرت مولانا الحاج محمد عبد الشکور صاحب لکھنوی

ناشر
دارُالاشاعت
مولوی مُسافر خانہ، بندر روڈ، کراچی

Marfat.com

فتاویٰ دارالعلوم دیوبند

فقہی ترتیب والا جدید ایڈیشن

(۱) از عارف باللہ مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب۔

(۲) از حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب سابق صدر مفتی دیوبند

دارالعلوم دیوبند کی خداداد شہرت اور اس کے فتاویٰ پر تمام ممالک اسلامیہ اور مسلمانوں کی پنچایتوں اور عدالتوں کا اعتماد محتاجِ بیان نہیں، دورِ حاضر کا یہ فتاویٰ مرکز علوم دارالعلوم دیوبند کے منتخب فتاویٰ ہیں جو اکابر علماء کے لکھے اور دیکھے ہوئے ہیں اور جن کو مسلمانوں کے ہر طبقہ میں مستند و معتبر تسلیم کیا گیا ہے۔ پہلے یہ فتاویٰ آٹھ حصوں میں غیر مرتب شکل میں شائع ہوتا رہا، باب وار مسائل نہ ہونے کی وجہ سے مسئلہ نکالنا بہت مشکل تھا اب خدا کا شکر ہے کہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نے اپنی زیر نگرانی اس پورے فتاویٰ کو فقہی ترتیب کے مطابق مرتب کرا دیا ہے، اور موجودہ ضروریاتِ زمانہ کے مطابق بہت سے جدید اضافے فرمائے ہیں جس کی وجہ سے اس کی اہمیت اور بھی بڑھ گئی ہے۔

اس ایڈیشن کی خصوصیات

(۱) اس فتاویٰ کے دونوں سلسلوں عزیز الفتاویٰ و امداد المفتین کی علیحدہ علیحدہ تبویب کی گئی ہے۔

(۲) موجودہ دور کے تقاضوں کے مطابق بہت سے جدید اضافے کئے گئے ہیں۔

(۳) شروع میں ایک مبسوط مقدمہ کا اضافہ جس میں دارالعلوم دیوبند اور اس کے فتاویٰ کی مختصر تاریخ درج ہے، اور مفتی عزیز الرحمٰن و مفتی محمد شفیع صاحب کے سوانح زندگی لکھے گئے ہیں۔

(۴) ابتداء میں نہایت مفصل فہرست مضامین لگا دی گئی ہے جس سے مسئلہ کا نکالنا بہت سہل ہو گیا ہے۔

(۵) حسنِ معنوی کے علاوہ حسن ظاہری کتابت طباعت اور کاغذ تصحیح وغیرہ پر جو جانفشانی کی گئی ہے اس کے متعلق بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ اس ایڈیشن میں اس کا پورا پورا حق ادا کر دیا گیا ہے۔ پورے آٹھوں حصے دو جلدوں میں نہایت آب و تاب کے ساتھ شائع ہو رہے ہیں۔

جلد اول صفحات ۷۵۰ ——— جلد دوم صفحات ۸۰۲ قیمت کامل دو جلد

ناشر:۔ دارالاشاعت، مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی ملہ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی جعل الصیام جنۃ من النیران وعد للصائمین باب الریان فیالہ من عظیم الفضل وعمیم الاحسان والصلوۃ والسلام علےٰ نبیہ سیدنا محمد وآلہ وصحبہ ماتتابع الملوان۔

جب علم الفقہ کی دوسری جلد بعنایت ایزدی تمام ہوچکی جس میں اسلام کے رکن اعظم یعنی نماز کا بیان ہے ارادہ ہوا کہ اب زکوٰۃ کا بیان شروع کروں جو اسلام کا دوسرا رکن ہے اور اکثر علمائے اسلام نے اپنی تصانیف میں اسی ترتیب کو اختیار کیا ہے مگر ہم نے بوجوہ ذیل اس ترتیب کے خلاف روزے کا بیان شروع کر دیا۔ بعض علماء نے ہماری اس ترتیب کو اختیار بھی کیا ہے جیسے امام محمد نے جامع صغیر میں۔

(۱) جن لوگوں پر روزہ فرض ہے وہ بہت زیادہ ہیں ان سے جن پر زکوٰۃ فرض ہے اس لئے کہ زکوٰۃ صرف امراء پر ہے اور روزے میں سب شریک ہیں خصوصاً آج کل کہ اسلام میں غربت وافلاس زیادہ ہے۔ زکوٰۃ کے مخاطب اور بھی کم ہیں اس لئے زیادہ لوگوں کو ضرورت روزے کے مسائل کی ہے۔

(۲) روزہ زکوٰۃ سے افضل [عہ] ہے جیسا کہ عنقریب معلوم ہوگا۔

(۳) وہ زمانہ جس میں ہم یہ تیسری جلد لکھ رہے ہیں ماہِ مبارک سے قریب ہے اور عنقریب اس کے مسائل کی سخت ضرورت ہونے والی ہے۔

عہ سید طحطاوی نے درمختار کی شرح میں زکوٰۃ کا افضل ہونا نقل کیا ہے مگر یہ قول شاذ معلوم ہوتا ہے احادیث صحیحہ صریحہ اس قول کو رد کر رہی ہیں واللہ اعلم ۱۲۔

Marfat.com

(۴) زکوٰۃ صرف انھیں لوگوں پر فرض ہے جو معصوم نہیں ہیں انبیا علیہم السلام پر فرض نہیں ہے اور روزہ ان پر بھی فرض ہے یہ امر بھی روزہ کی جلالت شان کے لئے کافی ہے۔

(۵) شارع نے بھی روزہ کے احکام زکوٰۃ سے پہلے بیان فرمائے ہیں اس لئے کہ زکوٰۃ کی فرضیت علی سبیل التفصیل[ع] روزے کی فرضیت کے بعد[ع] اتری ہے۔

رمضان کے روزے ہجرت کے اٹھارویں مہینے شعبان میں فرض کئے گئے اس سے پہلے بقول بعض کوئی روزہ فرض نہ تھا اور بقول بعض عاشورا و محرم کی دسویں تاریخ کا روزہ فرض تھا۔ ابتدائے فرضیت رمضان میں بہت کچھ سختی تھی۔ غروب آفتاب کے بعد سونے سے پہلے کھانے پینے کی اجازت تھی، بعد سونے کے اگرچہ بے کھائے پئے سو گیا ہو اور کھانا پینا جائز نہ تھا اور جماع تو کسی حالت میں درست نہ تھا مگر جب یہ احکام لوگوں پر شاق ہوئے اور کئی واقعات پیش آئے تب منسوخ ہو گئے۔ اب بحمد اللہ کسی قسم کی سختی نہیں (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح) اگلی امتوں پر بھی روزہ فرض تھا، مگر معلوم نہیں کہ کس دن اور کتنے۔

ع علی سبیل التفصیل کے لفظ اس لئے بڑھائے گئے کہ حسب تحقیق ملا قاری صاحبؒ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ اجمالی فرضیت زکوٰۃ کی مکے ہی میں اتر چکی تھی مگر مسائل اس کے ہجرت کے بعد بیان کئے گئے ۱۲۔

ع اگرچہ علماء کے نزدیک زکوٰۃ کی فرضیت رمضان سے پہلے ہوئی ہے صاحب درمختار وغیرہ نے اسی قول کو اختیار کیا ہے مگر شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے سفر السعادت میں ایک نہایت صحیح حدیث سے ثابت کر دیا ہے کہ زکوٰۃ کی فرضیت رمضان کے بعد ہوئی لہٰذا ہم نے انھیں کا قول اختیار کیا۔ وہ فرماتے ہیں تحقیق یہ ہے کہ زکوٰۃ کی فرضیت رمضان کے بعد ہوئی بدلیل اس حدیث کے کہ جس کو امام احمد اور ابن ماجہ اور نسائی اور ابن خزیمہ اور حاکمؒ نے بسند صحیح وثابت قیس بن سعد بن عبادہؓ سے روایت کیا کہ انھوں نے کہا کہ ہم کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقۂ فطر کا زکوٰۃ سے پہلے حکم دیا تھا اس کے بعد زکوٰۃ کی فرضیت ہوئی پھر ہم کو صدقۂ فطر کا حکم دیا اور نہ منع کیا اور ہم اس کو اب بھی کرتے ہیں یہ حدیث صحیح دلالت کرتی ہے فرضیت رمضان کے متقدم ہونے پر ۱۲۔

Marfat.com

روزے کی فضیلت اور تاکید اور رمضان کی بزرگی

روزہ اسلام کا تیسرا رکن ہے اس کی بیش از بیش تاکید سے ماہرین شریعت خوب واقف ہیں منکر اس کا کافر، تارک اس کا فاسق ہے، اس کی فضیلت کے لئے صرف سی قدر کافی ہے کہ بعض علمائے اس کے بے انتہا فضائل کو دیکھ کر اس کو نماز جیسی عظیم الشان عبادت پر ترجیح و تفضیل دی اور اپنے قول کی تاکید تائید میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث پیش کی ہے جس کو امام نسائی نے ابو امامہؓ سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھکو کوئی ایسی چیز بتلا دیجئے جس کو میں آپ سے یاد رکھوں۔ آپ نے فرمایا کہ روزے کو اپنے اوپر لازم کرلو، اس لئے کہ کوئی عمل اس کے مثل نہیں، اگرچہ اکثر علماء کا مذہب تفضیل نماز ہے اور وہی حق ہے (شرح سفر السعادۃ) پس جب اس میں اختلاف ہو رہا ہے کہ نماز افضل ہے یا روزہ تو اب کسی دوسری عبادت کا کیا رتبہ ہے جو اس کی ہمسری کر سکے زکوٰۃ ہو یا حج۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

قرآن مجید کو اگر دیکھئے تو کہیں روزے کی فرضیت بیان ہو رہی ہے کہ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ اَیَّامًا مَّعْدُوْدَاتٍ۔ اے ایمان والو فرض کیا گیا تم پر روزہ چند دنوں جیسے فرض کیا گیا تھا تم سے اگلوں پر تاکہ تم پرہیزگار ہو جاؤ۔ اور کہیں روزے کی فضیلت بیان ہو رہی ہے کہ اَنْ تَصُوْمُوْا خَیْرٌ لَّکُمْ روزہ رکھنا تمہارا تمہارے لئے بہتر اور مفید ہے، کہیں ماہ صیام کی بزرگی ظاہر فرمائی جاتی ہے۔ شَھْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْاٰنُ ھُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْھُدٰی وَالْفُرْقَانِ۔ رمضان کا مہینہ جس میں قرآن اتارا گیا جو لوگوں کو ہدایت کرتا ہے اور نشانیاں ہیں ہدایت کی اور حق کو باطل سے جدا کرنے کی حتیٰ کہ ایک پوری صورت اس کی ایک رات کی فضیلت میں نازل ہوئی۔ اِنَّآ اَنْزَلْنٰہُ فِیْ لَیْلَۃِ الْقَدْرِ وَمَآ اَدْرٰکَ مَا لَیْلَۃُ الْقَدْرِ لَیْلَۃُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَھْرٍ۔ بے شک ہم نے اتارا ہے اس (قرآن) کو لیلۃ القدر میں اور تم جانتے ہو کہ کیا مرتبہ ہے لیلۃ القدر کا، لیلۃ القدر بہتر ہے ہزار مہینوں

؎ اس آیت سے معلوم ہو رہا ہے کہ روزے کی خاصیت ہے کہ آدمی کو پرہیزگار بنا دیتا ہے۔ اسی واسطے حضرات صوفیہ
(باقی بر صفحہ ۳۸۳)

Marfat.com

ہے نماز جو بالاتفاق تمام عبادات میں اعلیٰ اور اعظم ہے اس کے مسائل بھی کتاب اللہ میں اس قدر نہیں ہیں جتنے روزے کے۔ کہیں رویت ہلال کے احکام بیان ہوتے ہیں کہ مَنْ شَہِدَ مِنْکُمُ الشَّہْرَ فَلْیَصُمْہُ جو شخص تم میں سے پائے اس مہینے کو تو چاہیے کہ روزہ رکھے اس کا۔ کہیں روزے کی ابتدا انتہا اور افطار کے احکام ارشاد ہوتے ہیں کہ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّیَامَ اِلَی اللَّیْلِ پھر پورا کرو روزہ کو رات تک اور کہیں سحور کھانے کی اجازت اور اس کا وقت بیان فرمایا جاتا ہے کہ کُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَکُمُ الْخَیْطُ الْاَبْیَضُ مِنَ الْخَیْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ ظاہر ہو تم کو سفید لکیر (صبح صادق) سیاہ لکیر (رات) سے فجر کے وقت' کہیں شب کے وقت جماع وغیرہ کی اجازت عطا ہوتی ہے کہ اُحِلَّ لَکُمْ لَیْلَۃَ الصِّیَامِ الرَّفَثُ اِلٰی نِسَآئِکُمْ ھُنَّ لِبَاسٌ لَّکُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّھُنَّ جائز کیا گیا تمہارے لئے روزے کی رات میں لذت حاصل کرنا اپنی عورتوں سے وہ تمہاری چھپانے والی ہوں اور تم ان کے چھپانے والے' کہیں اعتکاف کا ذکر ہو رہا ہے کہ وَلَا تُبَاشِرُوْھُنَّ وَاَنْتُمْ عٰکِفُوْنَ فِی الْمَسٰجِدِ اور نہ ملو (جماع کرو) عورتوں سے جس حالت میں کہ تم معتکف ہو' مسجدوں میں کہیں اس کی قضا کے احکام ارشاد ہوتے ہیں کہ مَنْ کَانَ مِنْکُمْ مَّرِیْضًا اَوْ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّۃٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ اور جو کوئی تم میں سے بیمار ہو یا سفر پر ہو تو اس کو شمار کرنا چاہیے دوسرے دنوں سے کہیں معذورین کے حق میں خطاب ہوتا ہے کہ وَعَلَی الَّذِیْنَ یُطِیْقُوْنَہٗ فِدْیَۃٌ طَعَامُ مِسْکِیْنٍ اور ان لوگوں پر جو نہیں طاقت رکھتے ہیں اس روزے کی واجب ہے صدقہ ایک محتاج کا کھانا۔

غرضکہ اسی طرح بکثرت کتاب اللہ میں اس کا ذکر ہے کہیں صراحۃً کہیں اشارۃً صبر کے لفظ سے قرآن مجید میں اکثر یہی مراد ہے۔ قولہ تعالیٰ وَاسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ مدد چاہو روزے

صفحہ ۳۸۲ سے آگے حاشیہ: کے یہاں معمول ہے کہ ابتدا میں روزے کی کثرت کرائی جاتی ہے چالیس چالیس روزے پے درپے رکھتے ہیں عـہ ہزار مہینوں سے بہتر ہونے کا مطلب علما نے یہ لکھا ہے کہ اس ایک رات کی عبادت میں جس قدر ثواب ملتا ہے ہزار مہینوں کی عبادت کیا بھی اس قدر نہیں ملتا ۱۲ عـہ کنایہ ہے حالت جماع سے کہ اس وقت ایک دوسرے کو چھپا لیتا ہے ۱۲

عـہ اس آیت کا ترجمہ اکثر مفسرین نے لکھا ہے کہ طاقت رکھتے ہیں اس سبب سے ان کو سخت دقت پیش آئی بعضوں نے تو یہاں نا مقدر کیا جس کے ملانے سے یہ معنی ہوتے کہ طاقت نہیں رکھتے۔ بعض نے اس آیت کو منسوخ الحکم قرار دیا مگر چونکہ کتب صرفیہ میں باب افعال کا خاصہ سلب ماخذ لکھا ہوا ہے اور کلام عرب میں اس کے شواہد بھی موجود ہیں تو ان تکلفات کی کیا ضرورت بغیر لا کے مقدر کئے ہوئے اس کے معنی یہی ہوتے ہیں جو ہم نے لکھے اس صورت میں منسوخ الحکم کہنا بھی بے سود ہے ۱۲

Marfat.com

اور نماز سے۔ صبر سے مراد یہاں روزہ ہے (تفسیر جلالین)

اب حدیث کو دیکھیے :۔

(۱) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہاں رمضان کی پہلی رات ہوئی شیاطین اور سرکش جن جکڑ دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں کوئی دروازہ اس کا کھلا نہیں رہتا اور جنّت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں کوئی دروازہ اس کا بند نہیں رہتا اور ایک منادی پکارتا ہے کہ اے طالبِ خیر سامنے آ اور اے طالب شر رک جا اور اللہ آزاد کرتا ہے لوگوں کو دوزخ سے اور یہ ندا اور آزادی ہر روز ہوتی ہے (ترمذی)

اگر کسی کو شبہ ہو کہ جب شیاطین مقید ہو جاتے ہیں تو چاہیے کہ کوئی شخص اس ماہِ مبارک میں گناہ اور نافرمانی نہ کرے، حالانکہ مشاہدہ اس کے خلاف ہے، جواب اس کا یہ ہے کہ گناہوں کی کمی تو ضرور ہو جاتی ہے، بہت سے بے نمازی نماز پڑھنے لگتے ہیں رمضان کے نمازی مشہور ہیں، ہاں بالکل نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ نفس انسانی جو گیارہ مہینے تک شیطان کے اغواء سے اس کے ہم رنگ ہو رہا ہے اس میں خود گناہ کرنے کی استعداد آ گئی ہے۔ بقول کسے ؎

اوّل ابلیسے مرا اُستاد بود بعد ازاں ابلیس پیشم باد بود

(۲) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن فرمایا کہ آ گیا رمضان کا مبارک مہینہ اللہ نے تم پر اس کے روزے فرض کئے ہیں اس مہینے میں آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور قید کر دیئے جاتے ہیں اس میں سرکش جن، اس میں ایک رات اللہ کی ہے جو بہتر ہے ہزار مہینوں سے جو کوئی اس کے فائدے سے محروم رہا وہ بے شک بے نصیب ہے (نسائی۔ مسند امام احمد)

(۳) سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان کے آخری دنوں میں ہم لوگوں سے خطاب کر کے فرمایا کہ اے لوگو! تم پر سایہ فگن ہوا ہے، ایک بزرگ مہینہ ایک مبارک مہینہ ایسا مہینہ جس میں ایک رات ہے جو بہتر ہے ہزار مہینوں سے اللہ نے اس کے روزے تم پر فرض کئے ہیں اور اس کی راتوں کو عبادت کرنا سنت قرار دیا ہے جو شخص اس مہینے میں اللہ کا تقرب چاہے کوئی نفل عبادت کر کے وہ مثل اس شخص کے ہوگا جو اور دنوں میں

ع ترجمہ: پہلے ایک شیطان میرا استاد تھا۔ بعد اس کے شیطان کبھی میرے سامنے ہوا تھا یعنی میری شرارت سے وہ بھی بھاگ گیا تھا۔

Marfat.com

فرض ادا کرے اور جو اس مہینے میں ایک فرض ادا کرے وہ مثل اس شخص کے ہوگا جو اور دنوں میں ستر فرض ادا کرے یہ مہینہ ہے صبر کا اور صبر کا بدلہ جنت ہے، یہ مہینہ ہے یک جا ہو کر عبادت کرنے اور مل جل کر کھانے پینے کا، یہ مہینہ ہے جس میں مومن کا رزق بڑھایا جاتا ہے جو شخص اس مہینے میں کسی روزہ دار کی روزہ کشائی کرے اس کے سب گناہ بخش دیئے جائیں گے اور دوزخ سے آزاد کردیا جائے گا اور اس کو اسی قدر ثواب ملے گا جتنا اس روزہ دار کو بے اس کے کہ اس روزہ دار کے ثواب میں کچھ کمی کی جائے سلمانؓ کہتے ہیں کہ ہم لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم میں سے ہر شخص اس قدر نہیں پاتا ہے جس سے روزہ دار کی روزہ کشائی کرے۔ ارشاد ہوا کہ اللہ یہی ثواب اس شخص کو بھی دے گا جو کسی روزہ دار کی روزہ کشائی ایک گھونٹ پانی یا ایک چھوہارے سے کرائے اور جو سیر ہو کر کھلائے اس کو اللہ میرے حوض سے ایسا شربت پلائے گا کہ پھر پیاسا نہ ہوگا آخر جنت میں داخل ہوگا یہ ایسا مہینہ ہے جس کا شروع (پہلا عشرہ) رحمت[ع] ہے اور درمیان مغفرت ہے اور اس کا آخر آزادی ہے دوزخ سے جو کوئی اس مہینہ میں اپنے غلام سے کم کام لے اللہ اس کو بخش دے گا اور دوزخ سے آزاد کردے گا (مشکوٰۃ)

(۴) ایک حدیث میں آیا ہے کہ رمضان سب مہینوں کا سردار ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح)

(۵) انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن ہم سب لوگ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں ایک شخص اونٹ پر سوار آیا اور مسجد میں اس اونٹ کو بٹھلا کر وہیں باندھ دیا پھر ہم لوگوں سے پوچھا کہ تم میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کون ہیں، اور نبی صلی اللہ ہم لوگوں کے درمیان میں تکیہ لگائے ہوئے بیٹھے تھے، ہم لوگوں نے کہا۔ یہ ہیں۔ تب اس نے آپ سے عرض کیا کہ اے ابن عبدالمطلب، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو جواب دیا۔ اس نے کہا میں آپ سے کچھ پوچھنے والا ہوں اور پوچھنے میں سختی کروں گا۔ آپ اپنے دل میں رنجیدہ نہ ہوں، آپ نے فرمایا کہ جو کچھ تیرے دل میں آئے پوچھ۔ تب اس نے کہا کہ میں آپ سے پوچھتا ہوں۔ آپ کو قسم دے کر آپ کے پروردگار کی اور اگلوں کے پروردگار کی کہ کیا اللہ نے آپ کو تمام لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے؟ آپ نے فرمایا بارِ خدایا ہاں، پھر اس نے کہا کہ میں آپ کو قسم دے کر

ع یعنی اس کے شروع میں رحمت کی کثرت ہوتی ہے۔ اور درمیان میں مغفرت کی اور آخر میں آزادی کی ۱۲

عہ یہ واقعہ ۵ ہجری کا ہے فتح الباری ۱۲۔

سہ بارِ خدایا ایک لفظ ہے محاورہ کے تبرکاً یا کلام کی تصدیق کے لئے استعمال ہوتا ہے ۱۲۔

Marfat.com

پوچھتا ہوں کہ کیا اللہ نے آپ کو حکم کیا ہے دن رات میں ان پانچ نمازوں کے پڑھنے کا۔ آپ نے فرمایا بارِ خدایا ہاں، پھر اُس نے کہا کہ میں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ کیا اللہ نے آپ کو حکم دیا ہے سال بھر میں اس مہینے کے روزے رکھنے کا۔ آپ نے فرمایا بارِ خدایا ہاں، پھر اُس نے کہا میں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ کیا اللہ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ ہمارے مال داروں سے صدقہ لے کر ہمارے فقیروں کو دیجئے؟ آپ نے فرمایا بارِ خدایا ہاں، پھر اس نے کہا کہ میں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ کیا اللہ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ ہمارے مال داروں سے صدقہ لے کر ہمارے فقیروں کو دیجئے، آپ نے فرمایا بارِ خدایا ہاں تب اس نے کہا کہ میں نے یقین کیا آپ کی باتوں پر میں قاصد ہوں اپنی قوم کا میرا نام ضمام بن ثعلبہ ہے ایک روایت میں ہے کہ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ اگر یہ سچ کہتا ہے تو بے شک ضرور جنت میں داخل ہوگا (بخاری)

(۶) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ لوگ قبیلہ عمہ عبد القیس کے آئے اور عرض کیا کہ ہم آپ کے پاس ایک دور جگہ سے آئے ہیں اور ہمارے آپ کے درمیان کفار مضر رہتے ہیں ان کے سبب سے ہم سوا ان حرام مہینوں کے اور کبھی نہیں آسکتے لہٰذا آپ ہم کو کوئی ایسی بات بتلا دیجئے کہ ہم اپنے قبیلے والوں سے جا کر کہدیں اور اس کے سبب سے ہم سب جنت میں داخل ہوں آپ نے ان کو چار چیزوں کا حکم دیا اور چار چیزوں سے منع کیا، حکم دیا صرف اللہ پر ایمان لانے کا پھر پوچھا کہ جانتے ہو صرف اللہ پر ایمان لانے کا کیا مطلب ہے انھوں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کو زیادہ علم ہے، آپ نے فرمایا یہ ہے کہ گواہی دو اس کی کہ سوا اللہ کے کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے پیغمبر ہیں اور حکم دیا نماز پڑھنے کا اور زکوٰۃ دینے کا اور روزہ رکھنے کا ان سب کے بعد فرمایا کہ اس کی خبر اپنے قبیلے والوں کو بھی کر دو (صحیح بخاری)

(۷) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص رمضان کے روزے رکھے اور اس کی رات میں عبادت عمہ

عمہ قبیلہ عرب میں ویسا ہی ہے جیسے ہمارے یہاں محلہ۔ فرق اس قدر، کہ محلہ میں مختلف لوگ رہتے ہیں اور قبیلے میں صرف ایک شخص کی اولاد اور اسی کے نام سے وہ قبیلہ مشہور ہوا ہے۔ ۱۲۔

عمہ اس مضمون کی احادیث میں اس جگہ قام اور احیٰ کے الفاظ ہیں جن کے معنی پوری شب کا جاگنا ہوا اگر احادیث میں وارد ہوا ہے کہ اگر شب کا اکثر حصہ عبادت میں گذرے تو پوری شب کا شمار عبادت میں ہوتا ہے لہٰذا اگر پوری شب عبادت کرنے اور کسی قسم کی ماندگی نہ آئے تو اور بھی بہتر ہے ۱۲۔

کرے ایمان دار ہو کر ثواب سمجھ کر اس کے اگلے گناہ سب بخش دیئے جاتے ہیں اور جو لیلۃ القدر میں عبادت کرے ایمان دار ہو کر ثواب سمجھ کر اس کے بھی اگلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں (بخاری ترمذی)

(۸) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمھارا پروردگار فرماتا ہے کہ ہر نیکی کے عوض میں دس ثواب ملتے ہیں سات سو تک مگر روزہ کہ وہ میرے ہی لئے ہے، میں ہی اس کی جزا دوں گا۔ اور روزہ آگ کے لئے سپر ہے اور بے شک روزہ دار کے منہ کی خوشبو اللہ کو زیادہ پسند ہے مشک کی خوشبو سے اور اگر کوئی جاہل کسی روزہ دار سے جھگڑا کرے تو اس کو چاہئے کہ کہدے[عہ] اِنِّیْ صَائِمٌ میں روزہ دار ہوں۔ (بخاری۔ترمذی)

یہ حدیث نہایت غور سے دیکھنے کے قابل ہے۔ روزے کی نسبت پروردگار عالم کا ارشاد ہوتا ہے کہ یہ ان تمام عبادتوں سے مستثنیٰ ہے جن کا اجر دس گنے سے سات سو تک ملتا ہے اور ارشاد ہوتا ہے کہ اس کی جزا میں خود دوں گا۔ فرشتوں کا بھی واسطہ نہ ہوگا۔ اس سے زیادہ روزہ داروں کو اور کیا خوشی ہوسکتی ہے کہ وہ اپنی اس عبادت کا بدلہ اپنے مالک کے ہاتھوں سے پائیں گے۔ کسی غیر کو دخل تک نہ ہوگا۔ پھر وہ بھی خدا جانے کیا اور کس قدر درحقیقت جو لوگ روزے کو نماز پر فضیلت دیتے ہیں۔ فی الجملہ ایک حد تک معذور ہیں۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ روزے کو فرمایا کہ یہ ہمارے لئے ہے علماء نے اس کے کئی مطالب بیان فرماتے ہیں (۱) روزہ ایسی عبادت ہے کہ کسی زمانے میں غیر خدا کے لئے نہیں کی گئی۔ اس لئے ارشاد ہوا کہ یہ ہمارے لئے ہے (۲) روزے میں ریا کا احتمال نہیں اگر صرف لوگوں کے خیال سے کوئی شخص روزہ رکھنا چاہے ممکن ہے کہ وہ پوشیدہ طور پر کھا پی لے کسی کو علم نہیں ہوسکتا کہ یہ شخص روزہ دار نہیں پس جو شخص فی الواقع روزہ رکھتا ہے وہ خدا ہی کے لئے رکھتا ہے (۳) روزہ اللہ کی صفت ہے نہ کھانا اور نہ پینا اور جماع سے باز رہنا اسی کا وصف ہے اس لئے فرمایا گیا کہ روزہ ہمارے لئے ہے (شرح سفر السعادۃ) خیر جو کچھ بھی ہو روزے کے فخر کے لئے کافی ہے کہ اس کو مالک عرش نے اپنا فرمایا ہے[عہ]۔

عہ مطلب یہ ہے کہ حالت صوم میں کسی سے جھگڑا نہ کرے اگر کوئی کرے بھی تو ٹال دے اور اس سے کہدے کہ میں روزہ دار ہوں جھگڑا نہ کروں گا۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ صرف دل میں سمجھ لینا کافی ہے کہنے کی ضرورت نہیں مگر بہتر یہی ہے کہ بغرض اتباع کہدے ۱۲ شرح سفر السعادت۔ عہ اسی حدیث کی طرف اشارہ کرکے مولانا جامی فرماتے ہیں ؎ اکنچہ بداں شرع بشارت دہ است — از ہمہ حرف آنکہ آجزی بہ است

ازاں دم کہ یارم کس خویش خواند　　دگر با کسے آشنائی نماند

(۹) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں ایک دروازہ ہے جس کا نام ریان ہے روزہ دار اسی سے بلائے جائیں گے جو روزہ دار ہوگا اسی دروازے سے داخل ہوگا اور جو اس دروازے سے داخل ہوگا کبھی پیاسا نہ ہوگا (ترمذی)

(۱۰) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن فرمایا کہ جو شخص دو چیزیں ایک قسم کی اللہ کی راہ میں خرچ کرے وہ جنت کے دروازوں سے بلایا جائے گا، جو شخص اہل نماز[عــہ] سے ہوگا۔ وہ نماز کے دروازے سے اور جو شخص اہلِ صیام سے ہوگا وہ ریان کے دروازے سے اور جو شخص اہلِ صدقہ سے ہوگا وہ صدقہ کے دروازے سے، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ جو شخص ان سب دروازوں سے بلایا جائے اس کو تو پھر کوئی ضرورت نہیں کیا کوئی ان سب دروازوں سے بلایا جائے گا، آپ نے فرمایا کہ ہاں میں امید کرتا ہوں کہ تم انھیں میں ہوگے (بخاری)

(۱۱) ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جو کوئی اللہ کے واسطے ایک دن روزہ رکھے حق تعالیٰ اس کو دوزخ سے بہ قدر مسافت ستر برس کے دور رکھے گا۔ (بخاری)

(۱۲) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ دار کو دو دفعہ فرحت حاصل ہوتی ہے۔ ایک افطار کے وقت دوسرے اس وقت جب اپنے پروردگار کو دیکھے گا۔ (بخاری ترمذی)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ روزے کی بدولت پروردگار بزرگ کے دیدار کی نعمت عظمیٰ بھی حاصل ہوگی۔

(۱۳) نبی صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے مہینہ کو عید کا مہینہ فرماتے تھے (بخاری)

(۱۴) عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہا راوی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزہ اور قرآن[عــہ] دونوں شفاعت کریں گے، بندے کا روزہ کہے گا کہ اے پروردگار میں نے اس کو کھانے سے روکا اور تمام خواہشات سے دن بھر باز رکھا پس میری سفارش اس کے حق میں قبول فرماؤ

عــہ اہل نماز سے وہ شخص مراد ہے جو نماز بہت پڑھا کرتا ہو اسی طرح اہل صیام وغیرہ سے ورنہ اگر ایک فرض نماز ادا کرلے، اگر دوسرے کو ادا کرتا ہو ہرگز اس جزا کا مستحق نہیں ۱۲۔

عــہ یہاں قرآن سے مراد نماز تراویح ہے جیسا کہ کتاب اللہ میں قرآن الفجر سے نماز فجر مطلوب ہے (مرقاۃ المفاتیح)

قرآن کہے گا میں نے اسے سونے سے رات میں روکا پس میری سفارش اس کے لئے قبول فرما پس دونوں کی سفارش قبول ہو جائے گی (مشکوٰۃ)

(۱۵) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کی راتوں میں عبادت کرنے کی ترغیب دیا کرتے تھے بغیر اس کے کہ کوئی قطعی حکم دیں فرماتے تھے کہ جو شخص رمضان کی رات میں عبادت کرے اس کے اگلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ پس وفات پائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور حال یہی رہا پھر حال یہی رہا خلافت میں ابوبکر صدیق کی اور شروع خلافت میں عمر بن خطاب کی رضی اللہ عنہما (بخاری۔ ترمذی)

(۱۶) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص رمضان میں بے عذر شرعی ایک دن بھی روزہ نہ رکھے تو اس روزے کے بدلے میں اگر تمام عمر روزہ رکھے تو کافی نہ ہوگا (ترمذی)

مطلب یہ ہے کہ وہ گناہ معاف نہ ہوگا اور وہ ثواب نہ ملے گا ورنہ قضا تو صحیح ہو جائے گی اور اگر صدق دل سے توبہ کرے تو امید معافی کی بھی ہے۔

یہاں تک تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس اقوال تھے اگر آپ کے اعمال و عبادات پر جو اس ماہ مبارک میں ہوتے تھے نظر کی جائے تو فی الواقع سوا اس کے کہ قوت نبوت تھی ورنہ کوئی بشر ان کا تحمل نہیں کر سکتا، ایک ادنیٰ بات یہ تھی کہ کبھی دو دو تین تین اور کبھی اس سے بھی زیادہ پے در پے روزے رکھتے تھے اور رات کو بھی افطار نہ فرماتے تھے نہ کچھ کھاتے تھے نہ کچھ پیتے تھے، یوں تو آپ پورے مہینہ میں عبادت کی کثرت فرماتے تھے مگر خاص کر اخیر عشرہ میں زیادہ اہتمام ہوتا تھا، احادیث صحیحہ میں ہے کہ جب اخیر عشرہ آتا تو آپ اپنے ازار کو سختعہ باندھتے تھے اور اپنے گھر والوں کو بھی شب بیداری کا حکم دیتے تھے، جود و سخا آپ کا یوں ہی عام تھا مگر خاص کر اس مہینے میں اور ہی کیفیت ہوتی تھی، اللہ پاک کے جود و کرم کا ایک سچا نمونہ صفحۂ ہستی پر کھنچ جاتا تھا، ایک صحیح حدیث کے الفاظ یہ ہیں:۔

کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَجْوَدَ النَّاسِ وَاَجْوَدُ مَا یَکُوْنُ فِیْ رَمَضَانَ حِیْنَ یَلْقَاہُ جِبْرَئِیْلُ وَکَانَ جِبْرَئِیْلُ یَلْقَاہُ کُلَّ لَیْلَۃٍ فِیْ رَمَضَانَ حَتّٰی یَنْسَلِخَ فَاِذَا لَقِیَہٗ جِبْرَئِیْلُ کَانَ اَجْوَدَ النَّاسِ

عہ کنایہ ہے ترک جماع سے ۱۲۔ عہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یوں ہی تمام لوگوں سے زیادہ بخشش کرنے والے تھے مگر تمام دنوں سے زیادہ رمضان میں آپ کا جود ہوتا تھا جب آپ سے جبرئیل ملاقات کرتے تھے اور وہ رمضان ہر رات میں آتے تھے لہٰذا نبی صلی اللہ علیہ وسلم جود و بخشش میں ہوا سے بھی تیز ہوتے تھے کسی چیز کا آپ سے سوال نہ کیا جاتا تھا مگر آپ دیتے تھے ۱۲۔

Marfat.com

بِالْخَیْرِ مِنَ الرِّیْحِ الْمُرْسَلَۃِ لَا یُسْأَلُ شَیْئًا اِلَّا اَعْطَاہُ۔

خیر یہ حال تو ایک اولوالعزم پیغمبر کا تھا صحابہ کا حال ایک اجمالی نظر سے دیکھئے ان کے دلوں میں کس قدر عظمت اور محبت اس مہینے کی تھی اور روزے پر کس قدر دلدادہ اور حریص تھے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت میں منقول ہے کہ انھوں نے پندرہ دن تک رات کو بھی افطار نہیں کیا اور دوسرے بزرگوں سے بھی اس قسم کی روایتیں منقول ہیں۔(شرح سفرالسعادۃ)

انس بن مالک کہتے ہیں کہ ابوطلحہ[عہ] رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں جہاد کے خیال سے نوافل کے روزے بہت کم رکھتے تھے۔ بعد آپ کے میں نے ایام ممنوعہ[عہ] کے سوا کبھی ان کو افطار کرتے نہیں دیکھا (صحیح بخاری)

عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے اس قول کی خبر پہنچی کہ میں نے قسم کھائی ہے کہ جب تک زندہ رہوں گا ہمیشہ روزہ رکھوں گا' آپ نے مجھ سے پوچھا کہ تم ایسا کہتے ہو' میں نے اقرار کیا' آپ نے فرمایا کہ یہ نبھ نہ سکے گا کبھی روزہ رکھو کبھی نہ رکھو' مہینے میں تین دن روزہ رکھ لیا کرو' سال بھر کے روزوں کا ثواب ملے گا' میں نے عرض کیا کہ مجھ کو اس سے زیادہ طاقت ہے' ارشاد ہوا کہ اچھا ایک دن روزہ رکھو' دو دن افطار کرو میں نے عرض کیا کہ مجھ کو اس سے بھی زیادہ طاقت ہے' ارشاد ہوا کہ اچھا ایک دن روزہ رکھو ایک دن افطار کرو اور یہ حضرت داؤد علیہ السلام کا طریقہ تھا اور یہ افضل ہے۔ میں نے عرض کیا کہ مجھ کو اس سے بھی زیادہ طاقت ہے تب آپ نے فرمایا کہ اس سے زیادہ کچھ بھی نہیں۔
(صحیح بخاری)

ذرا اس حرص کو دیکھئے صحابہ نے تو یہاں تک کیا کہ اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کو روزہ رکھاتے تھے جن کو بھوک کی برداشت نہ ہوتی تھی اور رونے لگتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حضور میں ایک آدمی لایا گیا جس نے رمضان میں نشہ پیا تھا تو آپ نے فرمایا کہ تیری خرابی ہو ہمارے بچے

عہ یہ ابوطلحہ انس بن مالک کی والدہ کے شوہر ہیں رضی اللہ عنہم ۱۲۔

عہ حدیث میں فطر اور اضحیٰ کے لفظ ہیں مگر چونکہ اضحیٰ سے تمام ایام تشریق مراد ہیں۔ اس لئے ہم نے بجائے اس کے ایام ممنوعہ کا لفظ استعمال کیا ۱۲۔

Marfat.com

تک تو روزہ دار ہیں اور اس شخص پر حد جاری کی (صحیح بخاری)

رُبَیّع رضی اللہ عنہا معوذ بن عفرا کی بیٹی فرماتی ہیں کہ ہم خود روزہ رکھتے تھے اور اپنے بچوں کو روزہ رکھاتے تھے اور روئی کی گڑیاں بنا رکھتے تھے۔ جب کھانے کے لئے وہ روتے تو وہی گڑیاں ان کو دیتے تھے اسی طرح شام تک ان کو بہلا رکھتے تھے۔ (صحیح بخاری)

رویت ہلال کے احکام

(۱) شعبان کی انتیسویں تاریخ کو لوگوں پر واجب کفایہ ہے کہ رمضان کا چاند دیکھنے کی کوشش کریں اگر چاند دیکھ لیا جائے تو اسی کی صبح سے روزہ رکھنا شروع کر دیں اور اگر نہ دیکھا جائے تو اس کی صبح کو روزہ نہ رکھیں، بلکہ یہ خیال کریں کہ شعبان کا مہینہ تیس دن کا تھا۔

(۲) رجب کی انتیسویں تاریخ کو شعبان کا چاند دیکھنے کی کوشش کرنا مستحب ہے اس لئے کہ ممکن ہے انتیسویں رجب کو چاند نکل آئے اور ان لوگوں کو خبر نہ ہو اور یکم شعبان کو تیس رجب سمجھیں اور یہ اختلاف آخر تاریخ تک پہنچے جس سے یہ تیس شعبان کو انتیس سمجھیں اور اس روز کسی سبب سے چاند دکھلائی دے تو اس کی صبح کو تیس شعبان، حالانکہ وہ یقیناً یکم رمضان کی ہوگی، اس صورت میں ان لوگوں کا ایک روزہ مفت میں جاتا ہے گا۔

(۳) جو شخص رمضان کا چاند دیکھے اس پر واجب ہے کہ اسی رات میں اس مقام کے لوگوں کو خبر کر دے۔ یہاں تک کہ غلام بے اجازت اپنے آقا کے اور منکوحہ پردہ نشین عورت بے رضامندی شوہر کے اپنے گھر سے نکل کر اس خبر کو بیان کرے۔ یہ حکم اس وقت کے لئے ہے جب کہ ایک ہی شخص نے چاند دیکھا ہو اور وہ شخص فاسق نہ ہو، اگر کئی شخصوں نے چاند دیکھا ہو تو پھر کسی پر واجب نہیں اسی طرح اگر وہ دیکھنے والا فاسق ہو، تب بھی واجب نہیں اس خیال سے کہ فاسق کی شہادت اکثر مقبول نہیں ہوتی، مگر بہتر اس صورت میں بھی یہی ہے کہ وہ اپنے دیکھنے کی خبر بیان کر دے۔ (در مختار۔ رد المختار۔ فتاویٰ ہندیہ)

عورت کے لئے یہ حکم نہایت ضرورت کے وقت ہے جب یہ بات معلوم ہو کہ بے اس کی شہادت کے رویت کا ثبوت کسی طرح نہ ہوگا (رد المختار)

(۴) رمضان کے چاند میں صرف ایک آدمی کی خبر مقبول ہو جاتی ہے تین شرطوں سے (۱) خبر دینے والا مسلمان عاقل بالغ ہو اور فاسق نہ ہو یا اس کا فسق و عدم فسق دونوں غیر معلوم ہوں۔

(۲) اپنے دیکھنے کی خبر دے (۳) چاند کے نکلنے کی جگہ غبار یا ابر وغیرہ کی وجہ سے صاف نہ ہو کہ ہر شخص اس کو آسانی سے دیکھ لے، پہلی شرط اگر نہ پائی جائے۔ مثلاً کوئی کافر یا مجنون مست یا نابالغ بچہ خبر دے یا کوئی ایسا شخص خبر دے جس کا فاسق ہونا وہاں کے لوگوں پر ظاہر ہو تو پھر اس کا قول اعتبار کے قابل نہ ہوگا اور اگر دوسری شرط نہ پائی جائے۔ مثلاً کوئی شخص دوسرے لوگوں کا دیکھنا بیان کرے تو قابل اعتبار نہیں، ہاں اگر اسی شہر کے قاضی کا دیکھنا بیان کرے اور یہ کہ قاضی نے اس کو اس خبر دینے کا حکم دیا ہے تو ایسی صورت میں اس کا قول معتبر ہوگا، اور اگر تیسری شرط نہ پائی جائے یعنی مطلع صاف ہو تب بھی ایک شخص کا بیان کرنا کافی نہیں ہے، ہاں اگر وہ شخص کسی اور شہر کا رہنے والا ہو یا وہ اپنا چاند دیکھنا جنگل میں بیان کرے یا اسی شہر میں رہتا ہو مگر کسی اونچے مقام سے اپنا دیکھنا بیان کرے تو ایسی حالت میں اس کا قول کافی ہوگا (ردالمختار۔ عالمگیری)

(۵) عیدالفطر کا چاند بغیر اس کے کہ دو متقی پرہیزگار مرد یا ایک مرد اور ایک دو عورت قاضی کے پاس گواہی دیں ثابت نہ ہوگا، یہ بھی اس وقت جب کہ مطلع صاف نہ ہو۔

(۶) اگر مطلع صاف نہ ہو تو رمضان اور فطر دونوں میں دو ایک آدمیوں کا کہنا کفایت نہ کرے گا بلکہ اس قدر آدمی ہوں جن کے خبر دینے سے یقین یا گمان غالب ہو جائے۔

(۷) جن مقامات میں شریعت کی طرف سے کوئی قاضی یا حاکم ہو وہاں چاند دیکھنے کی خبر حاکم یا قاضی کے سامنے بیان کرنا چاہیے اس کو اختیار رہے کہ جو اس وقت روئداد حال سے اس کو حق معلوم ہو حکم دے۔

(۸) جن مقامات میں کوئی قاضی یا حاکم شریعت کی جانب سے نہ ہو جیسے ہندوستان میں تو وہاں کے لوگ خود ان قواعد کے موافق عمل کریں۔ (ردالمختار۔ عالمگیری)

(۹) جس شخص نے رمضان یا فطر کا چاند دیکھا ہو اور اس کی خبر کسی سبب سے قابل اعتبار قرار نہ پائے تو اس کو دونوں دنوں میں روزہ رکھنا واجب ہے فرض نہیں۔

(۱۰) اگر حاکم یا قاضی رمضان کا چاند خود دیکھے تو اس کو اختیار ہے کہ کسی کو اپنا نائب مقرر کرکے عام لوگوں کو خبر کردے یا خود لوگوں کو حکم دے بخلاف عید کے اس لئے کہ عید میں ایک آدمی کی شہادت کسی حالت میں کافی نہیں۔

(۱۱) چاند کا ثبوت نجوم کے قواعد سے جیسا جنتری وغیرہ میں لکھا جاتا ہے کسی طرح نہیں ہو سکتا۔

Marfat.com

اگرچہ چند لوگ ثقہ اور پرہیزگار اس علم کے ماہر اس کی خبر دیں اور صحیح یہ ہے کہ ان لوگوں کو خود بھی اپنے حساب پر عمل کرنا جائز نہیں۔ (ردالمحتار)

(۱۲) چاند کی رویت کسی کے تجربہ سے بھی ثابت نہیں ہوتی، اگرچہ وہ تجربہ کیسا ہی معتبر کیوں نہ ہو؛ مثلاً امام جعفر صادقؓ سے منقول ہے کہ رجب کی پانچویں تاریخ جس دن ہوتی ہے اُسی دن رمضان کی پہلی تاریخ ہوتی ہے یہ تجربہ اگرچہ اکثر علماء کے امتحان میں آچکا ہے حتیٰ کہ مولانا شیخ محمد عبدالحی فرنگی محلی نے فلک الدوار میں لکھا ہے کہ میں بھی اس کو بارہ برس سے آزما رہا ہوں، ہر مرتبہ صحیح نکلتا ہے، مگر پھر بھی اس تجربے کے اعتماد پر چاہیئے کہ رویت ہلال کا ثبوت ہو جائے، ہرگز نہیں ہو سکتا۔

(۱۳) چاند کی خبر تار یا خط کے ذریعہ سے قبول نہ کی جائے گی، ہاں اگر قاضی کا خط قاضی کے پاس آئے تو وہ قابل اعتبار ہے۔

(۱۴) اگر کسی شہر کے کچھ عہ لوگ آکر یہ شہادت دیں کہ وہاں چاند دیکھا گیا اور قاضی نے ان کی خبر قبول کرلی تو یہ شہادت ان کی معتبر ہوگی، بخلاف اس کے اگر صرف وہاں کے لوگوں کا دیکھنا یا صرف قاضی کا لوگوں کو حکم دینا نقل کریں تو یہ نقل قابل قبول نہ ہوگی۔

(درالمختار ردالمحتار وغیرہ)

(۱۵) ایک شہر والوں کا چاند دیکھنا دوسرے شہر والوں پر بھی حجت عہ ہے ان دونوں شہروں میں کتنا

عہ یہ لوگ کم سے کم دو مرد یا ایک مرد اور دو عورت ہوں۔

عہ ظاہر روایت میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے یہی قول منقول ہے اور جمہور حنفیہ کا اسی پر اعتماد ہے امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک ایک شہر والوں کا دیکھنا دوسرے شہر والوں کے لئے کافی نہیں بعض حنفیہ نے مثل صاحب تبیین الحقائق وغیرہ کے اسی قول کو ترجیح دی ہے۔ مگر یہ قول خلاف مذہب ہونے کے علاوہ چونکہ بے دلیل بھی ہے لہٰذا قابل ترک ہے، حنفیہ کہتے ہیں کہ اس حدیث میں صُوْمُوْا لِرُؤْيَتِهٖ وَاَفْطِرُوْا لِرُؤْيَتِهٖ خطاب عام ہے تمام دنیا کے مسلمانوں سے لہٰذا اگر ایک بھی دیکھ لے گا تو سب پر روزہ رکھنا ضروری ہو جائے گا، امام شافعی وغیرہ کے عقلی اور قیاسی دلائل کے جوابات تو شامی وغیرہ میں موجود ہیں۔ باقی رہی ایک حدیث جس کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے کہ ابن عباسؓ نے کریب سے جب وہ سفر شام سے واپس آئے پوچھا کہ وہاں چاند کب دیکھا گیا، انھوں نے کہا کہ شب جمعہ کو ابن عباس نے پوچھا کہ تم نے دیکھا انھوں نے کہا اور لوگوں نے دیکھا اور روزہ رکھا حضرت امیر معاویہؓ نے بھی روزہ رکھا۔ ابن عباس

(باقی بر صفحہ ۳۹۴)

Marfat.com

یہی فیصل کیوں نہ ہو حتی کہ ابتدائے مغرب میں چاند دیکھا جائے اور اس کی خبر معتبر طریقے سے انتہائے مشرق کے رہنے والوں کو پہنچ جائے تو ان پر اس دن کا روزہ ضروری ہوگا۔

(درمختار۔ ردالمختار وغیرہ)

(۱۶) اگر دو ثقہ آدمیوں کی شہادت سے رویت ہلال ثابت ہوجائے اور اسی حساب سے لوگ روزہ رکھیں بعد تیس روزے پورے ہوجانے کے عیدالفطر کا چاند نہ دیکھا جائے خواہ مطلع صاف ہو یا نہیں تو اکتیسویں دن افطار کر لیا جائے اور وہ دن شوال کی پہلی تاریخ سمجھی جائے۔ (ردالمختار وغیرہ)

(۱۷) اگر صرف ایک آدمی کے کہنے سے لوگوں نے روزہ رکھا ہو اور تیسویں دن عید کا چاند نہ دیکھا جائے اور اگر مطلع صاف نہ ہو تو اکتیسویں دن افطار کر لیا جائے اور اگر مطلع صاف ہو تو پھر افطار جائز نہیں اور حاکم وقت پر اس کو اس جھوٹی خبر کی سزا دینی لازم ہے۔

(۱۸) اگر تیس[عہ] تاریخ کو دن کے وقت چاند دکھلائی دے تو وہ شب آئندہ کا سمجھا جائے گا۔ شب گذشتہ کا نہ سمجھا جائے گا اور وہ دن آئندہ مہینے کی تاریخ نہ قرار دیا جائے گا خواہ یہ بیت

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)۔ یہ کہا ہم نے شب شنبہ کو دیکھا ہے اور اسی حساب سے روزہ رکھیں گے کریب نے کہا کہ کیا آپ کے نزدیک حضرت معاویہؓ کا روزہ رکھنا اور دیکھنا کافی نہیں ہے انھوں نے کہا کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی حکم دیا ہے امام ترمذی کے نزدیک ابن عباس کے نہ ماننے کا سبب اختلاف شہر ہے حالانکہ یہ سبب بھی ہوسکتا ہے کہ شہادت باقاعدہ نہ تھی کریب نے اپنا دیکھنا بیان نہیں کیا بلکہ دوسروں کا دیکھنا اور ایسی حالت میں کم سے کم دو آدمی اس بات کے گواہ ہونا چاہئیں کہ وہاں کے لوگوں نے چاند دیکھا اور حضرت معاویہ نے ان کے قول کو قبول کر لیا صرف کریب کا کہنا کافی نہیں ہوسکتا جیسا کہ نمبر۲ میں بیان ہوچکا ہے۔ یہی مطلب اس حدیث کی عبارت سے ظاہر بھی ہے ورنہ ابن عباس کا ان کی رویت کو پوچھنا بالکل بیکار ہوجانے گا اگر انکار اختلاف شہر کے سبب سے ہوتا تو پہلے ہی سے کہہ دیتے کہ ہم اس رویت کا اعتبار نہ کریں گے اس پوچھنے کی کیا ضرورت تھی کہ تم نے خود دیکھا یا نہیں، حنفیہ کو بھی اس امر کا انکار نہیں ہے کہ دو شہروں میں اختلاف طلوع ممکن نہیں بلکہ جن دو شہروں میں ایک مہینہ کی مسافت ہوگی وہاں اختلاف طلوع ضرور ہوگا بحث اس میں ہے کہ اس اختلاف کا شریعت میں اعتبار ہے یا نہیں حنفیہ امر ثانی کے قائل ہیں اور شافعیہ حنبلیہ امر اول کے واللہ اعلم بالصواب ۱۲۔ [عہ] تیس تاریخ کی قید اس لئے لگائی گئی ہے کہ انتیس تاریخ کو اگر ایسا واقعہ ہوتا تو بالاتفاق شب آئندہ کا سمجھا جائے گا ورنہ لازم آئے گا کہ مہینہ اٹھائیس دن کا ہو جائے اور یہ ممکن نہیں ۱۲

زوال سے پہلے ہو یا زوال کے بعد (ردالمختار وغیرہ)

(۱۹) چاند دیکھنے کے وقت انگلیوں سے اشارہ کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔ (ردالمختار)

(۲۰) جو شخص رمضان یا عید کا چاند دیکھے اور کسی سبب سے اس کی شہادت شرعًا قابل اعتبار قرار پائے اس پر ان دونوں دنوں کو روزہ رکھنا واجب ہے۔ (ردالمختار)

روزے کے واجب ہونے کی شرطیں

(۱) مسلمان ہونا۔ کافر پر روزہ واجب نہیں۔

(۲) بالغ ہونا۔ نابالغ پر روزہ واجب نہیں۔

(۳) رمضان کی فرضیت سے واقف ہونا یا دارالاسلام میں رہنا۔ جو شخص دارالحرب میں رہتا ہو اور رمضان کی فرضیت سے ناواقف ہو اس پر روزہ واجب نہیں (ردالمختار وغیرہ)

(۴) ان عذروں سے خالی ہونا جن کی حالت میں روزہ نہ رکھنا مباح ہے وہ عذر دس ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے (۱) سفر خواہ جائز ہو یا ناجائز (۲) حمل بشرطیکہ روزہ رکھنے میں اپنے یا بچے کی مضرت کا گمان غالب ہو (۳) دودھ پلانا بشرطیکہ بچے کی مضرت کا گمان غالب ہو خواہ دودھ پلانے والی بچے کی ماں ہو یا دائی۔ خواہ اس دائی نے رمضان سے پہلے نوکری کی ہو یا عین رمضان میں۔ گمان غالب کی یہ چند صورتیں ہیں۔ اپنے یا کسی

عہ یہ مذہب امام ابوحنیفہ اور امام محمد کا ہے اور فقہائے حنفیہ اسی کے قائل ہیں قاضی ابی یوسف کے نزدیک اگر قبل زوال دیکھا جائے تو شب گذشتہ کا سمجھا جائے گا ۱۲۔

عہ یہ مذہب حنفیہ کا ہے کہ کفار پر عبادات فرض نہیں امام شافعی اس کے خلاف ہیں نتیجہ اس خلاف کا یہ ہوگا کہ ان کے نزدیک کفار پر عبادات کے نہ ادا کرنے کا بھی عذاب ہوگا۔۔۔ ہمارے نزدیک نہیں بعض فقہا نے مثل صاحب بدایع کے ان دونوں روزوں کو مستحب کہا ہے مگر اکثر فقہا کی تصریحات کے خلاف ہے ۱۲۔

عہ امام شافعیؒ کے نزدیک ناجائز سفر میں روزہ رکھنا مباح نہیں ۱۲۔

لعہ بعض فقہا نے مثل صاحب ذخیرہ کے صرف دائی کو روزہ نہ رکھنے کی اجازت کے ساتھ خاص کیا ہے ماں کو نہیں اس لئے کہ باپ کسی اور کو دودھ پلانے کے لئے نوکر رکھ سکتا ہے مگر یہ قول اکثر فقہا کے خلاف ہے ۱۲۔ (بحرالرائق)

Marfat.com

کے تجربہ سے مضرت ثابت ہو چکی ہو۔ یا کسی طبیب حاذق مسلمان کی رائے مضرت کی جانب ہو بشرطیکہ وہ طبیب متقی و پرہیزگار ہو یا اس کا تقوٰی اور عدم تقوٰی کچھ نہ معلوم ہو (۴) کسی مرض کے پیدا ہو جانے یا بڑھ جانے یا مرجانے کا خوف ہو۔ مثلاً کسی کو سانپ یا بچھونے کاٹ لیا ہو اور اگر وہ روزہ رکھے اور دوا کا استعمال نہ کرے تو مرجاتے یا بیمار ہو جانے کا خوف ہو اور درد چشم اور درد سر وغیرہ بھی ان امراض میں ہیں جن کے بڑھ جانے کے خوف سے روزہ نہ رکھنا جائز ہے۔

جو شخص کسی بیمار کی خدمت کرتا ہو اور اس کے روزہ رکھنے سے اس بیمار کی تکلیف کا خیال ہو وہ بھی اسی حکم میں داخل ہے (۵) کمزوری ایسی کہ روزہ نہ رکھ سکتا ہو خواہ یہ کمزوری بڑھاپے کے سبب سے ہو یا بیماری کی خواہ پھر قوت آنے کی امید ہو یا نہیں (۶) جان یا بدن کا خوف مثلاً کوئی دشمن کہے کہ اگر تو روزہ رکھے گا تو ہم تجھ کو مار ڈالیں گے یا تیرا کوئی عضو کاٹ لیں گے۔

(۷) جہاد یعنی کسی دشمن سے محض خدا کے لئے لڑنا بشرطیکہ روزہ رکھنے سے کمزوری کا خیال ہو کہ جس سے لڑائی میں نقصان آئے (۸) بھوک ایسی کہ روزہ کا تحمل نہ ہو سکے (۹) پیاس اس قدر کہ روزہ نہ رکھ سکے (۱۰) بے عقل ہونا جنون اور مستی اور بیہوشی کی حالت میں روزہ واجب نہیں (در مختار۔ (ردالمختار وغیرہ)

یہ عذر جو ہم نے بیان کئے ان میں سے بعض ایسے ہیں جن کے رفع ہو جانے کے بعد جس قدر روزے فوت ہوتے ان کی قضا یا عوض کچھ لازم نہیں ہوتا اور بعض ایسے ہیں کہ جن میں روزے کا عوض واجب ہوتا ہے بعض ایسے ہیں جن کے رفع ہو جانے کے بعد قضا لازم ہوتی ہے ان سب عذروں کے تفصیلی حالات عنقریب انشاء اللہ تعالیٰ بیان ہوں گے۔

روزے کے صحیح ہونے کی شرطیں

(۱) مسلمان ہونا۔ کافر کا روزہ صحیح نہیں۔

(۲) حیض نفاس سے خالی ہونا۔ حیض نفاس والی عورتوں کا روزہ صحیح نہیں، ہاں بعد اس کے کہ حیض نفاس بند ہو چکا ہو، گو غسل نہ کیا گیا ہو، روزہ صحیح ہے اس لئے کہ روزے کے صحیح ہونے میں طہارت شرط نہیں۔

(۳) نیت عــہ یعنی دل سے روزے کا قصد کرنا۔ اگر کوئی شخص بے قصد و بے ارادہ کچھ نہ کھائے

عــہ امام زفر رحمۃ اللہ کے نزدیک نیت شرط نہیں ہے۔ یہ ہمارے امام صاحب کے شاگرد ہیں۔

Marfat.com

نہ پیئے اور تمام ان چیزوں سے جن سے روزہ فاسد ہوجاتا ہے، بچے تو اس کا روزہ صحیح نہیں۔

نیت کے مسائل = (۱) رمضان کے ہر روزے میں نیت کرنا ضروری ہے۔ ایک روز نیت کرلینا تمام روزوں کے لئے کافی نہیں۔ (۲) نیت کا زبان سے ظاہر کرنا کچھ ضروری نہیں، صرف دلی قصد کافی ہے حتیٰ کہ سحور کھانا خود قائم مقام نیت کے ہے۔ اس لئے کہ سحور روزہ رکھنے کی غرض سے کھائی جاتی ہے۔ (بحرالرائق)

ہاں اگر کسی کی عادت اس وقت کھانے کی ہو یا کوئی بدبخت سحور کھاتا ہو روزہ نہ رکھتا ہو اس کے لئے سحور کھانا قائم مقام نیت کے نہیں (۳) رمضان کے ادائی روزوں میں اور اس نذر کے روزوں میں جس میں دن تاریخ کی تخصیص کردی گئی ہو اور نوافل کے روزوں میں غروب آفتاب کے بعد سے نصف نہار[عہ] شرعی سے کچھ پہلے تک نیت کرلینی کافی ہے، اگر کوئی شخص رات کو نیت کرنا بھول جائے صبح کو یاد آئے، یا دن چڑھے تو اس وقت بھی نیت کرسکتا ہے۔ (۴) رمضان کے قضائی روزوں میں اور نذر غیر معین اور کفارات کے روزوں میں اور اس نفل کی قضا میں جو شروع کرکے فاسد کردی گئی ہو غروب آفتاب کے بعد سے صبح صادق کے طلوع تک نیت کرلینا ضروری ہے۔ بعد صبح صادق کے اگر نیت کی جائے تو کافی نہ ہوگی (۵) کسی روزے کی نیت غروب آفتاب سے صحیح نہیں (۶) رمضان کے ادائی روزوں میں صرف روزے کی نیت کرلینا کافی ہے، فرض کے تخصیص کی کچھ ضرورت نہیں، بلکہ اگر کسی کو معلوم نہ ہو کہ یہ مہینہ رمضان کا ہے اور وہ کسی نفل یا کسی واجب روزے کی نیت کرے تب بھی کافی ہے۔ ہاں مریض کے لئے چونکہ اس پر رمضان کا روزہ فرض نہیں، اس لئے فرض کی تخصیص ضروری ہے اور اگر کسی نفل یا صرف روزے کی نیت کرے گا تو پھر رمضان کا روزہ نہ ہوگا، بلکہ اسی نفل کا لہٰذا مریض پر رمضان کے روزے کے لئے فرض کی تخصیص ضروری ہے اور مسافر کو یہ ضروری ہے کہ کسی دوسرے واجب روزے کی نیت نہ کرے خواہ رمضان کی نیت کرے یا نفل کی صرف روزے کی نیت رمضان کے قضائی روزوں میں اور نذر مطلق اور نوافل کی قضا کے روزوں میں

عہ نصف نہار یعنی آدھا دن شرعی کی قید اس لئے کہ عرفی نصف نہار تک نیت کی اجازت نہیں شرعی نہار صبح صادق سے غروب آفتاب تک ہوتا ہے، اور عرفی طلوع آفتاب سے غروب آفتاب تک لہٰذا شرعی نہار کا نصف پہلے ہوگا اور عرفی کا اس کے بعد مثلاً عرفی نصف نہار بارہ بجے ہو تو شرعی گیارہ بجے ہوجائے گا کچھ کم و بیش۔ ۱۲ منہ

Marfat.com

.... ان کی تخصیص ضروری ہے۔ بے تخصیص کے اُن کی نیت درست نہ ہو گی (۸) نیت میں تبرکًا انشاء اللہ کہہ لینا کچھ مضر نہیں (۹) روزے کی حالت میں افطار کی نیت کر لینے سے روزے کی نیت باطل نہیں ہوتی۔

روزے کے اقسام

روزے کی آٹھ قسمیں ہیں۔ فرض معین[1]، فرض غیر معین[2]، واجب معین، واجب غیر معین، مسنون[3]، مستحب، مکروہ تحریمی، مکروہ تنزیہی۔

فرض معین۔ رمضان کے اداتی روزے۔

فرض غیر معین۔ رمضان کے قضائی روزے۔

واجب معین (۱) نذر معین یعنی جس میں دن تاریخ کی تخصیص شلاً کوئی شخص منت مانے کہ میں فلاں تاریخ فلاں دن یا فلاں مہینے میں روزہ رکھوں گا تو اس کو اسی دن اسی تاریخ یا اسی مہینے میں روزہ رکھنا واجب ہو گا (۲) جس شخص نے رمضان یا عید کا چاند خود دیکھا ہو اور شرعًا اس کی شہادت قبول نہ ہوئی ہو اس پر ان دونوں دنوں کا روزہ۔

واجب غیر معین ۔ کفارے کے روزے (۲) نذر غیر معین جس میں دن تاریخ کی تخصیص نہ ہو شلاً کوئی شخص منت کرے کہ میں چار روزے رکھوں گا اور دن تاریخ کا کچھ ذکر نہ کرے (۳) ان نفل روزوں کی قضا جو شروع کرنے کے بعد فاسد ہو گئے ہوں۔ مسنون۔ (۱) عرفہ کا روزہ (۲) عاشورا (محرم کی دسویں تاریخ) کا روزہ ایک دن ملا کر خواہ اس

---

[1] معین سے مقصود یہ ہے کہ اس کا وقت مقرر ہو اور غیر معین جس کا وقت مقرر نہ ہو۔ ۱۲-

[2] کفارے کے روزوں کو اکثر فقہا نے فرائض میں شمار کیا ہے۔ مگر درحقیقت یہ فرض نہیں اس لئے کہ ان کے منکر کو کوئی کافر نہیں کہتا، ہاں واجب کی اعلیٰ قسم میں ہیں، اسی وجہ سے محقق کمال الدین بن ہمام نے ان کو واجبات میں لکھا ہے اور علامہ شامی کہتے ہیں کہ یہی مناسب ہے۔

[3] عرفے اور عاشورے کے روزے کو بعض نے مستحب لکھا ہے اور بعض نے صوم عرفہ کو مستحب لکھا ہے۔ درحقیقت یہ دونوں سنت ہیں ان دونوں کے فضائل حدیث میں بہت وارد ہوئے۔ ہیں صوم عرفہ کی نسبت وارد ہوا ہے کہ وہ ایک سال گذشتہ اور ایک سال آئندہ گناہوں کا کفارہ ہے اور صوم عاشورا ایک سال گذشتہ کا۔

Marfat.com

کے بعد کا یا اس کے قبل کا (۳) ہر مہینے کی تیرھویں یا چودھویں پندرھویں کا روزہ

مستحب :- (۱) شوال کے مہینے میں عید کے بعد چھ دن روزہ رکھنا، بہتر یہ ہے کہ یہ روزے درمیان میں فصل دے دے کر رکھے جائیں (۲) دوشنبہ اور پنجشنبہ کا روزہ (۳) ذی الحجہ کے پہلے عشرے کے آٹھ دن کا روزہ (۴) صومِ داؤد علیہ السلام یعنی ایک دن بیچ میں ناغہ دے کر سوائے ایامِ ممنوعہ کے ہمیشہ روزہ رکھنا (۵) خواص کو یومِ شک کا روزہ

مکروہ تحریمی :- (۱) عید الفطر کے دن روزہ رکھنا (۲) ایامِ تشریق میں روزہ رکھنا (۳) خاص کر عاشورہ کا روزہ رکھنا (۴) بالتخصیص سنیچر یا اتوار کو روزہ رکھنا (۵) بالتخصیص صرف جمعہ کا روزہ (۶) نوروز کا روزہ (۷) مہرجان کا روزہ (۸) عوام کو یومِ شک کا روزہ رکھنا۔ (۹) عورت اور غلام اور مزدور کو نفل کا روزہ بے رضامندی اپنے شوہر اور مالک اور آقا کے (۱۰) رمضان سے پہلے ایک دو دن بغرض تعظیم رمضان کے روزہ رکھنا۔

مکروہ تنزیہی :- (۱) بغیر کسی دن کے بیچ میں ناغہ کئے ہوئے ہمیشہ روزہ رکھنا (۲) روزہ میں وصال کرنا یعنی شب کو بھی افطار نہ کرنا اس کی کراہت اس شخص کے حق میں ہے جو اپنی طبیعت پر جبر کر کے ایسا کرے یا اس کو اس سے کچھ تکلیف ہو۔ اگر کوئی آدمی ایسا ہو جس کو ذرا بھی گراں نہ گذرے نہ کسی قسم کی تکلیف ہو تو اس کو مکروہ نہیں۔ سلف صالح خاص کر ہمارے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے بطرق صحیحہ منقول ہے (۳) سکوت کا روزہ رکھنا۔

نہ اس کو بھی بعض فقہا نے مستحب لکھا ہے مگر صحیح نہیں ان تاریخوں کے روزوں کو صیام ایام بیض کہتے ہیں فضائل ان کے بہت ہیں۔ آنحضرت کی ان پر مواظبت تھی۔ ۱۲ منہ نوروز اور مہرجان دونوں مجوسیوں کے عید کے دن ہیں مہرجان بڑے دن کو کہتے ہیں اور نوروز شمسی سال کے ابتدائی دن کو کہتے ہیں ۱۲

منہ یومِ شک یعنی شعبان کی ۳۰ تاریخ جب کہ ۲۹ کو بسبب ابر یا غبار کے رویتِ ہلال نہ ہوئی ہو۔ عوام اس دن احتیاطاً روزہ رکھتے ہیں نیت یہ کرتے ہیں کہ اگر رویت ہو گئی ہو تو یہ روزہ رمضان کا ہے ورنہ نفل اور یہ تردد نیت میں مکروہ ہے اسی سے عوام کو اس روزے کی ممانعت کی جاتی ہے، اگر قطعی طور پر نفل کی نیت کی جائے تو کچھ کراہت نہیں بلکہ مستحب ہے جو شخص قطعی نیت کرنے پر قادر ہو جائے وہ عوام میں نہ سمجھا جائے گا اور اگر رویت ہو گئی ہو گی تو وہ رمضان کا ہو جائے گا، نیت کرنے کی کچھ ضرورت نہیں ۱۲ (در مختار وغیرہ)

Marfat.com

روزے کے فرائض

چونکہ روزے سے حق جل شانہٗ کا اصل مقصود یہ ہے کہ بندوں میں ایک قوت صبر کی پیدا ہوجائے جو ایک اعلیٰ درجہ کا انسانی کمال ہے اور انسان اپنے نفس کی خواہشوں کے خلاف کرنے پر جو تمام خرابیوں اور حکم الٰہی کی نافرمانیوں کا منبع ہے قادر ہوجائے۔ چنانچہ اسی طرف قرآن شریف کا یہ لفظ اشارہ کررہا ہے۔ لعلکم تتقون۔ پس دراصل اپنے نفس کی خواہشوں کے خلاف کرنا یہی روزے کی حقیقت ہے مگر شریعت نے تمام خواہشوں کے ترک کو فرض نہیں فرمایا بلکہ صرف بڑی بڑی تین خواہشوں کے ترک کو فرض فرمایا ہے جب انسان ان کے ترک پر قادر ہوجائے گا تو اور باقی خواہشیں کوئی چیز نہیں ہیں۔ وہ تین فرض یہ ہیں۔

(۱) صبح صادق کے طلوع سے غروب آفتاب تک کچھ نہ کھانا۔ جن صورتوں میں کہ درحقیقت کوئی چیز کھائی نہیں جاتی مگر کھانے کی مشابہت ان میں پائی جاتی ہے ان کا بھی ترک کردینا فرض ہے، مثال۔ کوئی شخص کان ناک وغیرہ میں تیل ڈالے اور جوف میں پہنچ جائے۔ پس اس صورت میں اگرچہ کوئی چیز کھائی نہیں گئی مگر کھانے کی مشابہت ضرور ہے، کھانے میں بھی ایک چیز جوف میں پہنچائی جاتی ہے اور اس میں بھی ایسا ہی ہوا تفصیل ان سب صورتوں کی مفسدات صوم میں انشاء اللہ بیان ہوگی۔

(۲) صبح صادق کے طلوع سے غروب آفتاب تک کچھ نہ پینا۔

(۳) صبح صادق کے طلوع سے غروب آفتاب تک جماع نہ کرنا۔ لواطت بھی جماع کے حکم میں ہے اور جس فعل سے عادتاً خروج ہوجاتا ہے اس کے ذریعہ سے منی کا خارج نہ کرنا بھی فرض ہے۔ مثال۔ کسی جانور کے جماع سے یا بذریعہ حلق کے منی کا خارج کرنا بخلاف کسی عورت کے دیکھنے یا بوسہ لینے یا لپٹانے کے اس لئے کہ ان سے عادۃً خروج منی نہیں ہوتا پس ان افعال سے اگر منی خارج ہوجائے گی تو اس کا کچھ اعتبار نہ ہوگا۔

صبح صادق کے طلوع سے ابتدائے طلوع مراد ہے اور غروب آفتاب سے جرم آفتاب کا نظر سے غائب ہوجانا کہ ان کی شعاع وغیرہ بالکل باقی نہ رہے۔ جس وقت مغرب کا وقت آجاتا ہے۔

Marfat.com

روزے کے سنن اور مستحبات

روزے میں تمام ان چیزوں سے بچنا مسنون ہے جن کے کرنے میں گناہ ہے۔ مثلاً غیبت کرنا جھوٹ بولنا چغلی کھانا کسی کا مال ناحق لے لینا کسی کو ظلماً مارنا یا کچھ سخت کہنا۔

اور بہ نسبت اور دنوں کے اس زمانہ میں عبادت کی کثرت کرنا خصوصاً رمضان کے اخیر عشرے میں شب بیداری کرنا اور مسجد میں اعتکاف کرنا بھی مسنون ہے رات کو پچھلے وقت صبح صادق سے پہلے کچھ کھا لینا مسنون ہے جن کو سحور[1] کہتے ہیں۔

روزے کے افطار میں جلدی کرنا یعنی وقت آجانے کے بعد تاخیر نہ کرنا مستحب ہے اور اسی طرح سحور میں دیر کرنا یعنی صبح صادق سے تھوڑی دیر پہلے کھانا مستحب ہے، بہت پہلے کھا لینے میں سحور کا ثواب نہیں، روزے میں تمام ان چیزوں سے بچنا جن سے اور ائمہ کے نزدیک روزہ فاسد ہوجاتا ہے اگرچہ حنفیہ کے نزدیک ان سے فساد نہیں آتا ان چیزوں کی تفصیل انشاءاللہ مفسدات صوم سے معلوم ہوگی۔

روزہ جن چیزوں سے فاسد ہوجاتا ہے

یہ بات ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ روزے میں اکل وشرب اور جماع کا ترک کرنا فرض ہے پس جب کوئی امر اس فرض کے خلاف کیا جائے گا تو روزہ فاسد ہوجائے گا یعنی جاتا رہے گا۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ اگر کوئی ایسی چیز جوف میں پہنچائی جائے گی جس کے نافع ہونے کا خیال ہے خواہ غذا ہو یا دوا تو ایسی حالت میں روزے کی قضا رکھنا پڑے گی اور اس جرم کا کفارہ دینا ہوگا اور اگر کوئی ایسی چیز قصداً نہ پہنچائی جائے، بلکہ خود پہنچ جائے یا اس کے نافع ہونے کا خیال نہ ہو تو صرف روزے کی قضا رکھنا پڑے گی۔ اسی طرح اگر کوئی ایسا فعل کیا جائے گا جس کی لذت جماع کی لذت کے برابر ہے تو قضا اور کفارہ دونوں ورنہ صرف قضا، حاصل یہ کہ روزہ کی فاسد کرنے والی چیزیں دو قسم کی ہیں، ایک وہ کہ جن سے صرف قضا لازم ہوتی ہے دوسرے وہ جن سے

---

[1] حدیث میں اس کے بہت فضائل وارد ہوئے ہیں اور اس کو انبیاء علیہم السلام کی سنت فرمایا گیا ہے یہاں تک اس کی تاکید کی گئی ہے کہ اگر کچھ نہ ممکن ہو تو صرف پانی ہی پی لو، یہود ونصاریٰ کے رد روں میں سحور کی اجازت نہ تھی ۱۲۔

Marfat.com

قضا کفارہ دونوں لازم ہوتے ہیں ہم ہر قسم کی تفصیل علیحدہ بیان کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔

(۱) بے قصد کوئی ایسی چیز جو غذا یا دوائے انسان کے استعمال میں آتی ہو جوف[1] میں پہنچ جائے مثال۔(۱) کسی شخص نے کلی کرنے کے لئے منہ میں پانی لیا اور وہ حلق کے نیچے اتر گیا۔ (۲) سونے کی حالت میں کسی نے کچھ کھلا پلا دیا (۳) کسی کے منہ میں منہ کا پانی گو ایک ہی قطرہ ہو یا برف کا ٹکڑا چلا گیا اور حلق کے نیچے چلا گیا (۴) ناک یا کان میں تیل وغیرہ ڈالا اور دماغ یا پیٹ میں پہنچ گیا۔ (۵) پیٹ یا دماغ کے زخم میں دوا ڈالی اور وہ اس زخم کی راہ سے پیٹ یا دماغ میں پہنچ گئی۔

(۲) کسی روزہ دار کو زبردستی کھلا پلا دی جائے۔

(۳) کوئی شخص احتقان[2] لے یا ناس کا استعمال کرے۔

(۴) کوئی شخص اس خیال سے کہ آفتاب غروب ہو گیا افطار کرے یا اس خیال سے کہ ابھی رات باقی ہے سحور کھائے تو اس کی اٹھارہ صورتیں ہیں کہ منجملہ ان کے پانچ میں صرف قضا واجب ہوتی ہے وہ یہ ہیں۔(۱) اس گمان غالب پر کہ ابھی رات باقی ہے سحور کھائی اور بعد کھانے کے اس گمان کا غلط ہونا ظاہر ہوا یعنی رات نہ تھی (۲) اس شک[3] پر کہ ابھی رات باقی ہے سحور کھائی اور بعد کو اس شک کا غلط ہونا معلوم ہوا (۳) باوجود گمان غالب صبح صادق کے ہو جانے کا تھا اور رات ہو جانے کا صرف مرجوح خیال تھا مگر سحور کھائی اور اس گمان غالب کا صحیح ہونا ظاہر ہوا (۴) اس گمان غالب پر کہ آفتاب غروب ہو گیا، افطار کر لیا اور بعد کو اس گمان کا غلط ہونا ظاہر ہو گیا (۵) باوجودیکہ غروب آفتاب میں شک تھا افطار کر لیا اور بعد کو اس شک کا صحیح یا غلط ہونا کچھ نہ معلوم ہوا (۶) کسی شخص نے بہ سبب اس کے کہ اس کو روزے کا خیال نہ رہا، کچھ کھا پی لیا، یا

---

[1] جوف سے جسم کا وہ اندرونی حصہ مراد ہے جو سینے سے مثانے تک ہے دماغ بھی جوف کے حکم میں ہے مثانہ جوف سے خارج ہے۔ ارد المختار ۱۲

[2] کسی دوا کے مشترک حصہ کے ذریعہ سے پیٹ میں پہنچا دینا احتقان ہے جس کو ہمارے عرف میں عمل کہتے ہیں

[3] شک اور گمان میں فرق یہ ہے کہ عالت شک میں دونوں جانب نفی اثبات کے برابر ہوتے ہیں اور گمان میں ایک جانب غالب ہوتا ہے اور اسی جانب غالب کو گمان کہتے ہیں۔ رات باقی رہنے کا شک ہے یعنی دل کو جس طرح رات ہونے کا خیال ہے اور اسی قدر رات نہ ہونے کا بھی خیال ہے ۱۲

Marfat.com

جماع کر لیا۔ (۶) کسی کو بے اختیار قے ہو گئی یا احتلام ہو گیا یا صرف کسی عورت وغیرہ کے دیکھنے سے انزال ہو گیا اور مسئلہ نہ معلوم ہونے کے سبب وہ یہ سمجھا کہ میرا روزہ جاتا رہا اور عمداً اس نے کھا پی لیا۔

(۷) کوئی شخص روزے کی حالت میں عمداً قے کرے بشرطیکہ وہ قے منہ بھر کر ہو خواہ ایک ہی مرتبہ کی قے منہ بھر کر ہو یا کئی مرتبہ کی مگر ایک ہی مجلس میں اور خواہ کھانے پانی، صفرا، خون کی قے ہو یا بلغم کی۔

(۸) کسی شخص نے روزے کی نیت ہی نہ کی، یا کی مگر بعد نصف نہار شرعی کے۔

(۹) کسی شخص نے رات کو روزے کی نیت نہ کی بلکہ بعد صبح صادق کے نصف نہار سے پہلے اس نے عمداً کچھ کھا پی لیا۔

(۱۰) کسی شخص نے کوئی ایسی چیز اپنے جوف میں پہنچائی جس کے مفید اور نافع ہونے کا خیال نہیں نہ غذا نہ دوا، خواہ منہ کے ذریعے سے پہنچائے یا ناک کان سے یا مشترک حصے سے یا عورت اپنے خاص حصہ سے، مرد اگر اپنے خاص حصہ کے سوراخ میں کوئی چیز ڈالے تو وہ چونکہ جوف تک نہیں پہنچتی اس سے روزہ فاسد نہ ہوگا۔ (ردالمحتار)

مثال:۔ (۱) کسی نے کوئی مٹی کی کنکری یا لکڑی کھالی (۲) کسی چیز سے بخارات یا دھواں اٹھ رہا ہو اور کوئی شخص اس کو سونگھے جس کے سبب سے وہ بخارات جوف میں داخل ہو جائیں۔ بشرطیکہ وہ بخارات بخیال نفع نہ پہنچائے گئے ہوں۔ حقہ کا دھواں بھی اسی حکم میں ہے مگر اس شخص کے لئے جس کو حقہ پینے کی عادت نہ ہو اور نہ کسی نفع کی غرض سے اس نے پیا ہو۔۔۔

(۳) کوئی لکڑی یا کپڑا اور روئی وغیرہ مشترک حصہ یا عورت اپنے خاص حصہ میں اس طرح داخل کرے کہ سب اس کے اندر غائب ہو جائے، ایسی چیز کا کھانا جس سے انسان بالطبع کراہت رکھتا ہے اسی حکم میں ہے یعنی روزہ فاسد ہو جاتا ہے اور صرف قضا لازم ہوتی ہے، جیسے کسی کی سنکے

؎ یہ مذہب امام ابو یوسف کا ہے ان کے نزدیک بلغم کی قے سے بھی وہ روزہ جاتا رہتا ہے اور وضو بھی ٹوٹ جاتا ہے۔ امام صاحب اور امام محمد کے نزدیک نہ روزہ ٹوٹتا ہے نہ وضو جاتا ہے۔ علامہ محقق کمال الدین بن ہمام نے لکھا ہے کہ روزے کے بارے میں امام ابو یوسف کا قول قابل عمل ہے اور وضو کے مسئلہ میں امام صاحب اور امام محمد کا اور بہر حیثیت ان کے اور فقہانے بھی اسی قول کو ترجیح دی ہے۔ ۱۲۔

کھالینا یا کسی کے منہ سے نکلے ہوئے لقمہ کا کھالینا، بشرطیکہ وہ شخص محبوب نہ ہو اس لئے کہ محبوب کے منہ سے نکلی ہوئی چیز سے کراہت نہیں ہوتی، دیکھو بزرگان دین کے منہ سے نکلی ہوئی چیز ان کے مرید کس خوشی سے کھاتے ہیں اور اگر کوئی چیز ایسی ہو جس سے کسی کی طبیعت نفرت کرے، کسی کی نہ کرے تو جس شخص کی طبیعت کو نفرت ہو اس پر کھانے سے صرف قضا لازم ہوگی اور جس کو نفرت نہ ہو اس پر اس کے کھانے سے قضا اور کفارہ دونوں۔ (ردالمحتار)

(۱۱) کسی شخص کے منہ میں آنسو یا پسینے کے اس قدر قطرے چلے گئے کہ جن کا مزہ یعنی نمکینیت تمام منہ بھر میں محسوس ہوتی اور وہ ان کو پی گیا۔

(۱۲) کسی نے مردہ عورت یا ایسی کم سن نابالغہ لڑکی جس کے ساتھ جماع کی رغبت نہیں ہوتی یا کسی جانور سے جماع کیا یا کسی کو لپٹایا یا بوسہ لیا یا جلق کا مرتکب ہوا اور ان سب صورتوں میں منی کا خروج ہوگیا۔

(۱۳) کسی روزہ دار عورت سے زبردستی یا سونے کی حالت میں یا بحالت جنون جماع کیا گیا۔

(۱۴) کسی رنگین دھاگے کو کسی نے بٹنے کی غرض سے منہ میں ڈالا اور اس کا رنگ زبان میں آگیا۔ (ردالمحتار)

(۱۵) کسی شخص کے دانتوں کے درمیان میں کچھ غذا باقی رہ گئی ہو اور وہ اس کو بغیر منہ سے نکالے ہوئے کھا جائے بشرطیکہ وہ غذا چنے کے برابر یا اس سے زیادہ ہو یا چنے سے کم ہو مگر منہ سے باہر نکال کر کھائے۔

(۱۶) کوئی شخص اپنی قے کو نگل جائے بشرطیکہ منہ بھر کر ہو گو پوری قے نہ نکلی ہو بلکہ اس کا بہت ہی حصہ چنے کے برابر۔

(۱۷) کسی ناواقف سے روزے کی حالت میں کوئی ایسا فعل ہوا جس سے حنفیہ کے نزدیک روزے میں فساد نہیں آتا اور اس نے کسی عالم سے اس کا مسئلہ پوچھا اور اس نے فاسد ہو جانے کا فتویٰ دیدیا حالانکہ اس کا فتویٰ غلط تھا۔

(۱۸) رمضان کے اداتی روزوں کے سوا اور کسی قسم کا روزہ فاسد ہو جاتے خواہ عمداً فاسد کیا جائے یا خطاءً ہر حال میں صرف قضا واجب ہوگی، یہ تمام تفصیل جو اوپر بیان ہوئی صرف رمضان کے ادائے روزوں کے لئے تھی۔

دوسری قسم۔ یعنی وہ صورتیں جن میں قضا اور کفارہ دونوں لازم ہوتے ہیں۔

Marfat.com

(۱) وہ شخص جس میں روزے کے واجب ہونے کے تمام شرائط پائے جاتے ہوں، رمضان کے اس ادائی روزے میں جس کی نیت صبح صادق سے پہلے کر چکا ہو عمداً منہ کے ذریعہ سے جوف میں کوئی ایسی چیز پہنچائے جو انسان کی دوا غذا میں مستعمل ہوتی ہو، یعنی اس کے استعمال سے کسی قسم کا نفع جسمانی یا لذت متصور ہو اور اس کے استعمال سے سلیم الطبع انسان کی طبیعت نفرت نہ کرتی ہو گو وہ بہت ہی قلیل ہو حتیٰ کہ ایک تل کے برابر یا جماع کرے یا کرائے، لواطت بھی اسی حکم میں ہے، جماع میں خاص حصّے کے سرکا داخل ہو جانا کافی ہے، منی کا خارج ہونا بھی شرط نہیں، بہرصورت قضا اور کفارہ دونوں واجب ہوں گے مگر یہ بات شرط ہے کہ جماع ایسی عورت سے کیا جائے جو قابل جماع ہو، بہت کم سن لڑکی نہ ہو، جس میں جماع کی بالکل قابلیت نہ پائی جائے (بحرالرائق ردالمحتار)

مذکورۂ بالاقیود کے فوائد۔ روزے کی شرائط وجوب کا پایا جانا اس لئے شرط کیا گیا کہ نابالغ بچّے اور مجنون پر کفارہ نہیں ہوتا اور اسی طرح وہ شخص جو حالت سفر میں ہو یا حیض و نفاس والی عورت پر بھی کفارہ نہیں واجب ہوتا اگرچہ ان لوگوں نے روزے کی نیت کرلی ہو اور اگرچہ نیت کے وقت ان میں شرائط وجوب پائے جاتے ہوں، سفر یا حیض و نفاس بعد نیت کے طاری ہوا ہو۔

(درمختار۔ ردالمختار)

رمضان کی قید اس لئے لگائی گئی کہ سوا رمضان کے اور کسی روزے کے افطار سے کفارہ نہیں لازم ہوتا۔

ادائی کی قید اس لئے لگائی گئی کہ رمضان کے قضائی روزے کے افطار سے کفارہ نہیں ہوتا نیت اور پھر اس کا صبح صادق سے پہلے ہونا اس لئے شرط کیا گیا کہ جس روزے میں نیت نہ کی گئی ہو اس کے افطار کرنے سے کفارہ لازم نہیں ہوتا اس لئے کہ وہ روزہ ہی صحیح نہیں ہوا روزے کے صحیح ہونے کے لئے نیت شرط ہے اور جب روزہ ہی صحیح نہ ہوا تو کفارہ کیسا، کفارہ تو روزے کے افطار سے ہوتا ہے۔ اسی طرح جس روزے کی نیت بعد صبح صادق کے کی جاتے اس کے افطار سے بھی کفارہ نہیں ہوتا اس لئے کہ امام شافعی کے نزدیک قبل صبح صادق کے نیت کرنا شرط ہے پس ان کے نزدیک روزہ ہی نہیں ہوا اور کفارہ اس روزے کے افطار میں ہوتا جس کے صحیح ہونے میں کسی کا خلاف نہ ہو یا خلاف ایسا ہو جو بے دلیل یا مخالف اجماع ہونے کے سبب سے قابل اعتبار نہ ہو۔

Marfat.com

عمداً کی قید اس لئے کی گئی کہ اگر کوئی شخص بغیر قصد کے روزے کو بھول کر یا سوتے میں کچھ کھا پی لے یا غلطی سے کوئی چیز اس کے حلق سے اتر جائے مثلاً کلی کرنے کی غرض سے منہ میں پانی لے اور حلق کے نیچے اتر جائے یا کوئی شخص کسی روزہ دار کو کچھ کھلا پلا دے یا زبردستی جماع کرے تو ان سب صورتوں میں کفارہ واجب نہیں ہوتا۔

منہ کے ذریعہ سے اور پھر جوف میں پہنچنے کی شرط اس لئے کی گئی کہ اگر کوئی شخص کسی اور راستے سے کوئی چیز پہنچائے تو اس پر کفارہ نہ ہوگا۔ مثلاً کوئی شخص ناک کان کے ذریعہ سے یا مشترک حصہ سے یا عورت اپنے خاص حصہ سے کوئی چیز داخل کرے، جیسے ناس اور عمل وغیرہ اور اسی طرح اگر جوف میں نہ پہنچے جیسے کوئی شخص سر میں تیل ڈالے یا سرمہ لگائے یا مرد اپنے مشترک حصہ کے سوراخ میں کوئی چیز داخل کرے تو چونکہ یہ چیزیں جوف تک نہیں پہنچتیں اس لئے ان سے کفارہ کیا قضا بھی واجب نہ ہوگی۔

غذاً یا دواً اس چیز کا مستعمل ہونا اس لئے شرط کیا گیا کہ جو چیز ایسی نہ ہو جیسے مٹی کی کنکری یا لکڑی یا درخت کی پتی وغیرہ اس کے استعمال سے کفارہ واجب نہ ہوگا، ہاں جو لکڑی دوا میں مستعمل ہو جیسے اصل السوس وغیرہ یا جس درخت کی پتی کھائی جاتی ہو جیسے چنے کی یا انگور کی کونپل اس کے استعمال سے کفارہ ہو جائے گا جو لوگ حقہ پینے کے عادی ہوں یا کسی نفع کی غرض سے حقہ پئیں ان پر بھی کفارہ واجب ہوگا۔

سلیم الطبع انسان کی طبیعت کا نفرت نہ کرنا اس لئے شرط کیا گیا کہ جس چیز سے نفرت ہوتی ہو اس کے استعمال سے کفارہ واجب نہیں ہوتا جیسے قے پیشاب پاخانہ وغیرہ منہ کا نکالا ہوا لقمہ اس کی تفصیل اوپر ہو چکی، ہاں کچے گوشت کے کھانے سے کفارہ لازم ہو جاتا ہے۔ بشرطیکہ وہ سڑا نہ ہو۔ علامہ شامی ردالمحتار میں فرماتے ہیں کہ میں نے کسی فقیہ کا اس میں اختلاف نہیں دیکھا باوجودیکہ کچے گوشت سے سلیم الطبع انسان کی طبیعت نفرت کرتی ہے۔ شاید اس کی یہ وجہ ہو کہ گوشت میں غذائیت کا وصف بہت بڑھا ہوا ہے، جماع میں عورت کے قابل جماع ہونے کی شرط اس لئے کی گئی کہ ناقابل جماع عورت سے جماع کرنے میں کفارہ نہیں ہوتا۔

ناقابل جماع عورت کی تشریح ہم پہلی جلد میں کر چکے ہیں ہاں عورت کے لئے مرد کا بالغ ہونا شرط نہیں حتیٰ کہ اگر کوئی عورت کسی نابالغ بچے یا مجنون سے جماع کرائے تب بھی اس کو قضا اور کفارہ دونوں کا حکم دیا جائے گا۔ (ردالمحتار)

Marfat.com

جماع میں عورت اور مرد دونوں کا عاقل ہونا شرط نہیں، حتیٰ کہ اگر ایک مجنون ہو اور دوسرا عاقل تو عاقل پر کفارہ لازم ہوگا مثلاً مرد عاقل ہو اور عورت مجنون تو مرد پر بالعکس ہو تو عورت پر۔

(۳) کوئی ایسا فعل کرنے کے بعد جس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا اور نہ اس میں روزے کے فاسد ہو جانے کی کوئی ظاہری صورت معلوم ہوتی ہو اور نہ اس فعل کا مفسد صوم ہونا اس کو کسی عالم کے فتوے یا حدیث سے معلوم ہوا ہو بلکہ صرف اپنے خیال میں یہ سمجھ کر کہ روزہ فاسد ہو گیا عمداً روزے کو فاسد کر ڈالا۔ مثال سینگے لگائے یا فصد لے یا سرمہ لگا یا یا کسی عورت کو لپٹا یا یا بوسہ لیا یا کسی مردہ یا جانور سے جماع کیا مگر منی کا خروج نہیں ہونے پایا اور بعد ان افعال کے یہ سمجھ کر کہ میرا روزہ جاتا رہا عمداً روزے کو فاسد کر ڈالا۔

مذکورہ بالا قیود کے فوائد۔ اگر کوئی ایسا فعل کرے جس میں روزے کے فاسد ہو جانے کی ظاہری صورت معلوم ہوتی ہو جیسے کسی نے روزے میں کچھ کھا پی لیا یا جماع کر لیا یا احتلام ہو گیا یا کسی عورت کے دیکھنے یا تصور کرنے سے منی خارج ہو گئی یا بے اختیار قے ہو گئی اور ان افعال کے بعد مسئلہ نہ معلوم ہونے کے سبب سے اس نے یہ سمجھا کہ میرا روزہ جاتا رہا اور کچھ کھا پی لیا تو چونکہ ان افعال میں ظاہری صورت فساد صوم کی موجود ہے اس لئے اس پر کفارہ لازم نہ ہوگا۔

اسی طرح اگر کسی عالم سے فتوی پوچھا اور اس نے فتوی دیدیا کہ اس فعل سے تمہارا روزہ جاتا رہا اور بعد اس فتوے کے اس نے عمداً روزے کو فاسد کر دیا اس صورت میں گو اس عالم کا فتویٰ غلط بھی ہو تب بھی کفارہ لازم نہ ہوگا۔ بشرطیکہ وہ عالم اس شہر کے لوگوں میں معتمد اور معتبر ہو لوگ اس سے فتوی پوچھتے ہوں، اس لئے کہ حسب تصریح محققین جاہل پر اپنے شہر کے عالم کی تقلید عــه واجب ہے گو وہ کسی مذہب کا ہو، شافعی یا حنفی یا مالکی یا حنبلی۔

اسی طرح اگر کسی حدیث کے سننے سے اس فعل کا مفسد صوم ہونا اسے معلوم ہوا ہو اور اس وجہ سے اس نے عمداً روزے کو فاسد کر دیا ہو تب بھی کفارہ لازم نہ ہوگا اگرچہ وہ حدیث صحیح نہ ہو یا اس کا مطلب اس نے غلط سمجھا ہو۔

حاصل۔ یہ کہ جب کسی شبہ سے روزہ فاسد کیا جائے گا تو کفارہ واجب نہ ہوگا۔

اس لئے کہ کفارہ ایک قسم کی سزا ہے اور سزا کا مستحق وہی شخص ہوتا ہے۔ جو

عــه زیادہ تفصیل اس مسئلہ کی ہمارے رسالہ ورغریدہ میں دیکھئے ۱۲۔

Marfat.com

دیدہ و دانستہ خلاف ورزی کرے ہاں اگر مفتی کا غلط فتویٰ یا وہ غیر صحیح حدیث یا صحیح حدیث کا وہ غلط مطلب جو اس نے سمجھا ہے اجماع کے خلاف ہوگا تو پھر اس فتوے وغیرہ کا اعتبار نہ کیا جائے گا اور اس صورت میں عمداً روزہ فاسد کرنے سے قضا اور کفارہ دونوں لازم ہوں گے۔ (فتح القدیر)

مثال۔ (۱) کسی شخص نے غیبت کی یا سر میں تیل لگایا بعد اس کے کسی عالم سے مسئلہ پوچھا اور اس نے روزہ فاسد ہو جانے کا فتویٰ دیدیا یا غیبت سے روزہ فاسد ہو جانے کی غیر صحیح حدیث سن کر روزے کو فاسد کر ڈالا (۲) کسی شخص نے پچھنے لگائے اور کسی عالم سے مسئلہ پوچھا اور روزہ فاسد ہو جانے کا فتویٰ دیدیا اس نے حدیث صحیح افطر الحاجم والمحجوم کا غلط مطلب سمجھ کر روزہ فاسد کر ڈالا، تو ان صورتوں میں چونکہ یہ فتویٰ اور غیر صحیح یا حدیث صحیح کا غلط مطلب مخالف اجماع ہے۔ لہٰذا کفارہ لازم ہوگا۔

وہ صورتیں جن میں روزہ فاسد نہیں ہوتا

روزہ جن چیزوں سے فاسد نہیں ہوتا ان کی بھی دو قسمیں ہیں ایک وہ کہ جن کے کرنے میں کسی قسم کی کراہت بھی نہیں دوسرے وہ کہ جن کے کرنے میں کراہت ہے۔

عہ یہ حکم اللہ کے حقوق میں ہے۔ بندوں کے حقوق تلف کرنے سے تو ہر حال میں اس کو سیاستاً سزا دی جائے گی گو اس کو مقصود خلاف ورزی نہ ہو ۱۲۔

عہ غیبت سے روزہ فاسد ہو جانے کی جس قدر حدیثیں ہیں ان میں کوئی صحیح نہیں جیسا کہ علامہ محقق نے فتح القدیر میں لکھا ہے۔

سہ تمام علماء کا اجماع ہے کہ اس حدیث کا ظاہری مطلب مراد نہیں ہے۔ بلکہ جیسے اذا اقبل اللیل من ههنا فقد افطر الصائم میں ظاہری مطلب مراد نہیں ہے کہ جہاں غروب آفتاب ہوا تو روزہ افطار ہو جاتا ہے خواہ روزہ دار افطار کرے یا نہ کرے بلکہ یہ مطلب ہے کہ غروب آفتاب کے بعد روزہ کے افطار کا وقت آجاتا ہے اسی طرح اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ پچھنے لگانے سے ضعف ہو جائے گا جو روزہ رکھنے سے معذور کر دے گا اور اس کو مجبوراً افطار کرنا پڑے گا اور اگر اس نے اپنے اوپر جبر کیا اور روزہ فاسد کیا تب بھی روزہ مکروہ ہو جاتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ روزہ کا ثواب اس کو نہیں ملتا اور جب ثواب نہ ملا تو روزے کا رکھنا اور نہ رکھنا برابر ہے تو گویا اس نے روزہ افطار کر دیا یعنی فاسد کر ڈالا ۱۲۔

پہلی قسم یعنی جن چیزوں سے روزہ فاسد نہیں ہوتا نہ کسی قسم کی کراہت آتی ہے۔

(۱) کسی شخص کو روزے کا خیال نہ رہا اور اس وجہ سے اس نے کچھ کھا پی لیا یا جماع کر لیا تو روزہ فاسد نہ ہوگا خواہ فرض ہو یا نفل روزے کی نیت کر چکنے کے بعد کھائے پئے اس سے پہلے بشرطیکہ کسی شخص نے اس کو یاد نہ دلایا ہو ایسی حالت میں دوسرے لوگوں پر واجب ہے کہ اس کو یاد دلائیں بشرطیکہ اس میں روزہ رکھنے کی قوت ہو ہاں اگر اس میں قوت نہ ہو تو پھر یاد دلانا کچھ ضروری نہیں۔

(۲) کسی شخص کے حلق میں بے قصد و اختیار مکھی یا دھواں یا غبار چلا جائے بخلاف اس کے اگر قصداً کوئی شخص ان چیزوں کو اپنے جوف میں داخل کرے تو اس کا روزہ فاسد ہو جائے گا جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔

(۳و۴) سر یا بدن میں تیل ملنا، سرمہ لگانا، روزہ فاسد نہ ہوگا اگرچہ تیل یا سرمہ کا اثر حلق میں محسوس ہو مثلاً سرمہ کی سیاہی تھوک میں نکلے۔

(۵) پچھنے لگانا ہاں اگر ضعف کا خیال ہو تو مکروہ ہے جیسا کہ دوسری قسم میں بیان ہوگا۔

(۶) سونے کی حالت میں منی کا خارج ہونا جس کو احتلام کہتے ہیں اگرچہ بغیر غسل کئے ہوئے روزہ رکھے اس لئے کہ صوم میں طہارت شرط نہیں۔

(۷) کسی عورت یا اس کا خاص حصہ دیکھنے سے یا صرف کسی بات کا خیال دل میں کرنے سے منی خارج ہو جائے۔ (بحرالرائق ۔ ردالمحتار)

(۸) کسی جانور کے خاص یا مشترک حصہ کو چھونا اگرچہ انزال بھی ہو جائے تب بھی مفسد نہیں۔

(۹) جماع یا لواطت کے سوا اور کسی ایسے فعل کا مرتکب ہونا جس سے عادتاً خروج منی ہو جاتا ہو بشرطیکہ منی خارج ہوتی ہو۔ مثال (۱) جلق (۲) کسی عورت وغیرہ کی ناف وغیرہ سے مباشرت کرنا (۳) کسی جانور یا مردے کے خاص یا مشترک حصہ میں اپنے خاص حصہ کا داخل کرنا (۱۰) عورتوں کا باہم مباشرت کرنا جس کو عام لوگ عہ چپٹی لگانا کہتے ہیں۔ ان سب صورتوں میں اگر منی خارج نہ ہوگی تو روزہ فاسد نہ ہوگا اور اگر منی خارج ہو جائے گی تو روزہ فاسد ہو جائے گا اور صرف قضا واجب ہو جائے گی۔

عہ نفائس اللغات میں ایسا ہی دیکھا ہے واللہ اعلم ۱۲۔

Marfat.com

(۱۰) مرد کا اپنے خاص حصہ کے سوراخ میں کوئی چیز مثل تیل یا پانی کے ڈالنا خواہ پچکاری کے ذریعہ سے یا اسی طرح یا سلائی وغیرہ کا داخل کرنا اگرچہ یہ چیزیں مثانہ تک پہنچ جائیں تب بھی روزہ فاسد نہ ہوگا اس لئے کہ مثانہ جوف سے خارج ہے۔ (ردالمختار)

(۱۱) کوئی لکڑی وغیرہ یا خشک انگلی کوئی شخص اپنے مشترک حصہ میں یا عورت اپنے خاص حصہ میں داخل کرے بشرطیکہ پوری لکڑی اندر نہ غائب ہو جائے ورنہ روزہ فاسد ہو جائے گا یہی حکم ہے، اگر کوئی عورت اپنے خاص حصہ میں روئی رکھے کہ اگر سب اندر غائب ہو جائے گی تو روزہ فاسد ہو جائے گا ورنہ نہیں۔

(۱۲) کسی شخص نے بہ سبب اس کے کہ اس کو روزے کا خیال نہیں رہا یا رات باقی سمجھ کر جماع شروع کر دیا یا کچھ کھانے پینے لگا اور بعد اس کے جیسے ہی روزے کا خیال آگیا یا گمان کی غلطی معلوم ہوئی فوراً علیحدہ ہو گیا یا لقمہ کو منہ سے پھینک دیا اگرچہ بعد علیحدہ ہو جانے کے منی بھی خارج ہو جائے تب بھی روزہ فاسد نہ ہوگا اور یہ انزال احتلام کے حکم میں ہوگا۔

(۱۳) کلی کرنے کے بعد پانی کی تری جو منہ میں باقی رہ جاتی ہے۔ اس کو نگل جانا مگر اس میں یہ شرط ہے کہ کلی کرنے کے بعد ایک یا دو مرتبہ تھوک منہ سے نکال دیا جائے اس لئے کہ کلی کرنے کے بعد کچھ پانی باقی رہ جاتا ہے ! ہاں دو ایک مرتبہ تھوک دینے کے بعد پھر پانی نہیں رہ جاتا اس کی خفیف تری رہ جاتی ہے۔

(۱۴) کان میں پانی کے خود بخود چلے جانے یا قصداً ڈالنے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا بخلاف تیل کے کہ اس کے ڈالنے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے بشرطیکہ تیل جوف میں داخل ہو جائے۔

(۱۵) کوئی چیز جو غذا وغیرہ کی قسم سے دانتوں کے درمیان میں باقی رہ گئی ہو اس کا نگل جانا بشرطیکہ وہ چنے کی مقدار سے کم ہو اور منہ سے باہر نکال کر نہ کھائی جائے۔

لے مرض سوزاک میں اور سنگ مثانہ وغیرہ میں اس کی ضرورت پڑتی ہے۔

لے جن عورتوں کو استحاضہ یا خروج رطوبت کی شکایت ہوتی ہے ان کو اس کی ضرورت پڑتی ہے ۱۲۔

سہ یہ واقعہ پان کھانے والوں کو اکثر پیش آتا ہے کہ کوئی کا چھوٹا ٹکڑا کبھی دانتوں کے درمیان میں رہ جاتا ہے اور وہ دن میں نکلتا ہے بعض ناواقف سمجھتے ہیں کہ ہمارا روزہ فاسد ہو گیا حالانکہ چنے سے کم ہو اور بے منہ سے باہر نکالے ہوئے نگل لیا جائے تب بھی روزہ فاسد نہ ہوگا ۱۲۔

Marfat.com

(۱۶) کسی کے دانتوں سے یا منہ کے اندرونی اور کسی جز سے خون نکلے اور حلق میں چلا جائے بشرطیکہ پیٹ تک نہ پہنچے یا پہنچ جائے مگر تھوک ساتھ مخلوط ہو کر اور تھوک سے کم۔

(۱۷) کسی شخص کے زخم لگا اور نیزہ یا تیر جوف تک پہنچ گیا خواہ تیر کی گانسی وغیرہ جوف میں رہ جائے بہرحال روزہ فاسد نہ ہوگا۔

(۱۸) بے اختیار قے ہوجانا خواہ کسی قدر ہو منہ بھرکر یا اس سے زیادہ۔

(۱۹) قے ہونے کی حالت میں بے اختیاری سے کچھ حصہ اس کا حلق سے نیچے اتر جائے اگرچہ وہ قے منہ بھرکر ہو۔

(۲۰) اگر کوئی شخص قصداً قے کرے تو اگر منہ بھرکر نہ ہوگی تو روزہ فاسد نہ ہوگا۔

(۲۱) جو قے عمداً کی جائے اور منہ بھرکر نہ ہو وہ اگر بے اختیار حلق کے نیچے اتر جائے تو روزہ فاسد نہ ہوگا اور اگر کوئی قصداً نگل جائے تب بھی صحیح یہ ہے کہ روزہ فاسد نہ ہوگا (ردالمحتار)

(۲۲) کسی شخص کی ناک میں بلغم آجائے[سه] اور وہ اس کو چڑھا جائے یہاں تک کہ حلق کے نیچے اتر جائے، جیساکہ اکثر بے تمیز اور کثیف الطبع لوگ کرتے ہیں۔

(۲۳) کسی کے منہ سے لعاب نکلے اور وہ مثل تار کے لٹک کر ذقن تک پہنچ جائے اور اس لعاب کو پھر وہ اوپر کھینچ کر نگل جائے۔

(۲۴) کسی خوشبو کی چیز کا مثل پھول یا عطر وغیرہ کے سونگھنا بخلاف ایسی چیز کے سونگھنے کے جس سے بخارات اٹھ رہے ہوں۔

(۲۵) مسواک کرنا اگرچہ بعد[عه] زوال کے ہو تازی لکڑی سے یا خشک سے۔

(۲۶) گرمی وغیرہ کے سبب سے کلی کرنا یا ناک میں پانی لینا یا منہ بھر پانی ڈالنا نہانا کپڑا پانی سے ترکرکے بدن پر ڈال[سه] لینا۔ (درمختار وغیرہ)

سه امام شافعی رضی اللہ عنہ کے نزدیک جبکہ بلغم وغیرہ کے تھوک دینے پر قادر ہو اور نگل جائے تو روزہ فاسد ہو جاتا ہے ۱۲

عه امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بعد زوال کے مسواک کرنا مکروہ ہے ۱۲۔

سه نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ پیاس یا گرمی کی شدت سے صوم کی حالت میں اپنے سر پر پانی ڈالا تھا (ابوداؤد) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کپڑے کو ترفرماکر اپنے بدن پر لپیٹ لیتے تھے۔ امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک یہ افعال مکروہ ہیں مگر فتویٰ ان کے قول پر نہیں (ردالمختار)

Marfat.com

دوسری قسم۔ یعنی وہ چیزیں جن کے ارتکاب سے روزہ فاسد تو نہیں ہوتا مگر مکروہ ہو جاتا ہے۔
علامہ محمد بن عابدین شامی ردالمختار میں فرماتے ہیں کہ بظاہر ان سب چیزوں کی کراہت تنزیہی ہے۔

(۱) کسی چیز کا مزہ چکھنا یا اس کو چبانا[عـہ] مکروہ تنزیہی ہے۔ بشرطیکہ کسی عذر کے سبب سے نہ ہو۔ عذر کی مثال۔ (۱) کوئی عورت یا لونڈی اپنے شوہر یا آقا کے لئے کھانا پکاتی ہو اور اس کی بدمزاجی سے یہ خوف ہو کہ اگر نمک درست نہ ہوگا تو وہ ناخوش ہوگا (۲) کوئی چیز بازار سے ایسی خریدی جائے کہ بے چکھے ہوتے لینے میں اس کے خراب ہونے کا اندیشہ ہو اور اس چیز کا لینا بھی ضروری ہو اور کوئی دوسری صورت اس نقصان سے بچنے کی نہ ہو۔(۳) کوئی چھوٹا بچہ بھوکا ہو اور بے اس کے کہ کوئی چیز منہ سے اس کو چبا کر دی جائے اور کچھ نہ کھاتا ہو اور وہاں کوئی شخص بے روزہ نہ ہو۔

(۲) عورت سے بوسہ لینا اور بغل گیر ہونا مکروہ ہے۔ بشرطیکہ انزال کا خوف ہو یا اپنے نفس کے بے اختیار ہو جانے کا اور اس حالت میں جماع کر لینے کا اندیشہ ہو، اگر یہ خوف و اندیشہ نہ ہو تو پھر مکروہ نہیں[عـہ]۔

(۳) کسی عورت وغیرہ کے ہونٹ کا منہ میں لینا اور مباشرت فاحشہ ہر حال میں مکروہ ہے خواہ انزال یا جماع کا خوف ہو یا نہیں۔ (ردالمختار)

(۴) حالت صوم میں کوئی ایسا فعل کرنا جس سے ضعف کا خیال ہو کہ اخیر نتیجہ اس کا یہاں تک پہنچے کہ اس کو روزہ توڑ ڈالنا پڑے مکروہ ہے۔
اگر کوئی شخص کوئی پیشہ ایسا کرتا ہو جس کو روزہ نہ رکھنا جائز ہے، بشرطیکہ وہ غریب محتاج ہو کہ اگر وہ اس پیشے کو چھوڑ دے تو بظاہر کوئی سامان کھانے پینے کا نہ ہو اور اس پیشے

عـہ عورتیں اکثر کوئلہ وغیرہ چبا کر اپنے دانتوں کو صاف کیا کرتی ہیں اس کا بھی یہی حکم ہے ۱۲۔

عـہ یعنی فقہا کے نزدیک اس کی کراہت صرف فرض روزوں کے ساتھ خاص ہے۔ مگر یہ صحیح نہیں ہر روزہ اس سے مکروہ ہو جاتا ہے۔ ۱۲۔ (درمختار)

ســہ ابوداؤد میں بہ سند صحیح ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے ایک بوڑھے آدمی کو ان افعال کی اجازت دی اور جوان کو ممانعت فرمائی، معلوم ہوا کہ وجہ ممانعت خوف شہوت ہے ۱۲۔

کے سوا کوئی دوسرا پیشہ جانتا ہی نہ ہو اور اگر کسی شخص کا خود ذاتی کام ہو اور وہ اتنی مقدرت رکھتا ہو کہ دوسرے کو نوکر رکھ کر کام کرائے مگر مزدوری دستور سے زائد مانگتا ہو تب بھی اس کو روزہ نہ رکھنا جائز ہے اور اگر ایسا غریب بھی نہیں یا کوئی دوسرا پیشہ بھی جانتا ہے۔ مگر رمضان کے آنے سے پہلے کسی پیشے کا ٹھیکہ لے چکا اور اب ٹھیکیدار ٹھیکہ توڑنے پر راضی نہیں ہوتا تب بھی روزہ نہ رکھنا جائز ہے۔

معذورین کے احکام

روزے کے عذر ہم اوپر بیان کر چکے ہیں جن کی حالت میں شریعت قادسہ نے روزہ نہ رکھنے کی اجازت عطا فرمائی ہے اب یہاں ہم ان عذروں کے تفصیلی حالات بیان کرتے ہیں جس کا وعدہ اوپر کر چکے ہیں، ان عذروں کو صاحب تنویر الابصار نے پانچ پر ختم کر دیا ہے، صاحب درمختار نے چار اور بڑھائے ہیں، علامہ شامی نے ان کو نہایت خوش اسلوبی سے اپنے اشعار میں نظم فرمایا ہے ؎

وعوارض الصوم التی قد یغتفر	للمرء فیہا الفطر تسع تستطر
حمل وارضاع واکراہ سفر	مرض جہاد جوعہ عطش کبر

ہم نے جنون اور بیہوشی کو اس پر اضافہ کر دیا اس لئے کہ ان دونوں سے بھی خالی ہونا شرط صحت ہے۔ پس کل عذر بارہ ہوئے۔ اب ان کے احکام سنئے۔

سفر[2] خواہ جائز ہو یا ناجائز، بے مشقت ہو جیسے ریل کا یا با مشقت جیسے پیادہ پا گھوڑے وغیرہ کی سواری پر ہر حال میں روزہ نہ رکھنا جائز ہے، مگر بے مشقت سفر میں مستحب یہی ہے کہ روزہ رکھ لے، ہاں اگر چند لوگ اس کے ہمراہ ہوں اور وہ روزہ نہ رکھیں اور تنہا اس کے روزہ نہ رکھنے میں کھانے وغیرہ کے انتظام میں ان لوگوں کو تکلیف ہو تو پھر گو مشقت بھی نہ ہو تب بھی نہ رکھے۔

---

[1] ترجمہ وہ چیزیں جو صوم میں عارض ہوتی ہیں جن میں آدمی کو روزہ نہ رکھنا معاف کر دیا جاتا ہے۔ نو ہیں جو لکھی جاتی ہیں حمل اور رضاع اور اکراہ اور سفر اور مرض اور جہاد اور بھوک اور پیاس اور بڑھاپا ۱۲۔

[2] سفر شرعی کی تعریف اور تحدید جلد دوم کے مقدمہ میں بیان ہو چکی اور جائز ناجائز کی مثالیں گذر چکی ہیں۔

Marfat.com

اگر کوئی مقیم رمضان میں بعد نیت صوم کے سفر کرے تو اس پر اس دن کا روزہ رکھنا ضروری ہے۔ لیکن اگر اس روزے کو فاسد کر دے تو کفارہ نہ ہوگا، اسی طرح اگر کوئی مسافر قبل نصف نہار کے مقیم ہو جائے اور ابھی تک کوئی فعل منافی صوم کے مثل کھانے پینے وغیرہ کے اس سے صادر نہ ہوا ہو تو اس کو بھی روزہ رکھنا ضروری ہے لیکن اگر فاسد کر دے تو کفارہ نہ دینا پڑے گا۔ (بحرالرائق)

اگر کوئی مسافر کسی مقام میں کچھ دنوں ٹھیرنے کا ارادہ کرے گو پندرہ دن سے کم کی نیت کی ہو پھر بھی جتنے دنوں وہاں ٹھیرے تو اس کو ان دنوں میں روزہ نہ رکھنا مکروہ ہے (ردالمختار)

اگر کوئی مقیم بعد نیت صوم کے مسافر بن جائے اور تھوڑی دور جا کر کسی بھولی ہوئی چیز کے لینے کو اپنے مکان واپس آئے اور وہاں پہنچ کر روزے کو فاسد کر دے تو اس کو کفارہ دینا ہوگا، اس لئے کہ اس پر اس وقت مسافر کا اطلاق نہ تھا گو وہ ٹھیرنے کی نیت سے نہ گیا تھا اور نہ وہاں ٹھیرا۔

حمل۔ حاملہ عورت کو روزہ نہ رکھنا جائز ہے بشرطیکہ اپنی یا اپنے بچے کی مضرت کا گمان غالب ہو خواہ وہ گمان اس کا واقع کے مطابق نکلے یا نہیں؛ اگر کسی عورت کو بعد نیت صوم کے اپنے حاملہ ہونے کا علم ہوا تب بھی اس کو روزے کا فاسد کر دینا جائز ہے، صرف قضا لازم ہوگی۔

ارضاع۔ یعنی دودھ پلانا۔ جس عورت کے متعلق کسی بچے کا دودھ پلانا ہو خواہ وہ بچہ اسی کا ہو یا کسی دوسرے کا باجرت پلاتی ہو یا مفت بشرطیکہ بچے کی مضرت کا گمان غالب ہو، جیسا کہ اکثر مشاہدہ کیا گیا ہے کہ حالت صوم میں دودھ خشک ہو جاتا ہے، بچہ بھوک کے سبب سے تڑپتا ہے اور کچھ حرارت بھی دودھ میں آجاتی ہے۔ وہ بھی بچہ کو نقصان کرتی ہے ہاں اگر مفت دودھ پلاتی ہو اور کوئی دوسرا دودھ پلانے والا مل جائے اور وہ بچہ بھی اس سے پینے پر راضی ہو جائے تو پھر ایسی حالت میں اس کو روزہ نہ رکھنا جائز نہیں بعض بچوں کو عادت ہوتی ہے کہ ہر شخص کا دودھ نہیں پیتے، جس سے طبیعت مانوس ہو جاتی ہے اس کے سوا دوسرے کی طرف التفات نہیں کرتے اگرچہ بھوک سے مر جائیں (ردالمختار)

جس دائی نے کہ عین رمضان کے دن دودھ پلانے کی نوکری کی ہو اس کو اس دن بھی روزہ

عہ بعض فقہائے مثل علامہ صدرالشریعہ کے دائی کے لئے روزہ نہ رکھنے کی اجازت میں یہ شرط کی ہے کہ اس نے رمضان (باقی صفحہ ۱۱ پر)

Marfat.com

نہ رکھنا جائز ہے گراس سے پہلے صوم کی نیت کر چکی ہو۔

مرض: اگر روزہ رکھنے سے کسی نئے مرض کے پیدا ہو جانے یا مرض موجودہ بڑھ جانے کا خوف ہو یا گمان ہو کہ صحت دیر میں حاصل ہوگی تو اس کو روزہ نہ رکھنا جائز ہے بشرطیکہ ان سب چیزوں کا گمان غالب ہو صرف وہم و خیال پر فرض روزے کا ترک کر دینا جائز نہیں، گمان غالب کی مثال ہم دے چکے ہیں۔

بعد روزے کی نیت کر لینے کے اگر کوئی مرض پیدا ہو جائے مثلاً کسی کو سانپ بچھو کاٹ لے یا بخار چڑھ آئے یا درد سر ہونے لگے تو اس کو اس دن کا روزہ رکھنا بھی ضروری نہیں بلکہ اس کا فاسد کر دینا بہتر ہے۔ لیکن اگر کوئی ایسا مرض ہو کہ جس میں اس نے خود اپنے کو مبتلا کیا ہو تو پھر روزہ نہ رکھنے یا رکھے ہوئے روزے کو فاسد کر دینے کی اجازت نہیں، مثلاً کسی ایسی دوا یا غذا کا استعمال کرے جس سے کوئی مرض پیدا ہو جائے اور اس دوا کا یہ اثر جانتا ہے ضعف[1] ایسا کہ روزہ رکھنے سے عاجز ہو خواہ یہ ضعف بڑھاپے کے سبب سے ہو یا بیماری کے اور خواہ پھر قوت آنے کی امید ہو یا نہ ہو افرق یہ ہے کہ جو ضعف بڑھاپے کے سبب سے ہوگا یا ایسی بیماری کے کہ جس میں صحت کی امید بالکل نہ رہی ہو ایسے ضعف کے سبب سے جو روزہ قضا ہوگا اس کے ہر روزے کے عوض میں ایک فدیہ یعنی ایک مقدار صدقۂ فطر کی واجب ہوگی، خواہ اسی وقت دیدے یا کچھ دنوں کے بعد اکراہ[2] یعنی مجبور کیا جانا، جو شخص روزہ نہ رکھنے پر مجبور کیا جائے اس کو بھی شریعت نے روزہ نہ رکھنے کی اجازت دی ہے۔ بشرطیکہ جان سے مار ڈالنے یا کسی عضو کے کاٹ لینے یا ضرب شدید کا خوف اس کو دلایا جاتے اگر ان چیزوں کا خوف اس کو نہ دلایا جاتے، بلکہ اس سے کہا جائے کہ اگر تم روزہ رکھو گے تو تم کو قید کر دیں گے یا ایک دو طمانچے ماریں گے یا شراب پلائیں گے یا سور کا گوشت کھلائیں گے تو ان

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۱۴ سے آگے) نے پہلے نوکری کی ہو رمضان کے بعد اگر نوکری کرے تو پھر اس کو اجازت نہیں اس نے نوکری ہی کیوں کی مگر یہ اکثر متقین فقہا کے خلاف ہے۔ ۱۲ (ردالمختار)

[1] اکثر فقہا نے اس مقام پر صرف بڑھاپے کو ذکر کیا ہے۔ بیماری کے ضعف کو نہیں لکھا مگر علامہ شامی نے تہتانی سے نقل کیا ہے کہ ایسی بیماری کے ضعف سے جس میں صحت کی مایوسی ہو چکی ہو اگر روزہ نہ رکھا جائے تو کفارہ لازم نہ ہوگا بحرالرائق میں اور بھی تعمیم کی ہے کہ جب کسی کو ایسا عذر لاحق ہو جائے جس سے نجات کی امید نہ ہو تو ہر روزے کے عوض میں فدیہ دینا چاہئیے ۱۲۔

Marfat.com

صورتوں میں اس کو روزہ نہ رکھنا جائز نہیں اس لئے کہ سور کا گوشت، شراب وغیرہ بوقت ضرورت حلال ہیں۔ (ردالمحتار)۔

خوف ہلاک یا نقصان عقل۔ جس شخص کو کسی مشقت یا محنت کی وجہ سے روزہ رکھنے میں اپنی جان کے ہلاک ہو جانے یا عقل میں فتور آجانے کا خیال ہو اس کو بھی روزہ نہ رکھنا جائز ہے اگر بعد روزے کی نیت کر لینے کے کوئی ایسی صورت پیش آجائے تب بھی اس دن کا روزہ فاسد کرنا اس کے اختیار میں ہے صرف قضا اس کے ذمہ ہوگی۔ مثال۔ (۱) گرمیوں کے زمانے میں روزے کی نیت کرنے کے بعد کسی شخص کو دھوپ میں کچھ کام کرنا پڑا خواہ کسی دوسرے کے مجبور کرنے سے یا اپنی ضرورت سے۔

جہاد۔ اگر کسی کو یہ معلوم ہو جائے کہ رمضان میں کسی دشمن دین سے لڑنا پڑے گا اور اگر روزہ رکھے گا تو لڑائی میں نقصان آئے گا اس کو روزہ نہ رکھنا جائز ہے۔

اگر بعد نیت کر لینے کے ایسا واقعہ پیش آجائے تو اس کو اس روزہ کے فاسد کر دینے کا اختیار ہے کفارہ نہ دینا پڑے گا۔

بھوک۔ جس شخص کو بھوک کا اس قدر غلبہ ہو کہ اگر کچھ نہ کھائے تو جان جاتی رہے یا عقل میں فتور آجائے، اس کو بھی روزہ نہ رکھنا جائز ہے، بعد نیت کر لینے کے اگر ایسی حالت پیدا ہو جائے تب بھی اس کو اختیار ہے فاسد کر دے گا تو کفارہ لازم نہ ہوگا صرف قضا واجب ہوگی۔

پیاس کی شدت میں بھی روزہ نہ رکھنا یا رکھے ہوئے روزے کا فاسد کر دینا جائز ہے بشرطیکہ پیاس اسی درجہ کی ہو جس درجہ کی بھوک میں شرط کی گئی۔

بیہوشی[1]۔ بیہوشی کی حالت میں بھی روزہ نہ رکھنا جائز ہے، مگر ان روزوں کی قضا اس پر لازم ہوگی، گو یہ بیہوشی رمضان بھر رہے۔

جس دن یا جس دن کی رات میں بیہوشی پیدا ہوئی ہو اس دن کے سوا باقی تمام دنوں کی قضا ضروری ہوگی، اس خیال سے کہ اس دن اس نے روزے کی نیت ضرور کی ہوگی اور کوئی امر مفسد صوم اس سے ظہور میں نہیں آیا پس وہ دن اس کا صوم میں شمار ہوگا، ہاں اگر وہ شخص صوم سے معذور تھا تو یہ سمجھ کر کہ اس نے نیت نہ کی ہوگی وہ دن صوم میں شمار نہ ہوگا اور اس دن کی قضا

[1] ایک ماہ کامل بیہوشی کا رہنا اگرچہ ممکن نہیں مگر احتیاطاً ایک صورت فرض کر کے اس کا حکم لکھ دیا گیا۔ ۱۲

Marfat.com

اس پر لازم ہوگی۔ اور اگر اس کو اپنے نیت کرنے یا نہ کرنے کا حال معلوم ہو تو پھر اپنے علم کے موافق عمل کرے۔ اگر نیت کرنے کا علم ہو تو اس دن کا روزہ قضا نہ کرے اور اگر نیت نہ کرنے کا علم ہو تو اس دن کا بھی روزہ قضا کرے۔

جنون[ii] کی حالت میں بھی روزہ نہ رکھنا معاف ہے۔ خواہ جنون[ii] عارضی ہو یا اصلی، اگر ایسا جنون ہو کہ رات میں کسی وقت افاقہ نہ ہوتا ہو اس زمانے کے روزوں کی قضا لازم نہ ہوگی اور اگر کسی وقت افاقہ ہو جاتا ہو خواہ رات کو یا دن کو تو پھر اس کی قضا کرنا پڑے گی۔

مذکورۂ بالا اعذار میں سوا ضعف اور بیہوشی اور جنون کے تمام عذروں میں بعد ان کے زائل ہو جانے کے قضا ضروری ہے فدیہ دینا درست نہیں یعنی فدیہ دینے سے روزہ معاف نہ ہوگا اور اگر وہ لوگ حالت عذر میں مر جائیں تو ان پر فدیہ کی وصیت کر جانا بھی لازم نہیں اور وارثوں کو ان کی طرف سے فدیہ دینے کی کچھ ضرورت بھی نہیں۔ اگر بعد عذر کے زائل ہو جانے کے بے قضا رکھے ہوئے مر جائیں تو ان پر وصیت کر جانا ضروری ہے اور اگر ان کے وارث ان کی طرف سے بغیر وصیت کے احساناً فدیہ دے دیں تو ان کا گناہ معاف ہو جائے گا۔

ضعف کی حالت میں صرف فدیہ دینا ضروری ہے قضا نہیں۔

بیہوشی کے سبب سے جو روزے قضا ہوئے ان کی قضا ضروری ہے۔ ہاں روزۂ اول کی قضا ضروری نہیں، بشرطیکہ اس دن کے نیت کرنے نہ کرنے کا حال معلوم نہ ہو یا نیت کرنے کا حال معلوم ہو۔

جنون کے سبب سے جو روزے قضا ہوتے ہوں ان میں نہ قضا کی ضرورت نہ فدیہ کی ہاں اگر کسی وقت افاقہ ہو جاتا ہو تو پھر اس دن کی قضا ضروری ہوگی۔

قضا اور کفّارے کے مسائل

قضا کے روزوں کا علی الاتصال رکھنا ضروری نہیں خواہ رمضان کے روزوں کی قضا ہو یا اور کسی قسم کے روزوں کی۔

قضا کے روزوں کا فوراً عذر زائل ہوتے ہی رکھنا بھی ضروری نہیں، اختیار ہے جب چاہے

عہ بعض فقہانے جنون کے اصلی ہونے کی شرط کی ہے مگر ظاہر روایت میں یہ شرط نہیں، اصلی جنون وہ ہے جو بلوغ کے پہلے کا ہو۔ عارضی وہ جو بلوغ کے بعد عارض ہوا ہو ۱۲۔

Marfat.com

رکھے نماز کی طرح اس میں ترتیب بھی فرض نہیں ادا کے روزے بے قضا روزوں کے رکھے ہوئے رکھ سکتا ہے۔

کفارے کے روزے کئی قسم کے ہیں یہاں ہم صرف رمضان کے کفارے کو بیان کرتے ہیں ایک روزے کے کفارے میں ایک غلام آزاد کرنا چاہئے۔ اگر یہ ممکن نہ ہو عدم استطاعت کے سبب سے یا اس مقام پر غلام نہ ملنے کی وجہ سے تو ساٹھ روزے رکھنا واجب ہے۔ اگر کسی وجہ سے ساٹھ روزے بھی نہ رکھ سکے تو ساٹھ محتاجوں کو کھانا کھلانا واجب ہے ان ساٹھ روزوں کا علی الاتصال رکھنا ضروری ہے۔ درمیان میں کوئی دن ناغہ نہ ہونے پائے اور اگر کسی وجہ سے کوئی دن ناغہ ہو جائے تو پھر نئے سرے سے شروع کرنا ہوگا جس قدر روزے رکھ چکا ہے ان کا حساب نہ ہوگا، ہاں اگر کسی عورت کو حیض آ جائے اور اس سبب سے درمیان کے روزے ناغہ ہو جائیں تو اس کا یہ ناغہ معاف ہوگا اور بعد حیض کے صرف اسی قدر روزے رکھنا ضروری ہوں گے جتنے باقی رہ گئے ہیں، بہتر یہ ہے کہ پہلے قضا کے روزے رکھے جائیں۔ اس کے بعد علی الاتصال کفارے کے روزے، اگر کوئی پہلے کفارے کے روزے رکھ لے، اس کے بعد قضا کے روزے رکھے یا قضا کا روزہ رکھنے کے بعد کفارے کے روزے، تب بھی جائز ہے، سوا جماع کے اور کسی سبب سے اگر کفارہ واجب ہوا ہو اور ایک کفارہ ادا نہ کرنے پایا ہو کہ دوسرا واجب ہو جائے تو ان دونوں کے لئے ایک ہی کفارہ کافی ہے، اگرچہ دونوں کفارے دو رمضان کے ہوں، ہاں جماع کے سبب سے جتنے روزے فاسد ہوئے ہوں، ہر ایک کا کفارہ علیحدہ رکھنا ہوگا اگرچہ پہلا کفارہ نہ ادا کیا ہو۔

اگر کوئی شخص کفارے کے تینوں طریقوں پر قادر ہو یعنی غلام بھی آزاد کر سکتا ہو، ساٹھ روزے بھی رکھ سکتا ہو، ساٹھ محتاجوں کو کھانا بھی کھلا سکتا ہو تو جو طریقہ اس پر زیادہ شاق ہو اس کو اسی کا حکم دینا چاہئے اس لئے کہ کفارے سے مقصود زجر اور تنبیہ ہے اور جب شاق نہ ہوا تو کچھ تنبیہ نہ ہوگی۔

صاحب بحرالرائق لکھتے ہیں کہ اگر کسی بادشاہ پر کفارہ واجب ہوا ہو تو اس کو غلام کے آزاد کرنے یا ساٹھ محتاجوں کے کھانا کھلانے کا حکم نہ دینا چاہئے۔ کیونکہ یہ چیزیں اس کے نزدیک کچھ دشوار نہیں ان سے کچھ بھی تنبیہ اس کو نہ ہوگی، بلکہ ساٹھ روزے رکھنے کا حکم دینا چاہئے کہ اس پر گراں گزرے اور آئندہ پھر رمضان کے روزے کو اس طرح فاسد نہ کرے۔

Marfat.com

روزے کے متفرق مسائل

(۱) جن لوگوں میں روزے کے صحیح ہونے اور واجب ہونے کی شرطیں پائی جاتی ہوں اور کسی وجہ سے ان کا روزہ فاسد ہو گیا ہو ان پر واجب ہے کہ جس قدر دن باقی ہو اس میں کھانے پینے جماع وغیرہ سے اجتناب کریں اور اپنے کو روزہ داروں کے مشابہ بنائیں۔

مثال۔ (۱) کسی نے عمداً روزے کو فاسد کر دیا (۲) یوم شک میں روزہ نہ رکھا گیا اور بعد میں معلوم ہوا کہ وہ دن رمضان کا تھا (۳) بخیال رات باقی ہونے کے سحور کھائی گئی اور تحقیق سے معلوم ہوا کہ رات نہ تھی۔

(۲) جس شخص میں دن کے اول وقت شرائط وجوب یا صحت کے نہ پائے جاتے ہوں اور اس وجہ سے اس نے روزہ نہ رکھا ہو مگر بعد نصف نہار کے شرائط پائے جائیں تو اس کو مستحب ہے کہ جس قدر دن باقی رہ گیا ہو اس میں کھانے پینے وغیرہ سے اجتناب کرے۔

مثالیں۔ کوئی مسافر بعد نصف نہار کے مقیم ہو جائے (۲) کسی عورت کا حیض یا نفاس بعد نصف نہار کے بند ہو جائے (۳) بعد نصف نہار کے کسی مجنون یا بیہوش کو افاقہ ہو جائے (۴) کوئی مریض بعد نصف نہار کے شفا پا جائے (۵) کسی شخص نے بحالت اکراہ روزہ فاسد کر دیا ہو اور بعد نصف نہار کے اس کی مجبوری جاتی رہے (۶) کوئی نابالغ بعد نصف نہار کے بالغ ہو جائے (۷) کوئی کافر بعد نصف نہار کے اسلام لائے، ان سب لوگوں کو باقی دن میں مثل روزہ داروں کے کھانے پینے وغیرہ سے اجتناب کرنا مستحب ہے اور اس دن کی قضا ان پر ضروری ہوگی سوا نابالغ اور کافر کے۔

(۳) جو نفل روزہ قصداً شروع کیا گیا ہو بعد شروع کر چکنے کے اس کا تمام کرنا ضروری ہے اور بصورت فاسد ہو جانے کے اس کی قضا ضروری ہے خواہ قصداً فاسد کرے یا بے قصد فاسد ہو جائے۔

(۴) حیض آنے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے (رد المختار)

(۵) اگر عیدین یا ایام تشریق (ذی الحجہ کی ۱۱-۱۲-۱۳ تاریخ) میں کوئی شخص صوم کی نیت کرے تو اس صوم کا تمام کرنا اس پر ضروری نہ ہوگا اور درصورت فاسد ہو جانے کے اس کی قضا بھی لازم نہ ہوگی بلکہ اس کا فاسد کر دینا واجب ہے اس لئے کہ ان ایام میں روزہ رکھنا مکروہ تحریمی ہے۔

(۶) صحیح یہ ہے کہ نفل روزے کا بھی بغیر عذر کے افطار کرنا جائز نہیں ہاں اس قدر فرق ہے کہ نفل میں خفیف عذر کے سبب سے بھی افطار کرنا جائز ہے بخلاف فرض کے مثلاً روزہ دار کسی کی دعوت

کرے اور جہاں بغیر اس کی شرکت کے کھانا نہ کھائے یا رنجیدہ ہوجائے تو ایسی حالت میں اگر اس کو اپنے نفس پر کامل وثوق ہو کہ اس کی قضا رکھ لے گا تو نفل روزہ توڑ ڈالے ورنہ نہیں۔ (رد المحتار)

(۷) عورت کو بے رضامندی شوہر کے سوا رمضان کے روزوں کے اور کوئی روزہ رکھنا مکروہ تحریمی ہے اور اگر روزہ رکھ لینے کے بعد شوہر اس کے فاسد کر دینے کا حکم دے تو توڑ ڈالنا ضروری ہے پھر اس کی قضا بے اس کی اجازت کے نہ رکھے۔ (بحر الرائق)

(۸) غلام بھی عورت کے حکم میں ہے کہ بے اجازت اپنے آقا کے نفل روزہ رکھنا اس کو جائز نہیں۔

(۹) شوال کے چھ روزوں کا درمیان میں فصل دے دے کر رکھنا مستحب ہے اور اگر فصل نہ کیا جائے تب بھی جائز ہے۔

(۱۰) اگر کوئی شخص ایام ممنوعہ کے روزوں کی نذر کرے یا یہ نذر کرے کہ میں پورے ایک سال کے روزے رکھوں گا تو اس کو چاہیے کہ ایام ممنوعہ کے روزے نہ رکھے، ان کے بدلے دوسرے دنوں میں رکھ لے اس لئے کہ نذر کا پورا کرنا واجب ہے" نذر کے الفاظ چونکہ قسم کا احتمال بھی رکھتے ہیں۔ یعنی جن الفاظ سے نذر کا مضمون ادا کیا جاتا ہے انھیں الفاظ سے قسم کا بھی مضمون ادا ہوسکتا ہے۔ اس لئے باعتبار نیت متکلم کے فقہاء نے اس کی صورتیں لکھی ہیں (۱) کچھ نیت نہ کرے (۲) صرف نذر کی نیت کرے (۳) نذر کے ہونے اور قسم کے نہ ہونے کی نیت کرے، ان تینوں صورتوں میں صرف نذر ہوگی (۴) قسم کے ہونے اور نذر کے نہ ہونے کی نیت کرے اس صورت میں صرف قسم ہوگی (۵) نذر اور قسم دونوں کی نیت کرے (۶) قسم کی نیت کرے نذر کا خیال ہی دل میں نہ آئے ان دو صورتوں میں نذر اور قسم دونوں ہوں گی۔

ف نذر اور قسم میں فرق یہ ہے کہ قسم کے روزوں کو اگر فاسد کر دے تو قسم کا کفارہ دینا پڑے گا اور اگر

عــہ بعض فقہا نے مثل صاحب درمختار کے اس مسئلہ میں تخصیص کی ہے کہ اگر شوہر کا کوئی نقصان ہو یعنی جماع میں اس کے خلل واقع ہوتا ہو تو اس کو منع کرنے کا اختیار ہے ورنہ نہیں، مثلاً بیمار ہو یا کہیں سفر میں مگر صاحب بحر الرائق نیز اور فقہا نے اس میں تعمیم کی ہے۔ صاحب بحر الرائق نے یہ بھی کہا ہے کہ روزہ نہ رکھنے دینے کی غرض صرف جماع میں منحصر نہیں روزہ سے لاغری بدن میں آجاتی ہے، ممکن ہے کہ اس سے محفوظ رکھنا مدنظر ہو علامہ شامی نے اس کا جواب دیا ہے کہ ایک روزہ سے لاغری نہیں آسکتی مگر یہ نہیں لکھا کہ آخر کتنے روزوں کے بعد لاغری آتی ہے کہ شوہر کو منع کرنے کا اختیار ہوا الغرض ہم کو صاحب بحر الرائق کا قول قواعد کے زیادہ مناسب معلوم ہوا اور اسی کو ہم نے اختیار کیا ۱۲۔

Marfat.com

عمر بھر نہ رکھے تو اس کے کفارے کی وصیت کر جانا اس پر ضروری ہے بخلاف نذر کے کہ اس کے روزوں کے فاسد کرنے میں صرف قضا لازم ہوتی ہے کفارہ لازم نہیں ہوتا ہاں وصیت کرنا اس میں بھی ضروری ہے۔

(۱۱) اگر کوئی شخص کسی غیر معین مہینے کے روزوں کی نذر کرے اس پر تیس دن کے روزے علی الاتصال رکھنا واجب ہوں گے اور اگر اس مہینے میں ایام ممنوعہ آجائیں تو ان میں روزہ نہ رکھے اور پھر نئے سرے سے تیس روزے رکھے پہلے جس قدر روزے رکھ چکا ہے ان کا حساب نہ ہوگا (ردالمختار وغیرہ)

نذر کی دو قسمیں ہیں معلق اور غیر معلق، معلق وہ نذر جس میں کسی شرط کا اعتبار کیا گیا ہو خواہ وہ شرط مقصود ہو جیسے کوئی مریض کہے کہ اگر مجھ کو اس مرض سے صحت ہو جائے تو میں اتنے روزے رکھوں گا یا غیر مقصود جیسے کوئی کہے کہ اگر میں نماز نہ پڑھوں تو اس قدر روزے رکھوں گا، نذر غیر معلق کسی جگہ کے ساتھ خاص نہیں ہوتی اگرچہ متکلم تخصیص کرے۔

مثال (۱) کوئی شخص یہ نذر کرے کہ میں جمعہ کے دن روزہ رکھوں گا اور وہ دوشنبہ کے دن رکھ لے تب بھی نذر پوری ہو جائے گی (۲) کوئی شخص نذر کرے کہ میں مکہ معظمہ میں روزے رکھوں گا اور وہ اپنے گھر ہی میں رکھ لے تب بھی جائز ہے نذر غیر معلق کے روزوں میں البتہ اس شرط کی پابندی کرنا ہو گی، جس کا اس میں لحاظ کیا گیا ہو جو شخص یہ نذر کرے کہ میں اگر فلاں مقصد میں کامیاب ہو جاؤں تو اس قدر روزے رکھوں گا اور قبل کامیابی کے روزے رکھ لے تو درست نہیں، یعنی اس کی نذر پوری نہ ہوگی اور بعد کامیابی کے اس کو پھر روزے رکھنا ہوں گے نذر اور قسم کے احکام یہاں ہم نے بہت مختصر لکھے اس لئے کہ نذر اور قسم کے احکام انشاء اللہ مستقل عنوان سے اپنے مقام پر ذکر کئے جائیں گے۔

اعتکاف کا بیان

اعتکاف کے معنی لغت میں کسی جگہ ٹھیرنا اور اصطلاح شریعت میں مسجد کے اندر ٹھیرنا چونکہ اعتکاف رمضان کے اخیر عشرے میں سنت موکدہ ہے گویا رمضان کا مہینہ اعتکاف ہی پر ختم کیا جاتا ہے اس مناسبت سے ہم صوم کا بیان اعتکاف کے ذکر پر ختم کرتے ہیں واللہ الموافق۔

یہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ رمضان کا مہینہ خاص کر عبادات کے لئے زیادہ موزوں ہے۔ اسی

Marfat.com

وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس مہینے میں بہ نسبت اور مہینوں کے عبادت کا زیادہ اہتمام فرماتے تھے خصوصًا عشرۂ اخیرہ میں، اس مضمون کی ایک صحیح حدیث بالحاظ ہم نقل کرچکے ہیں اسی اخیر عشرے میں آپ اعتکاف بھی فرماتے تھے، عشرۂ اخیرہ کی تخصیص کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ لیلۃ القدر اکثر اسی[1] عشرے میں ہوتی ہے جس کی نسبت قرآن مجید میں وارد ہوا ہے کہ وہ ہزار مہینوں سے بہتر ہے اس کے علاوہ یہ زمانہ[2] مبارک کا اخیر ہوتا ہے اور قاعدے کی بات ہے کہ جب کوئی عزیز کہیں جانے لگتا ہے اور اس کے جلد واپس آنے کی امید نہیں ہوتی تو اس کے پاس زیادہ تر نشست و برخاست کی جاتی ہے اور اس کی دل جوئی اور رضا طلبی میں اور بھی زیادہ کوشش کی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عمر کے اخیری رمضان میں بیس دن اعتکاف فرمایا، آپ جانتے تھے کہ اب میری عمر آخر ہوچکی اور آئندہ سال میں یہ عزیز اور مبارک مہینہ مجھکو نہ ملے گا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تو اعتکاف ایسا مرغوب تھا کہ ایک مرتبہ کسی مصلحت[3] سے اخیر عشرہ میں اعتکاف نہ فرما سکے تو بجائے اس کے شوال میں دس دن اعتکاف فرمایا۔

اعتکاف کی حکمتیں علمار نے بہت کچھ بیان کی ہیں۔ منجملہ اس کے یہ کہ جب مسجد میں رہے گا تو بڑی

---

[1] امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کے نزدیک لیلۃ القدر صرف رمضان میں ہوتی ہے مگر کسی عشرے اور کسی تاریخ کے ساتھ خاص نہیں کسی رمضان میں کسی تاریخ کو اور کسی میں کسی تاریخ کو اور جن احادیث سے کہ اس کا عشرہ اخیر میں ہونا معلوم ہوتا ہے ان احادیث کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ وہ صرف اسی رمضان کا حال ہے جس میں وہ حدیث ارشاد ہوئی رد المختار، چونکہ عشرۂ اخیرہ کی نسبت احادیث بہت ہیں اس لئے اس میں اکثر ہونے کا انکار نہیں ہوسکتا ابن عربی فتوحات میں لکھتے ہیں کہ رمضان کے ساتھ بھی مخصوص نہیں۔ ۱۲

[2] حق تعالیٰ نے آپ کو اس کی خبر دیدی تھی چنانچہ ایک مرتبہ اشارہ فرمایا تھا۔ پھر ایک بندے کو اللہ نے دنیا و آخرت میں اختیار دیا تو اس نے آخرت کو اختیار کرلیا۔ اس رمز کو حضرت ابوبکر صدیق سمجھ گئے اور بہت روئے اور صحابہ نے تعجب بھی کیا کہ اس میں رونے کی کیا بات تھی، مگر آپ کی وفات کے بعد سب کو معلوم ہوگیا کہ اس حدیث میں آپ نے اپنا ہی حال بیان فرمایا تھا اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ ابوبکر کو ہم سب سے زیادہ علم تھا صحیح بخاری ۱۲

[3] وہ مصلحت یہ تھی کہ ایک مرتبہ آپ کی اجازت سے ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا نے بھی مسجد میں اعتکاف کے لئے ایک خیمہ نصب کیا ان کو دیکھکر ام المومنین زینب رضی اللہ عنہا نے بھی اپنے لئے ایک خیمہ نصب کیا، صبح کو جب آپ نے یہ حال دیکھا تو فرمایا کہ تم لوگ کیا اس رسم سے اعتکاف کرنے کو اچھا سمجھتی ہو یہ کہکر آپ نے اعتکاف ترک کردیا بخاری مقصود یہ تھا کہ عورتیں اس میں شغل نہ کریں۔ ۱۲

Marfat.com

بات یہ ہوگی کہ ہر وقت کی نماز جماعت سے ملے گی اور دوسرے اور لغویات سے بھی بچے کا جو مسجد میں نہیں ہوسکتے، مجھے سخت افسوس اور رنج ہوتا ہے جب یہ خیال کرتا ہوں کہ اعتکاف جیسی پسندیدہ عبادت اور مرغوب سنت اس زمانے میں یک قلم ترک ہوگئی، مسلمانوں کی بڑی بڑی بستیوں میں بھی ایک آدمی اعتکاف کرنے والا نہیں ملتا افسوس کوئی اپنے نبی کی ایسی پسندیدہ سنت کو اس بے پروائی سے ترک کرتا ہے میرا افسوس اور بھی بڑھ جاتا ہے، جب دیکھتا ہوں کہ اہل کتاب یہود و نصاریٰ اور مشرکین ہند کیسی کیسی سخت عبادتیں نہایت سرگرمی سے ادا کرتے ہیں، یہ مانا کہ اعتکاف سنت مؤکدہ عینیہ نہیں ہے۔ مگر کیا اس سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ بالکل اسے ترک ہی کردیا جائے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ میرا یہ مطلب نہیں کہ ہر شخص اپنی دینی دنیاوی ضروریات کو ترک کردے اور ہمہ تن اعتکاف میں مشغول ہوجائے، نہیں جو لوگ بالکل بیکار رہتے ہیں وہ تو نہ ترک کریں عمر بھر میں بھی ایک آدھ دفعہ کرلیا کریں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت کریمہ یہ تھی کہ رمضان کے اخیر عشرے میں اعتکاف فرماتے تھے، جہاں رمضان کا اخیر عشرہ آتا تو آپ کے لئے مسجد مقدس میں ایک جگہ مخصوص کردی جاتی اور وہاں آپ کے لئے کوئی پردہ چٹائی وغیرہ کا ڈال دیا جاتا یا کوئی چھوٹا سا خیمہ نصب ہوجاتا اور بیسویں تاریخ کو فجر کی نماز پڑھ کر آپ وہاں چلے جاتے تھے اور عید کا چاند دیکھکر وہاں سے باہر تشریف لاتے تھے۔ اس درمیان میں آپ برابر وہیں اکل و شرب فرماتے، وہیں سوتے، آپ کی ازواج طاہرات میں جس کو آپ کی زیارت مقصود ہوتی، وہیں چلی جاتیں اور تھوڑی دیر بیٹھ کر چلی آتیں، بغیر کسی شدید ضرورت کے آپ وہاں سے باہر نہ تشریف لاتے، ایک مرتبہ آپ کو سر صاف کرنا مقصود تھا اور ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا ایام معمولہ سے تھیں تو آپ نے اپنا سر مبارک کھڑکی سے باہر کردیا اور ام المومنین نے مل کر صاف کردیا (صحیح بخاری وغیرہ)

اعتکاف کے مسائل

(۱) اعتکاف کے لئے تین چیزیں ضروری ہیں۔ (۱) مسجد میں ٹھیرنا خواہ[عہ] اس مسجد میں پنج وقتی نمازیں

عہ بعض فقہا نے مسجد جماعت کی شرط رکھی ہے۔ یعنی وہ مسجد جس میں امام اور مؤذن مقرر ہو، بعض نے یہ شرط کی ہے کہ اس میں پنج وقتی نمازیں ہوتی ہوں، مگر صاحبین یعنی امام محمد اور امام ابو یوسف کے نزدیک ہر مسجد میں اعتکاف درست ہے۔ اسی کی اکثر علما نے تائید کی اور اس زمانے میں اسی پر فتویٰ ہے (در المختار)

Marfat.com

ہوتی ہو یا نہیں (۲) بہ نیت اعتکاف ٹھیرنا بے قصد وارادہ ٹھیر جانے کو اعتکاف نہیں کہتے چونکہ نیت کے صحیح ہونے کے لئے نیت کرنے والے کا مسلمان اور عاقل ہونا شرط ہے لہذا عقل اور اسلام کا شرط ہونا بھی نیت کے ضمن میں آگیا (۳) حیض ونفاس سے خالی اور پاک ہونا اور جنابت سے پاک ہونا جس اعتکاف میں کہ صوم شرط ہے اس میں حیض ونفاس سے خالی ہونا شرط صحت ہے اس لئے کہ ان دونوں سے خالی ہونا صوم کی صحت میں شرط ہے اور جس اعتکاف میں صوم شرط نہیں اس میں حیض ونفاس سے خالی ہونا شرط صحت نہیں، بلکہ شرط حلت ہے اور حیض ونفاس سے پاک ہونا اور جنابت سے پاک ہونا تو کسی اعتکاف میں شرط صحت نہیں، بلکہ شرط حلت ہے، شرط صحت اور شرط حلت میں فرق یہ ہے کہ شرط صحت کے نہ پائے جانے سے اعتکاف ہی صحیح نہ ہوگا، لہذا اگر کسی نے اعتکاف کی نذر کی یا قسم کھائی تو اس کی نذر اور قسم پوری نہ ہوگی اور شرط حلت کے نہ پائے جانے سے گو ایک فعل حرام کا ارتکاب ہوگا مگر اعتکاف فی نفسہٖ صحیح اور درست ہو جائے گا، نذر کرنے والے کی نذر اور قسم کھانے والے کی قسم پوری ہو جائے گی، بالغ ہونا یا مرد ہونا اعتکاف کے لئے شرط نہیں، نابالغ مگر سمجھ دار اور عورت کا اعتکاف درست ہے۔

سب سے افضل وہ اعتکاف ہے جو مسجد حرام یعنی کعبہ مکرمہ میں کیا جائے، اس کے بعد مسجد نبوی کا، اس کے بعد مسجد بیت المقدس کا، اس کے بعد اس جامع مسجد کا جس میں جماعت کا انتظام ہو، اگر جامع مسجد میں جماعت کا انتظام نہ ہو تو محلے کی مسجد اس کے بعد وہ مسجد جس میں زیادہ جماعت ہوتی ہو۔

(۳) عورتوں کو اپنے گھر کی مسجد میں اعتکاف کرنا بہتر ہے اور کسی دوسری مسجد میں مکروہ تنزیہی ہے۔

ے خالی ہونے اور پاک ہونے میں یہ فرق ہے کہ جب عورت کا حیض یا نفاس بند ہو جائے گا تو وہ حیض یا نفاس سے خالی بھی ہو جائے گی (اور روزے کے صحیح ہونے کے لئے اسی قدر شرط ہے) مگر پاک اس وقت ہوگی جب غسل کرے اور کوئی عذر ہو تو تیمم کرے ۱۲۔

ے فعل حرام سے مراد مسجد میں جانا کہ حدث اکبر کی حالت میں جانا جائز نہیں اور اعتکاف بے اس کے ہو نہیں سکتا۔

ے گو احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ازواج طاہرات نے اعتکاف کیا جس سے معلوم ہوا کہ عورتوں کا اعتکاف فی نفسہٖ ایک امر جائز ہے مگر بہت ایسی مباح چیزیں ہیں جو کسی عارضی فساد کے سبب سے ناجائز ہو جاتی ہیں عورتوں کی مسجد محلہ میں اعتکاف کرنے کی خرابیاں ظاہر ہیں مسجد میں اگر پردہ ڈالا جائے تو جگہ رکے گی اس کی ممانعت ہے جیسا کہ چہل آثار سے معلوم ہوگا اور پردہ نہ ڈالا جائے گا تو بے ستری ہوگی ہر قسم کے لوگ مسجد میں آتے ہیں فساد کا خوف ہے اس سبب سے حضرت عائشہؓ نے فرمایا ہے کہ اگر اس زمانے کی حالت نبی صلی اللہ علیہ وسلم دیکھتے تو ضرور عورتوں کو مسجد میں جانے سے منع کر دیتے ۱۲۔

Marfat.com

(۴) اعتکاف کی تین قسمیں ہیں۔ واجب، سنت مؤکدہ، مستحب۔

واجب ہے اگر نذر کی جائے نذر خواہ غیر معلق ہو جیسے کوئی شخص بے کسی شرط کے اعتکاف کی نذر کرے یا معلق جیسے کوئی شخص یہ شرط کرے کہ اگر میرا فلاں کام ہو جائے گا تو میں اعتکاف کروں گا۔

سنت مؤکدہ ہے رمضان کے اخیر عشرے میں، اس عشرے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بالالتزام اعتکاف کرنا احادیث صحیحہ میں منقول ہے۔

مستحب ہے رمضان کے اخیر عشرے کے سوا اور کسی زمانے میں خواہ وہ رمضان کا پہلا دوسرا عشرہ ہو یا اور کوئی مہینہ۔

(۵) اعتکاف واجب کے لیے صوم شرط ہے جب کوئی شخص اعتکاف کرے گا تو اس کو روزہ رکھنا بھی ضروری ہوگا بلکہ یہ بھی نیت کرے کہ میں روزہ نہ رکھوں گا تب بھی اس کو روزہ رکھنا لازم ہوگا اسی وجہ سے اگر کوئی شخص صرف رات کے اعتکاف کی نیت کرے تو وہ لغو سمجھی جائے گی کیونکہ رات روزے کا محل نہیں، ہاں اگر رات دن دونوں کی نیت کرے یا صرف کئی دنوں کی تو پھر رات ضمناً داخل ہو جائے گی اور رات کو اعتکاف کرنا ضروری ہوگا، اور اگر صرف ایک ہی دن کے اعتکاف کی نذر کرے تو پھر رات ضمناً داخل نہ ہوگی، روزے کا خاص اعتکاف کے لئے رکھنا ضروری نہیں خواہ کسی غرض سے روزہ رکھا جائے اعتکاف کے لئے کافی ہے، مثلاً کوئی شخص رمضان میں اعتکاف کی نذر کرے تو رمضان کا روزہ اس اعتکاف کے لئے بھی کافی ہے، ہاں اس روزے کا واجب ہونا ضروری ہے نفل روزہ اس کے لئے کافی نہیں، مثلاً کوئی شخص نفل روزہ رکھے اور بعد اس کے اسی دن اعتکاف کی نذر کرے تو صحیح نہیں اگر کوئی شخص رمضان کے اعتکاف کی نذر کرے اور اتفاق سے رمضان میں نہ کر سکے تو کسی اور مہینے میں اس کے بدلے کر لینے سے اس کی نذر پوری ہو جائے گی مگر علی الاتصال روزے رکھنا اور ان میں اعتکاف کرنا ضروری ہوگا۔

(۶) اعتکاف مسنون میں تو روزہ ہوتا ہی ہے اس لئے اس کے واسطے شرط کرنے کی ضرورت نہیں۔

(۷) اعتکاف مستحب میں روزہ شرط نہیں۔

(۸) اعتکاف واجب کم سے کم ایک دن ہو سکتا ہے اور زیادہ جس قدر نیت کرے اور اعتکاف مسنون ایک عشرہ اس لئے کہ اعتکاف مسنون رمضان کے اخیر عشرے میں ہوتا ہے اور اعتکاف مستحب کے لئے کوئی مقدار مقرر نہیں ایک منٹ بلکہ اس سے بھی کم ہو سکتا ہے۔

(۹) حالت اعتکاف میں دو قسم کے افعال حرام ہیں یعنی ان کے ارتکاب سے اگر اعتکاف واجب یا مسنون ہے تو فاسد ہو جائے گا اور اس کی قضا کرنا پڑے گی اور اگر اعتکاف مستحب ہے تو ختم ہو جائے گا۔ اس لئے کہ اعتکاف مستحب کے لئے کوئی مدت مقرر نہیں۔

پہلی قسم۔ معتکف سے بے ضرورت باہر نکلنا ضرورت عام ہے خواہ طبعی ہو یا شرعی طبعی جیسے پاخانہ پیشاب، غسل، جنابت بشرطیکہ مسجد میں غسل ممکن نہ ہو، مسجد میں غسل ممکن ہونے کی دو صورتیں ہیں، مسجد میں غسل خانہ یا حوض وغیرہ بنا ہو یا کوئی ظرف اس قدر بڑا ہو جس میں بیٹھ کر نہائے اور مسجد میں غسل کا پانی نہ گرنے پائے، کھانا کھانا بھی ضرورت طبعی میں داخل ہے بشرطیکہ کوئی شخص کھانا لانے والا نہ ہو، شرعی ضرورت جیسے جمعہ اور عیدین کی نماز یا پنج وقتی نماز کی جماعت۔

جس ضرورت کے لئے اپنے معتکف سے باہر جائے بعد اس سے فارغ ہونے کے وہاں قیام نہ کرے اور جہاں تک ممکن ہو ایسی جگہ اپنی ضرورت رفع کرے جو اس کے معتکف سے زیادہ قریب ہو، مثلاً پاخانہ کے لئے اگر جائے اور اس کا گھر دور ہو اور اس کے کسی دوست وغیرہ کا گھر قریب ہو تو وہیں جائے اگر اس کی طبیعت اپنے گھر سے مانوس ہو اور دوسری جگہ جانے سے اس کی ضرورت رفع نہ ہو تو پھر جائز ہے، اگر جمعہ کی نماز کے لئے کسی مسجد میں جائے اور بعد نماز کے وہیں ٹھیر جائے اور وہیں اعتکاف کو پورا کرے تب بھی جائز ہے مگر مکروہ ہے۔

بھولے سے بھی اپنے معتکف کو ایک منٹ بلکہ اس سے کم بھی چھوڑ دینا جائز نہیں۔

جو عذر کثیر الوقوع نہ ہوں ان کے لئے بھی اپنے معتکف کو چھوڑ دینا جائز نہیں، مثلاً کسی مریض کی عیادت کے لئے یا کسی ڈوبتے ہوئے کے بچانے کو یا آگ بجھانے کو یا مسجد کے گرنے کے خوف سے گو ان صورتوں میں معتکف سے نکل جانا گناہ نہیں، بلکہ جان بچانے کی غرض سے ضروری ہے مگر اعتکاف قائم نہ رہے گا، اگر کسی طبعی یا شرعی ضرورت کے لئے نکلے اور اس درمیان میں خواہ ضرورت رفع ہونے کے پہلے یا اس کے بعد کسی مریض کی عیادت کرے یا نماز جنازہ میں شریک ہو جائے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ (بحر وغیرہ)

جمعہ کی نماز کے لئے ایسے وقت جانا جائز ہے کہ تحیۃ المسجد اور سنت جمعہ وہاں پڑھ سکے اور بعد نماز کے بھی سنت پڑھنے کے لئے ٹھیرنا جائز ہے اس مقدار وقت کا اندازہ اس شخص کی رائے پر چھوڑ دیا گیا۔ (ردالمختار)

اندازہ غلط ہوجائے یعنی کچھ پہلے سے پہنچ جائے تو کچھ مضائقہ نہیں۔

اگر کوئی شخص زبردستی معتکف سے باہر نکال دیا جائے تب بھی اس کا اعتکاف قائم نہ رہے گا مثلاً کسی جرم میں حاکم کی طرف سے وارنٹ جاری ہو اور سپاہی اس کو گرفتار کرنے جائیں یا کسی کا قرض چاہتا ہو اور وہ اس کو باہر نکال لے اسی طرح اگر کسی شرعی یا طبعی ضرورت سے کوئی قرض خواہ روک لے یا بیمار ہوجائے اور پھر معتکف تک پہنچنے میں کچھ دیر ہوجائے تب بھی اعتکاف قائم نہ رہے گا۔

دوسری قسم۔ جماع وغیرہ کرنا خواہ عمداً کیا جائے یا سہواً، اعتکاف کا خیال نہ رہنے کے سبب سے مسجد میں کیا جائے یا مسجد سے باہر ہر حال میں اعتکاف باطل ہوجائے گا، جو افعال کہ غالباً باعث جماع ہوتے ہیں، مثل بوسہ لینے یا مباشرت فاحشہ وغیرہ کے وہ بھی حالت اعتکاف میں ناجائز ہیں مگر ان سے اعتکاف باطل نہیں ہوتا، تاوقتیکہ منی نہ خارج ہو ہاں اگر ان افعال سے منی کا خروج ہوجائے تو پھر اعتکاف فاسد ہوجائے گا صرف خیال اور فکر سے اگر منی خارج ہوجائے تو اعتکاف فاسد نہ ہوگا۔

(۱۰) حالت اعتکاف میں بے ضرورت کسی دنیاوی کام میں مشغول ہونا مکروہ تحریمی ہے مثلاً بے ضرورت خرید و فروخت یا تجارت کا کوئی کام کرنا، ہاں اگر کوئی کام نہایت ضروری ہو مثلاً گھر میں کھانے کو نہ ہو اور اس کے سوا دوسرا کوئی شخص قابل اطمینان خریدنے والا نہ ہو ایسی حالت میں خرید و فروخت کرنا جائز ہے مگر مبیع کا مسجد میں لانا کسی حال میں جائز نہیں بشرطیکہ اس کے مسجد میں لانے سے مسجد کے خراب ہوجانے یا جگہ رک جانے کا خوف ہو ہاں اگر مسجد کے خراب ہونے یا جگہ رک جانے کا خوف نہ ہو تو پھر جائز ہے (ردالمختار) حالت اعتکاف میں بالکل چپ بیٹھنا بھی مکروہ تحریمی ہے ہاں بری باتیں زبان سے نہ نکالے جھوٹ نہ بولے، غیبت نہ کرے، بلکہ قرآن مجید کی تلاوت یا کسی دینی علم کے پڑھنے پڑھانے یا کسی اور عبادت میں اپنے اوقات صرف کرے مقصود یہ کہ چپ بیٹھنا کوئی عبادت نہیں الحمدللہ کہ صیام کا بیان اور اس کے احکام ختم ہوگئے اب میں چالیس احادیث روزے کے متعلق نقل کرتا ہوں۔

Marfat.com

چہل حدیث صیام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(۱) عن طلحة بن عبد الله يقول جاء رجل الى رسول الله صلى الله عليه وسلم من اهل نجد ثائر الراس نسمع دوي صوته ولا نفقه ما يقول حتى دنا فاذا هو يسأل عن الاسلام فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم خمس صلوات في اليوم والليلة فقال هل علي غيرها قال لا الا ان تطوع قال رسول الله صلى الله عليه وسلم وصيام رمضان قال هل علي غيره قال لا الا ان تطوع قال وذكر رسول الله صلى الله عليه وسلم الزكوة قال هل علي غيرها قال لا الا ان تطوع قال فادبر الرجل وهو يقول والله لا ازيد على هذا ولا انقص قال رسول الله صلى الله عليه وسلم افلح ان صدق (البخاري)

طلحہ بن عبد اللہؓ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ نبی صلعم کے حضور میں ایک شخص نجد کا رہنے والا حاضر ہوا جس کے سر کے بال پریشان تھے ہم اس کی آواز کی گنگناہٹ سنتے تھے اور یہ نہ سمجھتے تھے کہ وہ کیا کہتا ہے یہاں تک (جب) وہ قریب آیا تو اس وقت معلوم ہوا کہ وہ پوچھتا ہے اسلام کے فرائض کو پس فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ نمازیں ہیں دن رات میں تب اس نے کہا کہ ان کے سوا اور بھی کچھ نمازیں فرض ہیں آپ نے فرمایا نہیں، مگر یہ کہ تو نفل پڑھے اور فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اور روزے رمضان کے اس نے پوچھا کہ کیا مجھ پر سوا اس کے اور (روزے) بھی فرض ہیں ارشاد ہوا کہ نہیں مگر یہ کہ تو بطور نفل کے رکھے طلحہؓ کہتے ہیں کہ اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ کا بھی ذکر کیا اس نے پوچھا کہ کیا مجھ پر سوا اس کے اور بھی فرض ہے ارشاد ہوا کہ نہیں مگر یہ کہ تو بطور نفل کے صدقہ دے، طلحہ کہتے ہیں کہ پھر وہ آدمی یہ کہتا ہوا چل دیا کہ خدا کی قسم نہ اس سے زیادہ کرے گا نہ اس سے کم، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر یہ سچا ہے تو کامیاب ہوگا (صحیح بخاری)

(۲) عن ابي هريرة يقول قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا دخل رمضان فتحت ابواب السماء وغلقت ابواب جهنم وسلسلت الشياطين (بخاری)

(۲) ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب رمضان کا مہینہ آتا ہے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین جکڑ دیئے جاتے ہیں (بخاری)

(۳) عن ابي هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال الصيام جنة فلا يرفث ولا يجهل فان امرؤ قاتله او

(۳) ابو ہریرہؓ سے منقول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزہ سپر ہے پس روزہ دار کو چاہئے کہ فحش بات نہ کرے اور

Marfat.com

شاتمه فلیقل انی صائم مرتین والذی نفسی بیده لخلوف فم الصائم اطیب عند الله من ریح المسك یترك طعامه وشرابه من اجلی الصیام لی وانا اجزی به والحسنة بعشر امثالها ۔

(البخاری)

نہ کسی سے جھگڑے، پھر اگر کوئی اس سے لڑے یا اس کو گالی دے تو وہ کہدے کہ میں روزہ دار ہوں دو مرتبہ اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کو مشک کی خوشبو سے زیادہ پسند ہے (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) کہ روزہ دار اپنا کھانا پینا میرے لئے چھوڑتا ہے لہذا روزہ میرے لئے ہے اور میں اس کا بدلہ دوں گا اور دوسری نیکی کا دس گنا ثواب ملتا ہے (بخاری)

(۴) عن ابی هریرة عن النبی صلی الله علیه وسلم قال والذی نفس محمد بیده لخلوف فم الصائم اطیب عند الله من ریح المسك للصائم فرحتان یفرحهما اذا افطر فرح واذا لقی ربه فرح بصومه (البخاری)

(۴) ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی قسم جس کے اختیار میں محمد کی جان ہے۔ روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کو مشک[1] سے زیادہ پسند ہے دو مرتبہ خوشی ہوتی ہے جب افطار[3] کرتا ہے اور جب اپنے پروردگار سے ملے گا۔ (بخاری)

(۵) عن ابی هریرة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال من قام لیلة القدر ایمانا واحتسابا غفرله ما تقدم من ذنبه ومن صام رمضان ایمانا واحتسابا غفرله ما تقدم من ذنبه (البخاری)

(۵) ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شب قدر میں ایماندار ہوکر ثواب کے لئے عبادت کرے اس کے اگلے گناہ بخش دیئے جائیں گے اور جو کوئی رمضان کے روزے رکھے ایماندار ہوکر ثواب کے لئے اس کے اگلے گناہ بخش دیئے جائیں۔[2]

(۶) عن سهل عن النبی صلی الله علیه وسلم

(۶) سہلؓ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں

---

[1] روزہ داروں کے فخر کے لئے اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ ان کے منہ کی بو خداوند عالم کو مشک کی خوشبو سے زیادہ پسند ہے اور روزہ کا ثواب خود اپنے مبارک ہاتھوں سے دینے کا وعدہ فرمایا ہے اور پھر معلوم نہیں کہ کس قدر دیگا اور نیکیوں کی طرح اس کا ثواب دس گنے تک محدود نہیں رہا ۱۲۔ [2] ذرا ان احادیث پر غور کیجئے کہ روزہ کی کس قدر فضیلت ہے اور وہ حق سبحانہ کو کیسا پسند ہے اگر احادیث کے پڑھنے سے بھی دل میں روزہ رکھنے کا شوق اور جوش پیدا نہ ہو تو یقیناً وہ دل پتھر سے زیادہ سخت گناہوں کی کثرت سے بالکل زنگ آلود ہوگیا ہے اس کو صدق دل سے توبہ کرنی چاہئے امید ہے کہ غفور رحیم اس کے گناہ بخش دے اور اس کے دل کی سختی اور تاریکی جاتی رہے ۱۲۔

[3] افطار سے اگر ہر روز کا افطار مراد لیا جائے تب بھی صحیح ہے فی الجملہ ہر روز بوقت افطار ایک فرحت ہوتی ہے اور اگر عید کا دن کا افطار مراد لیا جائے تو زیادہ مناسب ہے اس دن فرحت کامل ہوتی ہے ۱۲۔

قال ان فی الجنة بابا یقال له الریان یدخل منه الصائمون یوم القیٰمة لا یدخل منه احد غیرهم فاذا دخلوا اغلق فلم یدخل منه احد (البخاری)

ایک دروازہ ہے جس کا نام ریان ہے اس سے روزہ دار (جنت) میں جائیں گے قیامت کے دن ان کے سوا کوئی اس سے نہ جائے گا جب وہ اس میں داخل ہو جائیں گے تو بند کر دیا جائے گا پھر کوئی اس سے نہ جائے گا (بخاری)

(۷) عن ابی هریرة ان اعرابیا اتی النبی صلی الله علیه وسلم فقال دلنی علیٰ عمل اذا عملته دخلت الجنة قال تعبد الله ولا تشرك به شیئا وتقیم الصلوٰة المکتوبة وتؤدی الزکوٰة المفروضة وتصوم رمضان قال والذی نفسی بیده لا ازید علیٰ هذا فلما ولی قال النبی صلعم من سره ان ینظر الیٰ رجل من اهل الجنة فلینظر الیٰ هذا (البخاری)

(۷) ابو ہریرہؓ سے کہ ایک اعرابی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھ کو کوئی کام ایسا بتلایئے جس کے کرنے سے میں جنت کا مستحق ہو جاؤں ارشاد ہوا کہ اللہ کی پرستش کر اور کسی کو اس کا شریک نہ بنا اور فرض نماز پڑھا کر اور فرض زکوٰۃ دیا کر اور رمضان کے روزے رکھا کر اس نے قسم کھا کر کہا کہ میں اس سے زیادہ نہ کروں گا جب وہ چلا گیا تو آپ نے فرمایا جو کسی جنتی کو دیکھنا چاہے تو وہ اس کو دیکھ لے۔ (بخاری)

(۸) عن ابن عباس رضی الله عنه قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم اجود الناس واجود ما یکون فی رمضان حین یلقاه جبرئیل وکان یلقاه فی کل لیلة من رمضان فیدارسه القرآن فرسول الله صلی الله علیه وسلم اجود فی الخیر من الریح المرسلة (البخاری)

(۸) ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ فیاض تھے (خصوصاً) رمضان میں، جب آپ سے جبریل ملتے تھے اور جبریل رمضان بھر رات میں آپ سے ملتے تھے اور قرآن کا آپ سے دور کیا کرتے تھے پس (اس وقت) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نفع رسانی میں ہوا سے بھی زیادہ تیز ہوتے تھے۔ (بخاری)

(۹) عن ابی سعید الخدری عن النبی صلی الله علیه وسلم قال لا یصوم عبد یوما فی سبیل الله

(۹) ابو سعید خدری سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ایک دن بھی خدا کی راہ میں روزہ

۱؎ ذرا اس حدیث کو غور سے پڑھو دیکھو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اعرابی کو کس بات پر جنتی کہا کہ اس اعرابی کا دلی خلوص اور قلبی تصدیق قابل قدر تھی کیا اب کسی مسلمان سے یہ ارکان نہیں ادا ہو سکتے؟ اگر ہو سکتے ہیں تو جلدی کر لو اور جنت جیسے ابدی عیش کو ہاتھ سے نہ دو قیامت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کو اپنا تمسک بنانے سے قوی امید لگانا پا جائے۔ ۲؎ چہ غم دیوار امت را کہ دارد چوں تو پشتیباں — چہ باک از موج بحر آں را کہ باشد نوح کشتیباں

Marfat.com

...باعد ذلك اليوم النار عن وجهه سبعين خريفا الترمذی و قال حسن صحيح ۔

رکھتا ہے وہ دن اس کو بقدر ستر برس کی مسافت کے دوزخ سے دور کردیتا ہے (ترمذی)

(۱۰) عن زيد بن خالد الجهنی قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من فطر صائما كان له مثل اجره غير انه لا ينقص من اجر الصائم (الترمذی)

(۱۰) زید بن خالدؓ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی کسی روزہ دار کو افطار کراتے[عہ] اس کو بھی روزہ دار کے برابر ثواب ملتا ہے اور روزہ دار کے ثواب میں کچھ کمی نہیں ہوتی (ترمذی)

(۱۱) عن ابن عمر قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا رأيتموه فصوموا واذا رأيتموه فافطروا وان غم عليكم فاقدروا له (البخاری)

(۱۱) ابن عمر رضی اللہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ جب تم چاند دیکھو تو روزہ رکھو اور جب چاند[عہ] دیکھو تب افطار کرو اگر تمہارے مطلع پر ابر آجائے تو فرض کرلو کہ ماہ گذشتہ تیس دن کا تھا۔ (بخاری)

(۱۲) عن ابن عباس قال جاء اعرابی الی النبی صلى الله عليه وسلم فقال انی رأيت الهلال فقال اتشهد ان لا اله الا الله اتشهد ان محمدا رسول الله قال نعم قال يا بلال اذن فی الناس ان يصوموا غدا (البخاری)

(۱۲) ابن عباسؓ سے کہ ایک اعرابی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر کہا کہ میں نے چاند دیکھا ہے آپ نے پوچھا[عہ] کہ اللہ کی وحدت اور میری رسالت کی گواہی دیتا ہے، کہا ہاں آپ نے حکم دیا کہ اے بلال لوگوں کو اطلاع کردو کہ کل سے روزہ رکھیں۔ (صحیح بخاری)

(۱۳) عن الربيع بنت معوذ قالت ارسل النبی صلى الله عليه وسلم غداة عاشوراء الى قرى الانصار من اصبح مفطرا فليتم بقية يومه ومن اصبح صائما فليصم (البخاری)

(۱۳) ربیع بنت معوذ کہتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشورا کی صبح کو انصار کی بستیوں میں یہ کہلا بھیجا جس نے صبح کو کھایا ہو وہ تمام کرے اپنے بقیہ دن کو اور جس نے صبح کو کچھ نہ کھایا ہو وہ روزہ رکھ لے۔

(۱۴) عن انس بن مالك ان النبی صلى الله عليه وسلم قال تسحروا فان فی السحور بركة

(۱۴) انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سحور کھاؤ اس لئے

عہ اس زمانہ میں بعض جاہل کسی کے یہاں روزہ افطار نہیں کرتے یہ سمجھتے ہیں کہ روزہ کا ثواب جاتا رہے گا اگر کسی کے یہاں دعوت کبھی ہوتی ہے تو افطار کرنے کے لئے کوئی چیز گھر سے لیتے جاتے ہیں یہ کتنی بڑی جہالت ہے۔ ۱۲

عہ معلوم ہوا کہ انتیس تاریخ کو چاند نہ دکھلائی دے تو اس کے دوسرے دن روزہ نہ رکھنا چاہیئے ۱۲ عہ یہ واقعہ غالباً اس وقت کا ہے کہ جب مطلع صاف نہ ہو مطلع صاف ہونے کی حالت میں تو ایک گواہی کافی نہیں بلکہ ایک بڑی جماعت ہونا چاہیئے ۱۲

Marfat.com

(الترمذی وقال حسن صحیح)

کہ سحور میں برکت ہے۔عہ (ترمذی)

(۱۵) عن سهل بن سعد قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يزال الناس بخير ما عجلوا الفطر (البخاري)

(۱۵) سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگ ہمیشہ نیکی پر رہیں گے جب تک کہ افطار میں جلدی کرتے رہیں گے۔ (بخاری)

(۱۶) عن ابن ابی اوفی قال کنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم في سفر وهو صائم فلما غابت الشمس قال لبعض القوم يا فلان قم فاجدح لنا فقال يا رسول الله فلو امسيت قال انزل فاجدح لنا قال يا رسول الله فلو امسيت قال انزل فاجدح لنا قال ان عليك نهارا قال انزل فاجدح لنا فنزل فجدح لهم فشرب رسول الله صلى الله عليه وسلم وقال اذا رأيتم الليل قد اقبل من ههنا فقد افطر الصائم (البخاري)

(۱۶) ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے انھوں نے کہا کہ ہم ایک سفر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے اور آپ روزہ رکھے ہوئے تھے پس جب آفتاب (نظر) سے غائب ہوگیا تو آپ نے کسی سے کہا کہ اٹھو اور ہمارے لئے ستوگھول دو اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ تھوڑی سی دیر اور ٹھیر جایئے کہ (شام) ہوجائے ارشاد ہوا کہ (سواری) سے اترو اور ہمارے لئے ستوگھولو، اس نے عرض کیا کہ ابھی دن ہے پھر آپ نے فرمایا کہ اترو اور ہمارے لئے ستوگھولوعہ تب وہ اترا اور اس نے سب کے لئے ستوگھول دیئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پئے اور فرمایا جب تم رات کی سیاہی کو دیکھو کہ سامنے آگئی اس طرف سے تو بے شک افطار کرے روزہ دار (بخاری)

. . . .

(۱۷) عن عائشة وام سلمة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يدركه الفجر وهو جنب من اهله ثم يغتسل ويصوم۔ (البخاري)

(۱۷) عائشہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی فجر ہوجاتی تھی حالانکہ آپ اپنی ازواج کی (رسم بشری) سے جنب ہوتے تھے پھر غسل کرلیتے تھے اور روزہ رکھتے تھے (بخاری)

(۱۸) عن عائشة كان النبي صلى الله عليه وسلم يقبل ويباشر وهو صائم وكان املككم لاربه

(۱۸) عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم (اپنی ازواج سے) بوس وکنار فرماتے تھے حالانکہ آپ روزہ دار ہوتے تھے اور وہ تم سب سے زیادہ اپنی

عہ معلوم ہوا کہ سحور کھانا مستحب ہے۔۱۲ عہ دیکھئے ان احادیث میں جلد افطار کرنے کی کس قدر تاکید ہے مگر افسوس آج کل عام طور پر روزے کے افطار میں حد سے زیادہ دیر کی جاتی ہے۔۱۲

Marfat.com

(البخاری)

خواہشوں پر قابو رکھتے تھے۔ (بخاری)

(۱۹) وعن ابی هريرة عن النبی صلعم قال اذا نسی احدکم فاکل وشرب فليتم صومه فانه اطعمه الله وسقاه (البخاری)

(۱۹) ابو ہریرہؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ نے فرمایا جب کوئی تم میں سے روزے کو بھول جائے اور کھاپی لے تو چاہیئے کہ اپنا روزہ تمام کرے اس لیے کہ اس کو اللہ ہی نے کھلایا پلایا ہے (بخاری)

(۲۰) عن عبد الله بن عامر بن ربيعة عن ابيه قال رايت النبی صلی الله عليه وسلم ما لا احصی يتسوك وهو صائم (الترمذی)

(۲۰) عبداللہ بن عامر اپنے باپ سے راوی ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کئی بار حالت صوم میں مسواک کرتے دیکھا۔ (ترمذی)

(۲۱) عن سليمان بن عامر الضبی عن النبی صلعم قال اذا افطر احدکم فليفطر على تمر فان لم يجد فليفطر على ماء فانه طهور (الترمذی)

(۲۱) سلیمان بن عامر ضبی سے کہ نبی صلعم نے فرمایا جب کوئی تم میں سے افطار کرے تو چھوہارے پر اگر نہ ملے تو پانی پر اس لیے کہ پانی پاک کرنے والا ہے (ترمذی)

(۲۲) عن ابی هريرة ان النبی صلے الله عليه وسلم قال من ذرعه القیٔ فليس عليه قضاء ومن استقاء عمدا فليقض (الترمذی)

(۲۲) ابوہریرہؓ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو بے اختیار قے ہو جائے تو اس پر اس روزے کی قضا نہیں اور جو قصدًا قے کرے تو اس کو قضا کرنا چاہیئے (ترمذی)

(۲۳) عن ابی قتادة ان النبی صلی الله عليه وسلم قال صيام عاشوراء انی احتسب على الله ان يكفر السنة التی قبله (الترمذی)

(۲۳) ابو قتادہؓ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اللہ سے امید ہے کہ عاشوراء کا روزہ سال گذشتہ کے گناہ معاف کرا دے گا (ترمذی)

(۲۴) عن حمزة بن عمرو الاسلمی قال للنبی صلے الله عليه وسلم اصوم فی السفر وكان كثير الصيام فقال ان شئت فصم وان شئت فافطر (البخاری)

(۲۴) حمزہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ سفر میں (رکھوں) روزہ (فرض) ہے اور وہ بہت روزہ رکھا کرتے تھے! آپ نے فرمایا اگر چاہو رکھو چاہو نہ رکھو۔ (بخاری)

(۲۵) عن عائشة قالت كنا نحيض عند رسول الله صلے الله عليه وسلم ثم نطهر فيامرنا بقضاء الصيام ولا يامرنا بالقضاء الصلوٰة (الترمذی)

(۲۵) عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ ہم لوگوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں حیض ہوتا تھا تو جب ہم پاک ہو جاتے تھے تو آپ ہم کو روزہ کی قضا کا حکم دیتے تھے نماز کی قضا کا نہیں۔ (ترمذی)

(۲۶) عن ابن عباس ان النبی صلی الله عليه وسلم

(۲۶) ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

Marfat.com

و سلم احتجم وھو محرم واحتجم وھو صائم (البخاری)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حالت احرام اور حالت صوم میں پچھنے لگوائے۔ (بخاری)

(۲۷) عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یتقدمن احدکم رمضان بصوم یوم او یومین الا ان یکون رجل کان یصوم صومہ فلیصم ذلک الیوم ۔ (البخاری)

(۲۷) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی رمضان سے ایک دو دن پہلے روزہ نہ رکھے مگر ہاں جو شخص اس دن روزہ رکھا کرتا ہو وہ رکھ لے ۔ (بخاری)

(۲۸) عن ابی بکرۃ عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال شھران لا ینقصان شھرا عید رمضان و ذوالحجۃ ۔ (البخاری)

(۲۸) ابوبکرہؓ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ مہینےؔ کبھی کم نہیں ہوتے (وہ دو مہینے عید کے ہیں یعنی رمضان کا مہینہ اور ذی الحجہ کا ۔ (بخاری)

(۲۹) عن عبد اللہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصل فواصل الناس فشق علیھم فنھاھم قالوا فانک تواصل قال لست کھیأتکم انی اطعم واسقی۔ (البخاری)

(۲۹) عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی صلعم نے (روزے میں) وصل فرمایا، لوگوں نے بھی وصل کیا اور ان پر شاق ہوا پس آپ نے ان کو منع فرمایا انھوں نے کہا آپ جو وصل کرتے ہیں ارشاد ہوا کہ میں تمھاری طرح نہیں ہوں میں کھلا پلا دیا جاتا ہوں (بخاری)

(۳۰) عن ابی ھریرۃ عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال لا تصوم المرأۃ وزوجھا شاھد یوما من غیر رمضان الا باذنہ (الترمذی)

(۳۰) ابوہریرہؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں کہ آپ نے فرمایا عورت بے اجازت اپنے شوہر کے رمضان کے سوا اور کوئی روزہ نہ رکھے۔ درصورتیکہ اس کا شوہر گھر میں ہوؔ۔ (ترمذی)

(۳۱) عن عائشۃ قالت ما کنت اقضی مایکون علی من رمضان الا فی شعبان حتی توفی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم (الترمذی)

(۳۱) عائشہؓ سے روایت ہے انھوں نے کہا میرے اوپر رمضان کی جو قضا ہوتی تھی اس کو میں سوا شعبان کے اور کبھی نہ رکھتی تھی یہاں تک کہ وفات پائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۔ (ترمذی)

(۳۲) عن ابی ھریرۃ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من لم یدع قول الزور والعمل بہ فلیس للہ حاجۃ فی ان یدع طعامہ وشرابہ (البخاری)

(۳۲) ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی فریب کی بات کہنا اور فریب کرنا نہ چھوڑے تو خدا کو اس کے کھانا پینا چھوڑنے کی کچھ خواہش نہیں۔ (البخاری)

(۳۳) عن ابی ھریرۃ قال سمعت النبی

(۳۳) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انھوں نے کہا

؎ یعنی اگر دونوں کی تعداد کم ہو جائے تو ثواب کم نہیں ہوتا ۱۲ ؎ شوہر کے موجود ہونے کی قید اس حدیث میں اتفاقی معلوم ہوتی ہے ۱۲

بی اللہ علیہ وسلم یقول لا یصوم احد کم یوم الجمعة الا یوما قبله او بعده - (البخاری)

میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ کوئی تم میں سے جمعہ کے دن روزہ نہ رکھے مگر ایک دن اس سے قبل یا اس کے بعد ملا کر (صحیح بخاری)

(۳۴) عن عبد اللہ بن بسر عن اخته ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تصوموا یوم السبت الا ما افترض علیکم فان لم یجد احدکم الا لحاء عنبة او عود شجر فلیمضغه - (الترمذی)

(۳۴) عبداللہ بن بسر کی ہمشیرہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سنیچر کے دن فرض کے سوا اور کوئی روزہ نہ رکھو، یہاں تک کہ اگر کسی کو کچھ کھانے کو نہ ملے تو انگور کا چھلکا یا کسی درخت کی لکڑی ہی چبا لے۔ (ترمذی)

(۳۵) عن ابی ایوب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صام رمضان ثم اتبعه ستا من شوال فذلک صیام الدهر (الترمذی)

(۳۵) ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی رمضان کے روزے رکھے پھر اس کے بعد چھ دن شوال میں (بھی) رکھ لے تو یہ سال بھر کے روزے ہیں (ترمذی)

(۳۶) عن ابی قتادة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال صیام عرفة انی احتسب علی اللہ ان یکفر السنة التی قبله - (الترمذی)

(۳۶) ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کی روایت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے آپ نے فرمایا میں اللہ سے امید کرتا ہوں کہ عرفہ کا روزہ ایک سال گذشتہ کے گناہ مٹا دے گا۔ (ترمذی)

(۳۷) عن ابی هریرة قال اوصانی خلیلی بثلث صیام ثلثة ایام من کل شهر ورکعتی الضحی وان اوتر قبل ان انام - (البخاری)

(۳۷) ابو ہریرہؓ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ مجھے میرے جانی دوست (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) نے تین باتوں کی وصیت فرمائی ہے، ہر مہینے میں تین دن کے روزے اور دو رکعت نماز چاشت اور قبل سونے کے وتر پڑھ لینا (بخاری)

(۳۸) عن ابی هریرة قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعتکف فی کل رمضان عشرة ایام فلما کان العام الذی قبض اعتکف عشرین - (البخاری)

(۳۸) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انھوں نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر رمضان میں دس دن اعتکاف فرماتے تھے اور جس سال آپ کی وفات ہوئی بیس دن اعتکاف فرمایا تھا۔ (بخاری)

(۳۹) عن عائشة زوج النبی صلی اللہ

(۳۹) عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی

Marfat.com

علیہ وسلم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یعتکف العشر الاواخر من رمضان حتی توفاہ اللہ ثم اعتکف ازواجہ[عہ] من بعدہ (البخاری)

صلی اللہ علیہ وسلم ہر رمضان کے اخیر عشرہ میں اعتکاف فرماتے تھے یہاں تک کہ اللہ نے آپ کو وفات دی پھر آپ کے بعد آپ کی ازواج نے اعتکاف کیا۔ (بخاری)

(۴۰) عن عائشۃ انہا قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اعتکف ادنی الی راسہ فارجل وکان لا یدخل البیت الا لحاجۃ الانسان۔ (البخاری)

(۴۰) عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب اعتکاف فرماتے تھے تو اپنا سر مجھ سے قریب کر دیتے تھے اور میں کنگھی کر دیتی تھی اور آپ گھر میں بغیر انسانی ضرورت کے نہ آتے تھے (بخاری)

چہل آثار امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

(۱) قال عمر لنشوان فی رمضان ویلک وصبیاننا صیام فضربہ (البخاری) تعلیقا

(۱) عمر نے رمضان میں ایک نشہ والے سے فرمایا کہ تیری خرابی ہو ہمارے بچے (تک) تو روزہ دار ہیں[عہ] پھر اس کو مارا (بخاری)

(۲) ابوبکر عن ابن عمر ان عمر سرد الصوم قبل موتہ بسنتین۔

(۲) ابوبکر ابن عمر سے روایت ہے کہ عمر نے اپنی وفات سے دو برس پہلے لگاتار روزے رکھے[سہ]۔

(۳) ابوبکر عن ابی لیلی ان عمر بن الخطاب اجاز شہادۃ رجل فی الہلال۔

(۳) ابوبکر ابن ابی لیلی سے کہ عمر بن الخطاب نے ایک شخص کی گواہی (چاند کے ثبوت میں) کافی سمجھی[للعہ]۔

(۴) البیہقی روی مجالد عن الشعبی ان عمر وعلیا ینہیان عن صوم الیوم

(۴) بیہقی مجالد نے شعبی سے روایت کی کہ عمر اور علی رضی اللہ عنہما اس دن کے روزہ رکھنے سے منع کرتے

عہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورتوں کا اعتکاف فی نفسہ ایک امر جائز ہے مگر بہت ایسے جائز امور ہیں جو عوارض خارجیہ کے سبب سے مکروہ اور حرام ہو جاتے ہیں ۱۲۔

عہ معلوم ہوا کہ نابالغ بچوں کو عادت پڑنے کے لئے روزہ رکھانا مستحب ہے بشرطیکہ روزہ رکھنے کی قوت آگئی ہو ۱۲

سہ اللہ اکبر اصحابہ کو روزہ سے کیسی محبت تھی اسی قسم کا واقعہ اکثر صحابہ سے منقول ہے ۱۲۔

للعہ یہ حکم رمضان کے چاند کا ہے بشرطیکہ مطلع صاف نہ ہو رمضان کے سوا اور مہینوں کے چاند میں اگر مطلع صاف نہ ہو تو دو آدمیوں کی گواہی ہونی چاہیے اور مطلع صاف ہو تو رمضان اور غیر رمضان ہر مہینے کے لئے ایک بہت بڑی جماعت کا ہونا شرط ہے ایک دو آدمیوں کی گواہی کافی نہیں ۱۲۔

الذی یشك فیه من رمضان.

تھے جس کے رمضان ہونے میں شک ہو۔

(۵) ابوبکر والبیہقی عن ابی وائل اتانا کتاب عمر ان الاھلة بعضها اکبر من بعض فاذا رائیتم الهلال نهارا فلا تفطروا حتی یشهد رجلان مسلمان انهما اهلاه بالامس۔

(۵) ابوبکر اور بیہقی ابو وائل سے کہ ہمارے پاس عمر رضی اللہ عنہ کا خط آیا کہ بعض چاند بعض سے بڑے ہوتے ہیں تو جب تم دن کو چاند دیکھو تو افطار نہ کرو، یہاں تک کہ دو مسلمان مرد اس بات کی گواہی دیں کہ انھوں نے کل چاند دیکھا ہے۔

(۶) ابوبکر عن سوید بن غفلة سمعت عمر یقول شهر ثلاثون و شهر تسع و عشرون۔

(۶) ابوبکر بن غفلہ سے کہ میں نے عمرؓ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ کوئی مہینہ تیس دن کا ہوتا ہے کوئی انتیس کا۔

(۷) عن عاصم بن عمر بن الخطاب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم اذا اقبل اللیل من ههنا وادبر النهار من ههنا فقد افطر الصائم۔ (البخاری)

(۷) عاصم بن عمرؓ سے کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب آجائے رات اس طرف سے اور چلا جائے دن اس طرف سے تو افطار کرے روزہ دار۔ (بخاری)

(۸) ابوبکر عن سعید بن المسیب کان عمر یکتب الی امرائه لا تکونوا من المسوفین لفطرکم ولا تنتظروا بصلاتکم اشتباك النجوم۔

(۸) ابوبکر سعید بن مسیب سے کہ حضرت عمرؓ اپنے حکام کو لکھ بھیجتے تھے کہ (اے لوگو) تم روزے کے افطار کرنے میں تاخیر کرنے والے نہ بنو اور (مغرب کے وقت) اپنی نماز میں ستاروں کے جھلک جانے کا انتظار نہ کرو۔

(۹) ابوبکر عن عطاء قال عمر لا تزال هذه الامة بخیر ما عجلوا الفطر۔

(۹) ابوبکر عطاء سے کہ فرمایا عمرؓ نے یہ امت فائدہ میں رہے گی جب تک کہ لوگ افطار میں جلدی کرتے رہیں گے۔

(۱۰) الشافعی عن حمید بن عبدالرحمٰن ان عمر و عثمان کانا یصلیان المغرب حین ...

(۱۰) شافعی حمید بن عبدالرحمٰن سے کہ عمرؓ اور عثمانؓ مغرب کی نماز اس وقت پڑھتے تھے۔

(۱۱) ابوبکر عن الحسن قال عمر اذا شك الرجلان فیاکلا حتی یستیقنا۔

(۱۱) ابوبکر حسنؒ سے کہ فرمایا عمرؓ نے کہ جب دو آدمی (رات ہونے نہ ہونے میں) شک کریں تو ان کو کھانا جائز ہے یہاں تک کہ رات نہ ہونے کا یقین ہو جائے۔

سے معلوم ہوا کہ عید کے چاند میں دو گواہ ہونا چاہئیں مگر شرط یہ کہ مطلع صاف ہو ورنہ پھر دو بھی کافی نہیں ۱۲

Marfat.com

(۱۲) ابوبکر عن الشعبی قال عمر لیس الصیام من الطعام والشراب وحدہ ولکن من الکذب والباطل واللغو والحلف۔

(۱۲) ابوبکر شعبیؒ سے کہ فرمایا عمرؓ نے روزہ صرف کھانے پانی سے اجتناب کا نام نہیں ہے بلکہ جھوٹ اور بیہودہ افعال واقوال، اور قسم سے بھی بچنا ضروری ہے۔

(۱۳) ابوبکر عن مسروق عن عمر قال الا لا تقدموا الشہر۔

(۱۳) ابوبکر مسروقؒ سے حضرت عمرؓ سے کہ انھوں نے فرمایا کہ خبردار رمضان سے وہ ایک دن پہلے روزہ نہ رکھو۔

(۱۴) ابوبکر عن ابی عمرو الشیبانی بلغ عمر ان رجلا یصوم الدھر فعلاہ بالدرۃ۔

(۱۴) ابوبکر ابوعمر شیبانیؒ سے کہ حضرت عمرؓ کو یہ خبر پہنچی کہ ایک شخص علی الاتصال برابر روزے رکھتا چلا جاتا ہے تو انھوں نے اس پر دُرّہ اٹھایا۔

(۱۵) عن عمر بن الخطاب قال غزونا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی رمضان غزوتین یوم بدر والفتح فافطرنا فیھما (الترمذی)

(۱۵) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رمضان میں دو جہاد کئے بدر اور فتح مکہ اور دونوں میں روزہ نہیں رکھا۔ (ترمذی)

(۱۶) عن ابی ھریرۃ قال اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بطعام بمر الظہران فقال لابی بکر وعمر ادنیا فکلا فقالا انا صائمان فقال ارحلوا لصاحبیکم اعملوا لصاحبیکم

. . . .

(۱۶) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے انھوں نے کہا کہ مرالظہران میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھانا پیش کیا گیا تو آپ نے ابوبکرؓ و عمرؓ سے کہا کہ قریب آجاؤ اور کھاؤ تو ان دونوں نے عرض کیا کہ ہم روزہ دار ہیں پس آپ نے فرمایا کہ اے لوگو کجاوے کس دو اپنے دونوں صاحبوں کا اور کام کرالو اپنے دونوں صاحبوں کا (نسائی)

(۱۷) عن عمر انہ سافر فی اخر رمضان وقال الشہر قد تشعشع فلو صمنا بقیۃ کنزالعمال۔

(۱۷) عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ آخر رمضان میں سفر کیا اور فرمایا کہ ماہ مبارک ختم ہو چلا اب کاش ہم باقی دن بھی روزہ رکھ لیتے (کنزالعمال)

(۱۸) عن عمر قال من کان فی سفر رمضانؓ

(۱۸) عمرؓ نے فرمایا کہ جو شخص ماہ مبارک میں سفر میں ہو

ع۱ اس حدیث سے سفر میں روزہ رکھنے کی اجازت ثابت ہوتی ہے لہذا بعض علما کا یہ خیال کہ حضرت فاروقؓ کے نزدیک سفر میں روزہ رکھنا جائز نہ تھا صحیح نہیں آگے کی حدیث میں جو ایک مسافر کو روزے کی قضا کا حکم دیا ہے اس سے کوئی فعل مفسد صوم صادر ہوا ہوگا مگر چونکہ راوی کو اس کی اطلاع نہیں ہوئی اس سبب سے اس نے خیال کیا کہ سفر کے سبب سے قضا کا حکم دیا

نعلم انه داخل المدينة فى اول يومه دخل وهو صائم (كنز العمال)

(١٩) عن عمر انه امر رجلا صام فى رمضان فى سفر ان يقضيه (كنز العمال)

(٢٠) مالك والشافعى عن خالد بن اسلم ان عمر بن الخطاب افطر من رمضان فى يوم ذى غيم ورأى انه قد امسى وغابت الشمس فجاء رجل فقال يا امير المؤمنين قد طلعت الشمس فقال عمر بن الخطاب الخطب يسير وقد اجتهدنا۔

(٢١) ابوبكر عن حنظلة شهدنا عمر بن الخطاب فى رمضان وقرب اليه شراب فشرب بعض القوم وهم يرون ان الشمس قد غربت ثم ارتقى المؤذن فقال يا امير المؤمنين والله الشمس طالعة مرتين او ثلاثا لم تغرب فقال عمر منعنا الله من شرك يا هؤلاء من كان افطر فليصم يوما مكان يوم ومن لم يكن افطر فليتم حتى تغرب الشمس۔

(٢٢) عن سعيد بن المسيب ان عمر خرج على اصحابه فقال ما ترون فى شيئ صنعت اليوم اصبحت صائما فمرت بى جارية فاعجبتنى فاصبت منها

اور وہ یہ جانے کہ دن کے اول وقت اپنے شہر میں پہنچ جائے گا تو اس کو چاہیئے کہ وہ روزہ دار پہنچے (کنز العمال)

(۱۹) عمرؓ نے ایک شخص کو جس نے بحالت سفر رمضان میں روزہ رکھا تھا روزے کی قضا کا حکم دیا۔ (کنز العمال)

(۲۰) امام مالک و شافعی خالد بن اسلم سے کہ عمر بن خطاب نے ایک ابر والے دن رمضان میں یہ سمجھ کر افطار کر لیا کہ شام ہو گئی اور آفتاب غروب ہو گیا اتنے میں ایک شخص نے کہا اے امیر المومنین آفتاب ابھی ہے تو انھوں نے فرمایا بہت آسان ہے ہم نے کوشش تو کی تھی۔

(۲۱) ابوبکر حنظلہ سے کہ میں نے عمر بن خطابؓ کی ملازمت او رمضان میں حاصل کی اور آپ کے سامنے شربت پیش کیا گیا تو بعض لوگوں نے پی لیا اور وہ یہ سمجھے کہ آفتاب غروب ہو گیا پھر مؤذن منارہ پر چڑھا تو اس نے کہا کہ اے امیر المومنین اللہ کی قسم آفتاب ابھی ہے پس دو تین مرتبہ یہ فرمایا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ (اے آفتاب) ہم کو اللہ نے تیرے شر سے بچا لیا اے لوگو جس نے افطار کر لیا ہو وہ ایک دن کے بدلے میں ایک دن روزہ رکھ لے اور جس نے افطار نہ کیا ہو وہ پورا کرے یہاں تک کے آفتاب غروب ہو جائے

(۲۲) سعید بن مسیبؒ سے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایک دن اپنے اصحاب کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ کیا رائے ہے تم لوگوں کی اس کام میں جو میں نے آج کیا میں آج روزہ دار تھا اور میرے پاس ایک لونڈی آئی اور وہ مجھکو اچھی

عہ یہ رمضان کا ادائی روزہ نہ تھا بلکہ نفل کا روزہ ہو گا اور حضرت فاروقؓ کو خود بھی یہ مسئلہ معلوم تھا صرف امتحانا اور تعلیما لوگوں سے پوچھا تھا جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی عادت کریمہ تھی چنانچہ انھوں نے حضرت علی مرتضیٰؓ کے جواب کی تعریف جو کی اس امر سے صاف ظاہر ہے کہ انھیں یہ مسئلہ معلوم نہ ہوتا تو تعریف کیوں کرتے ۱۲۔

Marfat.com

فنظر القوم علیہ لما صنع و علی رضی اللہ عنہ ساکت فقال ما تقول قال اتیت حلالا ویوم مکان یوم فقال انت خیرھم فتیا (الدارقطنی)

معلوم ہوئی اور ہم اس سے ہم بستر ہوا تو لوگوں نے اس فعل کو بہت بڑا گناہ سمجھا اور علی رضی اللہ عنہ چپ بیٹھے تب آپ نے کہا کہ تم کیا کہتے ہو انھوں نے کہا کہ آپ نے ایک امر جائز کیا اور اس دن کے بدلے میں ایک دن روزہ رکھ لیجئے آپ نے فرمایا کہ تم بہت اچھا فتویٰ دیتے ہو۔ (دارقطنی)

(۲۳) ابو بکر عن جابر بن عبد اللہ عن عمر بن الخطاب قال ھششت یوما الی المرأۃ فقبلتھا وانا صائم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارأیت لو تمضمضت بماء وانت صائم قلت لا باس فقال ففیم۔

(۲۳) ابو بکر جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک دن میں اپنی عورت سے مسرور ہوا اور میں نے اس کا بوسہ لے لیا حالانکہ میں روزہ دار تھا، تو فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کیا سمجھتے ہو اگر حالت صوم میں پانی سے کلی کرو میں نے کہا کچھ حرج نہیں، آپ نے فرمایا پھر اب کیا حرج ہوا۔

(۲۴) ابو بکر عن سعید بن المسیب ان عمر نھی عن القبلۃ للصائم۔

(۲۴) ابو بکرؓ سعید بن مسیبؒ سے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے روزہ دار کو بوسہ لینے سے منع فرمایا۔

(۲۵) ابو بکر عن نافع قال عمر لو ادرکنی النداء وانا بین رجلیھا لصمت او قال ما افطرت۔

(۲۵) ابو بکر نافع سے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر مجھے اذان (کی آواز) ایسی حالت میں پہنچے کہ میں عورت کے پیروں کے درمیان میں ہوں تب بھی روزہ رکھوں گا یا یہ کہا نہیں افطار کروں گا۔

(۲۶) ابو بکر عن زیاد بن جریر ما رأیت ادوم سواکا وھو صائم من عمر بن الخطاب۔

(۲۶) ابو بکر زیاد بن جریر سے کہ میں نے روزہ کی حالت میں مسواک پر مداومت کرنے والا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے زیادہ کسی کو نہیں دیکھا۔

(۲۷) عن زیاد بن جریر قال رأیت عمر اکثر الناس صیاما واکثرھم سواکا۔ (کنز العمال)

(۲۷) زیاد بن جریر سے انھوں نے کہا کہ میں نے عمرؓ کو تمام لوگوں سے زیادہ روزہ رکھنے والا اور سب سے زیادہ مسواک کرنے والا پایا (کنز العمال)

سہ معلوم ہوا کہ روزہ کی حالت میں عورت کا بوسہ لینا جائز ہے اور اگر شہوت کا خوف نہ ہو تو مکروہ بھی نہیں خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ آپ نے حالتِ صوم میں اپنے ازواج کو بوسہ دیا ۱۲ سہ جس شخص کو منع فرمایا تھا غالباً اس کو شہوت کا خوف ہوگا ۱۲۔ سہ مطلب یہ کہ اگر کسی کو ایسی حالت میں صبح ہو جائے تو وہ فوراً علیحدہ ہو جائے ۱۲۔

Marfat.com

(۲۸) عن عمر قال صلى بنا رسول الله صلى الله عليه وسلم الفجر و انه لينفض راسه يستطير منه الماء من غسل جنابة في رمضان (كنز العمال)

(۲۸) عمر رضی اللہ عنہ سے کہ فجر کی نماز پڑھائی ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ اپنے سر (کے بالوں) ...... کو جھٹکتے جاتے تھے اور اس سے پانی اڑ رہا تھا غسل جنابت کے سبب سے واقعہ رمضان میں ہوا تھا۔ (کنز العمال)

(۲۹) ابو بکر عن زيد بن وهب كتب الينا عمران المرأة لا تصوم تطوعا الا باذن زوجها۔

(۲۹) ابو بکر زید بن وہب سے کہ لکھ بھیجا ہم کو عمر رضی اللہ عنہ نے کہ عورت بے اجازت اپنے شوہر کے نفل روزہ نہ رکھے۔

(۳۰) ابو بكر عن ابي عبيد مولى ابن ازهر شهدت العيد مع عمر ابن الخطاب فبدا بالصلوة قبل الخطبة وقال ان النبي صلى الله عليه وسلم نهى عن صوم هذين اليومين اما يوم الفطر فيوم فطركم من صيامكم واما يوم الاضحى فكلوا فيه من نسككم۔

(۳۰) ابو بکر ابو عبید مولیٰ ابن ازہر سے کہ میں نے عید کی نماز عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ کے ہمراہ پڑھی تو آپ نے خطبہ سے پہلے نماز پڑھی اور فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں (عید کے) دنوں میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ مگر عید الفطر تو تمہارے صوم سے افطار کرنے کا دن ہے۔ اور رہ گیا عید الاضحیٰ سو اس میں (تم کو حکم ہے کہ) اپنی قربانیوں سے کھاؤ۔

(۳۱) ابو بكر عن خرشة بن الحر رائيت عمر يضرب اكف الناس في رجب حتى يضعوها في الجفان و يقول كلوا فانما هو شهر كان يعظمه اهل الجاهلية۔

(۳۱) ابو بکر خرشہ بن حر سے کہ دیکھا میں نے عمر رضی اللہ عنہ کو کہ ماہ رجب میں لوگوں کے ہاتھ پکڑتے تھے تاکہ وہ برتنوں میں رکھیں اور فرماتے تھے کہ کھاؤ اس لئے کہ اہل جاہلیت اس مہینے کی تعظیم کرتے تھے۔

(۳۲) ابو بكر عن عوف بن مالك الاشجعي قال عمر صيام يوم من غير

(۳۲) ابو بکر عوف بن مالک اشجعی سے کہ فرمایا عمر رضی اللہ عنہ نے رمضان کے سوا اور دنوں میں

؎ معلوم ہوا کہ حالت جنابت میں صبح ہو جائے اور بعد صبح کے غسل کیا جائے تو کچھ مضائقہ نہیں اس لئے کہ طہارت روزے میں شرط نہیں تھی کہ اگر دن بھر کوئی شخص حالت جنابت میں رہے تب بھی اس کا روزہ صحیح ہو جائے گا نا پاک رہنے کی جو خرابیاں ہیں وہ روزے سے کچھ تعلق نہیں رکھتیں ۱۲۔

رمضان واطعام مساکین یعدل صیام یوم من رمضان قلت ھذا فی الذی افطر رمضان بعذر واخر قضاءہ حتی جاء رمضان اٰخر وعلیہ الشافعی۔

روزہ رکھنا اور مسکینوں کو کھانا کھلا دینا رمضان کے روزے کے برابر ہے ۱؎ میں نے کہا کہ یہ حکم اس شخص کے حق میں ہے جو رمضان کا (روزہ) کسی عذر سے افطار کرے اور اس کی قضا نہ رکھے یہاں تک کہ دوسرا رمضان آجائے اسی مسئلہ پر امام شافعیؒ ہیں۔

(۳۳) سئل ابن عمر عن صوم عرفۃ قال حججت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلم یصمہ ومع ابی بکر فلم یصمہ ومع عمر فلم یصمہ (الترمذی)

(۳۳) ابن عمر رضی اللہ عنہ سے عرفہ کے روزہ کی بابت پوچھا گیا تو انھوں نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کیا اور آپ نے اس کا روزہ نہیں رکھا اور ابو بکر صدیقؓ کے ساتھ بھی حج کیا انھوں نے روزہ نہیں رکھا اور عمرؓ کے ساتھ بھی حج کیا انھوں نے بھی روزہ نہیں رکھا۔ (ترمذی)

(۳۴) ابوبکر عن عبد الرحمٰن بن قاسم کان عمر لا یصومہ یعنی یوم عاشوراء۔

(۳۴) ابوبکر عبد الرحمٰن بن قاسم سے کہ عمر رضی اللہ عنہ اس کا یعنی عاشوراء کا روزہ نہ رکھتے تھے۔

(۳۵) ابوبکر عن بکرۃ بن عبد الرحمٰن ان عمر ارسل الی عبد الرحمٰن بن الحارث ان تسحروا اصبح صائما۔

(۳۵) ابو بکر بن عبد الرحمٰن سے کہ عمرؓ نے عبد الرحمٰن بن حارث سے یہ کہلا بھیجا کہ اے عبد الرحمٰن آج سحور کھانا اور صبح کو روزہ دار اٹھنا ۲؎۔

(۳۶) ابوبکر عن قیس عن ابیہ عن عمر لا باس بقضاء رمضان فی العشر یعنی عشر ذی الحجۃ۔

(۳۶) ابو بکر قیس سے وہ اپنے باپ سے وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہ رمضان کی قضا ذی الحجہ کے (پہلے) عشرے ۳؎ میں رکھنا کچھ حرج نہیں۔

(۳۷) ابو بکر عن ابن عباس عن عمر لقد علمتم ان رسول اللہ

(۳۷) ابو بکر ابن عباس سے وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہ بے شک تم لوگوں کو معلوم ہے کہ نبی صلی اللہ

۱؎ میری فہم ناقص میں اس اثر میں معذور اور بے طاقت بڈھے کا حکم بیان ہوا ہے معذور کو تو بعد رمضان کے روزے رکھ لینا چاہئیں اور بے طاقت بوڑھے کو ہر روزے کے عوض کھانا کھلانا چاہیئے یہی مذہب حنفیہ کا ہے ۱۲۔

۲؎ یہ حکم وجوب ظاہر کرنے کے لئے نہیں ہے ۱۲۔

۳؎ دسویں تاریخ اس سے مستثنیٰ ہے کیونکہ اس دن روزے کا ناجائز ہونا خود حضرت فاروقؓ کے قول سے اوپر ثابت ہوچکا ہے ۱۲۔

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم قال فی لیلۃ القدر اطلبوھا فی العشر الاواخر۔	علیہ وسلم نے لیلۃ القدر کی بابت میں فرمایا ہے کہ اس کو اخیر عشرے میں تلاش کرو۔
(۳۸) ابوبکر عن زرکان عمر و حذیفۃ وابی لا یشکون لیلۃ سبع وعشرین۔	(۳۸) ابوبکر زر سے کہ عمر اور حذیفہ اور اُبی رضی اللہ عنہم لیلۃ القدر کی ستائیسویں تاریخ ہونے میں شک نہ کرتے تھے۔
(۳۹) ابوبکر عن قطبۃ ابن مالک ان عمر رأی قوماً اعتکفوا فی المسجد وقد ستروا فانکرہ وقال ماھذا قالوا انما نستر علی طعامنا قال فاستروا فاذا طعمتم فاھتکوہ۔	(۳۹) ابوبکر قطبہ بن مالک سے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ انھوں نے مسجد میں اعتکاف کیا ہے اور پردہ ڈال رکھا ہے، پوچھا کہ یہ پردہ کیوں ڈال رکھا ہے، ان لوگوں نے جواب دیا کہ ہم اپنے کھانے کو چھپاتے ہیں، آپ نے فرمایا جب کھانا کھاؤ تو پردہ ڈال لو اور جب کھا چکو تو الٹ دو۔
(۴۰) عن ابن عمر ان عمر سأل النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال کنت نذرت فی الجاھلیۃ ان اعتکف لیلۃ فی المسجد الحرام قال فاوف بنذرک۔ (البخاری)	(۴۰) ابن عمر سے کہ عمر رضی اللہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں نے جاہلیت میں ایک رات کعبہ میں اعتکاف کرنے کی نذر کی تھی آپ نے فرمایا کہ اپنی نذر پوری کرلے۔ (بخاری)

عہ ہم اعتکاف کے بیان میں حاشیہ پر لیلۃ القدر کے بارے میں علمار کا اختلاف لکھ چکے ہیں وہاں یہی لکھدیا ہے کہ اکثر احادیث سے رمضان کے اخیر عشرہ بلکہ ستائیسویں تاریخ میں لیلۃ القدر کا ہونا معلوم ہوتا ہے ۱۲۔

عہ بعض لوگوں نے اس اثر سے حنفیہ پر اعتراض کیا ہے کیونکہ ان کے نزدیک اعتکاف میں صوم شرط ہے اور اس اثر میں رات کا ذکر ہے رات کو روزہ کہاں معلوم ہوا کہ اعتکاف میں صوم شرط نہیں، اس اعتراض کے دو جواب ہیں (۱) حنفیہ کے نزدیک ہر اعتکاف میں صوم شرط نہیں ہے بلکہ اعتکاف واجب میں شرط ہے اور یہ حضرت عمر کا اعتکاف واجب تھا کیونکہ جاہلیت کی نذر تھی اسلام کے بعد اس کا پورا کرنا ضروری نہیں باقی رہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کو حکم دینا سو یہ بطور استحباب کے ہے (۲) صحیح مسلم میں اس حدیث میں یوماً کا لفظ بھی ہے پس معلوم ہوا کہ رات دن دونوں کی اعتکاف کی نذر تھی ۱۲۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلیاً و مسلماً

اس زمانے میں میرے عزیز گرامی نے مجھ سے پے در پے درخواستیں کیں اور مجھے اس امر پر مجبور کیا کہ میں ایک رسالہ مستقل اس مسئلہ میں لکھ دوں کہ نماز کے اذکار میں کس ذکر کا غیر عربی زبان میں پڑھنا جائز ہے اور کس کا نہیں اور جائز ہے تو مع الکراہت یا بدون الکراہت اس لئے کہ آج کل بعض لوگوں کا خیال ہے کہ نماز میں قرآن مجید کا ترجمہ پڑھ لینا کافی ہے۔ حتیٰ کہ بعض لوگوں نے اس کی تائید میں رسالے بھی لکھے اطراف دکن میں اس مسئلہ کا بہت شور ہے کم علم مسلمانوں کو سخت تشویش ہے ان کو یہ بھی سمجھا دیا گیا ہے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا بھی یہی قول ہے۔ لہٰذا میں نے محض تائید الٰہی پر بھروسہ کرکے اس بحث میں خامہ فرسائی کی و باللہ التوفیق۔

پہلا مسئلہ نماز میں قرآن مجید کی اصل عبارت کا پڑھنا فرض ہے یا اگر اس کا ترجمہ کسی زبان میں کرکے پڑھ لیا جائے تب بھی جائز ہے۔

جواب۔ اصل عبارت کا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بتواتر منقول ہے اسی کا پڑھنا نماز میں فرض ہے اگر اس کا ترجمہ کرکے کسی زبان میں پڑھا جائے گا تو نماز نہ ہوگی حتیٰ کہ خود عربی زبان کا لفظ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بتواتر منقول نہ ہو اس کے پڑھنے سے بھی نماز نہیں ہوتی گو وہ لفظ قرآنی کا مرادف ہو۔

س ۲۔ اگر کسی کو قرآن مجید کی کوئی سورت یاد نہ ہو اور نہ یاد کر سکتا ہو یعنی اس کی زبان سے عربی الفاظ نہ ادا ہوتے ہوں یا یاد ہو مگر عربی زبان کے نہ جاننے کے سبب سے اس کے معانی نہ سمجھتا ہو تو وہ کیا کرے اگر بے معنی سمجھے ہوئے طوطے کی طرح زبان سے الفاظ کہے تو دل پر کچھ اثر نہ ہوگا اور نماز میں خشوع کی کیفیت نہ پیدا ہوگی۔

ج ۲۔ جس شخص کو قرآن مجید کی کوئی سورت یاد نہ ہو اس کو چاہئے کہ یاد کرنے کی کوشش کرے اور جب تک یاد نہ ہو جائے وہ اصطلاح فقہ میں امی سمجھا جائے گا کہ بمقدار قرأت واجب سکوت کئے ہوئے کھڑا رہے اور جس شخص کی زبان سے عربی الفاظ نہ ادا ہوتے ہوں اس کو اختیار ہے چاہے سورۃ فاتحہ اور کسی دوسری سورت کا ترجمہ اپنی زبان میں کرا کر پڑھ لے اور چاہے سکوت کئے ہوئے کھڑا رہے۔

قراءۃ غیر العربی یسمی قرانا مجازا الا یری انہ یصح نفی القران عنہ فیقال لیس بقرآن وانما ہو ترجمۃ وانما جوزناہ للعاجز اذا لم یخل بالمعنی لانہ قرآن من وجہ باعتبار اشتمالہ علی المعنی فالا تیان بہ اولی من الترک ومطلقا اذ التکلیف بحسب الوسع وہو نظیر الایماء (معراج الدرایۃ) واما الی الصحیح الذی رجع الیہ ان القرآن اسم للنظم والمعنی جمیعًا کما ہو قولہما لا یفترض علیہ الا تعلم العربی ولا اعلم خلافا فی ان القرآن عندہما اسم النظم والمعنی جمیعا و قدمنا عن الاتقانی ان الفارسیۃ عندہما لیست قرآنا (التحفۃ القدسیہ عشر نبلالی) اور وہ شخص جو عربی زبان نہ جاننے کے سبب سے معانی نہیں سمجھ سکتا۔ اس کو چاہیے کہ بے معنی سمجھے ہوئے وہی اصلی الفاظ نماز میں پڑھے ہاں اس امر کی کوشش کرنا اس پر ضروری ہے کہ عربی زبان سے اتنی واقفیت کرے کہ اس سے قرآن مجید کے معانی سمجھنے لگے۔ رہ گیا یہ کہ بے معنی سمجھے ہوئے پڑھنے میں خشوع نہ پیدا ہوگا بالکل غلط اور خلاف مشاہدہ ہے، ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہزاروں معنی سمجھنے والوں کو نماز میں کچھ بھی خشوع نہیں ہوتا اور معنی نہ سمجھنے والے بہت لوگوں کو کیفیت خشوع حاصل ہوتی ہے۔ اصل یہ ہے کہ خشوع کا ہونا سمجھنے پر موقوف نہیں، بلکہ رقتِ قلب اور قوتِ ایمان کا ثمرہ ہے بلکہ اگر کوئی شخص معنی سمجھتا ہو اور اپنا خیال ہمہ تن معنی پر مقصود کردے تو یقینًا یہ بھی ایک سبب عدم خشوع کا ہو جائے گا۔

س:۔ کیا امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک ترجمہ قرآن مجید کے پڑھ لینے سے نماز ہو جاتی ہے اگر فی الواقع ان کا یہ مذہب ہے تو ان کی کیا دلیل ہے۔

ج:۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک بھی ترجمۂ قرآن مجید کے پڑھ لینے سے نماز نہیں ہوتی

عہ غیر عربی کو قرآن کہنا مجاز ہے، کیا نہیں معلوم کہ قرآن کی نفی اس سے درست ہے اور یہ کہہ دینا کہ ذکر قرآن نہیں ہے صرف اس کا ترجمہ ہے اور ہم نے اس کو معذور کے لیے اس وقت جائز کیا ہے کہ معنی میں خلل نہ آنے پائے کیونکہ قرآن معنی کو بھی شامل ہے پس اسی کو ادا کر لینا بہ نسبت بالکل چھوڑ دینے کے بہتر ہے کیونکہ تکلیف طاقت کے موافق ہے اور وہ اشارے کی نماز پڑھنے کے مثل ہے کہ معذور کو جائز ہے غیر معذور کو نہیں، لیکن اس صحیح مذہب کی بنا پر جس کی طرف امام صاحب نے رجوع کیا کہ قرآن عبارت و معنی دونوں کا نام ہے جیسا کہ صاحبین کا قول، تو اس پر عربی کبھی زبان کا سیکھنا فرض ہے، اور میں نہیں جانتا کہ کسی نے اس میں اختلاف کیا ہو کہ صاحبین کے نزدیک قرآن عبارت و معنی دونوں کا نام ہے اور ہم اتقانی سے نقل کر چکے ہیں کہ فارسی ترجمہ صاحبین کے نزدیک قرآن نہیں ہے ۱۲۔

Marfat.com

ہاں کسی زمانے میں وہ اس امر کے قائل تھے مگر جب ان کو اس قول کا کمزور اور بے دلیل ہونا معلوم ہوا تو انھوں نے اس سے رجوع کیا ان کا رجوع کرنا فقہ کی تمام کتابوں میں بہت صراحت سے منقول ہے، ہدایہ میں ہے۔ ویروی رجوعہ فی اصل المسئلۃ الی قولھما وعلیہ الاعتماد بنایہ شرح ہدایہ میں ہے۔ ویروی رجوعہ ش ای رجوع ابی حنیفۃ فی اصل المسئلۃ ش یعنی القراءۃ بالفارسیۃ م الی قولھما ش ای الی قول ابی یوسف ومحمد رواہ ابو بکر الرازی وغیرہ وعلیہ الاعتماد ابن مالک شرح منار میں لکھتے ہیں الاصح انہ رجع عن ھذا القول کما رواہ نوح ابن ابی مریم کفایہ میں ہے وذکر ابو بکر الرازی انہ رجع الی قولھما وھو الصحیح۔ تلویح میں ہے۔ روی ای الرجوع نوح بن ابی مریم شہاب خفاجی حاشیہ بیضاوی میں ہے۔ وقد قیل ان الصحیح من مذھبہ ان القرآن ھو النظم والمعنی تفسیر احمدی میں ہے۔ وقد صح رجوعہ الی قولھما وعلیہ الاعتماد تفسیر روح المعانی میں ہے وکان رضی اللہ عنہ قد ذھب الی خلافہ ثم رجع عنہ وقد صح رجوعہ الی القول بجواز قراءۃ غیر العربیۃ مطلقا جمع من الثقات المحققین باقی رہا یہ کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے اپنے پہلے قول کی کیا دلیل بیان کی ہے معلوم نہیں تفسیر احمدی میں ہے۔ ولا یدری ما قال ابوحنیفۃ اولا من عدم لزوم نظم العربی ولم یقل بدلیل شاف یوجب ذلک تلویح میں ہے۔ قال فخر الاسلام

عہ اور امام صاحب کا اس مسئلہ میں صاحبین کی طرف رجوع کرنا مروی ہے اور اسی پر اعتماد ہے ۱۲۔ عہ رجوع ان کا یعنی امام صاحب کا اصل مسئلہ میں یعنی قرآن کے فارسی زبان میں پڑھنے میں ان کے یعنی صاحبین کے قول کی طرف اس کو ابوبکر رازی وغیرہ نے روایت کیا ہے اور اسی پر اعتماد ہے ۱۲۔

عہ بہت صحیح یہ ہے کہ امام صاحب نے اس قول سے رجوع کیا جیسا کہ نوح ابن ابی مریم نے روایت کیا ہے ۱۲۔ عہ ابو بکر رازی نے ذکر کیا ہے کہ امام صاحب نے صاحبین کے قول کی طرف رجوع کیا ۱۲ عہ رجوع کرنے کو نوح ابن ابی مریم نے روایت کیا ہے ۱۲۔ عہ بے شک کہا گیا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کا صحیح مذہب یہ ہے کہ قرآن عبارت اور معنی دونوں کا نام ہے ۱۲ عہ اور امام صاحب کا اپنے قول سے صاحبین کے قول کی طرف رجوع کرنا صحیح ہے ۱۲ عہ اور امام ابوحنیفہؒ اس کے خلاف کی طرف گئے تھے مگر پھر اس سے رجوع کیا اور ان کا اس قول سے رجوع کرنا کہ قرآن کی قرأت غیر عربی میں جائز ہے، پرہیزگار محققین کی ایک جماعت نے صحیح کہا ہے ۱۲۔ عہ اور نہیں معلوم کہ امام ابو حنیفہؒ نے پہلے عربی عبارت کے ضروری نہ ہونے کو کیوں کہا تھا اور وہ کسی دلیل شافی کے ساتھ جو اس کو ثابت کرے قائل نہ ہوئے تھے ۱۲۔

لان ما قالہ یخالف کتاب اللہ ظاھراحیث وصف المنزل بانعربی وقال ابوالیسر ھذہ ا المسالۃ مشکلۃ لا یتضح لاحد ما قالہ ابوحنیفۃ وقد صنف الکرخی فیھا تصنیفا طویلا ولم یات بدلیل شاف۔ مگر بعض لوگوں نے جو دلائل ان کی طرف سے بیان کئے ہیں۔ان سب میں بڑی دلیل یہ ہے قولہ تعالیٰ وانہ لفی زبر الاولین۔انہ کی ضمیر قرآن مجید کی طرف راجع ہے یعنی بے شک قرآن اگلی کتابوں میں ہے۔پس اگر قرآن الفاظ عربیہ اور معانی دونوں کا نام ہو تو وہ اگلی کتابوں میں کیسے ہو سکتا ہے۔اگلی کتابیں تو عربی زبان میں تھی ہی نہیں اس سے معلوم ہوا کہ قرآن صرف معانی کا نام ہے گو وہ کسی زبان میں ہوں' یہ دلیل بہ چند وجوہ مخدوش ہے۔ اوّل یہ کہ انہ کی ضمیر جیسے قرآن کی طرف پھر سکتی ہے۔اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پھر سکتی ہے اور ان قصوں کی طرف بھی پھر سکتی ہے جو اس آیت سے پہلے مذکور ہوئے پس ان تین احتمالات میں ایک کے خاص کر لینے کی کیا وجہ ہے اور اگر خاص بھی کیا جائے تو تیسرا احتمال کیونکہ وہ سیاق کلام کے زیادہ مناسب ہے دوسرے یہ کہ اگر مان لیا جائے کہ ضمیر قرآن کی طرف راجع ہے تو اس کی کیا دلیل ہے کہ حقیقت قرآن کی طرف ضمیر راجع ہے یہ کیوں نہ کہا جائے کہ ذکر قرآن یا معانی کی طرف ضمیر پھرتی ہے جیسا کہ اکثر مفسرین کا قول ہے معالم التنزیل میں ہے ۔ وانّہ ای ذکر القرآن قالہ اکثرالمفسرین۔بیضاوی میں ہے۔ وانّہ لفی زبر الاولین وان ذکرہ او معناہ لفی الکتب المتقدمۃ مہ شہاب خفاجی میں ہے یعنی انہ علی تقدیر مضاف۔ والاول اقرب لان مثلہ مستفیض کما یقال فلان فی دفتر الامیر ولذا قدمہ وفیہ اشارۃ الی رد ما نقل عن ابی حنیفۃ من عدم

مہ فخرالاسلام نے کہا ہے کہ جو امام حنیفہ نے کہا تھا وہ کتاب اللہ سے کھلی ہوئی مخالفت رکھتا تھا اس لئے کہ اللہ نے قرآن کو عربی کے ساتھ موصوف کیا ہے اور ابوالیسر نے کہا کہ یہ مسئلہ مشکل ہے کسی کو نہیں معلوم کہ امام ابوحنیفہ نے کیا کہا تھا اور کرخی نے اس مسئلہ میں ایک بڑی کتاب لکھی ہے گر انھوں نے بھی کوئی دلیل شافی نہیں بیان کی ۱۲ مہ اور بے شک وہ یعنی قرآن کا ذکر یہی اکثر مفسرین کا قول۔ مہ اور بے شک اس کا ذکر یا اس کے معنی اگلی کتابوں میں ہیں۔ ۱۲ مہ یعنی انہ کی ضمیر قرآن کی طرف ایک مضاف کے مقدر کرنے سے پھرتی ہے اور ذکر کا مقدر کرنا معنی کے مقدر کرنے سے بہتر ہے۔کیونکہ اس قسم کا محاورہ بہت رائج ہے۔لوگ کہتے ہیں کہ فلاں شخص امیر کے رجسٹر میں ہے اور اسی وجہ سے صاحب بیضاوی نے اس کو مقدم کیا اور اس میں اس کے رد کی طرف اشارہ ہے جو امام ابوحنیفہ سے منقول ہے کہ فارسی زبان میں قرأت جائز ہے کہ جب مضاف مقدر ہو جائے گا تو یہ معنی نہ بن سکیں گے ۱۲۔

جواز القرأۃ بالفارسیۃ فانہ اذا کان علی تقدیر مضاف لم یکن کذلک مدارک میں ہے وانہ ای القرآن لفی زبرالاولین یعنی ان ذکرہ مثبت فی سائرالکتب السماویۃ وقیل ان معانیہ فیھا۔ روح البیان میں ہے۔ وانہ ای ذکرالقرآن لاعینہ۔ روح المعانی میں ہے۔ وانہ لفی زبرالاولین ای وان ذکرالقرآن لفی الکتب المتقدمۃ علیٰ ان الضمیر للقرآن والکلام علی حذف مضاف وھذاکمایقال ان فلانا فی دفترالامیر تفسیر احمدی میں ہے۔ ای نعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم فی زبرالاولین اوالقرآن ذکرہ ثبت فی سائر کتب السماویۃ او معانیہ فیھا کشاف میں ہے۔ وانہ ای القرآن یعنی ذکرہ مثبت فی سائرالکتب السماویۃ اور اس کے بعد جو صاحب کشاف نے لکھا ہے کہ قیل ان معانیہ فیھا وبہ یحتج لابی حنیفۃ فی جوازالقرأۃ بالفارسیۃ فی الصلوٰۃ علی ان القرآن وان ترجم بغیرالعربیۃ۔ یہ خود صاحب کشاف کے نزدیک بھی ضعیف ہے۔ بلفظ قیل اس کو بیان کرنا اور آیت کے ساتھ اس کو مرتبط نہ کرنا اس طرف اشارہ کر رہا ہے حواشی علوی علی الکشاف میں ہے۔ قولہ قیل ان معانیہ فیھا لخ فیہ اشعار بان الوجہ ھوالاول۔ دوسری دلیل جو اس زمانے میں بعض لوگوں نے بیان کی یہ ہے کہ صحابہ اپنی طرف سے قرآن مجید کے الفاظ بدل بدل کے پڑھا کرتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کو جائز رکھتے تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بالکل غلط ہے۔ کوئی ضعیف سے ضعیف روایت بھی اس مضمون کی شہادت نہیں دیتی، بلکہ جس نے حدیث کی کتابیں سرسری نظر سے بھی دیکھی ہیں، وہ خوب جانتا ہے کہ صحابہ حفظ قرآن مجید میں سخت اہتمام فرماتے تھے۔ جس لفظ کو جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم

عہ یعنی ذکر اس کا تمام اگلی کتابوں میں ہے اور بعض نے کہا کہ معانی قرآن کے ان میں ہیں ۱۲۔

عہ یعنی ذکر قرآن کا نہ کہ خود قرآن۔ ۱۲ ۔ عہ یعنی ذکر قرآن کا اگلی کتابوں میں ہے اس بناپہ کہ ضمیر قرآن کی طرف پھرتی ہے اور یہ ایسا ہے کہ کہا جائے کہ فلاں شخص امیر کے رجسٹر میں ہے۔ ۱۲

للعہ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف اگلی کتابوں میں ہے یا قرآن کا ذکر ان میں ہے، یا اس کے معانی ان میں ہیں۔ ۱۲ عہ قرآن یعنی اس کا ذکر اگلی کتابوں میں ہے۔ ۱۲ عہ بعض نے کہا ہے کہ قرآن کے معانی کتابوں میں ہیں اور اسی سے امام ابوحنیفہ کے قول کی سند بیان کی جاتی ہے۔ قرأت کے فارسی میں جائز ہونے پر اس بنا پر کہ قرآن کا ترجمہ بھی قرآن ہے چاہے غیر عربی زبان میں کیا جائے ۱۲۔

سے سنتے تھے۔ اس کو اسی طرح ادا کرتے تھے بہرحو فرق نہ ہونے پاتا تھا اور حکم نبوی یہ بھی تھا کہ قرآن مجید کی آیتیں لکھ لی جایا کریں اور اگر کسی صحابی نے کوئی لفظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ سُنا ہوتا اور دوسرا صحابی اس کو سنتا اور پڑھتا تو وہ نہ سننے والا اس پر بحث و انکار کرتا تھا حضرت فاروق رض کا ایک شخص کو اسی بات پر گلے میں رسی ڈال کر کھینچتے ہوئے حضور رسالت میں لے جانا اور اسی بات پر ان کا اُبی بن کعب سے کئی بار مناظرہ کرنا اور حضرت ابن مسعود رض کا اسی بنا پر سورۃ واللیل میں لفظ ماخلق کے پڑھنے سے سخت انکار کرنا مشہور ہے اور بروایات صحیحہ منقول ہے اسی قسم کے بہت سے واقعات ہیں جنھوں نے غیر قوموں سے بھی اقرار کرالیا ہے کہ قرآن مجید بے کم وکاست بے تغیر و تبدل وہی کتاب ہے جس کی نسبت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعویٰ کیا تھا کہ یہ خدا کی کتاب ہے، ولیم میور جو عیسائیوں کا ایک مشہور اور محقق مؤرخ ہے اس کی تاریخ دیکھیے۔ المختصر اسی قسم کی اور بھی دلیلیں ہیں جن کے ذکر سے شرم آتی ہے سمجھ دار کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ اگر اس قول پر کوئی دلیل ہوتی تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اس سے کیوں رجوع کرتے۔

س:۔ جو لوگ اس امر کے قائل ہیں کہ ترجمہ قرآن قرآن نہیں ہے اور اس کے پڑھنے سے نماز نہیں ہوتی، وہ کون لوگ ہیں اور ان کی کیا دلیل ہے۔

ج:۔ تمام علمائے امت اور مجتہدین شریعت اسی طرف ہیں جیسے امام شافعی اور امام احمد اور قاضی ابی یوسف اور آخر میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہم بھی، ان لوگوں کی دلیل یہ ہے کہ حق جل شانہ نے قرآن مجید کو عربیت کے ساتھ موصوف کیا ہے۔ (۱) انا انزلناہ قرآناً عربیاً (۲) کتابٌ فصلت آیاتہ قرآنا عربیا (۳) انا جعلناہ قرآنا عربیا۔ (۴) بلسانٍ عربی مبین (۵) ھذا لسان عربی مبین۔ وغیرہ ذلک پس اگر قرآن صرف معانی کا نام ہو تو اس کو عربیت کے ساتھ موصوف کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ معنی کو کسی زبان کی خصوصیت سے کیا تعلق، یہ شان تو الفاظ کی ہے۔ معنی نہ عربی ہوتے ہیں نہ فارسی، نہ ہندی لہٰذا معلوم ہوا کہ قرآن ان خاص عربی الفاظ کا نام ہے جو معانی مخصوصہ پر دلالت کرتے

عہ بے شک ہم نے اس کو عربی قرآن اتارا ہے ۱۲۔ عہ ایسی کتاب جس کی آیتیں مفصل ہیں عربی قرآن ہے ۱۲ عہ ہم نے اس کو قرآن بنایا ہے ۱۲۔

عہ صاف عربی زبان میں ۱۲ عہ یہ قرآن عربی زبان ہے ۱۲۔

Marfat.com

ہیں اور ان کی نسبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ یہ اللہ کا کلام ہے۔ علاوہ اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بہت سے عجمی لوگ اسلام لائے تھے جو عربی زبان بالکل نہ سمجھتے تھے مگر کسی کو آپ نے یہ حکم نہیں دیا کہ تم قرآن کا ترجمہ اپنی زبان میں کراکر نماز میں پڑھ لیا کرو اور پھر صحابہ کے زمانے میں تو صدہا بلادِ عجم مفتوح ہوئے اور وہاں کے لوگ اسلام لائے مگر یہ منقول نہیں کہ صحابہ نے کسی کو اجازت دی ہو کہ تم قرآن مجید کا ترجمہ نماز میں پڑھ لیا کرو۔

اب یہاں چند احتمالات باقی ہیں ۔

(۱) نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ نے شاید عجمیوں کو یہ اجازت دی ہو مگر اس کی روایت نہیں کی گئی یا روایت ہوئی، مگر کتب میں درج نہیں ہوئی، اس وجہ سے ہم کو وہ روایت معلوم نہیں ۔

(۲) نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ نے کچھ اس طرف خیال نہیں کیا، اگر خیال آتا تو ضرور اجازت دیتے ۔

(۳) اس زمانے میں لوگوں کو عربی زبان سیکھ لینا آسان تھا، اس سبب سے اس اجازت کی ضرورت نہیں ہوئی، اب مشکل ہو گیا ہے ۔ لہٰذا اس اجازت کی ضرورت ہے، مگر یہ احتمالات ایک معمولی شخص کے نزدیک بھی قابل وقعت نہیں ہیں ۔ پہلے احتمال کا جواب یہ ہے کہ وہ لوگ دیدہ ودانستہ کسی امر شرعی کی روایت میں ہرگز ہرگز کوتاہی نہ کرتے تھے ۔ اور جس واقعہ کی دن رات ضرورت رہتی ہو، اس کے متعلق ایسی بڑی بات بھول جانا خلاف عقل ہے، جس زمانے میں امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) ترجمۂ قرآن سے جواز نماز کے قائل ہوئے تھے، اس وقت بڑے بڑے تابعین موجود تھے ۔ اگر انھیں صحابہ کی اجازت معلوم ہوتی اور وہ اس کو بھول گئے ہوتے تو اس واقعہ پر ضرور ان کو یاد آجاتی اور ان پر اس مسئلہ کا طعن نہ کیا جاتا اور بعد حدیث مل جانے کے امام صاحب اپنے پہلے قول سے رجوع نہ کرتے ، حاصل یہ کہ کسی امر کا باوجود کثرت وشدت دواعی اور عدم موانع کے منقول نہ ہونا، اس کے عدم کی دلیل ہے، دوسرا احتمال تو ایک اولوا لعزم پیغمبر اور اس کے خلفا کی طرف کوئی ذی عقل مسلمان نہیں کر سکتا ۔ نماز سے بڑھ کر شریعت میں کسی چیز کی تاکید نہیں، پھر جب اسی کا خیال نبی نے نہ کیا تو اور چیزوں میں تو نہ معلوم کیا کچھ بے خیالی کی ہوگی، معاذ اللہ نبوت کیا ہوئی ایک کھیل ہوگیا، تیسرا احتمال بھی بالکل لغو ہے

Marfat.com

بلکہ پہلے عربی کا حاصل کرنا مشکل تھا قواعد مدون نہ تھے، باقاعدہ تعلیم نہ ہوتی تھی اب بحمداللہ دونوں باتیں موجود ہیں پہلے اگر ایک سال میں عربی زبان کی مہارت ہو سکتی تھی تو اب چھ مہینے میں وہی کیفیت حاصل ہو سکتی ہے۔

س:۔ اگر باوجود قدرت کے کوئی شخص قرآن مجید کا ترجمہ نماز میں پڑھے تو نماز میں فساد آئے گا یا نہیں؟

ج:۔ اگر صرف ترجمہ پر اکتفا کی جائے تو ہر حال میں نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر ترجمہ بھی پڑھا جائے اور اصل عبارت قرآنیہ بھی پڑھی جائے تو وہ ترجمہ اگر کسی قصہ کا یا کسی حکم کا ہو گا تو نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر کسی ذکر یا تسبیح کا ترجمہ ہو گا تو نماز فاسد نہ ہو گی۔ فتح القدیر میں ہے۔ الوجه انه اذا كان المقروء من مكان القصص والامر والنهي ان يفسد بمجرد قراءته حينئذ متكلم بكلام غير قرآن بخلاف ما اذا كان ذكرا او تنزيها فانه انما تفسد اذا اقتصر على ذلك بسبب اخلاء الصلوٰة عن الصلوٰة عن القراءة۔ انتہی۔

دوسرا مسئلہ: اذان واقامت کا عربی کے سوا کسی اور زبان میں کہنا جائز ہے یا نہیں۔

جواب۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کے نزدیک ہر حال میں جائز ہے۔ بشرطیکہ لوگ سمجھ لیں کہ اذان ہو رہی ہے اور صاحبین کے نزدیک اگر عربی الفاظ کے ادا کرنے پر قادر نہ ہو تو جائز ہے ورنہ نہیں، مگر امام صاحب کے نزدیک بھی خلاف سنت ہونے کے سبب سے مکروہ اور بدعت ضرور ہے بعض فقہا نے مثل صاحب مراقی الفلاح وغیرہ کے صاحبین کے قول پر فتویٰ دیا ہے مگر صحیح نہیں۔ (تبیین الحقائق فتاوی قاضی خاں)

تیسرا مسئلہ: نماز کی نیت عربی زبان میں کہنا چاہیے یا اپنی مادری زبان میں بھی جائز ہے۔

جواب۔ اصل تو یہ ہے کہ نیت دلی ارادے کا نام ہے۔ زبان سے کچھ کہنا نیت ہی نہیں ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کا یہ دستور تھا، ہاں متاخرین نے بخیال اس کے کہ کبھی آدمی متفکر ہوتا ہے اور دلی ارادے کا اس کو خیال نہیں رہتا۔ لہٰذا اگر زبان سے کہہ لیا کرے گا تو دلی ارادہ بھی ہو جایا کرے گا اور بعض افاضل علماء نے اس کو بدعت حسنہ لکھا ہے۔ لہٰذا اگر ایسا کیا جائے تو عربی زبان کی تخصیص نہیں جس زبان کو سمجھتا ہو اسی زبان میں نیت کے الفاظ کہے۔

Marfat.com

چوتھا مسئلہ۔ تکبیر تحریمہ اور اسی طرح باقی تکبیرات کا غیر عربی زبان میں کہنا جائز ہے یا نہیں۔؟

جواب۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز ہے اس لئے کہ اللہ پاک نے فرمایا ہے ذکر اسم ربہ فصلی اس میں کسی زبان کی تخصیص نہیں کی، ہاں اس میں شک نہیں کہ مخالف سنت ہونے کے سبب سے بدعت اور مکروہ ضرور ہوگا، بعض فقہا نے لکھا ہے کہ امام صاحب نے اس مسئلہ سے بھی رجوع کیا، مگر یہ صحیح نہیں۔

Marfat.com

تُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ

علم الفقہ

حصہ چہارم

جس میں مفصل مسائل زکوٰۃ نہایت سلیس اور عام فہم اردو زبان میں
لکھے گئے ہیں مع چہل حدیث زکوٰۃ

مرتبہ
حضرت مولانا محمد عبدالشکور فاروقی لکھنوی

ناشر
دار الاشاعت
مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی ۱

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی بعث الینا ازکی المرسلین. بالشریعۃ السہلۃ البیضاء وکتاب مبین- سیدنا محمدً المحمود فی زبر الاولین. فصلے اللہ علیہ وعلےٰ الہ وصحبہ الذین بھم تکامل نصاب الدین ورضی عنھم رب العالمین ۵-

جب حق سبحانہ کی نامحدود عنایت سے جو اس بندۂ ناچیز پر ہے علم الفقہ کی تیسری جلد ختم ہو چکی جس میں صوم کا بیان ہے تو اب میں اس چوتھی جلد کو شروع کرتا ... ہوں اس میں زکوٰۃ کا بیان ہوگا' قادر ذوالجلال محض اپنے فضل وکرم سے اس جلد کو بھی اپنی مرتضیٰ کے موافق اتمام کو پہنچائے اور مسلمانوں کو اس سے بھی ویسا ہی منتفع فرمائے جیسا پہلی تین جلدوں سے منتفع فرمایا اور مجھے حق سیکھنے اور خطا سے بچنے کی توفیق دے و یرحم اللہ عبدا قال امیناً میں اپنے پروردگار کے احسان کا شکر کس طرح ادا کروں کہ اس نے مجھ جیسے نا قابل اور ناچیز کو اس دینی خدمت کے لئے منتخب فرمایا جس سے آج صدہا مسلمانوں کو فائدہ پہنچ رہا ہے سچ ہے ؎

دادِ حق را قابلیت شرط نیست بلکہ شرطِ قابلیت داد اوست

فللہ الحمد اولاً و آخراً زکوٰۃ کے معنی لغت میں طہارت اور برکت اور بڑھنے کے ہیں اور اصطلاح شریعت میں اپنے مال کی مقدار معین کے اس جزو کا جس کو شریعت نے مقرر کر دیا ہے کسی مستحق کو مالک بنا دینا چونکہ اس فعل سے باقی مال پاک ہو جاتا ہے اور اس میں حق تعالیٰ کی طرف سے برکت عنایت ہوتی ہے اور اس مال کی دنیا میں بھی ترقی ہوتی ہے اور آخرت میں اللہ پاک اس کا دس گنا بلکہ اس سے بھی زیادہ ثواب عطا فرماتا ہے اس لئے اس کا نام زکوٰۃ رکھا گیا۔

زکوٰۃ بھی نماز کی طرح تمام انبیاء کی امتوں پر فرض تھی ہاں اس کی مقدار اور اس مال کی تحدید میں جس پر زکوٰۃ فرض ہو ضرور اختلاف رہا اور یہ بھی یقینی ہے کہ اسلام میں اس کے متعلق بہت آسان احکام ہیں' اگلی امتوں پر اتنی آسانی نہ تھی۔

زکوٰۃ کی فضیلت اور اس کی تاکید

زکوٰۃ کی فضیلت اور تاکید کے لئے یہ بات کیا کم ہے کہ قرآن مجید میں بتیس جگہ تو اس کا ذکر نماز جیسی عظیم الشان عبادت کے ساتھ فرمایا گیا ہے اور بہت جگہ اس کا ذکر علیحدہ بھی ہے اسکے ادا کرنے والوں کو بخشش اور سچے وعدوں سے عزت دی گئی ہے اور اس کے ادا سے باز رہنے والوں کو ایسے سخت سخت عذاب کی خبر دی گئی ہے کہ خدا جانتا ہے ایمان والوں کے دل اس عذاب کے خیال کرنے سے کانپ اٹھتے ہیں، آفریں ہے ان لوگوں کی مردانہ ہمت پر جو اس عذاب کے برداشت کرنے کو تیار ہو گئے ہیں۔

زکوٰۃ اسلام کا ایک بڑا رکن ہے اس کی فرضیت قطعی ہے، منکر اس کا کافر اور تارک اس کا فاسق ہے اب میں بطور نمونہ چند آیات واحادیث زکوٰۃ کی تاکید کے متعلق نقل کرتا ہوں آیات (۱) ھدی للمتقین الذین یومنون بالغیب ویقیمون الصلوٰۃ ومما رزقناھم ینفقون (بقرۃ) ترجمہ (قرآن مجید) ان پرہیزگاروں کے لئے ہدایت ہے جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں اور نماز پڑھا کرتے ہیں اور جو ہم نے ان کو دیا ہے اس سے ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں یہ آیت قرآن مجید کی ابتدائی آیت ہے دیکھئے کتنی سخت تاکید ہے، قرآن مجید کی ہدایت سے فیضیاب ہونے کا انھیں لوگوں سے وعدہ کیا گیا جو نماز پڑھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں۔

(۲) واقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ وارکعوا مع الراکعین (بقرۃ) ترجمہ اور نماز پڑھا کرو اور زکوٰۃ دیا کرو اور نماز پڑھنے والوں کے ساتھ (ملکر جماعت سے) نماز پڑھا کرو۔

(۳) واقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ وما تقدموا لانفسکم من خیر تجدوہ عند اللّٰہ (بقرۃ) ترجمہ) اور نماز پڑھا کرو اور زکوٰۃ دیا کرو اور (یقین کرلو کہ) جو نیکی تم اپنے لئے (مرنے سے) پہلے کرلوگے اس (کے ثواب) کو تم اللہ کے یہاں پاؤ گے۔

(۴) لکن البر من اٰمن باللّٰہ والملٰئکۃ والنبیین واٰتی المال علی حبہ ذوی القربٰی والیتٰمٰی والمساکین وابن السبیل والسائلین وفی الرقاب واقام الصلوٰۃ واٰتی الزکوٰۃ (الی قولہ تعالٰی) اولٰئک الذین صدقوا واولٰئک ھم المتقون (بقرۃ) ترجمہ لیکن نیک وہ شخص ہے جو اللہ پر اور (اس کے) فرشتوں اور پیغمبروں پر ایمان لائے اور اللہ کی محبت پر (اپنے) قرابت والوں اور یتیموں اور غریبوں کو اور مسافروں کو اور سوال کرنے والوں کو مال دے اور

Marfat.com

غلاموں (کے آزاد کرانے) میں (خرچ کرے) اور نماز پڑھے اور زکوٰۃ دے، یہی لوگ ہیں جو سچے (ایماندار ہیں) اور یہی لوگ پرہیزگار ہیں، دیکھئے اس آیت میں سچے ایماندار اور پرہیزگار ہونے کا حصر ان صفات پر کر دیا گیا۔

(۵) یاایہا الذین امنوا انفقوا مما رزقنکم من قبل ان یاتی یوم لا بیع فیہ ولا خلۃ ولا شفاعۃ (بقرۃ) ترجمہ اے ایمان والو جو کچھ ہم نے تم کو دیا اس سے کچھ (ہماری راہ میں) خرچ کرو اس دن کے آنے سے پہلے جس میں نہ خرید و فروخت ہوگی اور نہ (کسی کی) دوستی اور سفارش کام (آئے گی)۔

(۶) مثل الذین ینفقون اموالہم فی سبیل اللہ کمثل حبۃ انبتت سبع سنابل فی کل سنبلۃ مائۃ حبۃ واللہ یضاعف لمن یشآء (بقرہ) ترجمہ ان لوگوں کے مال کا حال جو اللہ کی راہ میں اپنے مال کو خرچ کرتے ہیں اس دانے کے مثل ہے جو سات بالیاں نکالے اور ہر بالی میں سو دانے ہوں، (یعنی ایک چیز کا ثواب سات سوگنا ملے گا) اور اللہ جس کے لئے چاہتا ہے اس سے (بھی) بڑھا دیتا ہے۔

(۷) یاایہا الذین امنوا انفقوا من طیبات ما کسبتم ومما اخرجنا لکم من الارض (بقرۃ) ترجمہ اے ایمان والو اپنی پاک کمائیوں سے اور اس چیز سے جو ہم نے تمہارے لئے زمین سے نکالی ہے (ہماری راہ میں) خرچ کرو۔

(۸) ان تبدوا الصدقات فنعما ھی وان تخفوھا وتوتوھا الفقراء فھو خیر لکم ویکفر عنکم سیاتکم (بقرۃ) ترجمہ اگر تم صدقے ظاہر کر (کے دو) تو وہ (بھی) اچھا ہے اور اگر انکو چھپاؤ اور فقیروں کو دو تو وہ تمہارے لئے (زیادہ) مفید ہے اور تمہارے گناہ تم سے دور کر دے گا۔

(۹) الذین ینفقون اموالہم باللیل والنہار سرا وعلانیۃ فلہم اجرہم عند ربہم ولاخوف علیہم ولاھم یحزنون (بقرۃ) ترجمہ جو لوگ اپنے مال دن رات کھلے اور چھپے (اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے ہیں تو ان کے لئے ان کی مزدوری ان کے پروردگار کے یہاں ہے اور (وہاں) نہ ان پر خوف ہوگا نہ غمگین ہوں گے۔

(۱۰) والمقیمین الصلوۃ والموتون الزکوٰۃ والمومنون باللہ والیوم الاٰخر اولئک سنؤتیہم اجرا عظیما (بقرۃ) ترجمہ اور نماز پڑھنے والے اور زکوٰۃ دینے والے اور اللہ پر اور قیامت پر ایمان رکھنے والے یہی لوگ ہیں جن کو ہم بڑا اچھا

Marfat.com

ڈالدیں گے۔

(۱۱) وقال اللہ انی معکم لئن اقمتم الصلوٰۃ واٰتیتم الزکوٰۃ وامنتم برسلی وعزرتموھم واقرضتم اللہ قرضا حسنا لاکفرن عنکم سیاتکم ولادخلنکم جنات تجری من تحتھا الانھار (مائدہ) ترجمہ اور اللہ نے اہل کتاب سے فرمایا کہ اگر تم نماز پڑھتے رہو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور میرے (سب) پیغمبروں پر ایمان لاؤ اور ان کی مدد کرو اور اللہ کو قرض حسنہ دو تو میں تمہارے ساتھ ہوں اور بیشک میں تمہارے گناہ تم سے دور کردوں گا اور ضرور تمہیں ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے (درختوں کے) نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔

(۱۲) ورحمتی وسعت کل شئی فساکتبھا للذین یتقون ویوتون الزکوٰۃ والذین ھم بایتنا یومنون (اعراف) ترجمہ اور میری رحمت ہر چیز کو شامل ہے پس عنقریب میں اس کو ان لوگوں کے لئے مقرر کردوں گا جو پرہیزگار ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ لوگ جو ہماری آیتوں پر ایمان لایا کرتے ہیں۔

(۱۳) انما المومنون الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبھم واذا تلیت علیھم ایاتہ زادتھم ایمانا وعلی ربھم یتوکلون الذین یقیمون الصلوٰۃ ومما رزقناھم ینفقون اولئک ھم المومنون حقا لھم درجت عند ربھم ومغفرۃ ورزق کریم (انفعال) ترجمہ مومن وہی لوگ ہیں کہ جب (ان کے سامنے) اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل ڈرجائیں اور جب ان کو اللہ کی آیتیں پڑھ کے سنائی جائیں تو ان کا ایمان بڑھ جائے اور وہ اپنے پروردگار ہی پر بھروسہ کرتے ہیں وہ (ایسے) لوگ (ہیں) کہ نماز پڑھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے دیا ہے اس سے (ہماری راہ میں) خرچ کرتے ہیں یہی لوگ سچے ایماندار ہیں انھیں کے لئے ان کے پروردگار کے یہاں (بڑے) درجے ہیں اور بخشش اور عمدہ رزق ہے اس آیت کا حصر بھی دیکھنے کے قابل ہے۔

(۱۴) فان تابوا واقاموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ فخلوا سبیلھم (توبہ) ترجمہ پھر اگر یہ لوگ توبہ کرلیں اور نماز پڑھنے لگیں اور زکوٰۃ دینے لگیں تو ان کی راہ (نہ بند کرو اور ان کو تکلیف نہ دو بلکہ ان کو) چھوڑ دو۔ معلوم ہوا کہ جو شخص زکوٰۃ نہ دیتا ہو وہ اسلام کی امان میں نہیں ہے اسی سبب سے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے زکوٰۃ نہ دینے والوں سے جہاد کیا۔

(۱۵) فان تابوا واقاموا الصلوٰۃ وآتوا الزکوٰۃ فاخوانکم فی الدین (توبہ) ترجمہ پھر اگر یہ لوگ توبہ کریں اور نماز پڑھنے لگیں اور زکوٰۃ دینے لگیں تو دین میں وہ تمہارے بھائی ہیں، معلوم ہوا کہ جو لوگ زکوٰۃ نہیں دیتے وہ دینی بھائی نہیں ہیں ذرا اس بات پر غور کیجئے کہ کہاں تک پہنچتی ہے۔

(۱۶) ویقیمون الصلوٰۃ ویؤتون الزکوٰۃ ویطیعون اللہ ورسولہ اولئک سیرحمہم اللہ (توبہ) ترجمہ اور نماز پڑھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں اور یہی لوگ ہیں کہ عنقریب اللہ ان پر مہربانی کرے گا۔

(۱۷) خذ من اموالہم صدقۃ تطہرہم وتزکیہم بہا (توبہ) ترجمہ (اے نبی) ان کے مالوں سے تم صدقہ لو جس کے ذریعہ سے تم ان کو (گناہوں سے) پاک کرو اور ان (کے دلوں کو) صاف کرو۔ معلوم ہوا کہ صدقہ دینا گناہوں کی معافی کا سبب ہے۔

(۱۸) واوصانی بالصلوٰۃ والزکوٰۃ مادمت حیا (مریم) ترجمہ اور حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ نے مجھے نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا ہے جب تک کہ میں زندہ ہوں، معلوم ہوا کہ زکوٰۃ صرف شریعت اسلامیہ کے ساتھ خاص نہیں بلکہ تمام پیغمبروں کو اس کا حکم دیا گیا ہے، علماء نے لکھا ہےع کہ انبیاء علیہم السلام پر زکوٰۃ فرض نہیں حضرت مسیح علیہ السلام کو حکم دینے سے یہ مقصود ہے کہ وہ اپنی امت کو اس کی تعلیم کریں۔

(۱۹) وکان یامر اہلہ بالصلوٰۃ والزکوٰۃ وکان عند ربہ مرضیا (مریم)

ع علماء نے انبیاء پر زکوٰۃ فرض نہ ہونے کا سبب یہ بیان کیا کہ زکوٰۃ کی غرض گناہوں سے پاک کرنا ہے اور انبیاء یوں ہی گناہوں سے پاک ہوتے ہیں مگر یہ وجہ درست نہیں معلوم ہوتی اسلئے کہ زکوٰۃ حق مال ہے خواہ صاحب مال گناہوں سے پاک ہو یا نہ ہو بلکہ اصل وجہ اسکی جو میری فہم ناقص میں آتی ہے یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اللہ پاک کے پورے اور کامل بندے ہوتے ہیں ان کا حال بالکل ویسا ہی ہوتا ہے جیسا رقیق (غلام) کا کہ کوئی چیز اس کی ملک نہیں ہوتی اسکے ہاتھ میں چاہے جتنا مال آجائے سب اسکے مالک کا ہوتا ہے اسی طرح انبیاء علیہم السلام بھی کسی چیز کے مالک نہیں ہوتے جو کچھ انکے ہاتھ میں آجائے وہ سب اللہ کا ہے پس جب وہ کسی مال کے مالک نہیں ہوتے تو زکوٰۃ کس چیز کی دیں یہی سبب ہے کہ انکے مال میں وراثت جاری نہیں ہوتی اور اسی کی طرف اس صحیح حدیث میں اشارہ ہے کہ نحن معاشر الانبیاء لا نورث ما ترکنا صدقۃ یعنی ہم گروہ انبیاء کسی کو اپنا وارث نہیں بناتے جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے اسی سبب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مال متروکہ سے آپ کی ازواج اور بنات کو حصہ نہیں دیا گیا ۱۲۔

ترجمہ۔ اور (حضرت اسمٰعیل علیہ السلام) اپنے کنبے کو نماز (پڑھنے) اور زکوٰۃ (دینے) کا حکم دیا کرتے تھے اور وہ اپنے پروردگار کے نزدیک پسندیدہ تھے، دیکھئے زکوٰۃ کی تعلیم کو اللہ پاک نے ایک اولوالعزم پیغمبر کی تعریف میں ذکر فرمایا۔

(۲۰) واوحینا الیہم فعل الخیرات واقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ وکانوا لنا عابدین (انبیاء) ترجمہ۔ اور ہم نے ان کی طرف نیکیوں کے کرنے اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے کا حکم بھیجا اور وہ ہمارے عبادت گزار تھے۔

(۲۱) قد افلح المومنون الذین ہم فی صلاتہم خاشعون والذین ہم للزکوٰۃ فاعلون (مومنون) ترجمہ بیشک کامیاب ہوں گے وہ ایماندار جو اپنی نماز میں خشوع کرتے ہیں اور وہ جو زکوٰۃ (ادا) کرنے والے ہیں۔

(۲۲) قل لعبادی الذین آمنوا یقیموا الصلوٰۃ وینفقوا مما رزقناہم سرا وعلانیۃ من قبل ان یاتی یوم لا بیع فیہ ولا خلال (رعد) ترجمہ (اے نبی) میرے ان بندوں سے جو ایمان لائے ہیں کہدو کہ نماز پڑھا کریں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے کچھ (ہماری راہ میں) چھپے اور کھلے خرچ کیا کریں اس دن (یعنی قیامت کے آنے سے پہلے جس میں نہ خرید و فروخت ہوگی اور نہ (لوگوں کی) دوستی (کام آئے گی)

(۲۳) رجال لا تلہیہم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ واقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ یخافون یوما تتقلب فیہ القلوب والابصار (نور) ترجمہ ایسے مرد کہ ان کو کوئی تجارت اور کوئی بیع اللہ کی یاد سے اور نماز پڑھنے سے اور زکوٰۃ دینے غافل نہیں کرتی وہ اس دن (یعنی قیامت) سے ڈرتے ہیں جس میں (خوف کے مارے لوگوں کے) دل اور آنکھیں الٹ جائیں

(۲۴) ولا یحسبن الذین یبخلون بما اتہم اللہ من فضلہ ہو خیرا لہم بل ہو شر لہم سیطوقون ما بخلوا بہ یوم القیمۃ (آل عمران) ترجمہ اور جو لوگ اللہ کے دیئے ہوئے مال میں بخل کرتے ہیں وہ یہ نہ سمجھیں کہ بخل ان کے لئے مفید ہے بلکہ (وہ یقین کرلیں کہ) وہ ان کے لئے برا ہے، عنقریب قیامت کے دن جس چیز کے ساتھ انھوں نے بخل کیا ہے اس کا طوق انھیں پہنایا جائے گا، اس آیت کے مطلب کی توضیح حدیث سے ہوگی۔

(۲۵) والذین یکنزون الذہب والفضۃ ولا ینفقونہا فی سبیل اللہ فبشرہم بعذاب الیم یوم یحمٰی علیہا فی نار جہنم فتکوی بہا جباہہم وجنوبہم

Marfat.com

وظھورھم ھذا ما کنزتم لانفسکم فذوقوا ما کنتم تکنزون ترجمہ اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تو (اے نبی) تم ان کو ایک دردناک عذاب کی خوشخبری دیدو جس دن کہ وہ (سونا چاندی) دوزخ کی آگ میں گرم کیا جائے گا پھر اس سے ان (بدنصیبوں) کی پیشانیاں اور ان کے پہلو اور ان کی پیٹھیں داغی جائیں گی (اور ان سے کہا جائیگا) کہ یہ وہی (سونا چاندی) جس کو تم نے اپنے لئے جمع کیا تھا پس (اب) جو تم نے جمع کیا تھا اس (کے مزے) کو چکھو۔ اللہ اکبر کیسی سخت وعید ہے کہ سننے سے دل کانپتا ہے' اے مہربان پروردگار اپنے فضل و کرم کی طرف نظر فرما اور اس ناقابل برداشت عذاب سے اپنے برگزیدہ نبی کی مرحوم امت کو بچالے' ان آیات کے دیکھنے کے بعد ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ زکوٰۃ کی کس قدر تاکید اللہ پاک کو منظور ہے' نماز اور زکوٰۃ کے سوا کسی عبادت کا اس قدر ذکر قرآن مجید میں نہیں ہے گو اس کے مسائل روزہ کی طرح بیان نہیں فرمائے گئے' یہ نہ خیال کرنا چاہیئے کہ جس قدر آیتوں میں زکوٰۃ کا ذکر ہے ہم نے وہ سب یہاں لکھدی ہیں بلکہ ابھی بہت سی آیتیں باقی ہیں جن کو ہم نے طول کے سبب سے نہیں ذکر کیا اب ذرا ایک سرسری نظر سے احادیث کو بھی دیکھئے۔

احادیث (۱) نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اگر میرے پاس اُحد پہاڑ کے برابر سونا ہو تو مجھ کو یہی اچھا معلوم ہوگا کہ تین دن بھی نہ گذرنے پائیں کہ وہ سب خرچ ہو جائے اور میرے پاس کچھ بھی نہ رہ جائے (صحیح بخاری)

(۲) ابوہریرہؓ راوی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر صبح کو دو فرشتے آسمان سے اترتے ہیں ایک یہ دعا کرتا ہے کہ اے اللہ سخی کو اس کے مال کا بدل عنایت فرما' دوسرا دعا کرتا ہے کہ اے اللہ بخیل کو ہلاکت نصیب کر (بخاری ومسلم)

(۳) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سخی اللہ سے قریب ہے' جنت سے بھی قریب ہے' لوگوں سے بھی قریب ہے اور دوزخ سے بعید ہے اور بخیل اللہ سے بھی بعید ہے' جنت سے بھی بعید ہے' لوگوں سے بھی بعید ہے اور دوزخ سے قریب ہے اور بیشک سخی جاہل بخیل عابد سے اللہ کو زیادہ پسند ہے۔ (ترمذی)

شیخ مصلح الدین شیرازی نے اسی حدیث کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ہے ؎

بخیل ار بود زاہد بحر و بر
بہشتی نباشد بحکم خبر

(۴) ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ کے حضور میں حاضر ہوا

Marfat.com

آپ کعبہ مکرمہ کے سائے میں بیٹھے ہوئے تھے مجھ کو دیکھکر آپ فرمانے لگے کہ پروردگار کعبہ کی قسم وہی لوگ نقصان پانے والے ہیں، میں نے پوچھا کہ وہ کون لوگ ہیں، ارشاد ہوا کہ جن کے پاس مال زیادہ ہو۔ مگر ہاں جو اس مال کو آگے سے اور پیچھے سے اور داہنے سے اور بائیں سے اللہ کی راہ میں خرچ کریں اور ایسے کم لوگ ہیں۔ (صحیح بخاری)

(۵) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کو اللہ مال دے اور وہ اس کی زکوٰۃ نہ ادا کرے تو اس کا مال قیامت کے دن اس کے لئے سانپ کی شکل میں ظاہر کیا جائے گا وہ اس کے دونوں جبڑوں کو اپنے منہ میں لے لے گا یعنی اس کو کاٹے گا اور کہے گا کہ میں تیرا مال ہوں، پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ الآیہ۔ (صحیح بخاری)

(۶) ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو عورتوں کے ہاتھ میں سونے کے کنگن دیکھے ان سے پوچھا کہ ان کی زکوٰۃ دیتی ہو یا نہیں انھوں نے عرض کیا کہ نہیں تب آپ نے فرمایا کہ کیا تم کو یہ منظور ہے کہ اس کے بدلے میں تم کو آگ کے کنگن پہنائے جائیں انھوں نے عرض کیا کہ نہیں، آپ نے فرمایا اس کی زکوٰۃ دیا کرو۔ (ترمذی)

(۷) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن اپنے اصحاب سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص بکری کو اپنی گردن پر لادے ہوئے قیامت میں میرے پاس نہ آئے اور مجھے پکارے یعنی مجھ سے مدد چاہے اور میں اس سے کہدوں کہ میں تیرے لئے کچھ نہیں کرسکتا میں نے تو تم لوگوں کو احکام الٰہی سنا دیئے تھے اور کوئی شخص اونٹ کو اپنی گردن پر لادے ہوتے میرے پاس نہ آئے اور مجھے پکارے اور میں کہدوں کہ میں تیرے لئے کچھ نہیں کرسکتا میں تبلیغ کرچکا (صحیح بخاری)

ذرا اس حدیث کو دیکھئے زکوٰۃ نہ دینے والے کو کیسے سخت عذاب کی خبر دی گئی ہے کہ وہ بکری اور اونٹ جن کی زکوٰۃ نہیں دی گئی اس کی گردن پر سوار ہوں گے، سب سے زیادہ مصیبت یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اس کی شفاعت سے انکار فرماتے ہیں، اب کہئے زکوٰۃ نہ دینے والوں کا کہاں ٹھکانہ ہے۔

(۸) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں کہ جو شخص پاک کمائی سے ایک خرمے کے برابر بھی صدقہ کرتا ہے تو اللہ خود اس کو اپنے ہاتھ میں لے کر اس کے ثواب کو بڑھاتا ہے جیسے تم اپنے پالے ہوئے بچے کی پرورش کرتے ہو یہانتک کہ وہ ثواب ایک پہاڑ کے برابر ہوجاتا ہے۔ (صحیح بخاری)

Marfat.com

(۹) قیامت کے دن جو سات آدمی اللہ کے سائے میں ہوں گے ان میں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو بھی بیان فرمایا ہے جو ایسا چھپا کے صدقہ دے کہ اس کے دوسرے ہاتھ کو بھی خبر نہ ہو۔ (صحیح بخاری)

(۱۰) ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج نے آپ سے پوچھا کہ ہم میں سب سے پہلے آپ سے کون ملیگا ارشاد ہوا کہ جس کا ہاتھ تم سب میں بڑا ہوگا انھوں نے اس کا ظاہری مطلب سمجھ کر ایک لکڑی سے سب کے ہاتھ ناپے تو ام المومنین سودہؓ کا ہاتھ سب میں بڑا نکلا مگر جب سب سے پہلے ام المومنین زینبؓ کا انتقال ہوا تو معلوم ہوا کہ ہاتھ کے بڑے ہونے سے سخاوت مراد تھی اور ام المومنین زینب رض سب سے زیادہ سخیہ تھیں۔ (صحیح مسلم)

اس حدیث کو دیکھئے صدقہ دینے کی کتنی فضیلت اس سے نکلتی ہے کیا کسی ایماندار کے نزدیک اس سے بڑھکر کوئی اور نعمت ہوسکتی ہے کہ مرنے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب اس کو نصیب ہو حَاشَا وَ کَلَّا یہ وہ نعمت ہے جس کے سامنے جنت بھی کوئی چیز نہیں۔

(۱۱) عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اے لوگو آگ سے بچو اگرچہ چھوہارے کا ایک ٹکڑا ہی دیکر سہی۔ (صحیح بخاری)

معلوم ہوا کہ صدقہ دینا چاہیئے کتنی ہی کم چیز ہو دوزخ سے نجات کا سبب ہوتا ہے ایک حدیث میں وارد ہوا ہے کہ صدقہ ہر بلا کو رد کرتا ہے اور ہر مرض کو اس سے شفا ہوتی ہے

(۱۲) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں جب کوئی شخص کچھ مال صدقہ دینے کے لئے لاتا آپ بہت خوش ہوتے تھے اور اس کے لئے رحمت کی دعا فرماتے تھے چنانچہ ابو اوفی رضی اللہ عنہ جب اپنا صدقہ لائے تو آپ نے ان الفاظ سے دعا فرمائی اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی آلِ اَبِیْ اَوْفٰی اے اللہ رحمت نازل فرما ابو اوفی کے خاندان پر۔ (صحیح بخاری)

یہاں تک تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس اقوال تھے اگر آپ کے حالات سخاوت ذکر کئے اور صرف انھیں پر اکتفا کی جائے جو نہایت صحیح طریقوں سے مروی ہیں تب بھی ایک ضخیم دفتر کی ضرورت

(۱۳) ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز پڑھی اور بعد اس کے بہت جلد آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور مکان میں تشریف لے گئے اور تھوڑی دیر کے بعد باہر تشریف لائے، صحابہ نے اس خلافِ عادت واقعہ کا سبب پوچھا تو ارشاد ہوا کہ سونے کا ایک ٹکڑا گھر میں رہ گیا تھا مجھے اچھا نہ معلوم ہوا کہ رات کو گھر میں رہے تو میں اس کو تقسیم کرآیا۔ (صحیح بخاری)

Marfat.com

(۱۴) ایک مرتبہ مرض وفات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چھ یا سات دینار حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھے تو آپ نے حکم دیا کہ ان کو تقسیم کردو حضرت ام المومنین فرماتی ہیں کہ مجھے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بیماری کے سبب سے کچھ خیال نہ رہا آپ نے پھر مجھ سے پوچھا کہ وہ دینار کیا ہوئے' میں نے عرض کیا کہ آپ کی بیماری کے سبب سے مجھ کو کچھ خیال نہیں رہا، تب آپ نے ان کو اپنے ہاتھ میں رکھ کر فرمایا کہ اللہ کے نبی کا خیال ہے کہ اللہ سے اس حال میں ملاقات کرے کہ یہ اس کے پاس نہ ہوں۔ (مسند امام احمد)

اب صحابہ رضی اللہ عنہم کے حالات سنیئے کہ انھیں زکوٰۃ کے معاملات میں کیسی سرگرمی ہوتی تھی اور صدقہ دینے پر کیسے حریص اور دلدادہ تھے اور کیوں نہ ہوتے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا اثر کہاں جاسکتا ہے۔

آثار صحابہ

سب سے بڑا واقعہ زکوٰۃ کے متعلق جو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں بلکہ خلیفہ ہوتے ہی ہوا یہ ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کچھ لوگ زکوٰۃ کے منکر ہو گئے اور یہ کہنے لگے کہ زکوٰۃ صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں فرض تھی آپ کے بعد اس کی فرضیت نہیں رہی' صحابہ نے ان لوگوں کو مرتد سمجھا اور ان سے اسی طرح جہاد کیا جیسے مرتدوں سے کیا جاتا ہے چنانچہ صحیح بخاری میں مروی ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے اور عرب کے بعض لوگ مرتد ہو گئے اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے ان سے جہاد کا ارادہ کیا تو حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے ان سے عرض کیا کہ آپ ان لوگوں سے کیوں جہاد کرتے ہیں۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے تو فرمایا ہے کہ جب کوئی لا الٰہ الا اللہ کہدے تو اس کا جان و مال میری طرف سے مامون ہو جاتا ہے' حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ خدا کی قسم کہ جس نے نماز اور زکوٰۃ میں فرق سمجھا اس سے میں ضرور لڑوں گا خدا کی قسم اگر وہ اونٹ کا چھوٹا بچہ بھی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے دیتے تھے اور مجھکو نہ دیں گے تو میں ان سے ضرور جہاد کروں گا۔ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں سمجھ گیا کہ اللہ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دل میں یہ بات ڈالی ہے۔ پس مجھ کو یقین ہو گیا کہ یہی حق ہے۔

صحابہ میں بعض لوگ ایسے تھے کہ جو حاجت سے زائد ایک پیسہ کا بھی رکھنا حرام سمجھتے تھے۔ اور جو شخص ایسا کرے اس کے لئے وہی عذاب بیان کرتے تھے جو اَلَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ آلایہ میں مذکور ہے' حضرت ابوذر غفاری بدری رضی اللہ عنہ کا ذکر اس مقام پر خاص طور سے کیا جاتا ہے ان کو اس مسئلہ میں سخت غلو تھا تمام لوگ ان کے مخالف ہو گئے اسی کے سبب سے ان کو اپنا پیارا

وطن مدینۂ منورہ چھوڑنا پڑا۔ مگر اس مسئلے سے نہ پھرے اخیر وقت تک یہی کہتے رہے کہ زائد از حاجت جو ایک پیسہ بھی رکھے گا وہ اسی سخت عذاب کا مستحق ہے اور صحابہ کی عموماً یہ عادت تھی کہ جس مسئلے کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اخذ کرتے تھے گو اس کے اخذ کرنے میں ان سے غلطی ہوئی ہو مگر پھر اس سے رجوع نہ کرتے تھے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ زید بن وہب کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرا گذر مقام ربذہ میں ہوا تو مجھ کو ابوذر رضی اللہ عنہ ملے میں نے ان سے پوچھا کہ آپ یہاں کیسے رہتے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ میں شام میں تھا مجھ سے اور معاویہؓ سے اس آیت کی تفسیر میں اختلاف ہوا۔ اَلَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ معاویہؓ کہتے تھے کہ یہ آیت اہل کتاب کے حق میں ہے میں کہتا تھا نہیں ان کے اور ہمارے سب کے حق میں ہے تو انھوں نے حضرت عثمانؓ کو میری شکایت لکھ بھیجی۔ حضرت عثمانؓ نے مجھ کو مدینہ میں بلا لیا مدینہ والوں نے میرے پاس سخت ہجوم کیا کہ گویا اس سے پہلے انھوں نے مجھے دیکھا ہی نہیں تھا، میں نے حضرت عثمانؓ سے یہ کیفیت بیان کی انھوں نے کہا اگر تم چاہو تو مدینے سے باہر کسی اور قریب کے مقام میں جا کر رہو اسی سبب سے میں یہاں پڑا ہوں۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی یہ بھی عادت تھی کہ جہاں لوگوں کا مجمع دیکھتے تو زکوٰۃ کا وعظ ضرور کہتے صحابہ کی تو یہ کیفیت تھی کہ جن کے پاس کچھ بھی نہ ہوتا تھا تو وہ صرف صدقہ دینے کے لئے مزدوری کرتے تھے بوجھ لادتے تھے، صحیح بخاری میں ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب صدقہ کی آیت اتری تو ہم بازار جا کر مزدوری کرتے تھے اور بوجھ اٹھاتے تھے جو کچھ ہم کو مل جاتا اس کو صدقے میں دیتے تھے، اللہ اکبر! اس حرص کو دیکھیے، کھانے کو میسر نہ تھا مگر صدقہ کے فضائل سن کر ان سے نہ رہا گیا خاص صدقہ کے لئے محنت مزدوری کرتے تھے۔ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو صدقہ دینے کا حکم دیا، حضرت فاروقؓ فرماتے ہیں کہ اس وقت اتفاق سے میرے پاس مال تھا میں اپنا نصف مال لے آیا اور اپنے دل میں کہا کہ اگر کبھی ابوبکرؓ سے سبقت لے جاؤں گا تو وہ آج ہی کا دن ہوگا، جب میں اپنا مال لایا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تم نے اپنے گھر والوں کے لئے کس قدر چھوڑ دیا، میں نے عرض کیا کہ اسی قدر، اور ابوبکرؓ اپنا کل مال لے آئے، ان سے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی پوچھا، انھوں نے عرض کیا کہ میں نے اپنے گھر والوں کے لئے اللہ اور اس کے رسولؐ کو چھوڑ دیا ہے، تب میں نے کہا کہ میں ابوبکرؓ پر کبھی سبقت نہ لیجا سکوں گا۔ (ترمذی)

غرضکہ اسی قسم کے اور بھی بہت سے واقعات ہیں جن سے صاف ظاہر ہے کہ صحابہؓ کو جیسی سرگرمی

Marfat.com

اور ولدیں زکوٰۃ کے متعلق تھی اس کی نظیر ملنا دشوار ہے۔

زکوٰۃ کے فضائل میں گو بظاہر ہم نے کچھ زیادہ بیان کیا۔ مگر درحقیقت اس کی جس قدر تاکید اور فضیلت شریعتِ اسلامیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ) میں بیان فرمائی گئی ہے اس کا ایک شمہ بھی بیان نہیں ہوا۔ لیکن میں امید کرتا ہوں کہ جس کے دل میں ایک ذرہ برابر بھی ایمان ہے اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ ایک دن مجھ کو خداوند رب العزت کے حضور میں جانا ہے وہ ان قدر قلیل تاکیدوں کے دیکھنے کے بعد بھی اس امر کی جرأت نہیں کرسکتا کہ ادائے زکوٰۃ میں ذرا بھی کوتاہی کرے، کیا کسی میں ایسی طاقت ہے کہ ان عذابوں کی برداشت کرے جو زکوٰۃ نہ دینے والوں کے لئے حق تعالےٰ نے قرآن مجید میں ذکر فرمائے ہیں۔

مقدمہ جس میں ان اصطلاحی الفاظ کا بیان ہوگا جو زکوٰۃ کے مسائل میں مستعمل ہوئے ہیں۔

نصاب مال کی وہ خاص مقدار ہے جس پر شریعت نے زکوٰۃ فرض کی مثلاً اونٹ کے لئے پانچ اور پچیس وغیرہ کا عدد اور بکری کے لئے چالیس اور ایکسو اکیس وغیرہ کا عدد اور چاندی کے لئے دوسو درم اور سونے کے لئے بیس مثقال۔

سائمہ وہ جانور جن میں یہ تین باتیں پائی جائیں (۱) سال کے اکثر حصہ میں اپنے منہ سے چر کے اکتفا کرتے ہوں اور گھر میں ان کو کچھ نہ دیا جاتا ہو اگر نصف سال اپنے منہ سے چر کے رہتے ہوں اور نصف سال ان کو گھر میں کھلایا جاتا ہو تو پھر وہ سائمہ نہیں ہیں، اسی طرح اگر گھانس ان کے لئے گھر میں منگائی جاتی ہو خواہ وہ بہ قیمت یا بے قیمت تو پھر وہ سائمہ نہیں ہیں (۲) جو گھانس وہ چرتے ہوں اس کے چرنے کی کسی طرف سے ممانعت نہ ہو۔ اگر کسی کی منع کی ہوئی اور ناجائز گھانس ان کو چرائی جائے تب بھی وہ سائمہ نہ ہوں گے (۳) دودھ کی غرض سے یا نسل کے زیادہ ہونے کے لئے رکھے گئے ہوں، اگر دودھ اور نسل کی غرض سے نہ رکھے گئے ہوں بلکہ گوشت کھانے کے لئے یا سواری کے لئے تو پھر وہ سائمہ نہ کہلائیں گے۔

ضرورت اصلیہ وہ ضرورت جو جان یا آبرو سے متعلق ہو یعنی اس کے پورا نہ ہونے سے جان یا آبرو کا خوف ہو مثلاً کھانا، پینا، کپڑے، رہنے کا مکان، پیشہ ور کو اس کے پیشہ کے اوزار وغیرہ۔

درم[ع] زکوٰۃ کے مسائل میں جب بولا جاتا ہے تو اس سے دو ماشہ اور ڈیڑھ رتی مراد ہوتی ہے

ع بنی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں درم مختلف اوزان کے ہوتے تھے

(باقی صفحہ ۴۶۶ پر دیکھئے)

Marfat.com

اور ایک ماشہ آٹھ رتی کا ہوتا ہے اور ایک رتی چار جَو کی ہوتی ہے پس ایک درم[عہ] میں ستر جو ہوئے اور ساڑھے سترہ رتی۔

مثقال تین ماشے اور ایک رتی کا ہوتا ہے اس لئے کہ مثقال بیس قیراط کا ہوتا ہے اور ایک قیراط پانچ جَو کا ہوتا ہے، پس ایک مثقال میں سو جَو ہوئے اور سو جَو کی (بحساب) چار (جَو فی رتی) پچیس رتیاں ہوئیں اور پچیس رتی کے (بحساب آٹھ رتی فی ماشہ) تین ماشے ایک رتی ہوئی۔

صاع[عہ] انگریزی سیر کے حساب سے جو کلدار اسّی روپیہ کا ہوتا ہے سوا دو سیر نو تولہ سات ماشہ کا ہوتا ہے یا یوں کہا جائے کہ پانچ ماشہ کم دو سیر ڈیڑھ پاؤ ہوتا ہے غرض کہ پانچ ماشہ کی کمی کوئی کمی نہیں ایک صاع کو دو سیر ڈیڑھ پاؤ سمجھنا چاہیے کیونکہ حسب تصریح محققین ایک صاع ایک ہزار چالیس درم کا ہوتا ہے اور ہر درم دو ماشہ ڈیڑھ رتی کا۔ پس صاع میں دو ہزار دو سو پچھتر ماشے ہوئے اور ان ماشوں کے ایک سو نواسی تولے سات ماشے ہوتے اور ان تولوں کے بحساب اسّی تولہ فی سیر دو سیر ایک پاؤ نو تولے سات ماشے ہوئے۔

زکوٰۃ کے واجب ہونے کی شرطیں

(۱) مسلمان ہونا، کافر پر زکوٰۃ فرض نہیں۔

(۲) بالغ ہونا، نابالغ پر زکوٰۃ فرض نہیں، نابالغ کے ملک میں چاہے جس قدر مال آجائے مگر نہ اس پر نہ اس کے ولی پر کسی پر بھی زکوٰۃ فرض نہیں۔

(۳) عاقل ہونا، مجنون پر زکوٰۃ فرض نہیں نہ اس شخص پر جس کے دماغ میں کوئی مرض پیدا ہو گیا

(بقیہ صفحہ ۴۶۵) حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانۂ خلافت میں جب دیکھا کہ درم کے مختلف ہونے سے لوگوں میں نزاع ہوتی ہے تو انھوں نے اس نزاع کے دور کرنے کیلئے ہر وزن کا ایک ایک درم کیلئے گلوایا اور ان کے تین درم برابر برابر وزن کے ڈھلوائے بعد اسکے وزن کیا گیا تو معلوم ہوا ہر درم چودہ قراط کا ہے پس اسی پر تمام صحابہ کا اجماع ہو گیا اور تمام عرب میں یہی درم رائج ہوا اسی حساب سے تمام شرعی فرائض مثل زکوٰۃ اور حد سرقہ وغیرہ کے ادا ہونے لگے، یہاں درم کا یہی وزن لکھا گیا ہے کذا فی البحر الرائق وغیرہ ۱۲

عہ علم الفقہ کی پہلی جلد کے صفحہ ۳۵ کے حاشیہ میں درم کا وزن دو ماشہ ایک رتی لکھا ہے مگر وہ صحیح نہیں غلطی سے ایسا لکھ دیا گیا ہے ۱۲

عہ صاع کا وزن جو یہاں لکھا گیا عراقی صاع کا ہے جو حنفیہ کے یہاں معتبر ہے، اور یہ حساب صاحب درمختار اور دوسرے محققین حنفیہ کے موافق ہے۔ مگر صاحب شرح وقایہ نے صاع کے حساب میں اختلاف کیا ہے مگر وہ اکثر حنفیہ کے نزدیک مقبول نہیں اسلئے اختیار نہیں کیا گیا امام شافعیؒ کے نزدیک حجازی صاع کا اعتبار ہے وہ انگریزی سیر سے ڈیڑھ سیر ایک چھٹانک ہوتا ہے ۱۲

اور اس سبب سے اس کی عقل میں فتور آگیا ہو، ہاں اس قدر تفصیل ہے کہ جنون غیر اصلی[1] اور نقصان عقل اگر پورے سال بھر رہے گا تو زکوٰۃ فرض نہ ہوگی اور اگرچہ پورے سال بھر نہ رہے تو لغو سمجھا جائے گا اور زکوٰۃ فرض ہوگی البتہ اگر جنون اصلی ہے تو اس کا ہر حالی میں اعتبار ہوگا، سال بھر نہ رہے تب بھی زکوٰۃ فرض ہوگی مثلاً کسی کو سال میں دو ایک مرتبہ جنون ہو جائے تو اس سال کی زکوٰۃ اس پر فرض نہ ہوگی بلکہ جس وقت سے اس کا جنون زائل ہوا ہے اسی وقت سے اس کے سال کی ابتدا سمجھی جائے گی۔ (رد المختار وغیرہ)

(۴) زکوٰۃ کی فرضیت سے واقف ہونا یا دار الاسلام میں ہونا، جو شخص زکوٰۃ کی فرضیت سے ناواقف ہو اور دار الاسلام میں بھی نہ رہتا ہو اس پر زکوٰۃ فرض نہیں۔

(۵) آزاد ہونا غلام پر گو وہ مکاتب[2] یا ماذون[3] ہو زکوٰۃ فرض نہیں۔

(۶) ایسی چیز کے نصاب کا مالک ہونا جو ایک سال تک قائم رہتی ہو، جو چیز ایک سال تک قائم نہ رہتی ہو جیسے ککڑی، کھیرا، خربوزہ، تربوزہ اور باقی ترکاریاں وغیرہ ان پر زکوٰۃ فرض نہیں۔

(۷) اس مال پر ایک سال کامل کا گذر جانا بغیر ایک سال کے گذرے ہوئے زکوٰۃ فرض نہیں۔

(۸) سال کے شروع اور آخر میں نصاب کا پورا ہونا چاہیے سال کے درمیان میں کم ہو جائے ہاں اگر سال کے شروع یا آخر میں نصاب کم ہو جائے تو پھر زکوٰۃ فرض نہ ہوگی۔

(۹) اس مال کا ایسے قرض سے محفوظ ہونا جس کا مطالبہ بندوں کی طرف سے ہو سکتا ہے خواہ اللہ جل شانہ کا قرض ہو جیسے زکوٰۃ، عشر، خراج وغیرہ کہ حق اللہ تو ہیں مگر ان کا مطالبہ امام وقت کی طرف سے ہو سکتا ہے یا وہ قرض بندوں کا ہو زوجہ کا مہر بھی اسی قرض میں داخل ہے اگرچہ مؤجل ہو، جو مال اس قسم کے قرض میں مستغرق ہو یا اس قدر قرض ہو کہ اس کے ادا کرنے کے بعد نصاب پورا نہ رہے تو اس پر زکوٰۃ فرض نہیں، ہاں اگر ایسا قرض ہو کہ جس کا مطالبہ بندوں کی طرف سے نہیں ہو سکتا مثلاً کسی پر کفارہ واجب ہو یا حج تو اس پر زکوٰۃ فرض ہوگی، سال کے درمیان میں اگر قرض ہو جائے تو سمجھا جائے گا کہ وہ مال فنا ہو گیا یہاں تک کہ اگر قرض خواہ اس قرض کو معاف کر دے تب بھی

---

[1] جنون اگر بالغ ہونے سے پہلے عارض ہوا ہو تو اصلی ہے ورنہ غیر اصلی ۱۲۔

[2] مکاتب وہ غلام ہے جس کو اس کے آقا نے اس شرط پر آزاد کر دیا ہو کہ وہ اس قدر روپیہ کما کر اس کو دیدے جب تک وہ اس قدر روپیہ کما کر نہ دے غلام رہتا ہے اور بعد دینے کے آزاد ہو جاتا ہے ۱۲۔

[3] ماذون وہ غلام جس کو اس کے آقا نے اجازت دی ہو کہ وہ کمائی کرے اور اپنے آقا کو لا کر دے ۱۲۔

Marfat.com

زکوٰۃ نہ دینا پڑے گی بلکہ جس وقت اس نے معاف کیا ہے اس وقت سے اس مال کے سال کی ابتدا رکھی جائے گی، اگر کسی کے پاس کئی قسم کے مالوں کا نصاب ہو اور اس پر قرض ہو تو اس کو چاہیے کہ قرض کو ایسی چیز کی طرف راجع کرے جس کی زکوٰۃ کم ہو اور اس کی زکوٰۃ نہ دے مثلاً کسی کے پاس چاندی کا ایک نصاب ہو اور بکری کا بھی ایک ہو تو اس کو چاہیے کہ قرض کو چاندی کے نصاب کی طرف راجع کرے کیونکہ چاندی کے ایک نصاب کی زکوٰۃ بسبب اس کے کہ چاندی کے ایک نصاب کی زکوٰۃ ہے بکری کے ایک نصاب کی زکوٰۃ سے بہت کم ہوتی ہے ہاں اگر وہ قرض اس قدر زیادہ ہو کہ ایک چیز کا نصاب اس کے لئے کافی نہ ہو تو پھر جتنے نصابوں ہیں اس کی ادائی ممکن ہو اسی قدر نصابوں کی طرف راجع کیا جائے گا اور ان کی زکوٰۃ نہ دی جائے گی۔

(۱۰) وہ مال اپنی اصلی ضرورتوں سے زائد ہو جو مال اپنی اصلی ضرورتوں کے لئے ہو اس پر زکوٰۃ فرض نہیں بس پہننے کے کپڑوں اور رہنے کے گھر پر اور خدمت کے غلاموں پر اور سواری کے گھوڑوں پر اور خانہ داری کے اسباب پر زکوٰۃ فرض نہیں اور اسی طرح ان کتابوں پر جو تجارت کی نہ ہوں خواہ کسی اہل علم کے پاس ہوں یا کسی جاہل کے پاس ہوں اور اسی طرح پیشہ وروں کے اوزار واسباب پر زکوٰۃ فرض نہیں خواہ وہ اوزار اس قسم کے ہوں کہ ان سے نفع لیا جائے اور وہ باقی رہیں جیسے کلہاڑی، بسولی وغیرہ یا ایسے ہوں کہ نفع لینے سے ان کی ذات فنا ہوتی جاتی ہو مگر اس میں یہ شرط ہے کہ اس کا اثر نہ باقی رہے جیسے صابون وغیرہ کہ دھونے سے خود فنا ہوتا جاتا ہے اور اس کا اثر کپڑے پر باقی نہیں رہتا اور اگر اثر باقی رہتا ہو تو اس پر زکوٰۃ فرض ہوگی جیسے کسم کہ رنگنے سے فنا ہوتا ہے مگر اس کا اثر کپڑے پر باقی رہ جاتا ہے پس اس پر زکوٰۃ فرض ہوگی۔

اور اسی طرح وہ روپیہ جو اپنی اصلی ضرورتوں کے لئے رکھا ہو اس پر بھی زکوٰۃ فرض[ع] نہیں بشرطیکہ وہ ضرورت اسی سال میں درپیش ہو اور اگر وہ ضرورت سال آئندہ میں پیش آنے والی ہو بالفعل نہ ہو تو پھر اس پر زکوٰۃ فرض نہ ہوگی (رد المختار)

(۱۱) مال کا اپنے یا اپنے وکیل کے ملک و قبضے میں ہونا، جو مال ملک اور قبضے میں نہ ہو یا

ع بعض فقہا نے لکھا ہے کہ روپیہ پر ہر حال میں زکوٰۃ فرض ہے خواہ ضرورت اصلیہ سے زائد ہو یا نہیں مگر چونکہ علامہ ابن ملک نے تصریح کردی ہے کہ اگر روپیہ اصلی ضرورتوں کیلئے رکھا ہو تو اس پر زکوٰۃ فرض نہیں اور متن فقہ کی ظاہر عبارت بھی اسی کی موید ہے لہذا علامہ شامی لکھتے ہیں کہ بہتر ہے کہ دونوں قولوں میں اس طرح تطبیق دی جائے کہ وہ ضرورت اگر بالفعل موجود ہے تو زکوٰۃ فرض نہ ہوگی ورنہ ہوگی۔ ۱۲ (رد المختار)

Marfat.com

ملک میں ہو قبضے میں نہ ہو یا قبضے میں ہو ملک میں نہ ہو اس پر زکوٰۃ فرض نہیں پس مکاتب کے کمائے ہوئے مال میں زکوٰۃ نہیں، نہ اس پر نہ اس کے مولیٰ پر اس لئے کہ وہ مال مکاتب کی ملک میں نہیں گو قبضے میں ہے اور مولیٰ کے قبضہ میں نہیں گو ملک میں ہے اور اسی طرح ماذون کی کمائی میں بھی زکوٰۃ فرض نہیں اور رہن کی ہوئی چیز پر بھی زکوٰۃ فرض نہیں، نہ رہن رکھنے والے پر نہ رہن کرنے والے پر اس لئے کہ رہن رکھنے والا اس کا مالک نہیں گو اس پر قابض ہے اور رہن کرنے والا اس پر قابض نہیں گو اس کا مالک ہے، اسی طرح جو مال ایک مدت تک کھویا رہا بعد اس کے مل گیا تو جس زمانہ تک کھویا رہا اس زمانہ کی زکوٰۃ فرض نہیں کیونکہ اس وقت قبضے میں نہ تھا، اسی طرح جو مال دریا میں گر جائے اور کچھ دنوں کے بعد نکالا جائے تو جس زمانہ تک گرا رہا اس زمانہ کی زکوٰۃ فرض نہیں اسی طرح جو مال کسی جنگل میں دفن کر دیا گیا ہو اور اس کا مقام یاد نہ ہو۔ اور کچھ زمانہ کے بعد یاد آجائے تو جتنے زمانہ تک بھولا رہا اس کی زکوٰۃ فرض نہیں، ہاں اگر کسی مکان میں دفن کیا گیا ہو اور اس کا مقام یاد نہ رہے اور پھر یاد آجاوے تو جس زمانہ میں بھولا رہا اس کی زکوٰۃ فرض ہو گی کیونکہ وہ مال قبضہ سے باہر نہیں ہوا۔ اسی طرح جو مال کسی کے پاس امانت رکھا گیا ہو اور بھول جائے کہ کس کے پاس رکھا تھا اور پھر یاد آجائے تو جس زمانہ تک بھولا رہا اس کی زکوٰۃ فرض نہ ہو گی، بشرطیکہ وہ شخص جس کے پاس امانت رکھی گئی تھی اجنبی ہو اگر کسی جانے ہوئے آدمی کے پاس امانت رکھی جائے اور یاد نہ رہے تو اس بھولے ہوئے زمانہ کی زکوٰۃ بھی فرض ہو گی، اسی طرح اگر کسی کو کچھ قرض دیا جائے اور قرض دار انکار کر جائے اور کوئی تمسک یا گواہی اس کی نہ ہو خواہ قرض دار مالدار ہو یا مفلس، پھر چند روز کے بعد وہ لوگوں کے سامنے یا قاضی کے روبرو اقرار کرلے تو اس انکار کے زمانہ کی زکوٰۃ فرض نہ ہو گی اسی طرح جو مال کسی سے ظلماً چھین لیا جائے اور پھر چند روز کے بعد وہ اس کو مل جائے تو جس زمانہ تک وہ اس کو نہیں ملا اس زمانہ کی زکوٰۃ اس پر فرض نہ ہو گی حاصل یہ کہ جب مال قبضہ یا ملک سے نکل جائے گا تو زکوٰۃ فرض نہ رہے گی زکوٰۃ فرض ہونے کے لئے قبضہ اور ملک دونوں کا ہونا شرط ہے۔

(۱۲) مال میں ان تین وصفوں سے ایک وصف کا پایا جانا (۱) نقدیت (۲) سوم (۳) نیت تجارت۔ سونے اور چاندی میں نقدیت پائی جاتی ہے لہٰذا ان میں بہرحال زکوٰۃ فرض ہو گی خواہ نیت تجارت کی ہو یا نہیں اور خواہ سونا چاندی مشکوک ہو یا غیر مشکوک اور خواہ اس کے زیور[ع] یا برتن بنائے گئے

ع امام شافعی رضی اللہ عنہ کے نزدیک زیور جو پہننے کے لئے ہو اس پر زکوٰۃ فرض نہیں ان کے نزدیک پہننے کا زیور بھی پہننے کے کپڑوں کے حکم میں ہے مگر یہ صرف ان کا قیاس ہے حنفیہ کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے قرآن مجید میں جہاں (باقی صفحہ ۴۷۰ پر دیکھئے)

ہوں، سائمہ جانوروں میں سوم پایا جاتا ہے۔ غیر سائمہ جانور اور باقی اموال اگر ان میں تجارت کی نیت کی جائے تو زکوٰۃ ہوگی ورنہ نہیں خواہ وہ مال کتنا ہی قیمتی اور از قسم جواہر کیوں نہ ہو۔ تجارت کی نیت مال کے مول لینے وقت ہونا چاہیئے۔ اگر بعد مول لینے کے نیت کی جائے تو وہ قابل اعتبار نہیں تاوقتیکہ اس کی تجارت شروع نہ کردی جائے اگر کوئی مال تجارت کے لئے مول لیا گیا ہو اور بعد مول لینے کے یہ نیت نہ رہے تو وہ مال تجارتی نہ رہے گا اور اس پر زکوٰۃ فرض نہ رہے گی پھر اس کے بعد اگر نیت کی جائے تو وہ قابل اعتبار نہ ہوگی جب تک کہ اس کی تجارت نہ کردی جائے۔

(۱۳) اس مال میں کوئی دوسرا حق مثل عشر یا خراج کے واجب نہ ہو۔

اگر عشر یا خراج اس مال پر ہوگا تو پھر اس پر زکوٰۃ فرض نہ ہوگی کیونکہ دو حق ایک مال پر فرض نہیں ہوتے۔

زکوٰۃ کے صحیح ہونے کی شرطیں

(۱) مسلمان ہونا۔ کافر کا زکوٰۃ دینا صحیح نہیں، اگر کوئی کافر اپنے مال کی کسی سال پیشگی زکوٰۃ دیدے اور بعد اس کے مسلمان ہو جائے تو وہ زکوٰۃ دینا اس کے لئے کافی نہ ہوگا بلکہ اس کو پھر زکوٰۃ دینا ہوگی۔

(۲) عاقل ہونا مجنون اور ناقص العقل کی زکوٰۃ صحیح نہیں۔

(۳) بالغ ہونا۔ نابالغ کی زکوٰۃ صحیح نہیں۔

(۴) زکوٰۃ کا مال فقیر کو دیتے وقت زکوٰۃ کی نیت کرنا یعنی دل میں یہ ارادہ کرنا کہ میرے اوپر جس قدر مال کا دینا فرض تھا محض اللہ پاک کی خوشنودی کے لئے دیتا ہوں اگر کوئی شخص زکوٰۃ دینے کے بعد نیت کرے اور مال فقیر کے پاس ابھی موجود ہو تو یہ نیت صحیح ہو جائے گی اور اگر وہ

(باقی صفحہ ۴۶۹) چاندی اور سونے کی زکوٰۃ نہ دینے والوں کی خرابی بیان فرمائی ہے وہاں زیور کو مستثنیٰ نہیں کیا احادیث میں بھی کہیں زیور کو مستثنیٰ نہیں فرمایا بلکہ صحیح احادیث میں زیور کی زکوٰۃ دینے کا حکم وارد ہوا ہے۔ چنانچہ ابوداؤد میں عمرو بن شعیب سے مروی ہے کہ ایک عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اس کے ساتھ اس کی ایک لڑکی تھی جس کے ہاتھ میں سونے کے کنگن تھے، آپ نے پوچھا کہ تو اس کی زکوٰۃ دیتی ہے اس نے عرض کیا کہ نہیں آپ نے فرمایا کہ کیا تجھے یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن اس کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ تجھے آگ کے کنگن پہنائے۔ فتح القدیر میں ابوالحسن قطان سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے اس حدیث کو صحیح کہا اور منذری نے بھی اس کے سند کی تنقید کی اور ہر راوی کو جانچا اور اس کو صحیح کہا اسی قسم کی اور حدیثیں بھی ہیں ۱۲۔

Marfat.com

مال فقیر کے پاس خرچ ہو چکا ہے تو نیت صحیح نہ ہوگی اور اس کو پھر دوبارہ زکوٰۃ دینا ہوگی' اگر کوئی شخص اپنے وکیل کو زکوٰۃ کا مال تقسیم کرنے کے لئے دے اور اس کو دیتے وقت زکوٰۃ کی نیت کرے تو درست ہے' خواہ وکیل فقیروں کو دیتے وقت نیت کرے یا نہیں' اگر کوئی شخص اپنے مال میں سے زکوٰۃ کا مال علیحدہ کرلے۔ اور علیحدہ کرتے وقت زکوٰۃ کی نیت اس کے دل میں ہو تو یہ نیت کافی ہے کو فقیروں کو دیتے وقت نیت نہ کرے۔

(۵) زکوٰۃ کے مال کا جس شخص کو دیا جائے اس کو مالک اور قابض بنا دینا' اگر کوئی شخص کچھ کھانا پکوا کر فقیروں کو اپنے گھر پر جمع کرکے کھلا دے اور زکوٰۃ کی نیت کرے تو صحیح نہ ہوگا ہاں اگر وہ کھانا فقیروں کو دیدے اور انھیں اختیار دے کہ اس کو جو چاہیں کریں' جہاں چاہیں کھائیں تو پھر درست ہے۔

(۶) زکوٰۃ کا مال ایسے شخص کو دینا جو اس کا مستحق ہو۔ اس مسئلے کی زیادہ تفصیل زکوٰۃ کے مستحقین کے بیان میں انشاء اللہ تعالیٰ آئے گی اس میں بعض صورتیں ایسی بھی ہیں کہ غیر مستحق کو دیدیا جائے اور پھر بھی درست ہو وہ سب وہیں بیان کی جائیں گی۔ چونکہ شریعت نے چار قسم کے مالوں پر زکوٰۃ فرض کی ہے (۱) سائمہ جانوروں پر (۲) سونے چاندی پر (۳) تجارتی مال پر خواہ وہ کسی قسم کا ہو (۴) کھیتی اور درختوں کی پیداوار پر گو اس چوتھی قسم کو فقہا کی کتابوں میں زکوٰۃ کے لفظ سے یاد نہیں کرتے بلکہ عشر کہتے' لہٰذا ہم ہر قسم کی زکوٰۃ علیحدہ علیحدہ بیان کرتے ہیں۔

سائمہ جانوروں کی زکوٰۃ کا بیان

سائمہ جانوروں کی زکوٰۃ میں یہ شرط ہے کہ وہ جنگلی نہ ہوں جنگلی جانوروں پر زکوٰۃ فرض نہیں ہاں اگر تجارت کی نیت سے رکھے جائیں تو ان پر تجارت کی زکوٰۃ فرض ہوگی' جو جانور کسی دیسی اور جنگلی جانور سے ملکر پیدا ہوں تو اگر ان کی ماں دیسی ہے تو وہ دیسی سمجھے جائیں گے اور اگر جنگلی ہے تو جنگلی سمجھے جائیں گے۔

مثال بکری اور ہرن سے کوئی جانور پیدا ہوا تو وہ بکری کے حکم میں ہے اور نیل گاؤ اور گائے سے کوئی جانور پیدا ہوا تو وہ گائے کے حکم میں ہے۔

جو جانور سائمہ ہو اور سال کے درمیان میں اس کے تجارت کی نیت کرلی جائے تو اس سال اس کی زکوٰۃ نہ دینا پڑے گی اور جب سے اس نے تجارت کی نیت کی ہے اس وقت سے اس کا تجارتی

Marfat.com

سال شروع ہوگا۔

جانوروں کے بچوں پر اگر وہ تنہا ہوں تو زکوٰۃ فرض نہیں ہاں اگر ان کے ساتھ بڑا جانور بھی ہو گو ایک ہی ہو تو ان پر بھی زکوٰۃ فرض ہوگی اور زکوٰۃ میں وہی جانور دیا جائے گا اور سال پورا ہونے کے بعد اگر وہ بڑا جانور مر جائے تو زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی۔ (درمختار وغیرہ)

وقف کے جانوروں پر اور ان گھوڑوں پر جو دینی غزوے کے لئے رکھے گئے ہوں زکوٰۃ فرض نہیں گھوڑوں پر خواہ وہ سائمہ ہوں یا غیر سائمہ اور گدھے اور خچر پر بشرطیکہ تجارت کے لئے نہ ہوں زکوٰۃ فرض نہیں۔ ؏

اونٹ کا نصاب پانچ اونٹ میں زکوٰۃ فرض ہے اس سے کم میں زکوٰۃ نہیں، پانچ اونٹ میں ایک بکری دینا فرض ہے خواہ نر ہو یا مادہ۔

چھ سے چوبیس تک کچھ نہیں۔

پچیس اونٹ میں ایک ایسی اونٹنی جس کو دوسرا برس شروع ہو۔

چھبیس سے پینتیس تک کچھ نہیں۔

چھتیس اونٹ میں ایک ایسی اونٹنی جس کو تیسرا برس شروع ہو چکا ہو۔

سینتیس سے پینتالیس تک کچھ نہیں۔

چھیالیس اونٹ میں ایک ایسی اونٹنی جس کو چوتھا برس شروع ہو۔

؏ امام صاحب کے نزدیک گھوڑوں پر بھی زکوٰۃ فرض ہے یہاں ہم نے فرض نہ ہونے کو لکھا یہ صاحبین کا قول ہے اور اسی پر اکثر فقہا مثل علامہ طحاوی اور قاضی خاں اور زیلعی وغیرہ کا فتویٰ ہے گو صاحب فتح القدیر نے بہت کوشش کی ہے کہ امام صاحب کے قول کو ترجیح دیں مگر جو دلائل انھوں نے بیان کئے ہیں وہ ناکافی ہیں۔ دارقطنی میں مروی ہے کہ کچھ لوگ شام کے رہنے والے حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور عرض کیا کہ ہمارے پاس گھوڑے ہیں ہم چاہتے ہیں کہ ان کی زکوٰۃ دیں۔ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو کچھ میرے صاحبین (نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ) مجھ سے پہلے کر گئے ہیں وہی کرتا ہوں، پھر انھوں نے صحابہ سے مشورہ کیا تو انھوں نے کہا کہ بہتر ہے اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا بہتر ہے بشرطیکہ ایک چیز مقرر نہ ہو جائے جو آپ کے بعد ہمیشہ لی جایا کرے اس روایت سے صاف ظاہر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں گھوڑوں کی زکوٰۃ نہیں دی جاتی تھی اور حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی بطور فرض کے مقرر نہیں کی ۱۲ منہ۔

Marfat.com

سینتالیس سے ساٹھ تک کچھ نہیں۔
اکسٹھ اونٹ میں ایک ایسی اونٹنی جس کو پانچواں برس شروع ہو۔
باسٹھ سے پچھتر تک کچھ نہیں۔
چھہتر اونٹ میں دو اونٹنیاں جن کو تیسرا برس شروع ہو۔
ستتر سے نوے تک کچھ نہیں۔
اکانوے اونٹ میں دو اونٹنیاں جن کو چوتھا برس شروع ہو۔
بانوے سے ایک سو بیس تک کچھ نہیں۔

ایک سو بیس سے زائد ہو جائیں تو پھر نیا حساب کیا جائے گا یعنی اگر چار زیادہ ہیں تو کچھ نہیں جب زیادتی پانچ تک پہونچ جائے یعنی ایک سو پچیس ہو جائیں تو ایک بکری اور پچیس اونٹ بڑھ جائیں گے۔ تو ایک دو برس والی اونٹنی اور تیس اونٹ بڑھ جائیں گے تو ایک چوتھے برس والی اونٹنی پھر جب اس سے بھی بڑھ جائیں تو نئے سرے سے حساب[ع] ہوگا یعنے پانچ اونٹوں میں ایک بکری اور پچیس میں ایک دو برس والی اونٹنی اور چھتیس میں ایک تیسرے برس والی اونٹنی پھر چھیالیس میں ایک چوتھے برس والی اونٹنی۔ پھر جب اس سے بھی بڑھ جائیں تو ہمیشہ اسی طرح نیا حساب ہوتا رہے گا۔

اونٹ کی زکوٰۃ میں اگر اونٹ دیا جائے تو مادہ ہونی چاہئے نر اگر دیا جائے گا تو صحیح نہیں اور اگر قیمت دی جائے تو پھر اختیار ہے چاہے نر کی قیمت دے چاہے مادہ کی۔

گائے بھینس کا نصاب۔ گائے اور بھینس دونوں ایک قسم میں ہیں، دونوں کا نصاب بھی ایک ہے اور اگر دونوں کے ملانے سے نصاب پورا ہوتا ہو تو دونوں کو ملائیں گے مثلاً بیس گائے ہوں اور دس بھینسیں تو دونوں کو ملا کر تیس کا نصاب پورا کرلیں گے مگر زکوٰۃ میں وہی جانور دیا جائے گا جس کی تعداد زیادہ ہو یعنی اگر گائے زیادہ ہیں تو زکوٰۃ میں گائے دی جائے گی اور اگر بھینس زیادہ ہیں تو زکوٰۃ میں بھینس دی جائے گی اور جو دونوں برابر ہوں تو اختیار ہے۔

تیس گائے بھینس میں ایک گائے یا بھینس کا بچہ جو پورے ایک برس کا ہو۔
تیس سے کم میں کچھ نہیں اور تیس کے بعد انتالیس تک بھی کچھ نہیں۔
چالیس گائے بھینس میں پورے دو برس کا بچہ۔

ع اس حساب میں صرف اس قدر فرق ہے کہ پہلے چھتیس میں بنت لبون تھی اور یہاں تیس میں ہے مگر اس کے بعد جو حساب ہے وہ سب پہلے حساب کے موافق ہیں اور چھتیس کا نصاب ان میں رکھا گیا ہے تیس کا نہیں ۱۲۔

Marfat.com

اکتالیس سے انسٹھ تک کچھ نہیں عـــہ

جب ساٹھ ہو جائیں تو ایک ایک برس کے دو بچے دیئے جائیں گے۔ پھر جب ساٹھ سے زیادہ ہو جائیں تو ہر تیس میں ایک برس کا بچہ اور ہر چالیس میں دو برس کا بچہ۔ مثلاً ستر ہو جائیں تو ایک ایک برس کا بچہ اور ایک دو برس کا بچہ کیونکہ ستر میں ایک تیس کا نصاب ہے اور ایک چالیس کا اور جب اسی ہو جائیں تو دو برس کے دو بچے کیونکہ اس میں چالیس کے دو نصاب ہیں اور نوے میں ایک ایک برس کے تین بچے کیونکہ نوے میں تیس کے نصاب ہیں اور سو میں دو بچے ایک ایک برس کے اور ایک بچہ دو برس کا۔ کیونکہ سو میں دو نصاب تیس کے اور ایک نصاب چالیس کا ہے ہاں جہاں کہیں دونوں نصابوں کا حساب مختلف نتیجہ پیدا کرتا ہو وہاں اختیار ہے چاہے جس کا اعتبار کریں مثلاً ایک سو بیس ہیں چار نصاب تو تیس کے ہیں اور تین نصاب چالیس کے پس اختیار ہے کہ تیس کے نصاب کا اعتبار کر کے ایک برس کے چار بچے دیں یا چالیس کے نصاب کا اعتبار کر کے دو برس کے تین بچے دیں۔ غرضکہ ساٹھ کے بعد پھر ہر دہائی سے نصاب بدلتا رہے گا' دہائی سے کم بڑھے تو زکوٰۃ میں زیادتی نہ ہوگی وہی زکوٰۃ دینا ہوگی جو اس سے پہلے دی جاتی تھی۔

بکری بھیڑ کا نصاب زکوٰۃ کے بارے میں بکری بھیڑ سب یکساں ہیں خواہ بھیڑ دم دار ہو جس کو دنبہ کہتے ہیں یا معمولی ہو' اگر دونوں کا نصاب پورا ہو تو دونوں کی زکوٰۃ علیحدہ دی جائے گی اور ہر ایک کا نصاب تو پورا نہ ہو مگر دونوں کے ملا لینے سے نصاب پورا ہو جاتا ہو تو دونوں کو ملائیں گے اور جو زیادہ ہوگا تو زکوٰۃ میں وہی دیا جائے گا اور دونوں برابر ہوں تو اختیار ہے۔

چالیس بکری یا بھیڑ میں ایک بکری یا بھیڑ۔

چالیس سے کم میں اور چالیس کے بعد ایک سو بیس تک کچھ نہیں۔

ایک سو اکیس میں دو بھیڑ یا بکریاں۔

ایک سو بائیس سے دو سو تک کچھ نہیں۔

دو سو ایک میں تین بھیڑ یا بکریاں۔

عـــہ یہ صاحبین کا قول ہے اور امام صاحب سے بھی ایک روایت یہی منقول ہے اور اسی پر محققین فقہا کی ایک جماعت کا فتویٰ ہے اور امام صاحب سے ایک روایت یہ منقول ہے کہ چالیس سے جس قدر زیادہ ہوں گے ان کی زکوٰۃ بھی اسی حساب سے دی جائیگی مثلاً ایک زیادہ ہو تو دو برس والے بچے کا چالیسواں حصہ یعنی اس کی پوری قیمت کا چالیسواں حصہ اور دو زیادہ ہو جائیں تو دو چالیسویں حصے وعلیٰ ہذا القیاس مگر اس روایت کو محققین نے قبول نہیں کیا (درمختار۔ بحر الرائق۔ رد المختار۔) ۱۲۔

Marfat.com

دو سو دو سو سے تین سو ننانوے تک کچھ نہیں۔

چار سو میں چار بکریاں یا بھیڑیں۔

چار سو سے زیادہ ہوں تو ہر سو میں ایک بکری کے حساب سے زکوٰۃ دینا ہوگی سو سے کم زیادتی میں کچھ نہیں۔

بھیڑ بکری کی زکوٰۃ میں نر مادہ کی قید نہیں ہاں ایک سال سے کم کا بچہ نہ ہونا چاہیئے خواہ بھیڑ ہو یا بکری

چاندی سونے اور تجارتی مال کا نصاب

چاندی سونے اور تمام تجارتی مالوں میں چالیسواں حصہ زکوٰۃ فرض ہے۔

چاندی کا نصاب دو سو درم ہے جس کے چھتیس تولے ساڑھے پانچ ماشے ہوتے ہیں جس کی زکوٰۃ دس ماشے ساڑھے سات رتی چاندی ہوئی کیونکہ چھتیس تولے ساڑھے پانچ ماشہ کا چالیسواں حصہ اسی قدر ہوتا ہے۔

چھتیس تولے ساڑھے پانچ ماشے سے کم چاندی پر زکوٰۃ نہیں۔[عہ]

عہ بعض لوگوں نے چاندی کا نصاب ساڑھے باون تولہ اور سونے کا ساڑھے سات تولہ بیان کیا مگر یہ خلاف تحقیق ہے۔ ہدایہ اور بحر الرائق اور فقہ کی تمام معتبر کتابوں میں اس کے خلاف ہے چنانچہ یہ سب لوگ کہتے ہیں کہ چاندی کی زکوٰۃ میں وہ درم مراد ہے جس کے دس درم سات مثقال کے برابر ہوں اور مثقال بالاتفاق تین ماشے اور ایک رتی کا ہوتا ہے پس سات مثقال کے اکیس ماشے سات رتی ہوئی جس کو دس پر تقسیم کیا جائے تو دو ماشے ڈیڑھ رتی حاصل ہوتا ہے۔ پس معلوم ہوا ایک ماشہ ڈیڑھ رتی کا ہوتا ہے اس کو اگر دو سو سے جو زکوٰۃ کا نصاب ہے ضرب دیجئے تو چھتیس تولے ساڑھے پانچ ماشہ ہوتا ہے پس یہی چاندی کا نصاب ہے اسی طرح سونے کے نصاب میں لوگوں نے غلطی کی ہے۔ تمام فقہا لکھتے ہیں کہ سونے کا مثقال حساب سے تین ماشہ ایک رتی کا ہوتا ہے پس تین ماشے ایک رتی کو بیس سے ضرب دیا جائے تو پانچ تولہ ڈھائی ماشہ ہوتا ہے۔ دوسری غلطی لوگوں نے روپیہ کی تعداد بیان کرنے میں کی ہے بعض نے انگریزی سکہ دار باون روپے لکھے ہیں اور بعض نے کچھ بعض نے کچھ۔ حالانکہ اگر روپیہ انگریزی ساڑھے گیارہ ماشے کا ہوتا تو تقریباً اڑتالیس میں نصاب پورا ہوتا ہے اور اگر روپیہ پورے تولہ بھر کا ہو جیسے کہ میں نے بعض محقق ساؤ کاروں سے تحقیق کی ہے تو چھتیس روپیہ اور ایک اٹھنی میں نصاب پورا ہو جائیگا مگر میں نے روپیہ کی تعداد کو قصداً اس لئے نظر انداز کردیا ہے کہ زکوٰۃ گنتی سے دینا خلاف احتیاط ہے تول کر دینا چاہیئے پس روپیہ کو تولیں جتنے روپیہ چھتیس تولے ساڑھے پانچ ماشہ کے ہوں ان کا ایک نصاب سمجھیں اسی طرح سونے کی زکوٰۃ بھی تول کر دیں۔

سونے کا نصاب بیس مثقال ہے جس کے پانچ تولہ ڈھائی ماشہ ہوتے ہیں جس کی زکوٰۃ ایک ماشہ ساڑھے چار رتی سونا ہوا کیونکہ پانچ تولہ ڈھائی ماشہ کا چالیسواں حصہ اسی قدر ہوتا ہے پانچ تولے ڈھائی ماشہ سے کم سونے پر زکوٰۃ نہیں۔

تجارتی مال کا نصاب اس کی قیمت کے اعتبار سے ہوگا یعنی اگر اس کی قیمت چھتیس تولے ساڑھے پانچ ماشے چاندی یا پانچ تولے ڈھائی ماشہ سونے تک پہونچتی ہو تو اس پر زکوٰۃ ہوگی ورنہ نہیں، اگر چھتیس تولے ساڑھے پانچ ماشہ چاندی اور پانچ تولے ڈھائی ماشہ سونا دونوں قیمت میں برابر ہوں تو اختیار ہے ورنہ جس کے اعتبار سے نصاب پورا ہو جائے یا جس کا رواج زیادہ ہو اسی کا حساب کریں۔

سونے چاندی یا تجارتی مالوں کا جو نصاب بیان کیا گیا اس نصاب سے اگر کچھ مال زیادہ ہو جائے تو وہ زیادتی اگر نصاب کے پانچویں حصے کے برابر ہے تو اس پر زکوٰۃ ہوگی ورنہ نہیں مثلاً اگر کسی کے پاس علاوہ چھتیس تولے ساڑھے پانچ ماشہ چاندی کے سات تولے ایک ماشہ دو رتی چاندی اور بڑھ جائے تو اس پر زکوٰۃ ہوگی کیونکہ چھتیس تولے ساڑھے پانچ ماشے کا پانچواں حصہ ہے اور اگر علاوہ پانچ تولہ ڈھائی ماشہ کے ایک تولہ چار رتی سونا اور بڑھ جائے تو اس پر زکوٰۃ ہوگی کیونکہ یہ پانچ تولہ ڈھائی ماشے کا پانچواں حصہ ہے۔ اسی طرح جب پانچویں حصے کے برابر زیادتی ہو جائے گی تو اس پر زکوٰۃ فرض ہو جائے گی، پانچویں حصے سے کم زیادتی پر زکوٰۃ معاف ہے، پیسوں کا کوئی خاص نصاب نہیں جب ان کی قیمت چاندی یا سونے کے نصاب کے برابر ہو جائے گی تو ان پر زکوٰۃ ہوگی ورنہ نہیں، اگر کسی مال میں سونا اور چاندی دونوں ملے ہوئے ہوں تو جو زیادہ ہوگا اسی کا اعتبار کیا جائے گا یعنی اگر سونا زیادہ ہے تو وہ سونا سمجھا جائیگا اور سونے کے نصاب سے اس کی زکوٰۃ دی جائے گی اور اگر اس میں چاندی زیادہ ہے تو وہ چاندی سمجھا جائے گا اور چاندی کے نصاب سے اسکی زکوٰۃ دی جائے گی۔

اگر چاندی یا سونے میں کسی اور چیز کا میل ہو جائے اور وہ چیز غالب نہ ہو تو وہ کالعدم سمجھی جائے گی اور اگر وہ چیز غالب ہوگی تو وہ اگر تجارتی مال کے قسم سے ہے تو اس کی قیمت کے اعتبار سے اس میں زکوٰۃ فرض ہوگی اور اگر تجارتی مال نہیں ہے تو اس کی چاندی یا سونا اگر علیحدہ ہو سکتا ہو اور وہ بقدر نصاب کے ہو تو اس پر زکوٰۃ ہوگی اور اگر علیحدہ نہ ہو سکتا ہو مگر شہر میں اس کا عام رواج ہو تب بھی اس پر زکوٰۃ ہوگی اور اگر عام رواج نہ ہو تو اس پر زکوٰۃ نہ ہوگی۔

اگر کسی کے پاس صرف چاندی کا نصاب بھی پورا نہ ہو اور صرف سونے کا بھی پورا نہ ہو مگر دونوں کے ملا لینے سے نصاب پورا ہو جاتا ہو تو اس وقت دونوں کو ملا لیں گے مثلاً کسی کے پاس بارہ تولے چاندی

Marfat.com

ہو اور ایک تولہ سونا اور ایک تولہ سونے کی قیمت چوبیس تولے ساڑھے پانچ ماشے چاندی کے برابر ہوتی ہو تو دونوں کو ملالیں گے یعنی سمجھیں گے کہ چھبیس تولے ساڑھے پانچ ماشے چاندی ہے اور اس کی زکوٰۃ دی جائے گی۔ اس صورت میں اختیار ہے کہ چاہے کم کو زیادہ کے ساتھ ملائیں اور چاہے زیادہ کو کم کے ساتھ مگر وہ صورت اختیار کرنی چاہئے جس سے نصاب پورا ہو جائے اگر چاندی اور سونے کا نصاب پورا نہ ہو اور تجارتی مال بھی موجود ہو اور اس کے ملا لینے سے نصاب پورا ہو جاتا ہو تو اس کو بھی ملالیں گے مثلاً کسی کے پاس چھ روپیہ ہوں اور ایک تجارتی گھڑی ہو جس کی قیمت تیس تولے ساڑھے پانچ ماشے چاندی کے برابر ہو تو دونوں کو ملا کر سمجھیں گے کہ چاندی کا نصاب پورا ہے اور اس کی زکوٰۃ دیں گے۔

زکوٰۃ کے مسائل

(۱) اگر کچھ مال چند لوگوں کی شرکت میں ہو تو ہر ایک کا حصہ علیحدہ کر کے اگر نصاب پورا ہوتا ہو تو زکوٰۃ اس پر فرض ہوگی ورنہ نہیں مثلاً چالیس بکریاں یا آدھ سیر چاندی دو آدمیوں کی شرکت میں ہو تو کسی پر زکوٰۃ فرض نہ ہوگی کیونکہ ہر ایک کا حصہ علیحدہ کر دینے سے نصاب پورا نہیں رہتا۔

(۲) دو نصابوں کے درمیان میں جو مال ہو اس پر زکوٰۃ معاف ہے وہ اگر ہلاک ہو جائے تو زکوٰۃ میں کچھ کمی نہ ہوگی۔[ع]

(۳) زکوٰۃ واجب ہو جانے کے بعد اگر مال ہلاک ہو جائے تو زکوٰۃ ساقط ہو جائیگی گو زکوٰۃ کے دینے کا وقت آگیا ہو اور حاکم وقت کی طرف سے اس کا مطالبہ بھی کیا گیا ہو اور اس نے کسی وجہ سے نہ دی ہو، ہاں اگر خود ہلاک کر دے تو پھر اس کو زکوٰۃ دینا ضروری ہوگی، مثلاً جانوروں کو چارہ پانی نہ دے اور وہ مر جائیں۔ یا کسی مال کو قصداً ضائع کر دے کسی کو قرض یا عاریت دینے کے بعد اگر مال تلف ہو جائے تو اس کا شمار ہلاک کرنے میں نہ ہوگا اور اس کی زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی۔ تجارتی مال کو تجارتی مال سے بدل لینا ہلاک کرنے میں ہے لہٰذا اس بدل لینے میں زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی تجارتی مال کو غیر تجارتی مال سے بدل لینا اسی طرح سائمہ جانور کو دوسرے سائمہ جانور سے بدل لینا ہلاک کر لینا ہے اور اس سے زکوٰۃ ساقط نہ ہوگی (درمختار وغیرہ)

(۴) زکوٰۃ میں اختیار ہے خواہ وہ چیز دیجائے جس پر زکوٰۃ واجب ہوئی ہے۔ یا اس کی قیمت دیجائے اور قیمت اسی زمانے کی معتبر ہوگی جس زمانے میں زکوٰۃ دینا چاہتا ہے خواہ زمانہ وجوب کے اعتبار سے اس وقت اس چیز کی قیمت زیادہ ہو یا کم ہو مثلاً آخر سال میں جب زکوٰۃ فرض ہوئی تھی

ع صاحبین کے نزدیک اس صورت میں زکوٰۃ کم ہو جاتی ہے ۱۲

ایک بکری کی قیمت تین روپے تھی اور ادا کرتے وقت چار روپے ہو جائے یا دو روپے ہو جائے تو اس کو چار روپے یا دو روپے دینا ہوں گے۔

(۵) اگر کل مال عمدہ ہے تو زکوٰۃ میں عمدہ مال دینا چاہیئے، اور اگر سب مال خراب ہے تو خراب مال دیا جائے اور اگر کچھ مال عمدہ اور کچھ خراب ہے تو زکوٰۃ میں متوسط درجہ کا مال دینا چاہیئے۔ اگر ادنیٰ درجہ کی چیز دی جائے اور اس میں جس قدر کمی ہو اس کے بدلے میں کچھ قیمت دی جائے یا اعلیٰ درجہ کی چیز دی جائے اور اس میں جس قدر زیادتی ہے اس کی قیمت واپس لے لی جائے تو جائز ہے۔

(۶) جو مال سال کے اندر حاصل ہوا ہو خواہ مول لینے سے یا تناسل سے یا وراثت سے یا ہبہ وغیرہ سے وہ اپنے ہم جنس نصاب کے ساتھ ملا دیا جائے گا اور اسی کے ساتھ اس کی بھی زکوٰۃ دی جائے گی۔

مثال۔ شروع سال میں پچیس اونٹ تھے سال کے درمیان میں ان کے پچیس بچے ہوئے تو اب سال کے ختم پر یہ بچے بھی ان اونٹوں کے ساتھ ملا دیئے جائیں گے اور کل اونٹوں کی زکوٰۃ میں چوتھے برس کا اونٹ دینا ہو گا گو ان بچوں پر ابھی پورا سال نہیں گذرا ہاں اگر اس مال کے ملا دینے سے ایک ہی مال پر دو مرتبہ زکوٰۃ دینا پڑے تو پھر نہ ملائیں گے مثلاً کوئی شخص اپنے مال کی زکوٰۃ دے چکا ہو بعد اس کے اس مزکیٰ روپیہ سے کچھ جانور مول لے تو وہ جانور اپنے ہم جنس نصاب کے ساتھ نہ ملائیں گے ورنہ ان کی زکوٰۃ پھر دینا ہو گی اور ابھی ان کی قیمت کی زکوٰۃ دی جا چکی ہے اسی طرح اگر کوئی شخص جانوروں کی زکوٰۃ دے چکا ہو بعد اس کے ان مزکیٰ جانوروں کو بیچ ڈالے تو ان کی قیمت کا روپیہ روپے کے نصاب کے ساتھ نہ ملایا جائے گا۔

(۷) اگر کسی شخص کے پاس کوئی تجارتی مال ہو مگر اس کی قیمت نصاب سے کم ہو تو پھر چند روز کے بعد اس چیز کے گراں ہو جانے کے سبب سے اس کی قیمت بڑھ کر بقدر نصاب کے ہو جائے تو جس وقت سے قیمت بڑھی ہے اسی وقت سے اس کے سال کی ابتدا رکھی جائے گی۔ (طحطاوی مراقی الفلاح)

(۸) ہر چیز کا نفع جو سال کے اندر حاصل ہوا ہو اس کی اصل کے ساتھ ملایا جائے گا اور آخر سال میں جب اس کی اصل کی زکوٰۃ دی جائے گی تو اس کی زکوٰۃ بھی دی جائے گی گو اس پر پورا سال نہیں گذرا۔

(۹) اگر کسی شخص کے پاس ایک مال کے دو نصاب ایسے ہوں کہ ایک دوسرے کے ساتھ ملایا نہیں جا سکتا مثلاً زکوٰۃ دیئے ہوئے جانوروں کی قیمت کا کچھ روپیہ ہو اور کچھ روپیہ اس کا اس کے

Marfat.com

علاوہ ہو پھر اس کو کہیں سے کچھ روپیہ اور مل جائے تو یہ روپیہ اس روپیہ کے ساتھ ملایا جائے گا جس کا سال پہلے ختم ہوتا ہو یعنی اگر بکریوں کی قیمت کے روپے کا سال پہلے ختم ہوتا ہو تو یہ روپیہ اس کے ساتھ ملایا جائے گا اور اگر دوسرے روپے کا سال پہلے ختم ہوتا ہو تو یہ روپیہ اس کے ساتھ ملایا جائے گا۔

(۱۰) اگر حاکم وقت کوئی مسلمان عادل ہے تو اس کو ہر قسم کے مال کی زکوٰۃ لینے کا حق حاصل ہے وہ تمام لوگوں سے زکوٰۃ وصول کر کے مستحقین پر صرف کرے گا۔

(۱۱) اگر حاکم وقت کوئی ظالم یا غیر مسلم ہو تو اس کو زکوٰۃ کے لینے کا کچھ حق نہیں ہے اور اگر جبراً لے لے تو دیکھنا چاہیئے کہ اس نے اس مال کو مستحقین پر صرف کیا یا نہیں اگر مستحقین پر صرف کیا ہے تو خیر ورنہ ان لوگوں کو چاہیئے کہ پھر دوبارہ زکوٰۃ نکالیں اور بطور خود مستحقین پر تقسیم کریں۔ (درمختار وغیرہ)

(۱۲) اگر کوئی شخص زکوٰۃ نہ دیتا ہو تو حاکم وقت کو چاہیئے کہ اس کو قید کردے اور اس سے زکوٰۃ طلب کرے جبراً اس کے مال کو قرق کر لینا چاہیئے کیونکہ زکوٰۃ کے صحیح ہونے میں نیت شرط ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ جب اس کا مال جبراً لیا جائے گا تو وہ نیت زکوٰۃ کی نہ کرے گا۔

(۱۳) اگر کوئی شخص حرام مال کو حلال مال کے ساتھ ملادے تو سب کی زکوٰۃ اس کو دینا ہوگی۔

(۱۴) اگر کوئی شخص اپنے مال کی زکوٰۃ سال ختم ہونے سے پہلے یا کئی سال کی پیشگی دیدے تو جائز ہے۔

(۱۵) اگر کوئی شخص زکوٰۃ واجب ہوجانے کے بعد مرجائے تو اس کے مال کی زکوٰۃ نہ لی جائے گی ہاں اگر وہ وصیت کر گیا ہو تو اس کا تہائی مال زکوٰۃ میں لے لیا جائیگا۔ گو یہ تہائی پوری زکوٰۃ کو کفایت نہ کرے اور اگر اسکے وارث تہائی سے زیادہ دینے پر تیار نہ ہوں تو جس قدر وہ اپنی خوشی سے دیدیں لے لیا جائے گا۔

(۱۶) اگر کسی کو شک پیدا ہوجائے کہ اس نے زکوٰۃ دی ہے یا نہیں تو اس کو چاہیئے کہ پھر دیدے۔

(۱۷) جو دین کہ اس کا ثبوت کافی دائن کے پاس موجود ہو یا مدیون اس دین سے منکر نہ ہو اور وہ دین قوی ہو یا متوسط تو ایسی حالت میں اس دین کی زکوٰۃ دینا دائن[ع] کے ذمہ لازم ہے مگر بعد قبضہ کے دین قوی میں تو بعد چالیس درم پر قبضہ کے اور دین متوسط میں دوسو درم پر قبضہ ہونے کے بعد۔ اور اگر ضعیف ہے تو اس کی زکوٰۃ دینا لازم نہیں ہاں جب وہ قبضہ میں آجائے گا

ع۔ جو شخص کسی کو قرض دے اس کو دائن کہتے ہیں اور قرضدار کو مدیون کہتے ہیں ثبوت کافی کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر ثبوت کافی نہ ہوا اور مدیون بھی منکر ہو تو زکوٰۃ نہ دینا پڑے گی جیسا کہ اوپر مذکور ہوچکا۔

Marfat.com

اور اس پر ایک سال گذرے گا تو سنی اور مالوں کے اس کی زکوٰۃ بھی دینی ہوگی۔

دین کی تین قسمیں ہیں عـــہ، قوی، متوسط، ضعیف

قوی وہ دین ہے جو کسی کو بطور قرض کے دیا گیا ہو یا کسی ایسے مال کا عوض ہو کہ جس پر زکوٰۃ فرض ہے مثلاً کسی نے اپنی سائمہ بکریاں کسی کے ہاتھ اُدھار فروخت کی ہوں تو ان کی قیمت مشتری کے ذمہ دین قوی ہے اور اسی طرح اگر کسی اور تجارتی مال کو اُدھار فروخت کیا ہو تو اس کی قیمت بھی مشتری کے ذمہ دین قوی ہے اور جب بائع کو اس کی قیمت میں سے چالیس درم مل جائیں گے تو اسے ان مقبوضہ درموں کی زکوٰۃ اس وقت سے دینا ہوگی کہ جب سے وہ اصل مال جس کی وہ قیمت ہے اس کے پاس تھا۔

مثال کسی شخص نے اپنی سائمہ بکریاں جو اس کے پاس چھ مہینہ سے تھیں اُدھار بیچیں اور چھ مہینے کے بعد اسے دو سو درم ملے تو ان دو سو درموں کی زکوٰۃ پانچ درم اس کو فوراً دینا چاہئیں کیونکہ ان پر ایک سال کامل گذر گیا چھ مہینے تو اس کے اصل کے یعنی وہ بکریاں جو اس کے پاس رہی تھیں اور چھ مہینے مدیون کے پاس اس مال کو گذرے۔

متوسط وہ دین ہے جو ایسے مال کا عوض ہو جس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی مثلاً کسی نے اپنی خدمت کے غلام یا غیر سائمہ بکریاں کسی کے ہاتھ اُدھار بیچیں تو ان کی قیمت مشتری پر دین متوسط کی قسم سے ہے اور دین متوسط کا سال اس کی اصل کے زمانہ سے نہ رکھا جائے گا کیونکہ اس کی اصل پر تو زکوٰۃ فرض ہی نہ تھی بلکہ اس زمانہ سے رکھا جائے گا جب سے وہ مال اس نے بیچا ہے۔

ضعیف وہ دین ہے جو کسی مال کے عوض میں نہ ہو مثل دین مہر اور دین دیت اور دین کتابت اور دین خلع وغیرہ کے، اس دین کی زکوٰۃ دائن پر فرض نہیں ہاں جب وہ اس کے قبضے میں آجائے گا اور اس پر بعد قبضے کے ایک سال گذر جائیگا تب اس کی زکوٰۃ دینا ہوگی اور اگر دین نصاب سے کم ہو تو اس پر کسی حال میں زکوٰۃ فرض نہیں اگرچہ قوی یا متوسط کیوں نہ ہو ہاں اگر اس کے پاس اس کا ہم جنس نصاب کوئی چیز منعقد ہے تو یہ دین بعد قبضے کے اس اپنے ہم جنس چیز کے ساتھ ملا دیا جائیگا اور جب اس کا سال ختم ہوگا تو اس دین کی بھی زکوٰۃ دی جائے گی۔ اور اگر ایک سال کے بعد دائن اپنا دین مدیون کو معاف کردے تو پھر زکوٰۃ اس ایک سال کی اس کو نہ دینا پڑے گی، ہاں اگر وہ مدیون مالدار ہے تو اس کو معاف کرنا مال کا ہلاک کرنا سمجھا جائے گا اور دائن کو زکوٰۃ

عـــہ دین کی تین قسمیں امام صاحب کے نزدیک ہیں صاحبین کے نزدیک ہر دین میں زکوٰۃ فرض ہے ۱۲۔

Marfat.com

دینا پڑے گی کیونکہ زکوٰتی مال کے ہلاک کر دینے سے زکوٰۃ ساقط نہیں ہوتی جیسا کہ اوپر گذر چکا۔ (بحر الرائق)

اگر کسی عورت کو نکاح کے بعد پورا مہر ملجائے اور ایک سال تک اس کے قبضے میں رہے اور بعد اس کے اس کا شوہر قبل خلوت صحیحہ کے اسے طلاق دیدے اور دیئے ہوئے مہر میں سے نصف واپس کرے تو اگر وہ مہر نقد یعنی سونے چاندی کی قسم سے ہے تو اس عورت کو پورے مہر کی زکوٰۃ دینا ہوگی اور اگر وہ نقد کی قسم سے نہیں ہے تو پھر پورے مہر کی زکوٰۃ اس کے ذمہ نہ ہوگی بلکہ نصف کی ہوگی۔

(۱۸) اگر کوئی شخص اپنا مال کسی کو ہبہ کر دے اور بعد ایک سال کے رجوع کرے یعنی وہ ہبہ کی ہوئی چیز واپس کرے تو اس سال کی زکوٰۃ واہب پر ہوگی نہ موہوب پر اور ہبہ کرنے سے پہلے جتنے زمانہ تک وہ مال واہب کے قبضہ میں رہا تھا وہ زمانہ کالعدم سمجھا جائیگا' اس کا حساب نہ کیا جائے گا' مثلاً کسی نے زکوٰتی مال دس مہینے تک اپنے پاس رکھ کر کسی کو ہبہ کر دیا اور پھر چند روز کے بعد اس سے واپس لے لیا تو اب وہ پہلا زمانہ محسوب کر کے دو مہینے کے بعد اس پر زکوٰۃ دینے کا حکم نہ دیا جائیگا بلکہ جب از سر نو پورا سال گزرے گا تب زکوٰۃ واجب ہوگی۔ تب اس پر زکوٰۃ فرض ہوگی' اور اگر کوئی شخص خاصکر زکوٰۃ کے ساقط کرنے کی نیت سے یہ حیلہ کرے کہ زکوٰۃ کا سال جب ختم ہونے کے قریب آئے تو وہ مال کسی کو ہبہ کر دے پھر واپس لے لے تو اگرچہ زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی مگر یہ فعل اس کا مکروہ تحریمی[ع۵] ہوگا کیونکہ اس میں فقیروں کا نقصان اور ان کے حق کا باطل کرنا اور زکوٰۃ کے دروازہ کا بند کرنا ہے۔

عُشر یعنی زمین کی پیداوار کی زکوٰۃ کا بیان

عُشر عربی زبان میں دسویں حصہ کو کہتے ہیں اور یہاں اس سے مراد عام ہے خواہ دسواں حصہ

ع۵ امام ابو یوسف کے نزدیک اس قسم کا حیلہ کرنا مکروہ نہیں ہے بشرطیکہ نیت زکوٰۃ کے ساقط کرنے کی نہ ہو بلکہ یہ مقصود ہو کہ زکوٰۃ میرے ذمہ واجب ہی نہ ہو۔ اور اگر کوئی شخص بسبب بخل کے ایسا کرے یا اسکی نیت ہی ہو کہ مجھے زکوٰۃ نہ دینا پڑے تو ان کے نزدیک بھی مکروہ ہے بعض کوتاہ اندیشوں نے امام ابو یوسف کی نسبت لکھدیا ہے کہ وہ خود زکوٰۃ ساقط کرنے کے لئے اس قسم کا حیلہ کیا کرتے تھے یہ محض غلط ہے ۱۲۔

ہو یا اس کا نصف یعنی بیسواں حصہ یا اس کا دونا یعنی پانچواں حصہ کیونکہ بعض صورتوں میں عشر واجب ہوتا ہے جو بعض میں اس کا نصف بعض میں اس کا دونا زمین کی پیداوار سے کھیتی اور درختوں کے پھل اور شہد مراد ہے ان تمام چیزوں کا عشر نکالنا فرض ہے عشر کا ثبوت قرآن مجید سے بھی ہے اور احادیث سے بھی اور اجماع و قیاس بھی اس کی فرضیت پر دلالت کرتے ہیں

قولہ تعالیٰ انفقوا من طیبات ما کسبتم و مما اخرجنا لکم من الارض واتوا حقه یوم حصاده ترجمہ :- ہماری راہ میں اپنی پاکیزہ کمائیوں سے اور اس چیز سے جو ہم نے تمہارے لئے زمین سے پیدا کی ہے خرچ کرو **قولہ تعالیٰ** واتوا حقه یوم حصاده ترجمہ :- زمین کی پیداوار کا حق دیدو (جو) اس کے کٹنے کے دن تم پر ثابت ہوتا ہے، تمام مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ اس حق سے عُشر اور نصف عُشر مراد ہے سائمہ جانور والے نقد اور تجارتی مالوں کی زکوٰۃ میں اور عشر میں سات فرق ہیں۔

(۱) عُشر کے واجب ہونے میں کسی نصاب کی شرط نہیں [عـه] قلیل اور کثیر ہر چیز میں عشر واجب ہوتا ہے بشرطیکہ ایک صاع سے کم نہ ہو۔

(۲) اس میں یہ بھی شرط نہیں کہ وہ چیز ایک سال تک باقی رہ سکے جو چیزیں نہ باقی رہ سکیں ان پر بھی عشر واجب ہے، جیسے ترکاریاں کھیرا ککڑی، تربوزہ، خربوزہ، لیمو، نارنگی، امرود، آم وغیرہ

(۳) اس میں ایک سال کے گزرنے کی بھی قید نہیں حتیٰ کہ اگر کسی زمین میں سال کے اندر دو مرتبہ کاشت کی جائے تو ہر مرتبہ کی پیداوار میں عشر واجب ہوگا، سال میں دو مرتبہ تو اکثر زمینیں کاشت کی جاتی ہیں مگر درختوں میں سوا امرود کے کوئی درخت سال میں دو مرتبہ نہیں پھلتا اور بالفرض اگر کوئی درخت دو مرتبہ یا اس سے زیادہ پھلے تو ہر مرتبہ عُشر دینا ہوگا۔

(۴) عشر کے واجب ہونے کے لئے عاقل ہونے کی بھی شرط نہیں مجنون کے مال میں بھی عشر واجب ہے۔

(۵) بالغ ہونا بھی شرط نہیں نابالغ کے مال میں بھی عشر واجب ہے۔

عـه یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے۔ صاحبین کے نزدیک اور نیز امام شافعیؒ کے نزدیک پانچ وسق سے کم میں عشر فرض نہیں ایک وسق سات صاع کا ہوتا ہے صاع کی تحقیق اوپر گذر چکی اور امام ابوحنیفہؒ مذہب کی تحقیق تہل آثار میں آوے گی ۱۲۔

Marfat.com

(۶) آزاد ہونا بھی شرط نہیں، مکاتب اور ماذون کے مال میں بھی عشر واجب ہے۔
(۷) زمین کا مالک ہونا بھی شرط نہیں، اگر وقف کی زمین ہو یا کرایہ کی تو اس کی پیداوار پر بھی عشر واجب ہے ہاں شرط ضرور ہے کہ وہ چیز قصداً بوئی گئی ہو یا وہ خرید و فروخت کے قابل ہو اگر خودرو اور بے قیمت چیز ہو جیسے گھانس وغیرہ تو اس پر عشر نہیں، ایک چیز بعض مقامات میں قابل قدر ہوتی ہے اور اس کی خرید و فروخت کی جاتی ہے اور بعض مقامات میں وہی چیز بے قدر ہوتی ہے کوئی اس کی خرید و فروخت نہیں کرتا وہ قابل قدر ہے اس پر عشر واجب ہوگا اور جہاں بے قدر ہے وہاں نہ ہوگا اور یہ بھی شرط ہے کہ اس زمین پر خراج واجب نہ ہوگا اگر خراج واجب ہوگا تو پھر عشر واجب نہیں ہو سکتا کیونکہ دو حق ایک زمین پر واجب نہیں ہوتے۔

جو زمین کہ خراجی نہ ہو اور وہ بارش کے یا دریا کے پانی سے سینچی جائے تو اس کی پیداوار میں عشر فرض ہے اور جو زمین کنویں سے سینچی جائے خواہ بذریعہ پُر کے یا بذریعہ ڈول کے یا مول کے پانی سے تو اس کی پیداوار میں عشر کا نصف یعنی بیسواں حصہ فرض ہے۔

اور اگر کوئی زمین دونوں قسم کے پانیوں سے سینچی گئی ہو تو اس میں اکثر کا اعتبار ہوگا، یعنے اگر زیادہ تر بارش یا دریا کے پانی سے سینچی گئی ہے تو عشر دینا پڑے گا اور اگر زیادہ تر کنویں سے یا مول کے پانی سے سینچی گئی ہو تو نصف عشر دینا ہوگا اور جو دونوں قسم کے پانی برابر ہوں تو بھی نصف عشر دینا ہوگا۔

پہاڑ اور جنگل کی پیداوار میں بھی عشر ہے بشرطیکہ امام یا حاکم اسلام نے راہزنوں اور کافروں سے اس کی حمایت کی ہو۔

جس قدر پیداوار ہے اس سب کا عشر ہونا چاہیئے بغیر اس کے کہ بیج کی قیمت بیلوں کا کرایہ ہل چلانے والے باغ یا کھیت کی حفاظت کرنے والوں کی مزدوری یا کھیت کا لگان وغیرہ اس سے وضع کیا جائے۔

مثال کسی کھیت میں بیس من غلہ پیدا ہوا تو اس کو چاہیئے کہ دو من عشر میں نکال دے، اگر زمین بارش یا دریا سے سینچی گئی ہو اور جو کنویں وغیرہ سے سینچی گئی ہو تو ایک من نکالے یہ نہ کرے کہ اس بیس من غلہ سے تمام اس کے اخراجات کاشت نکالنے کے بعد جو باقی رہ جائے مثلاً دس من رہ جائے تو اس کا عشر یعنی ایک من یا نصف عشر یعنی بیس سیر نکالے۔

مسلمان پر ابتداءً خراج نہ مقرر کیا جائے گا بلکہ اس کے لائق یہی ہے کہ اس پر عشر مقرر کیا

Marfat.com

جائے کیونکہ عشر ایک قسم کی عبادت ہے اور خراج محصول ہے لیکن اگر خراجی زمین کوئی مسلمان خریدے گا تو پھر اس پر بھی خراج واجب ہو جائے گا۔

زمین کی تین قسمیں ہیں۔ عشری، خراجی، تضعیفی۔

عشری وہ زمین ہے کہ جس کو مسلمانوں نے بزور شمشیر فتح کیا ہو اور وہاں کی زمین اپنے لشکر پر تقسیم کردی ہو۔ یا وہاں کے رہنے والے اپنی خوشی سے مسلمان ہو گئے ہوں، عرب کی اور بصرہ کی زمین باوجود ان شرائط کے نہ پائے جانے کے بھی عشری ہے۔ خراجی وہ زمین ہے جس کو اہل اسلام نے بزور شمشیر نہ فتح کیا ہو اور وہاں کی زمین بذریعہ صلح کے فتح ہوئی ہو، عراق کی زمین باوجود ان شرائط کے نہ پائے جانے کے بھی خراجی ہے۔

تضعیفی وہ عشری زمین ہے جو کسی بنی تغلب[ؑ] کے نصرانی کے قبضہ میں ہو، تضعیفی اس کو اس سبب سے کہتے ہیں کہ بنی تغلب کے نصرانیوں کو عشری زمین کے پیداوار میں عشر کا ضعف (دونا) یعنی کل پیداوار کا پانچواں حصہ دینا ہوتا ہے، مسلمان اگر عشری زمین کو خریدے گا تو اس کے پاس بھی عشری رہے گی اور خراجی کو خریدیگا تو اس کے پاس بھی خراجی رہے گی اور جو تضعیفی کو خریدے گا تو اس کے پاس بھی تضعیفی رہے گی، تغلبی اگر عشری زمین کو خریدیگا تو اس کی ملک میں آتے ہی تضعیفی ہو جائیگی اور جو خراجی کو خریدے گا تو خراجی رہے گی اور جو تضعیفی کو خریدیگا تو وہ بھی تضعیفی رہیگی اور اگر کوئی ذمی خراجی یا تضعیفی زمین کو خریدیگا تو بدستور اس کے پاس بھی خراجی اور تضعیفی رہے گی اور جو عشری زمین خریدے گا تو وہ اس کے ملک میں آتے ہی خراجی ہو جائے گی۔

مگر جس وقت یہ عشری زمین جو اس کے ملک میں آنے سے خراجی ہوگئی ہے بذریعہ حق شفعہ کے کسی مسلمان کے ملک میں چلی جائے گی تو پھر عشری ہو جائے گی اسی طرح اگر کوئی کافر مسلمان سے عشری زمین مول لے اور پھر یہ سبب بیع کے فاسد ہونے یا خیار شرط یا خیار رویت کے ذریعہ سے اسی مسلمان کے پاس واپس آجائے تو عشری ہی رہے گی اور جو خیار عیب کے سبب سے

[ؑ] بنی تغلب عرب کا ایک قبیلہ ہے اس قبیلہ کے نصرانیوں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ معاہدہ کیا تھا کہ جس قدر مسلمانوں سے لیا جاتا ہے اس کا دونا ان سے لیا جائیگا اسی واسطے ابتک وہ قاعدہ جاری ہے یہ مسئلہ اگرچہ ہندوستانیوں کے لئے بیکار ہے کیونکہ وہ قوم ہی نہیں اور ہو بھی تو کیا عشر لینا تو بادشاہ کا کام ہے مگر صرف علم کی غرض سے یہ مسئلہ لکھ دیا گیا ۱۲

Marfat.com

واپس کی جائے تو اس میں شرط ہے کہ قاضی کے حکم سے واپس ہو تو عشری رہے گی اور جو بے حکم قاضی کے واپس کی جائے تو خراجی ہو جائے گی۔

ہندوستان کی زمینیں جو مسلمانوں کے قبضہ میں ہیں ان کی نو حالتیں ہیں:

(۱) بادشاہان اسلام کے وقت سے موروثی ہیں۔

(۲) موروثی ہیں مگر بادشاہی وقت سے نہیں اور معلوم نہیں کیونکر قبضے میں آئیں۔

(۳) مسلمانوں نے مسلمانوں سے مول لی ہیں اور ان بیچنے والے مسلمانوں نے بھی مسلمانوں سے مول لی ہیں۔

(۴) مسلمانوں نے مسلمانوں سے مول لی ہیں مگر یہ معلوم نہیں کہ ان بیچنے والے مسلمانوں نے کس سے مول لے لیں۔

(۵) سرکار انگلشیہ نے بطور معافی کے عنایت کی ہیں اور وہ اس سے پہلے مسلمانوں کے ملک میں تھیں۔

(۶) سرکار انگلشیہ نے بطور معافی کے عنایت کی ہیں اور معلوم نہیں کہ وہ اس سے پہلے کس کی ملک میں تھیں۔

(۷) مسلمانوں نے مسلمانوں سے مول لیں اور ان بیچنے والے مسلمانوں نے غیر مسلم سے مول لی تھیں۔

(۸) مسلمانوں نے غیر مسلم سے مول لیں۔

(۹) سرکار انگلشیہ نے بطور معافی کے عنایت کیں اور وہ اس سے پہلے غیر مسلم کی مملوکہ تھیں۔

پہلی پانچوں صورتوں میں ان زمینوں کی پیداوار پر اگر وہ بارش یا دریا کے پانی سے سینچی جائیں تو عشر فرض ہے اور جو مول کے پانی سے یا کنویں سے سینچی جائیں تو نصف عشر فرض ہے کیونکہ ان سب صورتوں میں یہ زمینیں یا تو مملوکہ اہل اسلام ہیں یا کچھ معلوم نہیں نہ معلوم ہونے کی صورت میں بھی انہیں کی مملوکہ سمجھی جائیں گی کیونکہ انھیں کی سلطنت تھی اور مسلمانوں کی مملوکہ زمینوں پر عشر یا نصف عشر ہی فرض ہوتا ہے اور آخیر کی چار صورتوں میں ان زمینوں کی پیداوار پر عشر لازم نہیں بلکہ وہ زمینیں خراجی ہیں یعنی اگر بادشاہ اسلام ہوتا تو ان پر خراج ہوتا سرکاری مالگزاری جو دی جاتی ہے یہ عشر میں محسوب نہیں ہو سکتی کیونکہ عشر کے مصارف میں صرف نہیں کی جاتی پس اس کے دینے سے عشر ساقط نہ ہوگا اگر کوئی ذمی کافر اپنے گھر یا افتادہ زمین کو باغ یا کھیت بنالے تو وہ خراجی ہے اگر کوئی مسلمان اپنے گھر یا افتادہ زمین کو باغ یا کھیت بنائے تو اگر سینچائی خراج کے پانی سے کرے تو خراجی ہے

Marfat.com

اور اگر دونوں سے سینچے تب بھی وہ عشری ہوگی اور اگر عشر کے پانی سے کرے تو عشری ہے اگرچہ خراج کا پانی زیادہ ہو (درمختار وغیرہ)

خراجی وہ پانی ہے جس پر پہلے کفار کا قبضہ ہوا در پھر اہل اسلام نے بزور اس کو اپنے قبضہ میں لے لیا ہو اور جو ایسا نہ ہو وہ عشری ہے جیسے بارش کا پانی اور ان کنووں، چشموں کا پانی جو کسی کے قبضہ میں نہ ہو، گھر میں قبرستان میں اور تیل وغیرہ کے چشمے میں کچھ بھی واجب نہیں، جب کھیتی اور درخت پھل جائیں اور ان کے پھل عادتاً استعمال کے قابل ہو جائیں تو ان پر عشر واجب ہو جاتا ہے خواہ وہ پکے ہوں یا نہیں، کٹنے کے قابل ہوں یا نہیں، بعض غلے قبل پکنے کے استعمال میں آنے لگتے ہیں مثل نخود اور بڑی جوار وغیرہ کے۔ اسی طرح بعض درختوں کے پھل بھی مثل آنبہ کے کہ کچے پن ہی میں چٹنی اچار کے کام آنے لگتے ہیں پس جس وقت سے جو غلہ اور جو پھل عادتاً قابل استعمال ہو جائے اسی وقت سے اس پر عشر واجب ہے۔

جس غلہ اور جس پھل پر عشر واجب ہو گیا ہو اس کا استعمال بغیر عشر ادا کئے جائز نہیں اور اگر کوئی شخص استعمال میں لائے گا تو اسے تاوان دینا پڑے گا، جس شخص پر عشر قرض ہو اور وہ بغیر ادا کئے ہوئے عشر کے مرجائے تو اس کے مال متروکہ سے عشر لیا جائیگا خواہ وہ وصیت کر گیا ہو یا نہیں۔ (درمختار وغیرہ)

کوئی شخص باوجود قدرت کے کسی عشری زمین میں کاشت نہ کرے تو اس کو عشر دینا پڑے گا بخلاف خراج کے۔

اگر کوئی شخص اپنی کھیتی یا پھلا ہوا باغ بیچ ڈالے تو اگر قبل پکنے کے بیچا ہے تو عشر مشتری کے ذمے ہوگا اور اگر پکنے کے بعد بیچا ہے تو عشر بائع کے ذمہ ہوگا۔

کرایہ کی زمین میں عشر کرایہ دار[عہ] پر ہوگا جو اس کی کاشت کرتا ہے، نہ مالک پر۔ اسی طرح عاریت کی زمین پر عشر عاریت لینے والے پر ہوگا نہ عاریت دینے والے پر (درمختار وغیرہ)

اگر دو آدمی شرکت میں کھیتی کریں تو دونوں پر[عسہ] عشر ہوگا خواہ بیج ان میں سے ایک ہی کا ہو (درمختار وغیرہ)

عہ یہ صاحبین کا مذہب ہے اسی پر اکثر متقدمین کا فتویٰ ہے اور یہی قواعد کے موافق ہے کیونکہ عشر پیداوار پر ہوتا ہے اور مالک پیداوار کا بھی مالک ہے امام صاحب کے نزدیک زمین کے مالک پر عشر فرض ہے بعض متاخرین نے ان کے قول پر بھی فتویٰ دیا ہے مگر ترجیح صاحبینؒ ہی کے قول کو معلوم ہوتی ہے واللہ اعلم ۱۲۔

عسہ یہ مذہب صاحبین کا ہے فتویٰ اسی پر ہے ۱۲۔

عشر میں بھی اختیار ہے کہ خواہ خود وہ چیز دے جس پر عشر واجب ہوا ہے خواہ اس کے بدلے میں قیمت دیدے۔

ساعی اور عاشر کا بیان

آنحضرت علیہ السلام اپنے مسعود زمانے میں زکوٰۃ کی تقسیم کا انتظام خود بنفس نفیس فرماتے تھے تمام مسلمانوں کی زکوٰۃ کسی خاص شخص کے ذریعہ سے تحصیل فرماکر بطور خود مستحقین پر صرف کیا کرتے تھے اور جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو آپ نے یمن کا قاضی بناکر بھیجا تھا تو ان کو بھی یہی حکم دیا تھا کہ مسلمانوں کی زکوٰۃ تم خود وصول کرکے فقراء پر تقسیم کرنا اور اسی پر خلفائے راشدین کا عمل رہا اور اس کے بعد بادشاہان اسلام نے بھی اس پر عمل کیا خلفائے عباسیہ وغیرہ تک اس امر کا بہت کچھ چلنا ہے اور ہر قسم کی زکوٰۃ اور صدقہ کا بیت المال یعنی خزانہ علیحدہ رہا کرتا تھا مثلاً خمس کا بیت المال علیحدہ رہتا تھا اس میں غنیمت کے مالوں کا پانچواں حصہ اور دفینوں وغیرہ کا پانچواں حصہ جو اللہ کی راہ میں لیا جاتا ہے رہتا تھا اس میں زکوٰۃ اور عشر کا بیت المال علیحدہ ہوتا تھا خراج اور جزیہ کا بیت المال جدا ہوتا تھا اور جس شخص کو زکوٰۃ کی تحصیل کے لئے مقرر کرتے تھے اور وہ مسلمانوں کے گھر جاکر زکوٰۃ وصول کرکے لاتا تھا اس کو ساعی کہتے تھے اس ساعی کی تنخواہ اسی زکوٰۃ کے مال سے دی جاتی تھی جیسا کہ قرآن مجید میں مذکور ہے اور آئندہ بیان ہوگا ایک دوسرا طریقہ اور تھا کہ عام شاہراہوں پر جس طرف سے تاجروں کی آمد و رفت رہتی تھی امام یعنی حاکم وقت کی طرف سے ایک شخص مقرر کردیا جاتا تھا جو ان کے مالوں کی رہزنوں سے حفاظت کیا کرتا تھا اور ان کے تجارتی مالوں سے بشرطیکہ وہ بقدر نصاب ہوں اور ایک سال ان پر گذر چکا ہو اور قرض سے محفوظ ہوں ایک خاص حصہ لیا کرتا تھا یعنی مسلمانوں سے چالیسواں حصہ ذمی کافروں سے بیسواں حصہ حربی کافروں سے دسواں حصہ اور اگر یہ معلوم ہوجاتا کہ حربیوں نے مسلمان تاجروں سے جو ان کے ملک میں گئے تھے اس سے زیادہ یا کم لیا تھا تو ان سے بھی اسی قدر لیا جاتا تھا ہاں اگر یہ معلوم ہوتا کہ وہ مسلمانوں کا سب مال لے لیتے ہیں تو ان کے ساتھ ایسا نہ کیا جاتا تھا کیونکہ یہ ظلم صریح ہے اور اگر یہ معلوم ہوجاتا تھا کہ وہ لوگ مسلمانوں سے کچھ نہیں لیتے ہیں تو پھر ان سے بھی کچھ نہ لیا جاتا تھا۔

اس شخص کو جو ان شاہراہوں پر بیٹھکر تاجروں کے مال سے حصہ لیتا تھا عاشر کہتے تھے یہ عاشر جو کچھ وصول کرتا تھا امام یعنی حاکم وقت کے پاس بھیج دیتا تھا اور وہ زکوٰۃ کے بیت المال میں جمع

Marfat.com

رہنا تھا اور عند الضرورت مستحقین پر صرف ہوتا تھا تاہم ملے عاشر کے احکام نہایت اجمالی سے بلکہ کچھ بھی نہیں بیان کئے، ہم کو صرف یہ بتانا منظور تھا کہ عاشر کس کو کہتے ہیں اس کے احکام کی ضرورت ہم کو آج کل نہیں ہے اس لئے کہ بدنصیبی سے ہم ان مبارک ازمنہ سے جن میں احکام شرعیہ پر عمل ہوتا تھا بہت بعد پیدا ہوتے ہیں۔

اب وہ زمانہ ہے کہ مسلمان کو خود اس کا انتظام کرنا چاہیئے ہر شخص اپنی زکوٰۃ خود قواعد شرعیہ کے لحاظ سے نکالے اور خود اپنے طور پر مستحقین پر صرف کرے خود اپنے ہی صندوقچہ کو زکوٰۃ کا بیت المال بنائے یعنی زکوٰۃ کا سال جس وقت ختم ہو یا عشر جس وقت واجب ہو فوراً اگر مستحقین دستیاب ہو جائیں تو اسی وقت تقسیم کردے ورنہ اس کو صندوقچہ میں علیحدہ جمع رکھے جس وقت مستحقین مل جائیں اس مال کو صرف کرتا رہے اس زمانہ میں جو لوگ مستعدی سے قواعد شریعت قادسہ پر عمل کرتے ہیں ان کے لئے بڑا اجر ہے جیسا کہ احادیث صحیحہ میں بصراحت وارد ہو گیا ہے، اللہ ہم سب کو توفیق دے۔آمین بالنبی الامین۔

زکوٰۃ اور عشر کے مستحقین کا بیان

جس طرح اللہ پاک نے قرآن مجید میں زکوٰۃ کا اتنا بڑا اہتمام فرمایا ہے کہ نماز جیسی عبادت کے ساتھ اس کو بتیس[۳۲] جگہ ذکر فرمایا ہے اور اس کے علاوہ بھی جا بجا اس کی تاکید و فضیلت کے بیان کو اپنے مقدس کلام سے زینت دی ہے اسی طرح حق سبحانہ نے زکوٰۃ کے مصارف بھی بیان فرما دیئے ہیں اور جن جن لوگوں کو زکوٰۃ کا مال لینے کا استحقاق ہے ان کی پوری تفصیل بیان کردی ہے فقہا نے جو کچھ لکھا ہے سب اسی ایک آیت کی تفسیر ہے انما الصدقات للفقراء والمساکین والعاملین علیھا والمولفة قلوبھم وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل اللہ وابن السبیل ترجمہ:- صدقہ (کے مال) توصرف فقیروں اور مسکینوں کے لئے ہیں اور عاملوں کے لئے اور ان لوگوں کے لئے جن کی تالیف قلب کی جائے اور غلاموں (کی آزادی) میں خرچ کرنے کے لئے، اور قرض داروں کے (قرض ادا کروانے) کے لئے اور اللہ کی راہ میں (خرچ کرنے کے لئے) اور مسافر کے لئے۔

اس آیت میں صدقات سے صدقات واجبہ[ع] مراد ہیں صدقات نافلہ کا ان لوگوں کے سوا دوسروں کو دینا بھی جائز ہے جیسا کہ عنقریب واضح ہوگا اس آیت میں آٹھ قسم کے لوگ بیان ہوئے ہیں جن

[ع] صدقات کی دو قسمیں ہیں واجب اور نفل۔ واجب وہ صدقات ہیں جن کی فرضیت (باقی صفحہ ۴۸۹ پر دیکھئے)

Marfat.com

کو صدقہ کا مال دینا چاہیئے اور ان کے سوا کسی اور کو دینا جائز نہیں۔ فقیر مسکین عاملین صدقہ۔ مولفۃ القلوب۔ غلام قرضدار۔ فی سبیل اللہ مسافر ان آٹھ قسموں میں مولفۃ القلوب کا حصہ عنہ حنفیہ کے نزدیک ساقط ہو گیا ہے لہذا ان کے نزدیک سات قسمیں رہ گئیں جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔ فقیر وہ شخص ہے جو کسی ایسے مال کے نصاب کا مالک نہ ہو جس پر زکوٰۃ فرض ہوتی ہے مگر بالکل تہی دست بھی نہ ہو۔

مسکین وہ شخص ہے جس کے پاس کچھ بھی نہ ہو حتی کہ دوسرے وقت کا کھانا بھی۔

عاملین صدقہ وہ لوگ ہیں جو زکوٰۃ کی تحصیل کے لئے حاکم اسلام کی طرف سے مقرر ہوں عاشر بھی ان میں داخل ہیں ان لوگوں کی تنخواہ زکوٰۃ کے مال سے دی جائے گی اور تنخواہ کی مقدار ہر شخص کے کام کے موافق حاکم وقت کی تجویز سے مقرر ہوگی۔ اس قدر کہ اس کو اور اس کے متعلقین کو کافی ہو سکے اور اگر صدقات کے مال جو اس نے جمع کئے ہیں اس کی تحویل سے ہلاک ہو جائیں تو

(بقیہ صفحہ ۴۸۸) یا وجوب شریعت سے ثابت ہو جیسے زکوٰۃ اور عشر اور صدقۂ فطر اور نذر کئے ہوئے صدقے اور ان کے علاوہ جو اپنی طرف سے کوئی شخص صدقہ دے تو وہ نفل ہے ۱۲۔

عہ شروع اسلام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کچھ لوگوں کو تالیف قلب کے لئے صدقات کے مال دیتے تھے کچھ لوگ تو کافر تھے جن کے دینے سے مقصود یہ تھا کہ ان کے دل میں اسلام کی محبت پیدا ہو اور وہ مسلمان ہو جائیں اور کچھ کافروں کو اس غرض سے دیا جاتا تھا کہ وہ شر و فساد نہ کریں اور کچھ لوگ نو مسلم ضعیف الایمان تھے ان کو اس لئے دیا جاتا تھا کہ ان کے دل میں اسلام کی جڑ مضبوط ہو جائے ۱۲۔

عہ امام مالک کا بھی یہی مذہب ہے اور یہی مذہب اکابر صحابہ سے منقول ہے حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت صدیق ہی کے زمانۂ خلافت سے مولفۃ القلوب کو صدقہ دینا موقوف کرا دیا تھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آخر عمر کی حدیث سے کہ جب آپ نے معاذ رضی کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجا تھا اسی مذہب کی تائید ہوتی ہے کیونکہ آپ نے ان سے فرمایا تھا کہ مالدار مسلمانوں سے صدقہ لے کر فقیر مسلمانوں کو دینا مولفۃ القلوب کا ذکر آپ نے ان سے نہیں کیا امام شافعی اس کے مخالف ہیں وہ فرماتے ہیں کہ یہ حکم اب بھی باقی ہے اگر ضرورت ہو تو اب بھی تالیف قلب کے لئے صدقات کا مال کافروں کو دیا جا سکتا ہے ۱۲۔

عہ مسکین کی یہ تعریف حنفیہ کے نزدیک ہے ان کے نزدیک مسکین کا درجہ فقر میں فقیر سے بڑھا ہوا ہے اور بعض ائمہ کے نزدیک مسکین اور فقیر میں کچھ فرق نہیں اور بعض کے نزدیک فقیر کا درجہ فقر میں مسکین سے زیادہ ہے ۱۲۔

Marfat.com

پھر اس کو کچھ نہ ملے گا، خاندان بنی ہاشم کے لوگ اگر عامل مقرر کئے جائیں تو جائز[عـــہ] ہے مگر ان کی تنخواہ زکوٰۃ اور عشر کے مال سے نہ دی جائے کیونکہ اس قسم کا مال لینا ان کو مکروہ تحریمی ہے مگر ان کی تنخواہ کسی ایسے روپیہ سے دی جائے جس کا لینا ان کو جائز ہو۔

غلام یعنی مکاتب[عـــہ] بشرطیکہ وہ کسی ہاشمی کے ملک میں نہ ہو خواہ اس کا آقا غنی ہو یا فقیر ہر سال میں اس کو دینا جائز ہے تاکہ وہ اپنے آقا کو دیکر آزادی حاصل کرلے قرضدار یعنی وہ شخص جس پر کسی کا قرض چاہتا ہو اور اس کے پاس اقدر مال نہ ہو کہ اس قرض کو ادا کرے تو اس کو صدقات کا مال دیدیا جائے تاکہ وہ اپنے قرض خواہ کا قرض ادا کرکے اس بار عظیم سے سبکدوش ہو جائے۔

فی سبیل اللہ یعنی اللہ کی راہ میں مجاہد لوگ مفلسی کے سبب سے لشکر اسلام کے ساتھ جہاد کے لئے نہ جاسکتے ہوں اور جو لوگ بارادۂ حج اپنے گھر سے نکلے ہوں اور اثنائے راہ میں کسی سبب سے مفلس ہو جائیں کہ حج کے لئے نہ جاسکیں اور جو لوگ طلب علم کرتے ہوں اور بے سامانی اور افلاس ان کو پریشان کر رہا ہو یہ سب لوگ اس میں داخل ہیں[سہ] اور ان سب کو صدقات کے مال دیئے جاسکتے ہیں۔

مسافر یعنی وہ شخص جس کے ملک میں مال ہو مگر بالفعل اس کے قبضے میں نہ ہو خواہ اس سبب سے کہ وہ اپنے وطن سے باہر ہو جہاں اس کا مال ہے یا اس سبب سے کہ اس کا مال کسی دوسرے پر قرض ہو اور وہ اس کے لینے پر قادر نہ ہو یا اور کوئی صورت ایسی ہو کہ اس کا مال اس کے قبضے سے نکل گیا ہو اور بالفعل اس کے قبضے میں نہ آسکتا ہو، یہ معنی مسافر کے تعمیماً بیان کئے گئے ہیں ورنہ حقیقت یہ ہے کہ مسافر اس کو کہتے ہیں جو اپنے وطن سے باہر ہو۔

زکوٰۃ دینے والے کو اختیار ہے کہ ان اقسام میں سے جس قسم کو چاہے اپنی زکوٰۃ کا مال دیدے

عـــہ بعض فقہا کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ ہاشمی کا عامل مقرر کرنا جائز ہی نہیں مگر یہ صحیح نہیں جیسا کہ شامی وغیرہ میں بتصریح موجود ہے ۱۲۔

عـــہ یہ مذہب حنفیہ کا ہے ان کے نزدیک غلام سے یہی خاص قسم غلام کی مراد ہے اور یہی اکثر اہل علم کا مذہب ہے، امام حسن بصری رحمۃ اللہ سے بھی یہی منقول ہے مکاتب کے سوا اور کسی قسم کے غلام کو زکوٰۃ کا مال دینا حنفیہ کے نزدیک جائز نہیں ہے نہ زکوٰۃ کے مال سے غلاموں کا مول لے کر آزاد کرنا درست ہے ۱۲۔

سہ بعض فقہا نے اس میں خلاف کیا ہے کہ فی سبیل اللہ سے صرف مجاہدین مراد ہیں مگر صحیح یہ ہے کہ جو شخص اللہ کی عبادت اور دین کے کاموں میں کوشش کرتے ہوں اور وہ مفلس ہوں تو وہ سب فی سبیل اللہ میں داخل ہیں جیسا کہ ردالمحتار وغیرہ میں بصراحت موجود ہے ۱۲

Marfat.com

یہ ضروری نہیں کہ ان تمام اقسام کو دے۔ عـــہ

زکوٰۃ کا مال ان مصارف کے سوا اور کسی کام میں نہ صرف کیا جائے کسی میت کا کفن اس مال سے نہ بنائے، نہ میت کا قرض اس مال سے ادا کیا جائے۔ نہ ان سے مسجد وغیرہ بنائی جائے، اسی طرح زکوٰۃ کے مال سے غلاموں کو مول لے کر آزاد کرنا بھی صحیح نہیں کیونکہ ان سب صورتوں میں کسی فقیر کو مال کا مالک نہیں بنایا جاتا اور زکوٰۃ کے صحیح ہونے میں یہ شرط ہے کہ کسی فقیر کو اس کا مالک بنادیا جائے جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے۔

زکوٰۃ کا مال کسی ایک شخص کو نہ دینا چاہیے جس سے زکوٰۃ دینے والے کو ابوت یا بنوت کا تعلق ہو لیس اپنے باپ دادا پر دادا وغیرہ اور دادی پردادی وغیرہ اور ماں اور ماں کے باپ دادا پر دادا وغیرہ کو نہ دے اور اپنے بیٹے اور پوتے پرپوتے اور بیٹی اور نواسی نواسے وغیرہ کو بھی نہ دے اور اسی طرح اس کو بھی نہ دینا چاہیے جس سے زوجیت کا تعلق ہو لیس شوہر اپنی بی بی کو اور بی بی اپنے شوہر کو زکوٰۃ کا مال نہ دے، عورت اگر مطلقہ ہو مگر عدت کے اندر ہو تو اس کو بھی زکوٰۃ کا مال نہ دے ہاں بعد عدت کے چونکہ زوجیت کا تعلق باقی نہیں رہتا اس لئے اس وقت دینا جائز ہے۔ اور اسی طرح اس کو بھی نہ دے جس سے ملکیت کا تعلق ہو لیس اپنی لونڈی اور غلام کو زکوٰۃ نہ دے اگرچہ اس کو مکاتب عـــہ یا مدبر عـــہ کر چکا ہو۔ ان سب لوگوں کو زکوٰۃ کا مال دینا اس سبب سے ناجائز ہے کہ یہ لوگ ایک اعتبار سے زکوٰۃ دینے والے سے متحد ہیں لیس ان کو زکوٰۃ دینا گویا اپنی ہی ذات کو نفع پہونچانا ہے اور زکوٰۃ کے مال سے خود منتفع ہونا جائز نہیں۔ مذکورہ بالا اعزہ لـلـعـہ کے سوا اور عزیزوں کو زکوٰۃ کا مال دینا جائز ہے بلکہ بہتر یہ ہے کہ جہاں تک اپنے اعزہ میں صاحب حاجت لوگ ملیں غیر کو نہ دے جب اعزہ میں کوئی صاحب حاجت نہ ملے تو اپنے دوستوں کو جو محتاج ہوں دے اور ان کے بعد پڑوسیوں کا حق ہے۔

عـــہ یہ حنفیہ کا مذہب ہے امام شافعیؒ کے نزدیک تمام قسموں کے تین تین آدمیوں کو دینا ضروری ہے۔

عـــہ اصل وجہ اس کی یہی ہے کہ آیت میں رقاب کے لفظ سے جس کے معنی غلام کے ہیں حنفیہ کے نزدیک صرف مکاتب مراد ہے۔ ۱۲۔ عـــہ مکاتب وہ غلام ہے جس کو اس کے آقا نے لکھدیا ہو کہ یہ اگر اس قدر مال ادا کردے تو آزاد ہے اور مدبر وہ غلام ہے جس کی نسبت اس کے آقا نے کہدیا ہو کہ میرے مرنے کے بعد یہ آزاد ہے ۱۲۔

لـلـعـہ ان لوگوں کو زکوٰۃ کا مال دینا تو ناجائز ہے مگر ان کی خبرگیری اور ان کی کفالت شریعت کی طرف سے ہر شخص پر لازم کردی گئی ہے ۱۲۔

Marfat.com

مگر یہ خیال ہو کہ اس کے اعزہ زکوٰۃ کا روپیہ دینے سے برا مانیں گے تو ان کو نہ بتائیے کہ میں تم کو زکوٰۃ کا مال دیتا ہوں کیونکہ زکوٰۃ کی صحت میں یہ شرط نہیں کہ جس کو دیا جائے اس سے بھی یہ کہدیا جائے کہ یہ زکوٰۃ کا مال ہے بلکہ اس کی بہت عمدہ صورت یہ ہے کہ برسم عیدی یا اور کسی خوشی کی تقریب میں اپنے اعزہ کے لڑکوں کو زکوٰۃ کا روپیہ دیدے اس طرح ان کو ہرگز خیال بھی نہ ہوگا کہ یہ زکوٰۃ کا روپیہ ہے۔ مگر اس میں شرط ہے کہ وہ لڑکے سمجھدار ہوں نا سمجھ بچے کو زکوٰۃ کا مال درست نہیں (درالمختار۔ ردالمختار)

اسی طرح اگر کوئی شخص کسی کو کچھ ہدیہ دے جیسے امراء کے یہاں پہلے پہل کے پھل کی ڈالی لگائی جاتی ہے تو اس ڈالی لگانے والے کو زکوٰۃ کے مال سے دینا درست ہے بشرطیکہ اس میں مستحقین کے اوصاف پائے جاتے ہوں۔ اور اس کی ڈالی کا عوض نہ سمجھے۔ (ردالمختار وغیرہ)

مالدار کو اور اس کے غلام کو زکوٰۃ کا مال دینا جائز نہیں ہاں اس کے مکاتب غلام کو دینا جائز ہے اور اس کے اس ماذون غلام کو بھی دینا جائز ہے جس پر اس قدر قرض ہو جو اس کی قیمت اور اس کے مال سے زیادہ ہو۔ مالدار سے وہ شخص مراد ہے جس کے پاس اصلی ضرورتوں سے زائد مال ہو اور وہ تمام مال کم ازکم بقدر نصاب ہو۔

بنی ہاشم[عہ] کے تین خاندان کے لوگوں کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں، حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اولاد کو، حارث کی اولاد کو، ابو طالب کی اولاد کو، سادات بنی فاطمہ اور سادات علویہ اس تیسرے خاندان میں داخل ہیں کیونکہ وہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی اولاد ہیں اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ابو طالب کے بیٹے ہیں ان خاندانوں کے غلاموں کو بھی زکوٰۃ کا مال نہ دینا چاہیے ہاں صدقات واجب یعنی زکوٰۃ، عشر اور صدقۂ فطر کے سوا اور قسم کے صدقات سے ان کی مدد کرنا جائز ہے۔

کافروں کو بھی صدقات کا مال دینا جائز نہیں ہاں اگر ذمی کافر ہو تو اس کو زکوٰۃ عشر خراج کے سوا اور صدقات کا دینا جائز ہے۔

اگر کوئی شخص اپنے غالب گمان میں کسی شخص کو زکوٰۃ کا مستحق سمجھ کر زکوٰۃ کا مال دیدے اور بعد

عہ ہاشم عبدالمطلب کے والد یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پردادا کا نام ہے علاوہ عبدالمطلب کے انکے تین بیٹے اور تھے مگر نسل صرف عبدالمطلب سے جاری ہوئی عبدالمطلب کے بارہ بیٹے تھے جن میں سے صرف ان تین بیٹوں کی اولاد کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے۔ عباسؓ۔ حارثؓ۔ ابوطالبؓ۔ ۱۲

Marfat.com

میں یہ ظاہر ہو کہ وہ اپنا ہی غلام تھا یا مکاتب یا کافر حربی یا کافر مستامن تو اس کو چاہیئے کہ پھر دوبارہ زکوٰۃ ادا کرے اور اگر یہ ظاہر ہو کہ وہ مالدار تھا یا ذمی کافر تھا یا اس کا باپ یا بیٹا تھا یا اس کی بی بی تھی یا بنی ہاشم کے ان خاندانوں میں سے تھا جن کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں تو پھر دوبارہ دینے کی ضرورت نہیں ہاں اگر بغیر غالب گمان کے دیدے تو ان صورتوں میں پھر دوبارہ زکوٰۃ دینے کی ضرورت ہوگی۔ (درمختار وغیرہ)

کسی فقیر کو زکوٰۃ کا مال بقدر نصاب یا اس سے زیادہ دینا مکروہ ہے مگر اس صورت میں کہ وہ قرضدار ہو یا اس کے لڑکے بالے بہت ہوں۔

زکوٰۃ کا مال دوسرے شہر میں بھیجنا مکروہ ہے مگر اس صورت میں کہ اس کے اعزہ محتاج ہوں اور دوسرے شہر میں رہتے ہوں یا اس شہر سے دوسرے شہر میں زیادہ محتاج لوگ ہوں یا وہ لوگ بہ نسبت یہاں کے لوگوں کے پرہیزگار زیادہ ہوں جو شخص دار الحرب میں رہتا ہو اس کو اپنی زکوٰۃ کا دار الاسلام میں بھیجنا مکروہ نہیں کیونکہ دار الاسلام کے فقرا زیادہ استحقاق رکھتے ہیں۔ اسی طرح طالب علم کے واسطے بھی زکوٰۃ کا ایک شہر سے دوسرے شہر میں بھیجنا مکروہ نہیں۔ اور اگر سال کے تمام ہونے سے پہلے کوئی شخص زکوٰۃ دے تو اس کا ایک شہر سے دوسرے شہر میں بھیجنا کسی حال میں مکروہ نہیں۔

علاوہ فرض صدقات یعنی زکوٰۃ اور عشر کے اگر کوئی شخص نذر مانے کہ اگر میرا فلاں کام ہو جائے گا تو میں اللہ کے لئے اس قدر صدقہ دوں گا۔ تو یہ صدقہ واجب ہے اور جس قسم کے لوگوں کے دینے کی اس میں نیت کی جائے اسی قسم کے لوگوں کو دیا جائے گو وہ صدقہ کا استحقاق باعتبار آیت کے نہ رکھتے ہوں

فرض و واجب صدقات کے علاوہ صدقہ دینا اسی وقت میں مستحب ہے جبکہ مال اپنی ضرورتوں اور اپنے اہل و عیال کی ضرورتوں سے زائد ہو ورنہ مکروہ ہے اسی طرح اپنے کل مال کے صدقہ میں دیدینا بھی مکروہ ہے ہاں اگر وہ اپنے نفس میں توکل اور صبر کی صفت بہ یقین جانتا ہو تو پھر مکروہ نہیں بلکہ بہتر ہے۔

جو شخص نفل صدقہ دے اس کے لئے افضل ہے کہ اس کا ثواب تمام مسلمانوں کی ارواح کو بخشدے کیونکہ اس سے خود اس کا ثواب کم نہ ہوگا اور تمام مسلمانوں کو اس کا فائدہ پہونچے گا۔ اس فائدہ رسانی کا ثواب ان شاء اللہ اس کو علاوہ ملے گا۔

Marfat.com

رکاز کا بیان

رکاز اس مال کو کہتے ہیں جو زمین کے نیچے پوشیدہ ہو خواہ اس کو کسی نے گاڑا ہو جیسے روپیہ پیسہ وغیرہ کو لوگ گاڑتے ہیں یا خود وہیں پیدا ہوا ہو مثل کان وغیرہ کے قسم اول کو کنز کہتے ہیں اور قسم دوم کو معدن۔

اگر کوئی مسلمان یا ذمی دارالاسلام کی کسی زمین میں معدن پاجائے اور وہ معدن ایسی منجمد چیز کا ہو جو آگ میں ڈالنے سے نرم ہو جاتی ہو۔ جیسے لوہا۔ چاندی۔ سونا۔ رانگا۔ پارہ^ع وغیرہ تو دیکھنا چاہیئے کہ وہ زمین کسی کی مملوک ہے یا نہیں اور اگر ہے تو کسی ایک کی یا تمام مسلمانوں کی۔ اگر کسی کی مملوک نہیں ہے تو اس معدن کا پانچواں حصہ بیت المال کا ہے اور چار حصے پانے والے کے ہیں اور اگر کسی ایک کی مملوک ہے تو ایک حصہ بیت المال کا اور چار حصے مالک کے اور اگر تمام مسلمانوں کی مملوک ہے تو وہ سب مال بیت المال میں رہے گا۔ کیونکہ بیت المال تمام مسلمانوں کا خزانہ ہے۔

اگر معدن میں کوئی ایسی چیز نکلے جو منجمد نہ ہو جیسے تیل وغیرہ یا آگ میں ڈالنے سے نرم نہ ہوتی ہو جیسے جواہرات وغیرہ تو ان میں بیت المال کا کچھ بھی حصہ نہیں ہے بلکہ وہ سب پانے والے کا ہے۔

اسی طرح اگر کسی کے گھر میں یا دوکان میں کوئی معدن نکل آئے تو وہ بھی کل اسی کا ہے۔ بیت المال کا اس میں کچھ بھی حصہ نہیں ہے۔

اگر کسی مسلمان یا ذمی کو کنز مل جائے تو اس بات کے دریافت کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے کہ وہ مسلمانوں کا گاڑا ہوا ہے یا کافروں کا اگر کسی قرینے سے یہ معلوم ہو جائے کہ وہ کافروں کا ہے یا کچھ نہ معلوم ہو تو اس کا پانچواں حصہ بیت المال کا اور باقی پانے والے کا خواہ وہ کسی کی مملوکہ زمین ہو یا نہیں۔ (ردالمحتار)

اور اگر یہ معلوم ہو جائے کہ وہ مال مسلمانوں کا گاڑا ہوا ہے تو وہ لقطہ کے حکم میں ہے اور لقطہ کا حکم یہ ہے کہ عام شاہراہوں پر اور مسجدوں کے دروازوں پر اس کی منادی کی جاتے یہانتک کہ جب ظن غالب ہو جائے کہ اب اس کا کوئی مالک نہ ملے گا تو فقیروں کو دیدیا جائے اور اگر خود

ع پارہ اگرچہ خود آگ پر نہیں ٹھیرتا مگر دوسری چیز کے ساتھ ملا کر ٹھیر جاتا ہے ۱۲۔

فقیر ہو تو اپنے اوپر خرچ کرے۔

آج کل خصوصاً ہمارے ملک میں چونکہ بیت المال کا کچھ انتظام نہیں ہے اس لئے بیت المال کا حصہ بطور عت خود ان لوگوں کو جن کا ذکر مستحقین زکوٰۃ کے بیان میں گذر چکا۔ تقسیم کر دیا جائے۔ (درمختار وغیرہ)

صدقہ فطر کا بیان

ہم دوسری جلد میں لکھ چکے ہیں کہ عید الفطر کے دن ایک مقدار معین کا محتاجوں کو دینا واجب ہے اسی کو صدقۃ الفطر کہتے ہیں مگر وہاں ہم نے اس کے احکام نہیں بیان کئے تھے اب یہاں چونکہ تمام صدقات کا بیان ہو رہا ہے لہذا اس کا بھی بیان کیا جاتا ہے کیونکہ یہ بھی ایک قسم کا صدقہ ہے۔

صدقہ فطر کا حکم نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی سال دیا تھا جس سال رمضان کے روزے فرض ہوئے ہیں۔

عید الفطر کے دن خاص کر اس صدقہ کے تقرر میں یہ مصلحت معلوم ہوتی ہے کہ وہ دن خوشی کا ہے اور اس دن اسلام کی شان و شوکت کثرت و جمعیت کے ساتھ دکھائی جاتی ہے اور صدقہ دینے سے یہ مقصود خوب کامل ہو جاتا ہے علاوہ اس کے اس میں روزے کی بھی تکمیل ہے۔ (حجۃ اللہ البالغہ)

علامہ طحطاوی شرح مراقی الفلاح میں ناقل ہیں کہ صدقہ فطر کے دینے سے روزہ مقبول ہو جاتا ہے۔ انتہی۔ اور اس صدقہ میں حق تعالیٰ کے اس عظیم الشان احسان کا کہ اس نے ماہ مبارک سے ہمیں مشرف کیا اور اس میں روزہ رکھنے کی ہم کو توفیق دی۔ کچھ ادائے شکر بھی ہے۔

مسائل

(۱) صدقہ فطر واجب عہ ہے فرض نہیں۔

(۲) صدقہ فطر کے واجب ہونے کے لئے صرف تین چیزیں شرط ہیں۔

عہ یہ امام ابو یوسفؒ کا مذہب ہے اور اسی پر اس زمانے میں فتویٰ ہے۔ (ردالمحتار)

عہ فقہا نے لکھا ہے کہ امام شافعی کے نزدیک صدقہ فطر فرض ہے مگر درحقیقت یہ کوئی اختلاف نہیں اس لئے کہ ان کے نزدیک واجب کی اصطلاح قائم ہی نہیں ہاں فرض کی دو قسمیں انکے یہاں بھی ہیں قطعی اور ظنی سو صدقہ فطر ان کے نزدیک بھی قطعی نہیں ہے ۱۲۔

Marfat.com

۱۔ آزاد ہونا، لونڈی غلام پر اصالتاً[عہ] صدقہ فطر واجب نہیں۔

۲۔ مسلمان ہونا کافر پر اصالتاً صدقہ فطر واجب نہیں۔

۳۔ کسی ایسے مال کے نصاب کا مالک ہونا جو اصلی ضرورتوں سے فارغ ہو، اور قرض سے بالکل یا بقدر ایک نصاب کے محفوظ ہو۔ اس مال پر ایک سال کا گذر جانا شرط نہیں نہ مال کا تجارتی ہونا شرط ہے نہ صاحب مال کا بالغ ہونا اور عاقل ہونا شرط ہے حتیٰ کہ نابالغ بچوں اور مجنونوں پر بھی صدقہ فطر واجب ہے ان کے اولیاء کو ان کی طرف سے ادا کرنا چاہیئے اور اگر ولی نہ ادا کرے اور وہ اس وقت خود مالدار ہوں تو بعد بالغ ہونے یا جنون زائل ہو جانے کے خود ان کو اپنے عدم بلوغ یا جنون کے زمانے کا صدقہ فطر ادا کرنا چاہیئے۔ (رد المحتار وغیرہ)

(۳) صدقہ فطر کے صحیح ہونے میں وہی سب شرطیں ہیں جو زکوٰۃ کے صحیح ہونے میں تھیں۔

(۴) صدقہ فطر کا وجوب عید الفطر کی فجر طلوع ہونے پر ہوتا ہے لہٰذا جو شخص قبل طلوع فجر کے مر جائے یا فقیر ہو جائے اس پر صدقہ فطر واجب نہیں اسی طرح جو شخص بعد طلوع فجر کے اسلام لائے اور مال پا جائے یا جو لڑکا طلوع فجر کے بعد پیدا ہوا اس پر بھی صدقہ فطر واجب نہیں، ہاں جو لڑکا قبل طلوع فجر کے پیدا ہوا ہو یا جو شخص قبل طلوع فجر کے اسلام لائے یا مال پا جائے اس پر صدقہ فطر واجب ہے۔

(۵) صدقہ فطر کے واجب ہونے میں روزہ دار ہونا شرط نہیں جس شخص نے کسی عذر[عہ] کے سبب سے روزہ نہ رکھا ہو اس پر بھی صدقہ فطر واجب ہے۔

(۶) صدقہ فطر کا ادا کرنا اپنی طرف سے بھی واجب ہے اور اپنی نابالغ اولاد کی طرف سے بھی اور بالغ اولاد کی طرف سے بھی بشرطیکہ وہ فقیر ہوں اور اپنی خدمت کے لونڈی غلاموں کی طرف سے بھی اگرچہ وہ کافر ہوں، نابالغ اولاد اگر مالدار ہوں تو ان کے مال سے ادا کردے اور

عہ اصالتاً کی قید اس لئے کہ خود اس پر تو واجب نہیں مگر اس کے مالک پر اس کی طرف سے دینا واجب ہے اسی طرح کافر پر بھی اصالتاً واجب نہیں لیکن اگر وہ کسی مسلمان کا غلام ہو تو اس مسلمان پر اس کی طرف سے بھی صدقہ فطر کا دینا واجب ہے ۱۲۔

عہ عذر کی قید اس لئے لگائی گئی کہ مسلمان کبھی بے عذر روزہ کو ترک نہیں کر سکتا اور اگر کوئی بدنصیب بظاہر نام مسلمان بے عذر ترک کر دے تو اس کا بھی یہی حکم ہے یعنی صدقہ فطر اس کے ذمہ بھی واجب ہوگا ۱۲۔

Marfat.com

جو مالدار نہ ہوں تو اپنے مال سے بالغ اولاد اگر مالدار ہوں تو ان کی طرف سے صدقۂ فطر ادا کرنا واجب نہیں ہاں احساناً اگر ادا کردے تو جائز ہے یعنی پھر ان اولاد کو دینے کی ضرورت نہ رہے گی اور اگر بالغ اولاد مالدار تو ہوں مگر مجنون ہوں تب بھی ان کی طرف سے صدقۂ فطر ادا کرنا واجب ہے مگر انھیں کے مال سے جو لونڈی غلام خدمت کے نہ ہوں بلکہ تجارت کے ہوں ان کی طرف سے صدقۂ فطر ادا کرنا واجب نہیں، باپ اگر مرگیا ہو تو دادا باپ عہ کے حکم میں ہے یعنی پوتے اگر مالدار ہیں تو ان کے مال سے ورنہ اپنے مال سے ان کا صدقۂ فطر ادا کرنا اس پر واجب ہے اپنی بی بی کی طرف سے صدقۂ فطر ادا کرنا واجب نہیں ہاں احساناً ادا کردے تو جائز ہے اسی طرح ماں کو اپنی اولاد کی طرف سے اور بی بی کو اپنے شوہر کی طرف سے صدقۂ فطر ادا کرنا واجب نہیں اور بے اجازت اگر احساناً ادا کردے تو جائز نہیں یعنی اس کے ادا کرنے سے ان کے ذمہ سے ساقط نہ ہوگا۔

اگر کسی نابالغ لڑکی کا نکاح کردیا جائے اور وہ شوہر کے گھر میں رخصت کردی جائے تو اگر وہ قابل خدمت کے یا موانست کے ہے تو اس کے باپ کے ذمہ اس کا صدقۂ فطر واجب نہیں بلکہ اگر وہ لڑکی مالدار ہے تو خود اس کے مال سے صدقۂ فطر دیدیا جائے ورنہ اس پر واجب ہی نہیں، اور اگر وہ قابل خدمت کے اور قابل موانست کے نہ ہو تو اس کا صدقۂ فطر اس کے باپ کے ذمہ واجب رہے گا اور اگر شوہر کے گھر میں رخصت نہیں کی گئی تو گو وہ قابل خدمت کے اور قابل موانست کے ہو ہر حال میں اس کے باپ پر اس کا صدقۂ فطر واجب ہوگا۔ (رد المختار وغیرہ)

(۷) صدقۂ فطر میں گیہوں اور اس کے آٹے یا ستو کا آدھا صاع ہر شخص کی طرف سے ہونا چاہیے اور چھوہارے عسہ یا منقے یا جو کا ایک صاع سہ۔

انھیں چار چیزوں کا ذکر احادیث میں ہے لہذا اگر کوئی شخص ان کے علاوہ اور چیز دینا چاہے

عہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے بعض لوگوں کے نزدیک دادا باپ کے حکم میں نہیں ہے محقق ابن ہمام نے فتح القدیر میں، دیگر محققین نے اپنی اور کتابوں میں اسی کو ترجیح دی ہے کہ اگر باپ مرجائے تو دادا اس کے حکم میں ہے ۱۲۔

عسہ معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں جو اور چھوہارے اور منقے وغیرہ قیمت میں برابر تھے اور گیہوں کی قیمت ان کے اعتبار سے دونی ہوتی تھی ۱۲۔

سہ صاع کی مقدار کی تحقیق اسی جلد کے مقدمہ میں گذر چکی کہ وہ تقریباً دو سیر ڈیڑھ پاؤ کا ہوتا ہے اور اس حساب سے آدھا صاع ایک سیر تین چھٹانک ہوا ۱۲۔

Marfat.com

تو اس کو چاہیے کہ انھیں چیزوں کی قیمت کا لحاظ کرے یعنی اسی قدر دے کہ جس کی قیمت آدھے صاع گیہوں یا ایک صاع جو وغیرہ کے برابر ہو جائے اور اگر نقد دینا چاہے تو اختیار ہے[عہ] کہ جس کی قیمت چاہے دے خواہ نصف صاع گیہوں کی یا ایک صاع جو چھوہاروں وغیرہ کی۔

ان چاروں چیزوں میں ایک کو بلحاظ دوسرے کی قیمت کے اس کی مقدار معین سے کم دینا جائز نہیں، مثال کوئی شخص چھوہارے بقدر چوتھائی صاع کے دے اس لحاظ سے کہ چھوہارے کا چوتھائی گیہوں کے نصف صاع یا جو کے پورے صاع کی برابر ہے تو یہ جائز نہ ہوگا اسی طرح اگر کوئی شخص گیہوں کا آٹا آدھے صاع سے کم دے بخیال اس کے کہ یہ نصف صاع سے کچھ بھی کم ہوگا تو نصف صاع گیہوں کی قیمت کے برابر ہوگا تو یہ بھی جائز نہیں ہے (رد المختار وغیرہ)

اگر کسی کے پاس ایک قسم کی چیز پوری نہ ہو یعنی نہ گیہوں نصف صاع ہوں اور نہ جو وغیرہ ایک صاع تو اس وقت اختیار[عہ] ہے کہ دو قسموں کو ملا کر مقدار واجب کو پورا کر دے مثلاً نصف صاع جو دے اور نصف صاع چھوہارا۔ یا نصف صاع جو دے اور چوتھائی صاع گیہوں۔ (بحر الرائق وغیرہ)

اگر زمانہ ارزانی کا ہو تو نقد دینا بہتر ہے اور اگر خدانخواستہ گرانی کا زمانہ ہو تو کھانے کی چیزوں کا دینا افضل ہے۔ (مراقی الفلاح)

(۸) صدقہ فطر کے مستحقین بھی وہی ہیں جو زکوٰۃ اور عشر کے ہیں ان کے سوا کسی اور کو صدقہ فطر کا دینا جائز نہیں یعنی اوروں کے دینے سے صدقہ فطر ادا نہ ہوگا، ہاں عامل زکوٰۃ اس سے مستثنیٰ ہے یعنی جس طرح اس کو زکوٰۃ کے مال سے دینا جائز تھا صدقہ فطر کے مال سے دینا جائز نہیں۔

صدقہ فطر کا مال اس شخص کو دینا جو سحر کے لئے لوگوں کو اٹھاتا ہو جائز ہے مگر بہتر یہ ہے کہ اس کو اس کی اجرت میں نہ قرار دے بلکہ پہلے بخوا دراس کو دیدے اس کے بعد صدقہ فطر کا مال دے۔

(۹) صدقہ فطر کا قبل رمضان کے آنے کے ادا کر دینا بھی جائز ہے اور دوسرے شہر

عہ ہمارے نزدیک امرا کو یہ مناسب ہے کہ اگران سے گراں چیز کی قیمت دیں مثلاً آج کل چھوہارا اور منقّے ان سب چیزوں میں گراں ہیں لہٰذا اس کی قیمت دیا کریں کیونکہ حدیث میں وارد ہوا ہے اذا وسع اللّٰہ فوسعوا جب اللہ تمہیں زیادہ دے تو تم بھی زیادہ دو ۱۲۔ عہ امام شافعی کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے ۱۲۔

Marfat.com

میں بھی بوجوہ مذکورۂ بالا بھیجنا درست ہے۔

(۱۰) صدقۂ فطر کا اگر وہ عید کے دن سے پہلے ادا نہ کردیا گیا ہو تو عیدگاہ جانے سے پہلے ادا کردینا مستحب ہے۔

(۱۱) بہتر ہے کہ ایک شخص کا صدقہ ایک محتاج کو دیا جائے اور اگر ایک شخص کا صدقہ کئی محتاجوں کو دیا جائے تو بھی جائز ہے۔ مگر مکروہ تنزیہی ہے۔

(ردالمختار)

اور اگر کئی شخصوں کا صدقہ ایک محتاج کو دیا جائے تو بھی جائز ہے مکراہت اگر اس کی ضرورت سے زیادہ ہو اور بے کراہت۔ اگر اس کی ضرورت کے موافق ہو۔

زکوٰۃ کے مسائل ختم ہوگئے اب زکوٰۃ کے متعلق چالیس حدیثیں اور حضرت امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے چالیس اقوال نقل کئے جاتے ہیں۔

واللہ المعین

Marfat.com

چہل حدیث زکوٰۃ

(۱) قال ابن عباس حدثنی ابوسفیان فذکر حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یامر بالصلوٰۃ والزکوٰۃ والصلۃ والعفاف (البخاری)

(۱) ابن عباس رضؓ کہتے ہیں کہ مجھ سے ابوسفیان رضؓ نے بیان کیا یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کی اور کہا کہ وہ ہمکو نماز کا اور زکوٰۃ کا اور صلہ رحم کا اور پرہیزگاری کا حکم دیتے ہیں۔ (بخاری)

(۲) قال جریر بن عبد اللہ بایعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی اقامۃ الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ والنصح لکل مسلم (البخاری)

(۲) جریر بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے اور ہر مسلمان کی خیرخواہی کرنے (کے اقرار) پر بیعت کی۔ (بخاری)

(۳) عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من تصدق بعدل تمرۃ من کسب طیب ولا یقبل اللہ الا الطیب فان اللہ یقبلہا

(۳) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص ایک چھوہارے کے برابر بھی پاک کمائی سے صدقہ دیتا ہے اور اللہ تو پاک کمائی ہی کو قبول فرماتا

عہ یہ حدیث مختصر ہے جس کو امام بخاری نے کتاب الزکوٰۃ میں لکھا ہے۔ مفصل حدیث بخاری کے باب الوحی میں اس طرح ہے کہ جب ہرقل شاہ روم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہدایت نامہ پہنچا تو اس نے عرب کے قافلہ کو جو اتفاق سے بغرض تجارت وہاں گیا ہوا تھا بلایا اس قافلہ میں ابوسفیان بھی تھے یہ اس وقت تک کافر تھے مختصر یہ کہ ہرقل نے ابوسفیان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات دریافت کئے اور ہر حال کے معلوم ہونے پر یہ کہتا گیا کہ ہاں انبیاء سابقین کے حالات بھی اسی طرح تھے بالآخر اس نے آپکی تعلیمات کی کیفیت بھی دریافت کی تو ابوسفیان نے کہا کہ وہ ہمکو نماز و زکوٰۃ وغیرہ کی تعلیم کرتے ہیں ف اس حدیث سے بعض علماء نے یہ بات ثابت کی ہے کہ زکوٰۃ مکہ میں فرض ہو چکی تھی کیونکہ ابوسفیان نے ہرقل سے آپکی تعلیم کا جو حال بیان کیا وہ قیام مکہ کے وقت کا تھا مگر میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں زکوٰۃ سے مراد مطلق صدقہ ہے نہ صدقہ مفروضہ اور دلیل اس کی یہ ہے کہ خود امام بخاری نے باب الوحی میں بجائے زکوٰۃ کے صدقہ کا لفظ روایت کیا ہے ہم اسکی مفصل کیفیت تیسری جلد میں لکھ چکے ہیں ۱۲ —

Marfat.com

بیمینہ ثم یربیہا لصاحبہ کما یربی احدکم فلوہ حتی تکون مثل الجبل ۔

(البخاری)

(۴) عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اتاہ اللہ مالا فلم یود زکوتہ مثل لہ مالہ یوم القیمۃ شجاع اقرع لہ زبیبتان یطوقہ یوم القیمۃ یاخذ بلھزمتیہ یعنی شدقیہ ثم یقول انا مالک انا کنزک (البخاری)

(۵) عن عدی بن حاتم قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیقفن احدکم بین یدی اللہ لیس بینہ وبینہ حجاب ولا ترجمان یترجم لہ ثم لیقولن لہ الم اتک مالا فلیقولن بلی ثم لیقولن الم ارسل الیک رسولا فلیقولن بلی فینظر عن یمینہ فلا یری الا النار ثم ینظر عن شمالہ فلا یری الا النار فلیتق احدکم النار ولو بشق تمرۃ فان لم یجد فبکلمۃ طیبۃ ۔ (البخاری)

تو بیشک اللہ اس کو اپنے داہنے ہاتھ میں لے لیتا ہے پھر اس کو صدقہ دینے والے کے لئے بڑھاتا ہے جیسا تم میں سے کوئی اپنے گھوڑے کے بچہ کی پرورش کرے یہانتک کہ وہ پہاڑ کے برابر ہوجاتا ہے (بخاری)

(۴) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو اللہ مال دے اور وہ اس کی زکوٰۃ نہ ادا کرے تو وہ مال اس کا قیامت کے دن اس کے سامنے ایک مار سیاہ کی شکل میں کردیا جائے گا جس کے دو نقطے ہوتے ہیں وہ قیامت کے دن اس کی گردن میں لپٹ جائے گا اور اس کے دونوں جبڑوں کو پکڑلے گا پھر کہے گا میں تیرا مال ہوں تیرا خزانہ ہوں ۔ بخاری)

(۵) عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک ضرور تم میں سے ہر شخص اللہ کے سامنے کھڑا ہوگا اس کے اور اللہ کے درمیان میں (اسوقت) نہ کوئی حجاب ہوگا اور نہ کوئی ترجمان جو اس کی باتیں بیان کرے پھر اللہ اس سے فرمائے گا کہ کیا میں نے تجھے مال نہ دیا تھا وہ کہے گا کہ ہاں دیا تھا پس اپنی داہنی طرف بھی سوا آگ کے کچھ نہ دیکھے گا اور اپنی بائیں جانب بھی سوا آگ کے کچھ نہ دیکھے گا پس تم میں سے ہر شخص کو چاہئے کہ آگ سے بچے اگرچہ چھوہارے کا ایک ٹکڑا ہی

عہ شیخ مصلح الدین شیرازی نے اپنے پندنامہ کے اس شعر میں اسی حدیث کی طرف اشارہ فرمایا ہے ؎
بخیل ار بود زاہد بحر و بر ✢ بہشتی نباشد بحکم خبر یعنی بخیل جو شخص زکوٰۃ مفروضہ نہ ادا کرے ۔ اگرچہ دنیا بھر کی عبادتیں کرے مگر وہ بحکم حدیث بہشت میں نہ جائیگا یعنی بغیر سزا کے ورنہ بعد سزا کے تو ہر مومن بہشت میں داخل ہوگا ۱۲۔

Marfat.com

دے کر سہی پھر اگر (یہ بھی) نہ پائے تو اچھی بات کہکر۔ (بخاری)

(۶) عن اسماءؓ قالت قال لی النبی صلے اللہ علیہ وسلم لا توکی فیوکی علیک

(البخاری)

(۶) اسماء رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا کہ مجھ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (اے اسماء اپنے مال پر) گرہ نہ دو ورنہ تم پر (بھی اللہ کیطرف سے) گرہ دے دی جائیگی (بخاری)

(۷) عن عمر رضی اللہ عنہ ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم کان یتعوذ من خمس من البخل والجبن و فتنۃ الصدر وعذاب القبر وسوء العمل۔ (مسند احمد)

(۷) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پانچ چیزوں سے پناہ مانگا کرتے تھے، بخل سے اور نامردی سے اور دل کے فساد سے اور قبر کے عذاب سے، اور بدکاری سے۔ (مسند احمد)

(۸) عن عبد اللہ بن ابی اوفی قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اتاہ قوم بصدقتھم قال اللھم صل علیھم فاتاہ ابی ابو اوفی بصدقتہ فقال اللھم صل علی ابی اوفی۔

(مسلم)

(۸) عبد اللہ بن ابی اوفی سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم کے حضور میں جب کچھ لوگ اپنا صدقہ لاتے تو آپ فرماتے، اے اللہ ان پر اپنی رحمت نازل فرما پس میرے باپ ابو اوفی اپنا صدقہ آپ کے پاس لائے تو آپ نے فرمایا کہ اے اللہ ابو اوفی پر رحمت نازل کر۔ (مسلم)

(۹) عن ام سلمۃ قالت کنت البس اوضاحا فقلت یا رسول اللہ اکنزھو فقال ما بلغ ان تؤدی زکوٰۃ فزکی فلیس بکنز۔

(ابوداؤد)

(۹) ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ میں کنگن پہنتی تھی تو میں نے کہا کہ یا رسول اللہ کیا یہ بھی کنز ہے تو آپ نے فرمایا کہ جو مال اس حد کو پہنچے کہ اس کی زکوٰۃ دینا چاہیئے پھر اسکی زکوٰۃ دیدی جائے تو وہ کنز نہیں ہے۔

(۱۰) عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من سرہ ان یبسط اللہ علیہ فی رزقہ وینساء فی اثرہ فلیصل رحمہ۔ (ابوداؤد)

(۱۰) انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو اس بات کی خوشی ہو کہ اللہ اس پر اس کے رزق میں کشادگی کرے اور اس کی عمر زیادہ کرے

Marfat.com

تو اس کو چاہیئے کہ صلہ رحم کرے۔ (ابوداؤد)

(۱۱) عن عبد اللہ بن عمرؓ قال خطب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ایاکم والشح فانما هلك من كان قبلكم بالشح امرهم بالبخل فبخلوا وامرهم بالقطيعة فقطعوا وامرهم بالفجور ففجروا۔ (داؤد)

(۱۱) عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ پڑھا تو فرمایا کہ تم لوگ حرص سے بچو اس لئے کہ اگلے لوگ حرص ہی سے برباد ہوئے تھے حرص نے (ان کو) بخل سکھایا اور وہ بخیل ہو گئے اور اسی نے ان کو قطع (رحم) سکھایا اور انھوں نے قطع کر دیا اور اسی نے ان کو بدکاری سکھائی اور وہ بدکار ہو گئے۔ (ابوداؤد)

(۱۲) عن عمر رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم يقول لا يشبع الرجل دون جارہ۔ (مسند احمد)

(۱۲) عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ کوئی شخص بغیر اپنے پڑوسی کے اپنا پیٹ نہ بھرے۔ (مسند احمد)

(۱۳) قال عمر امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان نتصدق فوافق ذالك مالا عندی فقلت اليوم اسبق ابابكر ان سبقته يوما فجئت بنصف مالی فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما ابقيت لاهلك قلت مثله واتی ابوبكر بكل ما عنده فقال يا ابابكر ما ابقيت لاهلك قال ابقيت لهم اللہ ورسوله فقلت لا اسابقك الی شیء ابدا۔ (الدارمی)

(۱۳) عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ ہم صدقہ دیں اور اتفاق سے اس وقت میرے پاس کچھ مال تھا تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر کسی دن میں ابوبکر پر سبقت لے جاؤں گا تو آج ضرور لے جاؤں گا میں اپنا آدھا مال لے آیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تم نے اپنے گھر والوں کے لئے کس قدر چھوڑ دیا میں نے کہا کہ اسی قدر، پھر ابوبکر اپنا کل مال لے آئے تو آپ نے فرمایا کہ اے ابوبکر تم نے اپنے گھر والوں کے

عـه یعنی آیہ الذین یکنزون میں جو سزا مال کے جمع کرنے کی ارشاد ہوئی ہے یہ بھی اس میں داخل ہے یا نہیں ۱۲

عـه اس حدیث کو خوب غور سے دیکھو اور اس پر عمل کرو، دیکھو کہ تمہارے رزق میں کشادگی ہوتی ہے کہ نہیں ۱۲۔

Marfat.com

لئے کیا چھوڑا تو آپ بولے کہ اللہ اور اس کے رسول کو۔ تو میں نے (ان سے) کہا کہ میں کسی نیکی میں تم سے آگے کبھی نہ جا سکوں گا۔　　(ادارمی)

(۱۴) قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم لیس علی المسلم فی فرسہ وغلامہ صدقۃ۔ (البخاری)

(۱۴) فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مسلمان پر اس کے سواری کے گھوڑے اور اسکی خدمت کے غلام پر زکوٰۃ فرض نہیں۔ (بخاری)

(۱۵) بعث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عمر علی الصدقۃ فقیل منع ابن جمیل وخالد ابن الولید و العباس عم رسول اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما ینقم ابن جمیل الا انہ کان فقیرا فاغناہ اللہ و اما خالد فانکم تظلمون خالدا قد احتبس ادراعہ واعتادہ فی سبیل اللہ والعباس فھی علی ومثلھا معھا ثم قال یا عمر اما شعرت ان عم الرجل صنو ابیہ۔ (مسلم)

(۱۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمر رضی اللہ عنہ کو صدقہ (کی تحصیل کرنے پر مقرر کیا) تو کہا گیا کہ ابن جمیل نے اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے نہیں دیا تو آپ نے فرمایا کہ ابن جمیل اسی بات کا بدلہ دیتا ہے کہ وہ فقیر تھا اور اللہ نے اس کو مالدار کر دیا اور رہ گئے خالد رضی اللہ عنہ تو تم ان پر ظلم کرتے ہو۔ بے شک انھوں نے اپنی زرہ اور اپنے آلات حرب اللہ کی راہ میں وقف کر رکھے ہیں یعنے ان سے سوا جہاد کے کچھ کام نہیں لیتے اور رہ گئے عباس رضی اللہ عنہ تو ان کی زکوٰۃ میرے ذمہ ہے بلکہ اس سے دوچند، پھر فرمایا کہ اے عمر کیا تم نہیں جانتے کہ آدمی کا چچا اسکے باپ کے مثل ہوتا ہے۔ (مسلم)

ھہ معلوم ہوا کہ اگر کسی میں توکل کی صفت درجۂ علیا تک پہونچ گئی ہے تو اس کو کل اپنا مال خیرات کر دینا جائز ہے جیسا کہ امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کیا ۱۲۔

ھہ اس حدیث سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک تو یہ کہ دینی خدمت کے آلات و اسباب پر زکوٰۃ فرض نہیں اگرچہ وہ بھی قیمتی ہوں جیسے حضرت خالد رضی اللہ عنہ پر ان کے سلاح جنگ میں زکوٰۃ فرض نہ ہوئی کیونکہ وہ ان سے دین کا کام لیتے تھے، اسی قیاس پر علماء کے حق میں دینی کتابوں کو بھی سمجھ لو، دوسری بات یہ ہے کہ اگر ایک عزیز اپنے کسی عزیز کیطرف سے زکوٰۃ دیدے تو وہ جائز ہے یعنی اسکے ذمہ سے اتر جائیگی جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عم مکرم کی طرف سے ادا کر دی ۱۲۔

Marfat.com

(۱۶) امرأۃ من اھل یمن اتت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وبنت لھا فی یدا بنتھا مسکتان غلیظتان من ذھب فقال اتودیان زکوٰۃ ھذا قالت لا قال الیسرک ان یسورک اللّٰہ عزوجل بھما یوم القیمۃ سوارین من نار قال فخلعتھما الی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقالت ھما اللّٰہ و الرسولہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔ (نسائی)

(۱۶) ایک عورت یمن کی مع اپنی بیٹی کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس کی بیٹی کے ہاتھ میں دو موٹے موٹے کنگن تھے تو آپ نے پوچھا کہ تم اس کی زکوٰۃ دیتی ہو۔ وہ بولی کہ نہیں آپ نے فرمایا کہ کیا تم کو یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے عوض میں تم کو قیامت کے دن آگ کے دو کنگن پہنائے تو اس نے ان دونوں کو اتار کر آپ کی خدمت میں پیش کر دیا کہ یہ اللہ و رسول کی خوشنودی کے لیے زکوٰۃ میں پیش کئے جاتے ہیں۔

(۱۷) عن سمرۃ بن جندب قال اما بعد فان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان یامرنا ان نخرج الصدقۃ من الذی نعد للبیع (ابوداؤد)

(۱۷) سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے (روایت) ہے کہ کہا بعد حمد و نعت کے معلوم ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو حکم دیا کرتے تھے کہ ہم تجارتی مال کی زکوٰۃ ادا کیا کریں (ابوداؤد)

(۱۸) عن عبداللّٰہ بن ابی بکر عن ابیہ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم استعمل رجلاً من بنی عبد الاشھل علی الصدقۃ فلما قدم سئلہ ابلاً من الصدقۃ فغضب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم حتی عرف الغضب فی وجھہ وکان مما یعرف بہ الغضب

(۱۸) عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد الاشہل کی اولاد سے ایک شخص کو صدقہ پر مامور فرمایا جب وہ مال (تحصیل کر کے) آئے تو انھوں نے آپ سے صدقہ کا ایک اونٹ مانگا تو آپ غضبناک ہو گئے یہاں تک کہ آپ کے چہرۂ مبارک میں

ع اس سے معلوم ہوا کہ ہر تجارتی مال پر زکوٰۃ ہے یعنی بعد نصاب کامل ہو جانے اور تجارتی مال کی زکوٰۃ اس کی قیمت کے حساب سے ہوتی ہے یعنی چالیسواں حصہ بعد نصاب پورا ہو جانے کے ۱۲۔

Marfat.com

فی وجہہ ان تحمر عیناہ ثم قال ان الرجل لیسألنی مالا یصلح لی ولا لہ فان منعتہ کرھت المنع وان اعطیتہ اعطیتہ مالا یصلح لی ولا لہ فقال الرجل یارسول اللہ لا اسألک منہا شیئاً ابداً۔ (مؤطا امام مالک)

غضب کا اثر معلوم ہوا اور غضب کا اثر آپ کے چہرۂ مبارک میں یہ ہوتا تھا کہ آپ کی آنکھیں سرخ ہوجاتی تھیں پھر آپ نے یہ فرمایا کہ بیشک ایک شخص مجھ سے ایسی چیز مانگتا ہے کہ مجھ کو نہ اس کا دینا جائز ہے اور نہ اس کو لینا پھر اگر میں نہ دوں تو نہ دینے کو برا جانتا ہوں اور اگر دیدوں تو میں نے اس کو وہ چیز دی کہ نہ اس کا دینا جائز ہے میرے لئے اور نہ لینا جائز ہے اس کے لئے پس اس آدمی نے کہا کہ یارسول اللہ اب میں کبھی آپ سے صدقہ کی کوئی چیز نہ مانگا کروں گا۔ (موطا امام مالک)

(۱۹) عن طاؤس الیمانی ان معاذ بن جبل الانصاری اخذ من ثلثین بقرۃ تبیعا ومن اربعین بقرۃ مسنۃ واتی بمادون ذلک فابی ان یاخذ منہ شیئا وقال لم اسمع من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیہ شئی حتی القاہ فاسألہ فتوفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبل ان یقدم معاذ بن جبل۔ (موطا امام مالک)

(۱۹) طاؤس یمانی سے روایت ہے کہ معاذ بن جبل نے تیس گائے کی زکوٰۃ میں ایک سال کی گائے لے لی اور چالیس گائے کی زکوٰۃ میں ایک دو برس کی گائے اور اس سے کم گائیں جوان کے پاس لائی گئیں تو انھوں نے اس کی زکوٰۃ لینے سے انکار کردیا اور کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں کچھ نہیں سنا یہاں تک کہ میں آپ سے ملوں اور پوچھوں مگر معاذؓ کے آنے سے پہلے آنحضرت علیہ السلام کی وفات ہوگئی (موطا)

(۲۰) عن ابی سعید الخدری ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لیس فیما دون خمسۃ اوسق من التمر صدقۃ ولیس فیما دون خمس اواق من الورق صدقۃ ولیس فیما دون خمس ذود من الابل صدقۃ۔ (مالک)

(۲۰) ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانچ وسق چھوہاروں میں (زکوٰۃ فرض) نہیں ہے اور نہ پانچ اوقیہ سے کم چاندی میں زکوٰۃ (فرض) ہے اور نہ پانچ عدد سے کم اونٹ میں زکوٰۃ (فرض) ہے۔ (مالک)

Marfat.com

(۲۱) عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فی الرکاز الخمس (موطا امام مالک)

(۲۱) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے (روایت ہے) کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رکاز میں پانچواں حصہ (بیت المال کا ہے) (موطا)

(۲۲) عن سوید بن غفلۃ اتانی مصدق النبی صلے اللہ علیہ وسلم فاتیتہ فجلست فسمعتہ یقول ان فی عھدی ان لا ناخذ راجع لبن ولا نجمع بین متفرق ولا نفرق بین مجتمع فاتاہ رجل بناقۃ کوماء فقال خذھا فابی (نسائی)

(۲۲) سوید بن غفلہ سے (روایت ہے) انھوں نے کہا کہ میرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مصدق آیا تو میں اس سے ملا اور بیٹھ گیا تو میں نے اس کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میرے حکمنامہ میں یہ ہے کہ ہم نہ کوئی دودھ دار جانور[عہ] لیں اور نہ متفرق (اشیاء) کے درمیان میں جمع کریں اور نہ مجتمع اشیاء کے درمیان میں تفریق کریں پھر ایک شخص عیب دار اونٹنی لے آیا اور کہا اسکو لو تو انھوں نے منظور نہ کیا۔ (نسائی)

(۲۳) عن علی رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قد عفوت من الخیل والرقیق فادوا زکواتکم من کل مائتین خمسۃ۔ (نسائی)

(۲۳) علی رضی اللہ عنہ سے (روایت) ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے گھوڑے[عہ] سے اور غلام سے زکوٰۃ معاف کردی پس تم اپنی زکوٰۃ ہر دو سو درم سے پانچ درم نکالو۔ (نسائی)

(۲۴) قال رسول اللہ صلعم لزینب امراۃ ابن مسعود زوجک وولدک احق من تصدقت بہ علیھم۔ (البخاری)

(۲۴) فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن مسعود کی بی بی زینب سے کہ تمہارے شوہر اور تمہارا بیٹا جو صدقہ تم دو اس کے زیادہ حقدار ہیں[عہ]۔ (بخاری)

عہ معلوم ہوا کہ زکوٰۃ کے تحصیل کرنیوالے کو بے رضامندی مالک کے عمدہ جانور لے لینا جائز نہیں اسی طرح خراب جانور کا بھی ۱۲

عہ مراد سواری کا گھوڑا ہے تجارت کی تو ہر چیز پر زکوٰۃ ہے۔

عہ یہ نفلی صدقوں کا حکم ہے زکوٰۃ مفروضہ کا نہیں کیونکہ اس کا اپنے شوہر یا اپنی اولاد کو دینا جائز نہیں ۱۲

(۲۵) عن ابی ھریرۃ قال اخذ الحسن بن علی تمرۃ من تمر الصدقۃ فقال النبی صلے اللہ علیہ و سلم کخ کخ لیطرحھا ثم قال اما شعرت انا لا ناکل الصدقۃ۔

(البخاری)

(۲۵) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے صدقہ کے چھوہاروں میں سے ایک چھوہارہ لے لیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کخ کخ تاکہ وہ اسے ڈال دیں پھر آپ نے فرمایا کہ تم نہیں جانتے کہ ہم لوگ صدقہ نہیں کھاتے[عـــه]۔ (بخاری)

(۲۶) عن ابی حمید الساعدی قال استعمل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رجلا من الاسد علی صدقات بنی سلیم یدعی ابن اللتبیۃ فلما جاء حاسبہ۔

(البخاری)

(۲۶) ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو (جو قبیلہ بنی) اسد میں سے (تھا) بنی سلیم کے صدقات پر عامل بنایا اس کو ابن اللتبیہ کہتے تھے تو جب وہ آیا تو آپ نے اس[عـــه] سے حساب کیا۔ (بخاری)

(۲۷) عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال فیما سقت السماء والعیون او کان اثریا العشر وما سقی بالنضح نصف العشر۔

(البخاری)

(۲۷) نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا اس پیداوار میں جسے آسمان کا پانی یا چشمہ سینچیں یا ازخود پیدا ہو عشر فرض ہے اور جو زمین ڈول سے سینچی جائے اس میں نصف عشر۔

(بخاری)

(۲۸) عن ابن عمر قال فرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زکوٰۃ الفطر صاعا من تمر او صاعا من شعیر علی العبد والحر والذکر والانثی

(۲۸) ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ فطر چھوہاروں سے ایک صاع مقرر فرمایا ہے اور جو سے بھی ایک صاع غلام پر اور آزاد پر مرد

عـــه معلوم ہوا کہ بنی ہاشم کو صدقہ لینا جائز نہیں مگر بعض متاخرین نے بسبب ضرورت کے اس زمانہ میں جائز لکھا ہے واللہ اعلم ۱۲۔

عـــه معلوم ہوا کہ اگر کسی دینی خدمت پہ کوئی شخص مقرر کیا جائے۔ اسکی کارگزاری کا جانچنا بھی ضروری ہے ۱۲

والصغیر والکبیر وغیرہ من المسلمین وامر بہا ان تؤدی قبل خروج الناس الی الصلوٰۃ۔

(البخاری)

پر اور عورت پر، چھوٹے پر اور بڑے پر غرض سب مسلمانوں پر اور آپ نے قبل اس کے کہ لوگ نماز عید کے لئے جائیں اس کے ادا کئے جانے کا حکم دیا ہے۔عہ (بخاری)

(۲۹) عن عمر رضی اللہ عنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعطینی العطاء فاقول اعطہ من ھو افقر الیہ منی فقال خذہ اذا جاءك من ھذا المال شئی وانت غیر مشرف ولا سائل فخذہ ومالا فلا تتبعہ نفسك۔ (البخاری)

(۲۹) عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کچھ انعام دیتے تھے تو میں کہتا تھا کہ یہ اس کو دیجئے جو مجھ سے زیادہ حاجت مند ہو تو آپ نے فرمایا کہ جب اس (دنیا کے) مال میں سے کچھ بغیر طمع کے مل جائے تو اس کو لے لیا کرو ورنہ اس کے پیچھے اپنا خیال نہ دوڑاؤ۔عہ (بخاری)

(۳۰) ابومسعود البدری عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان المسلم اذا انفق علی اہلہ نفقۃ وھو یحتسبھا کانت لہ صدقۃ۔ (مسلم)

(۳۰) ابومسعود بدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی مسلمان اپنی بی بی پر بھی بغرض ثواب کچھ خرچ کرتا ہے تو وہ بھی اس کے لئے صدقہ ہے۔ (مسلم)

(۳۱) عن عائشۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتی بلحم بقر فقیل ھذا ما تصدق بہ علی بریرۃ فقال ھو لھا صدقۃ ولنا ھدیۃ (مسلم)

(۳۱) عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے (ایک مرتبہ) گائے کا گوشت پیش کیا گیا اور یہ کہا گیا کہ یہ بریرہ کو صدقہ میں ملا ہے تو آپ نے فرمایا کہ

عہ یہ حکم بطور استحباب کے ہے ۱۲۔

عہ معلوم ہوا کہ جب کوئی کسی دینی خدمت پر بھیجا جائے اور اسکے معاوضہ میں اس کو کچھ دیا جائے اور اس نے لینے کی غرض سے اس کام کو نہ کیا ہو بلکہ محض اللہ کی خوشنودی کے لئے کیا ہو تو اس کا لے لینا اس کے حق میں بلا کراہت جائز ہے عہ اس سے زیادہ اور کیا خوش قسمتی ہوگی کہ ثواب کی غرض سے اپنے بی بی بچوں پر جو کچھ خرچ کرو وہ بھی عبادت ہے ۱۲۔

Marfat.com

یہ ان کے حق میں صدقہ کا حکم رکھتا ہے اور ہمارے لئے ہدیہ عسہ ہے۔ (مسلم)

(۳۲) عن جابر انہ قال اعتق رجل من بنی عذرۃ عبد اللہ عن دبر فبلغ ذلک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال الک مال غیرہ فقال لا فقال من یشتریہ منی فاشتراہ نعیم بن عبد اللہ العدوی بثمان مائۃ درہم فجاء بہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فدفعہا الیہ ثم قال ابدأ بنفسک فتصدق علیہا فان فضل شئی فلاھلک فان فضل شئی عن اھلک فلذی قرابتک فان فضل عن ذی قرابتک شئی فھکذا وھکذا یقول فبین یدیک وعن یمینک وعن شمالک۔ (مسلم)

(۳۲) جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قبیلہ بنی عذرہ کے ایک شخص نے اپنا غلام مدبر عسہ کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر پہنچی آپ نے پوچھا کہ تمہارے پاس اس کے سوا اور مال بھی ہے انھوں نے کہا نہیں تو آپ نے فرمایا کہ اس غلام کو مجھ سے کون مول لیتا ہے تو اس کو نعیم بن عبد اللہ عدوی نے آٹھ سو درہم پر مول لے لیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وہ درہم لایا تو آپ نے وہ درہم اس شخص کو دیے پھر فرمایا کہ پہلے اپنی ذات سے ابتدا کرو اور اس کو صدقہ دو پھر اگر بچ جائے تو اپنے گھر والوں کو دو پھر اگر تمہارے گھر والوں سے کچھ بچ جائے تو وہ تمہارے قرابت داروں کے لئے ہے پھر اگر تمہارے قرابت داروں سے کچھ بڑھے تو اس طرح اور اس طرح یعنی اپنے سامنے اور داہنے اور بائیں سے خرچ کرو۔ (رواہ مسلم)

(۳۳) عن ثوبان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من یضمن لی واحدۃ ولہ الجنۃ قال یحیی ھھنا کلمۃ معناھا ان لا یسأل الناس شیئا۔ (نسائی)

(۳۳) ثوبان سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کون ہے کہ مجھ سے ایک بات کا اقرار کرے اور اس کو جنت مل جائے یحیی نے کہا کہ اس جگہ پر کوئی ایسا لفظ تھا جس کے معنی یہ تھے کہ لوگوں سے کچھ سوال نہ کرے (نسائی)

عسہ معلوم ہوا کہ صدقہ کا مال اگر فقیر لے کر کسی کو ہدیہ دے تو وہ صدقہ نہیں رہتا پس بنی ہاشم کر دینے کی بہت اچھی صورت نکل آئی کہ زکوٰۃ کا مال کسی فقیر کو دیا جائے اور وہ دے چکنے کے اس سے کہا جائے کہ اگر تمہارا دل چاہے تو اس میں سے فلاں سید کو بھی دید و۔ ۱۲

عسہ معلوم ہوا کہ اپنے اہل و عیال کو حاجت مند چھوڑ کر غیر پر احسان کرنا درست نہیں ۱۲

(۳۴) مالك انه بلغه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لا تحل الصدقة لآل محمد انما هي اوساخ الناس۔ (موطا)

(۳۴) امام مالک کہتے ہیں کہ مجھے یہ خبر پہونچی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صدقہ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جائز نہیں ہے سوا اس کے نہیں کہ صدقہ لوگوں کا میل ہے۔ (موطا امام مالک)

(۳۵) عن عطاء بن يسار ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لا تحل الصدقة لغني الا لخمسة لغاز في سبيل الله او لعامل عليها او لغارم او لرجل اشتراها بماله او لرجل له جار مسكين فتصدق على المسكين فاهدى المسكين للغني (موطا امام مالک)

(۳۵) عطاء بن یسار سے (روایت) ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صدقہ غنی کے لئے حلال نہیں سوا پانچ کے (۱) اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کے لئے (۲) یا صدقہ پر کام کرنے کے لئے (۳) یا قرضدار کے لئے (۴) یا اس شخص کے لئے جو اس کو اپنے مال سے مول لے (۵) یا اس شخص کے لئے جس کا پڑوسی مسکین ہو پھر اس مسکین کو صدقہ ملے اور وہ مسکین اس غنی کو بطور ہدیہ کے دے (موطا امام مالک)

(۳۶) عن ابي هريرة رضي الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال والذي نفسي بيده لان ياخذ احدكم حبله يحتطب على ظهره خير من ان ياتي رجلا اعطاه الله من فضله فيسأله اعطاه او منعه (مالک)

(۳۶) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ بیشک تم میں کسی کا اپنی رسی لے کر اور پیٹھ پر لکڑی لادنا اور اس کو بیچ کر کھانا اس سے بہتر ہے کہ کسی آدمی کے پاس جائے جس کو اللہ نے اپنے فضل سے (مال) دیا ہو پھر اس سے سوال کرے وہ دے اسکو یا نہ دے (موطا امام مالک)

(۳۷) عن ام سلمة قالت قلت يا رسول الله صلى الله عليه وسلم الي اجر ان انفق على بني ابي سلمة انما هم بني فقال انفقي عليهم فلك

(۳۷) ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے کہا یا رسول اللہ کیا مجھے کچھ ثواب ہوگا اگر میں ابوسلمہ (اپنے پہلے شوہر کی اولاد) پر خرچ کروں وہ تو میرے ہی بیٹے ہیں آپ نے فرمایا

اجرما انفقت علیھم (البخاری)

تم ان پر جو کچھ خرچ کرو گی اس کا ثواب تم کو ملے گا۔ (بخاری)

(۳۸) مالک عن زید بن اسلم عن ابیہ قال سمعت عمر بن الخطاب یقول حملت علی فرس عتیق فی سبیل اللہ وکان الرجل ھو الذی عندہ قد اضاعہ فاردت ان اشتریہ منہ وظننت انہ بایعا وبرخص قال فسالت عن ذلک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال لہ تشترہ وان اعطاکہ بدرھم واحد فان العائد فی صدقتہ کالکلب یعود فی قیئہ۔

(۳۸) امام مالکؒ زید بن اسلمؓ سے وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عمر رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے (ایک مرتبہ) راہ خدا میں ایک اصیل گھوڑا ایک شخص کو سواری کے لئے دید یا اور جس شخص کے پاس وہ رہا اس نے اس کو قریب المرگ کر دیا تو میں نے چاہا کہ میں اس کو اس شخص سے مول لے لوں اور میں نے یہ سمجھا کہ وہ کچھ ارزانی سے اس کو بیچ ڈالے گا تو اس کی بابت میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا آپ نے فرمایا کہ اسے تم نہ مول عـــہ لو اگرچہ وہ ایک ہی درم میں بیچ ڈالے کیونکہ اپنے صدقہ کا واپس لینے والا مثل اس کتے کے ہے جو اپنی قے کھالے۔

(۳۹) عن ابی رافع ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعث رجلا من بنی مخزوم علی الصدقۃ فقال لابی رافع اصحبنی کیما تصیب منھا لاھتی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاسالہ فانطلق الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فسالہ فقال ان الصدقۃ لا تحل لنا وان مولی القوم من انفسھم (الترمذی)

(۳۹) ابو رافع رضی اللہ عنہ سے (مروی ہے) کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (قبیلہ) بنی مخزوم کے ایک شخص کو صدقہ تحصیل کرنے کے لئے بھیجا تو انھوں نے ابو رافع سے کہا کہ تم بھی میرے ساتھ ہو جاؤ تاکہ تم کو بھی اس سے کچھ مل جائے وہ بولے کہ نہیں یہاں تک کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوں اور آپ سے پوچھ لوں پس وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور آپ سے

عـــہ معلوم ہوا کہ صدقہ دیکر بقیمت واپس لینا بھی مکروہ ہے چہ جائیکہ بلا قیمت واپس لینا یہیں سے سمجھ لو ۱۲۔

Marfat.com

پوچھا تو آپ نے فرمایا صدقہ ہمارے لئے حلال نہیں ہے عـلـہ اور بیشک قوم کا غلام بھی اسی قوم کے حکم میں ہے۔ (الترمذی)

(۴۰) عن بن مسعود قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من اصابته فاقة فانزلها بالناس لم تسد فاقته من انزلها بالله اوشك له الله بالغنی اما بموت عاجل او غنی اجل۔ (ابوداؤد)

(۴۰) ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے (مروی ہے کہ) انھوں نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس کسی کو فاقہ کی مصیبت پہنچے اور اس کو لوگوں کے سامنے پیش کرے تو اس کی حاجت پوری نہ کی جاوے گی عـلـہ اور جو کوئی اس کو اللہ کے سامنے پیش تو عنقریب اللہ اس کو بے نیاز کرے گا یا بذریعہ موت کے جو جلد آجائے یا بذریعہ تونگری کے جو دیر میں حاصل ہو۔

چہل آثار امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

(۱) قال ابو هريرة لما توفی رسول الله صلی الله علیه وسلم وكان ابوبكر وكفر من كفر من العرب قال عمر كيف تقاتل الناس وقد قال رسول الله صلی الله علیه وسلم

(۱) ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اور ابوبکر رضی اللہ عنہ (خلیفہ) ہوئے اور عرب کے کچھ لوگ مرتد ہو گئے (تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اُن سے لڑنے کا ارادہ کیا) اور عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ

عـلـہ معلوم ہوا کہ بنی ہاشم کے غلاموں کو بھی صدقہ کا مال لینا جائز نہیں اور ابورافع آنحضرت کے غلام تھے اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بنی ہاشم یا بنی ہاشم کے غلاموں کا مال صدقہ بنانا جائز ہے ورنہ آنحضرت ابورافع کو اس امر کی اجازت نہ دینے کا سبب یہ بھی بیان فرماتے ہیں کہ ہم لوگوں کو عامل صدقہ بنانا یا بنوانا جائز ہے ۱۲۔

عـلـہ یہ بات برابر تجربہ میں آرہی ہے کہ جو لوگ آدمیوں سے سوال کرتے ہیں وہ ہمیشہ صاحب احتیاج رہتے ہیں اور در بدر گدائی کرتے کرتے ان کی عمر ختم ہو جاتی ہے ۱۲۔

عـلـہ اس حدیث کو غور سے دیکھو زکوٰۃ کی تاکید کس قدر سختی کے ساتھ اس سے نکل رہی ہے (باقی صفحہ ۵۱۴ پر دیکھیے)

Marfat.com

امرت ان اقاتل الناس حتی یقولو لا الہ الا اللہ فمن قالہا فقد عصم منی مالہ ونفسہ الا بحقہ وحسابہ علی اللہ فقال واللہ لاقاتلن من فرق بین الصلوٰۃ والزکوٰۃ فان الزکوٰۃ حق المال واللہ لو منعونی عقالا کانوا یؤدونہا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لقاتلتہم علی منعہا قال عمر فواللہ ما ھو الا ان شرح اللہ صدر ابی بکر فعرفت انہ الحق۔ (البخاری)

تم ان لوگوں سے کس طرح لڑ سکتے ہو حالانکہ یقیناً آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اسی وقت تک لوگوں سے لڑنے کا حکم دیا گیا ہے جب تک وہ لا الہ الا اللہ نہ کہیں پس جو شخص اسے کہہ دیگا تو بیشک اس نے مجھ سے اپنا مال و اپنی جان محفوظ کرلی مگر کسی حق کے عوض میں۔ اور اس کا حساب اللہ پر ہے تو ابوبکرؓ نے کہا کہ اللہ کی قسم میں ضرور ضرور اس شخص سے لڑوں گا جس نے نماز اور زکوٰۃ میں فرق سمجھا اس لئے کہ زکوٰۃ حق مال کا ہے اللہ کی قسم اگر وہ مجھے ایک تسمہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دیتے تھے نہ دینگے تو یقیناً میں ان سے لڑوں گا' عمرؓ نے کہا کہ اللہ کی قسم وہ یہی بات تھی کہ اللہ نے ابوبکرؓ کے سینہ کو کھول دیا تھا' پس میں سمجھ گیا کہ یہ حق ہے (بخاری)

(۲) عن عمر بن الخطاب قال ذکر لی ان الاعمال تباھی فتقول الصدقۃ انا افضلکم وقال عمر ما من امرئ مسلم یتصدق الا ابتدرتہ حجبۃ الجنۃ۔ (کنز العمال)

(۲) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ مجھ سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ اعمال باہم فخر کریں گے تو صدقہ کہے گا کہ میں تم سب سے افضل ہوں اور عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو مسلمان صدقہ دیتا ہے اس کو جنت کے داروغہ ہاتھوں ہاتھ لیں گے (کنز العمال)

(باقی صفحہ ۵۱۳) حضرت ابوبکر صدیقؓ کا زمانہ خلافت جو کل تقریباً ڈھائی برس کا تھا بہت پر آشوب زمانہ تھا یہ وہ زمانہ تھا کہ مہر رسالت چھپ چکا تھا اور ایک سخت اور نیا واقعہ اس زمانہ میں پیش آیا تھا کہ بہت سے لوگ مرتد ہوگئے تھے اور اندیشہ تھا کہ اگر تحقیق کیجائے تو اور بھی لوگ برگشتہ ہو جائیں گے مگر حضرت ابوبکرؓ زکوٰۃ کی سخت سخت تاکیدوں کو دیکھ کر نہ رہ سکے اور زمانہ کی نیرنگی کی کچھ بھی پرواہ نہ کی اور مرتدوں کو سزا دہی کے لئے سخت جنگ کی اور اللہ نے ان کو اس میں کامیاب فرمایا ۱۲۔

ؔ حضرت عمرؓ نے حضرت صدیق کی رائے کا برحق ہونا نہ صرف ان کے کہنے سے سمجھا بلکہ خود اپنے اجتہاد سے کیونکہ وہ خود بھی مجتہد تھے اور ایک مجتہد پر دوسرے مجتہد کی تقلید حرام ہے ۱۲

(۳) عن عمر قال ماکان من دقیق
او بر یراد به التجارة ففیه الزکوٰة ۔
(کنزالعمال)

(۴) کتب عمر الی ابی موسی ان مر من
قبلك من نساء المسلمین ان یتصدقن
من حلیهن ۔ (کنزالعمال)

(۵) مالك انه قراء کتاب عمر فی
الصدقة قال فوجدت فیه ۔
بسم الله الرحمٰن الرحیم
هذا کتاب الصدقة فی اربعة وعشرین
من الابل فدونها الغنم فی کل خمس
شاة وفیما فوق ذلك الی خمس وثلاثین
بنت مخاض فان لم یکن بنت مخاض
فابن لبون ذکر وفیما فوق ذلك الی

(۳) عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آٹا یا گیہوں جو کچھ بھی بغرض تجارت ہو اس میں زکوٰۃ (فرض) ہے ۔ (کنزالعمال)

(۴) عمر رضی اللہ عنہ نے ابوموسیٰ کو لکھا کہ تم اپنی طرف کی مسلمان عورتوں کو یہ حکم دو کہ وہ اپنے زیوروں[1] کی زکوٰۃ دیں (کنزالعمال)

(۵) امام مالک کہتے ہیں کہ میں نے عمر رضی اللہ عنہ کے خط کو پڑھا تو اس میں یہ مضمون پایا ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ زکوٰۃ[2] کی کتاب ہے ۔ چوبیس اونٹوں میں اور ان سے کم میں بکری (واجب ہے) ہر پانچ اونٹ میں ایک بکری اور اس سے زیادہ[3] میں پینتیس تک ایک بنت[4] مخاض پھر اگر بنت مخاض نہ ہو تو ایک نر ابن لبون[5] اور اس سے زیادہ میں پینتالیس

---

[1] زیوروں کی کچھ تخصیص نہیں ہے کہ وہ استعمال میں آتے ہوں یا نہیں معلوم ہوا کہ ہر حال میں ان پر زکوٰۃ فرض ہے یہی مذہب امام ابوحنیفہ کا ہے ۱۲ ۔

[2] اس مقدس خط سے جانوروں کی زکوٰۃ کے اکثر مسائل نکالے گئے ہیں اس خط کے بعض بعض الفاظ کے دو دو مطلب ہوسکتے ہیں، شیخ ولی اللہ محدث دہلوی نے مسوی شرح موطا میں اس کی شرح امام ابوحنیفہ وامام شافعی دونوں کے مذاہب کے موافق کی ہے مگر میں صرف حنفیہ کے موافق اس کی شرح کرتا ہوں تاکہ بہت طول نہ ہو ۱۲ ۔

[3] یعنی پچیس پر ایک بنت مخاض ہے پچیس کے بعد پینتیس پر کچھ نہیں نتیجہ یہ کہ اگر کسی کے پاس پینتیس اونٹ ہوں اور دس آخر سال میں مرجائیں تو زکوٰۃ کم نہ ہوگی کیونکہ وہ معافی میں تھے ۔

[4] بنت مخاض اس اونٹنی کو کہتے ہیں جو دوسرے برس میں ہو اور بنت لبون تیسرے برس کی اونٹنی کو اور حقہ چوتھے برس کی اونٹنی کو اور جذعہ پانچویں برس کی اونٹنی کو ۔

[5] یہ ارشاد بلحاظ قیمت کے ہے، ابن لبون کی قیمت اس زمانہ میں بنت مخاض کے برابر ہوگی ۱۲

خمس واربعین ابنۃ لبون وفیما فوق ذلک الی ستین حقۃ طروقۃ الفحل وفیما فوق ذلک الی خمس وسبعین جذعۃ وفیما فوق ذلک الی تسعین ابنتالبون وفیما فوق ذلک الی عشرین ومائۃ حقتان طروقتا الفحل فما زاد علی ذلک من الابل ففی کل اربعین بنت لبون وفی کل خمسین حقۃ وفی سائمۃ الغنم اذا بلغت اربعین الی عشرین ومائۃ شاۃ وفیما فوق ذلک الی مائتین شاتان وفیما فوق ذلک الی ثلث مائۃ ثلث شاۃ فما زاد علی ذلک ففی کل مائۃ شاۃ ولا یخرج فی الصدقۃ تیس ولا ھرمۃ ولا ذات عوار الا ما شاء المصدق ولا یجمع بین مفترق ولا یفرق بین مجتمع خشیۃ الصدقۃ وما کان من خلیطین فانھما یتراجعان بالسویۃ وفی الرقۃ اذا بلغت خمس اواق ربع العشر

تک ایک مادہ بنت لبون اور اس سے زیادہ میں ساٹھ تک ایک حقہ جو حاملہ ہونے کے قابل ہو اور اس سے زیادہ میں پچھتر تک ایک جذعہ اور اس سے زیادہ میں نوے تک دو بنت لبون؟ اور اس سے زیادہ میں ایک سو بیس تک دو حقہ جو حاملہ ہونے کے قابل ہوں پھر جس[1] قدر اونٹ اس سے زیادہ ہوں تو ہر چالیس میں ایک بنت لبون اور ہر پچاس میں ایک حقہ اور سائمہ بکریوں میں جب وہ چالیس ہوجائیں ایک سو بیس تک ایک بکری اور اس سے زیادہ میں دوسو تک دو بکریاں اور اس سے زیادہ میں تین سو تک تین بکریاں پھر جو اس سے زیادہ ہوں تو ہر سو بکریوں میں ایک بکری اور زکوٰۃ میں نر بکرا نہ دیا جائے اور نہ کوئی بڈھی بکری اور نہ کوئی عیب دار سوا اس کے جو مصدق[2] چاہے اور نہ زکوٰۃ کے خوف سے کسی متفرق مال میں جمع کیا جائے اور نہ کسی مجتمع مال کی تفریق کی جائے اور جو مال دو شخصوں کی شرکت میں ہو تو وہ دونوں برابر باہم سمجھ لیں اور چاندی میں جب وہ پانچ اوقیہ ہوجائے چالیسواں حصہ (زکوٰۃ ہے) (موطا امام مالک)

---

[1] جب ایک سو بیس سے اونٹ بڑھ جائیں تو امام ابوحنیفہؒ کا مذہب یہ ہے کہ جب تک ایک سو پینتالیس نہ ہوجائیں ہر پانچ میں ایک بکری لی جائیگی جیسا کہ اوپر بیان ہوچکا غرضکہ یہاں سے ان کا عمل اس خط پر نہیں بلکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خط پر اور اسی پر حضرت ابوبکر صدیق نے عمل کیا اور حضرت فاروق اعظم سے بھی ایک روایت میں اسی پر عمل کرنا منقول ہے ۱۲ (شامی) [2] مصدق صدقہ تحصیل کرنے والا۔

Marfat.com

(۶) وفی کتاب عمر بن الخطاب و فی سائمۃ الغنم اذا بلغت اربعین شاۃ شاۃ فان کان الضان اکثر من المعز ولم تجب علی ربہا الا شاۃ واحدۃ اخذ المصدق تلک الشاۃ التی وجبت علی رب المال من الضان وان کانت المعز اکثر اخذ منہا فان استوی الضان والمعز اخذ من ایتہما شاء۔

(۶) عمر رضی اللہ عنہ کے خط میں یہ مضمون تھا کہ سائمہ بکریوں میں جب وہ چالیس ہو جائیں ایک بکری ہے پھر اگر بھیڑ بکری کی بہ نسبت زیادہ ہوں اور ان کے مالک پر صرف ایک ہی بکری واجب ہوئی ہو تو مصدق اس بکری کے عوض میں جو واجب ہوئی بھیڑ[1] لے لے۔ اور اگر بکری زیادہ ہوں تو بکری لے لے۔ پھر اگر بھیڑ اور بکری برابر ہوں تو دونوں میں سے جسے چاہے لے لے۔ (موطا امام مالک)

(۷) ابوبکر عن طارق ان عمر بن الخطاب کان یعطیہم العطاء ولا یزکیہ۔

(۷) ابوبکرؓ طارقؓ سے (راوی) ہیں کہ عمر بن خطابؓ فقیروں کو صدقے دیتے تھے اور صدقہ کی زکوٰۃ نہ دیتے تھے۔

(۸) ابوبکر عن عبد الرحمٰن بن عبد القاری وکان علی بیت المال فی زمن عمر فکان اذا خرج العطاء جمع عمر اموال التجار فیحسب عاجلہا و اٰجلہا ثم یاخذ الزکوۃ من الشاہد والغائب۔

(۸) ابوبکرؓ عبد الرحمٰنؓ بن عبد قاریؓ سے راوی ہیں اور وہ عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بیت المال پر (مامور) تھے پس جس وقت صدقہ نکلتا تھا تو حضرت عمرؓ تاجروں کے مالوں کو جمع کر لیتے تھے اور ان[2] کے پرانے اور نئے مال کا حساب کر لیتے تھے پھر حاضر و غائب سے زکوٰۃ لیتے تھے۔

(۹) ابوبکر عن عبد الملک بن ابی بکر

(۹) ابو بکرؓ عبد الملک بن ابو بکرؓ سے (راوی ہیں)

---

[1] معلوم ہوا کہ بھیڑ بکریوں سے ملا کر نصاب پورا کر لیا جائے گا اور زکوٰۃ میں وہی جانور لیا جاوے گا جو تعداد میں زیادہ ہو ایک بکری کی قید اتفاقی ہے اوپر یہ مسئلہ مفصل گزر چکا ہے ۱۲

[2] اس کا مطلب یہ ہے سال کے اندر جو مال ملا ہو اور ابھی اس پر سال نہ گزرا ہو اس کو علیحدہ اور جس پر سال گزر چکا ہو اس کو علیحدہ رکھتے تھے پس اگر دونوں ہم جنس ہوتے اور دو دفعہ زکوٰۃ کا دینا لازم نہ آتا تو دونوں کو ملا دیتے ورنہ تفصیل اس مسئلہ کی زکوٰۃ کے بیان میں دیکھو ۱۲

Marfat.com

ان عمر قال احسب دینك وما عندك فاجمع ذالك جمیعا ثم زکه۔

کہ عمرؓ نے (ایک شخص) سے کہا کہ تو اپنے قرض کا اور اس (مال) کا جو تیرے پاس ہے حساب کر اور سب کو جمع کر پھر جو بڑھے اسکی زکوٰۃ دے۔

(۱۰) مالك والشافعی عن عائشة زوج النبی صلی الله علیه وسلم انها قالت مر علی عمر بن الخطاب بغنم من الصدقة فرای فیها شاة حافلا ذات ضرع عظیم فقال عمر بن الخطاب ماهذه الشاة فقالوا شاة من الصدقة فقال عمر ما اعطی هذه اهلها وهم طائعون لا تفتنوا الناس لا تاخذ حزرات المسلمین نکبوا عن الطعام۔

(۱۰) مالکؒ وشافعیؒ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے (راوی ہیں) انھوں نے کہا عمرؓ کے سامنے زکوٰۃ کی بکریاں گزریں تو انھوں نے ان میں سے ایک دودھار بڑے تھن والی بکری دیکھی تو پوچھا یہ بکری کیسی ہے لوگوں نے کہا کہ زکوٰۃ کی بکری ہے تو انھوں نے فرمایا کہ اس کو اس کے مالک نے خوشی[1] سے نہیں دیا (دیکھو) لوگوں کو تکلیف نہ دو مسلمانوں کا عمدہ مال (زکوٰۃ میں) نہ لو (ان کے) کھانے کی چیز سے احتراز کرو۔

(۱۱) شافعی عن ابی عمرو بن الحماس ان اباه قال مررت بعمر بن الخطاب وعلی عنقی اُدمة احملها فقال عمر الا تؤدی زکوتك یا حماس فقلت یا امیر المومنین مالی غیر هذا الذی علی ظهری هیئة فی القرظ قال ذلك مال فضع فوضعتها بین یدیه فیجسها فوجدها قد وجبت فیها الزکوٰة فاخذ منها الزکوٰة۔

(۱۱) شافعی ابو عمرو بن حماسؓ سے کہ ان کے باپ نے کہا میں ایک مرتبہ عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے گزرا اور میری گردن پر کچھ کھالیں تھیں جن کو میں لادے ہوئے تھا تو انھوں نے فرمایا کہ اے حماسؓ کیا تم اپنی زکوٰۃ نہیں دیتے میں نے کہا اے امیر المومنین میرے پاس سوا اس کے جو میری پیٹھ پر ہے کچھ نہیں ہے یعنی چند کھالیں دباغت کے لئے ہیں اور اس کے سوا میرے پاس کچھ نہیں آپ نے فرمایا یہ بھی مال[2] ہے رکھد

---

[1] معلوم ہوا کہ جو مال قرض میں مستغرق ہو اس پر زکوٰۃ فرض نہیں ۱۲ [2] معلوم ہوا کہ اگر خوشی سے دیدیتا تو درست تھا [3] وہ کھالیں ان کی ذاتی مملوکہ ہوں گی اور ان کی قیمت نصاب کے برابر ہوگی ۱۲۔

Marfat.com

یں لے ان کے سامنے رکھدیا تو وہ اس کو چھونے لگے اور انھوں نے اس میں زکوٰۃ واجب پائی تو اس سے زکوٰۃ لے لی۔

(۱۲) الشافعی روی عن عمر انہ قد کانت النواضح علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وخلفائہ فلم اعلم احدا اروی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخذ منھا صدقۃ ولا احدا من خلفائہ ولا شک انشاء اللہ ان قد کان للرجل الخمس واکثر۔

(۱۲) شافعیؒ (کہتے ہیں) کہ عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بیشک پانی بھرنے والے اونٹ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفا کے زمانہ میں تھے مگر میں نہیں جانتا کہ کسی نے روایت کی ہو کہ آپ نے ان سے زکوٰۃ لی ہو اور نہ آپ کے خلفا میں کسی نے اور خدا نے چاہا تو اس میں شک نہیں کہ ایک ایک آدمی کے پاس پانچ اونٹ اور (بلکہ) اس سے بھی زیادہ تھے۔

(۱۳) مالک والشافعی عن سلیمان ابن یسار ان اھل الشام قالوا لابی عبیدۃ الجراح خذ من خیلنا صدقۃ فابی ثم کتب الی ابن الخطاب فابی عمر ثم کلموہ ایضاً فکتب الیہ ان احبوا فخذھا منھم واردھا علیھم وارزق رقیتھم۔

(۱۳) مالکؒ اور شافعیؒ سلیمان بن یسار سے (روایت کرتے ہیں) کہ شام کے لوگوں نے ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ہمارے گھوڑوں کی بھی زکوٰۃ لیا کرو تو انھوں نے نہ مانا پھر ابو عبیدہ نے عمر رضی اللہ عنہ کو لکھا انھوں نے بھی نہ مانا پھر لوگوں نے ان سے کہا بھی تو انھوں نے ان کو لکھ بھیجا کہ اگر وہ چاہیں تو اس کو ان سے لے لو اور پھر انھیں پر واپس کردو اور ان کے غلاموں کو کھلادو۔

(۱۴) الشافعی عن بن شہاب ان ابا بکر و عمر لم یکونا یاخذان الصدقۃ بنسئیہ ولکن یبعثان علیھا فی الجدب والخصب والسمن والعجف لان اخذھا فی کل عام من رسول اللہ

(۱۴) شافعیؒ ابن شہابؒ سے (روایت کرتے ہیں) کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما زکوٰۃ ادھار پر نہ لیتے تھے لیکن گرانی اور ارزانی اور فربہی اور لاغری (غرض ہر حال میں) اس کی تحصیل کراتے تھے کیونکہ زکوٰۃ کا ہر سال لینا رسول اللہ صلی اللہ

لہ یہی امام ابوحنیفہؒ کا مذہب ہے ۱۲ عالمگیری ۔ لہ گھوڑوں پر زکوٰۃ نہ ہونے کی بحث اوپر گزر چکی ہے اور یہ کہ تجارتی گھوڑے ہوں تو ان پر بھی تجارتی مال کی زکوٰۃ فرض ہے یہاں مراد سواری کے گھوڑے ہیں ۱۲

صلی اللہ علیہ وسلم سنۃ۔

علیہ وسلم کی سنت ہے۔

(۱۵) ابوبکر عن الحسن کتب عمر الی ابی موسیٰ فما زاد علی المائتین ففی کل اربعین درھما درھم قلت معنا ہ عند ابی حنیفۃ لا یوخذ فی اقل من الاربعین اذا زاد علی مائتین وعند الشافعی ھذا بیان الکسر ببیان مخرجہ۔

(۱۵) ابوبکر حسن بصریؒ سے (راوی ہیں) کہ عمر رضی اللہ عنہ نے ابوموسیٰؓ کو یہ لکھ بھیجا کہ جس قدر (چاندی) دوسو (درم سے) زیادہ ہو تو ہر چالیس درم میں ایک درم (زکوٰۃ) ہے[1]۔ میں کہتا ہوں کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کے یہ معنی ہیں کہ دوسو سے زیادہ ہوں تو چالیس سے کم میں زکوٰۃ نہ لی جاوے گی اور امام شافعیؒ کے نزدیک کسر کا بیان ہے، بذریعہ اس کے مخرج کے۔

(۱۶) مالک والشافعی عن سفیان ابن عبد اللہ الثقفی ان عمر بن الخطاب بعثہ مصدقا فکان یعد علی الناس بالسخل فقالوا اتعد علینا بالسخل ولا تاخذ منہ شیئاً فلما قدم علی عمر بن الخطاب ذکر ذلک لہ فقال عمر نعد علیھم بالسخلۃ یحملھا الراعی ولا ناخذھا ولا ناخذ الاکولۃ ولا الربی ولا الماخض ولا فحل الغنم وناخذ الجذعۃ والثنیۃ وذلک عدل بین غذاء الغنم و خیارہ۔

(۱۶) مالکؒ اور شافعیؒ سفیان بن عبد اللہ ثقفی سے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ان کو صدقہ تحصیل کرنے پر مقرر کیا تو وہ بکریوں کے بچوں[2] کو بھی شمار کر لیتے تھے تو لوگوں نے کہا کہ تم ہمارے بچوں کو بھی شمار کر لیتے ہو اور ان میں سے کسی کو لیتے نہیں تو جب وہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے تو اس کا ذکر ان سے کیا انھوں نے فرمایا کہ ہم ان کے اس بچے کو بھی شمار کر لیں گے جس کو چرواہا[3] اٹھاتا ہے اور اس کو لیں گے نہیں۔ اور نہ کھانے کی بکری لیں گے اور نہ حاملہ اور نہ بکریوں کا نر اور نہ ایک سال کی بکری اور دو سال کی لیں گے اور یہ متوسط ہے بری اچھی بکریوں میں۔

(۱۷) ابوبکر قال عمر اذا وقف الرحیل

(۱۷) ابوبکر ابن ابی شیبہؒ سے روایت ہے کہ

---

[1] یہ حضرت شیخ ولی اللہ محدث دہلوی کا قول ہے امام شافعی کے مذہب پر جو انھوں نے اس اثر کو منطبق کیا ہے حالانکہ اس میں تکلف نہیں ہے ۱۲ کذا فی المصفّٰی [2] امام ابوحنیفہ کا یہی مذہب ہے کہ اگر سب بچے ہی بچے ہیں (باقی صفحہ ۵۲۱ پر دیکھئے)

...اليكم غنمه فاصدعوها صدعين ثم اختاروا من نصف الآخر۔

عمر رضی اللہ عنہ نے (صدقہ تحصیل کرنے والوں سے) فرمایا کہ جب کوئی اپنی بکریاں تمہارے والے کردے تو ان کے دو حصے کر دو پھر دوسرے حصہ میں سے زکوٰۃ کی بکری نکالو۔

(۱۸) ابوبكر عن مجاهد عن عمر ليس في الخضراوات زكوة۔

(۱۸) ابوبکر مجاہد سے وہ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ سبزیوں میں زکوٰۃ فرض نہیں ہے۔

(۱۹) البيهقي عن عمرو ابن شعيب عن ابيه عن جده ان رجلا جاء الى رسول الله صلى الله عليه وسلم بعشور نحل له وساله ان يحمي وادا يقال له سلبة فحماه له فلما ولى عمر كتب سفيان بن وهب الى عمر بن الخطاب يساله عن ذلك فكتب عمران ادى اليك ما كان يودى الى رسول الله صلى الله عليه وسلم من عاشور نحله فاحم له سلبة والا فانما هو ذباب غيث ياكله من شاء

(۱۹) بیہقی عمرو بن شعیب سے وہ اپنے باپ سے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنے شہد کا عشر لایا اور اس نے آپ سے درخواست کی کہ سلبہ نام جنگل کی آپ حفاظت کردیں تو آپ نے حفاظت کردی پھر جب عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو سفیان بن وہب نے عمر رضی اللہ عنہ سے اس کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے لکھ دیا کہ اگر وہ جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیتا تھا یعنی شہد کا عشر وہ تم کو دے تو تم اس کے لئے سلبہ کی حفاظت کرو ورنہ (مکھی سے پیدا ہوئی چیز تو) آسمانی بارش کے مثل ہے جو چاہے اس کو کھالے۔

(باقی صفحہ ۵۲۰) اور ایک بھی ان میں بڑا جانور موجود ہو تو اس کی تبعیت میں بچے بھی شمار کرنے جائیں گے اور زکوٰۃ لے لی جائیگی ۱۲ عـــہ یعنی اس قدر چھوٹے بچوں کا بھی شمار کر لیا جائے گا جو خود اپنے پیروں سے چراگاہ نہیں جا سکتے مقصود حضرت فاروق اعظم کا اس تمام بیان سے یہ ہے کہ ہم انصاف پر چلتے ہیں جیسا کہ بچوں کا شمار کر لینے میں تم پر زیادتی ہے ویسا ہی حاملہ اور کھانے کی بکری نہ لینے میں تمہارے ساتھ رعایت بھی ہے ۱۲۔

عـــہ دو حصہ سے مراد یہ ہے کہ اچھی اور بری کے درمیان میں ہو نہ بہت عمدہ نہ بہت بری ۱۲ عـــہ معلوم ہوا کہ عشر تجارتی مالوں پر اسی وقت آتا ہے جب امام وقت کی طرف سے اس کی حفاظت ہو ۱۲۔

(۲۰) ابوبکر عن زیاد بن حدیر بعثنی عمر علی العشور وامرنی ان لا افتش احداً۔

(۲۰) ابوبکر زیاد بن حدیر سے (روایت کرتے ہیں) کہ مجھے عمر رضی اللہ عنہ نے عشر کے تحصیل کرنے پر مقرر کیا اور حکم دیا کہ میں کسی کے (مال) کی تلاشی نہ لوں[۱]۔

(۲۱) ابوبکر عن زیاد بن حدیر بعثنی عمر علی السواد ونهانی ان اعشر مسلماً۔

(۲۱) ابوبکر ابن حدیر سے راوی ہیں کہ مجھے عمر رضی اللہ عنہ نے ایک ناکہ پر متعین کیا اور مجھے منع کر دیا کہ میں کسی مسلمان سے عشر (نہ) لوں

(۲۲) ابوبکر عن عبدالرحمن بن البلیمانی قال ابوبکر الصدیق مما یوصی به عمر من ادی الزکوٰة الی غیر ولاتها لم یقبل منه صدقة ولو تصدق بالدنیا جمیعا۔

(۲۲) ابوبکر عبدالرحمن بن بلیمانی سے (راوی ہیں) کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا عمر رضی اللہ عنہ کو اس بات کی بھی وصیت کی جاتی ہے کہ جو شخص عاملین زکوٰة کے سوا کسی کو زکوٰة دے تو اس سے کہدیں کہ اس کا صدقہ اللہ کے ہاں قبول نہ ہوگا[۲] اگرچہ تمام دنیا صدقہ کردے۔

(۲۳) قال الشافعی سمعت بعض من لا یقول بنصاب خمسة اوسق یقول قد قام بالامر بعد النبی صلے اللہ علیه وسلم ابوبکر وعمر وعثمان وعلی واخذ والصدقات اخذا عاما زمانا طویلا فما روی عنهم انهم قالوا

(۲۲) امام شافعیؒ نے کہا ہے کہ میں[۳] نے بعض ان لوگوں سے جو عشر میں پانچ وسق کے نصاب ہونے کے قائل نہیں ہیں سنا کہ وہ کہتے ہیں بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ابوبکرؓ عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ خلیفہ ہوئے اور وہ عام طور پر بغیر تعیین اس نصاب کے ایک زمانہ دراز تک صدقات لیتے

---

[۱] یعنی مسلمانوں کے مال کی بابت جیسا کہ آیندہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی بات کا اعتبار کرلیا کرو ۱۲۔

[۲] اس سے مراد یہ ہے کہ اگر امام برحق یعنی حاکم مسلم عادل کے ہوتے کسی اور کو اگر زکوٰۃ کا مال دیا جائے تو وہ قبول نہ ہوگا اس کو پھر زکوٰۃ دینی چاہیے یہ مسئلہ بھی اوپر بیان ہو چکا ہے ۱۲۔

[۳] اس سے مراد امام ابوحنیفہؒ ہیں ان کے نزدیک عشر کے واجب ہونے میں کوئی نصاب شرط نہیں ہے صاحبین کے نزدیک شرط ہے اور انھوں نے اسی حدیث سے تمسک کیا ہے جس کا جواب امام ابوحنیفہ کی طرف سے امام شافعی نے نقل فرماکر رد کیا ہے اور اس کے رد کی کیفیت حاشیہ آئندہ میں مذکور ہے ۱۲۔

ليس فيما دون خمسة اوسق صدقة ماروا لا عن النبي صلى الله عليه وسلم الا ابو سعيد الخدري ثم اجاب الشافعي بما حاصله ان الحديث صحيح من رواية ابي سعيد وجابر موجود في كتاب عمرو بن حزم فوجب العمل به ولم يذكر عن الائمة ان الحديث ظهر في زمانهم فتكلموا فيه قلت بل ذكر مالك سنة اهل المدينة على ما رويناه عن ابي سعيد۔

رہے پھران سے کسی نے نہیں روایت کی کہ انھوں نے کہا ہو کہ پانچ وسق سے کم میں صدقہ فرض نہیں ہے اور اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ابوسعید خدری کے سوا کسی نے روایت نہیں کیا۔ پھر امام شافعی نے اس کا یہ جواب[1] دیا کہ ابوسعید کی اور جابر کی روایت صحیح ہے عمرو ابن حزم کے خط میں موجود ہے پس اس پر عمل واجب ہے اور خلفائے راشدین سے یہ منقول نہیں کہ یہ حدیث ان کے زمانہ میں ظاہر ہوئی اور انھوں نے اس میں کلام کیا[2] میں کہتا ہوں کہ امام مالکؒ نے اہل مدینہ کا طریقہ اسی کے موافق ذکر کیا ہے جو ابوسعیدؓ سے ہم کو روایت ملی ہے۔

(۲۴) عمر بن الخطاب بعث رجلا من ثقيف على الصدقة ثم رأه بعد ذلك متخلفا فقال اراك متخلفا

(۲۴) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے قبیلہ ثقیف سے کسی شخص کو صدقہ (کی تحصیل) پر (مقرر کرکے) بھیجا پھر انھوں نے اس کو جانے

---

[1] امام شافعی کا جواب اس امر کی تسلیم پر مبنی ہے کہ خلفاء راشدین کا عمل اس حدیث پر نہ تھا اب اس پر عمل نہ ہونے کی وجہ جو انھوں نے بیان فرمائی یعنی حدیث کا نہ معلوم ہونا بعید از قیاس معلوم ہوتا ہے خلفائے راشدین کی خلافت بہت دنوں تک رہی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قطعی حکم تھا کہ جس کسی کو حدیث معلوم ہو مجھ سے آکر بیان کرے جب ان کو کسی مسئلہ میں حدیث نہ معلوم ہوتی تھی تو مجمع عام کرکے اس مسئلہ کو پیش کر دیتے تھے تاکہ اگر کسی کو حدیث معلوم ہو تو بتادے اور جب کوئی بتادیتا تھا تو مان لیتے تھے پس ایسی حالت میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو ان سے کیوں نہ بیان کیا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کیوں نہ کہا معلوم ہوتا ہے کہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ خود جانتے تھے کہ یہ حدیث متروک العمل ہے یا انھوں نے حضرت فاروق کے سامنے یہ حدیث پیش کی ہو اور اُن کو اس کا متروک العمل ہونا معلوم تھا اس سبب سے اس پر عمل نہ کیا ۱۲۔

[2] یہ حضرت شیخ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا قول ہے ان کا جواب بھی امام صاحب کے استدلال کے تسلیم کرنے پر مبنی ہے اب رہ گیا مدینہ کا عمل وہ خلفائے راشدین کے ترک عمل کے بعد ہرگز ہمارے نزدیک حجت نہیں ہو سکتا ۱۲۔

Marfat.com

ولقما اجر غاز فی سبیل اللہ۔ (کنز العمال)

میں تاخیر کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا میں تمہیں تاخیر کرتا ہوا دیکھتا ہوں حالانکہ اگر تم اس کام کو کرو تو تمہارے لئے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں کا ثواب ہوگا۔ (کنز العمال)

(۲۵) عن ابن الساعدی المالکی قال استعملنی عمر بن الخطاب علی الصدقۃ فلما فرغت منھا وادیتھا الیہ امرنی بعمالۃ فقلت لہ انما عملت للہ واجری علی اللہ فقال خذ ما اعطیت۔ (مسلم)

(۲۵) ابن ساعدی مالکی سے روایت ہے کہ مجھ کو عمر رضی اللہ عنہ نے صدقہ (کی تحصیل) پر (مقرر کرکے) بھیجا تو میں جب اس سے فارغ ہوا اور سب مال انکو دے چکا تو مجھے اجرت کا حکم دیا تو میں نے کہا کہ میں نے صرف اللہ کے لئے کیا ہے اور میری اجرت اللہ کے ذمہ ہے تو انھوں نے فرمایا کہ جو کچھ دیا جائے لے لیا کرو (مسلم)

(۲۶) ابو بکر عن عمر فی قولہ تعالیٰ انما الصدقات للفقراء فقال ھم زمنآء اھل الکتاب۔

(۲۶) ابو بکر سے روایت ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کے اس قول میں "انما الصدقات" پر فرمایا[1] کہ یہ اہل کتاب کے لنجھے لوگ ہیں۔

(۲۷) ابو بکر عن عطاء ان عمر کان یاخذ العرض فی الصدقۃ وغیرھا زاد فی روایۃ ویعطیھا فی صنف واحد مما سمی اللہ۔

(۲۷) ابو بکر عطاءؒ سے راوی ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ صدقہ وغیرہ میں اسباب[2] بھی لے لیا کرتے تھے اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ صدقہ کو اللہ کی بتائی ہوئی ایک قسم[3] میں دیدیا کرتے تھے۔

---

[1] امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک زکوٰۃ اور عشر کا مال کافر کو نہیں دیا جاتا گو وہ ذمی ہو اور حضرت فاروق کے اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کو صدقہ کا مال دیا جاسکتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ شاید حضرت فاروقؓ کے نزدیک اس آیت میں صدقات سے عام صدقات مراد ہوں واجبہ بھی نافلہ بھی اور نافلہ صدقات کا ذمی کافروں کو دینا جائز ہے یا حضرت فاروقؓ کا اس بیان سے مقصود یہ ہو کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو یہ لوگ اس میں داخل تھے مگر جب تالیف قلوب کی مصلحت جاتی رہی تو یہ حکم ساقط ہوگیا ۱۲۔

[2] یعنی نقد کی تخصیص نہ کرتے تھے یہی حنفیہ کا مذہب ہے ۱۲۔

[3] یہی مذہب حنفیہ کا ہے امام شافعیؒ کے نزدیک ضروری ہے کہ ہر قسم کو دیا جائے ۱۲۔

Marfat.com

(۲۸) لما قبض رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جاء الی ابی بکر لاخذ سھمھم والی عمر فقال عمران رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کان یعطیکم لیو لفکم علی الاسلام فاما الیوم فقد اعز اللہ دینہ فلیس بیننا وبینکم الا السیف اوالاسلام فنصرفوا الی ابی بکر فقالوا انت الخلیفۃ ام عمر فاقر ابوبکر رای عمر وابطل سھمھم وکان ذلک بحضور من الصحابۃ فصار اجماعا منھم علی سقوط سھمھم (نبایہ)

(۲۸) جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو مولفۃ القلوب[1] اپنا حصہ لینے کے لئے ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی خدمت میں آئے تو عمر رض نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم کو اس لئے دیتے تھے کہ تم کو اسلام پر راغب کریں لیکن اب تو اللہ نے اپنے دین کو غالب کردیا لہذا اب ہمارے تمہارے درمیان میں یا تلوار ہے یا اسلام تو وہ ابوبکر صدیق کے پاس لوٹ کر گئے اور کہنے لگے کہ آپ خلیفہ ہیں یا عمر رض تو ابوبکر صدیق رض نے عمر فاروق رض کی رائے کو برقرار رکھا اور ان کا حصہ بند کردیا اور یہ معاملہ صحابہ کے سامنے ہوا تو اجماعی ہوگیا (نبایہ)

(۲۹) ابوبکر عن الحسن قال عمر اذا تحولت الصدقۃ الی غیر الذی تصدق علیہ فلا باس ان یشتریھا۔

(۲۹) ابوبکر حسن رح سے راوی ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب صدقہ اس شخص کے پاس چلا جائے جس کو دیا نہیں گیا تو صدقہ دینے والا اس کو مول[2] لے سکتا ہے۔

(۳۰) ابوبکر عن جماعۃ ان عمر بن الخطاب صلح نصاری بنی تغلب علی ان لیضعف علیھم الزکوٰۃ مرتین

(۳۰) ابوبکر رح بہت لوگوں سے (روایت کرتے ہیں کہ) عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ نے بنی تغلب کے نصرانیوں سے اس شرط پر صلح کی کہ ان سے دگنی زکوٰۃ[3] لی جاتے گی۔

---

[1] یہی مذہب امام ابوحنیفہ کا ہے کہ مولفۃ القلوب کا حصہ ساقط ہوگیا جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں مگر امام شافعی اس میں مخالف ہیں وہ کہتے ہیں کہ اب بھی امام وقت کو بحسب مصلحت اختیار ہے ۱۲۔

[2] یعنی مکروہ بھی نہیں ۱۲۔

[3] زکوٰۃ سے مراد عشر ہے مسئلہ عشر کے بیان میں با تفصیل دیکھ لو ۱۲۔

Marfat.com

(۳۱) عن عبد اللہ بن عمر قال کان الناس یخرجون صدقۃ الفطر علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صاعا من شعیر او تمرا او سلت او زبیب قال قال عبد اللہ فلما کان عمر رضی اللہ عنہ وکثرت الحنطۃ جعل عمر نصف صاع حنطۃ مکان صاع تلک الاشیاء۔ (ابوداؤد)

(۳۱) عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے (روایت) ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں لوگ صدقہ فطر میں ایک صاع جو یا چھوہارے یا منقے دیا کرتے تھے عبد اللہ بن عمرؓ کہتے ہیں پھر جب عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے اور گیہوں کثرت سے ہوا تو انھوں نے گیہوں کا آدھا صاع ان چیزوں کے ایک صاع کے برابر کر دیا۔ (ابوداؤد)

(۳۲) الشافعی عن عمرو بن دینار ان عمر بن الخطاب قال ابتغوا فی اموال الیتامی لا یستھلکھا الزکوۃ۔

(۳۲) شافعی عمرو بن دینارؒ سے (روایت کرتے ہیں) کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا یتیموں کے مال میں تجارت کرو (کہیں) زکوۃ[له] ان کو ختم نہ کر دے۔

(۳۳) قال ابو عمر و رای عمر و علی و ابن عمر و جابر و عائشۃ وطاوس وعطاء و ابن سیرین ان یزکی مال الیتیم وقال الزھری یزکی مال المجنون۔ (البخاری)

(۳۳) ابو عمرو نے کہا ہے کہ عمر اور علی اور ابن عمر اور جابر اور عائشہ اور طاؤس اور عطاء اور ابن سیرین رضی اللہ عنہم کی یہ رائے ہے کہ یتیم کے مال[له] کی زکوۃ لی جائے اور زہریؒ نے کہا مجنون کے مال کی بھی (بخاری)

(۳۴) عن عمر قال اذا اعطیتم الصدقۃ فاغنوا یعنی عن الصدقۃ (کنز العمال)

(۳۴) عمر رضی اللہ عنہ سے (روایت) ہے انھوں نے کہا کہ جب تم صدقہ دو تو فقیر کو سوال[سه] سے بے پرواہ کر دو (کنز العمال)

له زکوۃ سے مراد صدقہ فطر ہے چنانچہ حضرت فاروقؓ کی طرف امام بخاریؒ نے بھی اسی مذہب کو منسوب کیا ہے زکوۃ کا مال یتیم پر ان کے نزدیک واجب ہونا کسی نے نہیں لکھا ۱۲ منہ یہ حدیث امام بخاری نے صدقہ فطر کے باب میں لکھی ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ زکوۃ سے مراد یہاں صدقہ فطر ہے ۱۲۔

سه یعنی صرف اس دن کے لئے نہ تمام عمر کے لئے ۱۲۔

Marfat.com

(۳۵) عن مکحول ابن عمر بن الخطاب جعل المعاون بمنزلة الرکاز فی الخمس (کنز العمال)

(۳۵) مکحولؒ سے (روایت) ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے معدنکو[۱] خمس کے بارے رکاز میں رکھا ہے۔ (کنز العمال)

(۳۶) ان رباح انھم وجدوا قبرا بالمدائن علیہ ثیاب منسوجة بالذھب ووجدوا معہ مالا فاتوا بہ عمار بن یاسر فکتب فیہ الیہ عمر ان اعطھم ایاہ ولا تنزعہ منھم (کنز العمال)

(۳۶) رباح سے روایت ہے کہ کچھ لوگوں نے مدائن میں ایک قبر پائی کہ جس میں کچھ سونے کے تاروں کے بنے ہوئے کپڑے تھے اور اس کے ساتھ کچھ مال بھی پایا تھا تو وہ اس کو عمار بن یاسرؓ کے پاس لے آئے عمر رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں ان کو یہ لکھا کہ یہ انھیں کو دیدو[۲] اور اس کو ان سے نہ لو (کنز العمال)

(۳۷) ابوبکر عن الشعبی ان غلاما من العرب وجد ستوقة فیھا عشرة الاف فاتی بھا عمر فاخذ منھا خمسھا الفین واعطاہ ثمانیة الاف

(۳۷) ابوبکر شعبی سے روایت کرتے ہیں کہ عرب کے کسی غلام نے ایک ظرف[۳] گڑا ہوا پایا جس میں دس ہزار درہم تھے تو وہ عمر رضی اللہ عنہ کے پاس اس کو لے آیا تو آپ نے اس کا پانچواں حصہ یعنی دو ہزار بیت المال کے لئے اور آٹھ ہزار اس کو دیدیا۔

(۳۸) قال عمر رضی اللہ عنہ واللہ ما احد احق بھذا المال من احد وما انا احق بہ من احد

(۳۸) عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم اس مال کا کوئی بہ نسبت کسی کے زیادہ حقدار نہیں[۴] اور نہ میں بہ نسبت

---

[۱] یہی مذہب امام ابوحنیفہؒ کا ہے امام بخاریؒ نے صحیح بخاری میں اس مذہب پر بہت طعن و تشنیع کی ہے اور اس کا خلاف حق ہونا بڑے شد و مد سے بیان کیا ہے مگر اس اثر کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہؒ اس مسئلہ میں بے قصور ہیں حضرت فاروقؓ کا مذہب ان کی طرفداری کر رہا ہے ۱۲۔

[۲] معلوم ہوا کہ قبر کے اندر سے جو مال نکلے وہ رکاز نہیں ہے بلکہ جس کی قبر ہے اس کے ورثا کو وہ مال دینا چاہئے ۱۲۔

[۳] یہ رکاز کا مسئلہ ہے رکاز کے بیان میں مفصل دیکھو ۱۲۔

[۴] یہ غنیمت کے مال کا ذکر ہے کیونکہ زکوٰۃ کے مال میں سوا فقیروں کے اور کسی مسلمان کا حق نہیں ہوتا ۱۲۔

Marfat.com

الله فامن المسلمين احد الا وله نصيب الا عبدا مملوكا

(مسند احمد)

(۳۹) البيهقي سئل عمر بن الخطاب اعلى المملوك زكوة قال لا قيل على من هي قال على مالكه۔

(۴۰) عن عدى بن حاتم قال اتيت عمر بن الخطاب رضي الله عنه في اناس من قومي فجعل يفرض للرجل من الفين ويعرض عني قال فاستقبلته فاعرض عني ثم اتيته من حيال وجهه فاعرض عني قال فاستقبلته فاعرض عني قال فقلت يا امير المؤمنين اتعرفني قال فضحك حتى استلقى لقفاه ثم قال نعم والله انى لاعرفك امنت اذ كفروا واقبلت اذ ادبروا ووفيت اذ غدروا وان اول صدقة بيضت وجه رسول الله صلى الله عليه وسلم ووجوه اصحابه صدقة طئ جئت بها الى رسول الله صلى الله عليه وسلم

کسی کے زیادہ حقدار ہوں اس میں سب مسلمانوں کا سوا غلام کے حصہ ہے۔

(مسند احمد)

(۳۹) بیہقی سے روایت ہے، عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ کیا غلام پر زکوٰۃ[1] فرض ہے، فرمایا نہیں، کہا گیا اس کی زکوٰۃ کس پر فرض ہے، فرمایا اس کے مالک پر

(۴۰) عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے (روایت ہے) انھوں نے کہا کہ میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس اپنی قوم کے کچھ لوگوں کے ہمراہ آیا تو وہ ایک شخص کا دو[2] ہزار درم سے حصہ لگانے لگے اور مجھ سے اعراض کرتے رہے تو میں ان کے سامنے گیا مگر مجھ سے منہ پھیر لیا عدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں پھر تو میں نے کہا کہ اے امیر المومنین کیا آپ مجھے پہچانتے ہیں تو وہ ہنس دیئے یہاں تک کہ (جب کام ختم کر کے) لیٹ گئے تو بولے کہ ہاں اللہ کی قسم ضرور تمہیں میں پہچانتا ہوں کہ تم اس وقت ایمان لائے کہ جب لوگ کافر تھے اور تم اس وقت (اسلام کی طرف) متوجہ ہوئے جب لوگ پیٹھ پھیر کر (بھاگتے) تھے اور تم نے (عہد ازلی کو) اس وقت پورا کیا جب لوگ عہد شکنی کر رہے تھے، اور بیشک (سب سے) پہلا

---

[1] زکوٰۃ سے مراد یہاں صدقۂ فطر ہے، غلام کا صدقۂ فطر اس کے آقا پر واجب ہوتا ہے ۱۲۔

Marfat.com

ثم اخذ بتعذر ثم قال انما فرضت لقوم احجفت بهم الفاقة وهم ساسة عشائرهم لماينوبهم من الحقوق۔

(مسند الامام احمد)

صدقہ جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے چہروں کو بشاش کر دیا۔ حضرت علی مرتضیٰ رض کا تھا کہ جب وہ آپ کے سامنے لایا گیا تو آپ نے معذرت کے ساتھ اسے لے لیا پھر فرمایا کہ یہ تو انہیں کے لئے جائز کیا گیا ہے جن کو فاقہ نے کمزور کر دیا ہو اور وہ اپنے قبیلہ کے مشکل ہوں اُن حقوق میں جو ان کو پہونچتے ہیں۔ (مسند امام احمد)

تمت

علم الفقہ

جلد پنجم

جس میں

حج کے تمام مسائل مع ارکان و شرائط کے علاوہ حالات زیارت گاہ عالم اسلامی مدینہ منورہ و روضہ مقدسہ حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پوری تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں

از رشحات قلم

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد عبدالشکور صاحب رح

ناشر

دار الاشاعت

مقابل مولوی مسافر خانہ۔ بندر روڈ کراچی

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ وَضَعَ لِلنَّاسِ بَیْتَہٗ بِبَکَّۃَ مُبَارَکاً وَّھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ وَبَعَثَ فِیْھَا اَشْرَفَ الرُّسُلِ دَاعِیاً اِلَی الشَّرْعِ الْمُبِیْنِ فَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ مَا طَافَ طَائِفٌ بِالْبَیْتِ الْعَتِیْقِ وَمَادَامَ الْبَلَدُ الْاَمِیْنُ ۔

حق جل شانہ کی توفیق سے علم الفقہ کی چار جلدیں تمام ہو چکیں اب یہ پانچویں جلد شروع ہوتی ہے جس میں اسلام کے پانچویں رکن حج کا بیان ہے امید ہے کہ خدائے تعالیٰ اس کو بھی بخیر و خوبی انجام کو پہنچائے آمین بالنبی الامین۔

حج کے معنی لغت میں کسی باعظمت چیز کی طرف جانے کا قصد کرنا اور اصطلاح شریعت میں کعبہ مکرمہ کا طواف اور مقام عرفات میں ٹھہرنا انھیں خاص طریقوں سے جو صاحب شریعت سے منقول ہیں اسی خاص زمانہ میں جو شریعت سے ثابت ہے (مراقی الفلاح وغیرہ) صحیح یہ ہے کہ حج کی فرضیت اسی امت مکرمہ کے ساتھ خاص ہے گو حج کا رواج حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت سے ہے مگر اس وقت اس کی فرضیت کا حکم نہ تھا حج کی فرضیت ۹ھ ہجری کے آخر میں[1] ہوئی جب اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نازل ہوا تھا کہ وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا ترجمہ اللہ کی خوشنودی کے لیے لوگوں پر کعبہ کا حج (ضروری) ہے (یعنی اس شخص پر جو وہاں تک جا سکے جس سال یہ آیت نازل ہوئی حج کا زمانہ باقی نہ تھا سال آئندہ یعنی ۱۰ھ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس فرمان عالی شان کی تعمیل فرمائی اور یہ آپ کا آخری حج تھا جو حجۃ الوداع کے لقب سے مشہور ہے (ردالمحتار) فرضیت کے بعد اسی ایک حج کا اتفاق ہوا اس کے بعد آپ نے اپنی مفارقت سے دنیا کو بے نور کر دیا فالی اللہ المشتکی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔

---

[1] اکثر علما اس طرف ہیں کہ حج کی فرضیت ۶ھ میں ہوئی مگر علامہ ابن عابدین نے ردالمحتار میں لکھا ہے کہ ان علماء کے پاس کوئی اس کی دلیل نہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان سے بہت بعید ہے کہ خدا کے حکم کی تعمیل میں اس قدر تاخیر کریں حج کی فرضیت تو ۶ھ میں ہو اور آپ ۱۰ھ پورے چار برس تک اس کی تعمیل نہ کریں قبیلہ عبدالقیس کے لوگ جب آپ کے پاس آئے تو آپ نے ان کو حج کا حکم نہیں دیا (صحیح بخاری) قاضی عیاض لکھتے ہیں کہ حج کا حکم نہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت تک حج فرض نہ ہوا تھا اور یہ واقعہ ۸ھ کا ہے اور حج ۹ھ میں فرض ہوا تھا (فتح الباری)

Marfat.com

حج کی تاکید اور فضیلت

حج کا ضروری ہونا (جس کو اصطلاح فقہ میں فرضیت کہتے ہیں) قرآن مجید سے اسی صراحت کے ساتھ ثابت ہے جیسے نماز، روزہ، زکوٰۃ کا قرآن مجید میں اس کے چند مسائل بھی مذکور ہیں، سچے مسلمانوں کے لئے تو یہی دو تین لفظیں کافی ہیں مگر سوتوں کے جگانے کے لئے چند احادیث بھی نقل کی جاتی ہیں۔

اس سے زیادہ اور کیا تاکید ہوگی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز روزہ کی طرح حج کو بھی اسلام کا مبنی قرار دیا ہے۔ (بخاری مسلم) اسی طرح بہت سی حدیثیں ہیں کہ پہلے ان میں سے دوسری تیسری چوتھی جلد میں مذکور ہو چکی ہیں یہاں ہم چند حدیثیں نقل کرتے ہیں جو ابھی تک نہیں لکھی گئیں۔

(۱) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگوں سے ارشاد فرمایا کہ اے لوگو بیشک اللہ نے تم پر حج فرض کیا ہے لہذا تم حج کرو، تو ایک شخص بولا، یا رسول اللہ کیا ہر سال (حج فرض ہے)، تو آپ نے سکوت فرمایا یہاں تک اس شخص نے یہی تین مرتبہ کہا تو آپ نے فرمایا کہ اگر میں کہہ دیتا ہاں تو یقیناً (ہر سال کے لئے) ضروری ہو جاتا اور بلاشبہ تم لوگ (ہر سال حج) نہ کر سکتے، پھر آپ نے فرمایا کہ جو کچھ میں نہ کہا کروں مجھ سے مت پوچھا کرو اس لئے کہ اگلے لوگ جو ہلاک ہوئے تو انبیاء سے زیادہ پوچھنے اور اختلاف کرنے سے ہوئے لہذا جب میں تم کو کسی بات کا حکم دیدوں تو حتی الامکان اس کو کرو اور جب میں تم کو کسی بات سے منع کر دوں تو اس کو چھوڑ دو (مسلم)

(۲) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کون سا عمل زیادہ فضیلت رکھتا ہے تو آپ نے فرمایا کہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا عرض کیا گیا کہ پھر کون آپ نے فرمایا کہ اللہ کی راہ میں (کافروں سے) لڑنا، عرض کیا گیا کہ پھر کون آپ نے فرمایا کہ حج مبرور (بخاری)

(۳) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جو شخص اللہ کی خوشنودی کے لئے حج کرے اور (اثنائے حج میں) فحش گوئی سے بچے تو وہ (ایسا بے گناہ ہو کے لوٹے گا جیسے اس دن بے گناہ تھا) کہ جس دن اس کو اس کی ماں نے جنا تھا (بخاری ومسلم)

(۴) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عمرہ ان گناہوں کا کفارہ ہے جو دوسرے عمرہ تک

ہوں اور حج مبرور کا بدلہ سوا جنت کے کچھ نہیں ہے (بخاری و مسلم)

(۵) ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ رمضان میں عمرہ کرنے کا ثواب حج کے برابر ہے۔

(۶) ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی مرد کسی اجنبی عورت کے ساتھ تنہا نہ رہے اور کوئی عورت بغیر اپنے محرم کی (ہمراہی) کے سفر نہ کرے، تو ایک شخص نے کہا کہ یارسول اللہ میرا نام تو فلاں فلاں جہاد میں لکھ دیا گیا ہے اور میری بی بی حج کرنے نکلی ہے آپ نے فرمایا کہ (تو جہاد میں نہ جا بلکہ اپنی عورت کے ساتھ جا) اور اپنی عورت کے ہمراہ حج کر۔ (بخاری و مسلم)

(۷) عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ (ایک مرتبہ) میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد میں (جانے کی) اجازت مانگی تو آپ نے فرمایا کہ تمہارا جہاد حج ہے (بخاری مسلم)

(۸) علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص زاد راہ اور سواری رکھتا ہو جو اسے بیت اللہ تک پہنچا دے اور (پھر بھی) وہ حج نہ کرے تو اس کے لئے یہودی یا نصرانی مرجانے میں (اور بے حج مرجانے میں) کچھ فرق نہیں) اور یہ اس لئے کہ اللہ بزرگ و برتر فرماتا ہے کہ اللہ (کی خوشنودی) کے لئے لوگوں پر کعبہ کا حج کرنا (ضروری) ہے (یعنی) اس پر جو وہاں تک جا سکتا ہو۔ (ترمذی)

(۹) ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حج اور عمرہ ساتھ کرو اس لئے کہ یہ دونوں فقر کو اور گناہوں کو ایسا دور کرتے ہیں جیسے بھٹی لوہے اور سونے اور چاندی کے میل کو دور کرتی ہے اور حج مبرور کا بدلہ جنت کے سوا کچھ نہیں ہے۔ (ترمذی)

(۱۰) ابو امامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو حج کرنے سے کوئی کھلی ہوئی ضرورت یا کوئی ظالم بادشاہ یا کوئی معذور کر دینے والا مرض نہ روکے اور وہ بغیر حج کئے مرجائے تو اسے اختیار ہے چاہے یہودی ہو کر مرجائے چاہے نصرانی ہو کر (دارمی) اس حدیث کو خوب غور سے دیکھو اور سمجھو کیسی سخت تاکید ہے۔

(۱۱) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حج کرنے والے اور عمرہ کرنے والے اللہ کے مہمان ہیں اگر وہ اللہ سے دعا کریں تو اللہ ان کی دعا قبول کرے اور اگر وہ اس سے مغفرت مانگیں تو اللہ ان کی مغفرت فرمائے۔ (ابن ماجہ)

Marfat.com

(۱۲) ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم کسی حج کرنے والے سے ملاقات کرو تو اسے سلام کرو اور اس سے مصافحہ کرو اور اس سے کہو کہ وہ تمہارے لئے استغفار کرے کیونکہ اس کی مغفرت ہو چکی ہے (مسند امام احمد)

(۱۳) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص حج کرنے یا عمرہ کرنے کے لئے یا جہاد کرنے کے لئے (اپنے گھر سے) نکلے پھر راستہ ہی میں مرجائے تو اللہ اس کو غزوا کرنے والے کا ثواب دے گا۔ (بیہقی)

(۱۴) ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ قیامت اس وقت قایم ہوگی کہ بیت اللہ کا حج نہ کیا جائے (بخاری)

احادیث میں وارد ہوا ہے کہ قیامت اس وقت قایم ہوگی جب معاصی کی کثرت ہوجائے گی اور حج نہ کرنا چونکہ ایک بڑی معصیت ہے لہذا آپ نے اس کے ترک کو علامات قیامت سے قرار دیا۔ یہاں تک تو حج کے فضائل تھے، مکہ مکرمہ کے فضائل میں بھی بہت صحیح حدیثیں ہیں مگر اس کی فضیلت کے لئے یہ بات کیا کم ہے کہ اللہ جل شانہٗ کا مقدس مکان یعنی کعبہ مکرمہ وہاں ہے اور یہ شہر خدا کے پیارے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا سے آباد ہوا حق تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس شہر مقدس کو بلد امین اور ام القریٰ کے خطاب سے مشرف فرمایا ہے۔

حج کی نسبت اگر صحابہ اور اگلے مسلمانوں کے ذوق وشوق کی کچھ کیفیت بیان کی جائے تو بلا مبالغہ ایک بہت بڑا ضخیم دفتر بھی کفایت نہ کریگا اور ان کے دلی جذبات اور شوقی کیفیات کا ایک شمہ بھی بیان نہ ہو سکے گا اب تو روز بروز خشکی اور تری کے سفروں میں آسانی پیدا ہوتی جاتی ہے پہلے زمانہ میں یہ باتیں کہاں تھیں مگر وہ اپنے ذوق وشوق میں تمام مصائب کو راحت سمجھتے تھے۔

اس بیان کو طول دینا مناسب نہیں، گو ائمہ ماضیین کے حالات کا دل پر بہت بڑا اثر پڑتا ہے لیکن حج تو ایک ایسی پیاری اور مرغوب عبادت ہے کہ اس کے لئے زیادہ ترغیب و ترہیب کی کچھ ضرورت نہیں، وہ کون مسلمان ہے جس کا دل یہ نہ چاہتا ہو کہ خدا کے مقدس گھر کی زیارت کرے اس پاک سرزمین کے جمال سے اپنی آنکھوں کو روشن کرے جہاں سے اسلام نکلا، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم وہاں پیدا ہوئے وہیں نبی ہوئے برسوں وہاں وعظ فرمایا، صدہا صحابہ سورہے ہیں وہ کون مسلمان ہے جس کو یہ آرزو نہ ہو کہ اس پرانے اور باعظمت گھر کا طواف کرے

Marfat.com

جس کے گرد حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہما وسلم پھرا کرتے تھے' اے میرے ذوالجلال پروردگار' اے خداوند لوح وقلم' اے آفریدگار عالم' اے وہ کہ تیرا پاک جلوہ عرش بریں پر ہے' اے وہ کہ کعبۂ مکرمہ کا رب البیت ہے' اپنے برگزیدہ نبی محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے پسندیدہ ہم نشینوں کے طفیل میں تمام مسلمانوں کو اس نعمت عظمیٰ سے فیضیاب کر سب کے دلوں کو اپنے جمال بے مثال کا پروانہ بنا لے اور اس ناچیز عاجز کو بھی اپنی نیک نظر سے مورد لطف وکرم فرما اور اگلے بزرگوں کے درد ذوق کا ایک آدھا قطرہ اس کو بھی عنایت کر' آمین بالنبی الامین سے

زاں سر لئیم اگر رسد حرفے
بندم از دولت ابد طرفے

اصطلاحی الفاظ اور مقامات کے ناموں کی تشریح

میقات ۔ وہ مقام جس سے آگے مکہ مکرمہ کا جانے والا بغیر احرام کے نہ جا سکے آفاقی کے لئے پانچ میقات ہیں' اہل مدینہ کے لئے ذوالحلیفہ کوفہ بصرہ والوں کے لئے **ذات عرق** شام والوں کے لئے **جحفہ** یمن کے رہنے والوں کے لئے **یلملم** ہندوستانیوں کی بھی یہی میقات ہے **قرن** اہل نجد کے لئے اور حلی کی میقات حل ہے اور حرمی کی میقات حج کے لئے تو حرام ہے مگر عمرہ کے لئے حل۔

آفاقی وہ شخص جو میقات سے باہر کا رہنے والا ہو' جیسے مدنی۔ عراقی۔ شامی' ہندوستانی۔

حلی وہ شخص جو میقات کے اندر مگر مکہ مکرمہ سے باہر رہتا ہو' جیسے نخلہ محمود کے رہنے والے

حرمی۔ خاص مکہ مکرمہ کا رہنے والا۔

احرام حج یا عمرہ کی نیت کر کے تلبیہ یا کوئی ایسا فعل کرنا جو قائم مقام تلبیہ کے ہو مثل ہدی کے روانہ کرنے کے جو شخص احرام باندھے اس کو محرم کہتے ہیں۔

حج بحالت احرام کعبۂ مکرمہ کا طواف اور عرفہ کا وقوف ایک مخصوص زمانہ میں کرنے والے کو **حاج** کہتے ہیں۔

عمرہ۔ بحالت احرام کعبہ کا طواف اور سعی' عمرہ کرنے والے کو معتمر کہتے ہیں۔

افراد صرف حج کا احرام باندھنا اور صرف حج پر اکتفا کرنا' جو شخص ایسا کرے اس کو

Marfat.com

مفرد کہتے ہیں۔

قران حج و عمرہ دونوں کا احرام ایک ساتھ باندھنا اور پہلے عمرہ کر کے پھر حج کرنا جو شخص ایسا کرے اس کو **قارن** کہتے ہیں۔

تمتع ایام حج میں پہلے عمرہ کا احرام باندھ کر عمرہ کر لینا اور اس کے بعد اسی سال اسی سفر میں حج کا احرام باندھ کر حج کرنا جو شخص ایسا کرے اس کو **متمتع** کہتے ہیں۔

طواف کعبہ شریفہ کے گرد گھومنا اور کبھی صفا مروہ کے درمیان میں سعی کرنے کو کہتے ہیں

شوط۔ ایک چکر۔

استلام۔ جب حجر اسود کی نسبت مستعمل ہوتا ہے تو اس کا بوسہ لینا مقصود ہوتا ہے اور جب رکن یمانی کی نسبت بولا جاتا ہے تو صرف اس کا چھو لینا مراد ہوتا ہے۔

تلبیہ اس عبارت کا پڑھنا لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ۔

تہلیل کلمہ طیبہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کا پڑھنا۔

تلبید کسی چیز مثل گوند وغیرہ کے احرام سے پہلے بالوں میں لگا لینا تاکہ جوئیں سے محفوظ رہیں۔

وقوف کے معنی لغت میں ٹھہرنا اور اصطلاح میں عرفات اور مزدلفہ میں پہنچ جانا۔

رمی ایک خاص مقام میں کنکریوں کا مارنا۔

رمل شانہ ہلا کر کچھ تیزی کے ساتھ قریب قریب قدم رکھکر چلنا۔

اضطباع چادر کا اس طرح اوڑھنا کہ اس کا ایک سرا داہنے شانے سے اتار کر داہنی بغل کے نیچے سے نکال کر بائیں شانے پر ڈال لے۔

تقلید بالوں کی یا کپڑے کی رسی بنا کر اس میں جوتی کا ٹکڑا یا کسی درخت کی چھال وغیرہ باندھکر ہدی کے گردن میں ڈال دینا تاکہ دیکھتے ہی ہر شخص سمجھ لے کہ یہ ہدی ہے اور اس سے مزاحمت نہ کرے اور اس رسی کو قلاوہ کہتے ہیں۔

عہ اے اللہ میں تیرے دروازہ پر بار بار حاضر ہوں اور تیری طلبی کو بار بار قبول کرتا ہوں تیرا کوئی شریک نہیں بیشک تعریف اور احسان تیرے ہی لئے ہے اور بادشاہت تیری ہی ہے کوئی تیرا شریک نہیں ۱۲۔

Marfat.com

اشعار۔ ہدی کی پہچان کے لئے اس کے داہنے شانے پر خفیف زخم لگا دینا جو اس کی کھال کو کاٹ دے مگر گوشت تک نہ پہنچے۔

تجلیل۔ ہدی کو جھول اڑھا دینا۔

تحلیق۔ بالوں کا منڈوانا۔

تقصیر۔ بالوں کا کتروانا۔

رفث۔ جماع کرنا یا عورتوں کے سامنے جماع وغیرہ کا ذکر کرنا اشارۃً یا صراحۃً۔

مکہ ایک شہر ہے جو کسی زمانہ میں بالکل جنگل تھا کوہستانی اور بے آب وگیاہ ریگستان ہونے کے سبب سے لوگ وہاں رہنے کا قصد نہ کرتے تھے جب حضرت ابراہیم علی انبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے فرزند حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ بی بی ہاجرہ رضی [illegible] تھا تو اس جنگل میں لاکر چھوڑا اور خدا سے دعا کی کہ اس جنگل کو آباد [illegible] رہے اور یہاں کے رہنے والوں کو میوہ جات سے رزق عطا [illegible] اس وقت حق تعالےٰ نے اس جنگل مقدس کو آباد کر دیا میوہ جات [illegible] وہاں بکثرت آنے لگے وہ جنگل خدا کو ایسا محبوب ہوا کہ اس کو خوب سرسبز کیا اور بلد امین کا مبارک لقب اسے دیا اور سرور انبیا صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں مبعوث فرمایا مکہ بھی اسی شہر کو کہتے ہیں۔

کعبہ شہر مکہ مکرمہ میں ایک مقدس مکان ہے جس کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرشتوں نے حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش سے پہلے زمین پر بیت معمور کی محاذات میں تعمیر کیا تھا بیت معمور ساتویں آسمان پر ایک مکان ہے جس کا فرشتے طواف کیا کرتے ہیں پھر حضرت آدم علیہ السلام نے اس کو بوجہ پہلی عمارت کے منہدم ہوجانے کے درست کیا اور ان کی اولاد نے اس کو آباد رکھا یہاں تک کہ نوح علیہ السلام کے طوفان میں وہ غرق ہوگیا پھر حق تعالیٰ نے اپنے خلیل مکرم حضرت ابراہیم علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس کی تعمیر کا حکم دیا انھوں نے اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے اس کی تعمیر کی جیسا کہ قرآن مجید میں مذکور ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ مکرمہ میں دو دروازے بنائے ایک بجانب مشرق دوسرا بجانب مغرب کہ ایک دروازہ سے آدمی داخل ہو اور دوسرے سے نکل جائے اور انھوں نے دروازوں کی چوکھٹ اونچی نہ بنائی تھی بلکہ زمین سے ملی ہوئی پھر لوگ برابر اس مکان مقدس شان کی تعمیر اور درستی کرتے رہے اور اس کا طواف کرنے کو دور دور سے لوگ آتے رہے یہاں تک کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ

Marfat.com

میں نبوت سے پہلے کچھ حصہ کعبۂ شریفہ کا آگ سے جل گیا اہل مکہ نے اس کی تعمیر کا ارادہ کیا اور اس بات پر اتفاق کیا کہ پاک کمائی سے جو مال پیدا کیا گیا ہو وہی اس کی تعمیر میں صرف کیا جائے الغرض انھوں نے تعمیر شروع کی مگر قدیم طرز عمارت کو بدل دیا اور بجائے دو دروازوں کے صرف ایک دروازہ بجانب مشرق باقی رکھا، اتفاق سے سرمایہ کم پڑ گیا اس سبب سے بقدر چھ گز کے دیوار چھوٹی کر دی گئی۔

(اعلام الاعلام ببنائے مسجد الحرام) پھر آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آخر عمر میں اپنی یہ تمنا ظاہر فرمائی کہ اگر میں سال آئندہ تک زندہ رہا تو کعبہ کی از سر نو تعمیر کروں گا اور خلیل علیہ السلام کے طرز پر اس کی عمارت کر دوں گا اور جو حصہ کفار قریش نے کعبہ سے نکال دیا ہے اس کو پھر اس میں داخل کر دوں گا مگر سال آئندہ میں آپ کی وفات ہو گئی، خلفائے راشدین کو مہمات خلافت سے اتنی مہلت نہ ملی کہ وہ آپ کی اس تمنا کے پوری ہونے کی کوشش کرتے جب عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو اہل حجاز وغیرہ نے خلیفہ بنایا تو انھوں نے کعبہ کی تعمیر سرور انبیاء کی تمنا کے موافق شروع کی اور خلیل علیہ السلام کے طرز پر کعبے کی عمارت بنادی بعد اس کے جب عبد الملک نے عبد اللہ بن زبیر سے لڑنے کے لئے حجاج کو بھیجا اور اس نے ان پر فتح پائی تو اس نے نہ چاہا کہ ابن زبیر کا بنایا ہوا کعبہ باقی رہے چنانچہ اس نے حجر اسود کی طرف دیوار توڑ دی اور اس کی عمارت کا پھر وہی طرز کر دیا جو زمانۂ جاہلیت میں تھا اور اب بھی اسی طرز پر ہے کعبہ مکرمہ دنیا میں سب سے پہلا مکان ہے جو اللہ جل شانہ کی عبادت کے لئے بنایا گیا، چنانچہ حق سبحانہ اس کی تعریف میں فرماتا ہے۔

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ فِیْہِ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰھِیْمَ وَمَنْ دَخَلَہٗ کَانَ اٰمِنًا **ترجمہ** بے شک (سب سے) پہلا گھر جو لوگوں کے (عبادت کرنے کے لئے) بنایا گیا یقیناً وہی ہے جو مکہ میں ہے برکت والا اور لوگوں کا رہنما اس میں واضح نشانیاں (ہماری قدرت کی) ہیں، یعنی مقام ابراہیم اور جو کوئی وہاں داخل ہو جاتا ہے (دشمن کے شر سے) بے خوف ہو جاتا ہے۔

حطیم وہ حصہ جو حضرت خلیل علیہ السلام کے عہد میں کعبہ کے اندر داخل تھا اور قریش نے سرمایہ کے کم ہو جانے کے سبب سے اس کو داخل نہیں کیا۔

حجر اسود ایک سیاہ رنگ کا پتھر ہے جو کعبۂ مکرمہ کے شرقی گوشہ میں جو دروازہ سے قریب ہے گڑا ہوا ہے یہ پتھر جنت سے نازل ہوا ہے جس وقت نازل ہوا تھا دودھ سے زیادہ سپید تھا

مگر آدمیوں کے گناہ نے اس کو سیاہ کر دیا (ترمذی) قیامت کے دن یہ پتھر بھی اٹھایا جائے گا اور اس کو آنکھیں اور زبان عنایت ہوگی جس نے اس کا استلام کیا ہے اس کے مومن ہونے کی گواہی دے گا (ترمذی۔ دارمی)

رکن یمانی ایک پتھر ہے جو کعبۂ مکرمہ کے ایک گوشہ میں بجانب یمن گڑا ہوا ہے۔

مقام ابراہیم ایک پتھر ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے فرزند اسمٰعیل علیہ السلام کے دیکھنے کو مکہ آتے تھے تو اونٹ سے اسی پتھر پر اترتے تھے اور جب جانے لگتے تو اسی پتھر پر کھڑے ہو کر اونٹ پر سوار ہوتے اس پتھر پر آپ کے دونوں مبارک قدموں کا نشان بن گیا ہے۔

زمزم ایک چشمہ جو بی بی ہاجرہ اور ان کے فرزند اسمٰعیل علیہ السلام کے لئے حق تعالیٰ نے جاری کیا تھا اس پانی کے بہت فضائل احادیث میں وارد ہوئے ہیں اسی سبب سے اس پانی کو کھڑے ہو کر پینے کا حکم ہے۔

میلین اخضرین۔ صفا اور مروہ کے درمیان میں ایک نشیب تھا جس سے بی بی ہاجرہ دوڑ کر نکل جاتی تھیں اب وہ نشیب تو باقی نہ رہا مگر اس کی حد معلوم کرنے کے لئے اس کے دونوں سروں پر ایک ایک نشان گاڑ دیا گیا ہے ان دونوں نشانوں کو میلین اخضرین کہتے ہیں۔

منیٰ ایک گاؤں ہے حدود حرم میں مکہ مکرمہ سے تقریباً تین میل۔

عرفات ایک پہاڑ کا نام ہے جس میدان میں وہ پہاڑ واقع ہے اس کو وادی عرفات کہتے ہیں۔

بطن عرنہ۔ میدان عرفات میں ایک خاص مقام کا نام ہے۔

مزدلفہ۔ ایک مقام ہے منیٰ اور عرفات کے درمیان میں۔

محسّر۔ مزدلفہ میں ایک خاص مقام کا نام ہے۔

ذوالحلیفہ۔ ایک مقام ہے مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ آتے ہوئے ملتا ہے مسجد نبوی سے پانچ میل سے کچھ کم ہے۔

ذات عرق ایک مقام ہے اس میں عرق نامی ایک پہاڑ ہے کوفہ بصرہ سے مکہ مکرمہ آتے ہوئے ملتا ہے، مکہ مکرمہ سے بیالیس میل ہے۔

جحفہ ایک مقام ہے شام سے مکہ مکرمہ آتے ہوئے ملتا ہے مکہ سے تقریباً تین مراحل ہے

قرن۔ ایک مقام ہے نجد سے مکہ مکرمہ آتے ہوئے ملتا ہے مکہ مکرمہ سے بیالیس میل ہے۔

Marfat.com

حرام ہے۔ ناجائز مال سے حج کرنا۔

مکروہ تحریمی ہے (۱) بغیر اجازت ان لوگوں کے حج کرنا جن سے اجازت لینا ضروری[1] ہے (۲) جن کا نفقہ اس کے ذمہ واجب ہے ان کے نفقہ کا انتظام کئے بغیر حج کرنا۔

حج کے واجب ہونے کی شرطیں

(۱) مسلمان ہونا کافر پر واجب نہیں۔

(۲) حج کی فرضیت سے واقف ہونا یا دارالاسلام ہونا۔

(۳) بالغ ہونا، نابالغ بچوں پر حج فرض نہیں۔

(۴) عاقل ہونا، مجنون، مست، بیہوش پر حج فرض نہیں۔

(۵) آزاد ہونا، لونڈی غلام پر حج فرض نہیں۔

(۶) استطاعت یعنی اس قدر مال کا مالک[2] ہونا جو ضرورت اصلیہ سے اور قرض سے محفوظ ہو اور اس کے زادہ راہ اور سواری[3] کے لئے کافی ہو جائے اور جن لوگوں کا نفقہ اس کے ذمہ واجب ہے ان کے لئے بھی اس میں سے اس قدر چھوڑ جائے جو اس کے لوٹنے تک ان لوگوں کو کفایت کر سکے۔

زاد راہ سے وہ متوسط مقدار مراد ہے جو اس کی صحت قایم رکھ سکے مثلاً جو شخص گوشت اور مٹھائی وغیرہ کا عادی ہو اس کے لئے انھیں چیزوں کا ہونا ضروری ہے، اگر ایسے شخص کے پاس فقط

---

[1] مثلاً کسی کے ماں باپ اس کی خدمت کے محتاج ہوں یا کسی کا قرض اس کے ذمہ آتا ہو اور اس کے پاس مال نہ ہو یا کسی کی ضمانت کی ہو تو ان سب صورتوں میں ماں باپ یا قرض خواہ یا جس سے ضمانت کی ہے اس سے اجازت طلب کرنا ضروری ہے ۱۲۔

[2] مالک ہونے کی قید اس لئے لگائی گئی اگر کوئی شخص کسی کو حج کرنے کے لئے یا اور کسی غرض سے کچھ مال ہبہ کرے تو اس پر حج فرض نہیں نہ اس کے ذمہ ہبہ کا قبول کرنا ضروری ہے گو ہبہ کرنے والا اس کا عزیز کیوں نہ ہو مثل باپ ماں لڑکے بالوں اور بی بی کے ف نفقہ کے معنی خرچ کرنا کھانے پینے کپڑے کا خرچ رہنے کا مکان سب نفقہ میں داخل ہے ۱۲۔

[3] سواری کے بیان میں فقہائے بہت تفصیل کی ہے کہ کس قسم کی ہونی چاہیئے مگر ماحصل اس کا یہ ہے کہ ایسی سواری ہو جس پر سوار ہونے کی اسے عادت ہو یا اس پر سوار ہونے سے اسے تکلیف نہ ہو پس جو شخص گھوڑے کی سواری کا عادی نہ ہو نہ اس پر سوار ہونے سے اس کو تکلیف ہوتی ہو اس کے لئے گھوڑے کی سواری کا گرچہ ہونا کافی نہیں ہے ۱۲۔

اس قدر روپیہ ہو جو صرف خالی روٹی یا دال وغیرہ کے لئے کافی ہو سکے تو وہ شخص زاد راہ کا مالک نہ سمجھا جائے گا۔

سواری انھیں لوگوں کے لئے شرط ہے جو مکہ معظمہ کے رہنے والے نہ ہوں، مکہ مکرمہ اور اس کے آس پاس کے رہنے والوں کے لئے بشرطیکہ وہ پیادہ چل سکیں، سواری کی شرط نہیں اور جو پیادہ نہ چل سکیں تو ان کے لئے بھی شرط ہے (مراقی الفلاح)

(۷) ان سب شرائط کے ساتھ اس قدر وقت کا ملنا جس میں ارکان حج ادا ہو سکیں اور مکہ معظمہ تک رفتار معتاد سے پہونچ سکے (ردالمحتار)

یہاں تک جو شرائط بیان ہوئے یہ وہ تھے کہ اگر نہ پائے جائیں تو حج فرض ہی نہ ہوگا اور باوجود نہ پائے جانے ان شرائط کے اگر حج کیا جائے تو اس کے بعد جس وقت یہ شرائط پائے جائیں گے دوبارہ حج کرنا پڑے گا پہلا حج کافی نہ ہوگا، اور اب آگے جو شرائط بیان کئے جاتے ہیں وہ ایسے ہیں کہ ان کے نہ پائے جانے سے فرضیت حج کی ثابت رہے گی ہاں بذات خود اس وقت حج کرنا ضروری نہ ہوگا بلکہ دوسرے سے حج کرا لینا یا وصیت کر جانا کافی ہوگا اور جب شرائط پائے جائیں گے پھر بذات خود حج کرنا پڑے گا اور باوجود نہ پائے جانے ان شرائط کے اگر حج کرے گا تو دوبارہ نہ کرنا پڑے گا۔ (ردالمحتار)

(۸) بدن کا ایسے عوارض[1] سے محفوظ ہونا جن کے سبب سے سفر نہ کر سکے پس اندھے اور لنگڑے اپاہج اور ایسے بوڑھے پر جو سواری پر بیٹھنے کی قدرت نہ رکھتا ہو بذات خود حج کرنا فرض نہیں اسی طرح تمام ان امراض کا حکم ہے [illegible]

(۹) کسی بادشاہ ظالم کا خوف یا کسی کی قید میں نہ ہونا۔

(۱۰) راستہ میں امن[2] ہونا، اگر راستہ میں ڈاکہ زنی ہوتی ہو یا کوئی دریا ایسا حائل ہو کہ اس میں بکثرت جہاز ڈوب جاتے ہوں یا اور کسی قسم کا خوف ہو تو ایسی حالت میں بذات خود حج کرنا

---

[1] یہ صاحبین کا مذہب ہے اور اسی پر فتویٰ ہے امام ابوحنیفہ کے نزدیک ایسے عوارض کے حالات میں دوسرے سے بھی حج کرانے کی ضرورت نہیں ۱۲۔

[2] ہمارے زمانہ میں حجاج کے لئے جو تعلیمہ مقرر ہے پس اگر اس میں حج کرنے والوں کے ساتھ زیادہ سختی کی جائے تو اس کا شمار بھی بے امنی میں ہوگا ۱۲۔

فرض نہیں بلکہ اس امر کی وصیت کر جانا کہ بعد امن کے میری طرف سے حج کر لیا جائے کافی ہے۔

(۱۱) عورت کے لئے ہمراہی میں شوہر یا کسی اور محرم[1] کا موجود ہونا اور محرم کا عاقل بالغ مسلمان ہونا بھی شرط ہے اور فاسق نہ ہونا تو شوہر اور محرم دونوں میں شرط ہے۔

(۱۲) عورت کے لئے عدت[2] کا نہ ہونا جو عورت عدت میں ہو خواہ عدت وفات کی ہو یا طلاق کی خواہ طلاق رجعی کی یا بائن کی بہر حال اس پر اس وقت حج فرض نہ ہوگا اگر سفر کر چکنے کے بعد عدت لاحق ہو جائے مثلاً اس کا شوہر مر جائے یا طلاق بائن ہو جائے تو اس کو دیکھنا چاہئے کہ جس مقام میں وہ ہے وہاں سے مکہ مکرمہ کی دوری بہ قدر مسافت سفر کے ہے یا اس کے وطن کی اگر دونوں اس مقدار سے کم ہیں تو اس کو اختیار ہے چاہے مکہ مکرمہ جائے چاہے وطن واپس آئے اگر ایک کم ہے اور دوسری زیادہ تو جو کم ہے اسی کو اختیار کرے یعنی اگر مکہ مکرمہ مسافت سفر سے کم ہو تو وہاں چلی جائے اور اگر وطن کم ہو تو وطن واپس آجائے اور اگر دونوں کی دوری مسافت سفر کی برابر ہو تو اگر وہ مقام جہاں وہ ہے کوئی شہر یا امن کی جگہ ہو تو وہیں ٹھہر جائے اور عدت پوری کرلے اور اگر امن کی جگہ نہ ہو تو امن کے مقام میں جو وہاں سے قریب تر ہو جا کر عدت پوری کرے عدت کے پورا کرنے کے بعد اگر حج کا زمانہ باقی ہو تو وہ حج کے لئے جا سکتی ہے اور اگر اس کے شوہر نے اس کو طلاق رجعی دی ہو تو اس کے شوہر کو چاہئے کہ اس کو اپنے ہمراہ رکھے۔

حج کے صحیح ہونے کی شرطیں

(۱) مسلمان ہونا، کافر کا حج صحیح نہیں [illegible] مقام سے [illegible] پہلا حج کافی نہ ہوگا۔

(۲) حج کے تمام فرائض کا بجا لانا اور مفسدات سے بچنا۔

(۳) زمانہ حج میں حج کرنا اور اس کے ہر رکن کا اپنے اپنے وقت میں ادا کرنا۔ مثلاً وقوف اپنے وقت میں، طواف اپنے وقت میں، حج کرنے کے مہینے یہ ہیں۔

---

[1] محرم اس کو کہتے ہیں جس کے ساتھ نکاح درست نہ ہو خواہ نسب کے سبب سے جیسے باپ چچا بھائی بیٹا وغیرہ یا دودھ کے باعث جیسے دودھ شریک بھائی وغیرہ یا سسرالی قرابت کی وجہ سے جیسے خسر وغیرہ لیکن پھر بھی احتیاطاً اس کو چاہتی ہے کہ جوان عورت اپنے سسرالی یا دودھ کے رشتہ داروں کے ساتھ سفر نہ کرے ۱۲

[2] عدت اسکو کہتے ہیں جو عورت کیلئے بعد طلاق کے یا بعد شوہر کی وفات کے شریعت کی طرف سے مقرر کیا گیا ہے کہ مدت کے اندر دوسرا نکاح نہیں کر سکتی ۱۲

Marfat.com

شوال، ذیقعدہ اور ذی الحجہ کا پہلا عشرہ۔

(۴) مکان یعنی حج کے ہر رکن کا اسی مقام میں ادا کرنا جو اس کے لئے معین ہے۔ مثلاً۔ طواف کا مسجد حرام کے گرد ہونا وقوف عرفات کا عرفات میں ہونا وغیرذلک۔

(۵) سمجھدار اور عاقل ہونا۔

(۶) جس سال احرام باندھا ہے اسی سال حج کرنا۔

حج کی فرضیت ساقط ہونے کی شرطیں

حج کی فرضیت کی پہلی سات شرطیں اور حج کے صحیح ہونے کی کل شرطیں جو مذکور ہوئیں ان کا پایا جانا بھی ضروری ہے اور ان کے علاوہ چار شرطیں اور ہیں۔

(۱) اسلام کا آخر عمر تک باقی رہنا اگر خدانخواستہ درمیان میں مرتد ہو جائے (معاذ اللہ منہ) تو وہ پہلا حج کافی نہ ہوگا اور درصورت پائے جانے شرائط فرضیت کے دوبارہ حج کرنا پڑے گا۔

(۲) بشرط قدرت بذات خود حج کرنا اگر باوجود قدرت کے دوسرے سے حج کرالے تو فرض ادا نہ ہوگا گو ثواب مل جائے گا۔

(۳) حج کا احرام باندھتے وقت نفل کی نیت نہ کرنا۔

(۴) حج کا احرام باندھتے وقت کسی دوسرے کی طرف سے نیت نہ کرنا۔

حج کا مسنون و مستحب طریقہ

اے زگلگت نازدہ سر حب دل
مانده زحُبِّ وطنت پا بہ گل

خیز کہ شد پردہ کش پردہ ساز
مطرب عشاق براہ حجاز

رو بہ حرم کن کہ دران خوش حریم
ہست سیاہ پوش نگارے مقیم

صحن حرم روضۂ خلد بریں
او بہ چنان صحن مربع نشین

قبلۂ خوبان عرب روئے او
سجدۂ شوخان عجم سوئے او

جب کسی خوش نصیب صاحب اقبال پر رب العرش کی رحمت خاصہ کا نزول ہوا اور حق تعالی اپنے فضل و کرم سے اس کو اس سعادت عظمی کی توفیق دے اور حج بیت اللہ کا مبارک ارادہ

Marfat.com

اس کے قابل قدر دل میں پیدا ہوا تو اس کو چاہیئے کہ استخارہ[1] کرکے کوئی تاریخ اس سفر مقدس کی معین کرے اور جہاں تک ممکن ہو ابرار و اخیار کے ہمراہی کی کوشش کرے اور اس امر کے لئے بھی استخارہ کرے اور اپنے ماں باپ سے اجازت حاصل کرے اور تمام اپنے احباب و اعزا سے رخصت ہو اور ان سے معافی طلب کرے اور جن جن لوگوں کے حقوق مانند قرض وغیرہ کے اس کے ذمہ ہوں ان کو ادا کرے یا ان سے اجازت لے لے جب چلنے لگے تو مسجد میں دو رکعت نماز سفر پڑھے اور کچھ صدقہ دے اور خدا کا شکر کرتا ہوا منزل مقصود کی طرف روانہ ہوجائے[2]

زہے سعادت آن بندہ کہ کرد نزول
گہے بہ بیتِ خدا و گہے بہ بیتِ رسولؐ

کم از کم اپنے وطن سے ایسے وقت چلے کہ مکہ مکرمہ میں ذی الحجہ کی ساتویں تاریخ سے پہلے پہونچ جائے تاکہ ساتویں تاریخ کا خطبہ سُن سکے۔

جب میقات پر پہنچے تو احرام باندھ لے اگر مفرد ہو تو صرف حج کا اور قارن ہو تو حج و عمرہ دونوں کا متمتع ہو تو صرف عمرہ کا۔

احرام[3] کے بعد تمام گناہوں سے اور تمام ان باتوں سے جو حالت احرام میں ممنوع ہیں پرہیز کرے اور احرام کے بعد فوراً اور نیز ہر صبح کو اور جب بلندی پر چڑھے یا نشیب میں اترے یا کسی سوار کو آتا ہوا دیکھے اور جب باہم ایک دوسرے سے ملاقات کرے اور ہر نماز کے بعد غرض ہر حال میں کھڑے بیٹھے سوا حالت طواف کے بلند آواز سے تلبیہ کی کثرت کرے مگر اتنا نہ چلائے کہ تکلیف ہو اور جب مکہ مکرمہ قریب آجائے تو غسل کرے اور وہاں دن میں کسی وقت باب المعلیٰ سے داخل ہو اور سب سے پہلے مسجد حرام کی زیارت کرے اور حرام میں باب السلام کی طرف سے شرف وصول حاصل کرے اور اس وقت اگر بدقسمتی سے خدانخواستہ حالت ذوق و شوق میں کچھ کمی ہو تو بہ تکلف

---

[1] استخارہ کا مسنون طریقہ اور اس کی دعا دوسری جلد میں دیکھو ۱۲۔

[2] بعض فقہا نے لکھا ہے کہ پنجشنبہ کے دن روانہ ہو کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع کے لئے پنجشنبہ کے دن مدینہ طیبہ سے روانہ ہوئے تھے ۱۲۔

[3] گناہ کا ارتکاب تو ہر حالت میں ممنوع ہے لیکن احرام کی حالت میں اس کا ارتکاب اور بھی زیادہ قبیح ہے ۱۲۔ حالت احرام میں جو چیزیں ممنوع ہیں ان کا ذکر ان شاء اللہ آگے ہوگا ۱۲۔

Marfat.com

ار شوق پیدا کرے اور نہایت خشوع خضوع کی حالت اپنے اوپر طاری کرے اور اس مقام مقدس
ی جلالت وعظمت کا تصور ہر وقت دل میں رکھے[1] اور تلبیہ کے ساتھ تہلیل[2] بھی کرتا رہے اور نبی صلی اللہ
لیہ وسلم پر درود پڑھتا رہے اور اس وقت جو شخص اس سے مزاحمت کرے اس کے ساتھ نہایت
رمی سے پیش آئے اور کعبہ کے جمال دلربا پر نظر پڑتے ہی جو کچھ دل چاہے اپنے پروردگار سے
لب[3] کرے پھر تکبیر وتہلیل کرتا ہوا حمد وصلوٰۃ پڑھتا ہوا حجر اسود کے مقابلہ میں آئے اور اس کا
ستلام کرے۔

آفاقی ہو تو طواف قدوم کرے طواف کرتے وقت اپنی چادر بصورت اضطباع اوڑھ لے،
لواف اپنی داہنی طرف سے جو کعبہ مکرمہ کے دروازہ سے قریب ہے شروع کرے، طواف
یں حطیم کو بھی شامل کرے اور سات شوط کرے ہر شوط کا ختم حجر اسود کے مقابلہ میں اور ہر مرتبہ
ب حجر اسود کے مقابلہ میں آئے تو اس کا استلام کرے اور پہلے تین شوطوں میں رمل کرے، اور
یز ہر شوط میں رکن یمانی کا بھی استلام کرے، بعد اس کے دو رکعت نماز طواف بہ نیت واجب
مقام ابراہیم علیہ السلام میں پڑھے وہاں نہ میسر ہو تو کعبہ شریف کے اندر جس جگہ چاہے نماز پڑھ لے،
س کے بعد ملتزم میں آئے اور زمزم کا پانی پیئے[4] اور پھر حجر اسود کا استلام کرکے سعی کرے اور جب
صفا پر چڑھے تو بیت اللہ کی طرف منہ کرکے کھڑا ہو اور تکبیر وتہلیل کرے درود پڑھے اور ہاتھ اٹھا کر
دعا مانگے، پھر جب مروہ پر چڑھے تو اسی طرح کرے، یہاں بھی سات شوط پورے کرے ہر شوط کی
ابتدا صفا سے ہو اور انتہا مروہ پر اور ہر شوط میں میلین اخضرین کے درمیان میں سعی کرے اور بہتر
ہے کہ طواف قدوم کے بعد بحالت احرام مکہ مکرمہ میں ٹھہرا رہے اور جتنے دن وہاں رہے روزانہ جس قدر

---

[1] زیادہ تکلف کی بھی ضرورت نہیں صرف یہ خیال کر لینا کافی ہے کہ یہ کون مقام مقدس ہے جس کی آرزو برسوں لوگوں کے دلوں میں رہتی ہے اور بڑی خوش قسمتی سے یہ دن نصیب ہوتا ہے علاوہ بریں اس عظیم الشان مجمع میں اکثر لوگ صاحب درد و ذوق ہوں گے ان کی حالت پر نظر کرنا بھی بہت مفید ہوگا ۱۲۔

[2] تلبیہ کے ساتھ تہلیل کرنے میں علماء نے یہ حکمت لکھی ہے کہ اس سے توہم شرک دفع ہو جاتا ہے کوئی یہ نہ سمجھے کہ اس مکان کی پرستش منظور ہے ۱۲۔

[3] علماء نے لکھا ہے کہ پندرہ مقامات ایسے ہیں جہاں دعا قبول ہوتی ہے منجملہ ان کے کعبہ مکرمہ کے دیکھنے کے وقت اور زمزم کا پانی پیتے وقت اور ملتزم میں وغیرہ ذلک ۱۲ [4] زمزم کا پانی کھڑے ہو کر (باقی حاشیہ صفحہ ۵۴۸ پر)

چاہے طواف کرے طواف کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں جس وقت چاہے کرے مگران طوافوں میں رمل اور ان کے بعد سعی نہ کرے۔

پھر ذی الحجہ کی ساتویں تاریخ کو کعبہ مکرمہ کے اندر امام خطبہ پڑھے اور اس میں حج کے مسائل بیان کرے، یہ خطبہ ظہر کی نماز کے بعد پڑھا جائے اور ایک خطبہ ہو، پھر ذی الحجہ کی آٹھویں تاریخ کو فجر کی نماز مکہ معظمہ میں پڑھکر منیٰ جانے کی تیاری کرے اور ایسے وقت جائے کہ ظہر کی نماز منیٰ میں جاکر پڑھے اور منیٰ میں قیام کرے اور حتی الوسع مسجد خیف کے قریب ٹھیرے۔

منیٰ میں نویں تاریخ کو فجر کی نماز اول وقت اندھیرے میں پڑھے پھر جب آفتاب نکل آئے تو عرفات جائے اور وہاں وقوف کرے جب ظہر کا وقت آجائے تو فوراً مسجد نمرہ میں جائے اور امام اس وقت مثل جمعہ کے دو خطبے پڑھے اور ان کے درمیان میں خفیف جلسہ بھی کرے اور جس وقت امام منبر پر بیٹھے اس کے سامنے اذان بھی دی جائے ان خطبوں میں حج کے مسائل بیان کئے جائیں، خطبوں سے فراغت کر کے ظہر اور عصر کی نماز ایک ساتھ پڑھ لی جائے، اذان صرف ایک مرتبہ دی جائے، ہاں اقامت دونوں فرضوں کے لئے علیحدہ علیحدہ پڑھی جائے اور دونوں فرضوں کے درمیان میں کوئی نفل نہ پڑھی جائے، ان دو نمازوں کے ایک وقت میں پڑھنے کی اسی شخص کو اجازت ہے جو محرم ہو اور امام کے ساتھ نماز پڑھے، نماز سے فارغ ہو کر پھر موقف چلا جائے، عرفات میں سوا بطن عرنہ کے جہاں چاہے وقوف کرے اور وقوف کے لئے زوال کے بعد غسل بھی کرلے اور جبل رحمت کے پاس قبلہ رو کھڑے ہو کر تکبیر تہلیل تلبیہ کرتا ہوا ہاتھ پھیلا کر خوب دل سے دعا مانگے اور بہت گڑگڑائے اور اپنے اور اپنے والدین اور تمام اعزہ کے لئے استغفار کرے اور اس وقت کو غنیمت سمجھے خصوصاً اگر آفاقی ہو کیونکہ اس کو یہ دن کہاں نصیب ہوتا ہے اور وقوف سواری پر افضل ہے ورنہ کھڑا رہنا بہ نسبت بیٹھے رہنے کے بہتر ہے اور امام اس کے بعد ایک خطبہ پڑھے اس میں حج کے مسائل بیان کرے یہ خطبہ نماز ظہر کے بعد پڑھا جائے، پھر جب آفتاب غروب ہو جائے تو امام مع تمام لوگوں کے آہستگی کے ساتھ عرفات سے مزدلفہ کی طرف روانہ ہو جائے اور جب وسیع میدان

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۴۷ کا) پینا مستحب ہے علماء نے لکھا ہے کہ تین قسم کے پانیوں کا بغرض تعظیم کھڑے ہو کر پینا وارد ہوا ہے، زمزم کا پانی وضو کا بچا ہوا پانی، مومن کا جھوٹا پانی، ان کے علاوہ اور کسی پانی کا کھڑے ہو کر پینا مکروہ ہے ۱۲۔

Marfat.com

جائے تو تیز روی بھی کر سکتے ہیں بشرطیکہ کسی کو تکلیف نہ ہو جب مزدلفہ پہونچ جائیں تو جبل قزح قریب اتریں اور آنے جانے والوں کے لئے راہ چھوڑ دیں، اور وہیں مغرب و عشا کی نماز ایک ساتھ پڑھیں، اذان بھی ایک ہی مرتبہ پڑھی جائے اور اقامت بھی ایک ہی مرتبہ اور دونوں فرضوں کے درمیان میں کوئی نفل نہ پڑھیں اور اگر کوئی شخص مزدلفہ کے راستے میں مغرب کی نماز پڑھ لے تو درست نہ ہوگی بلکہ اس کو چاہیئے کہ طلوع آفتاب سے پہلے پہلے اس کا اعادہ کرلے۔

دسویں تاریخ کی رات بھر مزدلفہ میں ٹھہرے جب صبح ہو جائے تو فجر کی نماز سب لوگ اول وقت اندھیرے ہیں پڑھ لیں، پھر سب لوگ وہاں وقوف کریں، مزدلفہ میں سوا بطن محسر جہاں چاہیں وقوف کر سکتے ہیں، اس وقوف کی حالت میں سب لوگ نہایت الحاح وزاری کے ساتھ اپنے دینی و دنیوی مقاصد کے لئے خداوند عالم سے دعا کریں اور بہت الحاح وزاری کے ساتھ یہ التجا کریں کہ اے پروردگار جس طرح تو نے ہمارے سردار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں قبول فرمائیں اسی طرح اپنے فضل سے ہماری دعائیں بھی قبول فرما، آفتاب کے نکلنے سے پہلے وقوف ختم کر دیں، پھر جب روشنی خوب پھیل جائے تو آفتاب نکلنے سے پہلے سب لوگ امام کے ہمراہ منیٰ واپس جائیں اور وہاں اتریں پھر جمرۃ العقبہ کے پاس آکر نشیب سے اس کو رمی کریں سات کنکریاں ماری جائیں اور یہ کنکریاں یا تو مزدلفہ سے ہمراہ لیتے آئیں یا راستہ سے اٹھالیں جمرۃ العقبہ کے پاس سے نہ لیں رمی کے ابتدا ہی سے تلبیہ موقوف کر دیں بعد اس کے قربانی کریں پھر اپنے سر کو منڈوا ڈالیں یا ایک انگل کتروا دیں، مرد کے لئے منڈوانا بہتر ہے اور عورت کو منڈوانا منع ہے اس کو کتروا دینا چاہیئے اس کے بعد وہ تمام باتیں جو حالت احرام میں منع تھیں سوا رفث کے جائز ہو جائیں گی پھر منیٰ میں نماز عید پڑھ کر اسی دن مکۂ معظمہ جائے اور طواف زیارت کرے اس طواف میں رمل اور سعی دونوں نہ کرے، اور اگر اس سے پہلے طواف میں سعی نہ کی ہو تو اس طواف میں رمل اور سعی دونوں کرے طواف زیارت کر کے پھر منیٰ میں واپس آئے وہاں ٹھہرے طواف زیارت کے بعد رفث بھی جائز ہو جاتا ہے۔

گیارھویں تاریخ کو زوال کے بعد پیادہ پا تینوں جمروں کی رمی کرے جو مسجد خیف کے پاس ہے اس کو سات کنکریاں مارے ہر مرتبہ تکبیر کہتا جائے بعد اس کے وہیں ٹھہر کر حمد و صلوٰۃ پڑھ کر جو کچھ چاہے دعا کرے اپنے اور اپنے والدین اور تمام مسلمانوں کے لئے استغفار کرے، اسی طرح اس جمرہ کی رمی کرے جو پہلے جمرہ کے قریب ہے اور اس کے پاس بھی ٹھہر کر دعا کرے

Marfat.com

پھر سوار ہو کر جمرۃ العقبہ کی رمی کرے اور وہاں ٹھیرے پھر رات بھر منیٰ میں رہے۔

بارھویں تاریخ کو تینوں جمروں کی بدستور سابق پھر رمی کرے اور اسی دن غروب آفتاب سے پہلے مکۂ مکرمہ واپس چلا آئے اور راستہ میں تھوڑی دیر کے لئے محصب میں اترے پھر جب مکۂ معظمہ سے سفر کرنے لگے تو طواف وداع کرے اس طواف میں بھی رمل و سعی نہیں ہے پھر طواف کی دو رکعتیں پڑھکر زمزم کا مبارک پانی پئے اور گھونٹ گھونٹ کرکے پئے اور ہر مرتبہ کعبۂ مکرمہ کی طرف دیکھ کر حسرت سے آہ سرد بھرے پھر اس مقدس چوکھٹ کو بوسہ دے جو بیت اللہ میں ہے اور اپنا منہ اور سینہ ملتزم پر رکھدے اور کعبۂ مکرمہ کے پردوں کو پکڑ کر دعا کرے اور روئے اگر خود بخود یہ حالت طاری نہ ہو تو اس مقدس سرزمین کے فراق کا تصور کرکے بہ تکلف اپنے اوپر حالت پیدا کرے پھر پچھلے پیروں واپس آئے یعنی کعبۂ شریفہ کی طرف پشت نہ کرے، حج کے تمام افعال ختم ہو گئے۔

عورت بھی اسی طرح حج کرے مگر بلند آواز سے تلبیہ نہ کرے اور میلین اخضرین کے درمیان میں سعی نہ کرے اور ازدحام کے وقت حجر اسود کا استلام نہ کرے اور رمی کے بعد اپنے بالوں کو نہ منڈوائے بلکہ ایک ایک انگل کتروا ڈالے، یہ طریقہ مفرد کے حج کا ہے قارن بھی اسی طرح تمام افعال ادا کرے صرف فرق یہ ہے کہ وہ جب مکۂ مکرمہ میں پہنچے تو سب سے پہلے عمرہ کا طواف کرے اس کے بعد طواف قدوم کرے عمرہ کا طواف اور طواف قدوم دونوں کا طریقہ ایک ہی ہے سعی بھی ہر طواف کے بعد کرے پھر دسویں تاریخ کو جمرۃ العقبہ کی رمی کرکے قربانی ضرور کرے اگر استطاعت نہ ہو تو تین روزے دسویں تاریخ سے پہلے اور سات روزے بعد ایام تشریق کے رکھ لے متمتع کو چاہیئے کہ وہ میقات سے صرف عمرہ کا احرام باندھ کر مکۂ معظمہ آئے اور عمرہ کا طواف کرے اور اسی وقت تلبیہ موقوف کردے، طواف کے بعد نماز طواف پڑھ کر سعی کرے اس طواف کے پہلے تین شوطوں میں رمل بھی کرے بعد اس کے اپنے سر کو منڈوا ڈالے یا بال کتروا لے پھر چاہے تو احرام سے باہر ہو جائے چاہے نہ باہر ہو۔ باہر ہو جائے گا تو حج کے احرام کے لئے میقات جانا پڑے گا، نہ باہر ہوگا اور مکہ میں رہے گا تو اس کی میقات حرم ہے، الغرض اسی طواف کے بعد از سر نو حج کا احرام باندھے اور بہتر ہے کہ آٹھویں تاریخ کو حج کا احرام باندھے پھر مفرد کی طرح حج کے تمام ارکان بجا لائے اور قارن کی طرح قربانی اس پر بھی ضروری ہے نہ کرسکے تو اس کے مانند دس روزے رکھے۔

Marfat.com

اور اگر متمتع اپنے ہمراہ ہدی لایا ہو تو وہ عمرے کے طواف کے بعد قربانی کرے اس کے بعد حج کا احرام کرے اور پھر بدستور سابق حج کرے بعد اس کے دسویں تاریخ کو تحلیق یا تقصیر کرے تب وہ عمرہ اور حج دونوں کے احرام سے باہر ہو جائے گا اس سے پہلے عمرہ کے احرام سے بھی باہر نہیں ہو سکتا۔

حج کے فرائض

حج میں پانچ فرض ہیں۔

(۱) احرام، یہ حج کے لئے شرط بھی ہے اور رکن بھی ہے، اگر شرط نہ ہوتا تو زمانہ حج سے پیشتر احرام صحیح نہ ہوتا اور اگر رکن نہ ہوتا تو جس کو حج نہ ملے اس کو احرام پر قائم رہنا درست نہ ہوتا۔

(۲) وقوف عرفات، گو ایک منٹ ہی کے بقدر ہو اور خواہ دن میں ہو یا رات میں۔

(۳) طواف کا اکثر حصہ یعنی چار شوط۔

(۴) ان فرائض میں ترتیب کا لحاظ یعنی احرام کو وقوف پر مقدم کرنا اور وقوف کو طواف زیارت پر مقدم کرنا۔

(۵) ہر فرض کو اسی کے مکان مخصوص میں ادا کرنا یعنی وقوف کا خاص عرفات ہیں اور طواف کا خاص مسجد حرام یعنی کعبۂ مکرمہ کے گرد ہونا۔

(۶) ہر فرض کا اسی خاص وقت میں ادا کرنا جو شریعت سے اس کے لئے مقرر ہے یعنی وقوف کا نویں ذی الحجہ کی ظہر کے وقت سے دسویں تاریخ کی فجر سے پہلے ادا کرنا اور طواف کا اس کے بعد ادا کرنا۔

حج کے واجبات

حج میں چھ واجب ہیں۔

(۱) وقوف مزدلفہ۔
(۲) سعی
(۳) رمی
(۴) آفاقی کے لئے طواف قدوم
(۵) حلق یا تقصیر (قارن اور متمتع کو قربانی کرنا حج کے واجبات لوگوں نے پینتیس تک لکھے ہیں مگر درحقیقت وہ بلا واسطہ حج کے واجبات نہیں ہیں بلکہ اس کے افعال کے ہیں کوئی احرام

Marfat.com

کا ہے اور کوئی طواف کا اور کوئی وقوف کا لہٰذا ہم نے بلحاظ ضرورت انھیں چھ واجبات پر اکتفا کی اور باقی واجبات کو ہم اسی فعل کے ضمن میں بیان کریں گے جس کا وہ واجب ہے۔

حج کے مسائل

حج میں بہت سے ارکان ہیں ہر رکن کے مسائل علیحدہ بیان کئے جاتے ہیں تاکہ اُن کے معلوم کرنے میں آسانی رہے۔

احرام (۱) میقات سے بغیر احرام کے آگے نکل جانا مکروہ تحریمی ہے گو مکہ معظمہ بغرض تجارت یا سیر ہی کیوں نہ جاتا ہو۔ (۲) میقات پر پہنچ کر احرام باندھنا واجب ہے اور جو میقات سے پہلے باندھ لے بشرطیکہ اس کے آداب کی رعایت کر سکے تو افضل ہے (۳) احرام جس چیز کا باندھا جائے خواہ حج کا یا عمرہ کا اس احرام سے بغیر اس چیز کے پورا کئے ہوئے باہر ہو جانا جائز نہیں اگرچہ وہ فاسد بھی ہو جائے بخلاف نماز کے کہ اگر وہ فاسد ہو جائے تو اس کا پورا کرنا جائز نہیں ہاں اگر حج کا احرام کیا ہو اور حج کا زمانہ فوت ہو جائے تو عمرہ کر کے احرام سے باہر ہو جائے اسی طرح حج سے روک دیا جائے تو بھی ہدی ذبح کر کے احرام سے باہر ہو جائے (۴) احرام باندھنے سے پہلے غسل کرنا سنت موکدہ ہے نہ ہو سکے تو صرف وضو پر اکتفا کرے حیض و نفاس والی عورت اور نابالغ بچوں کے لئے بھی غسل مسنون ہے اس غسل کے عوض میں تیمم مشروع نہیں کیونکہ یہ غسل صفائی کے لئے ہے نہ طہارت کی غرض سے (۵) غسل سے پہلے ناخون کا کتروانا اور حجامت کا بنوانا اور بعد غسل کے سپید چادر اور تہبند کا پہننا اور خوشبو لگانا مستحب ہے (۶) احرام کا طریقہ یہ ہے کہ دو رکعت نماز بہ نیت نفل پڑھے[1] بشرطیکہ کوئی وقت مکروہ نہ ہو بعد اس کے مفرد اپنے دل میں صرف حج کا ارادہ کرے اور اللہ تعالیٰ سے اپنے اس ارادہ میں کامیابی کی دعا مانگے کہ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْحَجَّ فَیَسِّرْہُ لِیْ وَتَقَبَّلْہُ مِنِّیْ اے اللہ میں حج کا ارادہ رکھتا ہوں پس تو اس کو میرے لئے آسان کر دے اور اس کو مجھ سے قبول فرما اور معتمر اپنے دل میں صرف عمرہ کی نیت کرے اور یوں دعا مانگے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْعُمْرَۃَ فَیَسِّرْھَا لِیْ وَتَقَبَّلْھَا مِنِّیْ اے اللہ میں عمرہ کا ارادہ رکھتا ہوں پس تو اس کو میرے لئے آسان کر دے اور اس کو مجھ سے

---

[1] اور بہتر ہے کہ پہلی رکعت میں قل یا ایہا الکافرون اور دوسری رکعت میں قل ہو اللہ احد پڑھے ۱۲

Marfat.com

قبول فرما اور قارن حج و عمرہ دونوں کی نیت ایک ساتھ کرے اور یوں دعا مانگے کہ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ یُرِیْدُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَۃَ فَیَسِّرْھُمَا لِیْ وَتَقَبَّلْھُمَا مِنِّیْ اے اللہ میں حج اور عمرہ کا ارادہ رکھتا ہوں پس ان دونوں کو میرے لئے آسان کردے اور ان کو مجھ سے قبول فرما اور متمتع پہلے عمرہ کی نیت بطریق مذکور کرے بعد اس کے جب عمرہ کے افعال سے فراغت پائے تو حج کی نیت کرے، بعد ان تینوں کے تلبیہ کرے اور دل میں نیت حج یا عمرہ وغیرہ کی مضبوط رکھے، نیت کرکے تلبیہ کہتے ہی احرام بندھ جاتا ہے جس طرح نماز میں نیت کرکے تکبیر کہتے ہی تحریمہ بندھ جاتی ہے، اور اگر کوئی شخص بعد نیت کے تلبیہ نہ کرے بلکہ مکہ مکرمہ کی طرف اونٹ قربانی کے لئے لے کر روانہ ہوجائے یا کسی اونٹ کی تقلید کردے (خواہ وہ اونٹ کسی نفل قربانی کا ہو یا حرم میں کوئی شکار اس نے کیا ہو اس کے بدلہ کا ہو) اور اس کے ہمراہ حج کے ارادہ سے خود بھی روانہ ہوجائے یا اس کو پہلے روانہ کردے اور بعد اس کے خود بھی چل دے کہ میقات سے پہلے اس سے جا کر مل جائے[1] یا عمرہ یا قران کے لئے ہدی روانہ کرے اور پھر خود بہ نیت احرام روانہ ہوجائے[2] تو یہ افعال قائم مقام تلبیہ کے ہوجائیں گے اور ان افعال کے کرتے ہی احرام بندھ جائے گا بشرطیکہ یہ سب افعال حج کے زمانہ میں ہوں، بخلاف اس کے اشعار اور تجلیل اور اونٹ کے سوا اور کسی جانور کی تقلید قربانی کا نہ بغرض عمرہ و قران کے روانہ کرنا اور پھر اس سے میقات کے پہلے نہ مل جانا قائم مقام تلبیہ کے نہیں اور ان افعال سے احرام نہ ہوگا۔

(۷) احرام کے صحیح ہونے کے لئے کسی رکن خاص کا نیت میں معین کرنا ضروری نہیں بلکہ اگر کسی رکن کی تعیین نہ کرے یعنی نیت میں نہ حج کی تخصیص کرے نہ عمرہ کی تب بھی احرام صحیح ہوجائے گا ہاں قبل شروع کرنے افعال کے اس کو معین کرنا ضروری ہے اور نہ کرے گا اور افعال

---

[1] جس صورت میں کہ عمرہ یا قران کی قربانی روانہ کرے تو اس صورت میں خود لے کر جانا یا اس سے میقات کے پہلے جا کر مل جانا ضروری نہیں ۱۲۔

[2] یعنی ہدی کا روانہ کرنا یا اس کو لے کر جانا، اور یہ افعال قائم مقام تلبیہ کے اس سبب سے ہیں کہ جس طرح تلبیہ فسک یعنی حج یا عمرہ ہی کے وقت ہوتا ہے اسی طرح یہ افعال بھی نسک کے ساتھ خاص ہیں بخلاف اشعار وغیرہ کے کہ وہ بسا اوقات اور کسی فائدہ کے لئے بھی کئے جاتے ہیں مثلاً اشعار بغرض علاج اور تجلیل سردی سے محفوظ رکھنے کے لئے بھی ہوتے ہیں ۱۲۔

Marfat.com

شروع کردے گا تو وہ احرام عمرہ کے لئے معین ہوجائے گا اور اگر کوئی شخص حج کی نیت کرے مگر اس میں فرض یا نفل کی تخصیص نہ کرے تو وہ احرام حج فرض کا ہوجائے گا بشرطیکہ اس کے ذمہ حج فرض ہو[۵۱] اور اگر باوجود حج کے فرض ہونے کے نفل کی نیت کرلے گا تو وہ احرام نفل ہی کا ہوگا[۵۲] اسی طرح اگر کسی کے ذمہ حج فرض ہو اور وہ اپنے حج میں کسی دوسرے کی طرف سے حج کرنے کی نیت کرے یا نذر کے حج کی نیت کرلے تو جیسی نیت اس نے کی ہوگی ویسا ہی ہوگا۔

(۸) احرام کی حالت میں ان افعال کا ارتکاب ممنوع ہے' رفث کرنا' گناہ[۵۳] کا ارتکاب' کسی سے جھگڑا[۵۴] کرنا۔ جنگلی جانور[۵۵] کا خود شکار کرنا یا اس کی طرف اشارہ کرنا تاکہ کوئی دوسرا شخص شکار کرے یا کسی قسم کے شکار میں اعانت[۵۶] کرنا' سلے[۵۷] ہوئے کپڑے[۵۸] کا پہننا مثل کرتہ' پائجامہ' ٹوپی' عبا' قبا' موزوں[۵۹] وغیرہ کے' ورس یا زعفران یا کسم یا کسی اور خوشبودار[۶۰] چیز سے رنگے ہوئے کپڑے کا استعمال کرنا' منہ اور سر کا کسی چیز سے چھپانا[۶۱]' داڑھی اور سر کے بالوں کا خطمی سے دھونا' خوشبو کا استعمال[۶۲] کرنا' تیل کا[۶۳] استعمال کرنا' اپنے جسم کے بالوں کا (خواہ وہ سر کے ہوں یا داڑھی کے یا اور کسی مقام

---

[۵۱] چنانچہ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ جب یمن سے واپس آئے ہیں تو انھوں نے یہی کہکر احرام باندھا ہے کہ جس نسک کے لئے رسول خدا صلعم نے احرام باندھا ہے اس کے لئے میں بھی احرام باندھتا ہوں۔ بحرالرائق)۔

[۵۲] یہ امام ابوحنیفہ اور قاضی ابو یوسف کا مذہب ہے اور امام شافعی کے نزدیک جس شخص کے اوپر حج فرض ہے وہ اگر حج نفل کی نیت کرے یا کسی دوسرے کی طرف سے تو وہ احرام حج فرض ہی کے لئے ہوگا اور اس کا فرض ادا ہوجائے گا' امام شافعی حج کو روزے پر قیاس کرتے ہیں کہ جس طرح رمضان کے مہینہ میں اگر نفل روزہ کی نیت کی جائے تب بھی فرض ہی ادا ہوتا ہے' اسی طرح حج کے زمانہ میں چاہے نفل کی نیت کرے تب بھی فرض ادا ہوگا' مگر یہ قیاس صحیح نہیں' حج کا وقت روزہ کے وقت کے مثل نہیں ہے بلکہ نماز کے وقت کے مثل ہے جیسا کہ اصول فقہ میں ثابت ہوچکا ہے ۱۲۔

[۵۳] گناہ کا ارتکاب اگرچہ ہر حالت میں ممنوع ہے مگر حالت احرام میں اس کا صدور اور بھی زیادہ قبیح ہے جس طرح ریشمی لباس کا استعمال ہر حالت میں منع ہے مگر حالت نماز میں اس کا استعمال اور بھی زیادہ برا ہے۔ (درالمختار)

[۵۴] اس سے مراد دنیاوی امور میں یا بلا ضرورت دینی امور میں جھگڑا' لیکن اگر ضرورت سخت واقع ہوجائے اور دینی معاملہ ہو تو پھر کچھ مضائقہ نہیں کیونکہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر تو حج کی تکمیل کا باعث ہے (شامی)

[۵۵] دریائی جانوروں کے شکار کی ممانعت نہیں گو وہ از قسم ماکولات نہ ہوں ۱۲۔

[۵۶] کسی شخص کو شکار کے ذبح کرنے کے لئے چاقو وغیرہ دینا یا کوئی آلہ شکار کا مثل بندوق وغیرہ کے اس کے حوالہ

(باقی صفحہ ۵۵۵ پر دیکھئے)

Marfat.com

کے) منڈوانا،[1] یا کسی دوا کے ذریعہ سے ان کا اڑا دینا یا کتروانا یا اکھاڑ ڈالنا، یا جلا دینا،[13] ناخونوں کا کتروانا،[2] ان بالوں کے علاوہ اور کسی بات کی ممانعت نہیں، نہانا،[3] سایہ میں آرام لینا بشرطیکہ وہ چیز جس سے سایہ لے اس کے سر اور چہرہ میں نہ لگنے پائے۔ ہمیانی کا کمر میں باندھنا ہتھیاروں کا کمر میں لگانا، اپنے پاس رکھنا، انگوٹھی وغیرہ پہننا، بے خوشبو سرمہ کا استعمال کرنا، ختنہ کرانا، فصد لینا، پچھنے لگوانا، بشرطیکہ بال نہ ٹوٹنے پائے دانت کا اکھڑوانا، اپنے بدن کا یا سر کا نرمی کے ساتھ کھجلانا کہ بال نہ ٹوٹنے پائیں نہ کوئی جوئیں وغیرہ گرنے پائیں، نکاح کرنا، غرض یہ تمام باتیں جائز ہیں۔

(بقیہ صفحہ ۵۵۴) کرنا اور شکار کا بھگانا یا اس کے پر وغیرہ کا توڑ ڈالنا یا اس کی خرید و فروخت کرنا اس کا گوشت کھانا یہ سب شکار کی اعانت میں داخل ہے، جوئیں اور مچھر وغیرہ کا بھی شمار جنگلی جانوروں میں ہے ان کا قتل بھی ناجائز ہے ان کے مرجانے کے لئے کپڑے کا دھوپ میں ڈالنا یا اس کا دھونا ممنوع ہے ۱۲۔

[7] اگر کوئی کپڑا اس طرح بنایا گیا ہو کہ خود بخود جسم پر قائم رہے مثل پاجامہ بنیان وغیرہ کے وہ بھی سلے ہوئے کے حکم میں ہے ۱۲

[8] پہننے سے مراد وہ طریقہ استعمال ہے جو مروج ہو مثلاً کرتہ کا پہننا اس طرح معمول ہے کہ آستین میں ہاتھ ڈالے جاتے ہیں اور سر اس کے گریبان میں داخل کیا جاتا ہے اگر کوئی شخص کرتہ کو اپنی پشت پر ڈال لے اور اس کی آستینوں میں ہاتھ نہ داخل کرے نہ اس کے گریبان میں سر ڈالے تو ممنوع نہیں ۱۲

[9] ہاں اگر نعلین نہ ملیں تو موزوں کو کاٹ ڈالے تاکہ ٹخنوں سے نیچے ہو جائیں اس کے بعد ان کو پہن سکتا ہے ۱۲

[10] ہاں اگر اس کو دھو ڈالے کہ اس کی خوشبو بالکل جاتی رہے تو اس کا پہننا جائز ہے۔

[11] خواہ پورا منہ چھپائے یا اس کا بعض حصہ ہاں کسی بدبو وغیرہ کی وجہ سے یا یونہی ناک پر ہاتھ رکھ لینا جائز ہے۔

[12] خوشبو کا بغیر استعمال کے بالاختیار سونگھنا بھی مکروہ ہے ۱۲ (شامی)

[13] تیل کا اگرچہ اکثر مصنفین نے ذکر نہیں کیا لیکن وہ چونکہ تمام خوشبوؤں کی اصل ہے اس لئے وہ بھی خوشبو میں داخل ہے اور اس کا استعمال ممنوع ہے ۱۲ (بحر الرائق)

---

[1] جس طرح اپنے بالوں کو منڈوانا منع ہے اسی طرح حالت احرام میں کسی دوسرے کے بالوں کا مونڈ دینا بھی ناجائز ہے اگرچہ وہ دوسرا محرم نہ ہو ۱۲

[2] ہاں اگر کوئی ناخون ٹوٹ گیا ہو کہ اس میں نمو نہ ہو سکے تو اس کا کاٹ ڈالنا جائز ہے ۱۲

[3] مگر مستحب ہے کہ نہانے میں بدن کا میل نہ صاف کیا جائے بلکہ حرارت کے دفع کرنے کے لئے نہائے کیونکہ حج میں نظافت اور لطافت مطلوب نہیں بلکہ پراگندگی اور ژولیدہ سری مرغوب ہے ۱۲

Marfat.com

تلبیہ (۱) احرام کے بعد ایک مرتبہ تلبیہ کرنا تو فرض ہے اور ایک مرتبہ سے زیادہ سنت ہے اور جس طرح نماز میں ہر انتقال کے وقت تکبیر مسنون ہے اسی طرح حج میں ہر نئی حالت کے بعد تلبیہ مسنون ہے مثلاً نماز پڑھنے کے بعد اور صبح شام کو اور نشیب و فراز میں اترتے چڑھتے وقت کسی سے ملاقات ہونے کے وقت۔

(۲) مستحب ہے کہ جب تلبیہ کرے تو تین مرتبہ اس کی تکرار کرے۔

(۳) تلبیہ بلند آواز سے کرنا مسنون ہے مگر نہ ایسی بلند آواز کہ اس سے مشقت ہو۔

(۴) تلبیہ کی عبارت جو اوپر لکھی گئی اس سے کم نہ کہنا چاہیئے ہاں زیادہ رکھنے کا اختیار ہے۔

(۵) تلبیہ کرنے کی حالت میں سوا سلام کے جواب کے اور کوئی بات کرنا مکروہ ہے۔

(۶) تلبیہ کرنے والے کو سلام کہنا مکروہ ہے۔

(۷) تلبیہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا مستحب ہے۔

طواف (۱) طواف میں بیس باتیں واجب ہیں کہ ان کے ترک کر دینے سے ایک قربانی کرنی پڑتی ہے، طواف کا حجر اسود سے شروع کرنا، ابتدا طواف کی اپنی داہنی جانب سے کرنا، اگر کوئی عذر نہ ہو تو پیادہ پا طواف کرنا، اگر بغیر عذر کے سوار ہو کر طواف کریگا تو اس کا اعادہ اس پر ضروری ہوگا ہاں اگر نفل کا طواف ہو اور تھکا ہوا ہو تو سوار ہو کر کرسکتا ہے لیکن پھر بھی پیادہ پا کرنا افضل ہے، طواف کی حالت میں نجاست[1] حکمیہ کے دونوں فردوں یعنی حدث اصغر و اکبر سے پاک ہونا، حالت طواف میں اپنے جسم عورت کا پوشیدہ رکھنا طواف کے باقی تین شوط کا پورا کرنا، سعی کی ابتدا صفا سے کرنا، سعی پیادہ پا کرنا بشرطیکہ کوئی معذوری نہ ہو، ہر سات[2] شوط کے بعد دو رکعت نماز پڑھنا، رمی اور ذبح اور حلق میں ترتیب کا لحاظ رکھنا، یعنی پہلے رمی اس کے بعد ذبح اس کے بعد حلق ہاں جس کے اوپر ذبح واجب نہ ہو جیسے مفرد تو اس کو صرف رمی اور حلق کے درمیان میں ترتیب کا لحاظ رکھنا ضروری ہے، حلق کا ایک مقام خاص یعنی حرم کے اندر ہونا، مفرد اور قارن اور متمتع کے لیے ایک خاص زمانے یعنی ذیحجہ کی دسویں گیارہویں، بارہویں، ان تاریخوں میں سے کسی تاریخ میں ہونا، ذیحجہ کی دسویں، گیارہویں، بارہویں تاریخوں میں کسی تاریخ میں طواف زیارت کا کرنا، طواف کا حطیم کے پیچھے سے

---

[1] نجاست حکمیہ کی تعریف اور حدث اصغر و اکبر کا بیان پہلی جلد میں ہوچکا ۱۲

[2] طواف میں سات شوط ہیں اس میں چار فرض تین واجب ۱۲

Marfat.com

ہونا، تاکہ حطیم بھی طواف میں شامل ہو جائے، عرفات[15] میں شب کے کسی جزء کے اندر وقوف کرنا، عرفات[16] سے امام کے پہلے نہ روانہ ہونا، عرفات[17] سے آتے وقت راستے میں مغرب کی نماز نہ پڑھنا بلکہ مزدلفہ پہنچنے تک اس میں تاخیر کرنا، ہر دن[18] کی رمی دوسرے دن پر نہ اٹھا رکھنا، سعی[19] کا کم از کم بغیر چار شوط طواف کے کئے ہوئے نہ کرنا، ممنوعات[20] احرام سے اجتناب کرنا، زیادہ تفصیل ان واجبات کی انشاء اللہ حج ناآیا کے بیان میں ہوگی۔

(۲) اگر کوئی شخص طواف کرتے وقت شوطوں کا عدد بھول جائے یعنی یہ نہ یاد رہے کہ کے شوط کر چکا ہے تو اس کو اعادہ کرنا چاہیے، ہاں اگر کوئی راست گو آدمی بتا دے تو اس کے قول پر عمل کرے۔

(۳) اگر کوئی شخص بھولے سے سات شوط کے بعد ایک شوط اور زیادہ کر جائے تو کچھ مضائقہ نہیں، ہاں اگر دیدہ و دانستہ کریگا تو اس کے بعد چھ شوط اور کرنے ہوں گے تاکہ ایک طواف پورا ہو جائے کیونکہ نفل عبادت بھی شروع کرنے کے بعد لازم ہو جاتی ہے۔

(۴) طواف کرتے کرتے اگر جنازہ کی نماز یا پنج وقتی نماز پڑھنے یا وضو کرنے چلا جائے تو پھر جب لوٹ کر آئے تو وہیں سے شروع کر دے جہاں سے باقی ہے نئے سرے سے طواف شروع کرنے کی ضرورت نہیں۔

(۵) طواف کی حالت میں کوئی چیز کھانا اور خرید و فروخت کرنا اور شعر پڑھنا اور بے ضرورت کلام کرنا مکروہ ہے۔

(۶) طواف کی حالت میں نجاست حقیقیہ سے پاک ہونا مسنون ہے۔

(۷) جن اوقات میں نماز مکروہ ہے طواف مکروہ نہیں۔

(۸) طواف کے ہر سات شوط کے بعد دو رکعت نماز پڑھنا واجب ہے خواہ علی الاتصال پڑھ لے یا کچھ دیر کے بعد مگر جب تک ان دو رکعتوں کو نہ پڑھ لے دوسرا طواف شروع نہ کرے کیونکہ دو طوافوں کا وصل کر دینا مکروہ تحریمی ہے۔ (بحر الرائق)

رمل (۱) طواف کے پہلے تین شوطوں میں رمل کرنا مسنون ہے۔

(۲) رمل اسی طواف میں مسنون ہے جس کے بعد سعی ہو پس اگر کوئی شخص طواف قدوم کے بعد سعی نہ کرے بلکہ اس کا ارادہ طواف زیارت کے بعد سعی کرنے کا ہو تو اس کو چاہیئے کہ طواف قدوم میں رمل نہ کرے بلکہ طواف زیارت میں اسی طرح جو شخص قارن ہو اور وہ عمرہ کے طواف میں

Marfat.com

رمل کرچکا ہو وہ حج کے طواف قدوم میں رمل نہ کرے۔

(۳) اگر کوئی شخص پہلے شوط میں رمل کرنا بھول جائے تو وہ صرف دو شوطوں میں رمل کرے، اور ان دو شوطوں میں جو سب کے بعد ہیں۔

(۴) اور اگر کوئی شخص پہلے تینوں شوطوں میں رمل کرنا بھول جائے تو اب وہ رمل کو بالکل موقوف کردے۔

(۵) اگر کوئی شخص طواف کے ساتوں شوطوں میں رمل کرجائے تو اس پر کوئی جنایت نہیں۔ ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ مخالفت سنت کی وجہ سے کراہت تنزیہی آجائے گی۔

(۶) اگر ازدہام کی وجہ سے رمل دشوار ہو تو تھوڑی دیر توقف کرے کہ ازدہام کچھ کم ہوجائے اور اگر کعبہ سے کچھ فاصلہ پر جاکر رمل کرسکے تو بہتر ہے کہ فاصلہ پر جاکر رمل کے ساتھ طواف کرے۔

استلام (۱) ہر شوط کی ابتدا پر اور طواف کے ختم ہوجانے پر حجر اسود کا استلام مسنون ہے اور رکن یمانی کا مستحب۔

(۲) حجر اسود اور رکن یمانی کے سوا کعبۂ مکرمہ کے کسی اور رکن کا استلام کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔

(۳) حجر اسود کے استلام میں صرف منہ کا اس پر رکھدینا مسنون ہے بوسہ کی آواز نکالنا نہ چاہیئے۔ (بحر الرائق)

(۴) اگر ممکن ہو تو حجر اسود پر سجدہ کرنا بھی مسنون ہے۔

(۵) حجر اسود کا استلام اس وقت مسنون ہے جبکہ اور کسی کو تکلیف نہ ہو ازدحام کے وقت لوگوں کو ہٹانا اور ان کو ایذا دیکر اندر جانا اور استلام کرنا مکروہ ہے، بلکہ ازدحام کے وقت یہ چاہیئے کہ کسی لاٹھی سے حجر اسود کو مس کرکے اس لاٹھی کا بوسہ لے لے یہ بھی ممکن نہ ہو تو حجر اسود کی طرف منہ کرکے کھڑا ہوجائے اور اپنے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھائے اور ہتھیلیاں حجر اسود کی طرف کرکے ان کو بوسہ دے لے۔

سعی (۱) طواف کے بعد صفا مروہ کے درمیان میں سعی واجب ہے طواف سے پہلے جائز نہیں۔

(۲) سعی کے ساتوں شوط واجب ہیں کوئی بھی فرض نہیں۔

(۳) طواف کے بعد علی الاتصال سعی کرنا مسنون ہے واجب نہیں، اور سعی کی حالت میں نجاست حکمیہ سے طاہر ہونا بھی مسنون ہے اور صفا مروہ پر چڑھنا اور ان کے بعد کے افعال بھی مسنون ہیں۔

Marfat.com

(۴) سعی میں پیادہ رہنا واجب ہے بشرطیکہ کوئی عذر نہ ہو۔

(۵) پورے حج میں صرف ایک مرتبہ سعی کرنا چاہیئے چاہے طواف قدوم کے بعد کرلے چاہے طواف زیارت کے بعد بعض فقہا نے لکھا ہے کہ طواف زیارت کے بعد بہتر ہے۔

وقوف (۱) آٹھویں تاریخ کو کسی وقت منیٰ جانا مسنون ہے اور مستحب ہے کہ بعد طلوع آفتاب کے جائے اور نماز ظہر کی وہیں پڑھے اور رات کو وہیں سو رہے۔

(۲) نویں تاریخ کو بعد طلوع آفتاب کے عرفات جائے اور وہاں وقوف کرے وقوف میں صرف عرفات کے اندر پہنچ جانا ضروری ہے نیت کرنا یا کھڑا رہنا کچھ ضروری نہیں۔

(۳) وقوف مزدلفہ کے لئے پیادہ پا داخل ہونا مسنون ہے یعنی جب مزدلفہ قریب آجائے تو سواری سے اتر پڑے اور مزدلفہ کی حد کے اندر پیادہ پا جائے۔

(۴) مزدلفہ میں وقتاً فوقتاً تلبیہ، تہلیل اور تحمید مستحب ہے۔

(۵) مزدلفہ میں ایک رات شب باشی کرنا مسنون ہے۔

(۶) وقوف مزدلفہ کا وقت طلوع فجر سے طلوع آفتاب تک ہے، اگر طلوع فجر سے پہلے یا طلوع آفتاب کے بعد وقوف کیا جائے تو وہ قابل اعتبار نہیں۔

رمی (۱) رمی واجب ہے

(۲) رمی کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ کنکری کو انگلی کی نوک سے پکڑ کر پھینکیں۔

(۳) واجب ہے کہ سات کنکریاں سات دفعہ کرکے ماری جائیں اگر کوئی شخص ایک ہی مرتبہ میں سات کنکریاں مار دے تو یہ ایک ہی رمی سمجھی جائے گی۔

(۴) پہلے مرتبہ یعنی ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کو صرف جمرۃ العقبہ کی رمی کی جائے پھر گیارہویں بارہویں تاریخوں میں تینوں جمروں کی رمی کرے مگر تیرہویں تاریخ کی رمی کچھ ضروری نہیں بلکہ مستحب ہے اگر بارہویں تاریخ کو منیٰ سے کوچ نہ کیا ہو تو بہتر ہے کہ کرے۔

(۵) رمی تمام ان چیزوں سے جائز ہے جو از قسم زمین ہوں جن سے تیمم جائز ہے حتیٰ کہ اگر کوئی شخص مٹھی بھر خاک پھینک دے تب بھی رمی ہو جائے گی لکڑی اور عنبر و مشک اور جواہرات وغیرہ سے جائز نہیں۔

(۶) کنکری اگر جمرہ پر جا کر نہ لگے بلکہ کسی آدمی یا جانور پر پڑ جائے تب بھی درست ہے بشرطیکہ جمرہ کے قریب جا کر پڑ جائے اور قصداً ایسا نہ کرے۔

(۷) نشیب میں کھڑے ہو کر رمی کرنا مسنون ہے اونچے مقام سے مکروہ ہے۔
(۸) ہر رمی کے ساتھ ساتھ تکبیر کہنا مسنون ہے۔
(۹) کنکری مارنے اور جمرہ کے درمیان میں تقریباً پانچ گز کا فصل ہونا چاہیے۔
(۱۰) رمی کے لئے جمرہ[عہ] کے پاس سے کنکریاں اٹھانا مکروہ ہے اور مستحب یہ ہے کہ مزدلفہ سے ہمراہ لیتا آئے۔
(۱۱) یہ بھی مکروہ ہے کہ ایک پتھر کو توڑ کر سات کنکریاں بنائے۔
(۱۲) سات مرتبہ سے زیادہ رمی کرنا بھی مکروہ ہے۔
(۱۳) جو کنکری کہ بالیقین نجس[عہ] ہو اس سے بھی رمی کرنا مکروہ ہے۔
(۱۴) دسویں تاریخ کی رمی کا مسنون وقت طلوع آفتاب کے بعد سے زوال تک رہتا ہے اگرچہ غروب تک جائز ہے اور بعد غروب کے فجر تک مکروہ وقت ہے اور باقی تاریخوں کی رمی کا مسنون وقت زوال کے بعد سے غروب تک ہے، ہاں تیرھویں تاریخ کی رمی کا وقت فجر سے شروع ہو جاتا ہے لیکن وہ وقت مسنون بلکہ وقت جائز ہے۔
(۱۵) دسویں تاریخ کی رمی شروع کرتے ہی تلبیہ موقوف کر دینا چاہیئے۔
(۱۶) دسویں تاریخ کی رمی کے بعد قربانی اور حلق یا تقصیر کر کے طواف زیارت کے لئے مکہ مکرمہ جانا چاہیئے اور وہاں طواف زیارت کر کے ظہر کی نماز مکہ[سه] میں پڑھ کر اسی دن پھر منیٰ میں واپس آجائے، کیونکہ دوسرے دن رمی کرنا ہوگی اور رمی کے لئے ایک شب منیٰ میں شب باشی کرنی مسنون ہے۔

عہ جمرہ کے پاس سے کنکریاں اٹھانا اس سبب سے مکروہ ہے کہ وہاں وہی کنکریاں پڑی رہ جاتی ہیں جو مردود ہوتی ہیں اور جس قدر کنکریاں مقبول ہو جاتی ہیں وہ وہاں سے اٹھ جاتی ہیں، فرشتے اٹھا لے جاتے ہیں، چنانچہ دارقطنی کی روایت میں ہے کہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ یہ کنکریاں جن سے ہم ہر سال رمی کرتے ہیں ہم خیال کرتے ہیں کہ وہ کم ہو جاتی ہیں، آپ نے فرمایا: ہاں جس قدر ان میں سے مقبول ہو جاتی ہیں وہ اٹھالی جاتی ہیں اور اگر ایسا نہ ہوتا تو تم ان کے ڈھیر پہاڑوں کے برابر دیکھتے ۱۲۔

عہ اور اگر اس کی نجاست بھی یقینی نہ ہو تو اس کا دھوڈالنا مستحب ہے ۱۲ (بحرالرائق)

سه بعض فقہا نے لکھا ہے کہ ظہر کی نماز منیٰ میں جا کر پڑھے جیسا کہ صحیح مسلم میں مروی ہے مگر صحاح ستہ میں نبی صلعم سے منقول ہے کہ آپ نے ظہر کی نماز مکہ میں پڑھی تھی، صاحب فتح القدیر نے اسی کو ترجیح دی ہے ۱۲۔

Marfat.com

(۱۷) سوا تیرہویں تاریخ کے جس تاریخ کی رمی رہ جائے تو اس دن کے بعد جو شب آئے اس میں وہ رمی ادا ہو سکتی ہے اور قضا نہ سمجھی جائے گی ہاں مخالفت سنت کے سبب سے کراہت ضرور ہوگی اور تیرہویں تاریخ کی رمی اگر رہ جائے تو وہ ہر حال میں قضا ہی سمجھی جائے گی کیونکہ اس دن کے بعد جو شب آئے گی وہ اس میں نہیں ادا کی جا سکتی۔

(۱۸) دسویں تاریخ کی رمی کے بعد اس ترتیب سے رمی کرنا مسنون ہے پہلے اس جمرہ کی جو مسجد خیف سے قریب ہے پھر اس کی جو اس سے قریب ہے پھر جمرۃ العقبہ کی۔

(۱۹) پہلے اور دوسرے جمرہ کی رمی کے بعد بقدر قراۃ سورۃ فاتحہ کے کھڑا رہنا اور تحمید و تہلیل اور تکبیر اور درود پڑھنے میں مصروف ہونا اور ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا مسنون ہے۔

(۲۰) پہلے اور دوسرے جمرہ کی رمی تو پیادہ پا افضل ہے اور جمرۃ العقبہ کی سوار ہو کر۔

(۲۱) رمی سے فراغت کر کے جب مکہ مکرمہ آنے لگے تو تھوڑی دیر کے لئے محصب میں اترنا مسنون ہے۔

حلق و تقصیر

(۱) دسویں تاریخ کو جمرۃ العقبہ کی رمی کے بعد حلق یا تقصیر واجب ہے[1] مرد کے لئے حلق افضل ہے اور عورت کو تقصیر چاہیئے۔

(۲) تقصیر میں صرف چوتھائی سر کے بال سے بقدر ایک انگل کے کتروا دینا کافی ہے اور پورے سر کے بالوں سے ایک ایک انگل کتروا دے تو اولیٰ ہے۔

(۳) جو شخص گنجا ہو یا اس کے سر میں زخم ہوں تو صرف استرہ کا سر پر پھیر دینا اس کے لئے ضروری ہے۔

(۴) اگر کوئی شخص نورہ وغیرہ یعنی کسی تیزاب سے بال اڑا دے تو یہ بھی کافی ہے۔

(۵) حلق یا تقصیر کے بعد آدمی احرام سے باہر ہو جاتا ہے جیسے نماز میں سلام کے بعد تحریمہ سے باہر ہو جاتا ہے یعنی جو جو اشیا حالت احرام میں ممنوع تھیں اب جائز ہو جاتی ہیں سوا عورتوں کے کہ وہ بعد

---

[1] عورتوں کا حلال ہونا بھی حلق یا تقصیر ہی کے سبب سے ہوتا ہے نہ کہ طواف زیارت کے سبب سے ہاں حلق و تقصیر کا اثر عورتوں کی حلت کے بارہ میں کعبہ کے طواف زیارت کے بعد ظاہر ہوتا ہے۔۱۲

Marfat.com

طواف زیارت کے حلال ہوتی ہیں

عمرہ

(۱) عمر بھر میں ایک بار سنّت موکدہ ہے۔ (۲) عمرہ کے لئے کسی خاص زمانہ کی شرط نہیں جیسے کہ حج کے لئے ہے بلکہ جس وقت چاہے کرسکتا ہے، ہاں رمضان میں اس کا کرنا مستحب[1] اور نویں ذیحجہ کو اور اس کے بعد چار دن تک جدید[2] احرام سے عمرہ کرنا مکروہ ہے (۳) عمرہ کا حال بالکل حج کے مثل ہے وہی طریقہ احرام کا وہی فرائض وہی واجبات وہی محرمات وہی مفسدات سوا ان چند امور کے، عمرہ کے لئے وقت مقرر نہیں، عمرہ میں طواف قدوم و طواف وداع نہیں، عمرہ میں مزدلفہ اور عرفات کا وقوف نہیں اور نہ رمی ہے، عمرہ میں نہ کوئی خطبہ ہے اور نہ دو نمازوں کا ایک ساتھ پڑھنا، عمرہ کے فاسد کرنے سے یا حالت جنابت میں عمرہ کا طواف کر لینے سے اونٹ یا گائے کی قربانی واجب نہیں ہوتی بلکہ ایک بکری کی قربانی کافی ہے عمرہ کی میقات تمام لوگوں کے لئے حل ہے۔

قِران

(۱) قران افراد اور تمتع دونوں سے افضل ہے، قران کا طریقہ ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں (۲) قران میں پہلے عمرہ کا طواف کرنا واجب ہے (۳) قارن کو عمرہ کا طواف حج کے مہینوں میں کرنا ضروری ہے اگر کل شوط زمانۂ حج میں نہ ہوں تو اکثر ضرور ہوں (۴) عمرہ کی سعی کے بعد حلق و تقصیر ممنوع ہے (۵) مسنون ہے کہ قارن عمرہ کے تمام افعال سے فراغت کر کے حج کے افعال کرے اگر کوئی قارن عمرہ کا طواف اور حج کا طواف قدوم ایک ساتھ کرلے بعد اس کے ایک ہی ساتھ دونوں کی سعی کرلے تو جائز ہے لیکن خلاف سنّت ہونے کے سبب سے گنہگار ہوگا (۶) قارن پر دسویں تاریخ کی رمی

---

[1] اہل مکہ ماہ رجب میں عمرہ کیا کرتے ہیں لیکن رمضان میں عمرہ کے مستحب ہونے کی وجہ ملا علی قاری نے اپنے رسالہ ادب فی رجب میں یہ لکھی ہے کہ ابن زبیر نے رمضان میں کیا تھا اور سب کو حکم دیا تھا اور ظاہر ہے کہ صحابہ کا فعل بھی حجت ہے ۱۲ [2] جدید احرام کی قید اس لئے لگائی گئی کہ اگر عمرہ کا احرام پہلے سے کیا ہے تو ان دنوں میں اس کے ادا کرنے کی ممانعت نہیں مثلاً کوئی شخص قارن ہو اور حج اس سے فوت ہو گیا ہو تو اس کو اس زمانہ میں عمرہ کر لینا جائز ہے ۱۲ [3] بخلاف حج کے کہ اس کی میقات اہل مکہ کے لئے حرم ہے ۱۲۔

کے بعد قران کے شکریہ میں ایک قربانی واجب ہے اگر قربانی میسر نہ ہو تو اس کے بدلہ میں دس روزے رکھنا واجب ہیں، تین دسویں[1] تاریخ سے پہلے اور سات ایام تشریق کے بعد (۷) اگر کوئی قارن عمرہ کے پورے یا اکثر طواف سے پہلے عرفات میں وقوف کرلے تو اس کا عمرہ باطل ہو جائے گا اور اس باطل کرنے کے سبب سے ایک قربانی اس کو کرنی پڑے گی اور اس عمرہ کی ایام تشریق کے بعد قضا بھی اس پر ضروری ہوگی اور اب وہ قارن نہ رہے گا بلکہ مفرد ہو جائے گا لہذا قران کے شکریہ میں جو قربانی واجب ہوتی تھی وہ اس پر واجب نہ ہوگی۔

تمتع

(۱) تمتع افراد سے افضل ہے، تمتع کی دو قسمیں ہیں، ایک تو یہ کہ اپنے ہمراہ ہدی لائے دوسرے یہ کہ ہدی نہ لائے، پہلی قسم دوسری سے افضل ہے، تمتع کا طریقہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔

(۲) تمتع کے صحیح ہونے کے لئے آٹھ شرطیں ہیں، عمرہ کا پورا طواف یا اس کا اکثر حصہ حج کے مہینوں میں ہو، اگر کسی شخص نے رمضان میں عمرہ کا احرام باندھ کر صرف تین شوط اس کے طواف کے کئے ہوں اور چار شوط شوال میں کرے تب بھی اس کا تمتع صحیح ہوگا، عمرہ کا احرام حج سے پہلے کرے، حج کے احرام سے پہلے عمرہ کا پورا طواف یا اس کا اکثر حصہ ادا کرلے، عمرہ کا اور حج کا فاسد نہ کرنا، عمرہ اور حج کے احرام کے درمیان میں المام[2] نہ کرے، عمرہ اور حج دونوں کا طواف ایک ہی سال میں ادا کرے، اگر کوئی شخص ایک سال عمرہ کا طواف کرے اور دوسرے سال حج کا تو وہ

---

[1] اگر کسی وجہ سے کوئی شخص دسویں تاریخ سے پہلے روزہ نہ رکھ سکے تو پھر اس پر قربانی ضروری ہو جائے گی اب کوئی اس کا بدل اس کے لئے نہیں ہو سکتا، بہتر یہ ہے کہ یہ روزے اور نیز وہ سات روزے جو بعد ایام تشریق کے رکھے جائیں پے در پے رکھے جائیں بشرطیکہ ضعف کا خیال نہ ہو اور بہتر یہ ہے کہ پہلے روزے اس طرح رکھے جائیں کہ آخری روزہ نویں تاریخ کو پڑے ۱۲

[2] المام کے اصطلاحی معنی یہ ہیں کہ عمرہ کے افعال ادا کرنے کے بعد اپنے گھر واپس چلا جائے اور پھر مکہ لوٹنے کی کوئی شرعی ضرورت اس کو نہ ہو، شرعی ضرورت کی دو صورتیں ہیں اول یہ کہ وہ ہدی اپنے ہمراہ لایا ہو۔ ہدی کی صورت میں دسویں تاریخ سے پہلے احرام کے باہر ہونا جائز نہیں لہذا اس کو پھر واپس آنا چاہیئے، دوسری صورت یہ کہ بغیر حلق و تقصیر کے چلا گیا ہو، حلق کا خاص حرم کے اندر ہونا ضروری ہے اس لئے اس کو پھر واپس آنا پڑے گا۔

Marfat.com

متمتع نہ کہلائے گا اگرچہ اس نے المام بھی نہ کیا ہو اور دوسرے سال تک احرام سے بھی باہر نہ ہوا کی الوطن نہ ہو، جب اس حج کے مہینے شروع ہوں تو وہ مکہ میں غیر محرم نہ ہو اور نہ ایسا محرم ہو کہ عمرہ کا اکثر طواف زمانہ حج سے پہلے کر چکا ہو، ہاں اگر کوئی شخص عمرہ کا طواف زمانۂ حج سے پہلے کر کے اپنے وطن چلا گیا ہو پھر دوبارہ آ کر اس نے عمرہ کا احرام باندھا ہو تو کچھ مضائقہ نہیں۔

(۳) متمتع اگر ہدی نہ لایا ہو تو عمرہ کی سعی کے بعد حلق یا تقصیر کر لے اور احرام سے باہر ہو جائے اس کے بعد حج کے لئے جدید احرام باندھے اور بہتر تو یہ ہے کہ آٹھویں تاریخ سے پہلے حج کا احرام باندھ لے نہ ہو سکے تو آٹھویں کو یہی اگر نویں کو باندھے تب بھی جائز ہے اور اگر اپنے ہمراہ ہدی لایا ہو تو پھر دسویں تاریخ سے پہلے احرام سے باہر نہ ہو، دسویں تاریخ کو ہدی کی قربانی کر کے احرام سے باہر ہو اور حج کا احرام باندھے اور اس کی میقات اب وہی ہے جو اہل مکہ کی ہے یعنی حرم۔

(۴) متمتع کو طواف قدوم کرنا مسنون نہیں اور طواف زیارت میں اس کو رمل کرنا چاہیئے۔

(۵) قارن کی طرح متمتع پر بھی قربانی واجب ہے، نہ میسر ہو تو اسی طرح دس روزے رکھنا چاہئیں، تمتع اور قران اہل مکہ اور تمام ان لوگوں کے لئے جو داخل میقات رہتے ہوں مکروہ تحریمی ہے، تمتع تو بالکل صحیح ہی نہیں اور قران صحیح تو ہے مگر کراہت تحریمہ کے ساتھ زیادہ تحقیق و تفصیل اس مسئلہ کی ردالمحتار میں ہے۔

عورتوں کے حج و عمرہ کا بھی یہی طریقہ ہے صرف ان چند باتوں میں فرق ہے۔

(۱) احرام کی حالت میں وہ اپنے سر کو بند رکھیں اور صرف منہ کو کھلا رکھیں، اور منہ کے کھلا رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ کوئی ایسی چیز اس پر نہ ڈالیں جو اس سے مس کرے بلکہ منہ پر لکڑی وغیرہ کی تیلیاں رکھ کر اوپر سے کپڑے ڈال لیں، تاکہ کپڑا منہ سے ہٹا ہوا رہے[۱]۔

(۲) حالت احرام میں سلا ہوا کپڑا اور موزے اور زیور پہننا ان کو ممنوع نہیں۔

(۳) تلبیہ بلند آواز سے نہ کریں بلکہ آہستہ آواز سے۔

(۴) طواف کے وقت اضطباع نہ کریں۔

(۵) طواف میں رمل نہ کریں۔ (۶) میلین اخضرین کے درمیان دوڑیں نہیں۔

(۷) حلق نہ کرائیں بلکہ بالوں کا چوتھائی حصہ کتروا دیں، سب بالوں کا چوتھائی کتروا دیں تو بہتر ہے ورنہ چوتھائی سر کے بالوں کی چوتھائی تو ضرور ہی کتروا دیں۔

(۸) ازدہام اور مجمع کے وقت حجر اسود کا استلام نہ کریں (۹) اگر عورت کو حیض یا نفاس

---

[۱] عورت کے لئے اجنبی لوگوں سے منہ کا چھپانا (باقی حاشیہ صفحہ ۵۶۵ پر دیکھئے)

ہو جائے تو وہ سوا طواف اور سعی کے تمام افعال حج کے بجا لائے صرف طواف اور سعی نہ کرے کیونکہ طواف میں مسجد کے اندر داخل ہونا پڑتا ہے اور حیض و نفاس والی عورت کو مسجد کے اندر داخل ہونا ممنوع ہے، رہ گئی سعی سو وہ طواف کی تابع ہے جب طواف نہ کیا تو سعی بھی نہ کرے پھر اگر تیرہویں تاریخ تک اس کو اپنے حیض سے ایسے وقت طہارت حاصل ہو جائے کہ چار شوط طواف کے کر سکتی ہے تو فوراً بعد غسل کے طواف زیارت کرے اگر تاخیر کرے گی تو ایک بدنہ کی قربانی اس پر واجب ہو جائے گی ہاں اگر تیرہویں تاریخ کو بھی پاک نہ ہو تو پھر طواف زیارت کی تاخیر سے اس پر گناہ نہ ہوگا کیونکہ وہ معذور ہے۔

جنایتوں کا بیان

جنایت کے معنی لغت میں برا کام کرنا۔ اور اصطلاح شریعت میں فعل حرام کا ارتکاب خواہ مال سے تعلق رکھتا ہو مثل اس کے کہ کسی کی کوئی چیز بغیر اس کی مرضی کے لے لی جائے یا جسم سے تعلق رکھتا ہو مثل ترک نماز اور شراب خواری وغیرہ کے مگر فقہا کی اصطلاح میں جنایت خاص اسی فعل حرام کو کہتے ہیں جو جسم سے تعلق رکھتا ہو۔

لیکن حج کے بیان میں جنایت سے مراد وہ فعل حرام ہے جس کی حرمت احرام کے سبب سے ہو یا حرم کے سبب سے، اب پہلے ہم ان جنایتوں کو بیان کرتے ہیں جو احرام کے سبب سے ہیں، اس کے بعد ان جنایتوں کو بیان کریں گے جو حرم کے سبب سے ہیں۔

احرام کی جنایتیں

ان میں بعض ایسی ہیں کہ ان کے ارتکاب سے صرف ایک قربانی واجب ہوتی ہے بعض ایسی ہیں کہ ان کے ارتکاب سے دو قربانیاں واجب ہوتی ہیں، بعض ایسی ہیں کہ جن سے صرف صدقہ واجب ہوتا ہے، پھر کسی سے تو نصف صاع گیہوں کسی سے اس سے بھی کم اور بعض ایسی ہیں کہ ان سے ایک

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۶۴ کا) ضروری ہے نہایہ میں اس کو واجب لکھا ہے اور محیط میں لکھا ہے کہ اس مسئلہ سے معلوم ہوا کہ عورت کو بلا ضرورت اجنبیوں کے سامنے اپنا چہرہ کھولنا منع ہے اور ایسا ہی فتاویٰ قاضی خاں میں بھی ہے، اور بحر الرائق میں ہے کہ اگر وہاں کوئی اجنبی نہ ہو تو منہ کا چھپانا مستحب ہے، اور اگر کوئی اجنبی ہو تو منہ کا چھپانا واجب ہے۔[۱۲]

Marfat.com

خاص چیز کی قیمت کا ادا کرنا واجب ہوتا ہے لہذا ہم ہر ایک کی تفصیل علیحدہ علیحدہ بیان کرتے ہیں۔
(ایک قربانی کی جنایتیں) (۱) خوشبو کا استعمال کرنا، اگر خوشبو زیادہ ہے تو بہر حال ایک قربانی واجب ہوگی اور اگر کم ہے تو اس میں یہ شرط ہے کہ پورے ایک عضو میں جو بہت چھوٹا نہ ہو مثل کان ناک وغیرہ کے خوشبو کا استعمال کرے جیسے ہاتھ، پیر، سر وغیرہ اگر خوشبو کم ہو اور پورے ایک ایک بڑے عضو میں نہ لگائی گئی ہو بلکہ آدھے عضو میں مثلاً کسی چھوٹے عضو میں تو قربانی واجب نہ ہوگی، اگر کوئی شخص کسی خوشبودار چیز کو کھا کر منہ کو خوشبودار کرے تو اس پر بھی قربانی واجب ہوگی بشرطیکہ وہ خوشبو خالص ہو کسی دوسری چیز کی آمیزش اس میں نہ ہو اور اگر خوشبو کسی دوسری چیز میں ملا دی گئی ہو اور وہ چیز کھانے پینے کی ہو جیسے حلوہ یا شربت وغیرہ تو اگر وہ پکی ہوئی شئے ہے تو کسی حالت میں اس کو خوشبو کا حکم نہ دیا جائے گا خواہ خوشبو غالب ہو یا مغلوب اور اگر وہ پکی ہوئی چیز نہیں ہے تو کھانے کی چیز میں اس کے غلبہ[1] کا اعتبار کیا جائے گا، اگر خوشبو غالب ہے تو اس کو خوشبو کا حکم دیا جائے گا نہیں تو نہیں اور پینے کی چیز میں خواہ خوشبو غالب ہو یا نہیں بہر حال اس کو خوشبو کا حکم دیا جائے گا ہاں اتنا فرق ہے کہ اگر غالب ہوگی تو قربانی واجب ہوگی اور غالب نہ ہوگی تو صدقہ واجب ہوگا، غالب نہ ہونے کی صورت میں اگر کئی بار پئے گا تب بھی قربانی واجب نہ ہوگی، اور اگر وہ چیز جس میں خوشبو ملائی گئی ہے نہ کھانے کی ہو نہ پینے کی بلکہ ایسی چیز ہو جو بدن میں لگائی جاتی ہے مثل صابن، موم، روغن وغیرہ کے تو اس کا یہ حکم ہے کہ اگر اس کو دیکھ کر لوگ کہیں کہ یہ صابن ہے یا موم یا روغن ہے تب اس میں صدقہ واجب ہوگا اور اگر اس کو دیکھ کر لوگ کہیں کہ یہ خوشبو ہے تو قربانی واجب ہوگی۔

اگر ایک ہی مجلس میں پورے بدن پر خوشبو لگائے تو ایک ہی قربانی واجب ہوگی اور اگر مختلف مجالس میں پورے بدن پر لگائے تو جے مرتبہ خوشبو لگائے گا ہر مرتبہ کے عوض میں

---

[1] اس میں فقہا کا اختلاف ہے کہ غلبہ معلوم کرنے کا کیا طریقہ ہے بعض تو کہتے ہیں کہ اگر خوشبو مل جانے کے بعد اس مرکب میں ویسی ہی خوشبو آتے جیسی اس خالص خوشبو میں تھی تو سمجھا جائے گا کہ خوشبو غالب ہے ورنہ سمجھا جائے گا مغلوب ہے، اور بعض کہتے ہیں کہ مقدار کا لحاظ کیا جائے اگر خوشبو کی مقدار زیادہ ہے تو وہ غالب سمجھی جائے گی ورنہ مغلوب، اسی کو رد المختار میں ترجیح دی ہے ۱۲۔

[2] یہ اس خوشبو کا حکم ہے جو بعد احرام کے لگائی گئی ہو ورنہ اگر قبل احرام کے لگائی گئی ہو اور اس (بقیہ صفحہ ۵۶۷ پر دیکھیے

Marfat.com

بکہ قربانی واجب ہوگی اس جس مرتبہ کی خوشبو کم ہوگی اور پورے ایک عضو میں نہ لگائی گئی ہوگی اس کے عوض میں قربانی واجب نہ ہوگی۔

اگر کسی نے خوشبو لگانے کے بعد قربانی کرلی مگر اس خوشبو کو جسم سے زائل نہیں کیا تو پھر دوسری قربانی واجب ہوگی خوشبودار لباس کے استعمال سے بھی قربانی واجب ہوتی ہے مگر جب پورے ایک دن اس کو پہنے رہے اور خوشبو زیادہ ہو یا ایک بالشت مربع میں لگی ہو خوشبو کا استعمال ہر حالت میں قربانی کو واجب کرتا ہے گو بطور دوا کے استعمال کی جائے اور خوشبودار چیز کا مثل پھول عطر وغیرہ کے استعمال کرنا مکروہ ہے۔

(۲) رقیق[ل] مہندی کا استعمال خواہ سر میں لگائے یا ڈاڑھی میں یا ہاتھ پیر وغیرہ میں۔

(۳) روغن زیتون یا روغن کنجد کا لگانا، ان دونوں تیلوں کے کھانے سے یا دواءً استعمال کرنے سے کوئی جنایت نہیں ہوتی۔

(۴) سلے ہوئے کپڑے کا موافق رواج[ل] اور عادت کے استعمال کرنا۔ اس میں یہ شرط ہے کہ پورے ایک دن یا پوری ایک رات اس کو پہنے رہے اس سے کم میں قربانی واجب نہ ہوگی، بلکہ صدقہ۔ ایک کپڑا سلا ہوا پہنے یا کئی ہر حال میں قربانی واجب ہوگی، اگر کوئی شخص ایک دن رات سے زیادہ پہنے تب بھی ایک ہی قربانی واجب ہوگی خواہ درمیان میں اتار بھی ڈالا کرے ہاں اگر ایک مرتبہ پہن کر اتار دے اور اتارتے وقت یہ نیت کرے کہ میں اب نہ پہنوں گا تو پھر دوبارہ پہننے سے دوسری قربانی واجب ہوگی، اسی طرح اگر ایک مرتبہ پہن کر اس کا کفارہ دیدے اور بعد اس کفارہ کے اتار کر دوبارہ پہنے یا اتارے ہی نہیں تو پھر دوسری قربانی واجب ہوگی۔

اگر کسی ضرورت سے سلا ہوا کپڑا پہنا تھا اور جب اس ضرورت کے زائل ہوجانے کا یقین یا گمان غالب ہوگیا تب بھی اس کو پہنے رہا تو دوسری قربانی کرنی ہوگی۔ اسی طرح جس ضرورت سے پہنا تھا وہ ضرورت جاتی رہے اور معاً دوسری ضرورت پیدا ہوجائے تب بھی دوسری قربانی واجب ہوگی۔

(۵) سر کا یا منہ کا ڈھانکنا کسی ایسی چیز سے کہ عادتاً اس سے ڈھانکنے کا رواج ہو۔ مثل

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۶۶) کا اثر جسم پر بعد احرام کے باقی رہ جائے تو کچھ جنایت نہیں ۱۲

[ل] رقیق مہندی کے استعمال کی قید اس لئے ہے کہ اگر مہندی گاڑھی ہوگی تو اس سے دو قربانیاں واجب ہوں گی جیسا کہ آگے بیان کیا جائے گا ۱۲ [ل] پس اگر کوئی شخص کرتہ کو اس (بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۶۸ پر دیکھئے)

Marfat.com

رومال، ٹوپی، چھتری وغیرہ کے [illegible] اگر کسی شخص [illegible] سے یا [illegible] سے جس سے ڈھانکنے کا دستور نہ ہو اپنے سر کو ڈھانک لے تو کچھ مضائقہ نہیں۔

چوتھائی سر یا چوتھائی منہ کا ڈھانکنا مثل پورے ڈھانکنے کے ہے۔ اس میں بھی یہ شرط ہے کہ ایک دن یا رات ڈھانکے رہے جیسا کہ سلے ہوئے کپڑے میں بیان ہو چکا ہے۔

اگر کوئی شخص کسی ضرورت سے سر یا منہ کو ڈھانکے یا کوئی سلا ہوا کپڑا پہنے تو اس پر بھی قربانی واجب ہوگی اور جب اس کو معلوم ہو جائے کہ اب ضرورت جاتی رہی اس کے بعد پھر بھی وہ ڈھانکے رہے یا اس لباس کو پہنے رہے تو دوسری قربانی اس پر واجب ہوگی۔

(۶) سر یا ڈاڑھی کے بالوں کا دور کرنا خواہ منڈوا کر یا کسی اور طریقہ سے مثل دوا وغیرہ کے چوتھائی سر اور چوتھائی ڈاڑھی کا بھی وہی حکم ہے جو پورے سر اور پوری ڈاڑھی کا ہے۔

(۷) پوری ایک بغل یا زیر ناف یا گردن کے بالوں کا دور کرنا۔

(۸) ہاتھوں یا پیروں کے ناخونوں کا کتروانا، اگر ہاتھ اور پیر دونوں کے ناخون ایک ہی مجلس میں کتروائے جائیں تو ایک ہی قربانی واجب ہوگی اور اگر علیحدہ علیحدہ مجلسوں میں کتروائے تو دو قربانیاں واجب ہوں گی اور ایک ہاتھ یا ایک پیر کے ناخونوں کے کتروانے کا بھی وہی حکم ہے جو دونوں ہاتھوں یا دونوں پیروں کے ناخونوں کے کتروانے کا ہے۔

(۹) پچھنے لگوانے کی جگہ کے بال منڈوا کر پچھنے لگوانا۔

(۱۰) طواف کا بحالت جنابت کرنا خواہ کوئی طواف ہو فرق یہ ہے کہ طواف زیارت کے بحالت جنابت ادا کرنے میں ایک گائے یا اونٹ کی قربانی کرنی ہوگی اور اس کے سوا اور کسی طواف میں صرف ایک بکری یا بھیڑ۔

(۱۱) طواف زیارت کا حدث اصغر کی حالت میں کرنا۔

(۱۲) عمرہ کا طواف جنابت یا حدث اصغر کی حالت میں کرنا خواہ پورا طواف اس حالت میں کرے یا صرف ایک ہی شوط، اسی طرح عمرہ کے طواف کا کوئی ایک شوط ترک کر دینا۔

(۱۳) غروب آفتاب سے پہلے عرفات سے چل دینا اور اس کے حدود سے باہر ہو جانا۔ اگر کوئی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۶۷ کا) طرح پہنے کہ آستینوں میں ہاتھ نہ ڈالے صرف گریبان میں سر ڈالے تو کچھ جنایت نہیں ۱۲۔

Marfat.com

شخص غروب آفتاب کے بعد چلا جائے تو اس پر کچھ جنایت نہیں اگرچہ امام ابھی نہ چلا ہو اسی طرح جو شخص غروب آفتاب سے پہلے چل دے اس پر قربانی واجب ہے اگرچہ امام کے ہمراہ ہو اور اگرچہ اس کی سواری بغیر اس کی تحریک کے بھاگ نکلے۔

(۱۴) طواف زیارت کے ایک یا دو یا تین شوطوں کا ترک کر دینا اگر تین سے زیادہ چھوڑ دے گا تو پھر قربانی سے اس کی تلافی نہیں ہو سکتی بلکہ اس طواف کا اعادہ اس پر ضروری ہے، اگر اعادہ نہ کیا تو جماع کے حق میں ہمیشہ محروم رہے گا اور جب جماع کیا کریگا ایک قربانی واجب ہوا کرے گی بشرطیکہ یہ تعدد جماع کا مجالس متعددہ میں ہو۔ ایک ہی مجلس میں کئی بار جماع کرنے سے ایک ہی قربانی واجب ہوگی، ہاں اگر پہلے جماع سے بہ نیت احرام کے توڑنے کی کرلی ہو اور مسئلہ[1] سے ناواقف ہو تو پھر ایک ہی قربانی واجب ہوگی اگرچہ مجالس بھی متعدد ہو جائیں (در مختار۔ رد المختار)

(۱۵) طواف وداع کے کل شوطوں یا چار شوطوں کا ترک کر دینا، اگر کوئی شخص بغیر طواف وداع کئے ہوئے مکہ سے چل دیا لیکن ابھی میقات سے باہر نہیں ہوا تو اس پر واجب ہے کہ لوٹ آئے اور طواف وداع کرے اور اگر میقات سے باہر نکل گیا ہے تو اس کو اختیار ہے چاہے لوٹ کر طواف وداع کو ادا کرلے اور چاہے اس کے بدلے قربانی کر دے، لوٹنے کی صورت میں چاہیئے کہ عمرہ[2] کا احرام باندھ کر لوٹے، طواف وداع میں اس تاخیر سے کوئی جنایت نہ ہوگی کیونکہ اس طواف کا کوئی وقت مقرر نہیں۔

(۱۶) سعی کے کل شوطوں یا اکثر شوطوں کا ترک کر دینا۔

(۱۷) سعی میں بلا عذر سوار ہو جانا۔

ان دونوں صورتوں میں اگر کوئی شخص پھر سعی کا اعادہ کرلے گو یہ اعادہ بعد احرام سے باہر ہو جانے

---

[1] مسئلہ یہ ہے کہ احرام توڑنے کی نیت سے یا بغیر اس نیت کے اگر کوئی شخص خلاف احرام افعال کا ارتکاب کرے تو اس سے احرام نہیں ٹوٹتا بلکہ جنایت ہوتی ہے نماز کا سا حال نہیں ہے کہ کوئی فعل مخالف تحریمہ سے اگر کرے تو تحریمہ فاسد ہو جائے ہاں اگر عذر شرعی لاحق ہو گیا ہے جس میں شریعت کی طرف سے باہر ہو جانے کا حکم ہے تو اس صورت میں البتہ احرام کے مخالف فعل بہ نیت ترک احرام کرنے سے احرام ٹوٹ جائیگا ان عذرات کی تفصیل احصار کے بیان میں انشاء اللہ آئیگی ہاں اس قدر فرق ہے کہ باوجود مسئلہ جاننے کے کئی جنایات کا ارتکاب کرتا تو ہر جنایت کا کفارہ دینا پڑتا اب صرف ایک ہی کفارہ دینا پڑیگا۔

[2] عمرہ کا احرام باندھکر لوٹنے کا حکم اس سبب سے ہے کہ صورت مفروضہ میں وہ شخص میقات سے باہر چلا گیا ہے اور اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ میقات کے اندر بغیر احرام باندھے داخل ہونا منع ہے ۱۲

Marfat.com

اور منافیٔ احرام افعال کے ارتکاب کے بعد کیوں نہ ہو تو قربانی واجب نہ ہوگی۔ (بحرالرایق)

(۱۸) وقوف مزدلفہ کا ترک کر دینا۔

(۱۹) رمی[1] کا بالکل ترک کر دینا یا کسی ایک دن کی پوری رمی کا ترک کر دینا یا کسی دن کی رمی کے اکثر حصہ کا ترک کر دینا مثلاً سات کنکری کی جگہ تین کنکری مارے۔

(۲۰) حرم سے باہر حلق یا تقصیر کرانا۔

(۲۱) حج مفرد کے حلق یا تقصیر میں یا طواف زیارت میں دسویں ذی الحجہ سے تاخیر کریں۔

(۲۲) عورت کا بوسہ لینا یا مباشرت فاحشہ کرنا یا بشہوت اس کو مس کرنا یا اسی کے مثل کوئی اور فعل کرنا خواہ انزال ہو یا نہ ہو اور اسی طرح استمنا[2] اور جماع بہیمہ بھی موجب جنایت ہے مگر ان دونوں میں انزال شرط ہے۔

(۲۳) وقوف عرفات کے بعد اور طواف زیارت سے پہلے جماع کرنا، اس میں اس قدر تفصیل ہے کہ اگر یہ جماع حلق یا تقصیر سے پہلے ہوا ہے تو ایک گائے یا اونٹ کی قربانی کرنی ہوگی اور بعد حلق کے بکری یا بھیڑ کی۔

(۲۴) جن مناسک میں کہ ترتیب واجب ہے ان کی ترتیب بدل دینا۔

(۲۵) قارن[3] کا ذبح سے پہلے یا رمی سے پہلے حلق کرا لینا۔

---

[1] رمی کا ترک جبھی سمجھا جائیگا جب چودھویں تاریخ کو آفتاب غروب ہو جائے اور اس نے رمی نہ کی ہو کیونکہ چودھویں تاریخ کی تمام تک رمی کا زمانہ باقی ہے ایک دن کی چھوٹی ہوئی رمی دوسرے دن وہ ادا کر سکتا ہے۔ ہاں بعد چودھویں تاریخ کے پھر رمی کا زمانہ باقی نہیں رہتا ۱۲ [2] مثلاً دسویں تاریخ کو سات رمی ہیں وہ بھی صرف جمرہ عقبہ کی تو اس میں سے چار ترک کر دے باقی دنوں میں ہر دن اکیس اکیس رمی ہیں تو ان میں سے مثلاً گیارہ رمی ترک کر دے خواہ یہ گیارہ رمی جو ترک کی گئی ہیں کچھ کچھ تینوں کی ہوں یعنی چار ایک کے چار دوسرے کی تین تیسرے کی یا کسی جمرہ کی پوری ہوں اور کسی کی بعض، بہرصورت ایک قربانی واجب ہوگی ۱۲

[2] استمنا، حلق لگانا، جماع بہیمہ جانور سے فعل بد کرنا ۱۲۔

[3] اس صورت میں قارن پر دو قربانیاں واجب ہوتی ہیں مگر ایک تو قران کے شکریہ کی ہے لہٰذا اس کا ذکر ہو چکا ہے اوپر ہو چکا ہے۔ دوسری جنایت کے سبب سے ہے اسی کا یہاں ذکر کیا گیا۔ صاحب ہدایہ نے دو قربانیاں جنایت کے سبب سے قرار دی ہیں اس پر لوگوں نے ان کی تغلیط کی ہے پھر صاحب بحرالرایق وغیرہ نے ان کی عبارت کی توجیہ بھی کی ہے ۱۲۔

Marfat.com

(۲۶) بعد حج کرنے کے بغیر حلق کرائے حرم سے باہر چلا جانا اور پھر بارہویں ذیحجہ کے بعد لوٹنا۔ اگر حرم کے باہر جاکر بارہویں تاریخ کے اندر اندر پھر حرم میں آکر حلق کرالیا تو کچھ جنایت نہیں۔

دو قربانی کی جنایتیں

(۱) گاڑھی مہندی کا یا اور کسی قسم کی خوشبودار چیز کا سر میں لگانا۔ بشرطیکہ وہ چیز گاڑھی ہو اور پورے سر میں یا چوتھائی سر میں لگائی جائے اور بہ قدر ایک دن رات کے لگی رہے' ایک قربانی تو بسبب استعمال خوشبو کے اور دوسری بہ سبب سر ڈھانکنے کے مگر یہ مرد کا حکم ہے عورت پر ایک ہی قربانی ہوگی خوشبو کے استعمال کے سبب سے سر ڈھانکنا تو اس کے حق میں جنایت ہی نہیں۔

(۲) قارن[1] کی وہ جنایتیں جن کے کرنے سے مفرد پر ایک قربانی واجب ہوتی ہے۔

(۳) جو متمتع اپنے ہمراہ ہدی لایا ہو اس کی وہ جنایتیں جن کے کرنے سے مفرد پر ایک قربانی واجب ہوتی ہے جو متمتع اپنے ہمراہ ہدی نہ لایا ہو وہ اگر عمرہ کے افعال ادا کرنے کے بعد عمرہ کے احرام سے باہر نہ ہو جائے تو اس پر بھی ہر ایسی جنایت کے کرنے سے دو قربانیاں واجب ہوں گی۔

اُن جنایتوں کا بیان ہو چکا جن سے قربانی واجب ہوتی ہے لہذا یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ جہاں قربانی کا لفظ بغیر کسی جانور کی تخصیص کے استعمال کیا گیا ہے وہاں بکری بھیڑ مراد ہے اور اگر گائے یا اونٹ کا ساتواں حصہ[2] اس کے عوض میں دیا جائے تب بھی کافی ہے بشرطیکہ جتنے لوگ اس گائے یا اونٹ میں شریک ہوں سب کی نیت بغرض ثواب ذبح کرنے کی ہو اگر کوئی شریک اپنے کھانے کے واسطے یا گوشت بیچنے کے لئے ذبح کرنا چاہے تو پھر کافی نہ ہوگا اور جہاں جانور کی تخصیص کر دی گئی ہے وہی خاص مراد ہے' اور تخصیص جانور کی صرف دو جگہ کی گئی ہے' ایک تو نمبر (۱) میں دوسری نمبر (۲۳) میں اور صرف انھیں دونوں مقامات میں پوری گائے یا اونٹ کی قربانی ہے اور کہیں نہیں اور

---

[1] قارن پر اور نیز متمتع مذکور پر دو قربانیاں اس سبب سے ہوتی ہیں کہ وہ دو احرام میں مقید ہے ایک تو عمرہ کا دوسرا حج کا ایک جنایت کے ارتکاب سے اس نے دو احراموں کے خلاف کیا گویا دو جنایتیں کیں اسی سبب سے جو متمتع اپنے ہمراہ ہدی نہیں لایا اگر بغیر عمرہ کے احرام سے باہر ہوئے یا حج کا احرام باندھ لے تو اس پر بھی دو قربانیاں واجب کی گئی ہیں ۱۲

[2] صاحب بحرالرائق نے لکھا ہے کہ اونٹ یا گائے کا ساتواں حصہ اس جگہ قائم مقام ایک بکری کے نہیں ہو سکتا مگر محققین نے انکے اس قول کو قبول نہیں کیا اور خود انھوں نے بھی باب الہدی میں جاکر اسکے خلاف لکھ دیا ہے ۱۲۔

Marfat.com

یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ ان تمام قربانیوں میں وہ سب شرطیں ملحوظ ہیں جو عید الضحیٰ کی قربانی میں ہیں مثل عمر کی ایک خاص مقدار اور معائب سے سالم ہونے وغیرہ کے۔

اچھا ہم ان جنایتوں کا بیان کرتے ہیں جن کے ارتکاب سے صدقہ دینا پڑتا ہے، یہ بات ذہن نشین رہے کہ جہاں کوئی خاص مقدار صدقہ کی نہ بتائی جائے وہاں ایک مقدار صدقۂ فطر کی مراد ہے یعنی نصف صاع گیہوں وغیرہ۔ اور صدقات کی مقدار میں یہ کلیہ قاعدہ ہے کہ جب کسی وجہ سے ان کی قیمت قربانی کے برابر ہو جائے خواہ صدقات کے متعدد ہونے کے سبب سے یا قربانی کے ارزاں ہونے کی وجہ سے تو صدقہ کی مقدار واجب میں سے اس قدر کم کر دینا چاہیئے کہ باقی مقدار کی قیمت قربانی سے کم رہ جائے۔ (ردالمختار وغیرہ)

اب وہ جنایتیں شروع ہوتی ہیں جن سے صدقہ واجب ہوتا ہے (۱) قلیل مقدار کی خوشبو کا ایک عضو سے کم میں استعمال کرنا اور اسی طرح قلیل مقدار کی خوشبو کا کسی لباس کے ایک بالشت مربع سے کم میں لگا کر اس لباس کو استعمال کرنا اگرچہ پورے ایک دن یا ایک رات کے بقدر استعمال کرے یا خوشبو قلیل نہ ہو بلکہ کثیر ہو یا پورے ایک بالشت مربع میں لگی ہو مگر ایک دن یا ایک رات سے کم اس لباس کا استعمال کرے۔

(۲) ایک دن یا ایک رات سے کم اپنے سر کا ڈھانکنا یا سلا ہوا کپڑا پہننا۔ اس میں اس قدر تفصیل ہے کہ اگر ایک گھنٹہ سے کم سر ڈھانکا یا سلا ہوا کپڑا پہنا تو صرف ایک مٹھی آٹا دینا ہوگا اور جو پورا ایک گھنٹہ یا اس سے زیادہ تک ڈھانکے یا پہنے رہا تو نصف صاع۔

(۳) مونچھ کا منڈوانا یا سر واڑھی کے چوتھائی حصہ سے کم کا منڈوانا یا گردن کے کسی حصہ کا منڈوانا بشرطیکہ تین بالوں سے زیادہ ہوں اگر صرف تین بال ہوں تو ہر بال کے عوض میں ایک مٹھی آٹا۔ (فتاویٰ قاضی خاں)

اگر کوئی شخص گنجا ہو یا اس کے سر کے بال پہلے ہی سے گر گر یا اور کسی وجہ سے کم ہو گئے ہوں حتیٰ کہ بقدر چوتھائی سر کے نہ ہوں تو وہ اگر پورا سر منڈوالے گا تب بھی صدقہ واجب ہوگا اسی طرح اگر

لہ خوشبو کی قلت وکثرت پہچاننے کا فقہاء نے یہ قاعدہ لکھا ہے کہ عام طور پر اس کو دیکھ کر لوگ کہیں کہ کم ہے تو کم سمجھنا اور اگر لوگ کہیں بہت ہے جیسے ایک چلو عرق گلاب یا ایک مٹھی مشک تو سمجھنا چاہیئے کہ بہت ہے اور کھانے کی چیزوں میں یہ لکھا ہے کہ اگر منہ کے اکثر حصہ میں لگ جائے تو کثیر ہے ورنہ قلیل ۱۲۔

Marfat.com

کسی کی داڑھی میں بہت ہی کم بال ہوں کہ چوتھائی کی حد کو نہ پہنچیں تو اس پر پوری داڑھی منڈوا دینے میں بھی صدقہ واجب ہوگا (رد المختار)

(۴) پانچ ناخونوں سے کم کا ترشوانا یا پانچ سے زیادہ کا مگر متفرق طور پر یعنی ہر عضو کے چار چار ناخنوں کا، ہر ناخون کے عوض میں ایک صدقہ واجب ہوگا۔

(۵) طواف قدوم یا طواف وداع یا اور کسی نفل طواف کا بے وضو ادا کرنا ہر شوط کے عوض میں ایک صدقہ۔

(۶) پچھنے لگوانے کی جگہ کے بال بغرض پچھنے لگانے کے منڈوانا مگر پھر کسی وجہ سے پچھنے نہ لگوانا۔

(۷) طواف قدوم یا طواف وداع یا سعی کے تین یا تین سے کم شوطوں کا ترک کر دینا ہر شوط کے عوض میں ایک صدقہ۔

(۸) ایک دن جس قدر رمی واجب ہیں ان میں سے نصف سے کم کا ترک کر دینا مثلاً دسویں تاریخ کو صرف جمرۃ العقبہ کی سات رمی واجب ہیں ان میں سے تین ترک کر دے یا اور تاریخوں میں سب جمروں کو ملا کر اکیس رمی واجب ہیں ان میں سے دس ترک کر دے ہر کنکری کے عوض میں ایک صدقہ۔

(۹) کسی دوسرے شخص کا سر یا گردن مونڈ دینا یا اس کے ناخون کاٹ دینا۔ خواہ یہ دوسرا شخص محرم ہو یا غیر محرم۔

ان جنایتوں کا بھی بیان ہو چکا جن کے ارتکاب سے صدقہ دینا پڑتا ہے لہذا اب چند باتیں اسی کے متعلق اور ہیں ان کو بھی یاد رکھنا چاہئے وہ یہ ہیں۔

اگر کوئی واجب ترک کیا جاتا ہے تو اگر بے عذر ترک کیا گیا ہے تو قربانی کرنی ہوگی اور بعذر ترک کرنے میں کچھ نہیں نہ قربانی نہ صدقہ۔

اگر ممنوعات احرام میں سے کسی چیز کا ارتکاب بلا عذر کیا جائے تو کہیں قربانی واجب ہوتی ہے کہیں صدقہ جیسا کہ گذشتہ بیان سے واضح ہو چکا اور کسی عذر سے ارتکاب کیا جائے تو اگر اس کے بے عذر ارتکاب سے قربانی واجب ہوتی تھی تو اب اختیار دیا جائے گا چاہے قربانی کرے چاہے قربانی کے بدلے چھ[1] مسکینوں کو ایک ایک مقدار صدقہ فطر کی دیدے چاہے تین روزے رکھ لے جہاں چاہے

---

[1] افضل یہ ہے کہ مسکین مکہ کے رہنے والے ہوں، ان مسکینوں کا چھ ہونا ضروری ہے اگر کوئی شخص چھ مقدار صدقہ فطر کی تین یا چار مسکینوں کو دیدے تو کافی نہیں ۱۲۔

Marfat.com

رکھے اور جس وقت چاہے رکھے اور اگر اس کے بے عذر ازتکاب سے صدقہ واجب ہوتا تھا تو اب اختیار دیا جائے گا چاہے صدقہ دیدے اور چاہے ہر صدقہ کے بدلے ایک روزہ رکھ لے۔

عذر۔ کی مثالیں. بخار[1]، سردی[2]، زخم[3]، دردِ سر[4] جوئیں[5] وغیرہ۔ عذر کے لئے یہ ضروری نہیں کہ ہر وقت رہے نہ یہ ضروری ہے کہ اس سے خوفِ مرجانے[6] کا ہو بلکہ صرف تکلیف اور مشقت کا ہونا کافی ہے، خطا اور نسیان اور بے ہوشی اور مجبور[7] ہونا اور سوتا[8] اور مفلسی[9] کا شمار عذر میں نہیں ہیں بلکہ ان حالتوں جو جنایت صادر ہوگی اس کا کفارہ ضرور دینا ہوگا ہاں آخرت کا گناہ اس کے ذمہ نہ ہوگا۔

مفسدِ حج وعمرہ

وقوفِ عرفات سے پہلے جماع یا لواطت کا مرتکب ہونا حج کو فاسد کر دیتا ہے خواہ انزال ہوا ہو یا نہیں، جماع و لواطت میں یہ شرط ہے کہ اس کیفیت[9] سے واقع ہو کہ جس سے غسل واجب ہو جاتا ہے۔

---

[1] مثلاً کسی کو بخار چڑھا اور اس نے سر ڈھانک لیا یا کوئی سلا ہوا کپڑا پہن لیا ۱۲۔

[2] مثلاً کسی کو سردی بہت معلوم ہوئی اور اس نے کوئی سلا ہوا کپڑا پہن لیا، بے سیا ہوا گرم کپڑا کوئی اس کے پاس نہ تھا ۱۲۔

[3] مثلاً زخم پر پھایا وغیرہ رکھنے کے لئے بال اس مقام کے منڈوائے یا کوئی خوشبودار مرہم اس مقام پر رکھا ۱۲

[4] مثلاً دردِ سر کے دفع کرنے کے لئے کوئی خوشبودار ضماد استعمال کیا ۱۲۔

[5] جوئیں سر میں پڑ گئیں اور اس ضرورت سے اس نے بال منڈوا ڈالے ۱۲

[6] مثلاً کسی محرم سے کسی نے کہا کہ میں تجھ کو قتل کئے ڈالتا ہوں نہیں تو تو اپنا سر منڈوا لے یا یہ خوشبودار لباس پہن لے ۱۲۔

[7] مثلاً کسی محرم نے سونے کی حالت میں اپنا سر چادر میں ڈھانک لیا یا اور کوئی فعل کیا۔

[8] مفلسی سے مراد یہ ہے کہ کسی سے کوئی جنایت صادر ہوئی اور اس کی وجہ سے اس پر قربانی یا صدقہ واجب ہوا اور اس کے پاس اس قدر روپیہ نہیں ہے جو وہ قربانی کر سکے یا صدقہ دے سکے تو وہ شخص معذور نہ سمجھا جائیگا اس پر جو قربانی یا صدقہ واجب ہوا تھا واجب رہے گا ہاں یہ اس کو اختیار ہے کہ جب اس کو مقدور ہو تب کفارہ ادا کرے اور اگر مرتے دم تک اتنی مقدرت حاصل نہ ہوئی تو امید ہے کہ حق تعالیٰ اس سے درگذر فرمائے ۱۲۔

[9] اس کیفیت کا بیان مفصل پہلی جلد میں ہو چکا ہے، حاصل اس کا یہ ہے کہ مرد کے خاص (بقیہ صفحہ ۵۷۵ پر دیکھئے)

Marfat.com

بھولے سے ہو جائے یا مجبوری سے سونے کی حالت میں یا کسی نابالغ بچہ سے اس کا وقوع ہو یا مجنوں سے بہرحال حج فاسد ہو جائے گا عورت[1] اگر کسی جانور کا خاص حصہ اپنے خاص حصہ میں داخل کر لے یا کسی جانور یا آدمی کے خاص حصّہ کو اپنے خاص حصہ میں داخل کر لے تب بھی اس کا حج فاسد ہو جائیگا ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ حج اگر فاسد ہو جائے تب بھی اُس کا پورا کرنا ضروری ہے اور بعد پورا کرنے کے ایک قربانی کرنا بھی ضروری ہے، ایک قربانی جب ہی واجب ہو گی کہ ایک مرتبہ جماع کیا جائے یا کئی بار یا کئی عورتوں سے کیا جائے مگر مجلس ایک ہی ہو اگر مجالس متعدد ہوں گی تو یہ قدر ان کی تعداد کے قربانیاں بھی ہوں گی۔(بحر الرائق[2])

اس فاسد شدہ حج میں بھی تمام وہی رعایتیں ضروری ہیں جو صحیح حج میں کرنا پڑتی ہیں، پس اگر کسی ممنوع احرام کا ارتکاب کرے گا تو اس کا کفارہ دینا پڑے گا۔

اس فاسد حج کی قضا علی الفور واجب ہے یعنی سال آیندہ میں اس کی قضا کر لے اس سے زیادہ تاخیر نہ کرے، حج اگرچہ نفل ہو تب بھی اس کی قضا کرنی پڑے گی کیونکہ ہر عبادت گو وہ نفل ہو بعد شروع کرنے کے لازم و واجب ہو جاتی ہے ہاں نابالغ بچہ اور مجنوں پر اس حج کی قضا واجب نہیں (درالمختار)

عمرہ میں طواف کے چار شوط سے پہلے جماع و لواطت مفسد ہے، بعد چار شوط کے نہیں عمرہ فاسد ہو جائے تو اس کو بھی پورا کرے اور ایک قربانی کرے اور اس کی قضا کرے۔

شکار کی جزا

کسی[3] جنگلی شکار[4] کے قتل[5] کرنے یا اس کے قتل میں اعانت کر لے سے جزا لازم ہوتی ہے، جزا سے

(بقیہ صفحہ ۵۷۴) حصہ کا سر یا بقدر اس کے کسی کے خاص حصّہ میں یا مشترک حصّہ میں داخل ہو جائے اور عورت بہت صغیر سن نہ ہو اور مرد اپنے خاص حصّہ پر ایسا کپڑا وغیرہ نہ لپیٹے جو جسم کی حرارت محسوس ہونے کو مانع ہو ۱۲۔

[1] عورت کی قید اس لئے لگائی گئی کہ مرد اگر جانور کے ساتھ یہ فعل کرے تو اس کا یہ فعل مفسد حج نہ ہو گا کیونکہ جنابت کامل نہیں ہوتی بخلاف عورتوں کے کہ ان میں بوجہ زیادتی شہوت کے ان صورتوں میں بھی جنابت کامل ہو جائے گی ۱۲۔

---

[2] ہاں اگر دوسرا جماع سے اس حج فاسد کے توڑنے کی نیت کرے اور مسئلہ نہ جانتا ہو تو پھر دوسرے جماع کے بعد جس قدر جماع ہوں گے ان میں کفارہ واجب نہ ہو گا جیسا کہ سابق میں گذر چکا ۱۲

مراد وہ قیمت[1] ہے جو دو معتبر آدمی اس شکار کی تجویز کریں اور یہ قیمت اس مقام کے اعتبار سے ہو جہاں وہ شکار مارا گیا ہے یا اس کے قریب تر مقام کے اعتبار سے کیونکہ ایک چیز کی قیمت مختلف مقامات کے اعتبار سے بدل جاتی ہے اور نیز اس زمانہ کے اعتبار سے وہ قیمت ہو جس زمانہ میں وہ شکار مارا گیا ہے کیونکہ مختلف اوقات میں ایک چیز کی قیمت مختلف ہوتی ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۷۵) خشکی ان جانوروں کو کہتے ہیں جن کا توالد تناسل خشکی میں ہوا ہو گو ان کی بودوباش پانی میں ہو جیسے بطا اور مرغابی وغیرہ یہ سب جنگلی جانور ہیں کیونکہ ان کے انڈے بچے خشکی میں ہوتے ہیں جو جانور جنگلی نہ ہو بلکہ دریائی ہو اس کا شکار حالت احرام میں بھی جائز ہے خواہ اس کا کھانا جائز ہو یا نہیں ۱۲۔

سلہ شکار اس جانور کو کہتے ہیں جو اصل خلقت میں وحشی ہو خواہ وہ کسی وجہ سے مانوس ہو گیا ہو جیسے ہرن کے پالنے سے مانوس ہو جاتا ہے مگر چونکہ وہ دراصل وحشی ہے اس لئے شکار کہلائے گا۔ فقہا نے کبوتر کو وحشی بالاصل قرار دیا ہے۔ جو جانور وحشی بالاصل نہ ہو اس کا قتل کرنا حالت احرام میں بھی جائز ہے اور جزا واجب نہیں ہوتی جیسے بکری گائے اونٹ مرغی وغیرہ۔ گائے بیل اگر چھوٹ کر آوارہ ہو گئے ہوں اور ان میں وحشت آگئی ہو تب بھی وہ شکار نہ سمجھے جائیں گے ۱۲۔

سلہ قتل میں تعمیم ہے چاہے قتل کا ارتکاب اپنے ہاتھوں سے کرے چاہے باعث قتل ہو جائے دونوں صورتوں میں جزا دینا لازم ہی ہوگی فرق صرف اس قدر ہے کہ پہلی صورت میں ارادہ اور نیت شرط نہیں حتیٰ کہ اگر کوئی شخص کسی شکار پر گر پڑے اور وہ اس کے گرنے سے مر جائے یا سونے میں اس کا ہاتھ کسی شکار پر پڑ جائے اور وہ مر جائے تو جزا لازم ہوگی، اسی طرح اگر کوئی شخص کسی مانوس جانور کے طرف گولی چلائے اور وہ کسی شکار کے لگ جائے تب بھی جزا لازم ہوگی، اور دوسری صورت میں ارادہ اور قصد شرط ہے لہذا اگر کوئی شخص کنواں کھود دے اور اس میں اگر کوئی شکار مر جائے تو دیکھا جائے گا کہ اس نے کنواں کس غرض سے کھودا ہے، اگر شکار کے گرفتار کرنے یا مارنے کے لئے کھودا ہے تب تو اس پر جزا واجب ہوگی اور اگر محض پانی کے لئے کھودا ہے تو جزا واجب نہ ہوگی اسی طرح اگر کسی شخص نے شکاری کتے کو کسی مانوس جانور کے پکڑنے کے لئے چھوڑا اور اس نے جا کر شکار کو پکڑ لیا تو جزا واجب نہ ہوگی علیٰ ہذا، اگر کسی شخص نے کسی کوٹھری کو بند کیا اور اس کے اندر کوئی پرند بند ہو گیا اور پیاس وغیرہ کے سبب سے مر گیا تو دیکھا جائے گا کہ بند کرنے والے کو اس پرند کے وہاں ہونے کا علم تھا یا نہیں اگر تھا تو جزا واجب ہوگی ورنہ نہیں۔ ۱۲۔

سلہ یہ امام ابو حنیفہ اور قاضی ابو یوسف کا مذہب ہے۔ امام محمد کے نزدیک جن جانوروں کا مثل موجود ہے ان کے قتل کرنے میں ان کے مثل جانوروں کا قربانی کرنا ضروری ہے۔ مثلاً ہرن کو مارے تو بکری۔ شتر مرغ کو مارے تو اونٹ گورخر کو مارے تو گائے وعلیٰ ہذا اور یہی امام شافعی کا بھی قول ہے ۱۲ (بحر الرائق۔ رد المحتار)

اس قیمت سے اس کو اختیار ہے کہ کوئی جانور قربانی کا مول لے کر حرم بھیج دے اور وہ وہاں ذبح کردیا جائے یا اس قیمت سے گیہوں وغیرہ مول لے کر ہر فقیر کو ایک مقدار صدقۂ فطر کی تقسیم کردے اور یہ بھی اختیار ہے کہ ہر مسکین کے کھانے کے عوض میں ایک ایک روزہ رکھ لے اور اگر قیمت اس قدر واجب ہوئی ہو کہ اس سے قربانی نہیں ہوسکتی کہ تو پھر صرف دو ہی باتوں کا اختیار ہے صدقہ دینے اور روزہ رکھنے کا۔ اور اگر اس قدر قیمت واجب ہوئی ہو کہ اس میں ایک مقدار صدقۂ فطر کی نہیں مل سکتی تو اختیار ہے کہ جس قدر مل جائے اسی قدر خرید کر محتاج کو دیدے یا اس کے عوض میں ایک روزہ رکھ لے، شکار اگر کسی آدمی کا مملوک ہوگا تو اس کے قاتل کو دو قیمتیں دینا پڑیں گی ایک قیمت تو اس کے مالک کے حوالہ کردے اور ایک قیمت اللہ کی راہ میں تصدق کردے۔ (بحرالرائق)

قتل میں اعانت کرنے کی دو صورتیں ہیں، ایک تو یہ کہ شکار جہاں اس وقت موجود ہو، اس مقام کی اطلاع شکاری کو کردینا، دوسرے یہ کہ کوئی آلۂ قتل کا اس کو دینا یا قتل کی تدبیر بتانا، پہلی صورت میں جزا واجب ہونے کے لئے پانچ شرطیں ہیں۔

(۱) اس شکار کا قتل اس کے بتانے سے ہو جائے۔

(۲) جس کو شکار کا مقام بتایا ہے وہ خود اس کا مقام نہ جانتا ہو بلکہ اسی کے بتانے سے اس نے جانا ہو۔

(۳) جس کو شکار کا پتہ بتایا ہے وہ اس کے قول کو جھوٹ نہ سمجھے۔

(۴) بتانے والا اس شکار کے قتل ہونے تک محرم رہے۔

(۵) شکار بھاگ نہ جائے اگر بھاگ جائے اور بعد اس کے وہ شخص پھر اس کو مارے تو بتلانے والے پر جزا واجب نہ ہوگی کیونکہ جب اس نے بتایا تھا اس وقت وہ شکار ہاتھ نہیں آیا۔

دوسری صورت میں یہ شرط ہے کہ خود وہ شخص جس کو اس محرم نے آلۂ قتل دیا ہے یا تدبیر قتل بتائی ہے اپنے پاس آلۂ قتل نہ رکھتا ہو یا اس تدبیر قتل کو نہ جانتا ہو مثلاً کوئی شکار غار کے اندر چھپا بیٹھا ہو اور کوئی شخص اس کو قتل کرنا چاہے لیکن اس سے کوئی تدبیر نہ بن پڑے اور کوئی محرم اس کو اس غار کے اندر جانے کا راستہ بتادے یا کوئی نیزہ وغیرہ اتنا لمبا دیدے جو غار کے اس مقام تک جہاں شکار بیٹھا ہے پہونچ سکے۔

اگر کئی محرم ایک شکار کے قتل کے مرتکب ہوں یا اس کے قتل میں معین ہوں تو ہر ایک پر جزا واجب ہوگی۔ اسی طرح اگر ایک محرم کئی شکاروں کو قتل کرے تو اس پر اتنی ہی جزائیں واجب ہوں گی

Marfat.com

جتنے اس نے شکار کئے ہیں۔ (بحرالرائق)

ان جانوروں کے قتل کی جزا جن کا گوشت حلال نہیں کبھی ایک بکری سے زیادہ نہیں ہوسکتی چاہے وہ جانور کتنا ہی بڑا اور کتنا ہی قیمتی کیوں نہ ہو مثلاً کوئی شخص ہاتھی کو مار ڈالے تب بھی اس کی جزا میں صرف ایک بکری واجب ہوگی۔

جزاء کے عوض میں اگر صدقہ دے تو اس کا حکم بالکل صدقۂ فطر کے مثل ہے اور اس کے مصارف وہی ہیں جو صدقۂ فطر کے ہیں۔

اگر کوئی محرم کسی شکار کو زخمی کردے اور وہ اس زخم سے مرے نہیں یا شکار کے بال اکھاڑ دے یا کوئی عضو توڑ دے یا کاٹ دے تو اس شکار کی حالت صحت کی قیمت میں جس قدر کمی آگئی ہو وہ اس محرم کو دینا چاہیئے بشرطیکہ یہ زخمی کرنا یا بال وغیرہ کا توڑنا اس شکار کے فائدے کی غرض سے نہ ہو اگر فائدے کی غرض سے ہوگا تو پھر کچھ بھی جزا واجب نہ ہوگی **مثال** کوئی کبوتر کسی جال میں پھنسا ہوا ہو اور کوئی محرم اس کو جال سے نکالنا چاہے نکالنے میں اس کے بال وغیرہ ٹوٹ جائیں بلکہ ایسی صورت میں اگر وہ مر بھی جائے تو بھی جزا واجب نہ ہوگی۔

اگر کوئی محرم کسی شکار کے پیر کاٹ ڈالے یا اس کے پر نوچ ڈالے کہ وہ اپنی حفاظت سے معذور ہو جائے تو اس شکار کی پوری قیمت دینا پڑے گی۔

اگر کسی شکار کے انڈے توڑ ڈالے اور وہ انڈے گندے نہ ہوں تو اگر ان انڈوں کے اندر سے بچہ نہ نکلے گا تو انڈے کی قیمت دینی پڑے گی اور جو اس کے اندر سے بچہ نہ نکلے تو اگر وہ صحیح وسالم نکل آیا تو کچھ نہیں اور اگر مرا ہوا نکلا یا نکل کر مر گیا تو اس بچہ کی قیمت دینی پڑے گی نہ انڈے کی۔

اگر کوئی شخص جوئیں یا ٹڈی کو مار ڈالے یا دوسرے کو مارنے کا حکم دے یا اس غرض سے کسی

لہ یہ اس صورت میں ہے جبکہ وہ جانور کسی کا مملوک نہ ہو ورنہ اس کی پوری قیمت مالک کو دینا پڑے گی، اگرچہ وہ قد و قامت میں چھوٹا ہو مگر کسی وصف کے سبب سے اس کی قیمت بڑھ گئی ہے تو اس وصف کا بھی اعتبار کیا جائے گا مثلاً کوئی بولتا ہوا طوطا یا شکاری چیتا یا کوئی شکاری پرند بشرطیکہ وہ وصف شرعاً معیوب نہ ہو اگر معیوب ہوگا تو اس کا اعتبار نہ کیا جائیگا جیسے لڑائی کا مرغ یا مینڈھا وغیرہ مگر اللہ کی راہ میں بہرحال ایک ہی بکری یا اس کی قیمت دینا ہوگی ان اوصاف کا اعتبار صرف مالک کا حق ادا کرنے کے لئے کیا جائیگا ۱۲۔

سلہ مثلاً حالت صحت میں اس کی قیمت دس روپے تھی اور اب آٹھ روپے رہ گئی تو دو روپیہ دینا ہوں گے ۱۲۔

Marfat.com

کو اشارہ سے جوئیں یا ٹڈی کو بتائے یا کوئی فعل بقصد[1] مار ڈالنے کے کرے اور وہ مرجائیں تو اگر دو تین
مارے تو جس قدر چاہے صدقہ دیدے مثلاً ہر ایک کے عوض میں ایک مٹھی آٹا اور جوئیں[2] سے زیادہ مارے
تو صدقۂ فطر کی پوری مقدار دینا ضروری ہے جوئیں کا بدن سے نکال کر زمین پر پھینکدینا بھی مارنے
کے حکم میں ہے ۔

یہاں تک تو ان جنایتوں کا بیان تھا جن کا ارتکاب صرف احرام کے سبب سے ممنوع تھا غیر محرم
کے حق میں وہ امور ممنوع نہ تھے اب ہم ان جنایتوں کو بیان کرتے ہیں جن کا ارتکاب حرم کے سبب سے منع
ہے حرم کے اندر خواہ محرم ہو یا غیر محرم ان جنایتوں کا ارتکاب کرے گا تو اس کو جزا دینا ضروری ہوگی
اور اس جزا میں صرف دو اختیار ہیں یا تو قربانی کردے اگر قیمت بقدر ایک قربانی کے ہوگئی ہو یا وہ
قیمت محتاجوں کو دیدے روزہ رکھنے کا اختیار نہیں ہے ۔

حرم[3] کی جنایتیں

(۱) سوا اذخر[4] کے حرم کے کسی اور گھاس یا درخت کا کاٹنا[5] بشرطیکہ خشک اور ٹوٹا ہوا نہ ہو اور خودرُو
ہو اور اس قسم میں سے نہ ہو جس کو لوگ عادتاً بویا کرتے ہیں جیسے غلہ اور میوہ جات کے درخت اگر

---

[1] مثلاً جس کپڑے میں جوئیں ہیں اس کو دھوپ میں ڈال دے اس غرض سے کہ وہ مرجائیں اگر اس غرض سے نہیں
ڈالا بلکہ اور کسی خیال سے اور وہ مرگئیں تو کچھ جنایت نہیں ۱۲۔

[2] یہی اکثر فقہا کا قول ہے صاحب بحر الرائق نے اسی کو ترجیح دی ہے لیکن فتاویٰ قاضی خاں میں اس کے خلاف ہے
وہ کہتے ہیں کہ جب دس سے زیادہ ہوجائیں تب ایک مقدار صدقۂ فطر کی واجب ہوگی ۱۲۔

[3] حرم مکہ اور اس کے آس پاس کے محدود مقاموں کو کہتے ہیں حرم کی حد ہر طرف سے برابر نہیں ہے جیسا کہ ہم
بیان کرتے ہیں مدینۂ منورہ کی جانب تو مکہ سے تین میل تک حرم ہے اور یمن کی طرف سات میل اور طائف
کی طرف بھی سات میل اور عراق کی طرف بھی سات میل اور جدہ کی طرف دس میل حرم کے تمام اطراف کی حد بندی
کردی گئی ہے پہلے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نشان لگائے پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر عمر و عثمان رضی اللہ
عنہما نے پھر حضرت معاویہؓ نے جو اب تک ہیں ۱۲۔

[4] اذخر ایک قسم کی گھاس ہے جو دوا میں کام آتی ہے اور قبروں کو بھی اس سے پاٹتے ہیں ہندوستان میں بھی
اس کی جیٹر دوا میں لکھی جاتی ہے ۱۲۔

[5] کاٹ لینا اور جڑ سے اکھاڑ لینا ایک حکم میں ہے ۱۲۔

Marfat.com

ایسی گھاس یا درخت کو کوئی شخص کاٹے گا تو اس کی قیمت دینا پڑے گی، بشرطیکہ یہ گھاس وغیرہ کسی کی مملوک نہ ہو اور اگر مملوک ہوگی تو دوہری قیمت دینا پڑے گی، ایک تو بدستور خدا کی راہ میں اور دوسری اس کے مالک کو ہاں اگر مالک نے اجازت دے دی ہو یا معاف کر دے تو پھر وہی ایک قیمت اللہ کی راہ میں دینا پڑیگی۔

اذخر کے کاٹنے میں کچھ جنایت نہیں اور جو چیز خودرو نہ ہو بلکہ بوئی اور لگائی گئی ہو خواہ اس کے بونے کا رواج ہو یا نہیں اس کے بھی کاٹ لینے میں کچھ جنایت نہیں، کیونکہ یہ اس قسم میں سے ہے جس کو لوگ عادتاً بوتے ہیں، کسی درخت کی پتی وغیرہ توڑ لینے میں جو اس درخت کو نقصان نہ پہنچائے کوئی جنایت نہیں بشرطیکہ یہ چیزیں کسی کی مملوک نہ ہوں اور اگر مملوک ہوں تو مالک نے اجازت دیدی ہو یا معاف کر دیا ہو یا خود مالک نے کاٹا ہو۔

کوئی درخت وغیرہ اگر ایسا ہو کہ اس کی شاخوں کا کچھ حصہ حرم کے اندر ہو اور کچھ حصہ حرم سے باہر تو اس کی جڑ کا اعتبار کیا جائے گا اگر جڑ حرم میں ہے تو وہ درخت حرم کا سمجھا جائیگا، اور کچھ جڑ حرم کے اندر ہے کچھ باہر تب بھی وہ حرم کا سمجھا جائیگا اور اگر ایسے درخت پر کوئی پرند بیٹھا ہوگا تو اس میں یہ بات دیکھی جائیگی کہ اگر وہ زخمی ہو کر گرے تو کہاں گرے گا، اگر حرم میں گرے تو وہ پرند حرم کا سمجھا جائے گا۔

حرم کی گھاس کا جانوروں سے چروالینا[2] بھی جائز نہیں اگر خود بخود کوئی جانور چرلے تو اس کے مالک پر ضمان نہ پڑے گا (درمختار وغیرہ)

(۲) حرم کے شکار کا قتل کرنا، اگر کوئی جانور ایسی جگہ بیٹھا ہو کہ پیر تو اس کے حرم میں ہوں اور سر حرم سے باہر تو وہ حرم کا سمجھا جائیگا اور اگر لیٹا ہوا ہو تو اگر اس کے بدن کا کوئی جز حرم میں ہوگا تو وہ جانور حرم کا سمجھا جائے گا۔

---

[1] اس قدر ٹوٹ جانا مراد ہے کہ اس میں نمو کی قوت نہ ہو اور نہ تروتازہ رہ سکے۔ اگر پورا درخت نہیں ٹوٹا کوئی شاخ اس کی ٹوٹ گئی ہے تو صرف اسی شاخ کے کاٹنے میں جنایت نہ ہوگی تروتازہ شاخ کے کاٹنے میں جنایت ہوگی ۱۲۔

[2] یہ امام ابوحنیفہ اور امام محمد کا مذہب ہے قاضی ابویوسف کے نزدیک جائز ہے وہ کہتے ہیں کہ چرانے کی ممانعت میں لوگوں کا سخت حرج ہے اور حدیث میں صرف کاٹنے کی اور توڑنے کی ممانعت ہے چرانے کا ذکر نہیں ہے، بعض فقہا نے انھیں کے قول پر فتویٰ دیا ہے اور لکھا ہے کہ لوگوں کا عمل بھی اسی پر ہے ۱۲ (ردالمحتار)

Marfat.com

اگر کوئی شخص کسی جانور کو حرم سے باہر نشانہ لگائے اور وہ جانور حرم کے اندر بھاگ جائے اس کے بعد اسی نشانہ سے زخمی ہو تو جنایت ہو جائے گی۔

اگر حرم کے کسی پرندے کے انڈے توڑ ڈالے یا بھون لے یا حرم کی ٹڈیاں[1] مارے یا حرم کے کسی شکار کا دودھ دوہے تو اس کا ضمان دینا ہوگا بعد ضمان دینے کے اس کا کھانا جائز ہے اور اس کا بیچنا بھی جائز ہے مگر کراہت کے ساتھ۔

کوّے اور چیل اور بھیڑیئے اور سانپ بچھو اور چوہے کے مار ڈالنے میں کچھ مضائقہ نہیں یعنی جزا واجب نہ ہوگی اسی طرح کٹنے[2] اور مچھر اور کھٹمل، چیونٹی، پسّو اور کلنی اور کچھوا اور پروانہ اور مکھی اور چھپکلی اور بھیڑ اور تمام گزندہ[3] جانوروں کے مار ڈالنے میں بھی جزا واجب نہیں ہوتی جو حملہ کرے اور اس کے حملہ کا دفعیہ بغیر قتل کے ممکن نہ ہو بشرطیکہ وہ جانور کسی کا مملوک نہ ہو، ان جانوروں کے قتل میں کچھ جزا نہیں خواہ حرم کے اندر ہی کیوں نہ قتل کئے جائیں اور خواہ قاتل ان کا محرم ہو۔

کوّے کی کئی قسمیں ہیں ان میں سے عقعق[4] کو فقہا نے مستثنٰی کیا ہے یعنی اس کے قتل سے جزا لازم ہوتی ہے۔ (رد المختار وغیرہ)

اگر کوئی غیر محرم شکار مارے اور اس کو حرم سے باہر ذبح کرے تو اس کا کھانا محرم کے لئے جائز ہے بشرطیکہ اس شکار کے قتل میں کسی محرم کی کسی قسم کی اعانت نہ ہو نہ اس نے اس شکار کے قتل کا حکم دیا ہو نہ اس شکار کرنے والے نے اس کو کسی محرم ہی کے لئے شکار کیا ہو۔

جو شخص حرم کے اندر داخل ہو اس پر واجب ہے کہ اگر اس کے ساتھ میں کوئی شکار ہو تو اس کو چھوڑ دے[5] یعنی آزاد کردے اسی طرح جو شخص احرام باندھے اور اس کے ہاتھ میں شکار ہو اس پر بھی واجب ہے کہ اس کو اپنے پاس سے علیحدہ کردے کسی کے پاس امانت رکھ دے یا دیدے۔

---

[1] ٹڈی اگر تین سے کم مارے تو صدقہ کی کوئی مقدار معین نہیں جس قدر چاہے دیدے ہاں تین سے زیادہ مارنے میں ایک مقدار صدقۂ فطر کی معین ہے یہی حال جوؤں کا بھی ہے (درمختار) [2] بعض فقہا کی عبارتوں میں اس مقام پر کتے کے ساتھ کاٹنے والے کی قید ہے مگر یہ قید اتفاقی ہے کاٹتا ہو یا نہیں جنگلی یا پالا ہوا ہر حال میں اسکے مار ڈالنے سے جزا لازم نہ ہوگی ہاں اگر وہ کسی کا مملوک ہو تو اس کو ضمان دینا پڑیگا ۱۲ [3] گزندہ وہ جانور ہیں جو سوراخوں میں گھس جاتے ہیں اور انکے اندر بود و باش کرتے ہیں جیسے سانپ، بچھو، چوہا وغیرہ ۱۲ [4] عقعق وہ کوّا ہے جس کے رنگ میں سیاہی کے ساتھ سپیدی بھی ہو اس کی آواز میں عین قاف کی صورت پیدا ہوتی ہے ۱۲ [5] چھوڑ دینے کا یہ مطلب خاص کر اس سبب سے بیان کیا گیا کہ پرند کا اڑا دینا یا چوپایہ کا آزاد کر دینا ممنوع ہے، اس میں مال کی اضاعت ہے جو شریعت اسلامیہ میں جائز نہیں رکھی گئی ۱۲۔

Marfat.com

اگر یہ شکار جس کو اس نے آزاد کیا ہے کوئی درندہ ہو جیسے شکرا باز وغیرہ اور وہ آزاد ہو کر حرم کے کسی شکار کو قتل کر دے تو اس کی جزا اس پر واجب نہ ہوگی۔

اگر شکار اس کے ہاتھ میں نہ ہو بلکہ مکان میں ہو یا پنجرہ میں بند ہو اور وہ پنجرہ اس کے ہاتھ میں یا اس کے خادم کے ہاتھ میں ہو یا اسباب کے اندر رکھا ہو تو پھر اس کا چھوڑنا ضروری نہیں' اسی طرح اگر وہ رسی میں بندھا ہو اور وہ رسی اس کے ہاتھ میں ہو تب بھی اس کا چھوڑنا واجب نہیں۔ (ردالمختار)

محرم کو شکار کا مول لینا یا بیچنا جائز نہیں' اگر بیچے تو اس پر ضروری ہے کہ واپس لے لے ورنہ جزا دینا پڑے گی۔

محرم شکار کا مالک کسی اختیاری سبب سے مثل خریدنے یا ہبہ وغیرہ کے نہیں بن سکتا ہاں اگر کوئی سبب اختیاری نہ ہو تو اس کی وجہ سے البتہ مالک بن سکتا ہے' مثلاً کوئی عزیز اس کا مر جائے اور اس کے مال میں شکار ہو اور وہ اس کو وراثت میں ملے تو اس صورت میں اس کا مالک ہو جائے گا کیونکہ وراثت غیر اختیاری چیز ہے۔

اگر کوئی محرم کسی شکار کو پکڑے یا مول لے پھر اس کو کوئی شخص اڑا دے تو اس پر ضمان نہیں کیونکہ وہ شکار اس محرم کی ملک میں نہ تھا۔

یہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ جن جنایتوں کے سبب سے مفرد پر ایک قربانی واجب ہوگی ان کے سبب سے قارن اور ہدی والے متمتع پر دو قربانیاں واجب ہوں گی علیٰ ہذا۔ صدقہ بھی قارن وغیرہ پر دوگنا واجب ہوتا ہے سوا اس جنایت کے کہ میقات کے اندر بغیر احرام باندھے ہوئے چلا جائے اس جنایت میں قارن وغیرہ پر بھی مفرد کی طرح ایک ہی قربانی واجب ہوتی ہے (درمختار۔ ردالمختار)

میقات سے بغیر احرام باندھے ہوئے حرم کے اندر چلا جانا کبھی جنایت ہے۔ ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ جو شخص حرم کے اندر جانا چاہے اس پر ضروری ہے کہ احرام باندھ کر میقات کے اندر داخل ہو' پس اس کے خلاف کرے گا تو جنایت کا مرتکب ہوگا اس جنایت کے احکام حسب تفصیل ہیں۔

(۱) جو شخص حرم جانے کے ارادے سے بغیر احرام باندھے ہوئے میقات سے آگے چلا جائے اس پر واجب ہے کہ میقات پر لوٹ کر آئے اگر نہ لوٹا تو چاہے میقات سے آگے بڑھ کر احرام باندھ لے یا نہ باندھے اس پر ایک قربانی واجب ہے۔

(۲) اگر حرم جانے کے ارادہ سے بغیر احرام باندھے ہوئے میقات سے آگے نکل گیا پھر میقات پر لوٹ کر اس نے احرام باندھ لیا یا احرام تو میقات پر لوٹنے سے پہلے باندھ لیا مگر ابھی تک افعال حج

Marfat.com

وعمرہ شروع نہیں کئے پھر میقات پر لوٹ کر تلبیہ[۱] کہا تو قربانی معاف ہو جائے گی۔

(۳) اگر میقات سے آگے بڑھ کر احرام باندھ لیا اور افعال حج وعمرہ کے شروع کر دیئے مثلاً طواف کا ایک شوط کر لیا اس کے بعد میقات پر لوٹ کر گیا یا افعال حج وعمرہ کے شروع کر لے سے پہلے میقات پر لوٹ کر آگیا مگر تلبیہ نہ کہا تو ان دونوں صورتوں میں ایک قربانی واجب ہو گی۔

(۴) اگر دوبارہ میقات پر آنے سے حج کے فوت ہو جانے کا خوف ہو تو چاہیئے کہ نہ لوٹے اور اس نہ لوٹنے کی وجہ سے ایک قربانی کر دے۔

(۵) کوئی مکی یا وہ متمتع جو اپنے عمرہ سے فارغ ہو چکا ہے بقصد حج حرم سے باہر نکل گئے اور پھر حل میں جا کر احرام باندھا اور وہیں سے عرفات میں وقوف کے لئے چلے گئے تو ان پر ایک قربانی واجب ہے کیونکہ ان کی میقات حرم ہے اور وہ اس سے بغیر احرام باندھے ہوئے نکل آئے۔

(۶) اگر کوئی شخص بغیر احرام باندھے ہوئے کئی مرتبہ حرم کے اندر آمد و رفت کرے تو ہر مرتبہ کے عوض میں اس کے ذمہ ایک حج یا ایک عمرہ ضروری ہے، پھر اسی سال اگر کوئی حج یا عمرہ کرے گا تو وہ اس بغیر احرام جانے کی جنایت اتارنے کی غرض سے نہ ہو تو ایک مرتبہ کی جنایت اتر جائے گی' ہاں بعد اس سال کے پھر خاص اسی نیت سے کرے گا تو جنایت اترے گی ورنہ نہیں۔

(۷) اگر کوئی شخص میقات سے بغیر احرام باندھے نکل جائے اور اس کا ارادہ حرم میں جانے کا نہ ہو بلکہ حل میں کسی مقام کے جانے کی نیت ہو تو اس پر بغیر احرام نکل جانے میں کچھ جنایت نہیں پھر وہ اس مقام سے بغیر احرام باندھے حرم کے اندر جا سکتا ہے اگرچہ وہ اس حل کے مقام میں پندرہ روز سے بھی کم رہا ہو۔ (درمختار وغیرہ)

(۸) اگر کوئی شخص بغیر احرام باندھے ہوئے میقات سے آگے نکل گیا پھر اس نے بغیر میقات پر لوٹے ہوئے حج یا عمرہ کا احرام باندھ لیا اور اتفاق سے وہ فاسد ہو گیا تو اس کو پورا کر کے اس کی قضا کرے، قضا کا احرام میقات سے باندھے اب اس پر قربانی واجب نہ ہو گی۔

احرام پر احرام باندھنا

احرام پر احرام باندھنے کی صورت یہ ہے کہ ہنوز ایک احرام سے باہر نہ ہوا ہو کہ دوسرا احرام باندھ لے' اس کی چار قسمیں ہیں۔ عمرہ کے احرام پر حج کا احرام باندھنا حج کے احرام پر دوسرے حج

---

[۱] یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے' ان کے نزدیک تلبیہ کی تجدید بھی ضروری ہے ۱۲۔

Marfat.com

کا احرام باندھنا، عمرہ کے احرام پر عمرہ کا احرام باندھنا، حج کے احرام پر عمرہ کا احرام باندھنا اب ہر قسم کے احکام بیان کئے جاتے ہیں۔

(۱) غیر آفاقی[1] اگر عمرے کا احرام باندھ کر چار شوط سے کم اس کے طواف کے ادا کر چکا ہو تو پھر حج کا احرام باندھ لے تو اس کو ضروری ہے کہ ان دو احراموں میں سے ایک احرام کو توڑ دے یعنی کوئی فعل مخالف احرام کے (مثل حلق وغیرہ کے) بہ نیت احرام توڑنے کے کرنے اور اس احرام توڑنے کے جنایت کے کفارہ میں ایک قربانی کرے پس اگر اس نے حج کا احرام توڑا ہے اور یہی بہتر ہے تو اس پر اس سال ایک عمرہ اور سال آئندہ میں ایک حج ضروری ہے اور اگر حج کا زمانہ باقی ہو اور اسی سال حج کرلے تو پھر عمرہ کی حاجت نہیں اور اگر اس نے عمرہ کا احرام توڑا ہے تو صرف عمرہ کی قضا اس کو کرنی ہوگی چاہے اسی سال کرلے چاہے سال آئندہ میں۔

غیر آفاقی کی قید اس لئے لگائی گئی کہ آفاقی اگر ایسا کرے گا تو اس کو کسی احرام کے توڑنے کی حاجت نہیں کیونکہ وہ صورت مفروضہ میں قارن ہو جائے گا اور اگر عمرہ کے چار یا چار سے زیادہ شوط طواف کے کر چکا ہوگا تو متمتع ہو جائے گا اور قران و تمتع آفاقی کے لئے ممنوع نہیں ہے، عمرہ کے چار شوط سے کم طواف کرنے کی قید اس لئے لگائی گئی کہ اگر عمرہ کا طواف بالکل کیا ہی نہ ہوگا تو پھر عمرہ کے احرام کا خاصکر توڑنا ضروری ہوگا اور چار شوط یا اس سے زیادہ عمرہ کا طواف کر چکا ہوگا تو پھر خاص کر حج کے احرام کا توڑنا لازم ہے۔

(۲) اگر کوئی شخص حج کا احرام باندھ چکا ہو پھر اس پر دوسرے حج کا احرام باندھ لے تو اس کی تین صورتیں ہیں اول یہ کہ دونوں حجوں کا احرام ساتھ ہی باندھے دوسرے یہ کہ ایک حج کا احرام باندھنے کے بعد بغیر اس کے کہ اس کے افعال شروع کردینے کے بعد دوسرے حج کا احرام باندھ لے تیسرے یہ کہ ایک حج کا احرام باندھ کر اس کے افعال شروع کردینے کے بعد دوسرے احرام باندھے، پہلی دونوں صورتوں میں دو حج اس کے ذمہ لازم ہو جائیں گے مگر ایک کا احرام توڑ دے جب چلنے لگے اور اس کو سال آئندہ قضا کرے اور ایک عمرہ بھی اس کے ذمہ ضروری ہوگا اور ایک قربانی کرنی ہوگی، تیسری صورت میں اگر دوسرے حج کا احرام دسویں تاریخ کو حلق یا تقصیر کے بعد باندھا

---

[1] غیر آفاقی وہ شخص ہے جو مکہ معظمہ یا حرم کے اندر اور کسی مقام کا رہنے والا ہو، متمتع اپنے عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد مکہ معظمہ میں قیام کرے وہ بھی حکماً غیر آفاقی ہے ۱۲۔

ہے تو اس دوسرے حج کا سال آئندہ میں ادا کرنا اس پر ضروری ہے اور جب تک اس کو ادا نہ کرے گا محرم رہے گا اور اگر دسویں تاریخ کو حلق وتقصیر سے پہلے دوسرے حج کا احرام باندھ لیا ہے تو پہلے حج کے لئے حلق یا تقصیر کرائے اور سال آئندہ میں دوسرا حج کرے اور ایک قربانی بھی جنایت کے بدلے میں کرے اور اگر دسویں تاریخ سے پہلے احرام دوسرے حج کا باندھ لیا تو بدستور اس دوسرے احرام کو توڑ ڈالے اور ایک قربانی جنایت کی دے اور سال آئندہ میں دوسرا حج ادا کرے۔

(۳) اگر کوئی شخص عمرہ کے احرام پر دوسرے عمرہ کا احرام باندھ لے تو اگر پہلے عمرہ کی سعی سے فارغ نہیں ہوا تو دوسرے عمرہ کا احرام خود بخود پہلے عمرہ کی سعی شروع کرتے ہی ٹوٹ جائے گا اور ایک قربانی اس احرام کے توڑنے کی اس کو دینا ہوگی اور اگر پہلے عمرہ کی سعی سے فارغ ہو چکا ہے تو دوسرے عمرہ کا احرام توڑنے کی حاجت نہیں اس کو بھی ادا کرے اور اس کے فراغت سے پہلے عمرہ کا حلق وتقصیر نہ کرائے ورنہ دو قربانیاں کرنا ہوں گی' ایک تو قبل فارغ ہونے دوسرے عمرہ کے حلق کرانے کے سبب سے اور دوسرے دو عمروں کے جمع کرنے کی وجہ سے۔

(۴) اگر کوئی شخص حج کا احرام باندھ چکا ہو اس کے بعد عمرہ کا باندھے تو اگر غیر آفاقی ہے تو اس کا وہی حکم ہے جو پہلی قسم میں گذر چکا یعنی دو احراموں میں کسی ایک کا توڑنا اور توڑنے کے عوض میں قربانی کرنا وغیرہ اس پر ضروری ہے جیسا کہ اوپر گذر چکا اور اگر آفاقی ہے تو اس کو کسی احرام کا توڑنا ضروری نہیں دونوں اس پر لازم ہو جائیں گے اور وہ اس صورت میں متمتع کہلائے گا گو خلاف سنت ہونے کے سبب سے گنہگار ہوگا کیونکہ تمتع کی مسنون صورت یہ تھی کہ پہلے عمرہ کا احرام باندھتا اس سے فراغت کر کے حج کا احرام باندھتا یا دونوں کا ساتھ باندھتا تو قرن ہو جاتا۔ اب اگر وہ حج کا طواف قدوم کر چکا ہو تو اس کے لئے مستحب ہے کہ عمرہ کے احرام کو توڑ دے اور حج کرنے کے بعد عمرہ کا احرام باندھ کر عمرہ ادا کرے اور ایک قربانی اس صورت میں احرام توڑنے کی جنایت میں دے اور اگر عمرہ کا احرام نہ توڑے تب بھی درست ہے مگر ایک قربانی جنایت کی اس صورت میں بھی دینا ہوگی۔ اور اگر حج کے وقوف عرفات سے فارغ ہو چکا اس کے بعد دسویں تاریخ کو یا اس کے بعد ایام تشریق کے کسی اور دن میں عمرہ کا احرام باندھا تو اس پر عمرہ لازم ہو جائے گا گو ابھی حج کے لئے حلق وتقصیر نہ کرایا ہو اور طواف زیارت نہ کیا ہو یا کر چکا ہو۔ مگر عمرہ کے اس احرام کا توڑنا واجب ہے' پھر حج کی رمی وغیرہ سے بالکل فارغ ہونے کے بعد از سر نو عمرہ کا احرام باندھ کر اس عمرہ کی قضا کرے اور احرام توڑنے کے بدلے میں قربانی کرے۔

Marfat.com

جس شخص کا حج فوت ہوگیا ہو وہ اگر حج کا احرام باندھے یا عمرہ کا تو اس کو اس دوسرے احرام کا توڑ دینا ضروری ہے اور جب حج فوت ہو جائے تو چاہیئے کہ عمرہ ادا کر کے حج کے احرام سے باہر ہو جائے اور سال آئندہ میں اس حج کی قضا کرے اور ایک قربانی اس جنایت کے بدلے میں کرے کہ وہ بغیر حج کئے حج کے احرام سے باہر ہوگیا۔

احصار کا بیان

احصار کے معنی لغت میں تو روک لیا جانا اور اصطلاح فقہ میں احرام کے بعد حج یا عمرہ کے کسی رکن سے روکا جانا جس شخص پر ایسا واقعہ پیش آجائے تو اس کو محصر کہتے ہیں چونکہ یہ بھی ایک قسم کی جنایت ہے یعنی جس طرح جنایت کی قربانی کا قربانی کرنے والے کو کھانا جائز نہیں اسی طرح احصار کی قربانی کا بھی قربانی کرنے والے کو کھانا درست نہیں لہٰذا اس کا ذکر بھی جنایات کے بعد مناسب معلوم ہوا۔

اس جگہ ہم دو باتیں بیان کریں گے۔ اوّل تو احصار کی صورتیں دوسرے احصار کا حکم اور نتیجہ۔

احصار کی صورتیں

(۱) کسی دشمن کا خوف ہو۔ دشمن سے مراد عام ہے خواہ کوئی آدمی ہو یا درندہ جانور مثلاً یہ معلوم ہو کہ راستہ میں کوئی دشمن بیٹھا ہوا ہے وہ حاجی کو ستاتا ہے لوٹتا ہے مارتا ہے یا کوئی شیر وغیرہ لاگو ہوگیا ہے اور اس سے بچنے کی کوئی صورت نہیں۔

(۲) بیماری۔ احرام باندھنے کے بعد بیمار ہو جائے کہ اب آگے نہیں بڑھ سکتا یا آگے بڑھ تو سکتا ہے مگر مرض میں زیادتی کا خوف ہے۔

(۳) عورت کا کوئی محرم نہیں۔ محرم تھا وہ مرجائے یا کہیں چلا جائے یا ہو ہی نہیں یا ہمراہ جانے سے انکار کرے۔ ان سب صورتوں میں اگر وہ احرام باندھ چکی ہے تو احصار ہو جائے گا۔

(۴) خرچ کم ہو جائے۔ مثلاً چوری ہو جائے یا پہلے ہی کم ہمراہ لایا ہو۔

(۵) عورت کے لئے عدت۔ احرام باندھنے کے بعد شوہر مرجائے یا طلاق دیدے اور وہ پابند عدت ہو جائے تو یہ احصار ہو جائے گا۔ ہاں اگر وہ عورت اس وقت مقیم ہے اور اس کے وطن سے مکہ بقدر مسافت سفر نہیں ہے تو احصار نہ سمجھا جائے گا عدت کا مسئلہ تفصیل حج کی شرائط میں گذر چکا۔

(۶) راستہ بھول جائے اور کوئی راہ بتانے والا نہ مل سکے۔

Marfat.com

(۷) عورت کے لئے شوہر کا منع کرنا بشرطیکہ حج کا احرام بغیر اس کی اجازت کے باندھا ہو۔ حج فرض کے روکنے کا اور حج نفل میں بعد اجازت دینے کے روکنے کا اختیار شوہر کو نہیں ہے۔

(۸) لونڈی غلام کو اس کے مالک کا منع کرنا۔

احصار کا حکم

اگر محصر اپنے گھر لوٹ آئے اور اس مانع کے زائل ہونے تک اپنے احرام پر قادر رہے پھر جب احصار دفع ہو جائے تو جس چیز کا احرام باندھا ہے اس کو ادا کرے تو یہ بھی جائز ہے اور اس صورت میں اگر حج کا احرام باندھا تھا اور اسی سال حج کا وقت مل گیا تو خیر ورنہ عمرہ کر کے اپنے پہلے احرام سے باہر ہو جائے اور پھر جدید احرام باندھ کر حج کرے۔ اور اگر محصر یہ چاہے کہ میں احرام سے باہر ہو جاؤں تو اگر وہ مفرد یا متمتع ہے تو ایک قربانی یا اس کی قیمت حرم میں بھیج دے اور جو قارن ہو تو دو قربانیاں یا ان کی قیمت بھیج دے کہ اس قیمت سے وہاں قربانی کا جانور مول لے لیا جائے یہ قربانی حرم میں کسی مقام پر ذبح کر دی جائے گو دسویں تاریخ سے پہلے ہی کیوں نہ ہو اور قربانی بھیجتے وقت یہیں سے اس کے ذبح کا دن مقرر کر دے تاکہ اسی دن یہ محصر اپنے کو احرام سے باہر سمجھنے لگے معاذاً ذبح کرتے ہی احرام سے باہر ہو جائے گا حلق یا تقصیر کرا نے یا نہ کرائے۔

اگر کسی محصر نے یہ سمجھ کر کہ اب قربانی ذبح ہو گئی ہوگی اپنے کو احرام سے باہر سمجھ لیا اور کوئی فعل خلاف احرام کیا اور بعد کو معلوم ہوا کہ اس دن قربانی ذبح نہیں ہوئی تھی یا ذبح تو اسی دن ہو گئی تھی مگر حرم میں ذبح نہیں ہوئی تو ایسی صورت میں جس قدر جنایتیں اس نے کی ہوں گی ہر جنایت کے عوض میں جزا دینی پڑے گی۔ (درمختار)

پھر جب احصار جاتا رہے اور اس محصر نے حج کا احرام باندھا ہو اور اس سال حج کا زمانہ باقی ہو اور حج کرنے جائے تو مفرد ایک حج اور عمرہ کرے اور قارن دو عمرہ اور ایک حج کرے اور اگر احرام عمرہ کا تھا تو صرف ایک عمرہ کرے۔

اگر قربانی روانہ کرنے کے بعد احصار جاتا رہا اور یہ ممکن ہے کہ اگر وہ محصر روانہ ہو جائے تو قربانی کے ذبح ہونے سے پہلے پہونچ جائے گا اور حج بھی مل جائے گا تو اس پر واجب ہے کہ فوراً روانہ ہو جائے اور اگر یہ ممکن نہیں یعنی قربانی کے ذبح ہونے سے پہلے نہیں پہنچ سکتا یا کہ حج نہیں مل سکتا تو پھر اس پر فوراً جانا واجب نہیں۔

Marfat.com

کوئی شخص اگر مکہ میں ہے اور وہ حج کے دونوں رکنوں یعنی طواف اور وقوف عرفات سے روکا جائے تو وہ محصر ہو جائے گا اور اگر صرف ایک رکن سے روکا جائے مثلاً صرف طواف سے یا صرف وقوف عرفات سے تو پھر وہ محصر نہیں ہے یعنی اس کو اس روکے جانے کے عوض میں قربانی نہ کرنی پڑے گی ہاں اگر وقوف سے روکا گیا ہے تو سال آئندہ میں اس کی قضا کرنی پڑے گی۔

جس شخص سے حج فوت ہو جائے اس کو چاہیئے کہ عمرہ کر کے احرام سے باہر ہو جائے اگر مفرد ہے تو ایک عمرہ کر کے قارن ہے تو دو عمرہ کر کے اور بعد اس کے حلق یا تقصیر کرائے اور پھر سال آئندہ میں اس حج مفرد یا قران کی قضا کرے۔ قران کی قضا میں یہ ضروری نہیں کہ وہ بھی قران ہو بلکہ اختیار ہے کہ عمرہ کا احرام علیحدہ باندھ کر عمرہ کرے اور حج کا احرام جداگانہ باندھ کر حج کرے۔

دوسرے کی طرف سے حج کرنا

ہم اگلی جلدوں میں لکھ چکے ہیں کہ عبادت کی تین قسمیں ہیں۔ بعض تو صرف بدنی ہیں جیسے نماز، روزہ تلاوت، ذکر وغیرہ۔ اور بعض صرف مالی ہیں جیسے زکوٰۃ، صدقہ، فطر، عشر وغیرہ اور بعض دونوں سے مرکب ہیں جیسے حج، عمرہ، زیارت قبور مقدسہ انبیاء و اولیاء پہلی قسم کی عبادات کا دوسرے کی طرف سے کرنا درست نہیں یعنی اس کے ذمہ سے فرض ساقط نہیں ہو سکتا مثلاً کوئی شخص نماز نہ پڑھے اور دوسرے سے پڑھوا دے یا خود روزہ نہ رکھے دوسرے سے رکھوا دے تو درست نہیں ہاں اگر ان عبادات کا ثواب کسی کو پہنچانا ہو تو بے شبہ درست ہے[عہ] دوسری قسم کی عبادات کا دوسرے کی طرف سے کرنا درست ہے یعنی اس کے ذمہ سے فرض اتر جاتا ہے اور ان کا ثواب بھی دوسرے کو پہنچانا جائز ہے۔

تیسری[عہ] قسم کی عبادات کا ثواب بھی دوسرے کو پہنچ جاتا ہے مگر اس کے ذمہ سے فرض اترنے کے

عہ امام مالک اور امام شافعی اس مسئلہ میں مخالف ہیں وہ کہتے ہیں کہ عبادات بدنیہ کا ثواب دوسرے کو نہیں پہنچتا باقی اقسام کی عبادتوں کا ثواب پہنچتا ہے وہ بھی متفق ہیں حنفیہ کی تائید میں بہت احادیث صحیحہ اور آیات قرآن مجید وارد ہیں اور وہ اپنے مقام میں مذکور ہیں ۱۲

عہ اس تیسری قسم کی عبادات کے سوا اور کوئی عبادت خدا کی طرف سے فرض نہیں کی گئی ہاں اگر خود کسی عبادت کی نذر کرے تو واجب ہو جائے گی مثلاً کسی نبی کی قبر پاک کی زیارت کی نذر کرے تو وہ واجب ہو جائے گی اور اس کا وجوب بغیر ان شرائط کے نہ اترے گا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت بھی واجب ہے جیسا کہ ہم آئندہ بہت محققانہ طور پر بیان کریں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ ۱۲

لے چند شرائط ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے، حج بھی اسی تیسری قسم کی عبادات میں ہے لہذا ہم ہر جگہ حج کی تخصیص کریں گے کیونکہ اصالتاً اسی کا بیان کرنا مقصود ہے اسی پر تیسری قسم کی تمام عبادات کا قیاس کرلیا جائے۔

(۱) وہ شخص جس کی طرف سے حج کیا جاتا ہے بذات خود حج کرنے سے معذور ہو اور وہ معذوری اگر ایسی ہو کہ اس کے زائل ہوجانے کی امید ہے تو اس معذوری کا آخر وقت یعنی موت تک رہنا شرط ہے اور اگر وہ معذوری ایسی ہے کہ اس کے زائل ہوجانے کی امید نہیں ہے جیسے بڑھاپے کا ضعف یا نابینا ہونا یا پیروں کا کٹا ہونا وغیرہ تو پھر اس معذوری کا آخر وقت تک رہنا شرط نہیں حتیٰ کہ اگر بعد اس کے کہ دوسرے نے اس کی طرف سے حج کرلیا اور پھر وہ معذوری جاتی رہی تو اس کو بذات خود حج نہ کرنا پڑے گا۔ فرض اتر چکا بخلاف پہلی قسم کی معذوری کے کہ اگر وہ زائل ہوجائے تو پھر دوبارہ حج کرنا پڑے گا۔

(۲) یہ معذوری حج کرانے سے پہلے پائی جاتی ہو اگر اس وقت نہ تھی اور بعد کو پیدا ہوگئی تو اس کا اعتبار نہیں یعنی وہ حج اس کی طرف سے صحیح نہ ہوگا بلکہ اب بعد معذوری پیدا ہوجانے کے اس کو چاہیئے کہ کسی کو حج کے لئے بھیجے۔

(۳) جس کی طرف سے حج کیا جائے احرام باندھتے وقت اس کی نیت کرنا مثلاً یوں کہے کہ میں فلاں شخص کی طرف سے احرام باندھتا ہوں اس کی طرف سے تلبیہ کہتا ہوں اور اگر اس کا نام بھول گیا ہو تو صرف یہی کہدینا کافی ہوگا کہ جس نے مجھے بھیجا ہے اس کی طرف سے میں احرام باندھتا ہوں۔

(۴) جس کی طرف سے حج کیا جاتا ہو اس نے حج کرنے کا حکم دیا ہو یعنی یہ کہا ہو کہ میری طرف سے حج کر۔ بغیر کہے ہوئے اگر کوئی شخص کسی کی طرف سے حج کرلے تو اس دوسرے شخص کے ذمہ سے فرض ساقط نہ ہوگا[1] اگر کوئی شخص مرتے وقت وصیت کرگیا ہو کہ میری طرف سے حج کرادیا جائے تو یہ بھی حکم ہے، وارث اگر بغیر وصیت کے حج کرے یا کسی سے کرائے تب بھی درست ہے یعنی فرضیت ساقط ہوجائے گی۔

(۵) جس کی طرف سے حج کیا جائے روپیہ وہی دے پورے خرچ کے بقدر یا اکثر حصہ اگر کوئی شخص

---

[1] بعض فقہا کہتے ہیں کہ اگر غیر وارث بھی بغیر وصیت کے اپنی طرف سے احسان کرکے کسی دوسرے کے عوض حج کرائے تو اس دوسرے کے ذمہ سے فرض ساقط ہوجائے گا مگر یہ قول اکثرین کے خلاف ہے۔ ۱۲

Marfat.com

اپنے مال سے خرچ کر کے دوسرے کی طرف سے حج کرے اور پھر اس سے خرچ لے لے تو اس دوسرے کی طرف سے حج کرنا صحیح ہو جائے گا اس کے ذمہ سے فرض اتر جائے گا ہاں اگر خرچ اس سے نہ لے تو پھر اس کی طرف سے حج ادا نہ ہوگا۔

(۶) جو شخص اپنی طرف سے حج کرائے اس نے اگر کسی خاص شخص کی نسبت کہا ہو کہ وہ میری طرف سے حج کرے تو اسی خاص شخص کا حج کرنا اگر دوسرا شخص کرے تو اس کی طرف سے حج ادا نہ ہوگا۔ ہاں اگر کسی شخص کو روپیہ دے کر اس سے یہ کہہ دیا جائے کہ تجھے اختیار ہے چاہے خود حج کرنے جائے چاہے کسی اور کو بھیج دے تو پھر وہ شخص چاہے خود جائے چاہے کسی اور کو بھیج دے۔ بہرحال اس روپیہ دینے والے کی طرف سے حج ادا ہو جائے گا۔

(۷) جس شخص کی طرف سے حج کیا جاتا ہے اس پر حج فرض ہو ورنہ فرض نہ ساقط ہوگا مثلاً[1] کوئی فقیر یا ایسا شخص جس میں حج کی فرضیت کے شرائط نہیں پائے جاتے اپنی طرف سے کسی کو حج کرائے تو اس کے ذمہ سے فرض نہ ساقط ہوگا یعنی اس حج کرانے کے بعد اگر اس میں شرائط فرضیت حج کے پائے جائیں گے تو پھر اس کو حج کرانا ہوگا۔

(۸) حج جس شخص سے کرایا جاتا ہے وہ راستہ سواری پر طے کرے نہ پیادہ پا، ہاں اگر خرچ کم پڑ جائے اور اس وجہ سے کچھ راستہ پیادہ پا کرے تو درست ہے۔

(۹) جس شخص سے حج کرایا جائے وہ وہیں سے سفر کرے جہاں وہ شخص رہتا ہو جس کی طرف سے حج کرایا جاتا ہے اور اگر وہ شخص مر گیا ہو اور اس کے وارث اس کی طرف سے حج کراتے ہوں تو میت کا تہائی مال[2] جس مقام سے کفایت کرے وہیں سے حج کے لئے سفر کیا جائے۔

(۱۰) جو شخص کسی کی طرف سے حج کرے وہ حج کو فاسد نہ کرے اگر فاسد کر دے گا اور پھر اس کی قضا کر دے گا تو دوسرے شخص کی طرف سے فرضیت کو ساقط نہ کرے گا۔

(۱۱) جو شخص کسی دوسرے کی طرف سے حج کرنے جائے وہ اس کے حکم کی مخالفت نہ کرے یعنی اگر اس نے افراد کو کہا ہو تو افراد کرے قران کو کہا ہو تو قران کا احرام باندھے تمتع کے لئے کہا ہو تو تمتع کرے، ہاں اگر اس نے افراد کے لئے کہا تھا اور اس نے پہلے اس کی طرف سے حج کیا بعد اس

---

[1] مثلاً بیٹا اپنے باپ کی طرف سے بغیر وصیت کے حج کرے تو فرض اتر جائے گا ۱۲۔

[2] تہائی مال کی قید اسلئے لگا دی گئی کہ وصیت صرف تہائی مال میں جاری ہوتی ہے اور یہ صورت بھی وصیت کے مثل ہے ۱۲۔

بچے پھر اپنے لئے عمرہ کیا تو درست ہے مگر اس زمانہ کے قیام کا خرچ وغیرہ اس دوسرے شخص کے ذمہ نہ ہوگا بلکہ اس کو اپنے پاس سے کرنا چاہیئے۔

(۱۲) جو شخص دوسرے کی طرف سے حج کرے وہ ایک ہی حج کا احرام باندھے اگر وہ شخص ایسا کرے گا کہ ایک حج کا احرام دوسرے کی طرف سے اور ایک کا اپنی طرف سے باندھے گا تو دوسرے کے ذمہ سے فرضیت ساقط نہ ہوگی، ہاں اگر دوسرے حج کا احرام توڑے تو درست ہے۔

(۱۳) ایک ہی شخص کی طرف سے حج کا احرام کرنا۔ اگر دو آدمی مل کر کسی شخص کو حج کرنے کے لئے بھیجیں اور وہ دونوں کی طرف سے حج کا احرام باندھے تو کسی کے ذمہ سے فرضیت ساقط نہ ہوگی اگرچہ وہ بعد حج کے ان دونوں میں سے کسی ایک کی تخصیص کرے۔ ہاں[1] اگر کوئی وارث اگر اپنے دو مورثوں کی طرف سے بغیر ان کی وصیت کے حج کرے تو درست ہے یعنی اگر ان دو مورثوں میں سے کسی ایک کے ذمہ حج فرض تھا اور اس نے بعد حج کرنے کے اس کی تخصیص کرلی کہ میں اسی کی طرف سے حج کرتا ہوں تو اس کے ذمہ سے فرض[2] اتر جائے گا۔

(۱۴) جس سے حج کرایا جائے وہ مسلمان ہو۔

(۱۵) جس سے حج کرایا جائے وہ عاقل ہو۔ مجنون نہ ہو۔

(۱۶) جس سے حج کرایا جائے وہ سمجھدار ہو گو نابالغ ہو۔ ناسمجھ بچے سے اگر حج کرایا جائے تو فرضیت ساقط نہ ہوگی۔

---

[1] مثلاً بیٹا اپنے ماں باپ دونوں کی طرف سے حج کا احرام باندھے چنانچہ اس کے فضائل احادیث صحیحہ میں بکثرت وارد ہوئے ہیں۔ دار قطنی میں متعدد طرق سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی اپنے ماں باپ کی طرف سے حج کرے تو اسنے ان کا حج پورا کردے گا اور اس کو دس حج کے برابر ثواب ملے گا اور قیامت کے دن نیک لوگوں کے ساتھ اس کا حشر ہوگا۔ افسوس ہے کہ اکثر لوگ اس بات سے غافل ہیں دراگر حج کرنے جاتے ہیں تو اپنے ماں باپ کو اس کا ثواب نہیں پہنچاتے حالانکہ اس سے ان کا نقصان نہ ہوگا ان کا فرض اتر ہی جائے گا۔

[2] اس مقام پر ایک بات باقی ہے کہ اگر یہ حج اس وارث نے اپنا فرض اتارنے کے لئے کیا ہو تو صرف مورث کا فرض اترے گا یا صرف اس کا یا دونوں کا۔ محققین فقہا کی تحریر اور ظاہر احادیث سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دونوں کا اتر جائے گا ۱۲ (ردالمختار)

(۱۷) جو شخص دوسرے کی طرف سے حج کرنے جائے حج اس سے فوت نہ ہو اگر فوت ہو جائے گا اور وہ پھر قضا کرے گا تو دوسرے کے ذمہ سے فرضیت ساقط نہ ہوگی۔ یہ سب شرائط فرضیت ساقط ہونے کے لئے ہیں محض ثواب پہنچانے کے لئے ان شرائط کی ضرورت نہیں۔ ان[1] شرائط کے سوا اور کوئی شرط ہمارے یہاں نہیں ہے ہمارے یہاں عورتوں سے غلام سے اور اس شخص سے جس نے اپنے لئے کبھی حج نہ کیا ہو حج کرا لینا درست ہے۔ فرضیت ساقط ہو جائے گی، ان شرائط کے علاوہ اور شرائط بھی بعض علماء نے اپنی کتابوں میں لکھی ہیں حتیٰ کہ صاحب لباب المناسک نے بیس شرطیں گنا دی ہیں لیکن بعض تو ان میں مکرر ہیں یعنی صرف عبارت کا فرق ہے مآل ایک ہی ہے اس لئے ہم نے ان کو حذف کر دیا اور بعض در حقیقت شرط ہی نہیں ہیں مثلاً صاحب درمختار اور صاحب لباب المناسک وغیرہما لکھتے ہیں کہ جس سے حج کرایا جائے اس سے اجرت کا معاملہ نہ کیا جائے یعنی یوں نہ کیا جائے کہ ہم تم کو اس قدر روپیہ دیں گے تم اس کے عوض میں ہماری طرف سے حج کر آؤ اگر ایسا کیا جائیگا تو حج کرانے والے کی طرف سے وہ حج صحیح نہ ہوگا حالانکہ یہ قول خلاف تحقیق اور خلاف ظاہر[2] روایت ہے محققین نے لکھا ہے کہ یہ صورت ناجائز ہے کیونکہ اس صورت میں عبادت کی اجرت لازم آتی ہے اور عبادت پر اجرت[3] لینا ناجائز ہے لہذا اس قسم کا معاملہ جائز ہی نہ ہوگا اور یہ اجارہ باطل ہو جائے گا اور حج کرنے والے کو صرف اسی قدر روپیہ دینا ہوگا جو حج میں خرچ ہوا ہے خواہ اجارہ اس سے کم پر ہوا ہو یا زیادہ پر اور حج اس کی طرف سے درست ہو جائے گا مثال زید نے عمرو سے کہا کہ ہم تم کو پانچسو روپیہ دیں گے تم ہماری طرف سے حج کر آؤ تو یہ اجارہ باطل ہے زید کو صرف اسی قدر روپیہ دینا ہوگا جو عمرو نے حج میں خرچ کیا ہو خواہ وہ پانچ سو سے زیادہ ہو یا پانچسو سے کم (ردالمحتار وغیرہ)

---

[1] امام شافعی کے نزدیک اس کے علاوہ اور بھی شرائط ہیں مثلاً مرد ہونا۔ آزاد ہونا اور اپنی طرف سے حج کر چکنا ان کے نزدیک عورت اور غلام اور اس شخص کا حج دوسرے کی طرف سے درست نہیں جس نے کبھی اپنے لئے حج نہ کیا ہو ۱۲

[2] ظاہر روایت اس مسئلہ کو کہتے ہیں جو امام محمد کی ان چھ کتابوں میں ہو۔ جامع صغیر، جامع کبیر، سیر صغیر، سیر کبیر، زیادات، مبسوط ۱۲

[3] متاخرین علماء نے بعض بعض عبادتوں پر اجرت لینے کو جائز لکھا ہے مثلاً تعلیم دین، اور اذان و امامت وغیرہ کہ اس مسئلہ کو اگر خدا نے چاہا تو ہم بہت مدلل و مبسوط بیان کریں گے ۱۲

Marfat.com

شرائط کا بیان تو ہو چکا اب مسائل کا بیان کیا جاتا ہے۔

(۱) جس شخص کو حج کے لئے بھیجا ہے اگر وہ محصر ہو جائے تو احصار کی قربانی کی قیمت اسی شخص کے ذمہ واجب ہے جس نے حج کے لئے بھیجا ہے اور اگر وہ مر گیا ہو تو اس کے تہائی مال سے لی جائے[1] پھر سال آئندہ میں ایک حج اس حج کے بدلہ کرے جیسا کہ احصار کا عام قاعدہ ہے پھر اس کے بعد دوسرے سال ایک حج کرنے والے کی طرف سے کرے۔

(۲) جس شخص کو حج کے لئے بھیجا ہے اگر اس سے حج فوت ہو جائے تو دیکھنا چاہیئے کہ اس کے قصور سے فوت ہوا ہے یا کسی ناگہانی آفت کی وجہ سے پہلی صورت میں اس پر ضروری ہوگا کہ بھیجنے والے کا جس قدر روپیہ خرچ کیا تھا اس کو اپنا سمجھے اور پھر اپنے پاس سے خرچ کر کے علاوہ اس حج کے جو فوت ہو جانے کے بدلے میں اس کو کرنا پڑے گا، حج کرانے والے کے لئے ایک حج اور کرے۔

(۳) قران اور تمتع کی قربانیاں اور جنایت[2] کی قربانی حج کرنے والے کے ذمہ ہوں گی نہ حج کرانے والے کے اگر[3] حج کرانے والے نے تمتع یا قران کی اجازت دی ہو۔

(۴) اگر دوسرے کی طرف سے حج کرنے والا حج کو فاسد کردے تو اس کی قضا سال آئندہ میں اس کے ذمہ ضروری ہوگی مگر یہ قضا کا حج کرنے والے کی طرف سے نہ ہوگا بلکہ حج کرانے والے کے لئے اس کے علاوہ ایک حج اور اس کو کرنا پڑے گا اور اس کا خرچ اس کو اپنے پاس سے کرنا پڑے گا حج کرانے والے سے تو پہلے ہی لے چکا ہے۔

(۵) جس کو کسی میت کی طرف سے حج کے لئے بھیجا ہے اگر وہ وقوف عرفات سے پہلے مر جائے یا

---

[1] بعض فقہا کہتے ہیں کہ تہائی مال سے نہیں بلکہ کل مال سے یعنی اگر کل مال قربانی میں خرچ ہو جاوے تو خرچ کر دیا جائے گا بعض نے اس پر فتویٰ بھی دیا ہے مگر زیادہ قوی وہی قول ہے جو کتاب میں لکھا گیا۔

[2] جنایت کی قربانی کا اس کے ذمہ ہونا ظاہر ہے اس لئے کہ اسی کا قصور ہے سزا بھی اسی کو ملنی چاہیئے، قربانی رہی قران اور تمتع کی قربانی کا تو اسکے ذمہ واجب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں قربانیاں شکریہ کی ہیں اور شکریہ اسی شخص پر واجب ہوتا ہے جو حقیقۃً تمتع اور قران کرے اور حقیقۃً انکا کرنیوالا یہی شخص ہے نہ بھیجنے والا۔

[3] یہ شرط اس واسطے لگائی گئی کہ اگر اس نے اجازت نہ دی ہوگی تو یہ حج ہی اس کی طرف سے نہ ہوگا اور ایسی حالت میں بدرجہ اولیٰ اسی شخص کے ذمہ تمتع اور قران کی قربانی واجب ہوگی ۱۲۔

Marfat.com

اس کا روپیہ چوری جائے تو جس قدر مال میت کا باقی ہے اس کی تہائی سے دوسرا حج کرایا جائے اسی مقام سے جہاں وہ میت رہتا تھا اور اگر تہائی مال اس قدر نہ ہو تو جہاں سے ممکن ہو وہیں سے حج کرا دیا جائے پھر اگر یہ دوسرا شخص جو بھیجا گیا اس پر بھی وہی واقعہ پیش آئے یعنی مر جائے یا اس کا مال چوری جائے تو پھر جس قدر مال میت کا باقی ہے اس کے تہائی سے پھر حج کرایا جائے اگر یہ واقعہ پھر پیش آجائے تو پھر ایسا ہی کیا جائے یہاں تک کہ سب مال ختم ہو جائے یا اس قدر مال رہ جائے جس میں حج نہیں ہو سکتا۔

(۶) حج کے لئے کسی دوسرے کو بھیجنا یا بھیجنے کی وصیت کر جانا اسی حالت میں ضروری ہے کہ اس پر حج فرض ہو چکا ہو اور خود نہ جا سکے، اگر کوئی شخص حج کے لئے گھر سے چلا مگر وقوف عرفات سے پہلے مر گیا تو اس پر حج کے لئے وصیت کرنا اسی حالت میں ضروری ہے کہ جس سال حج اس پر فرض ہوا تھا اس سال سے اس نے تاخیر کر دی ہو اگر اسی سال حج کرنے چلا گیا تو پھر وصیت کر جانے کی کچھ حاجت نہیں۔

(۷) اگر کوئی شخص کسی سے کہے کہ تو اسی سال جا کر میری طرف سے حج کر آ اور وہ اس سال نہ جائے تو وہ مخالفت[۱] کرنے والا نہ سمجھا جائے گا اور جب حج کرے گا درست ہو جائے گا، یعنی بھیجنے والے کی طرف سے فرض ادا ہو جائے گا۔

(۸) جس قدر روپیہ کسی شخص کو حج کے لئے دیا جائے اگر اس میں کمی پڑ جائے تو وہ اس قدر بھیجنے والے سے اور لے اور اگر کچھ بچ رہے تو واپس کرے، ہاں اگر بھیجنے والا یہ کہے کہ جس قدر بچ جائے اس کی بابت میں تجھے اختیار دیتا ہوں کہ جس کو چاہے دیدے چاہے خود اپنے صرف میں لے آئے تو اس صورت میں بچے ہوئے روپیہ کا اپنے صرف میں لے آنا اس شخص کے لئے جائز ہو جائیگا۔

حج کی نذر ماننا

حج جس طرح کہ خدا کی طرف سے جب اس کے شرائط پائے جائیں فرض ہے اور اس حج کو حجۃ الاسلام کہتے ہیں اسی طرح اگر کوئی شخص حج کی نذر مانے تو وہ بھی واجب ہو جاتا ہے اور اس شخص پر حج کرنا ضروری ہو جاتا ہے، یہی حال تمام عبادات کا ہے اگرچہ وہ فی نفسہ واجب نہ ہوں مگر

---

[۱] اوپر مذکور ہو چکا ہے کہ اگر حج کرنے والے نے حکم کی مخالفت کرے گا تو حج اس کی طرف سے نہ ہوگا ۱۲۔

Marfat.com

نذر کرنے سے واجب ہو جاتی ہیں۔

تیسری جلد میں **نذر روزہ** کے بیان میں ہم لکھ چکے ہیں کہ نذر کے الفاظ میں قسم کا بھی احتمال ہے جس لفظ سے نذر کا مفہوم ادا ہوتا ہے اسی سے قسم کا بھی مطلب سمجھا جاتا ہے دونوں مثل لازم و ملزوم کے ہیں۔ نذر کہتے ہیں ایک غیر واجب چیز کے واجب کر لینے کو اور قسم کہتے ہیں مباح[۵] چیز کے حرام کر لینے کو پس جب کسی غیر واجب چیز کو کرنا اپنے اوپر واجب کیا جائے گا تو اس کا نہ کرنا جو مباح تھا حرام ہو جائے گا۔ مثلاً جب کسی شخص نے نفل نماز کی نذر مانی تو اب اس نفل نماز کا پڑھنا اس پر واجب ہو گیا اور اس نفل کا نہ پڑھنا جو اس کے لئے مباح تھا اس پر حرام ہو گیا۔ برخلاف بیان سابق کے حج کی اگر کوئی شخص نذر مانے گا تو اس سے قسم مراد نہ ہوگی یعنی اگر چاہے کہ حج نہ کرے اور جس طرح قسم کا کفارہ دینے سے قسم کے خلاف کرنے کا گناہ اتر جاتا ہے اس کا کفارہ دے کر نذر کے حج نہ کرنے کے گناہ سے سبکدوش ہو جائے تو ممکن نہیں۔ (عالمگیریہ)

نذر اگر کسی شرط پر معلق کی جائے مثلاً یوں کہا جائے کہ میرا فلاں کام ہو جائے گا تو میرے اوپر حج ضروری ہے یا میں ایک حج کی نذر مانتا ہوں تو جب وہ شرط پائی جائے گی حج کرنا اس پر ضروری ہوگا۔

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں احرام کی نذر مانتا ہوں یا مکہ مکرمہ یا کعبہ معظمہ جانے کی نذر مانتا ہوں اور اس کے ساتھ حج یا عمرہ کی تخصیص نہ کرے تو اس پر ایک حج یا عمرہ واجب ہو جائے گا دونوں میں سے جس کو ادا کرے گا نذر پوری ہو جائے گی۔

اگر کوئی شخص پیادہ پا حج یا عمرہ کرنے کی نذر کرے تو صحیح یہ ہے کہ اس کو اپنے مکان سے مکہ معظمہ تک پیادہ پا جانا ضروری ہے اور حج میں طواف زیارت کے بعد اور عمرہ میں سعی کے بعد اس کو سوار ہو جانا جائز ہو جائے گا۔ اگر اس کے خلاف کرے گا یعنی پورا راستہ یا اس کا اکثر حصہ سواری پر طے کرے گا تو اس کو ایک قربانی کرنی ہوگی (عالمگیریہ)

اگر کوئی شخص مکہ معظمہ یا کعبہ شریف تک پیادہ پا جانے کی نذر کرے تو یہ نذر لغو ہو جائے گی یعنی اس پر حج یا عمرہ واجب نہ ہوگا۔

---

۵ مباح اس فعل کو کہتے ہیں جس کا کرنا اور نہ کرنا برابر ہو یعنی جس طرح اس کے کرنے میں ثواب نہیں اسی طرح نہ کرنے میں کچھ گناہ نہیں ۱۲۔

اگر کوئی شخص کہے کہ میں حجۃ الاسلام دو دفعہ کرنے کی نذر کرتا ہوں تو اس کی یہ نذر لغو ہو جائے گی حجۃ الاسلام ایک بار سے زیادہ نہیں ہوتا۔

اگر کوئی شخص ایک ہی سال کئی حج کرنے کی نذر مانے تو جتنے حجوں کی نذر کرے گا سب اس پر لازم ہو جائیں گے مگر ایک سال میں ایک ہی حج کرنا ہوگا۔

اگر کوئی شخص مثلاً ایک سال میں تیس حجوں کی نذر مانے اور اپنے بدلے تیس آدمیوں کو ایک ہی سال میں حج کرنے کے لئے بھیجے تو اگر حج کا زمانہ آنے سے پہلے وہ خود حج کرنے سے معذور ہو گیا یا مر گیا تو وہ کل حج اس کی طرف سے ہو جائیں گے اور اگر حج کے زمانے میں وہ صحیح و تندرست رہا کہ خود حج کر سکتا ہے تو انتیس حج اس کی طرف سے ہو جائیں گے۔ ایک حج نہ ہوگا۔ اور یہ ایک حج جب خود ہی کرے گا تب ادا ہوگا۔

اگر کوئی نذر کا حج کرنے جائے اور ابھی تک اس نے حجۃ الاسلام سے فراغت نہ کی ہو اور اس کی فرضیت کے شرائط اس میں پائے جاتے ہوں تو اسی حج نذر کے ضمن میں حجۃ الاسلام بھی ادا ہو جائے گا۔ بشرطیکہ اس کی نیت کرے ورنہ جیسی نیت کرے گا ویسا ہی ہوگا (عالمگیری)

متفرق مسائل

(۱) اگر وقوف عرفات کے بعد کچھ لوگوں کی شہادت سے یہ بات معلوم ہو جائے کہ آج آٹھویں تاریخ ہے تو یہ شہادت مان لینی چاہیئے اور دوسرے دن نویں تاریخ کو پھر وقوف کرنا چاہیئے اور اگر دسویں تاریخ کو شہادت گذرے کہ جس دن وقوف کیا گیا وہ آٹھویں تاریخ تھی تو یہ شہادت قبول نہ کی جائے گی اور وقوف صحیح ہو جائے گا اور اگر آٹھویں تاریخ کو اس بات کی شہادت گذر جائے کہ آج نویں تاریخ ہے تو اس صورت میں اگر امام اور اکثر حاضرین وقوف عرفات کر سکیں تو شہادت مان لی جائے۔ اور اگر یہ بات ممکن نہ ہو تو شہادت نہ مانی جائے اور جو لوگ شہادت دیتے ہیں ان کو بھی یہی حکم دیا جائے گا کہ تمام لوگوں کے ہمراہ تم بھی وقوف کرو اور اگر یہ لوگ اس کے خلاف کریں گے یعنی اپنی شہادت کے موافق عمل کریں گے اور لوگوں کی رفاقت چھوڑ دیں گے تو ان کا حج نہ ہوگا (تبیین الحقائق)

حاصل یہ کہ جس صورت میں شہادت کے مان لینے سے کل لوگوں یا اکثر لوگوں کا حج فوت ہوتا

ہو اس صورت میں شہادت نہ قبول کی جائے گی اور جس صورت میں کسی کا حج فوت نہ ہوتا ہو یا ہوتا ہو تو تھوڑے سے آدمیوں کا تو اس صورت میں شہادت قبول کی جائے گی (عالمگیر)

(۲) اگر کوئی عورت حج کے زمانہ سے بہت پیشتر احرام باندھ لے اگرچہ شوہر نے اجازت بھی دی ہو تب بھی شوہر کو اختیار ہے کہ اس کا احرام توڑ ڈالے ہاں اگر اس نے کچھ تھوڑے دنوں زمانہ حج سے پیشتر احرام باندھا ہو تو پھر نہیں توڑوا سکتا۔

(۳) لونڈی غلام نے اگر بغیر اجازت اپنے مالک کے احرام باندھ لیا ہو تو مالک ان کا احرام توڑوا سکتا ہے اور اس صورت میں وہ لونڈی غلام محصر سمجھے جائیں گے احصار کی قربانی اور حج کی قضا انھیں کے ذمہ ہوگی جس کو وہ بعد آزاد ہونے کے بجا لائیں اور اگر مالک اجازت دے چکا ہو تب بھی اس کو اختیار احرام توڑوا دینے کا ہے۔ مگر اس صورت میں احصار کی قربانی مالک کے ذمہ ہوگی۔ اگر اجازت دے چکنے کے بعد احرام کا توڑوا دینا مکروہ ہے۔

(۴) لونڈی غلام کا خرید و فروخت کرنا جائز ہے بایکہ وہ احرام باندھے ہوئے ہوں جائز ہے اور مشتری کو اختیار ہے چاہے ان کو احرام پر باقی رہنے دے چاہے توڑوا دے۔

(۵) جب مالک اپنی لونڈی غلام کا یا شوہر اپنی بی بی کا احرام توڑوانا چاہے تو اس کو چاہیئے کہ احرام توڑنے کے لیے ایسا فعل کرے جس کی جنایت کم ہو مثل ناخون کتروا دینے یا بال کتروا دینے وغیرہ کے۔

(۶) حج فرض اطاعت والدین سے بہتر ہے۔

(۷) کعبہ مکرمہ کی پوشش اور آب زمزم کا تبرکاً اپنے وطن لے جانا مستحسن ہے۔

حق تعالیٰ کی مدد سے علم الفقہ میں حج کا بیان ختم ہوگیا اب روضۂ مقدس جناب عرش اشتباہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم کی زیارت کا بیان کیا جاتا ہے جس سے اکثر فقہ کی کتابیں خالی ہیں اور بہ بسط و تفصیل تو شاید کسی کتاب میں ہو۔ !

وبہ الاعانۃ

رسولِ اکرم صلعم کے روضۂ اقدس کی زیارت کا بیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلیاً

حج کا بیان ختم کرنے کے بعد روضۂ اقدس کی زیارت کا بیان کرنا ضروری معلوم ہوا، کیونکہ حج اگر فرض ہے تو یہ زیارت واجب ہے جیساکہ ہمارے آئندہ بیان سے بخوبی واضح ہوگا۔ ہمارے فقہا نے اگرچہ اس مقام پر بہت اختصار سے کام لیا ہے مگر میرا دل یہ چاہتا ہے کہ میں اس بیان کو بھی بسط کے ساتھ زیبِ رقم کروں، کیا عجب کہ پسندِ بارگاہِ کریم وہاب ہوجائے اور اس آشفتہ روزگار کی نجات کا وسیلہ بن جائے کیونکہ یہ اس کے محبوب کا ذکر ہے اگرچہ ان کی شانِ رفیع کے شایاں نہیں نہ صورۃً نہ معنیً مگر تاہم بہت کچھ امید ہے حضرت رحمۃ للعالمین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا توسل رائیگاں نہیں ہوتا ان کے دروازے سے کوئی سائل محروم نہیں لوٹتا ؎

اِلیٰ بابِہٖ الْعَالِیْ مَدَدْتُ یَدَ الرَّجَا[1]
وَمَنْ جَاءَ ھٰذَا الْبَابَ لَایَخْشَی الرَّدَا

میں اس بیان میں سب سے پہلے مختصراً کچھ فضائل مدینۂ منورہ کے بیان کروں گا اس کے بعد پھر اس مسئلہ کی تحقیق کی جائے گی کہ زیارت روضۂ اقدس واجب ہے یا سنت اور اس کے بعد زیارت کا طریقہ اور اس کی دعائیں لکھوں گا۔ وَعَلَی اللہِ ثِقَتِیْ

مدینۂ منورہ کے فضائل

اگر در مکہ مقام ابراہیم است   بہ مدینہ آکہ مقام محمدؐ است

---

[1] ترجمہ میں نے انکے بلند دروازہ کیطرف امید کا ہاتھ پھیلایا ہے۔ اور جو شخص اس دروازہ پر آیا نامراد لوٹنے سے بےخوف رہا۔

Marfat.com

اینجا بیا کہ مہبط از اسرار ایزدی ست | اینجا بیا کہ مشرق نور محمدی ست
اینجا بیا کہ نور یقین جلوہ می کند | خوشخو قت آن کسیکہ بایں نور مہتدی ست
اینجا نزول مائدۂ عیش دائمی ست | اینجا وصول فائدہ فیض سرمدی ست
اے در حجاب ظلمت وشک ازں طرف بیا | تا بنگری بچشم کہ دیں دین احمدی ست

مدینہ منورہ کا تقدس اور اس کی عظمت شان صرف اسی بات سے ظاہر ہے کہ وہ بہترین انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا مسکن تھا اور اب ان کا مدفن ہے یہ ایک ایسی بڑی فضیلت ہے جو کسی دوسرے مقام کو نصیب نہیں اور کوئی دوسری فضیلت کیسی ہی کیوں نہ ہو اس کی ہمسری کسی طرح نہیں کرسکتی ؎

ای خوش آن سرزمیں کہ منزل تست | بہر این جا گذار محمل تست
ہر کجا بہ گذری چو باد بہار | فدہد جز شمیم مشک تتار
روی مجنوں بہای زمیں اوسطا | کہ بود پاے ناقہ لیلے

مدینہ منورہ کے نام احادیث میں بکثرت وارد ہوئے ہیں یہ بھی ایک شعبہ اس کی فضیلت کا ہے منجملہ ان کے چند نام یہاں لکھتا ہوں طَابہ طَیبہ طَیِّبَۃ طائبہ علماء نے لکھا ہے کہ ان ناموں کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ مدینہ منورہ نہایت پاک اور پاکیزہ مقام ہے نجاسات معنوی یعنی شرک وکفر سے بھی پاک ہے اور نجاسات ظاہری سے بھی بری ہے اور وہاں کی درو دیوار اور ہر چیز میں حتیٰ کہ مٹی میں بھی نہایت لطیف خوشبو آتی ہے جو ہرگز کسی دوسری خوشبو دار چیز میں پائی نہیں جاتی اس خوشبو کا ادراک اکثر اہل ایمان کرتے ہیں خاص کر وہ لوگ جن کے دل حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت سے لبریز ہے اس خوشبو دلربا کیفیت سے خوب واقف ہیں۔ حضرت شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ کی مٹی میں ایک عجیب خوشبو ہے جو مشک وعنبر میں ہرگز نہیں۔ شیخ ابو عبد اللہ عطار کا شعر ہے کہ ؎

بطیب رسول اللہ طاب نسیمہا | فما المسک والکافور والصندل الرطب

ترجمہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو سے اس کی ہوا خوشبودار ہوگئی ہے۔ پس نہ مشک اس کی برابری کرسکتا اور نہ کافور اور صندل تر)

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص مدینہ منورہ کو بے خوشبو کہے یا وہاں کی ہوا کو خراب سمجھے وہ واجب التعزیر ہے اسے قید کردینا چاہئیے یہاں تک کہ صدق دل سے توبہ کرے۔ ارض اللہ دار الہجرۃ بیت رسول اللہ رسول اللہ محبوبہ حسنہ اور بھی بہت سے نام ہیں جو علماء نے

ذکر کئے ہیں سب سے زیادہ مشہور نام مدینہ ہے احادیث میں مدینہ منورہ کے فضائل بہت وارد ہوئے ہیں، اس مقام پر صرف چند حدیثیں صحیح صحیح لکھی جاتی ہیں۔

(۱) جب شروع شروع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے ہیں، اس وقت وہاں کی آب وہوا نہایت ناقص وخراب تھی اکثر وبائی بیماریاں رہتی تھیں۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت بلال آتے ہی سخت بیمار ہو گئے تھے تو اس وقت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا مانگی تھی کہ اے اللہ مدینہ کی محبت ہمارے دلوں میں ڈال دے جیسا کہ ہم لوگوں کو مکہ سے محبت ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ اے اللہ ہمارے صاع اور مد میں برکت دے اور مدینہ کی آب وہوا کو درست کر دے اور اس کا بخار جحفہ کی طرف بھیج دے (صحیح بخاری)

(۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ منورہ سے اس قدر محبت تھی کہ جب کہیں سفر میں تشریف لے جاتے تو لوٹتے وقت جب مدینہ منورہ قریب رہ جاتا اور اس کی عمارتیں دکھائی دینے لگتیں تو حضرت اپنی سواری کو کمال شوق میں تیز کر دیتے اور فرماتے کہ یہ طابہ آ گیا (صحیح بخاری) اور اپنی چادر مبارک اپنے شانہ اقدس سے گرا دیتے اور فرماتے کہ یہ طیبہ کی ہوائیں ہیں، صحابہ میں جو کوئی بوجہ گرد وغبار کے اپنا منہ بند کرتا تو آپ منع کرتے اور فرماتے کہ مدینہ کی خاک میں شفا ہے (جذب القلوب)

(۳) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایمان مدینہ کی طرف لوٹ آئے گا جیسے کہ سانپ اپنے سوراخ کی طرف لوٹ آتا ہے (صحیح بخاری)

(۴) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دجال کا گذر ہر شہر میں ہوگا مگر مکہ و مدینہ تک آنے نہ پائیگا، فرشتے ان شہروں کی حفاظت کریں گے۔

(۵) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مدینہ برے آدمیوں کو اس طرح نکال دیتا ہے جیسے لوہے کی بھٹی لوہے کے میل کو نکال دیتی ہے (صحیح بخاری)

یہ خاصیت مدینہ منورہ میں ہر وقت موجود ہے چنانچہ منقول ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز جب مدینہ منورہ سے شام آنے لگے تو بہت خائف تھے اپنے ساتھیوں سے کہتے تھے کہ تخشیٰ ان نکون ممن نفتہ المدینۃ یعنی ہم کو خوف آتا ہے کہ کہیں ہم ان لوگوں میں تو نہیں ہیں جن کو مدینہ نکال دیتا ہے اور خاصکر اس خاصیت کا ظہور قیامت کے قریب بہت اچھے طریقہ پر ہوگا۔ تین مرتبہ مدینہ منورہ میں زلزلہ آئیگا کہ جس قدر بد باطن لوگ اس وقت وہاں پناہ گزیں ہوتے ہوں گے نکل جائیں گے۔

(۶) نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے چلنے لگے تو دعا کی کہ اے پروردگار

Marfat.com

اگر تو مجھے اس شہر سے نکالتا ہے جو تمام مقامات سے زیادہ مجھے محبوب ہے تو اس مقام میں مجھے لے جا جو تمام شہروں سے زیادہ تجھے محبوب ہو۔

(۷) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس سے یہ بات ہو سکے کہ مدینہ میں مرے اس کو چاہیئے کہ مدینہ میں مرے کیونکہ جو شخص مدینہ میں مر جائے گا قیامت کے دن میں اس کی شفاعت کروں گا اور اس کے ایمان کی گواہی دونگا اور دوسری حدیث میں آیا ہے کہ سب سے پہلے جن لوگوں کو میری شفاعت کی دولت نصیب ہوگی وہ اہل مدینہ ہوں گے بعد اس کے اہل مکہ، بعد اس کے اہل طائف، اسی وجہ سے اکثر حضرت عمر رضی اللہ عنہ دعا کیا کرتے تھے جیسا کہ صحیح بخاری میں مروی ہے کہ اے اللہ مجھے اپنی راہ میں شہادت نصیب کر اور میری موت اپنے رسول کے شہر میں کر چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دونوں دعائیں قبول فرمائیں۔ خدا کی راہ میں شہید بھی ہوئے اور مدینہ منورہ میں حضرت حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مدفون ہوئے اسی وجہ سے امام مالکؒ حج کرنے کے لئے صرف ایک بار گئے اور حج کر کے فوراً مدینہ منورہ واپس آ گئے کبھی مدینہ منورہ سے باہر نہیں گئے کہ مبادا مدینہ سے باہر موت نہ آ جائے تمام عمر مدینہ میں رہے اور وہیں وفات پائی۔

(۸) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مدینہ میری ہجرت کا مقام ہے اور وہی میرا مدفن ہے اور وہیں سے میں قیامت کے دن اٹھوں گا جو شخص میرے پڑوسیوں یعنی اہل مدینہ کے حقوق کی حفاظت کریگا قیامت کے دن میں اس کی شفاعت کروں گا اور اس کے ایمان کی گواہی دوں گا۔ دوسری حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص اہل مدینہ کے ساتھ برائی کریگا وہ ایسا گھل جائے گا جیسے نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔

(۹) مدینہ کی خاک پاک میں اور وہاں کے میوہ جات میں حق تعالیٰ نے تاثیر شفا ودیعت فرمائی ہے جیسا کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ ایک مقام ہے وادی بطحان وہاں کی مٹی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم مرض تپ میں تجویز فرماتے تھے اور فوراً ہی شفا ہوتی تھی اکثر علماء نے اس مٹی کے متعلق اپنا تجربہ بھی لکھا ہے۔ چنانچہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی بھی جذب القلوب میں لکھتے ہیں کہ جس زمانہ میں میں مدینہ منورہ میں مقیم تھا میرے پیر میں ایک مرض سخت پیدا ہو گیا کہ تمام اطبائے اس امر پر اتفاق کر لیا کہ اس مرض کا آخری نتیجہ موت ہے، صحت دشوار ہے، میں نے اسی خاک پاک سے اپنا علاج کیا تھوڑے ہی دنوں میں بہت آسانی سے صحت حاصل ہو گئی، اسی قسم کی خاصیتیں وہاں کی کھجور میں بھی مروی ہیں اور لوگوں نے تجربہ بھی کیا ہے اگرچہ بعد ثابت ہو جانے اس امر کے

Marfat.com

کہ حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا ہے کہ کسی کے تجربہ کی کچھ حاجت نہیں یہ تو شفائے جسمانی ہے اہل ایمان تو وہاں کی خاک پاک میں شفائے روحانی کا یقین رکھتے ہیں۔

(۱۰) منجملہ فضائل مدینہ منورہ کے یہ ہیں کہ وہاں مسجد شریف نبوی ہے جو آخر مساجد انبیاء ہے اور مسجد قبا جو دین اسلام میں سب سے پہلی مسجد ہے اور جس کی تعریف قرآن مجید میں وارد ہوئی ہے اور اس کو مسجد تقویٰ کے لقب [illegible] یاد کیا گیا ہے۔

مسجد نبوی کے فضائل بیان کرنے کی چنداں حاجت نہیں، جس مسجد میں حضرت سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا کرتے تھے اس کی تعمیر اپنے اہتمام سے فرمائی اور اس کو اپنی مسجد فرمایا اس کی فضیلت اور بزرگی کوئی کیا بیان کرسکتا ہے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک نماز میری مسجد میں بہتر ہے ہزار نمازوں سے جو اور کسی مسجد میں ہوں سوا کعبہ مکرمہ کے اور نیز فرمایا کہ لوگوں کو کسی مسجد کی زیارت کے لئے سفر کرنا جائز نہیں سوا ان تین مسجدوں کے۔ میری مسجد اور مسجد حرام یعنی کعبہ اور مسجد اقصیٰ یعنی بیت المقدس۔

مسجد قبا کے فضائل بھی بہت ہیں۔ حضرت سرور عالم ہفتہ میں ایک بار ضرور وہاں تشریف لے جاتے تھے کبھی سوار ہو کر کبھی پیادہ پا (صحیح بخاری)

(۱۱) صحیح بخاری وغیرہ میں مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے گھر یعنی (روضہ مقدسہ) اور میرے منبر کے درمیان میں ایک باغ ہے بہشت کے باغوں میں سے اور میرا منبر قیامت کے دن میرے حوض کے اوپر ہوگا۔

علماء نے اس حدیث کے کئی مطلب بیان کئے ہیں مگر صحیح مطلب یہ ہے کہ وہ خطہ پاک جو روضۂ اقدس اور منبر اطہر کے درمیان ہے بعینہٖ اٹھ کے جنت الفردوس میں چلا جائے گا جس طرح کہ دنیا کے تمام مقامات برباد ہو جائیں گے اس مقام مقدس پر کوئی آفت نہ آئیگی۔ یہی مطلب ہے اس کے باغ ہونے کا منجملہ باغات بہشت کے۔ اور حضرت کا منبر عالی قیامت میں از سر نو اعادہ کیا جائے گا جس طرح کہ آدمیوں کے بدنوں کا ہوگا، پھر وہ منبر آپ کے حوض پر نصب کر دیا جائے گا۔

(۱۲) صحیح بخاری وغیرہ میں مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مدینہ فلاں مقام سے فلاں مقام تک حرم ہے اس کے درخت نہ کاٹے جائیں اور نہ اس میں کوئی نئی بات (ظلم و معصیت کی) کی جائے جو شخص اس میں نئی بات کریگا اس پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور سب آدمیوں کی لعنت۔ علماء نے اس حدیث کے مطلب میں اختلاف کیا ہے۔ امام شافعی کے نزدیک مکہ معظمہ کی طرح مدینہ منورہ

Marfat.com

کے لیے بھی حرم ہے جس طرح مکہ کے حرم میں جدال و قتال اور درخت کا ٹنا ' شکار کرنا منع ہے اور ان افعال کے ارتکاب سے جزا واجب ہوتی ہے (افسوس) نے مدینہ کے حرم کی بھی ہر جانب سے تحدید کی ہے امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک مدینہ کے لئے حرم نہیں ہے اس حدیث شریف میں صرف مدینہ کی عظمت کا اظہار مقصود ہے اور وہاں ظلم و بدعت کا سدباب منظور ہے دلائل اس کے کتب فقہ میں مذکور ہیں۔

(۱۳) تمام علماء کا اتفاق ہے کہ مدینہ منورہ کا وہ مقدس حصہ جو جسم اطہر نبوی صلے اللہ علیہ وسلم سے متصل ہے تمام مقامات سے افضل ہے یہاں تک کہ کعبہ بلکہ عرش عظیم سے بھی اب اس کے بعد اختلاف ہے کہ آیا مکہ افضل ہے یا مدینہ۔ صحیح یہ ہے کہ کعبہ کو چھوڑ کر مکہ کے باقی حصہ پر مدینہ کا باقی حصہ افضل ہے' حضرت امیرالمومنین عمر رضی اللہ عنہ اور صحابہؓ کا یہی مسلک ہے' احادیث صحیحہ سے بھی اسی مسلک کی تائید ہوتی ہے' علماء محققین نے اسی کو اختیار کیا ہے۔

امام مالک اپنے مؤطا میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بطور زجر و انکار کے عبداللہ بن عباس مخزومی سے کہا کہ کیا تم یہ کہتے ہو کہ مکہ مدینہ سے افضل ہے انھوں نے کہا مکہ خدا کا حرم ہے اور وہاں اس کا گھر ہے اس وجہ سے میں اس کو افضل کہتا ہوں' حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں خدا کے حرم اور اس کے گھر کی نسبت کچھ نہیں کہتا پھر فرمایا کہ کیا تم یہ کہتے ہو کہ مکہ مدینہ سے افضل ہے انھوں نے پھر وہی کہا کہ مکہ خدا کا حرم ہے اور وہاں اس کا گھر ہے' حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں خدا کے حرم اور اس کے گھر کی نسبت کچھ نہیں کہتا' کئی بار حضرت عمرؓ نے اس کلام کی تکرار فرمائی اور چلے گئے' معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خانۂ کعبہ کو مستثنیٰ کر کے مدینہ کو مکہ سے افضل کہتے تھے' اور یہی حق ہے۔

زیارت روضۂ مقدسہ کے فضائل اور اس کا حکم

حضرت سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سرمایۂ سعادت دنیا و آخرت ہے اور اہل ایمان کی محبت کا مقصد اصلی اور حقیقی غایت اس کے فضائل بیان کرنے کی چنداں حاجت نہیں' قسم ہے رب العرش کے عزت و جلال بے زوال کی کہ اگر اس زیارت میں کچھ بھی ثواب نہ رکھا جاتا اور اس کا معاوضہ آخرت میں کچھ بھی نہ دیا جاتا تب بھی مشتاقان بے دل کی یہی حالت ہوتی اور حضرت رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھنے والے اس وقت بھی اسی طرح مہینوں بلکہ برسوں کا سفر

ع ۵ ۔ امام شافعی کا قدیم قول ہے جدید قول میں وہ اس امر کے قائل ہو گئے ہیں کہ جزا واجب نہیں ہوتی (رد المختار)

Marfat.com

اختیار کر کے دشوار گذار راستوں سے عبور کر کے فوج کی فوج اس آستانۂ عالی کی زیارت کے لئے آتے ان کے مصائب سفر اور تمام تکالیف کا یہی معاوضہ ہیں ہے کہ روضۂ محبوب کی زیارت نصیب ہو جائے اور سرور انبیاء کی مقدس چوکھٹ کی جبہ سائی کی دولت مل جائے ؎

سَلَامٌ عَلٰی اَنْوَارِ طَلْعَتِكَ الَّتِیْ　　اَعِیْشُ بِهَا شُكْرًا وَّ اَفْنِیْ بِهَا وَجْدًا
لَعَلَّكَ اِنْ تَعْطِفْ عَلَیْنَا بِنَظْرَةٍ　　تَرٰی مَا اَتَیْ الْوَجْدُ وَمَا اَبْدٰی
وَاَنْتَ مَلَاذُ الْعَبْدِ یَا غَایَةَ الْمُنٰی　　وَیَا سَیِّدًا قَدْ سَادَ مَنْ جَاءَ عَبْدًا
وَاَنْتَ اِرَادَتِیْ وَاَنْتَ وَسِیْلَتِیْ　　فَیَا حَبَّذَا اَنْتَ الْوَسِیْلَةُ وَالْقَصْدُ

مگر اس بارگاہ رحمت کرامت کی فیاضی کا مقتضیٰ ہے کہ جو لوگ اس آستانۂ عالی کی زیارت کے لئے جاتے ہیں ان کے لئے علاوہ اس دولت بے بہا یعنی دیدار جمال بے مثال روضۂ سرور انبیاء کے اور بھی بڑے بڑے اعلیٰ مدارج کا وعدہ کیا گیا ہے نمونہ کے طور پر دو چار حدیثیں لکھی جاتی ہیں۔

(۱) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص میری قبر کی زیارت کرے اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوتی ہے۔

(۲) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص میری زیارت کے لئے آئے اور میری زیارت کے سوا اس کو کوئی کام نہ ہو تو میرے اوپر ضروری ہے کہ میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں

(۳) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص حج کرے پھر بعد میری وفات کے میری قبر کی زیارت کرے وہ مثل اس شخص کے ہوگا جس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔

(۴) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص قصد کر کے میری زیارت کو آئے وہ قیامت کے دن میرے پڑوس میں ہوگا اور جو شخص حرمین میں سے کسی مقام میں مر جائے گا اس کو اللہ قیامت کے دن بے خوف لوگوں میں اٹھائے گا۔

؎ ترجمہ ۔ یا رسول اللہ آپ کے روئے مبارک کے انوار پر سلام ہو جن کی وجہ سے میں شکر کر کے زندہ رہتا ہوں اور ان کے سبب سے وجد میں آکر فنا ہو جاتا ہوں کاش اگر آپ ہماری طرف ایک نظر دیکھ لیتے تو آپ کو معلوم ہوتا کہ محبت نے ہمارے ظاہر و باطن میں کیا حالت پیدا کی ہے ٭ اور اے تمام مقاصد کی غایت آپ (اپنے) غلام کی جائے پناہ ہیں ٭ اور اے ایسے سردار کہ جو غلام آپ کے پاس آیا وہ سردار بن گیا ٭ اور آپ ہی میرے مطلوب اور میرے وسیلہ ہیں ٭ پس کیا اچھے آپ وسیلہ ہیں اور کیا اچھے مقصود ہیں ۱۲۔

(۵) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص بعد وفات میری زیارت کریگا گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی اور جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے قیامت کے دن میری شفاعت واجب ہوگئی، اور میری امت میں جس کسی کو مقدور ہو پھر وہ میری زیارت نہ کرے تو اس کا کوئی عذر نہیں (سنا جائے گا)

احادیث کے علاوہ قرآن مجید میں بھی ایسے اشارات صریحہ موجود ہیں جو زیارت قبر اقدس واطہر کی ترغیب دیتے ہیں منجملہ ان کے ایک آیت یہ ہے وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۔ ترجمہ۔ اور اگر وہ لوگ جبکہ اپنی جانوں پر ظلم کر چکے تھے (اے نبی) تمہارے پاس آتے پھر وہ اللہ سے استغفار کرتے اور رسول (یعنی تم بھی) ان کے لئے استغفار کرتے تو بیشک وہ اللہ کو بخشنے والا مہربان پاتے' اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ رسول کے پاس جانا اور ان سے استغفار کرنا باعث مغفرت ہے اور انبیاء علیہم السلام کے لئے حیات ابدی کا ثبوت تمام اہل اسلام کو مسلم اور قرآن واحادیث سے واضح طور پر ظاہر ہے لہٰذا یہ

لے یہ آیت اگرچہ خاص لوگوں کے حق میں نازل ہوئی ہے مگر تمام مسلمانوں کا متفقہ اصول ہے کہ آیت اپنے مورد نزول کے ساتھ خاص نہیں رہتی ہو سکتا انبیاء علیہم السلام کی حیات میں تمام اہل اسلام کا اتفاق ہے' سب اس امر کے قائل ہیں کہ انبیاء علیہم السلام بعد وفات کے زندہ ہو جاتے ہیں اور وہ زندگی اس دنیا دی زندگی بدرجہا کامل اور فائق ہوتی ہے احادیث صحیحہ بھی اس مضمون پر دلالت کرتی ہیں ایک حدیث کے الفاظ یہ ہیں:۔ الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلّون ترجمہ:۔ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں نماز پڑھتے ہیں اس کے علاوہ اور بہت سی احادیث اور واقعات ہیں مثلاً حضرت موسیٰ کا اپنی قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دکھائی دینا اور حضرت سعید بن مسیب کا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اقدس سے آواز نماز کی سننا جبکہ یزید کے زمانہ میں تین روز تک مسجد نبوی میں نماز اور اذان نہیں ہوئی مگر اس میں اختلاف ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا قیام قبروں میں رہتا ہے یا قبر سے منتقل ہو کر آسمان پر رہتے ہیں محققین اس امر کے قائل ہیں کہ ان کا قیام قبروں میں رہتا ہے اور ان کی قبر باعتبار رتبہ کے اور نیز باعتبار آسایش کے آسمان وغیرہ سے بدرجہا افضل ہے احادیث میں آیا ہے کہ جو شخص حضرت کی قبر شریف کے پاس جاکر سلام کرتا ہے حضرت خود اس کا جواب دیتے ہیں، بخوف طوالت اس بحث کو بڑھایا نہیں جا سکتا۔ اکثر علماء نے اس مسئلہ میں مستقل رسالے لکھے ہیں اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے جذب القلوب میں بہت کچھ لکھ دیا ہے ۱۲ (ملاحظہ کریں)

Marfat.com

اختیار کر کے دشوار گذار راستوں سے عبور کر کے فوج کی فوج اس آستانۂ عالی کی زیارت کے لئے آتے ان کے مصائب سفر اور تمام تکالیف کا یہی معاوضہ بس ہے کہ روضۂ محبوب کی زیارت نصیب ہو جائے اور سرور انبیاء کی مقدس چوکھٹ کی جبہ سائی کی دولت مل جائے ؎

سَلَامٌ عَلٰی اَنْوَارِ طَلْعَتِکَ الَّتِیْ　　اَعِیْشُ بِھَا شُکْراً وَّ اَفْنیٰ بِھَا وَجْداً
لَعَلَّکَ اِنْ تَعْطِفْ عَلَیْنَا بِنَظْرَۃٍ　　تَرٰی مَا اَثَرَّ الْوَجْدُ وَمَا اَبْدَا
وَاَنْتَ مَلَاذُ الْعَبْدِ یَا غَایَۃَ الْمُنٰی　　وَیَا سَیِّدًا قَدْ سَادَ مَنْ جَاءَ عَبْدًا
وَاَنْتَ اِرَادَتِیْ وَ اَنْتَ وَسِیْلَتِیْ　　فَیَا حَبَّذَا اَنْتَ الْوَسِیْلَۃُ وَالْقَصْدَا

مگر اس بارگاہ رحمت کرامت کی فیاضی کا مقتضا ہے کہ جو لوگ اس آستانۂ عالی کی زیارت کے لئے جاتے ہیں ان کے لئے علاوہ اس دولت بے بہا یعنی دیدار جمال بے مثال روضۂ سرور انبیاؑ کے اور بھی بڑے بڑے اعلیٰ مدارج کا وعدہ کیا گیا ہے نمونہ کے طور پر دو چار حدیثیں لکھی جاتی ہیں۔

(۱) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص میری قبر کی زیارت کرے اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوتی ہے۔

(۲) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص میری زیارت کے لئے آئے اور میری زیارت کے سوا اس کو کوئی کام نہ ہو تو میرے اوپر ضروری ہے کہ میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں

(۳) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص حج کرے پھر بعد میری وفات کے میری قبر کی زیارت کرے وہ مثل اس شخص کے ہوگا جس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔

(۴) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص قصد کر کے میری زیارت کو آئے وہ قیامت کے دن میرے پڑوس میں ہوگا اور جو شخص حرمین میں سے کسی مقام میں مر جائے گا اس کو اللہ قیامت کے دن بے خوف لوگوں میں اٹھائے گا۔

؎ ترجمہ: یا رسول اللہ آپ کے روئے مبارک کے انوار پر سلام ہو جن کی وجہ سے میں شکر کر کے زندہ رہتا ہوں اور ان کے سبب سے وجد میں آکر فنا ہو جاتا ہوں کاش اگر آپ ہماری طرف ایک نظر دیکھ لیتے تو آپ کو معلوم ہوتا کہ محبت نے ہمارے ظاہر و باطن میں کیا حالت پیدا کی ہے ٭ اور اے تمام مقاصد کی غایت آپ (اپنے) غلام کی جائے پناہ ہیں ٭ اور اے ایسے سردار کہ جو غلام آپ کے پاس آیا وہ سردار بن گیا ٭ اور آپ ہی میرے مطلوب اور میرے وسیلہ ہیں ٭ پس کیا اچھے آپ وسیلہ ہیں اور کیا اچھے مقصود ہیں ۱۲۔

(۵) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص بعد وفات میری زیارت کریگا گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی اور جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے قیامت کے دن میری شفاعت واجب ہوگئی، اور میری امت میں جس کسی کو مقدور ہو پھر وہ میری زیارت نہ کرے تو اس کا کوئی عذر نہیں (سنا جائے گا)

احادیث کے علاوہ قرآن مجید میں بھی ایسے اشارات صریحہ موجود ہیں جو زیارت قبر اقدس واطہر کی ترغیب دیتے ہیں منجملہ ان کے ایک آیت یہ ہے وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا؎ ترجمہ:- اور اگر وہ لوگ جبکہ اپنی جانوں پر ظلم کر چکے تھے (اے نبی) تمہارے پاس آتے پھر وہ اللہ سے استغفار کرتے اور رسول (یعنی تم بھی) ان کے لئے استغفار کرتے تو بیشک وہ اللہ کو بخشنے والا مہربان پاتے۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ رسول کے پاس جانا اور ان سے استغفار کرنا باعث مغفرت ہے اور انبیاء علیہم السلام کے لئے حیات ابدی کا ثبوت تمام اہل اسلام کو مسلم اور قرآن و احادیث سے واضح طور پر ظاہر ہے لہذا یہ

؎ یہ آیت اگرچہ خاص لوگوں کے حق میں نازل ہوئی ہے مگر تمام مسلمانوں کا متفقہ اصول ہے کہ آیت اپنے مورد نزول کے ساتھ خاص نہیں رہتی ۱۲ مسئلہ انبیاء علیہم السلام کی حیات میں تمام اہل اسلام کا اتفاق ہے، سب اس امر کے قائل ہیں کہ انبیاء علیہم السلام بعد وفات کے زندہ ہو جاتے ہیں اور وہ زندگی اس دنیاوی زندگی سے بدرجہا کامل اور فائق ہوتی ہے احادیث صحیحہ بھی اس مضمون پر دلالت کرتی ہیں ایک حدیث کے الفاظ یہ ہیں:- الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون ترجمہ:- انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں نماز پڑھتے ہیں اس کے علاوہ اور بہت سی احادیث اور واقعات ہیں مثلاً حضرت موسیٰ کا اپنی قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دکھائی دینا اور حضرت سعید بن مسیب کا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اقدس سے آواز نماز کی سننا جبکہ یزید کے زمانہ میں تین روز تک مسجد نبوی میں نماز اور اذان نہیں ہوئی مگر اس میں اختلاف ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا قیام قبروں میں رہتا ہے یا قبر سے منتقل ہو کر آسمان پر رہتے ہیں محققین اس امر کے قائل ہیں کہ ان کا قیام قبروں میں رہتا ہے اور ان کی قبر باعتبار رتبہ کے اور نیز باعتبار آسایش کے آسمان وغیرہ سے بدرجہا افضل ہے احادیث میں آیا ہے کہ جو شخص حضرت کی قبر شریف کے پاس جا کر سلام کرتا ہے حضرت خود اس کا جواب دیتے ہیں بخوف طوالت اس بحث کو بڑھایا نہیں جا سکتا۔ اکثر علماء نے اس مسئلہ میں مستقل رسالے لکھے ہیں اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے جذب القلوب میں بہت کچھ لکھ دیا ہے ۱۲ (ملاحظہ کریں)

شبہ بھی نہیں ہوسکتا کہ یہ فضیلت صرف اسی زمانہ کے لوگوں کو نصیب ہوسکتی تھی اب اس کا وقت جاتا رہا

حافظ ابن کثیر محدث اپنی تفسیر میں اس آیت کے نیچے لکھتے ہیں کہ محمد بن حرب ہلالی کہتے ہیں میں مدینۂ منورہ گیا اور قبر شریف کی زیارت کر کے سامنے بیٹھا ہوا تھا کہ ایک اعرابی آیا اور اس نے عرض کیا کہ یارسول اللہ حق تعالیٰ فرماتا ہے ولو انھم اذ ظلموا الآیہ لہذا میں اپنے گناہوں سے استغفار کرتا ہوں اور آپ کو اپنا شفیع بنانے کے لئے آیا ہوں یہ کہکر وہ بہت رویا اور اس نے ولولۂ شوق میں دو شعر عرض کئے کہ اس میں کا ایک یہ شعر ہے :-

نفسی الفداء لقبر انت ساکنہ　　　فیہ العفاف وفیہ الجود والکرم[1]

محمد بن حرب کہتے ہیں اس اعرابی کے لوٹ جانے کے بعد میں نے حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرماتے ہیں اس اعرابی سے جا کر ملو اور اس کو بشارت دو کہ اللہ نے تیرے گناہ میری شفاعت سے بخشدیئے اب باقی رہا یہ مسئلہ کہ زیارت قبر شریف کا کیا حکم ہے یعنی وہ سنت ہے یا واجب علمائے متقدمین اس کے وجوب[2] سب کے قائل ہیں اور احادیث سے انہیں کی تائید ہوتی ہے:۔ چنانچہ ایک حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جس شخص نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ پر ظلم کیا اسی مضمون کی اور بھی احادیث ہیں اور تمام علماء کا سلف سے آج تک تارکین زیارت پر رد و قدح کرنا اور ترک زیارت کو عیب سمجھنا بھی اسی امر کی دلیل ہے کہ وہ لوگ زیارت کو واجب سمجھتے تھے ورنہ سنت یا مستحب کے ترک پر ایسے[3] سخت کلمات کا استعمال جیسے تارکین زیارت پر ان لوگوں نے کیا ہے نہیں ہوا۔ علاوہ ان سب

---

[1] ترجمہ میری جان اس قبر پر فدا ہو جس میں آپ رہتے ہیں اس میں پرہیزگاری ہے اور جود و کرم ہے ۱۲

[2] اکثر علمائے حنفیہ اس کے سنت ہونے کے قائل ہیں اور محقق ابن ہمام نے فتح القدیر میں لکھا ہے وہ قریب واجب کے ہے اور بعض علما اس زیارت کے واجب ہونے کے قائل ہیں۔ شارح لباب المناسک نے الدرۃ المضیۃ میں اور فقیہ خیرالدین رملی نے منح کے حاشیہ میں اور علامۂ شامی نے رد المحتار میں اسی قول کو نقل کیا ہے اور راقم ناچیز بھی اسی قول کو قوی اور اختیار کرنے کے لئے اولیٰ سمجھتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲

[3] احادیث میں تارک زیارت کے لئے وعید وارد ہوئی ہے اور یہ مسلم ہے کہ سنت و مستحب کے تارک پر وعید نہیں وارد ہوتی وعید صرف تارک واجب پر ہوتی ہے احادیث میں آیا ہے کہ جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ پر ظلم کیا اس حدیث پر اگرچہ بعض لوگوں نے جرح کیا ہے مگر یہ حدیث بہت سندوں سے مروی ہے اور اس وجہ سے اس کے حسن ہونے میں کلام نہیں ہوسکتا اور حدیث حسن بالاتفاق محدثین قابل استدلال ہے اس سے احکام شرعیہ کا اثبات کیا جاتا ہے مولانا محمد عبدالحی صاحب لکھنوی نے کتاب السعی المشکور میں ان احادیث کو لکھا ہے اور ان کی سند بیان کی ہے۔ اور ان کا حسن ہونا ثابت کیا ہے اور محدثین سے ان کے حسن ہونے کی تصریح نقل کی ہے ۱۲-

کے سلف صالحین کا صحابہ و تابعین کے زمانہ میں اس زیارت باسعادت کے لئے اہتمام کرنا اور اس پر سخت التزام رکھنا اس کے وجوب کی طرف صریح اشارہ کر رہا ہے۔

حضرت بلال مؤذن کا خاص زیارت روضۂ اقدس کے لئے شام سے مدینہ منورہ آنا بہت مشہور واقعہ اور صحیح روایت ہے۔ ابن عساکر نے روایت کی ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں حضرت بلال شام سے مدینہ آئے اور انھوں نے خواب میں دیکھا تھا کہ حضرت سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اے بلال یہ کیا ظلم ہے کہ تم کبھی ہماری زیارت کو نہیں آتے یہ خواب دیکھتے ہی حضرت بلال وہاں سے چل دیئے جب روضۂ مقدسہ پر پہونچے تو بہت روئے پھر حسنین رضی اللہ عنہما کے کہنے سے انھوں نے اذان دی جس سے ایک قیامت برپا ہوگئی اور حضرت سید المرسلین کی وفات کا غم از سر نو تازہ ہوگیا اشہدان محمدؐ پر پہنچ کر ان کی عجیب حالت ہوگئی۔ اور بغیر اذان تمام کئے اتر آئے۔

حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ جب بیت المقدس تشریف لے گئے اور کعب احبار مسلمان ہوئے تو حضرت عمر نے ان سے فرمایا کہ اے کعب کیا تمہارا جی چاہتا ہے کہ تم ہمارے ساتھ مدینہ چلو اور سید الانبیاء کی زیارت کرو چنانچہ کعب احبار ان کے ہمراہ خاص زیارت کے لئے مدینہ منورہ آئے پھر حضرت عمر نے مدینہ پہنچکر سب سے پہلے جو کام کیا وہ یہ تھا کہ روضۂ مقدسہ پر حاضر ہوئے اور حضرت رحمۃ للعالمین کی جناب میں بہ تمام ادب سلام عرض کیا۔

حضرت ابن عمر کی عادت تھی کہ جب کسی سفر سے آتے تو سب سے پہلے روضۂ مقدسہ پر حاضر ہو کر جناب نبوی میں سلام عرض کرتے امام مالک اپنے مؤطا میں روایت کرتے ہیں کہ نافع سے کسی نے پوچھا کہ تم نے دیکھا ہے کہ حضرت ابن عمر قبر شریف کے پاس کھڑے ہو کر سلام عرض کرتے تھے انھوں نے کہا ہاں دیکھا ہے اور سو بار سے زیادہ دیکھا ہے وہ قبر شریف پر کھڑے ہو کر یہ کہتے تھے کہ السّلام علی النبی السّلام علی ابی بکر السّلام علی ابی۔

حضرت عمر بن عبد العزیز شام سے مدینہ منورہ قاصد بھیجا کرتے تھے خاص اس لئے کہ وہ ان کا سلام بارگاہ رسالت میں پہنچا دے اور یہ زمانہ جلیل القدر تابعین کا تھا۔

اسی قسم کی اور بھی بہت سی روایتیں ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ اور تابعین اس زیارت پر کیسے دلدادہ تھے اور اس کے لئے کتنا اہتمام کرتے تھے اور حقیقت مومن کے لئے حق سبحانہ کے دیدار کے بعد اس سے زیادہ اور کون دولت اور نعمت ہو سکتی ہے کہ وہ اپنی آنکھوں سے اس قبلۂ نور کی

Marfat.com

زیارت کرے اور اس کس بیکساں تکیہ گاہ ہر دو جہان کی خدمت میں سلام عرض کرے اور اس کے جواب سے مشرف ہوسے

این سعادت بزور بازو نیست　　تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اس نعمت عظمٰی کا لطف اس شخص سے پوچھیے جس کی قسمت نے یاوری کی اور اس شربت کی چاشنی اس کو مل چکی ہو اور خدا نے اس کو قلب سلیم اور ایمان کے ساتھ مودت و محبت سے ممتاز فرمایا ہو اس سے زیادہ بدنصیبی اور کیا ہوگی کہ بعض لوگ اس زیارت باسعادت کو یا اس کے لئے سفر کرنے کو ناجائز کہتے ہیں اور اپنی خوش فہمی سے اس پر نازاں ہیں سنا ہے کہ بعض لوگ حج کر کے اپنے وطن لوٹ آئے اور مدینہ منورہ نہ گئے ہائے افسوس اس سے زیادہ محرومی اور کیا ہوگی۔

اگر علمائے سلف میں سے کسی کو غلط فہمی ہوگئی اور بطور خطائے اجتہادی کے وہ اس امر کا قائل ہوگیا کہ اس زیارت مقدسہ کے لئے سفر ناجائز ہے تو خدا غفور و رحیم ہے امید ہے کہ بخش دے کیونکہ وہ خطائے اجتہادی پر مواخذہ نہیں کرتا لیکن بعد ظاہر ہو جانے اس کی خطا کے اس کی تقلید[عـہ] کرنا البتہ ایک سنگین جرم ہے جو کسی طرح قابل معاف کرنے کے نہیں۔

عـہ علامہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ اس امر کے قائل تھے کہ اس زیارت مقدسہ کے لئے سفر ناجائز ہے وہ بخاری کی اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں لا تشد الرحال الا الی ثلثۃ مساجد المسجد الحرام والمسجد الاقصٰی ومسجدی ترجمہ: سفر کجاوے نہ باندھے جائیں (یعنی سفر نہ کیا جائے) مگر تین مسجدوں کی طرف مسجد حرام یعنی کعبہ اور مسجد اقصٰی یعنی بیت المقدس اور میری مسجد یعنی مسجد نبوی اس حدیث کا یہ مطلب لیتے ہیں کہ ان مساجد کے سوا کسی اور مقام کی زیارت کے لئے سفر کرنا جائز نہیں مگر اس حدیث سے ان کا استدلال کسی طرح صحیح نہیں کیونکہ مطلب اس حدیث کا یہ ہے کہ سوا ان تین مسجدوں کے کسی اور مسجد کے لئے سفر نہ کیا جائے قاعدہ نحوی بھی اسی کا مقتضی ہے کیونکہ جب مستثنٰی منہ مذکور نہیں ہوتا تو وہاں وہی چیز مستثنٰی منہ مانی جاتی ہے جو مستثنٰی کی ہم جنس ہو پس یہاں مستثنٰی مساجد ثلاثہ ہیں۔ لہٰذا مستثنٰی منہ بھی مسجد ہی کے قبیل سے ہونا چاہیئے پس اس حدیث سے اگر عدم جواز ثابت ہوگا تو ان تین مسجدوں کے سوا کسی اور مسجد کی زیارت کے لئے سفر کرنے کا نہ کہ زیارت قبر سید المرسلین یا اور علمائے امت کے قبور متبرکہ کی زیارت کے لئے سفر کرنے کا مثلاً کوئی شخص دہلی کی جامع مسجد کی زیارت کے لئے سفر کرے (باقی صفحہ ۲۳۲ پر دیکھیے)

زیارت کا طریقہ اور اس کے آداب

(۱) جو کوئی حج کرنے جائے اس کو چاہیئے کہ اگر حج فرض ہو تو پیشتر حج سے فراغت کر لے پھر زیارت کے لئے جائے اور اگر حج نفل ہو تو اختیار ہے چاہے پہلے زیارت کر لے بعد اس کے حج کرے چاہے پہلے حج کر لے بعد اس کے زیارت کو جائے یہ سب صورتیں اس حالت میں ہیں کہ جب حج کے لئے جانے کا راستہ مدینہ منورہ کی طرف سے نہ ہو اگر جانے کے راستہ ہی میں مدینہ منورہ ملتا ہو جیسے اہل شام کہ وہ

(بقیہ حاشیہ از صفحہ ۶۰۸) آئے تو یہ ناجائز ہوگا۔ اور اگر حضرت خواجہ باقی باللہؒ کی قبر کی زیارت کے لئے آئے تو ناجائز نہ ہوگا' یہی مطلب اس حدیث کا بیان کیا ہے اکثر علمائے حدیث نے مثل شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی وغیرہ کے اور اسی مطلب کی تائید مسند امام احمد کی حدیث سے ہوتی ہے وہ اس حدیث کو ان الفاظ سے روایت کرتے ہیں!
لا ینبغی للمصلی ان یشد رحاله الیٰ مسجد یبتغی فیه الصلوٰة غیر المسجد الحرام والمسجد الاقصیٰ ومسجدی۔ ترجمہ نماز پڑھنے والے کو زیبا نہیں کہ سوا کعبہ اور بیت المقدس اور میری مسجد کے کسی اور مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے سفر کرے' پھر اب تو کوئی جھگڑا ہی نہ رہا حدیث کی شرح خود حدیث سے ہوگئی۔ کیا اب بھی کوئی کہہ سکتا ہے کہ بخاری کی حدیث سے زیارت قبر اقدس سرور انبیا کے لئے سفر کی ممانعت ثابت ہوتی ہے' حاشا ثم حاشا کوئی ذی علم منصف ایسی بات نہیں کہہ سکتا اور اگر یہ مان لیا جائے کہ سوا ان تین مسجدوں کی زیارت کے اور کسی کام کے لئے سفر جائز نہیں تو چاہیئے کہ طلب علم اور کسب معاش اور ملاقات احباب و اعزہ بلکہ حج کرنے کے لئے بھی سفر ناجائز ہو حالانکہ اس کا کوئی قائل نہیں علاوہ اس کے زیارت قبر اقدس کے لئے صحابہ کا سفر کر کے آنا اور دوسرے کو اس زیارت کے لئے سفر کرنے کی ترغیب دینا جیسا کہ حضرت بلال رضؓ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے کیا اس امر کی واضح دلیل ہے کہ اس حدیث کا وہ مطلب نہیں ہے جو علامہ ابن تیمیہ یا ان کے ہم خیال لوگوں نے سمجھا ہے' پھر خاص احادیث نبوی جو ترغیب زیارت کے باب میں وارد ہوئی ہیں اور تارک زیارت کے لئے وعید احادیث میں وارد ہوئی ہے اس کا کیا جواب دیا جائے گا۔ علامہ لکھنوی مولانا شیخ محمد عبدالحی'' اور بعض علمائے عصر سے اس مسئلہ میں بہت زور و شور سے مناظرہ ہوا تھا جس میں علامہ موصوف نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے مقلدین کی پوری تشفی کر دی ہے اور ان کے تمام شبہات کا کافی جواب دیا ہے اس معرکہ میں ان کی آخری کتاب السعی المشکور فی رد المذہب المأثور اردو زبان میں چھپ چکی ہے جو نہایت نفیس کتاب ہے آج تک دوسری طرف سے اس کا جواب نہیں ہوا جس کو اس مسئلہ کی زیادہ تحقیق منظور ہو اس کتاب کو دیکھے ۱۲

Marfat.com

مکہ آنا چاہیں تو پہلے ان کو مدینہ منورہ ملے گا تو ایسی حالت میں خواہ مخواہ حج سے پہلے زیارت کرنا چاہیے خواہ حج فرض ہو یا نفل کیونکہ باوجود اس قدر قرب کے پھر زیارت کا ترک کر دینا نہایت بدبختی اور قساوت قلبی کی دلیل ہے۔ (ردالمختار)

(۲) زائر کو چاہیے کہ جب زیارت کے لئے چلے تو یہ نیت کرے کہ میں قبر اقدس واطہر اور مسجد انور حضرت خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے سفر کرتا ہوں غرض یہ کہ اس سفر کے دو[عہ] مقصد ہوں زیارت قبر شریف بھی اور زیارت مسجد شریف بھی (درمختار وغیرہ)

(۳) جس وقت سے مدینہ منورہ کی طرف کوچ کرے اپنے ذوق وشوق کو ترقی دے اور اپنے دل کو بشارت دے کہ انشاء اللہ اب عنقریب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوا چاہتی ہے اور سوا ان خیالات کے اور کسی قسم کے خیالات اپنے دل میں نہ آنے دے اور راہ بھر درود شریف کی کثرت رکھے سوا اوقات نماز کے اور قضائے حاجت کے اسی عبادت عظمیٰ میں مشغول رہے درود شریف سے بہتر کوئی ذریعہ بارگاہ رسالت میں تقرب کا نہیں ہے، اور درود شریف کی کثرت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال بے مثال کی زیارت نصیب ہوتی ہے، خصوصاً مدینہ کے قریب پہنچکر درود شریف کی کثرت کرنا عجیب ہی ثمرہ دیتا ہے حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ

عہ یہی ہمارے فقہا کا مختار ہے اور حافظ ابن صلاح اور امام نووی نے اسی کو ترجیح دی ہے اس میں دہرا ثواب ملے گا مگر محقق ابن ہمام فتح القدیر شرح ہدایہ میں لکھتے ہیں کہ اس بندۂ ناچیز کے نزدیک اولیٰ یہ ہے کہ صرف قبر شریف کی زیارت کی نیت کرے پھر جب مدینہ پہنچ جائے گا تو مسجد نبوی کی بھی زیارت ہو جائے گی یا یہ کہ پھر دوبارہ اگر حق تعالیٰ توفیق دے تو دونوں کی زیارت کی نیت سے سفر کرے کیونکہ صرف زیارت قبر شریف کی نیت سے سفر کرنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اور آپ کا اجلال زیادہ ہے اور اس حدیث کے موافق بھی ہے جو حضرت نے فرمایا ہے کہ جو شخص میری زیارت کے لئے آئے اور اس کو اور کوئی کام نہ ہو تو مجھ پر حق ہے کہ میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں، علامہ ابن عابدین لکھتے ہیں کہ رحمتی نے نقل کیا ہے کہ حضرت عارف ملا جامی علیہ الرحمۃ حج کے علاوہ خاص زیارت کے لئے اپنے وطن سے مدینہ آتے تھے تاکہ اس میں سوا زیارت کے اور کچھ ان کا مقصود نہ ہو شیخ عبدالحق محدث دہلوی جذب القلوب میں لکھتے ہیں کہ حق یہ ہے کہ مسجد شریف کی زیارت کی بھی نیت کرنا منافی اخلاص کے نہیں ہے اور اس مسجد کی زیارت بھی تو خاص آپ ہی کی نسبت سے کی جاتی ہے لہذا اس کی زیارت کی نیت بھی عین تعظیم آپ ہی کی ہے ۱۲۔

چند فرشتوں کو اسی کام پر مقرر فرمایا ہے کہ جب کوئی زیارت کے لئے آنے والا درود شریف پڑھتا ہے تو وہ فرشتے حضور نبوی میں جا کر عرض کرتے ہیں کہ فلاں شخص فلاں کا بیٹا حضرت کی زیارت کے لئے آتا ہے اور حضرت اپنے پہنچنے سے پہلے یہ تحفہ حضور کے لئے بھیجا ہے خیال کرو کہ اس سے زیادہ اور کیا نعمت ہوگی کہ اس سردار دوعالم کے سامنے تمہارا اور تمہارے باپ کا نام لیا جائے اور تمہارا تحفہ پیش کیا جائے سہ

جاں میدہم در آرزوئے قاصد آخر باز گو　　　در مجلس آں نازنین حرفے کہ از نامی رود

(۴) اثنائے راہ میں جس قدر مقامات متبرکہ ملیں مثلاً وہ مساجد جن میں حضرت سید المرسلین نے نماز پڑھی یا اور اسی قسم کے مقامات ان سب کی زیارت سے مشرف ہو اور جب ذوالحلیفہ کی مسجد میں پہونچے تو وہاں دو رکعت نماز پڑھے۔

(۵) جب حرم شریف طیبہ مکرمہ قریب آجائے اور وہاں کی عمارات اور مقامات دکھائی دینے لگیں تو نہایت خشوع اور خضوع اور مسرت اور فرحت کو اپنے دل میں جگہ دے اور اس امر کا تصور کرے کہ اب ہم سلطان عالم کی بارگاہ میں پہنچنے چاہتے ہیں اور مقام مقدس کی عظمت وجلال کا خیال پیش از پیش رکھے اور کوئی بات خلاف ادب اپنے سے سرزد نہ ہونے دے یہ وہ وقت ہے کہ جن کے دل نور ایمان سے منور ہوتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ان کے سینوں میں مشتعل ہوتی ہے اور ایک عجیب وجد وسرور کی کیفیت پیدا ہوجاتی ہے کہ پھر ان کو اپنے تن بدن کا ہوش نہیں رہتا اس بے خودی کی حالت میں کبھی کسی سے کوئی بات خلاف شرع بھی صادر ہوجاتی ہے سہ

وقت آں آمد کہ من عریاں شوم　　　جسم بگذارم سراسر جاں شوم
بوئے یار مہربانم می رسد　　　بوئی جانان سوئی جانم میرسد
باز آمد آب مادر جوئے ما　　　باز آمد شاہ مادر کوئے ما

اور اگر کسی شخص کو یہ حالت نصیب نہ ہو تو اس کو چاہیئے کہ بہ تکلف اپنے اوپر یہ حالت پیدا کرے اور ذوق شوق والوں کی سی صورت بنائے انشاء اللہ اگر کچھ دیر بہ تکلف یہ حالت اپنے اوپر قائم رکھے گا تو پھر خود بخود ایک اصلی کیفیت پیدا ہوجائے گی۔

پھر جب جبل مفرح کے قریب پہونچے تو اس پر چڑھکر عمارات مدینہ منورہ کا مشاہدہ کرے اور اس شہر مقدس کی زیارت سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈک دے یہ بات ایک ذوق وشوق کی ہے اس کو سنون نہ سمجھنا چاہیئے۔

پھر جب مدینہ منورہ بالکل سامنے آجائے تو بہ خیال ادب اور بہ مقتضائے شوق اپنی سواری سے اتر پڑے اور اگر ممکن ہو تو وہاں سے مسجد شریف تک پیادہ پا جائے جب قبیلۂ عبدالقیس کے لوگ حضور نبوی میں حاضر ہوئے تھے جیسے ہی ان کی نظر اس جمال پاک پر پڑی بغیر اس کے کہ اونٹ کو بٹھلائیں بے اختیار اپنی سواریوں سے نیچے آگئے اور حضرت نے انھیں منع نہیں فرمایا پھر جب حرم شریف مدینہ منورہ کے اندر داخل ہونے لگے تو پہلے حضرت خیرالبشر صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام باادب عرض کرے بعد اس کے یہ دعا مانگے اللّٰھم[عہ] ھذا حرم نبیك و مھبط وحیك فامنن لی بالدخول فیہ واجعلہ لی وقایۃ من النار وامانا من العذاب واجعلنی من الفائزین بشفاعۃ المصطفٰی یوم المئاب۔

(۶) مدینہ منورہ کے حرم شریف میں داخل ہونے کے لیے خوب اچھی طرح غسل کرے اور اگر غسل کا کرنا حرم شریف کے باہر ممکن نہ ہو تو بعد داخل ہونے کے زیارت روضۂ اقدس کے لئے جانے سے پہلے غسل کرے اور خوشبو کا استعمال کرے۔ عمدہ لباس[عہ] جو اس کو میسر ہو پہنے بہتر یہ ہے کہ سفید کپڑے ہوں کیونکہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو سفید لباس سے زیادہ رغبت تھی اور نہایت ادب و حلم و وقار سے مدینۂ منورہ کی زمین مقدس پر قدم رکھے اور اس بات کا خیال ہر وقت دل میں رکھے کہ یہ وہ پاکیزہ زمین ہے جس سے حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک قدموں نے مس کیا ہے اور یہ وہی گلی کوچے ہیں جہاں سرور انبیاء کے اصحاب چلتے پھرتے تھے (رضی اللہ عنہم وارضاہم) درحقیقت وہ زمین تو اس قابل ہے کہ وہاں آدمی سر کے بل چلے کسی نے کیا اچھا کہا ہے ؎

برزمینے کہ نشان کف پائی تو بود ۔۔۔ سالہا سجدۂ ارباب نظر خواہد بود

(۷) مدینہ منورہ کے اندر پہنچکر سب سے پہلے مسجد شریف میں بقصد زیارت حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے جائے اور اس کو ہر کام اور ہر چیز پر مقدم رکھے ہاں اگر یہ سمجھے کہ اگر

عہ ترجمہ۔ اے اللہ یہ تیرے نبی کا حرم ہے اور تیری وحی کے اترنے کی جگہ ہے پس مجھے اس میں داخل ہونیکی دولت عنایت کر اور اس کو میرے لئے دوزخ سے بچنے کا ذریعہ اور عذاب سے امان (کا باعث) بنادے اور مجھے ان لوگوں سے کرجن کو قیامت کے دن حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب ہوگی ۱۲۔

عہ بعض جاہل لوگ مدینۂ منورہ کے اندر داخل ہونے کے لئے احرام کا لباس پہنتے ہیں یہ بالکل بے اصل ہے احرام کا لباس مکہ معظمہ کے لئے خاص ہے (جذب القلوب) ۱۲

پھر جب مدینہ منورہ بالکل سامنے آجائے تو بخیال ادب اور بہ مقتضائے شوق اپنی سواری سے اتر پڑے اور اگر ممکن ہو تو وہاں سے مسجد شریف تک پیادہ پا جائے جب قبیلۂ عبدالقیس کے لوگ حضور نبوی میں حاضر ہوئے تھے جیسے ہی ان کی نظر اس جمال پاک پر پڑی بغیر اس کے کہ اونٹ کو بٹھلائیں بے اختیار اپنی سواریوں سے نیچے آگئے اور حضرت نے انھیں منع نہیں فرمایا پھر جب حرم شریف مدینہ منورہ کے اندر داخل ہونے لگے تو پہلے حضرت خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام بادب عرض کرے بعد اس کے یہ دعا مانگے اللھم^{عہ} ھذا حرم نبیک و مھبط وحیک فامنن لی بالدخول فیہ واجعلہ لی وقایۃ من النار و اماناً من العذاب و اجعلنی من الفائزین بشفاعۃ المصطفیٰ یوم الماٰب۔

(۶) مدینہ منورہ کے حرم شریف میں داخل ہونے کے لیے خوب اچھی طرح غسل کرے اور اگر غسل کا کرنا حرم شریف کے باہر ممکن نہ ہو تو بعد داخل ہونے کے زیارت روضۂ اقدس کے لئے جانے سے پہلے غسل کرے اور خوشبو کا استعمال کرے۔ عمدہ لباس^{عہ} جو اس کو میسر ہو پہنے بہتر یہ ہے کہ سفید کپڑے ہوں کیونکہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو سفید لباس سے زیادہ رغبت ہے اور نہایت ادب و حلم و وقار سے مدینۂ منورہ کی زمین مقدس پر قدم رکھے اور اس بات کا خیال ہر وقت دل میں رکھے کہ یہ وہ پاکیزہ زمین ہے جس سے حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک قدموں نے مس کیا ہے اور یہ وہی گلی کوچے ہیں جہاں سرور انبیاء کے اصحاب چلتے پھرتے تھے (رضی اللہ عنہم وارضاہم) درحقیقت وہ زمین تو اس قابل ہے کہ وہاں آدمی سر کے بل چلے کسی نے کیا اچھا کہا ہے ؎

برزمینے کہ نشان کف پائی تو بود — ساہا سجدۂ ارباب نظر خواہد بود

(۷) مدینہ منورہ کے اندر پہنچکر سب سے پہلے مسجد شریف میں بقصد زیارت حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے جائے اور اس کو ہر کام اور ہر چیز پر مقدم رکھے ہاں اگر یہ سمجھے کہ اگر

عہ ترجمہ۔ اے اللہ یہ تیرے نبی کا حرم ہے اور تیری وحی کے اترنے کی جگہ ہے پس مجھے اس میں داخل ہونیکی دولت عنایت کر اور اس کو میرے لئے دوزخ سے بچنے کا ذریعہ اور عذاب سے امان (کا باعث) بنادے اور مجھے ان لوگوں میں سے کر جن کو قیامت کے دن حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب ہوگی ۱۲۔

عہ بعض جاہل لوگ مدینۂ منورہ کے اندر داخل ہونے کے لئے احرام کا لباس پہنتے ہیں یہ بالکل بے اصل ہے احرام کا لباس مکہ معظمہ کے لئے خاص ہے (جذب القلوب) ۱۲

Marfat.com

ب وغیرہ اچھے طور پر رکھ لیا جائیگا تو اپنا اسباب وغیرہ حفاظت سے رکھکر باطمینان زیارت کے لئے
ے اور مسجد شریف میں داخل ہوتے یہ دعا پڑھے اعوذ باللہ عہ بسم اللہ السلام علی
سول اللہ السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اور مسجد شریف
نہایت ادب اور احترام کے ساتھ داخل ہو پہلے داہنا پاؤں مسجد میں رکھے اور یہ بات دل میں ہر وقت
ے کہ یہ مسجد حضرت خاتم الانبیاء کی مسجد ہے یہ وہ مسجد ہے جہاں سرور انبیاء نماز پڑھتے تھے، وعظ
تھے، اعتکاف کرتے تھے، یہاں وحی اترتی تھی جبرئیل آتے تھے اور مسجد شریف میں داخل ہونے
پہلے مستحب ہے کہ کچھ صدقہ فقرائے مدینہ طیبہ کو دیدے اور مسجد شریف میں پہنچکر اعتکاف کی نیت
ے گو تھوڑی ہی دیر کے لئے ہو عہ کیونکہ یہ ایک بے مشقت عبادت ہے جس کا ثواب بہت زیادہ
اور چاہیئے کہ ہر مسجد میں داخل ہوتے وقت نیت اعتکاف کی کر لیا کرے مفت بے مشقت ثواب
ہے اس کو ہاتھ سے نہ جانے دے پھر مسجد شریف میں منبر اقدس کے قریب دو رکعت نماز بہ نیت
یۃ المسجد پڑھے اور اس نماز میں زیادہ طول نہ دے صرف قل یا ایہا الکافرون اور قل ہو اللہ پر
تفا کرے بعد تحیۃ المسجد کے دو رکعت نماز شکرانہ کی پڑھے کہ حق تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم
ے اس کو یہ دولت نصیب کی اور اس بارگاہ عظمت پناہ میں اس کو پہنچایا جس کی آستاں بوسی
ی تمنا میں بڑے بڑے قدوسی جان دیتے ہیں۔

(۸) تحیۃ المسجد اور نماز شکر کے بعد زیارت کی طرف متوجہ ہو اور یہ سمجھ لے کہ میں اب باعظمت
رگاہ میں جاتا ہوں جس کے سامنے تمام دنیا کے پر جلال بادشاہوں کی کچھ بھی وقعت نہیں جو خدا
ے تمام نیک بندوں کا سردار اور سب سے زیادہ اس کا مقرب اور محبوب ہے اور خدا سے دعا کرے کہ
ے اللہ اس مقام مقدس کے لائق ادب اور تعظیم کی مجھے توفیق دے اور میرے دل اور اعضا کو

ـہ ترجمہ میں (شیطان سے) خدا کی پناہ مانگتا ہوں اللہ کا نام لے کر (اس میں) داخل ہوتا ہوں) رسول خدا پر سلام
ہو۔ اے نبی آپ پر سلام ہو اور خدا کی رحمت اور اس کی برکتیں۔ یہ دعا ہر مسجد میں داخل ہوتے وقت مستحب ہے ۱۲
عـہ حنفیہ کے نزدیک اگرچہ تھوڑی دیر کا اعتکاف صحیح نہیں لیکن فضائل میں غیر مذہب پر عمل کر لینا درست
ہے بشرطیکہ اپنے مذہب کا مکروہ لازم نہ آئے علامہ شامی وغیرہ نے اس کی تصریح کردی ہے ۱۲ عـہ ترجمہ جب ہم احمد صلی اللہ
علیہ وسلم کی قبر شریف پر پہنچے تو ان کے نور سے ایک ایسی روشنی نکلی جس نے آفتاب اور ماہتاب کو شرمندہ کردیا اور ہم
ایسے مقام میں کھڑے رہے کہ میں خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ وہ مقام اپنی ہیئت سے حشر کو یاد دلاتا تھا ۱۲۔

Marfat.com

سباب وغیرہ اچھے طورپر رکھ لیا جائیگا تو اپنا اسباب وغیرہ حفاظت سے رکھکر باطمینان زیارت کے لئے ے اور مسجد شریف میں داخل ہوتے یہ دعا پڑھے اعوذ باللّٰہ[عــہ] بسم اللّٰہ السلام علیٰ رسول اللّٰہ السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہ اور مسجد شریف میں نہایت ادب اور احترام کے ساتھ داخل ہو پہلے داہنا پاؤں مسجد میں رکھے اور یہ بات دل میں ہر وقت ہے کہ یہ مسجد حضرت خاتم الانبیاء کی مسجد ہے یہ وہ مسجد ہے جہاں سرور انبیاء نماز پڑھتے تھے' وعظ تے تھے' اعتکاف کرتے تھے' یہاں وحی اترتی تھی جبرئیل آتے تھے اور مسجد شریف میں داخل ہونے سے پہلے مستحب ہے کہ کچھ صدقہ فقرائے مدینہ طیبہ کو دیدے اور مسجد شریف میں پہنچکر اعتکاف کی نیت رے گو تھوڑی[عــہ] ہی دیر کے لئے ہو کیونکہ یہ ایک بے مشقت عبادت ہے جس کا ثواب بہت زیادہ ہے اور چاہیئے کہ ہر مسجد میں داخل ہوتے وقت نیت اعتکاف کی کر لیا کرے مفت بے مشقت ثواب ملتا ہے اس کو ہاتھ سے نہ جانے دے پھر مسجد شریف میں منبر اقدس کے قریب دو رکعت نماز بہ نیت تحیۃ المسجد پڑھے اور اس نماز میں زیادہ طول نہ دے صرف قل یا ایھا الکافرون اور قل ھو اللّٰہ پر اکتفا کرے بعد تحیۃ المسجد کے دو رکعت نماز شکرانہ کی پڑھے کہ حق تعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے اس کو یہ دولت نصیب کی اور اس بارگاہ عظمت پناہ میں اس کو پہنچایا جس کی آستاں بوسی کی تمنا میں بڑے بڑے قدسی جان دیتے ہیں۔

(۸) تحیۃ المسجد اور نماز شکر کے بعد زیارت کی طرف متوجہ ہو اور یہ سمجھ لے کہ میں اب باعظمت بارگاہ میں جاتا ہوں جس کے سامنے تمام دنیا کے پرجلال بادشاہوں کی کچھ بھی وقعت نہیں جو خدا کے تمام نیک بندوں کا سردار اور سب سے زیادہ اس کا مقرب اور محبوب ہے اور خدا سے دعا کرے کہ اے اللّٰہ اس مقام مقدس کے لائق ادب اور تعظیم کی مجھے توفیق دے اور میرے دل اور اعضا کو

عــہ ترجمہ میں (شیطان سے) خدا کی پناہ مانگتا ہوں اللّٰہ کا نام لے کر (اس میں داخل ہوتا ہوں) رسول خدا پر سلام ہو۔ اے نبی آپ پر سلام ہو اور خدا کی رحمت اور اس کی برکتیں۔ یہ دعا ہر مسجد میں داخل ہوتے وقت مستحب ہے ۱۲

عــہ حنفیہ کے نزدیک اگرچہ تھوڑی دیر کا اعتکاف صحیح نہیں لیکن فضائل میں غیر مذہب پر عمل کر لینا درست ہے بشرطیکہ اپنے مذہب کا مکروہ لازم نہ آئے علامہ شامی وغیرہ نے اس کی تصریح کر دی ہے ۱۲ عــہ ترجمہ جب ہم احمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم کی قبر شریف پر پہنچے تو ان کے نور سے ایک ایسی روشنی نکلی جس نے آفتاب اور ماہتاب کو شرمندہ کر دیا اور ہم ایسے مقام میں کھڑے ہیں کہ میں خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ وہ مقام اپنی ہیئت سے حشر کو یاد دلاتا تھا ۱۲۔

Marfat.com

تمام خلاف ادب باتوں سے محفوظ رکھ سچ یہ ہے کہ بغیر عنایت ایزدی کے اس درگاہ عرش اشتباہ کی شان کے لائق ادب و تعظیم کسی سے ممکن نہیں ایک زائر دلدادہ کہتا ہے سہ

فلما اتینا قبر احمد لا ح منا — سنا ہ ضیاء اخجل الشمس والبدرا
وقفنا مقاما اشھد اللہ انہ — یذ کرنا من فرط ھیبتہ الحشرا

غرض جس قدر اس کے امکان میں ہو ظاہر و باطن سے تعظیم و ادب و خشوع و خضوع کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھے، شیخ عبدالحق محدث دہلوی جذب القلوب میں لکھتے ہیں کہ جن باتوں کی شریعت میں مخالفت ہے مثل سجدہ کرنے زمین پر منہ رکھنے اور کٹہرا شریف کے بوسہ دینے وغیرہ کے ان امور سے پرہیز کرے اور یہ خوب سمجھ لے کہ ان باتوں میں کچھ بھی ادب نہیں ادب تو فرمانبرداری اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی پیروی ہے۔ ہاں اگر غلبۂ شوق و بیخودی میں کسی سے کوئی بات صادر ہو جائے تو وہ معذور[عہ] ہے پھر نہایت ادب کے ساتھ نماز کی طرح داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر سر مبارک کی طرف منہ کرکے اور قبلہ کی طرف پشت کرکے چار گز کے فاصلہ پر کھڑا ہو۔ اور اس بات کا یقین کرے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کی حاضری سے واقف ہیں اور اس کو دیکھ رہے ہیں اور اس کے سلام کا جواب دیتے ہیں اور اس کی دعا پر آمین کہتے ہیں اور نہایت لطف و عنایت اس شخص کے حال پر فرماتے ہیں، اس خیال کو خوب پختہ کرکے نہایت دردناک اور باادب آواز میں نہایت شوق و ذوق کے ساتھ معتدل آواز سے عرض کرے۔

السلام علیک یا سیدی یارسول اللہ السلام علیک یانبی اللہ السلام علیک یا حبیب اللہ السلام علیک یانبی الرحمۃ السلام علیک یا شفیع الامۃ السلام علیک یا سید المرسلین السلام علیک یاخاتم النبیین، السلام علیک یا مزمل السلام علیک یا مدثر السلام علیک وعلی اصولک الطیبین	آپ پر سلام ہو اے میرے سردار اے خدا کے رسول آپ پر سلام ہو اے خدا کے نبی آپ پر سلام ہو اے خدا کے پیارے آپ پر سلام ہو اے نبی سراپا رحمت آپ پر سلام ہو اے امت کی شفاعت کرنے والے آپ پر سلام ہو اے سب رسولوں کے سردار آپ پر سلام ہو اے نبیوں کے مُہر آپ پر سلام ہو اے مزمل آپ پر سلام ہو اے مدثر سلام ہو آپ پر اور آپ کے پاکیزہ باپ دادوں اور آپ کی اہلبیت پاک پر جن

عہ علامہ کرمانی نے جو علمائے حنفیہ میں ایک بڑے بزرگ ہیں اس بات کی تصریح کی ہے ۱۲۔
لہ ترجمہ صفحہ ۲۳۶ پر ملاحظہ فرمائیں۔ ۱۲ منہ

Marfat.com

اهل بيتك الطاهرين الذين اذهب
الله عنهم الرجس وطهرهم تطهيرا
جزاك الله عنا افضل ماجزى نبيا عن
قومه ورسولا عن امته اشهد انك
رسول الله قد بلغت الرسالة واديت
الامانة ونصحت الامة واوضحت
الحجة وجاهدت فى سبيل الله حق
جهاده واقمت الدين حتى اتاك اليقين
صلى الله عليك وسلم وعلى شرف
المكان تشرف بحلول جسمك الكريم
فيه صلوة وسلاما دائمين من رب
العلمين عدد ما كان وعدد ما يكون
بعلم الله صلوة لا انقضاء لامدها
يارسول الله نحن وفدك وزوارحرمك
تشرفنا بالحلول بين يديك وقد
جئناك من بلاد شاسعة وامكنة
بعيدة تقطع السهل والوعر بقصد زيارتك
لنفوز بشفاعتك والنظر الى ماثرك
ومعاهدك والقيام بقضاء بعض حقك
والاستشفاع بك الى ربنا فان الخطايا
قد قصمت ظهورنا والاوزار قد
اثقلت كواهلنا وانت الشافع المشفع

اللہ نے نجاست کو دور کر دیا اور ان کو خوب پاک
کر دیا اللہ آپ کو ہم سب کی طرف سے جزا دے ان
جزاؤں سے بڑھ کر جو اس نے کسی نبی کو اس کی قوم
کی طرف سے اور کسی رسول کو اس کی امت کے
طرف سے دی ہوں میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ خدا کے
رسول ہیں آپ نے خدا کے پیغام پہنچائے اور
امانت ادا کر دی اور امت کی خیر خواہی کی اور دنیا
حق کی دلیل روشن کر دی اور اللہ کی راہ میں خوب
جہاد کیا اور دین کو مضبوط کر دیا یہاں تک کہ آپ
کو موت آگئی اللہ آپ پر صلوٰۃ اور سلام بھیجے اور
اس بزرگ جگہ پر جو آپ کے جسم کریم کے حلول سے
مشرف ہے ایسے صلوٰۃ سلام جو رب العالمین کی
طرف سے ہمیشہ رہیں ان چیزوں کی تعداد کے موافق
جو ہو چکیں اور جو خدا کے علم میں ہونے والی ہیں
ایسی صلوٰۃ کہ جس کی انتہا نہ ہو، یا رسول اللہ ہم
آپ کے مہمان اور آپ کے حرم کے زائر ہیں آپ کے
سامنے حاضری سے مشرف ہوئے ہیں اور بیشک
ہم دور دراز شہروں اور بعید مقامات سے نرم
اور سخت زمین کو قطع کر کے آپ کے پاس آپ کی
زیارت کے ارادہ سے آئے ہیں تاکہ ہم آپ کی شفاعت
سے اور آپ کی بخششوں سے اور آپ کے وعدوں
سے اور کسی قدر آپ کے حق ادا کرنے سے اور آپ

ع حق تعالے نے قرآن مجید میں حضرت سے خطاب کر کے فرمایا ہے کہ ہم تمہیں اس قدر دیں گے کہ تم خوش ہو جاؤ گے یہ
بڑی شفاعت کا وعدہ ہے اور دوسری جگہ فرمایا ہے کہ ہم تم کو مقام محمود میں اٹھائیں گے یہ مقام محمود کا وعدہ ہے ۱۲

الموعود بالشفاعۃ العظمیٰ والمقام المحمود والوسیلۃ وقد قال اللہ تعالیٰ ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاءوک فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما وقد جئناک ظالمین لانفسنا مستغفرین لذنوبنا فاشفع لنا الیٰ ربک واسئلہ ان یمیتنا علیٰ سنتک وان یحشرنا فی زمرتک وان یوردنا حوضک وان یسقینا من کاسک غیر خزایا ولا نادمی الشفاعۃ الشفاعۃ الشفاعۃ یا رسول اللہ ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین امنوا ربنا انک رءوف رحیم۔

کی شفاعت سے اپنے پروردگار کے سامنے کامیاب ہوں کیونکہ خطاؤں نے ہماری پیٹھ کو توڑ ڈالا ہے اور گناہوں نے ہمارے شانوں کو بوجھل کر دیا ہے اور آپ شافع مقبول الشفاعۃ ہیں جن سے بڑی شفاعت اور مقام محمود کا وعدہ کیا گیا ہے اور بیشک اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر یہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کر چکے تھے آپ کے پاس آتے پھر وہ اللہ سے استغفار کرتے اور رسول بھی ان کے لئے استغفار کرتے تو بیشک اللہ کو بخشنے والا مہربان پاتے اور ہم آپ کے پاس اپنی جانوں پر ظلم کر کے اپنے گناہوں سے استغفار کر کے آئے ہیں پس آپ اپنے پروردگار سے ہماری شفاعت کیجئے اور اس سے دعا کیجئے۔ ہم کو آپ کے طریقہ پر موت دے اور ہمارا آپ کے گروہ میں حشر کرے اور ہمیں آپ کے حوض پر پہنچائے اور آپ کے جام سے ہمیں سیراب کرے اور ہم نہ رسوا ہوں نہ شرمندہ شفاعت کیجئے شفاعت کیجئے شفاعت کیجئے یا رسول اللہ اے پروردگار بخش دے ہم کو اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے اور ہمارے دلوں میں مسلمانوں کا کینہ نہ رکھ اے پروردگار ہمارے بیشک تو شفقت کرنے والا مہربان ہے۔

زیارت کرنے والے کو چاہیئے کہ جو دعا وہاں پڑھے اس کے معنی ضرور معلوم کرلے، معلمین زیارت جو دعائیں اس وقت پڑھاتے ہیں اگر ان کے معنی نہ معلوم ہوسکیں تو پھر اپنی زبان میں بھی جس وقت جی چاہے عرض معروض کرے اور اپنے ذوق و شوق کو نہ روکے مگر ادب کا خیال بیش از بیش رکھے بعض علماء نے لکھا ہے کہ اس مقام مقدس میں زیادہ گوئی بھی خلاف ادب ہے لہذا صرف صلوٰۃ و سلام پر اکتفا کرنا اولیٰ ہے مگر یہ بات ٹھیک نہیں کیونکہ جو مشتاق دردمند ہزار امیدوں کے بعد اس قدر مصائب سفر برداشت کر کے اپنے حبیب کی خدمت میں پہنچا ہو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ اپنے دل کی کیفیت بھی اچھی طرح عرض نہ کرے یہ بڑا ظلم ہے کہ اس وقت اس سے کہا جائے کہ تو اپنے

Marfat.com

سوز وشکایت کو دل کے دل ہی میں رکھ جب اپنے عرض ونیاز سے فارغ ہو تو اپنے دوستوں میں سے جس شخص نے عرض سلام کی وصیت کی ہو اس کا سلام حضرت سید المرسلین کی خدمت اقدس میں عرض کر دے کہ یارسول اللہ فلاں ابن فلاں نے حضور کو سلام عرض کیا ہے حضور اس کے لئے پروردگار بزرگ سے شفاعت کریں، ناظرین میں جو اقبال مند خوش نصیب ہو اور اس کو یہ دولت نصیب ہو اور حضرت رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے وہ مشرف ہو اس سے۔

نہایت التجا کے ساتھ میری وصیت ہے

کہ اس ذرۂ بے مقدار کا سلام بھی اس کے آقائے نامدار کو پہنچا دے کہ یارسول آپ کے ادنیٰ غلام عبد اللہ بن ناظر علی نے حضور کی جناب میں سلام عرض کیا ہے اور آپ کے لطف وکرم اور رحمت وشفاعت کا امیدوار ہے یارسول اللہ حق تعالیٰ نے آپ کو رحمۃ للعالمین اور رؤف رحیم فرمایا ہے یارسول اللہ آپ کی رحمت ورافت تو خدا کی تمام مخلوق پر محیط ہے یارسول اللہ خدا کی مخلوق میں میں بھی ہوں بلکہ میں آپ پر ایمان لایا ہوں اگرچہ نیک بندوں میں نہیں لیکن آپ کی امت کے گنہگاروں میں تو ہوں ؎

تو ابر رحمتی آن بہ کہ گاہے — کنی بر حال لب خشکاں نگاہے
نہ آخر رحمۃ اللعالمینی — زمحروماں چرا غافل نشینی

اللھم صل علی سیدنا محمد النبی الامی وعلی آلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

جو شخص میری اس وصیت کو پورا کرے حق جل شانہ اس کو بطفیل حضرت حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے جزائے خیر دے اور صلاح دنیا وآخرت اس کو نصیب کرے اور ایمان پر اس کی زندگی ختم کرے آمین ؎

سلامی یا نسیم الصبح بلغ — الی من قربی فی صدری ھواہ
فجسمی ظاھر منہ بعید — بعین باطن قلبی یراہ

جب حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں اس طریقہ سے سلام نیاز اپنا اور اپنے احباب کا عرض کر چکے تو حضرت امیر المؤمنین امام المتقین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کے سامنے نہایت ادب سے کھڑے ہو کر اس عبارت میں سلام عرض کرے۔

السلام علیک یا خلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم السلام علیک یا	آپ پر سلام ہو اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ آپ پر سلام ہو اے رسول خدا کے ہمنشین

Marfat.com

صاحب رسول اللہ وانیسہ فی الغار ورفیقہ فی الاسفار وامینہ علی الاسرار جزاک اللہ عنا افضل ماجزی اماماً عن امۃ نبیہ فلقد خلفتہ باحسن خلف وسلکت طریقہ ومنہاجہ خیر مسلک وقاتلت اہل الردۃ والبدع ومہدت الاسلام وشیدت ارکانہ فکنت خیر امام ووصلت الارحام ولم تزل قائماً بالحق ناصراً للدین ولاھلہ حتی اتاک الیقین سل اللہ سبحانہ لنا دوام حبك والحشر مع حزبك وقبول زیارتنا السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

اور غار عہ میں ان کے انیس اور سفروں میں ان کے رفیق اور ان کے رازوں کے امین اللہ آپ کو ہماری طرف سے جزا دے ان تمام جزاؤں سے بڑھکر جو اس نے کسی امام کو اس کے نبی کی امت کی طرف سے دی ہو بیشک آپ نے نبی کی خلافت بہت اچھی کی اور ان کے طریقہ اور روش پر چلے اور آپ نے مرتدوں سہ اور بدعتیوں سے جنگ کی آپ نے اسلام کی بنیاد ڈالی اور اس کے ارکان بلند کر دیے ہیں آپ بہت اچھے امام تھے اور آپ نے رسول خدا کی قرابت والوں کے ساتھ نیک سلوک کیا اور ہمیشہ حق پر رہے اور دین اور اہل دین کے مددگار رہے یہانتک کہ آپ کو موت آگئی آپ اللہ سبحانہ سے ہمارے لئے اپنی محبت کے دوام اور اپنی جماعت میں محشور ہونے اور ہماری زیارت کے مقبول ہونے کی دعا کیجئے آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں۔

پھر حضرت امیر المومنین امام المتقین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کی محاذات میں آکر ادب کے ساتھ کھڑا ہو اور ان کو سلام کرے اس عبارت سے۔

السلام علیک یا امیر المومنین السلام علیک یا مظہر الاسلام السلام علیک یا مکسر الاصنام جزاک اللہ عنا افضل الجزاء لقد نصرت الاسلام والمسلمین

آپ پر سلام ہو اے امیر المومنین آپ پر سلام ہو اے اسلام کے غالب کرنے والے آپ پر سلام ہو اے بتوں کے توڑنے والے اللہ آپ کو ہماری طرف سے بڑی عمدہ جزا دے بیشک آپ نے اسلام

عہ اے نسیم صبح میرا سلام اس جناب کو پہنچا دے جن کی محبت میرے سینے میں جم گئی ہے نہیں میرا بدن بظاہر ان سے دور ہے مگر میرا دل باطن کی آنکھ سے انھیں دیکھ رہا ہے ۱۲ عہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے ہجرت کی تو تین روز بمکہ ایک غار میں پوشیدہ رہے سوا ابوبکر صدیق کے اور کوئی آپ کے ہمراہ نہ تھا یار غار کی مثل اسی وقت سے مشہور ہوئی ہے ۱۲

سہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد عرب کے کئی قبیلے مرتد ہو گئے تھے حضرت ابوبکر صدیق نے ان سے جہاد کیا۔

Marfat.com

وفتحت معظم البلاد بعد سید المرسلین وکفلت الایتام ووصلت الارحام وقوی بك الاسلام وکنت للمسلمین اماماً مرضیاوھادیا مھدیا جمعت شملھم واغنت فقیرھم وجبرت کسرھم۔

اور مسلمانوں کی مدد کی اور بعد سید المرسلین کے اکثر شہر آپ نے فتح کئے اور آپ نے یتیموں کی کفالت کی اور رسول خدا کی قرابت والوں کے ساتھ نیک سلوک کیا اور اسلام آپ سے قوی ہوگیا اور آپ مسلمانوں کے لئے ایک پسندیدہ پیشوا اور ہدایت یافتہ رہنما تھے آپ نے مسلمانوں کی تفریق کو جمع کیا اور ان کے فقر کی اور ان کی شکستگی کا اندمال کیا۔

پھر حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما دونوں سے مخاطب ہوکر عرض کرے کہ

السلام علیکما یا ضجیعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ورفیقیہ ووزیریہ ومشیریہ والمعاونین لہ علے القیام بالدین والقائمین بعدہ بمصالح المسلمین جزاکما اللہ احسن الجزاء جئناکما نتوسل بکما الی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لیشفع لنا ویسئل اللہ ربنا ان یتقبل سعینا ویحیینا علی ملتہ ویحشرنا فے زمرتہ۔

آپ دونوں پر سلام ہو اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لیٹنے والو اور آپ کے رفیق اور آپ کے وزیر اور آپ کے وزیر اور آپ کے مشیر اور دین پر قایم رہنے میں آپ کی مدد کرنے والو اور آپ کے بعد مسلمانوں کی مصلحت کو قایم رکھنے والو اللہ آپ دونوں کو عمدہ جزا دے ہم آپ کے پاس آئے ہیں تاکہ آپ کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے تقرب کا ذریعہ بنائیں جس میں آپ ہماری شفاعت کریں اور ہمارے پروردگار اللہ سے دعا کریں کہ وہ ہماری کوشش کو قبول کرے اور ہمیں آپ کے مذہب پر زندہ رکھے اور آپ کے گروہ میں ہمارا حشر کرے۔

پھر جس طرح پہلی بار حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کے سامنے دست بستہ کھڑا ہوا تھا اسی طرح کھڑا ہو اور پھر تضرع وزاری کرکے اور جو جو خواہشیں رکھتا ہو حضرت کے طفیل میں حق سے مانگے اور بہت ذوق وشوق کے ساتھ حضرت حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام عرض کرکے وہاں سے ہٹے اور حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کے ستونعہ کے پاس آکر توبہ

عہ اس ستون میں حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے اپنے کو باندھ دیا تھا اور اللہ تعالی سے توبہ کی تھی چنانچہ اللہ تعالی نے انکی توبہ قبول فرمائی ۱۲

Marfat.com

کرے اور جس قدر ممکن ہو نوافل پڑھے پھر بعد اس کے اور آثار نبویہ کی زیارت کرے جو معلمین زیارت بنا دیتے ہیں پھر بعد اس کے جنۃ البقیع میں جائے اور وہاں کے مزارات مقدسہ کی زیارت کرے خصوصاً حضرت سید الشہداء حمزہ بن عبد المطلب عم نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عباس بن عبد المطلب اور حضرت امام حسن اور بقیہ ائمہ اہل بیت اور حضرت امیر المومنین امام المتقین عثمان بن عفان اور حضرت ابراہیم فرزند رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور ازواج مطہرات اور حضرت صفیہ عمہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور باقی صحابہ کی (رضی اللہ عنہم وارضاہم) پھر شہداء احد کی زیارت کرے اور جب وہاں پہنچے تو یہ کہے سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار[1] اور ان تمام مشاہد و مزارات پر جاکر فاتحہ پڑھے یعنی قرآن مجید کی سورتیں پڑھکر ان کا ثواب ان حضرات کی ارواح مقدسہ کو پہنچا دے پھر ہفتہ کے دن یا جس دن ممکن ہو مسجد قبا کی زیارت کے لئے بھی جائے اور وہاں پہونچکر کم از کم دو رکعت نماز بہ نیت تحیۃ المسجد پڑھے۔

(۱) جتنے دنوں مدینہ منورہ میں قیام ہو سکے اس کو غنیمت سمجھے اور وہ زمانہ غفلت میں نہ کاٹے اور جس قدر ہو سکے عبادت اور طاعت حق تعالیٰ کی کرے اور ہر روز اکثر حصہ اپنے وقت کا حضرت رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت میں صرف کیا کرے پھر یہ دولت کہاں نصیب ہو گی یہ روضۂ اقدس کہاں ملے گا جو وقت ہے غنیمت ہے۔

(۲) اپنا اکثر وقت مسجد شریف نبوی کی ملازمت میں صرف کرے وہاں اعتکاف کرے اور ہر قسم کی عبادت سے اپنے وقت کو آباد رکھے نماز روزہ صدقہ غرض جس قدر عبادتیں ممکن ہوں اس مسجد مقدس میں کرے اور جس قدر حصہ مسجد کا حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھا بیشک وہ اس سے افضل ہے جو آپ کے بعد اس میں اضافہ کیا گیا پس اگر اس حصہ میں بیٹھنا ممکن ہو تو بہت بہتر ہے اور کم سے کم ایک شب اس مسجد اقدس میں شب بیداری کرے اور اس رات کو اپنی تمام عمر کا خلاصہ اور ما حصل سمجھے اور تمام رات عبادت میں کاٹ دے بہتر ہے کہ اس رات میں اور کوئی عبادت نہ کرے بلکہ صرف درود شریف کا ورد کرے[2] اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد

---

[1] ترجمہ) آپ سب پر سلام ہو آپ کے صبر کی عوض میں پس کیا اچھا ہے۔ (آپ کے لئے) آخرت کا گھر ۱۱۔

[2] ترجمہ۔ اے اللہ محمد پر اور آل محمد پر رحمت نازل فرما جس طرح تو نے ابراہیم پر اور آل ابراہیم پر رحمت نازل کی اے اللہ محمد پر اور آل محمد پر برکت نازل فرما جس طرح تو نے ابراہیم اور آل ابراہیم پر برکت نازل فرمائی بیشک تو تعریف والا بزرگ ہے یہ درود شریف بہت صحیح روایتوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے اس وجہ سے نماز میں درود شریف کے یہی الفاظ رکھے گئے ہیں ۱۲۔

Marfat.com

کما صلیت علی ابراھیم وعلی ال ابراھیم اللھم بارک علی محمد وعلی ال محمد کما بارکت علی ابراھیم وعلی ال ابراھیم انک حمید مجید۔ اگر اس شب میں نیند کا غلبہ ہو تو اس کو دفع کرے ان شاء اللہ جس وقت اس امر کا خیال کرے گا کہ میں کس مسجد میں مقدس بیٹھا ہوں) اور حضرت سرور انبیا صلی اللہ علیہ وسلم کی حضوری مجھے حاصل ہے اس وقت نیند وغفلت کا اثر بالکل جاتا رہے گا۔

مسجد اقدس میں رات بھر رہنے کے لئے اگر کچھ حکام وخدام کی خوش آمد کرنا پڑے اور کچھ روپیہ خرچ کرنے کی ضرورت ہو بے تامل خوشامد بھی کرے روپیہ بھی خرچ کرے اور جو جو باتیں کرنا پڑیں سب کرے اور اس دولت کو اپنے ہاتھ سے نہ جانے دے۔

اس مسجد شریف میں جب تک رہے اپنے دل اور زبان اور تمام اعضا کو لغو کلمات اور حرکات سے محفوظ رکھے اور سوا حضور اقدس نبوی کے اور کسی طرف متوجہ نہ ہو اگر نہایت ضرورت کسی سے کلام کرنے کی ہو تو مختصر کلام کرکے پھر اسی جناب مقدس کی طرف متوجہ ہو جائے۔

مسجد شریف کے ادب کا خیال خوب رکھے تھوک وغیرہ وہاں نہ گرنے پائے کوئی بال سر یا داڑھی کا وہاں نہ ڈالے اور اگر گرا پڑا ہوا دیکھے تو فوراً اٹھالے بعض لوگ چھوہارے کھا کر مسجد شریف میں اس کی گٹھلی ڈال دیتے تھے یہ خلاف ادب ہے۔

جب تک مسجد اقدس میں رہے حجرۂ شریفہ کی طرف نہایت شوق کی نگاہوں سے نظر کرتا رہے کم از کم ایک قرآن مجید کا ختم اس مسجد عالی میں کرے اور اگر ممکن ہو تو کوئی کتاب جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات وفضائل میں ہو اس کو پڑھے یا کوئی شخص پڑھتا ہو تو اس سے سنے۔

(۳) مدینہ منورہ کے رہنے والوں سے نہایت محبت اور ادب کے ساتھ پیش آئے اور اگرچہ ان میں کوئی بات خلاف شریعت دیکھے پھر بھی ان کی برائی نہ کرے اور ان سے بدخشونت نہ پیش آئے ہاں بخیال امر بالمعروف نہایت ادب کے ساتھ نرم وشیریں الفاظ میں ان کو اس فعل خرابی سے مطلع کر دے۔

(۴) جب مدینہ منورہ میں قیام کی مدت ختم ہو جائے اور اس مقام مقدس سے چلنے لگے تو مسجد شریف کو رخصت کرے یعنی وہاں نماز پڑھ کے دعا مانگے اور حسرت کے ساتھ وہاں سے جدا ہو پھر حضور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخین رضی اللہ عنہما کی زیارت حسب معمول کرے اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے کہ پھر اس درگاہ اقدس کی زیارت سے اسے مشرف فرمائے۔ علامت مقبولیت دعا اور

زیارت کی یہ ہے کہ اس وقت بے اختیار آنکھوں سے آنسو بہ رہے ہوں اور دل میں یاس و حسرت بھری ہو اور اگر خدانخواستہ کسی شخص پر یہ حالت نہ پیدا ہو تو وہ بہ تکلف اپنے اوپر اس حالت کو طاری کرے پھر حضرت سے رخصت ہو رخصت ہوتے وقت پچھلے پیروں نہ لوٹے جس طرح کہ کعبۂ مکرمہ سے رخصت ہوتے وقت پچھلے پیروں لوٹتے ہیں کیونکہ یہ طریقہ سلف سے منقول نہیں۔

(۵) پھر جب اپنے وطن کی طرف چلے تو وہاں سے کچھ تحائف اپنے احباب اعزہ کے لئے ہمراہ لائے مثلاً مکہ معظمہ سے آب زمزم اور مدینہ منورہ کی کھجوریں پھر جب اپنے شہر کے قریب پہنچ جائے تو یہ دعا پڑھے اللھم انی اسالک خیرھا وخیر ما فیھا واعوذ بک من شرھا وشر ما فیھا اللھم اجعل لنا فیھا قرارا ورزقا حسنا اور جب شہر میں پہونچ جائے تو یہ دعا پڑھے لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شئی قدیر آئبون تائبون عابدون ساجدون لربنا حامدون لا الہ الا اللہ وحدہ صدق وعدہ ونصر عبدہ وھزم الاحزاب وحدہ واعز جندہ فلا شئی بعدہ اور چاہیئے کہ مکان پہنچنے سے پہلے اپنے اعزہ کو خبر کر دے کہ فلاں دن فلاں وقت میں پہونچوں گا بغیر اطلاع کے ایکدم نہ پہونچ جائے پھر جب اپنے مکان پہونچ جائے تو مکان کے اندر جانے سے پہلے جو مسجد مکان کے قریب ہو اس میں دو رکعت نماز پڑھے اور خدائے تعالی کا شکر کرے کہ اس نعمت عظمی پر حق تعالی نے اسے فائز کیا بعد اس کے اپنے مکان جائے پھر جب گھر میں پہونچ جائے تو دو رکعت نماز شکر پڑھے اور اللہ تعالی کے اس احسان عظیم کا دل سے شکریہ ادا کرے اس مبارک سفر سے لوٹنے کے بعد یہ سمجھ لے کہ میں تجدید توبہ کر چکا ہوں اور یہ توبہ بھی کسی اور کے سامنے نہیں بلکہ وہ توبہ تو حضرت سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں ہوئی لہذا اس امر کا عزم قوی رکھے

عسہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے جذب القلوب میں اس کی تصریح کی ہے اور لکھا ہے کہ پچھلے پیروں لوٹنا صرف کعبہ کے ساتھ مخصوص ہے تعجب ہے کہ جب پچھلے پیروں لوٹنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے رخصت ہوتے وقت نہیں تو اور اولیاء اللہ کے مزارات سے رخصت ہوتے وقت کیوں جائز سمجھا جاتا ہے اور اکثر لوگ اس کو فرض واجب کی طرح عمل میں لاتے ہیں اور جو بیچارہ کسی بزرگ کے مزار کی طرف لوٹتے وقت پشت کرے وہ بے ادب سمجھا جاتا ہے اور مورد طعن و تشنیع ہوتا ہے ۱۲۔

عسہ ترجمہ اے اللہ میں تجھ سے اس مقام کی خیریت اور ان چیزوں کی خیریت جو اس مقام میں ہیں طلب (بقیہ صفحہ ۶۲۴ پر)

کریں اب کبھی اس توبہ کو نہ توڑوں گا اور حق جل شانہ سے ہر نماز کے بعد خصوصاً بعد نماز صبح کے دعا مانگا کرے کہ الٰہی مجھے اس توبہ پر قایم رکھ اور اپنی نافرمانیوں سے بچا اور اپنی فرمانبرداری کی توفیق دے اور ایمان پر میرا خاتمہ فرما۔

علماء نے لکھا ہے کہ حج مبرور کی علامت یہ ہے کہ جس حالت میں گیا تھا اس سے بہتر حالت میں پلٹے اور دل میں حضرت سید الرسل کے اتباع سنت کا شوق پیدا ہو جائے اور دنیا و اہل دنیا کی محبت سے دل سرد ہو جائے اور آخرت اور اہل دین کی محبت دل میں غالب ہو جائے۔

خدا تعالیٰ کی عنایت سے حج و زیارت کا بیان ختم ہو گیا اب میں حسب التزام حج کے متعلق چالیس حدیثیں اور چالیس اقوال حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے نقل کرتا ہوں۔

چہل حدیث لکھنے سے پہلے میں یہ چاہتا ہوں کہ اختصار کے ساتھ حجۃ الوداع کے پورے واقعات لکھدوں کیونکہ جو حدیثیں میں لکھوں گا ان میں سے کسی میں پورے واقعات اس حج کے نہیں ہیں کسی راوی نے ایک میں پورے واقعات نہیں بیان کئے بلکہ ضرورت وقت کے مناسب جس قدر مضمون اس واقعہ کا ہوتا تھا اسی قدر نقل کر دیتے تھے، ہم نے کسی کتاب میں حجۃ الوداع کے واقعات اس اختصار اور حسن ترتیب سے نہیں دیکھے جیسا کہ شرح سفر السعادۃ میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لکھے ہیں لہٰذا اسی کتاب سے ان واقعات کا انتخاب کیا جاتا ہے۔

حجۃ الوداع کی مختصر کیفیت

یہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ حج کی فرضیت ۹ھ میں ہوئی اور ۱۰ھ میں آپ نے اس حکم کی تعمیل کی ہجرت کے بعد یہی ایک حج آپ نے کیا چونکہ یہ حج آخر تھا اور جس سال آپ نے یہ حج کیا ہے وہ سال آپ کی عمر گرامی کا آخری سال تھا اسی سال آپ دنیا سے رخصت ہو گئے اور اس سال کئی بار عام مجمعوں میں

(باقی حاشیہ از صفحہ ۶۲۵) کرتا ہوں اور اس مقام کے شر اور ان چیزوں کے شر سے جو اس مقام میں ہیں تیری پناہ مانگتا ہوں، اے اللہ مجھے یہاں قیام نصیب اور عمدہ رزق عنایت فرما ۱۲ عنہ۔ ترجمہ اللہ کے سوا کوئی خدا نہیں وہ ایک ہے کوئی اس کا شریک نہیں۔ اسی کی ہے بادشاہت اور اسی کی ہے تعریف اور وہ ہر چیز پر قادر ہے ہم لوگ اس کے گھر سے لوٹے ہوئے آرہے ہیں عبادت کرنے والے اور سجدہ کرنے والے ہیں اللہ کے سوا کوئی خدا نہیں اس نے اپنا وعدہ سچا کیا اور اپنے بندہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی مدد کی (اور کافروں کی) جماعتوں کو خود اکیلے اس نے بھگایا اور اپنے لشکر کو غالب کر دیا پس اس کے بعد کوئی چیز نہیں ۱۲۔

Marfat.com

آپ نے اپنے وداع وفراق کی خبر اشارات وکنایات میں بیان فرمائی چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق ان اشارات کو سمجھ گئے اور اسی وقت رونے لگے کبھی یہ بھی فرمایا کہ شاید سال آیندہ میں تم مجھ کو نہ پاؤگے حضرت معاذ سے یہاں تک فرمایا کہ اے معاذ اب یمن سے لوٹ کر تم میری قبر دیکھوگے اس پر حضرت معاذ بہت روئے خاص کر آخر میں جو خطبہ آپ نے پڑھا وہ بالکل صاف بتا رہا ہے کہ اب عنقریب آپ دنیا کو اپنے جمال دلربا سے محروم فرمانے والے ہیں، ایسے الفاظ تھے کہ عام طور پر صحابہ کہنے لگے کہ کانہ موعظۃ مودع یہ نصیحت تو گویا رخصت ہونے والے کی ہے، انھیں وجوہ سے اس حج کا نام حجۃ الوداع مشہور ہوا۔

جب آپ نے اس حج کا ارادہ فرمایا تو صحابہ کو اطلاع دی سب نے حج کی تیاری کرلی اور یہ خبر مدینہ منورہ کے اطراف قرب وجوار کے گاؤں میں پہونچی تو وہاں کے تمام مسلمان مدینہ میں آگئے اور راستے میں چلتے چلتے جیسے جیسے مسلمانوں کو خبر ہوتی جاتی تھی آتے جاتے تھے ایک شور برپا تھا کہ حضرت اس سال حج کو جاتے ہیں جو سنتا تھا وہ دوڑا چلا آتا تھا ایک شمع جاں نواز تھی کہ روشن تھی اور پروانوں کا اس پر ہجوم تھا اس قدر لوگ مجتمع ہوئے کہ حد شمار سے باہر اب تک صحیح تعداد ان کی تحقیق نہیں معلوم ہوئی۔ ہاں اس قدر ضرور کہا گیا ہے کہ جس طرف نظر جاتی تھی آدمی کے سوا کچھ نہ دکھائی دیتا تھا، بعض روایات میں ہے کہ ایک لاکھ چودہ ہزار آدمی تھے اور ایک روایت میں ہے کہ ایک لاکھ بیس ہزار، واللہ تعالیٰ اعلم۔

ہفتہ کے دن چوبیس ذیقعدہ کو آپ نے ظہر کی نماز مدینہ مقدسہ کی مسجد میں پڑھی بعد نماز کے سر مبارک میں تیل ڈالا اور کنگھی کی اور چادر اور تہ بند پہن کر کوچ فرمایا اور ذوالحلیفہ میں پہونچ کر قیام کردیا عصر کی نماز وہاں قصر سے ادا فرمائی اور رات بھر اور دوسرے دن ظہر تک وہیں رہے تمام امہات المومنین اور فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا اس سفر میں ہمراہ تھیں شب کو آپ نے تمام ازواج کے یہاں تھوڑی تھوڑی دیر قیام فرمایا اور دوسرے دن ظہر کی نماز وہاں پڑھ کر آپ نے احرام کے لئے غسل فرمایا اور خطمی واشنان بھی صفائی کی غرض سے پانی میں ملادیا تھا، غسل کے بعد عائشہ صدیقہ نے ایک مرکب خوشبو جس میں مشک بھی تھا آپ کے سر اور بدن پر لگادی اور اس قدر لگائی کہ مشک کا اثر آپ کی داڑھی اور سر پر دیکھنے سے معلوم ہوتا تھا بعد اس کے آپ نے چادر اور تہبند احرام کی پہن لی اور دو رکعت نماز احرام[عہ] پڑھیں اور بدنہ کی گردن میں دو جوتیاں لٹکادیں اور اس کی داہنی جانب اشعار کیا

عہ صاحب سفر السعادت نے تو نماز احرام کے منقول ہونے سے انکار کیا ہے لیکن شیخ عبدالحق محدث دہلوی (باقی صفحہ ۶۲۸)

بعد اس کے احرام باندھ لیا صحیح یہ ہے کہ آپ نے قرآن کا احرام باندھا تھا بعد اس کے تلبیہ کہی اور اپنی اونٹنی پر سوار ہو گئے پھر جب وہ اٹھی تو آپ نے دوبارہ تلبیہ کہی اور بعد اس کے جب ایک اونچے مقام پر چڑھنے کا اتفاق ہوا تو آپ نے پھر تلبیہ کہی اور کبھی آپ فرماتے تھے لبیک بحجۃ وعمرۃ کبھی صرف اس قدر کہتے تھے کہ لبیک بحجۃ میں آپ نے یہ عبارت پڑھی لبیک اللّٰھم لبیک لا شریک لک لبیک ان الحمد والنعمۃ لک والملک لک لا شریک لک تلبیہ آپ نے بلند آواز سے کہی اور تمام صحابہ کو آپ نے حکم بھی دیا، صحابہ تلبیہ کی عبارت میں کچھ تغیر و تبدل کر دیتے تھے مگر آپ نے کسی کو منع نہیں فرمایا احرام کی حالت میں آپ نے اپنے سر کے بالوں کو خطمی لگا کر چپکا لیا تھا تاکہ ٹوٹنے سے اور جوئیں وغیرہ سے حفاظت رہے جب آپ مقام روحا میں پہونچے ایک زخمی گورخر کو دیکھا صحابہ سے آپ نے منع کر دیا کہ اس کو نہ چھیڑنا اتنے میں اس کا شکار کرنے والا آ گیا اور اس نے کہا کہ یا رسول اللہ یہ شکار میں نے آپ کو دیدیا آپ جو چاہیں کریں حضرت نے ابوبکر صدیق سے فرمایا کہ اس کو لاکر صحابہ میں تقسیم کر دو پھر مقام اثابہ میں ایک ہرن کو دیکھا کہ ایک درخت کے نیچے سو رہا تھا اور وہ زخمی تھا آپ نے ایک شخص کو متعین کر دیا تاکہ کوئی محرم اس کو چھیڑنے نہ پائے پھر جب آپ مقام عرج میں پہونچے تو حضرت ابوبکر صدیق نے اپنے ایک غلام کو مارا اس نے ایک اونٹ جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی اسباب تھا کھو دیا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس حال کو دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا کہ انظروا الی ھذا المحرم ما یصنع اس محرم کو دیکھو کہ کیا کر رہا ہے اس کے سوا آپ نے کچھ نہیں فرمایا کہ تمہارا حج فاسد ہو گیا یا تم کو فدیہ دینا پڑے گا۔ جب مقام ابوا میں پہونچے تو صعب بن جثامہ نے ایک گورخر ہدیۃً پیش کیا آپ نے نہیں لیا اور فرمایا کہ ہم محرم ہیں۔

جب آپ وادی عسفان میں پہونچے تو فرمایا کہ موسیٰ کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ بہار سے ہیں اور انگلیاں اپنے کان میں دیئے ہوئے بہت بلند آواز سے تلبیہ کہہ رہے ہیں اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ ہود اور صالح بھی اس وادی میں گزرا کرتے تھے، جب آپ مقام سرف میں پہونچے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو عذر زنانہ پیش آ گیا وہ رو رہی تھیں آپ نے فرمایا تم کیوں روتی ہو یہ تو ایک تقدیری بات

(بقیہ صفحہ ۶۲۴) نے شرح میں اس کا مسنون ہونا ثابت کیا ہے ۱۲ منہ ترجمہ اے اللہ میں تیرے دروازہ پر حاضر ہوں۔ تیرا کوئی شریک نہیں سب تعریف اور نعمت تیری ہی ہے اور ملک تیرا ہی ہے تیرا کوئی شریک نہیں ۱۲۔

Marfat.com

ہے اس میں تمہارا کیا اختیار ہے کوئی حرج نہیں سوا طواف کے تم تمام اعمال حج کے ادا کرو عائشہ صدیقہؓ نے صرف عمرہ کا احرام باندھا تھا لہذا آپ نے فرمایا کہ تم عمرہ چھوڑ دو اور غسل کر کے حج کا احرام باندھ لو چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا بعد اس کے جب وہ پاک ہوئیں اور وقوف کر چکی تھیں تو طواف اور سعی کی آپ نے فرمایا کہ اب تم حج سے باہر ہوگئیں بعد اس کے عمرہ کی قضا کے لئے آپ نے ان کے بھائی عبد الرحمن سے فرمایا کہ تم ان کو تنعیم تک لیجاؤ اور وہاں سے عمرہ کا احرام بندھوا کرلے آؤ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور انھوں نے عمرہ کی قضا کرلی۔

اسی مقام سرف میں آپ نے صحابہ سے فرمایا کہ جس کے ہمراہ ہدی نہ ہو وہ چاہے تو اپنے احرام کو عمرہ سے بدل دے ہاں جس کے پاس ہدی ہو وہ ایسا نہیں کرسکتا پھر جب آپ مکہ پہونچے تو یہ حکم قطعی طور پر دیدیا اور فرمایا کہ اگر میں ہدی نہ لایا ہوتا تو میں بھی ایسا ہی کرتا جب مکہ قریب آگیا تو آپ نے مقام ذی طوی میں نزول فرمایا اور یکشنبہ کے دن ذی الحجہ کی پانچویں تاریخ صبح کی نماز پڑھ کر آپ نے غسل فرمایا اور طلوع آفتاب کے کچھ دیر بعد حجون کے راستہ سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے جب آپ باب السلام میں پہونچے اور کعبہ شریف پر آپ کی نظر مبارک پڑی تو آپ نے یہ دعا پڑھنی شروع کی اللھم زد بیتك ھذا تشریفا و تعظیما و تکریما و مھابۃ[عہ] بعد اس کے آپ سیدھے کعبہ کی طرف روانہ ہوئے تحیۃ المسجد نہیں پڑھی حجر اسود کے مقابل پہونچکر استلام کیا اور طواف میں مشغول ہوگئے کعبہ کو اپنے بائیں ہاتھ کی طرف چھوڑا اور اپنے دائیں ہاتھ کی طرف سے طواف شروع کیا طواف کے اندر کسی خاص مقام میں کوئی مخصوص دعا آپ سے منقول نہیں مگر ہاں رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان میں آپ نے یہ دعا پڑھی[عہ] ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ و فی الاٰخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار اللھم انی اسئلك العفو و العافیۃ فی الدنیا و الاٰخرۃ طواف میں آپ نے سات شوط کئے پہلے تین شوطوں میں رمل فرمایا اور اخیر کی شوطوں میں رمل نہیں کیا اس طواف میں آپ نے اپنی چادر بہ صورت اضطباع اوڑھی تھی ہر شوط میں جب حجر اسود کی محاذات پر پہونچتے تو ایک لکڑی سے جو آپ کے ہاتھ میں تھی حجر اسود کی طرف اشارہ کر کے اس کا بوسہ دیتے

عہ اے اللہ اپنے اس گھر کی بزرگی اور عظمت اور کرامت اور رعب زیادہ فرما ۱۲ عہ ترجمہ اے ہمارے پروردگار ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عنایت کر اور آخرت میں بھلائی عنایت کر اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا اے اللہ میں تجھ سے دنیا و آخرت میں بخشش اور عافیت طلب کرتا ہوں ۱۲ عہ ترجمہ اور مقام ابراہیم میں نماز کی جگہ بناؤ ۱۲

Marfat.com

اور رکن یمانی کی محاذات پر جب پہونچتے تو اس کی طرف اشارہ کرتے مگر اس کو بوسہ نہ دیتے حجر اسود کے مقابل جب پہونچتے تو اللہ اکبر کہتے جب طواف سے فارغ ہوئے تو مقام ابراہیم میں آئے اور یہ آیت پڑھی واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی اور یہاں دو رکعت نماز طواف پڑھی پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ اور قل یا ایہا الکافرون اور دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ اور قل ہو اللہ پڑھی نماز طواف سے فارغ ہوکر پھر حجر اسود کی طرف تشریف لائے اور اس کا استلام کیا بعد اس کے بیچ کے دروازہ سے کوہ صفا کی طرف تشریف لے گئے صفا کے قریب پہونچکر یہ آیت پڑھی ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ[عہ] اور فرمایا کہ جس کو پہلے اللہ نے ذکر فرمایا ہے اسی سے ہم طواف کی ابتدا کریں گے پھر آپ صفا پر چڑھ گئے اور کعبۂ مکرمہ کے مقابل کھڑے ہوکر یہ دعا پڑھی[عہ] لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شئ قدیر لا الٰہ الا اللہ وحدہ صدق وعدہ ونصر عبدہ وھزم الاحزاب وحدہ اللھم انا نسئلک موجبات رحمتک وعزائم مغفرتک والغنیمۃ من کل بر والسلامۃ من کل اثم لاتدع لی ذنبا الا غفرتہ ولاھما الا فرجتہ ولا کربا الا کشفتہ ولاحاجۃ الا قضیتھا پھر صفا سے اتر کر مروہ پر آئے اثنائے سعی میں چونکہ لوگوں کا ہجوم زیادہ ہوگیا تھا اس لئے اونٹنی پر سوار ہوکر آپ نے سعی کو پورا کیا ابتدا سعی کی آپ نے صفا سے کی اور اختتام اس کا مروہ پر کیا جب مروہ پر چڑھتے تو وہی دعا جو آپ نے صفا پر پڑھی تھی مروہ پر بھی پڑھی اور درمیان میں آپ یہ دعا پڑھتے تھے رب[عہ] اغفر وارحم انک انت

عہ ترجمہ بیشک صفا اور مروہ خدا کی نشانیوں میں سے ہے ۱۲

عہ اللہ کے سوا کوئی خدا نہیں اس کا کوئی شریک نہیں اسی کی ہے بادشاہت اور اسی کے لئے ہے تعریف اور وہ ہر چیز پر قادر ہے اللہ کے سوا کوئی خدا نہیں وہ اکیلا ہے اس نے اپنا وعدہ سچا کیا اور اپنے بندے کی مدد کی اور (کافروں) کی جماعتوں کو اس نے تنہا بھگا دیا ہے اے اللہ ہم تجھ سے تیری رحمت کے اسباب اور تیری مغفرت کے وسائل اور ہر نیکی میں سے حصہ اور گناہ سے سلامتی کی درخواست کرتے ہیں تو ہمارے ہر گناہ کو بخش دے اور ہر غم کو دور کردے اور ہر تکلیف کو دفع فرما اور حاجت کو روا کر ۱۲

عہ ترجمہ: اے میرے پروردگار بخش دے اور رحم کر بیشک تو عزت والا بزرگ ہے ۱۲

الا عمرہ کا کرم سعی سے فارغ ہو کر آپ نے صحابہ کو حکم دیا کہ جس کے ہمراہ ہدی نہ ہو وہ احرام سے باہر ہو جائے چنانچہ سب احرام سے باہر ہو گئے اور آپ کی تعمیل حکم سے بہتوں نے سر منڈوائے اور بعض نے بال کتروا دیئے سر منڈوانے والوں کے لئے آپ نے تین بار فرمایا اللھم ارحم المحلقین کترانے والوں نے استدعا کی کہ حضور ہم کو کیوں محروم رکھتے ہیں اس وقت آپ نے ان کے لئے بھی سُراقہ بن مالک نے پوچھا کہ حضور یہ بات صرف ہمارے لئے خاص ہے یا تمام امت کے لئے آپ نے فرمایا ہمیشہ کے لئے اور تمام لوگوں کے لئے ابو بکر صدیق اور عمر فاروق اور عثمان اور علی اور طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم احرام سے باہر نہیں ہوئے کیونکہ ان لوگوں کے ہمراہ ہدی تھی ازواج مطہرات اور بی بی فاطمہ زہرا احرام سے باہر ہو گئی تھیں کیونکہ ان کے ہمراہ ہدی نہ تھی۔ چار دن کے بعد یعنی ذالحجہ کی آٹھویں تاریخ کو آپ نے منیٰ جانے کا قصد کیا جو صحابہ احرام سے باہر ہو گئے تھے انھوں نے اس دن حج کا احرام باندھا ظہر اور عصر کی نماز آپ نے منیٰ میں پڑھی اور رات کو وہیں رہے دوسرے دن نویں تاریخ کو جب آفتاب نکل آیا آپ عرفات کی طرف متوجہ ہوئے کوئی صحابہ تکبیر کہتے تھے کوئی تلبیہ آپ نے کسی پر انکار نہیں فرمایا۔

جب آپ مقام نمرہ میں پہونچے تو وہاں نزول فرمایا وہاں آپ کے حکم سے اونی خیمہ آپ کے لئے پہلے سے نصب کر دیا تھا۔ زوال آفتاب کے بعد آپ نے اونٹنی پر سوار ہو کر نہایت بلیغ اور مؤثر خطبہ پڑھا تمام اسلام کے اصول اس میں تعلیم فرمائے اور تمام کفر و شرک کی باتوں کی جڑ کاٹ دی رسوم کو بالکل مٹا دیا اور جو جو باتیں تمام مذاہب میں ممنوع ہیں ان کا ذکر فرمایا جاہلیت کے زمانہ کے خونوں اور سودوں کو معاف کر دیا اور مردوں کو عورتوں سے خوش خلقی اور ملاطفت کرنے کی تاکید فرمائی اور زوجین کے باہمی حقوق یاد دلائے اور لوگوں کو کتاب خدا پر عمل کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ جو کوئی کتاب خدا پر عمل کرے گا وہ گمراہ نہ ہوگا پھر صحابہ سے پوچھا کہ تم لوگ میرے حق میں کیا

عہ ترجمہ:- اے اللہ سر منڈوانے والوں پر رحم فرما ۱۲

عہ یعنی ایام حج میں عمرہ کرنا ۱۲

عہ یعنی اسلام سے پہلے جو کسی نے کسی کو قتل کر دیا تھا اس کی بابت آپ نے کہدیا کہ اب اس سے قصاص نہ لیا جائے گا اور جو روپیہ کسی نے کسی کو سودی قرض دیا تھا اور اس کا سود اس پر باقی تھا وہ بھی معاف کر دیا۔

کہتے ہو سب نے یک زبان ہو کر عرض کیا کہ ہم سب گواہ ہیں کہ آپ نے خدا کے احکام پہونچا دئے اور امت کی خیر خواہی جیسی کہ چاہیئے کی اور تمام حقوق رسالت کو آپ نے ادا فرمایا یہ سن کر آپ نے انگشت شہادت آسمان کی طرف اٹھائی اور اس کو گھمایا اور فرمایا کہ اللھم اشھد اللھم اشھد اللھم اشھد پھر فرمایا کہ جو لوگ اس مجمع میں ہیں وہ غائبین کو یہ تمام احکام پہنچادیں اس کے بعد آپ نے ظہر کی نماز پڑھی ظہر اور عصر دونوں کی نماز یہاں ایک ساتھ پڑھی نماز سے فارغ ہو کر آپ سوار ہو گئے اور عرفات آئے وہاں دامن کوہ کے پاس قبلہ رو کھڑے ہو کر سواری پر آپ نے وقوف فرمایا اور نہایت الحاح وزاری کے ساتھ بہت دردناک الفاظ میں آپ نے حق تعالےٰ سے دعا مانگنا شروع کی جب دعا مانگ چکے تو فرمایا کہ عرفات میں کھڑا ہونا کچھ خاص اسی مقام پر ضروری نہیں بلکہ تمام جنگل عرفات کا موقف ہے جہاں چاہو کھڑے ہو عرفات ہی میں یہ آیت نازل ہوئی الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔ ترجمہ (اے مسلمانوں) آج میں نے تمہارا دین تمہارے لئے کامل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا' یہ آیت اگرچہ تمام اہل اسلام کے لئے نہایت مسرت اور فرحت کا باعث ہے لیکن صحابہ میں جو لوگ تیز نظر اور دقیقہ رس تھے وہ اس آیت کے سنتے ہی نہایت دل شکستہ اور محزون ہو گئے سمجھ گئے کہ اب زمانہ فراق قریب ہے کیونکہ آپ کا دنیا میں آنا اور رہنا محض تعلیم دین اور تبلیغ کے لئے تھا جب وہ کام پورا ہو گیا تو آپ کا قیام دنیا میں کس لئے ہوگا پھر اس کے بعد آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اپنے دین کے مسائل مجھ سے یاد کر لو آئندہ سال مجھے شاید پاؤ نہ پاؤ اسی دن عرفات میں ایک صحابی اونٹ کے اوپر سے گر پڑے اور ان کی وفات ہو گئی آپ نے فرمایا کہ ان کو غسل دیکر احرام کے لباس میں دفن کر دو اور خوشبو نہ لگاؤ اور سر اور چہرے کو نہ ڈھکو اور فرمایا کہ قیامت کے دن وہ لبیک کہتے ہوئے میدان حشر میں آئیں گے۔

جب آفتاب غروب ہو گیا تو آپ نے اسامہ بن زید کو اپنے ہمراہ سوار کر لیا اور مزدلفہ کی طرف چلے اس وقت لوگوں کا ہجوم تو تھا ہی سبھوں نے تیز روی کرنی چاہی ایک کے اوپر ایک گرنے لگا تو آپ نے ان کو منع فرمایا کہ جلدی کرنے میں کوئی فائدہ اور کچھ ثواب نہیں غرض نہایت سکون و وقار کے ساتھ وہاں سے آپ روانہ ہوئے جب راہ کشادہ اور میدان وسیع مل جاتا تو اونٹنی کو کچھ تیز بھی کر دیتے

عہ ترجمہ اے اللہ گواہ رہنا اے اللہ گواہ رہنا اے اللہ گواہ رہنا ۱۲۔

Marfat.com

تھے جس راستہ سے عرفات میں آئے تھے اس راستہ سے نہیں لوٹے بلکہ دوسرے راستہ سے یہی عادت آپ کی عیدگاہ جانے میں بھی تھی کہ جس راستہ سے تشریف لے جاتے اس راستہ سے لوٹتے نہ تھے اثنائے راہ میں ایک مقام پر اتر کر خفیف وضو فرمایا اسامہ نے پوچھا کہ کیا مغرب کی نماز پڑھیئے گا آپ نے فرمایا کہ مغرب کی نماز آگے چل کر مزدلفہ میں پڑھیں گے پھر مزدلفہ میں پہونچ کر آپ نے پورا وضو کیا اور اذان پڑھی گئی اور اسباب وغیرہ اتارنے سے پہلے آپ نے مغرب کی نماز ادا کی بعد اس کے اسباب وغیرہ لوگوں نے اونٹوں سے اتارا اور عشا کی نماز پڑھی' مغرب اور عشا کے فرض کے درمیان میں کوئی نفل نماز آپ نے نہیں پڑھی پھر رات بھر آپ مزدلفہ میں رہے اور شب بیداری نہیں کی عورتوں اور بچوں کو صبح ہونے سے پہلے آپ نے رخصت کردیا کہ منی چلے جائیں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو ان کے ہمراہ کردیا اور یہ فرمادیا کہ آفتاب نکلنے سے پہلے رمی نہ کریں پھر فجر کا وقت آتے ہی اول وقت آپ نے فجر کی نماز پڑھ لی اور سوار ہو کر مشعر حرام میں آئے اور وہاں وقوف فرمایا اور قبلہ رو ہو کر کرامت کے لیے نہایت تضرع وزاری کے ساتھ دعا مانگتے رہے یہاں تک کہ جب طلوع آفتاب کا وقت قریب آگیا تو آپ منی کی طرف روانہ ہوئے اور فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کو اپنے ہمراہ سوار کیا اور آپ نے فضل بن عباس کو یہ حکم دیا کہ وہ راستہ سے کنکریاں رمی کے لیے چن لیں انھوں نے سات کنکریاں چن کر حضور کے ہاتھ میں دیں آپ نے اپنے کف مبارک میں ان کو لے کر غبار وغیرہ سے صاف کیا اور فرماتے رہے کہ اسی قسم کی کنکریوں سے رمی کرنی چاہیئے اور اے لوگو دین میں زیادتی نہ کرو اگلے لوگ اسی سے برباد ہوئے' اسی راہ میں ایک عورت ملی اور اس نے آپ سے پوچھا کہ میرا باپ بہت بوڑھا ہے اونٹ پر نہیں بیٹھ سکتا میں اس کی طرف سے حج کر سکتی ہوں۔ آپ نے فرمایا ہاں' فضل بن عباس اس عورت کی طرف دیکھنے لگے تو آپ نے ان کی آنکھیں بند کردیں اور ان کی گردن پھیر دی' پھر ایک بوڑھیا ملی اور اس نے کہا کہ میری ماں بہت کمزور ہے اور بہت بوڑھی ہے کیا میں اس کی طرف سے حج کر سکتی ہوں' آپ نے فرمایا ہاں' پھر جب آپ وادی محسر میں پہونچے تو وہاں سے اونٹنی کو بہت تیز دوڑایا اور بہت عجلت کے ساتھ وہاں سے نکل آئے اور فرمایا یہاں دشمنان خدا پر عذاب ہوا تھا اس مقام پر اصحاب فیل پر عذاب ہوا تھا جو کعبہ مکرمہ کے گرانے کے لیے آئے تھے پھر جب آپ جمرۃ العقبہ کے محاذی پہنچ گئے تو کھڑے ہوگئے کعبہ مکرمہ اس وقت آپ کے بائیں ہاتھ کی طرف تھا اور منی داہنے ہاتھ کی طرف اور سواری پر سے آپ نے سات کنکریاں ایک ایک کرکے جمرۃ العقبہ پر ماریں' رمی کرتے وقت بلال اور اسامہ بن زید حاضر رکاب تھے ایک تو

اونٹ کی مہار پکڑے ہوئے تھے اور دوسرے آپ کے اوپر سایہ کئے ہوئے تھے منیٰ کے پاس آپ نے تلبیہ موقوف کر دیا اور اس کے بعد اپنی فرودگاہ میں جو مسجد خیف کے قریب تھی تشریف لے گئے اور وہاں ایک نہایت بلیغ اور بغایت مؤثر اور درد انگیز خطبہ پڑھا اور ایسی آواز سے پڑھا کہ تمام حاضرین نے بخوبی اس کو سنا اس بات کو بھی علماء نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں شمار کیا ہے کیونکہ قوت بشری سے یہ بات باہر ہے کہ اتنے کثیر مجمع کے لئے ایک شخص کی آواز کفایت کر جائے اس خطبہ میں آپ نے لوگوں کو ماہ حرام کی فضیلت اور ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کی بزرگی سنائی اور ان مہینوں میں جدال و قتال کی ممانعت کی اور فرمایا کہ حج کے مناسک سیکھ لو شاید اب میں دوبارہ حج نہ کروں گا اور یہ بھی حکم دیا کہ میرے بعد جو تمہارا سردار ہو اس کی اطاعت کرنا بشرطیکہ وہ کتاب اللہ پر عمل کرے اور فرمایا کہ میرے بعد کافر نہ بن جانا اور باہم خونریزی نہ کرنا بعد اس کے لوگوں سے آپ نے رخصتی کے کلمات کہے اور اپنے فراق کی تلخ خبر باشارات واضحہ سب کو سنائی اور حکم دیا کہ جو احکام تم لوگوں نے مجھ سے سنے ہیں وہ ان لوگوں کو پہنچا دینا جنھوں نے نہیں سنے

خطبہ پڑھ کر آپ قربانی کے مقام پر آئے اور وہاں تریسٹھ اونٹ آپ نے اپنے ہاتھ سے قربانی کئے اس خاص عدد کے اختیار کرنے میں بھی اپنے عمر کے ختم ہونے کی طرف اشارہ فرمایا آپ نے تریسٹھ برس کی عمر میں وفات پائی گویا عمر کے ہر سال کے عوض میں ایک اونٹ قربانی فرمایا اور پھر حضرت علی مرتضیٰ کو حکم دیا کہ سینتیس[37] اونٹ تم قربانی کرو تاکہ سو پورے ہو جائیں' اونٹوں کی یہ کیفیت تھی کہ پانچ پانچ چھ چھ اونٹ قربانی کے لئے آپ کے قریب لائے جاتے تھے ایک اونٹ ایک پر گرا پڑتا تھا اور ہر اونٹ یہی چاہتا تھا کہ پہلے میں مشرف کیا جاؤں' پھر آپ نے حضرت علی مرتضیٰ کو حکم دیا کہ اونٹوں کی کھالیں اور ان کی جھولیں مسکینوں کو تقسیم کر دیں اور گوشت بنانے والوں کی اجرت آپ نے علیحدہ سے دلوائی جب قربانی سے آپ فارغ ہو گئے تو لوگوں سے یہ بھی فرمایا کہ یہ نہ خیال کرنا کہ جس جگہ میں نے قربانی کی ہے وہاں کے سوا اور کہیں قربانی جائز نہیں بلکہ تمام منیٰ میں جہاں قربانی کرے درست ہے پھر آپ نے سر منڈوانے کے واسطے حکم دیا حضرت معمر بن عبداللہ آئے اور استرہ لے کر کھڑے ہو گئے آپ نے فرمایا کہ اے معمر دیکھو اس وقت رسول اللہ نے تمہیں اپنے سر پر قبضہ دیا ہے اور تمہارے ہاتھ میں استرہ ہے مقصود یہ تھا کہ اس نعمت کی قدر دانی کرو اور خدا کا شکر بجالاؤ' انھوں نے عرض کیا کہ ہاں یہ اللہ کا فضل و احسان ہے آپ نے فرمایا بیشک پھر آپ نے حکم دیا کہ پہلے داہنی جانب کے بال مونڈو' داہنی جانب کے بال تو سب آپ نے

Marfat.com

حضرت ابو طلحہ کو دیدیئے اور بائیں جانب کے بالوں کی نسبت فرمایا کہ لوگوں کو تقسیم کردہ تمام لوگوں کو ایک ایک بال یا دو دو بال پہونچے بالوں کی تقسیم میں بھی اس امر کی طرف اشارہ تھا کہ اب جدائی کا زمانہ قریب ہے اور وہ وقت اب کچھ دنوں کے بعد آنے والا ہے کہ جو آنکھیں ہمیشہ اس جمال بے مثال سے منور رہتی تھیں اپنے محبوب کے دیدار کو ترس جائیں اور لوگ اس بات کی تمنا کرنے لگیں کہ کاش حضرت کی کوئی نشانی ہوتی اسی کو دیکھ کے ہم اپنے دل کو بہلاتے اسی وجہ سے حضرت نے اپنے موئے مبارک لوگوں کو تقسیم فرمائے تاکہ آیندہ ان عاشقان بیدل کو تسکین وطمانیت کا سبب اور رحمت و برکت کا باعث ہو بعد اس کے آپ نے ناخونوں کو بھی ترشوایا اور ان کو بھی لوگوں میں تقسیم فرمایا۔

اب بھی بعض صاحب نصیب لوگوں کے پاس آپ کے موئے مبارک موجود ہیں اور ان میں سے بعض بعض کی نسبت تو یقین ہوسکتا ہے کہ وہ بیشک وہی موئے اقدس ہیں جو کسی وقت حضرت کے جسم انور سے تعلق رکھتے تھے اس امر کا یقین حاصل کرنے کے لئے دو باتوں کی ضرورت ہے اوّل یہ کہ سند ان باتوں کی بواسطہ ثقات کسی صحابی تک پہونچی ہوئی ہو اور اس کے راویوں میں تمام وہ شرطیں موجود ہوں جو ایک حدیث کے راویوں میں ہونی چاہئیں دوسرے یہ کہ کوئی صاحب دل اپنے وجدان سے ان بالوں کے انوار وتجلیات کا مشاہدہ کریں مگر یہ دوسرا طریقہ صرف انھیں لوگوں کے لئے ہے جو اس مشرب عالی سے بہرہ ور ہوں۔

جو موئے مبارک کسی خاندان میں زمانہ قدیم سے وراثتہً چلے آتے ہوں اور کوئی لکھی ہوئی سند ان کے ساتھ نہ ہو ان کی نسبت اگرچہ یقین نہیں ہوسکتا لیکن اس خیال سے کہ شاید وہ ایسے ہی ہوں جیسے کہ بیان کئے جاتے ہیں ان کی تعظیم ومحبت میں کمی نہ کرنی چاہیئے۔

واقعی مسلمان بڑے خوش قسمت ہیں جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ ہر طرح کی خیریت کا سامان اللہ جل شانہ نے ان کے لئے مہیا کردیئے ہیں ان کے پاس ان کے نبی کی وہ نشانیاں موجود ہیں جو آج کسی امت کو نصیب نہیں۔ سب سے بڑی نشانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جو آپ کا ایک زندہ معجزہ ہے ہمارے پاس قرآن عظیم ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے اس وقت تک باوجودیکہ تیرہ سو برس سے زائد ہو گئے اسی طرح بے کم وکاست بے تغیر وتبدل چلا آرہا ہے۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ تا قیام قیامت ہمارے پاس رہے گا دوسری نشانی آپ کی ہمارے پاس آپ کے احادیث ہیں احادیث کی حفاظت اور بہمرسانی میں بھی جو اہتمام ہمارے

اگلوں نے کیا اس کا دسواں حصہ بھی کسی امت کو نصیب نہیں ہوا۔ اس کے بعد اور نشانیاں بھی ہمارے پاس ہیں جو خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مجمع صفات سے تعلق رکھتی ہیں مثل موئے مبارک اور نقش نعلین اور نقش قدم شریف کے۔

وہ مسلمان کیسے خوش نصیب ہیں جن کے بابرکت گھر ان موئے مبارک سے آباد ہیں' وہ آنکھیں کس درجہ تعظیم کے قابل ہیں جنھوں نے اس مقدس بالوں کی زیارت کی ہے اگلے زمانہ میں دستور تھا کہ ان موئے مبارک کے ذریعہ سے اکثر بیماروں کی دوا کی جاتی تھی اور ان کو شفا ہوتی تھی وہ لوگ ان موئے مبارک کو اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے' چنانچہ صحیح بخاری میں ابن سیرین سے روایت ہے کہ انھوں نے حضرت عبیدہ سے (حضرت عبیدہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں مسلمان ہو چکے تھے لیکن ملاقات کی نوبت نہیں آئی) کہا کہ ہمارے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا موئے مبارک ہے ہم نے اسے حضرت انس کے پاس سے پایا ہے تو انھوں نے (نہایت حسرت سے) کہا کہ بیشک اگر میرے پاس حضرت کا کوئی موئے مبارک ہوتا تو مجھے دنیا سے اور تمام ان چیزوں سے جو دنیا میں ہیں زیادہ محبوب ہوتا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نشانیوں کا جو ذکر آیا تو ایک عجیب اور مقدس نشانی جو زمانہ حال میں دستیاب ہوئی ہے اس کا ذکر کئے بغیر جی نہیں مانتا۔ سلطان عبدالمجید خاں خلیفہ ترکی کے عہد میں بعض عیسائی سیاحوں کو کسی سرزمین میں دو خط آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دستیاب ہوئے ہرن کی جھلی پر لکھے ہوئے عبارت ان خطوں کی صحیح بخاری کی روایت کردہ خط سے بالکل مطابق ہے ان سیاحوں نے ان خطوط مقدسہ کو خلیفہ کے یہاں نذر کیا اور خلیفہ نے ان کو تبرکات کے خزانہ میں رکھ لیا اور ایک بیش بہا صلہ ان سیاحوں کو عنایت کیا ان خطوط مقدسہ کے فوٹو اکثر بلاد اسلامیہ میں باجازت سلطانی بھیجے گئے منجملہ ان کے میرے بعض احباب کے پاس بھی ان کے فوٹو آئے اور خدا کا شکر ہے کہ میں ان کی زیارت سے مشرف ہوا ہوں' الغرض بالوں کی تقسیم کے بعد زوال سے پہلے آپ مکہ تشریف لائے اور طواف وداع کیا طواف کے بعد آپ نے آب زمزم کھڑے ہو کر پیا' یہ طواف آپ نے سوار ہو کر کیا تھا وجہ یہ تھی کہ ہجوم بہت زیادہ ہو گیا تھا اور یہ بھی مقصود تھا کہ تمام حاضرین آپ کے طواف کو دیکھیں اور آپ کے جمال جہاں آرا سے اپنی آنکھیں روشن کریں اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ کے پیر میں کچھ چوٹ آگئی تھی پھر آپ نے ظہر کی نماز مکہ میں پڑھ کر منیٰ کی طرف مراجعت فرمائی اور رات کو وہیں رہے دوسرے دن نماز ظہر سے پہلے زوال کے بعد پیادہ پا تینوں

جمروں کی رمی فرمائی پہلے اس کی جو مسجد خیف کے قریب ہے اور اس کی رمی کے بعد تھوڑی دُور آگے بڑھ کر آپ نے کھڑے ہو کر اتنی دیر تک دعا کی جتنی دیر میں کوئی سورۂ بقر پڑھے، پھر اس کے بعد والی جمرہ کی رمی کی اور اس کی رمی کے بعد بھی داہنے ہاتھ کی طرف ہٹ کر اتنی ہی دیر تک آپ نے دعا کی پھر جمرۃ العقبہ کی رمی کی اور اس کی رمی کے بعد آپ نے دعا کی اور نہ واں توقف فرمایا۔

منیٰ میں آپ نے پورے دو روز قیام کیا یعنی گیارھویں اور بارھویں تاریخ کو اور ہر روز اسی طرح رمی کی اور تیرھویں تاریخ کو نماز ظہر کے بعد رمی کر کے آپ مکہ کی طرف روانہ ہوئے اثنائے راہ میں آپ محصّب میں اترے اور ظہر، عصر، مغرب عشا کی نمازیں وہیں پڑھیں بعد اس کے آپ تھوڑی دیر سو رہے بعد اس کے آپ بیدار ہوئے اور کوچ کیا اور مکہ میں آکر رات ہی کو طواف وداع کیا، اس طواف میں رمل نہیں کیا عائشہ صدیقہ نے اپنے چھوٹے ہوئے عمرے کی قضا بھی اس شب میں کی، رات ختم نہ ہوئی تھی کہ عمرے سے فراغت ہو گئی، بس آپ نے کوچ کا اعلان دیدیا اور مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو گئے صبح کی نماز کعبہ مکرمہ کے سامنے پڑھ کر چلے گئے، پھر جب عـہ آپ مقام غدیر خم عـہ میں پہونچے تو وہاں آپ نے کچھ دیر قیام فرمایا چونکہ آپ نے اس سال اپنی امت کے لئے آیندہ اور موجودہ اصلاح کے تمام مدارج طے کر دیئے تھے اور جن جن مفاسد کا آگے چل کر آپ کو اندیشہ تھا ان کا سدّ باب کر دیا تھا، آپ کو اپنی امت میں دو باتوں کا زیادہ اندیشہ تھا، ایک تو باہمی خوں ریزی کا دوسرے باہمی رنجش کا چنانچہ آپ نے ان دو باتوں کے متعلق حج کے خطبوں میں بہت بلیغ اور مؤثر نصیحت فرمائی اور اپنے خلفاء کی اطاعت کا بھی حکم دیا، آپ کو یہ بھی بذریعہ وحی معلوم ہوا تھا کہ حضرت علی مرتضیٰ سے کچھ لوگ بغض وعداوت رکھیں گے اور ان کو نہایت مظلومانہ حالت میں شہید کریں گے اور ان کی عداوت کو اپنا جزو ایمان بنائیں گے جیسا کہ احادیث میں مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا تھا کہ تمہاری داڑھی تمہارے خون سے ایک دن رنگین ہوگی یہ بھی فرمایا تھا کہ کچھ لوگ تم سے بغض وعداوت رکھیں گے جس طرح یہود عیسیٰ سے بغض رکھتے ہیں اور ان کی والدہ پر بہتان لگاتے ہیں چنانچہ ایسا ہی واقعہ بھی ہوا۔ فرقۂ خوارج نے جو کچھ کیا وہ تواریخ وسیر کی کتابوں میں مذکور ہے المختصر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

عـہ یہ واقعہ شرح سفر السعادۃ میں نہیں ہے ۱۲۔

عـہ غدیر خم ایک چشمہ کا نام ہے مقام جحفہ سے تین میل پر واقع ہے ۱۲

Marfat.com

نے اس فساد عظیم کی اصلاح کے لئے مقام غدیر خم میں ایک خطبہ پڑھا اس میں اپنے اہل بیت سے محبت رکھنے کا لوگوں کو حکم دیا بعد ازاں حضرت علی مرتضیٰؓ کی محبت کو مثل اپنی محبت کے لازم دواجب کر دیا الفاظ اس حدیث کے یہ ہیں :- اخذ بید علی فقال الستم تعلمون انی اولی بالمؤمنین من انفسہم قالوا بلی قال الستم تعلمون انی اولی بکل مؤمن نفسہ قالوا بلی فقال اللّٰھم من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللّٰھم وال من والاہ وعاد من عاداہ فلقیہ عمر بعد ذالک فقال ھنیا یا ابن ابی طالب اصبحت وامسیت مولی کل مؤمن ومؤمنۃ رواہ احمد۔

(مشکوٰۃ) ترجمہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کا ہاتھ لیا اور فرمایا کہ کیا تم لوگ نہیں جانتے کہ میں مومنوں کا ان کی جان سے بھی زیادہ دوست ہوں سب لوگوں نے عرض کیا کہ ہاں (ہم جانتے ہیں) آپ نے فرمایا کہ کیا تم نہیں جانتے کہ میں ہر مومن کا اس کی جان سے زیادہ دوست ہوں، سب لوگوں نے عرض کیا کہ ہاں ہم جانتے ہیں، پھر آپ نے فرمایا کہ اے اللہ میں جس کا مولیٰ (یعنی محبوب) ہوں علی بھی اس کے مولیٰ یعنے محبوب ہیں، اے اللہ تو اس شخص سے محبت کر جو علی سے محبت کرے اور اس شخص سے عداوت رکھ جو علی سے عداوت رکھے بعد اس کے حضرت عمرؓ حضرت علیؓ سے ملے اور ان سے کہا کہ مبارک ہو اے ابن ابی طالب تم ہمیشہ کے لئے ہر مومن و مومنہ کے مولیٰ (یعنی محبوب) ہو گئے اسی طرح اور بھی بعض اصحاب نے حضرت علی مرتضیٰ کو اس فضیلت کی مبارکباد دی ؏۔

؏ حضرات شیعہ اس حدیث سے حضرت علی مرتضیٰ کی خلافت بلا فصل ثابت کرتے ہیں اور ان کا خیال ہے کہ اس حدیث سے ان کا دعویٰ بہت اچھی طرح ثابت ہوتا ہے، اس کا جواب ہم یہ دیتے ہیں کہ بیشک یہ حدیث ہماری کتابوں میں ہے مگر چونکہ اصول عقائد میں فریقین کے یہ امر طے ہو چکا ہے کہ وہ عقائد جن پر نجات آخرت موقوف ہے، خبر واحد سے ثابت نہیں ہو سکتے بلکہ وہ یا تو قرآن سے ثابت ہوں گے یا کسی حدیث متواتر سے قرآن سے خلافت بلا فصل کا ثابت کرنا تو ان حضرات کے حوصلے اور ہمت سے باہر ہے اگرچہ ان کے علماء نے بہت کوشش کی اور اپنی قابلیت اور ذہانت کے بہت کچھ جوہر دکھلائے لیکن اس مسئلہ کو قرآن سے ایک ضعیف سا تعلق بھی نہیں دے سکے مجبور ہو کر قدمائے شیعہ کو تحریف قرآن کا مسئلہ ایجاد کرنا پڑا صدہا روایتیں ائمہ اہل بیت سے اس مضمون کی بنائی گئیں کہ اس قرآن میں بہت کچھ تحریف ہو گئی ہے، (باقی بر صفحہ ۶۳۶)

Marfat.com

حضرت علی کے فضائل کا خطبہ پڑھکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مع اپنے اصحاب کے وہاں سے روانہ ہوگئے جب مدینہ قریب آگیا تو آپ نے تین بار تکبیر کہی اور فرمایا لا الٰہ الا ھو وحدہٗ

(بقیہ از صفحہ ۶۳۵) مسئلہ امامت وخلافت بلافصل قرآن میں مذکور تھا مگر دشمنان اہل بیت نے نکال ڈالا قرآن کی تحریف کا مسئلہ اور اس کے متعلق ائمہ اہل بیت کی روایتیں اصول کافی اور احتجاج طبرسی اور تفسیر علی بن ابراہیم قمی وغیرہ میں بکثرت موجود ہیں جن میں سے کچھ مشتے نمونہ از خروارے میں نے انتصار الاسلام و استقصاء الافحام میں نقل کی ہیں۔

المختصر جب قرآن سے اس مسئلہ کو کوئی تعلق نہ ہو سکا تو اس میں تحریف کے قائل ہوئے جب تحریف کی شناعت پران کو اطلاع ہوئی تو متاخرین نے تحریف معنوی سے کام لیا مگر باطل کو حق بنانا اور حق کو باطل بنانا کس کے امکان میں ہے اس تحریف معنوی سے بھی کچھ سود نہ ہوا بالآخر حدیثوں کی طرف جھکے لیکن خدا کی قدرت کوئی حدیث بھی ان کو اپنے مدعا کے موافق کتب اہل سنت میں نہ ملی۔

اب یہی حدیث غدیر خم ہے اس کی مختصر حالت میں بیان کرتا ہوں اسی پر تمام ان احادیث کو قیاس کرنا چاہیے جو شیعی اصحاب اہل سنت کی کتابوں سے خلافت بلافصل مرتضوی کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں۔

اول تو اس حدیث کی صحت میں بڑا اختلاف ہے بڑے بڑے اکابر محدثین نے جن پر فن حدیث کا دار و مدار ہے اس حدیث کی تضعیف کی ہے چنانچہ علامہ ابن تیمیہ منہاج السنۃ میں فرماتے ہیں اما قولہ من کنت مولاہ فعلی مولاہ فلیس فی الصحاح ولکن ھو مما رواہ العلماء وتنازع الناس فی صحتہ فنقل عن البخاری وابراھیم الحربی وطائفۃ من اھل العلم بالحدیث انھم طعنوا فیہ وضعفوہ قال ابو محمد بن حزم واما من کنت مولاہ فعلی مولاہ فلا یصح من طریق الثقات۔

ترجمہ لیکن اس کا قول من کنت مولاہ تو یہ صحیح حدیثوں میں نہیں ہے بلکہ یہ اس قبیلہ سے ہے کہ اس کو علماء نے روایت کیا ہے اور لوگوں نے اس کی صحت میں اختلاف کیا ہے بخاری سے اور ابراہیم حربی سے اور علمائے حدیث کے ایک گروہ سے منقول ہے کہ انھوں نے اس میں جرح کی ہے اور اس کو ضعیف کہا ہے، ابو محمد بن حزم کہتے ہیں کہ من کنت مولاہ فعلی مولاہ معتبر راویوں کے ذریعہ سے ثابت نہیں ہے صحاح ستہ میں سے صرف ترمذی ابن ماجہ میں یہ حدیث ہے بخاری مسلم میں کہیں اس کا پتہ نہیں تو ترمذی نے بھی اس کا صحیح نہ ہونا ثابت کردیا ہے انھوں نے لکھدیا ہے کہ حدیث حسن ہے الغرض جب اس حدیث کی صحت میں اتنا بڑا اختلاف ہے اور امام بخاری جیسے محدث اس کے ضعیف کہنے والے ہیں تو اس سے اعتقادات کا وہ مسئلہ جس پر نجات موقوف ہے کسی طرح ثابت نہیں ہوسکتا ہاں فضائل میں اس قسم کی حدیث لے لی جاتی ہے چنانچہ علمائے اہل سنت (باقی بر صفحہ ۶۳۷)

Marfat.com

حضرت علی کے فضائل کا خطبہ پڑھکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مع اپنے اصحاب کے وہاں سے روانہ ہوگئے جب مدینہ قریب آگیا تو آپ نے تین بار تکبیر کہی اور فرمایا لا الٰہ الا ھو وحدہٗ

(بقیہ از صفحہ ۶۳۵) مسئلہ امامت وخلافت بلافصل قرآن میں مذکور تھا مگر دشمنان اہل بیت نے نکال ڈالا قرآن کی تحریف کا مسئلہ اور اس کے متعلق ائمہ اہل بیت کی روایتیں اصول کافی اور احتجاج طبرسی اور تفسیر علی بن ابراہیم قمی وغیرہ میں بکثرت موجود ہیں جن میں سے کچھ مشتے نمونہ از خروارے میں نے انتصار الاسلام و استقصاء الافحام میں نقل کی ہیں۔

المختصر جب قرآن سے اس مسئلہ کو کوئی تعلق نہ ہوسکا تو اس میں تحریف کے قائل ہوئے جب تحریف کی شناعت پر ان کو اطلاع ہوئی تو متاخرین نے تحریف معنوی سے کام لیا مگر باطل کو حق بنانا اور حق کو باطل بنانا کس کے امکان میں ہے اس تحریف معنوی سے بھی کچھ سود نہ ہوا بالآخر حدیثوں کی طرف جھکے لیکن خدا کی قدرت کوئی حدیث بھی ان کو اپنے مدعا کے موافق کتب اہل سنت میں نہ ملی۔

اب یہی حدیث غدیر خم ہے اس کی مختصر حالت میں بیان کرتا ہوں اسی پر تمام ان احادیث کو قیاس کرنا چاہیے جو شیعی اصحاب اہل سنت کی کتابوں سے خلافت بلافصل مرتضوی کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں۔

اوّل تو اس حدیث کی صحت میں بڑا اختلاف ہے بڑے بڑے اکابر محدثین نے جن پر فن حدیث کا دار و مدار ہے اس حدیث کی تضعیف کی ہے چنانچہ علامہ ابن تیمیہ منہاج السنۃ میں فرماتے ہیں اما قولہ من کنت مولاہ فعلی مولاہ فلیس فی الصحاح ولکن ھو مما رواہ العلماء وتنازع الناس فی صحتہ فنقل عن البخاری وابراھیم الحربی وطائفۃ من اھل العلم بالحدیث انھم طعنوا فیہ وضعفوہ قال ابو محمد بن حزم واما من کنت مولاہ فعلی مولاہ فلا یصح من طریق الثقات۔

ترجمہ لیکن اس کا قول من کنت مولاہ تو یہ صحیح حدیثوں میں نہیں ہے بلکہ یہ اس قبیلہ سے ہے کہ اس کو علماء نے روایت کیا ہے اور لوگوں نے اس کی صحت میں اختلاف کیا ہے بخاری سے اور ابراہیم حربی سے اور علمائے حدیث کے ایک گروہ سے منقول ہے کہ انھوں نے اس میں جرح کی ہے اور اس کو ضعیف کہا ہے ابو محمد بن حزم کہتے ہیں کہ من کنت مولاہ فعلی مولاہ معتبر راویوں کے ذریعہ سے ثابت نہیں ہے صحاح ستہ میں سے صرف ترمذی ابن ماجہ میں یہ حدیث ہے بخاری مسلم میں کہیں اس کا پتہ نہیں تو ترمذی نے بھی اس کا صحیح نہ ہونا ثابت کردیا ہے انھوں نے لکھدیا ہے کہ حدیث حسن ہے الغرض جب اس حدیث کی صحت میں اتنا بڑا اختلاف ہے اور امام بخاری جیسے محدث اس کے ضعیف کہنے والے ہیں تو اس سے اعتقادات کا وہ مسئلہ جس پر نجات موقوف ہے کسی طرح ثابت نہیں ہوسکتا ہاں فضائل میں اس قسم کی حدیث لے لی جاتی ہے چنانچہ علمائے اہل سنت (باقی بر صفحہ ۶۳۷)

شریک له له الملك ولله الحمد وهو علیٰ کل شئی قدیرا ئبون تائبون عابدون ساجدون لربنا حامدون صدق الله وعده ونصر عبده وهزم الاحزاب وحدہٗ
بعد اس کے آپ نہایت خیر و خوبی کے ساتھ مدینۂ منوّرہ میں داخل ہوئے اور اس شہر مقدس کو

(بقیہ از صفحہ ۶۳۶) نے جہاں کہیں اس حدیث کو ذکر کیا ہے حضرت علی مرتضیٰ کے فضائل میں ذکر کیا ہے اصول حدیث میں یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ فضائل میں ضعیف حدیث بھی قبول کر لی جاتی ہے اور جس طرح احکام کے متعلق میں حدیث کی جانچ کی جاتی ہے فضائل میں اس کا کچھ لحاظ نہیں ہوتا۔

دوسرے اگر ہم اس حدیث کے صحت و ضعف سے بھی آنکھ بند کر لیں اور اس قاعدہ مسلمہ (کہ اخبار احاد گو وہ صحیح بھی ہوں عقائد میں مقبول نہیں ہوتے) کی بھی پرواہ کریں تب بھی اس حدیث سے حضرات شیعہ کا مطلب ثابت ہونا ایک امر محال ہے اس اخیر زمانے میں مولوی حامد حسین صاحب نے (جو بزعم حضرات شیعہ علمائے سابقین سے بھی سبقت لے گئے تھے) اس حدیث سے خلافت بلا فصل ثابت کرنے کی بہت کوشش کی ہے اور چار ضخیم جلدوں میں اس حدیث کی بحث لکھی ہے ان کے اور نیز تمام علمائے شیعہ کے استدلال کا دار و مدار لفظ مولیٰ پر ہے وہ کہتے ہیں کہ یہاں مولیٰ سے محبوب مراد نہیں بلکہ حاکم مراد ہے ان کے نزدیک مطلب اس حدیث کا یہ ہوا کہ جس کا میں حاکم ہوں علی بھی اس کے حاکم ہیں مگر افسوس ہے کہ علمائے شیعہ اس کی کچھ وجہ بیان نہیں کرتے کہ جب مولیٰ بمعنی محبوب اور ناصر کے لغت میں وارد ہو چکا ہے تو وہ معنی کیوں نہ مراد لئے جائیں اور دوسرے معنی کیوں مراد لئے جائیں کوئی وجہ ترجیح ان کو بیان کرنی لازم تھی خیر اس سے بھی درگذر کیجئے مولیٰ کے معنی حاکم کے کسی لغت میں وارد نہیں ہوئے اگر کسی لغت میں مولیٰ بمعنی حاکم لکھا ہو تو گو حضرات شیعہ وجہ ترجیح نہ بیان کر سکیں تب بھی ہم تسلیم کر لیں گے کہ اس حدیث میں خوا مخواہ یہی معنی یا دہیں مگر افسوس کہ حضرات شیعہ قیامت تک اس بات کو ثابت نہیں کر سکتے کہ لغت عرب میں مولیٰ بمعنی حاکم مستعمل ہے مولوی حامد حسین صاحب و نیز علمائے متقدمین شیعہ نے اس بات کی بہت کوشش کی کہ کسی طرح مولیٰ کو حاکم کے معنی میں ثابت کر دیں چنانچہ انھوں نے یہ دعویٰ کیا کہ مولیٰ بمعنی اولیٰ بھی آتا ہے اور (محض بے دلیل یہاں) (باقی بر صفحہ ۶۳۸)

عہ ترجمہ اس دعا کا یہ ہے کوئی معبود سوا اللہ کے نہیں وہ ایک ہے کوئی اس کا شریک نہیں اسی کی ہے بادشاہت اور اسی کے لئے ہے تعریف اور وہ ہر چیز پر قادر ہے ہم (حج کر کے) توبہ کرتے ہوئے عبادت کرتے ہوئے سجدہ کرتے ہوئے اپنے پروردگار کی تعریف کرتے ہوئے لوٹ رہے ہیں اللہ نے اپنا وعدہ سچا کیا اور اپنے بندہ کی مدد کی اور (کفار کی) جماعت کو اسی اکیلے نے بھگا دیا ۱۲۔

Marfat.com

لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شئی قدیر آئبون تائبون عابدون ساجدون لربنا حامدون صدق اللہ وعدہ ونصر عبدہ وھزم الاحزاب وحدہٗ[عـ] بعد اس کے آپ نہایت خیر وخوبی کے ساتھ مدینۂ منوّرہ میں داخل ہوئے اور اس شہر مقدس کو

(بقیہ از صفحہ ۶۳۶) نے جہاں کہیں اس حدیث کو ذکر کیا ہے حضرت علی مرتضیٰ کے فضائل میں ذکر کیا ہے اصول حدیث میں یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ فضائل میں ضعیف حدیث بھی قبول کرلی جاتی ہے اور جس طرح احکام کے استدلال میں حدیث کی جانچ کی جاتی ہے فضائل میں اس کا کچھ لحاظ نہیں ہوتا۔

دوسرے اگر ہم اس حدیث کے صحت وضعف سے بھی آنکھ بند کرلیں اور اس قاعدہ مسلمہ (کہ اخبار احاد گو وہ صحیح بھی ہوں عقائد میں مقبول نہیں ہوتے) کی بھی پرواہ کریں تب بھی اس حدیث سے حضرات شیعہ کا مطلب ثابت ہونا ایک امر محال ہے اس اخیر زمانے میں مولوی حامد حسین صاحب نے (جو بزعم حضرات شیعہ علمائے سابقین سے بھی سبقت لے گئے تھے) اس حدیث سے خلافت بلا فصل ثابت کرنے کی بہت کوشش کی ہے اور چار ضخیم جلدوں میں اس حدیث کی بحث لکھی ہے ان کے اور نیز تمام علمائے شیعہ کے استدلال کا دار ومدار لفظ مولیٰ پر ہے وہ کہتے ہیں کہ یہاں مولیٰ سے محبوب مراد نہیں بلکہ حاکم مراد ہے ان کے نزدیک مطلب اس حدیث کا یہ ہوا کہ جس کا میں حاکم ہوں علی بھی اس کے حاکم ہیں مگر افسوس ہے کہ علمائے شیعہ اس کی کچھ وجہ بیان نہیں کرتے کہ جب مولیٰ بمعنی محبوب اور ناصر کے لغت میں وارد ہوچکا ہے تو وہ معنی کیوں نہ مراد لئے جائیں اور دوسرے معنی کیوں مراد لئے جائیں کوئی وجہ ترجیح ان کو بیان کرنی لازم تھی خیر اس سے بھی درگذر کیجیے' مولیٰ کے معنی حاکم کے کسی لغت میں وارد نہیں ہوئے اگر کسی لغت میں مولیٰ بمعنی حاکم لکھا ہو تو گو حضرات شیعہ وجہ ترجیح نہ بیان کرسکیں تب بھی ہم تسلیم کرلیں گے کہ اس حدیث میں خواہ مخواہ یہی معنی یا دہیں مگر افسوس کہ حضرات شیعہ قیامت تک اس بات کو ثابت نہیں کرسکتے کہ لغت عرب میں مولیٰ بمعنی حاکم مستعمل ہے' مولوی حامد حسین صاحب و نیز علمائے متقدمین شیعہ نے اس بات کی بہت کوشش کی کہ کسی طرح مولیٰ کو حاکم کے معنی میں ثابت کردیں چنانچہ انھوں نے یہ دعویٰ کیا کہ مولیٰ بمعنی اولیٰ بھی آتا ہے اور (محض بے دلیل یہاں) (باقی بر صفحہ ۔۔۔)

عـہ ترجمہ اس دعا کا یہ ہے کوئی معبود سوا اللہ کے نہیں وہ ایک ہے کوئی اس کا شریک نہیں اسی کی ہے بادشاہت اور اسی کے لئے ہے تعریف اور وہ ہر چیز پر قادر ہے ہم (رجوع کرکے) توبہ کرتے ہوئے عبادت کرتے ہوئے سجدہ کرتے ہوئے اپنے پروردگار کی تعریف کرتے ہوئے لوٹ رہے ہیں' اللہ نے اپنا وعدہ سچا کیا اور اپنے بندہ کی مدد کی اور (کفار کی) جماعت کو اسی ایک نے بھگادیا ۱۲۔

اپنے جمال جہاں آراء سے پھر منور فرمایا حرم سے ہجرت کا گیارہواں سال شروع ہوا اور صفر کی اٹھائیسویں تاریخ کو درد سر اور بخار میں آپ مبتلا ہوگئے اور یکشنبہ کے دن مرض میں شدت ہوگئی اور دوشنبہ کے دن دوپہر کے وقت بارہویں ربیع الاوّل کو آپ نے دنیا سے رحلت فرمائی اور رفیق اعلیٰ جل مجدہ کے جوار عزت میں سکونت اختیار کی۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

اگرچہ سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے بعد وفات کے بھی اپنی امت مرحومہ کے خیال اور خیر خواہی کو نہیں چھوڑا مگر جو فیوض و برکات کہ حضرت کی موجودگی میں اس عالم

(بقیہ حاشیہ از صفحہ ٦٣٧) اولیٰ سے اولیٰ بالتصرف یا اولیٰ بالحکومت مراد ہے مگر جو عبارتیں انھوں نے اس دعوی کے ثبوت میں نقل کیں ان سے صرف اسی قدر ثابت ہوتا ہے کہ مولیٰ بمعنی مکان اولیٰ کے بعض علماء کے نزدیک مستعمل ہوتا ہے بس اب اگر یہ معنی اس حدیث میں مان لئے جائیں اور اولیٰ سے اولیٰ بالتصرف مراد لیا جائے تو معنی حدیث کے یہ ہوجائیں گے کہ میں جس کے تصرف کا محل یعنے محکوم بننے کے لئے اولیٰ ہوں علی بھی اس کے محکوم بننے کے لئے اولیٰ ہیں دیکھئے حدیث کے معنی کیسے الٹے ہوگئے رسولؐ اور علیؓ کو بجائے حاکم کے محکوم ہونے کے لائق بنا دیا اگر خلافت بلافصل کا یہی مطلب ہے تو حضرات شیعہ کو مبارک رہے وہ خوشی سے اس کو اپنا جزو ایمان بنائیں غرضکہ نہ یہ حدیث اپنی سند کے اعتبار سے اس قابل ہے کہ کوئی مسئلہ اعتقادیات کا اس سے ثابت کیا جائے نہ یہ حدیث خلافت مرتضوی پر دلالت کرتی ہے چہ جائیکہ بفصل و بلافصل یہ مقام اس مبحث کے مناسب نہ تھا لیکن بات میں بات نکل ہی آتی ہے حدیث غدیر خم کا چونکہ ذکر آگیا اس لئے ہم نے کچھ اس کے مباحث بھی بیان کردیئے اگرچہ جو کچھ ہم نے لکھا ہے وہ بہت مختصر ہے زیادہ تفصیل اس حدیث کے متعلق اگر کوئی دیکھنا چاہے تو وہ نصیحۃ الشیعہ کی تیسری جلد کو دیکھے جس کے مصنف مرحوم نے حق سبحانہ تعالیٰ کی تائید سے ہمیشہ کے لئے اس مبحث کا خاتمہ کر دیا فجزاہ اللہ خیرا لجزاء ۱۲۔ ع ترجمہ اس دعا کا یہ ہے کہ کوئی معبود سوا اللہ کے نہیں وہ ایک ہے کوئی اس کا شریک نہیں اسی کی ہے بادشاہت اور اسی کے لئے ہے تعریف اور وہ ہر چیز پر قادر ہے ہم (حج کر کے) توبہ کرتے ہوئے عبادت کرتے ہوئے سجدہ کرتے ہوئے اپنے پروردگار کی تعریف کرتے ہوئے لوٹ رہے ہیں اللہ نے اپنا وعدہ سچا کیا اور اپنے بندہ کی مدد کی اور کفار کی جماعت کو اسی ایک نے بھگا دیا ۱۲۔

بعض لوگوں کا قول ہے کہ صبح کے وقت آپ کی وفات ہوئی ۱۲ (جذب القلوب)

Marfat.com

پر نازل ہوتے تھے اب وہ کہاں درحقیقت مسلمانوں کے لئے اس سے زیادہ مصیبت اور کیا ہوسکتی ہے۔

اِصْبِرْ بِكُلِّ مُصِيْبَةٍ وَتَجَلَّدِ وَاعْلَمْ بِاَنَّ الْمَرْءَ غَيْرُ مُخَلَّدِ
وَاِذَا ذَكَرْتَ مُصِيْبَةً تَسْلُوْ بِهَا فَاذْكُرْ مُصَابَكَ بِالنَّبِيِّ مُحَمَّدٍ

حجۃ الوداع کے حالات و واقعات ختم ہو گئے خدا کی عنایت سے حج و زیارت کے مسائل عمدہ بسط و تفصیل سے بیان ہو چکے اب میں اپنے التزام کے موافق چالیس حدیثیں حج کے بیان میں نقل کرتا ہوں اور اس کے بعد حسب دستور چالیس آثار حضرت امیرالمومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نقل کروں گا وبہ نستعین۔

عہ ترجمہ۔ ہر مصیبت پر صبر کرو اور دل کو سخت کرلو۔ اور یقین کرلو کہ آدمی ہمیشہ زندہ نہیں رہتا اور جب تم کسی ایسی مصیبت کو یاد کرو جس سے تم بے قرار ہو جاؤ تو تم اپنی اس مصیبت کو خیال کرو جو محمد نبی (صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات) سے تمہیں پہونچی ۱۲۔

Marfat.com

حامداً ومصلیاً
بسم اللہ الرحمن الرحیم

چہل حدیث حج

(۱) عن ابی هريرة قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول من حج للہ فلم یرفث ولم یفسق رجع کیوم ولدتہ امہ (البخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضؓ کہتے ہیں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص اللہ کے لئے حج کرے پھر نہ رفث کرے نہ گناہ کی بات تو وہ (حج کرکے) مثل اس دن کے لوٹے گا جس دن اس کو اس کی ماں نے جنا۔

(۲) عن ابی هريرة قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم العمرة الی العمرة كفارة لما بينهما والحج المبرور ليس له جزاء الا الجنة۔ (متفق علیہ)

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک عمرہ دوسرے عمرہ تک ان دونوں کے درمیان کے گناہوں کا کفارہ ہے اور حج مبرور (یعنی جس میں کوئی خلاف حکم بات نہ کی جائے) کی جزا سوائے جنت کے کچھ نہیں ہے۔

(۳) عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان عمرة فی رمضان تعدل حجة (متفق علیہ)

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان میں عمرہ حج کی برابری کرتا ہے۔

(۴) عن ابی هريرة قال خطبنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا ایها الناس قد فرض علیکم الحج فحجوا فقال رجل اکل عام یا رسول اللہ فسکت حتی قالها ثلثا فقال لو قلت نعم لوجبت ولما استطعتم

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم (ایکدن) ہم سے مخاطب ہوئے اور فرمایا کہ اے لوگو! تم پر حج فرض کر دیا گیا لہذا تم حج کرو ایک شخص نے عرض کیا کہ کیا ہر سال یا رسول اللہ (حج فرض ہے) تو آپ چپ ہو گئے یہاں تک کہ اس نے تین مرتبہ کہا آپ نے فرمایا اگر میں کہدیتا

ثم قال ذرونی ما ترکتکم فانما هلك من كان قبلكم بكثرة سوالهم واختلافهم على انبيائهم فاذا امرتكم بشئ فاتوا منه ما استطعتم واذا نهيتكم عن شئ فدعوه۔

(رواہ مسلم)

کرہاں تو (ہر سال) تم پر فرض ہوجاتا اور پھر تم ہرگز نہ کرسکتے بعد اس کے آپ نے فرمایا کہ تم مجھ سے پوچھ پاچھ نہ کرو جب تک میں تم سے کچھ نہ کہوں اس لئے کہ جو لوگ تم سے پہلے تھے وہ اپنے زیادہ پوچھ پاچھ اور اپنے پیغمبروں سے اختلاف کرنے کی وجہ سے ہلاک ہوئے پس میں تم کو جس بات کا حکم دوں تم اپنی طاقت کے موافق اس کو بجا لاؤ اور جب میں تم کو کسی بات سے منع کردوں تو تم اس کو چھوڑ دو۔

(۵) عن ابی هريرة قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول وفد الله ثلثة الغازی والحاج والمعتمر۔ (النسائی)

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ خدا کے ایلچی تین قسم کے لوگ ہیں، جہاد کرنیوالے حج کرنیوالے عمرہ کرنے والے۔

(۶) عن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا لقيت الحاج فسلم عليه وصافحه ومره ان يستغفر لك قبل ان يدخل بيته فانه مغفور له۔

(مسند احمد)

حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم کسی حاجی سے ملو تو اس کو سلام کرو اور اس سے مصافحہ کرو اور اس سے کہو کہ وہ تمہارے لئے استغفار کرے قبل اس کے کہ وہ اپنے گھر میں داخل ہو کیونکہ وہ بخشا ہوا ہے۔

(۷) عن ابی امامة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من لم يمنعه من الحج حاجة ظاهرة او سلطان جائر او مرض حابس فمات ولم يحج فليمت ان شاء يهوديا وان شاء نصرانيا (الدارمی)

حضرت ابوامامہؓ کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو حج کرنے سے کوئی کھلی ہوئی ضرورت یا کوئی بادشاہ ظالم یا کوئی مرض شدید نہ روکے اور وہ بغیر حج کئے مرجائے تو (اس کے حق میں یکساں ہے) چاہے یہودی مرجائے چاہے نصرانی مرجائے۔

(۸) عن ابی هريرة قال قال رسول الله

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ

Marfat.com

علیہ وسلم من خرج حاجاً او معتمراً او غازیا ثم مات فی طریقہ کتب اللہ لہ اجر الغازی والحاج والمعتمر رواہ البیہقی مشکوٰۃ)

نے فرمایا جو شخص حج کرنے کے لئے یا عمرہ کرنے کے لئے یا جہاد کرنے کے لئے (اپنے گھر سے) نکلے پھر راستے میں مرجائے تو اس کے لئے غازی اور حاجی اور عمرہ کرنیوالے کا ثواب لکھدیا جائے گا۔

(۹) عن ابن عباس قال ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقت لاھل المدینۃ ذا الحلیفۃ ولاھل الشام الجحفۃ ولاھل نجد قرن المنازل ھن لھن ولمن اتی علیھن من غیر ھن ممن اراد الحج والعمرۃ ومن کان دون ذلک فمن حیث انشأ حتی اھل مکۃ من مکۃ۔ (البخاری)

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ والوں کے لئے ذوالحلیفہ اور شام والوں کے لئے جحفہ کو اور نجد والوں کے لئے قرن المنازل کو میقات مقرر فرمایا ہے یہ مقامات ان لوگوں کی بھی میقات ہیں اور جو شخص کسی اور جگہ کا رہنے والا حج یا عمرہ کے ارادہ سے ان پر ہو کے گذرے اس کی بھی (یہی میقات ہیں) اور جو شخص ان مقامات کے اس پار کا رہنے والا ہو وہ جہاں سے احرام باندھ لے (وہی میقات ہے) یہاں تک کہ مکہ والے مکہ سے احرام باندھ لیں۔

(۱۰) عن عائشۃ انھا قالت یارسول اللہ اعتمرتم ولم اعتمر قال یا عبدالرحمٰن اذھب باختک فاعمرھا فاعمرھا من التنعیم علی ناقۃ فاعتمرت۔ (البخاری)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا یا رسول اللہ آپ لوگوں نے عمرہ کرلیا اور میں نے عمرہ نہیں کیا آپ نے فرمایا کہ اے عبدالرحمٰن اپنی بہن کو لیجاؤ تو انھوں نے حضرت عائشہؓ کو اونٹ پر سوار کرکے مقام تنعیم سے عمرہ کرادیا اور انھوں نے عمرہ کرلیا۔

(۱۱) عن ابی سعید الخدری عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لیحجن البیت ولیعتمرن بعد خروج یاجوج وماجوج۔ (البخاری)

حضرت ابو سعید خدری نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کعبہ کا حج و عمرہ یاجوج ماجوج کے خروج کے بعد بھی ہوگا۔

(۱۲) عن عبداللہ بن عمر ان رجلا قال یارسول اللہ ما یلبس المحرم من

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ محرم کس قسم کے

الثیاب قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یلبس القمیص ولا العمائم ولا السراویلات ولا البرانس ولا الخفاف الا احد لا یجد النعلین فلیلبس خفین ولیقطعھما اسفل من الکعبین ولا تلبسوا من الثیاب شیئاً مسہ زعفران او ورس (البخاری)

(۱۳) عن عائشۃ قالت کنت اطیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاحرام حین یحرم ولحلہ قبل ان یطوف　　(البخاری)

(۱۴) عن ابن عباس ان اسامۃ کان ردف النبی صلی اللہ علیہ وسلم من عرفۃ الی المزدلفۃ ثم اردف الفضل من المزدلفۃ الی منی قال فکلاھما قال لم یزل النبی صلی اللہ علیہ وسلم یلبی حتی رمی جمرۃ العقبۃ　(البخاری)

(۱۵) عن عبد اللہ بن عمر ان تلبیۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لبیک اللھم لبیک لا شریک لک لبیک ان الحمد والنعمۃ لک والملک لک لا شریک لک

کپڑے پہنے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قمیص نہ پہنے اور نہ عمامہ نہ پائجامہ نہ باران کوٹ اور نہ موزے لیکن اگر کوئی شخص نعلین نہ پائے تو وہ موزے پہن لے اور ان کو ٹخنوں کے نیچے کاٹ دے اور (اے لوگو!) تم اس قسم کے کپڑے نہ پہنو جن میں زعفران یا ورس (ایک خوشبودار گھاس) لگا ہو۔

(۱۳) حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ میں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے خوشبو لگا دیا کرتی تھی جب آپ احرام باندھتے تھے[عہ] اور احرام سے باہر ہونے کے وقت بھی قبل اس کے کہ آپ طواف زیارت کریں۔

(۱۴) حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ عرفہ سے مزدلفہ تک اسامہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ردیف تھے بعد اس کے آپ نے مزدلفہ سے منی تک فضل کو ردیف کر لیا تھا یہ دونوں بیان کرتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم برابر تلبیہ کہتے رہے یہاں تک کہ آپ نے جمرۃ العقبہ کی رمی کی۔

(۱۵) حضرت عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا تلبیہ اس عبارت سے ہوتا تھا۔ ترجمہ اے اللہ بار بار تیرے دروازے پر حاضر ہوں تیرے پکارنے کا جواب دیتا ہوں کوئی تیرا شریک نہیں میں حاضر ہوں بیشک ہر طرح کی حمد اور احسان تیرے ہی لئے ہے اور بادشاہی تیری ہی ہے، کوئی تیرا شریک نہیں۔

ے یہ حکم حج کرنیوالے کا ہے عمرہ کرنے والے کے لئے اگر وہ میقات سے اس پار کا رہنے والا ہو یہ حکم ہے کہ وہ حرم سے باہر آکر احرام باندھے جیسا کہ اسکے بعد کی حدیث سے ظاہر ہے۔ حضرت عائشہ نے مقام تنعیم سے جو حرم سے باہر ہے عمرہ کا احرام باندھا ۱۲

عہ معلوم ہوا کہ احرام باندھتے وقت اگر خوشبو لگائی جائے تو کچھ حرج نہیں گو اس کا اثر بعد احرام کے بھی باقی رہے ۱۲

(۱۶) عن سالم عن ابیہ قال رأیت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حین یقدم مکۃ اذا استلم الرکن الاسود اوّل مایطوف یخب ثلثۃ اطواف من السبع (البخاری)

سالم[16] اپنے والد (ابن عمر) سے راوی ہیں وہ کہتے تھے کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جس وقت آپ مکہ آتے تھے کہ جب آپ حجراسود کا استلام کر چکتے تو سب سے پہلے منجملہ سات شوطوں کے تین شوطوں میں رمل کرتے تھے۔

(۱۷) عن ابن عمران النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا طاف بالبیت الطواف الاول یخب ثلثۃ اطواف ویمشی اربعۃ وانہ کان یسعی بطن المسیل اذا طاف بین الصفا والمروۃ (البخاری)

حضرت[17] ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کعبہ کا پہلا طواف کرتے تو تین شوطوں میں رمل کرتے تھے اور چار میں مشی کرتے تھے اور جب صفا مروہ کے درمیان میں طواف کرتے تو بطن مسیل میں سعی کرتے تھے۔

(۱۸) عن ابن عمر یقول قدم النبی صلے اللہ علیہ وسلم فطاف بالبیت سبعا و صلی خلف المقام رکعتین ثم خرج الی الصفا وقد قال اللہ عزوجل لقد کان لکم فی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اسوۃ حسنۃ۔

حضرت[18] ابن عمر کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تشریف لائے اور آپ نے کعبہ کے سات طواف کئے اور مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھی بعد اس کے صفا کی طرف تشریف لے گئے اور بیشک اللہ عزوجل نے فرمایا ہے کہ تم لوگوں کے لئے رسول خدا کے (افعال) میں ایک عمدہ اقتدا ہے۔

(۱۹) عن ام مسلمۃ قالت شکوت الی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم انی اشتکی فقال طوفی من وراء الناس وانت راکبۃ فطفت و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تصلی الی جنب البیت وھو یقراء بالطور وکتاب مسطور۔ (البخاری)

حضرت[19] ام سلمیٰ کہتی ہیں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں بیمار ہوں (طواف کس طرح کروں) آپ نے فرمایا کہ تم سوار ہو کر آدمیوں کے پیچھے طواف کرو چنانچہ میں نے (سوار ہو کر) طواف کیا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے ایک گوشہ میں نماز پڑھ رہے تھے اور آپ (نماز میں اس وقت) والطور کتاب مسطور پڑھ رہے تھے۔

Marfat.com

(۲۰) عن ابن عمر قال استاذن العباس بن عبد المطلب من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یبیت بمکۃ لیالی منی من اجل سقایتہ فاذن لہ۔ (البخاری)

حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ عباس بن عبدالمطلب نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کی اجازت طلب کی کہ پانی پلانے کے لئے منیٰ[عـہ] کے زمانے میں مکہ میں رہیں تو آپ نے انھیں اجازت دیدی۔

(۲۱) عن یعلی بن امیۃ قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طاف بالبیت مضطبعاً بردا اخضر۔

حضرت یعلی بن امیہ کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سبز چادر سے اضطباع کرکے کعبہ کا طواف کیا۔

(۲۲) عن جابر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال نحرت ھھنا ومنی کلھا منحر فانحروا فی رحالکم ووقفت ھھنا وعرفۃ کلھا موقف ووقفت ھھنا والجمع کلھا موقف (مسلم)

حضرت جابر سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اس مقام پر قربانی کرلی ہے اور منیٰ کا کل میدان قربانی کی جگہ ہے پس تم اپنی اپنی قیامگاہ میں قربانی کرلو اور میں نے (عرفات میں) اس جگہ وقوف کیا اور عرفات کا کل جنگل موقف ہے اور میں نے مزدلفہ میں اس جگہ وقوف کیا اور مزدلفہ کا کل میدان موقف ہے۔

(۲۳) عن جابر قال رمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الجمرۃ یوم النحر ضحی واما بعد ذلک فاذا زالت الشمس۔ (متفق علیہ)

حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی والے دن تو جمرہ کی رمی چاشت کے وقت کی تھی اور لیکن بعد اس کے (جب آفتاب ڈھل جاتا تھا اس وقت رمی فرماتے تھے)

(۲۴) عن ابن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حلق راسہ فی حجۃ الوداع واناس من صحابہ وقصر بعضھم (متفق علیہ)

حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعض صحابہ نے حجۃ الوداع میں اپنا سر منڈوایا تھا اور آپ کے بعض صحابہ نے بال کتروائے[عـہ] تھے۔

عـہ معلوم ہوا کہ اگر کوئی ایسی شدید ضرورت پیش آجائے تو منیٰ میں نہ رہنا کچھ حرج نہیں ۱۲۔

عـہ معلوم ہوا کہ سر منڈوانا اور کتروانا دونوں درست ہیں کتروانے کی حد یہ ہے کہ کم از کم چار انگل بال کتروالے ۱۲۔

Marfat.com

(۲۵) عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لیس علی النساء الحلق انما علی النساء التقصیر (ابوداؤد والدارمی)

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورتوں پر سر منڈوانا واجب نہیں بلکہ عورتوں پر صرف بالوں کا کتروانا واجب ہے۔

(۲۶) عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وقف فی حجۃ الوداع بمنی للناس یسألونہ فجاءہ رجل فقال لم اشعر فحلقت قبل ان اذبح فقال اذبح ولا حرج فجاء اخر فقال لم اشعر فنحرت قبل ان ارمی فقال ارم ولا حرج فما سئل النبی صلے اللہ علیہ وسلم عن شئی قدم ولا اخر الا قال افعل ولا حرج۔ (متفق علیہ)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع میں منیٰ کے مقام پر لوگوں کے سامنے ٹھیر گئے لوگ آپ سے مسائل پوچھتے تھے ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ میں نے نادانستگی میں قبل قربانی کرنے کے سر منڈوا لیا آپ نے فرمایا اب قربانی کر لے اور کچھ حرج نہیں ایک اور شخص آیا اور اس نے کہا کہ میں نے نادانستگی میں قبل رمی کرنے کے قربانی کر لی ہے آپ نے فرمایا اب رمی کر لے اور کچھ حرج نہیں غرض (اس دن) نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جس چیز کی بابت پوچھا گیا خواہ وہ مقدم کر دی گئی یا مؤخر کر دی گئی آپ نے یہی) فرمایا کہ اب کر لے اور کچھ حرج[عہ] نہیں۔

(۲۷) عن ابن عباس قال کان الناس ینصرفون فی کل وجہ فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لا ینفرن احدکم حتی یکون اخر عہدہ بالبیت الا انہ خفف عن الحائض (متفق علیہ)

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ لوگ ہر حالت میں لوٹ آیا کرتے تھے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص نہ لوٹے یہاں تک کہ وہ آخری زیارت کعبہ کی کر لے مگر حیض والی عورت سے یہ معاف ہے۔

عہ حنفیہ کے نزدیک حرج نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ حج میں فساد نہ آئے گا نہ یہ کہ جنایت نہ ہوگی اور جزا نہ دینی پڑے گی جنایت ضرور ہوگی اور اس کی جزا دینی پڑے گی کیونکہ ان اعمال میں ترتیب واجب ہے اور ترک واجب سے جزا لازم ہوگی جیسا کہ تفصیل اس کی اوپر بیان ہو چکی ۱۲

Marfat.com

(۲۸) عن ابن عباس ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم تزوج میمونۃ وھو محرم (متفق علیہ)

حضرت ابن عباس رضی سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بحالت احرام حضرت میمونہ سے نکاح کیا۔

(۲۹) عن ام الحصین. قالت رایت اسامۃ و بلال واحدھما اخذ بخطام ناقۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والاخر رافع ثوبہ یسترہ من الحر حتی رمی جمرۃ العقبۃ۔ (مسلم)

حضرت ام حصین کہتی ہیں کہ میں نے اسامہ اور بلال کو دیکھا ان دونوں میں سے ایک رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے اونٹنی کی نکیل پکڑے ہوئے اور دوسرا اپنا کپڑا تانے ہوئے آپ پر دھوپ سے سایہ کر رہا تھا یہاں تک کہ آپ نے جمرۃ العقبہ کی رمی کر لی۔

(۳۰) عن جابر ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال لحم الصید لکم فی الاحرام حلال مالم تصیدوہ او یصاد لکم۔ (الترمذی)

حضرت جابر سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شکار کا گوشت تمہارے لئے حالت احرام میں جائز ہے تا وقتیکہ تم اس کو شکار نہ کرو یا تمہارے لئے شکار نہ کیا جائے۔

(۳۱) عن ابن عباس قال قد احصر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فحلق راسہ وجامع نساءہ ونحر ھدیہ حتی اعتمر عاما قابلا (البخاری)

حضرت ابن عباس رضی کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم محصر ہو گئے تو آپ نے اپنا سر منڈ واڈالا اور اپنی بیوں سے ہمبستری فرمائی اور اپنی ہدی کی قربانی کرلی یہاں تک کہ سال آیندہ میں آپ نے عمرہ کیا۔

(۳۲) عن ابن عمر مرفوعا من حج فزار قبری بعد موتی کان کمن زارنی فی حیاتی (رواہ فی شعب الایمان) (مشکوۃ)

حضرت ابن عمر رضی سے مرفوعاً روایت ہے کہ جو شخص حج کرے اور بعد میری موت کے میری قبر کی زیارت کرے وہ مثل اس کے ہوگا جو میری زندگی میں میری زیارت کرے۔

(۳۳) عن جابر قال دخل النبی صلی اللہ علیہ وسلم مکۃ حین فتحھا و علیہ عمامۃ سوداء بغیر

حضرت جابر کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بغیر احرام کے مکہ میں تشریف لے گئے جب آپ نے اس کو فتح کیا اور آپ کے سر پر (اس وقت)

Marfat.com

احرام ۔　(الدارمی)

(لم ۳) عن ابی شریح العدوی انه قال لعمرو ابن سعید وهو یبعث البعوث الی مكة ائذن لی ایها الامیر احدثك قولا قام به رسول الله صلی الله علیه وسلم الغد من یوم الفتح سمعته اذنای ووعاه قلبی وابصرته عینای حین تکلم به انه حمد الله واثنی علیه ثم قال ان مكة حرمها الله ولم یحرمها الناس ولا یحل لامرء یؤمن بالله والیوم الاخر ان یسفك بها دما او یعضد بها شجرة فان احد ترخص تقتال رسول الله صلی الله علیه وسلم فقولوا ان الله اذن لرسوله صلی الله علیه وسلم ولم یاذن لکم وانی اذن لی فیها ساعة من نهار وقد عاد حرمتها الیوم کحرمتها بالامس ولیبلغ الشاهد الغائب فقیل لابی شریح ما قال لك عمرو بن سعید قال انا اعلم منك بذلك یا

ایک سیاہ عمامہ تھا۔

۳۴
حضرت ابوشریح عدوی سے روایت ہے کہ انھوں نے عمرو بن سعید[عہ] سے کہا اور وہ مکہ کی طرف لشکر کشی کررہا تھا کہ اے امیر مجھے اجازت دو تو میں تم سے ایک ایسی بات بیان کروں جو یوم فتح کے دوسرے دن رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے کھڑے ہو کر بیان فرمائی تھی میرے دونوں کانوں نے اس کو سنا ہے اور میرے دل نے اس کو یاد رکھا ہے اور میری آنکھیں آپ کو دیکھ رہی تھیں جب آپ وہ بات بیان کررہے تھے آپ نے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی بعد اس کے فرمایا کہ مکہ (میں جدال قتال) کو اللہ نے حرام کیا ہے اس کو آدمیوں نے حرام نہیں کیا اور کسی ایسے شخص کو جو اللہ پر اور پچھلے دن پر ایمان رکھتا ہو یہ جائز نہیں کہ وہاں خونریزی کرے یا وہاں درخت کاٹے پس اگر کوئی شخص رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگ کے سبب سے (اس کو) جائز کہے تو تم کہدینا کہ اللہ نے اپنے رسول صلّی اللہ علیہ وسلم کو (اس کی) اجازت دیدی تھی اور تم کو اجازت نہیں دی اور میرے لیے بھی دن میں صرف تھوڑی

عہ عمرو بن سعید یزید کی طرف سے حاکم مدینہ تھا حضرت عبداللہ بن زبیر ان دنوں مکہ میں خلیفہ تھے ان سے لڑنے کے لیے اس نے مکہ کی طرف لشکر روانہ کیا تھا تو حضرت ابوشریح صحابی نے اس سے یہ حدیث بیان کی جس سے مکہ میں جدال قتال کی ممانعت ثابت ہوئی مگر اس کمبخت نے نہ مانا اور اپنے ارادۂ قبیح سے باز نہ آیا روایت ہے کہ عمرو بن سعید ایک روز منبر پر چڑھ کے حضرت علی کو سب و شتم کرنے لگا اسی وقت غضب الٰہی سے اسے لقوہ ہو گیا۔

Marfat.com

اباشریح ان الحرام لا یعیذ عاصیا ولا فارا بدم ولا فارا بخزبة (البخاری)

دیر کی اجازت دی تھی اور آج اس کی حرمت ویسی ہی ہوگئی جیسی اس کی حرمت کل تھی اور حاضر کو چاہیئے کہ غائب کو یہ خبر پہنچا دے، حضرت ابوشریح سے پوچھا گیا کہ عمرو بن سعید نے آپ کو کیا جواب دیا انھوں نے کہا (یہ جواب دیا) کہ ابوشریح میں اس بات کو تم سے زیادہ جانتا ہوں

وفی البخاری الخربة الخیانة۔ (مشکوۃ)

حرم[عہ] کسی گناہگار کو پناہ نہیں دیتا اور نہ خون کرکے بھاگ جانیوالے کو اور نہ فساد کرکے بھاگ جانیوالے کو۔

(۳۵) عن السائب ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اتانی جبریل فامرنی ان امر اصحابی او من معی ان یرفعوا اصواتھم بالاھلال بالتلبیة (البخاری)

حضرت[۳۵] سائب سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبرئیلؑ میرے پاس آئے اور مجھ سے کہا کہ میں اپنے صحابہ کو، یا (یہ فرمایا) کہ جو لوگ میرے ساتھ ہیں ان کو یہ حکم دوں کہ وہ اپنی آوازیں تکبیر کے ساتھ بلند کریں۔

(۳۶) عن ابن عباس قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمع رجلا یقول لبیك عن شبرمة قال من شبرمة قال اخ لی او قریب لی قال احججت عن نفسك قال لا قال حج عن نفسك ثم حج عن شبرمة (ابوداؤد)

حضرت[۳۶] ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو لبیک[عہ] عن شبرمة کہتے سنا تو آپ نے پوچھا کہ شبرمہ کون ہے اس نے کہا کہ میرا بھائی یا میرا عزیز ہے آپ نے فرمایا تو اپنی طرف سے حج کرچکا ہے اس نے کہا نہیں آپ نے فرمایا تو اپنی طرف سے پہلے حج کرلے بعد اس کے شبرمہ کی طرف سے حج کر۔

(۳۷) عن عمرو بن الاحوص قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول فی حجة الوداع ای یوم ھذا قالوا یوم الحج الاکبر قال فان

عمرو[۳۷] بن احوص کہتے ہیں میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو حجۃ الوداع میں یہ پوچھتے ہوئے سنا آج کون دن ہے لوگوں نے کہا کہ حج اکبر کا دن ہے آپ نے فرمایا تو تمہارے خون اور

عہ گویا وہ حضرت عبداللہ بن زبیر سے مکہ میں جنگ کرنا اس سبب سے جائز سمجھتا تھا کہ وہ ان کو گنہگار اور فسادی جانتا تھا ۱۲

عہ ترجمہ میں شبرمہ کی طرف سے لبیک کہتا ہوں ۱۲

Marfat.com

دمائکم واموالکم واعراضکم بینکم حرام کحرمۃ یومکم ھذا فی بلدکم ھذا الا لا یجنی جان علی نفسہ الا لا یجنی جان علی ولدہ ولا مولود علی والدہ الا و ان الشیطان قد ایس ان یعبد فی بلدکم ھذا ابدا ولکن ستکون لہ طاعۃ فیما تحتقرون من اعمالکم فسیرضی بہ (الترمذی و صححہ)

تمہارے مال اور تمہاری آبروئیں تم میں باہم (ہمیشہ کے لئے) ایسی حرام ہیں جیسی ان کی حرمت آج کے دن تمہارے اس شہر میں (تم کو معلوم) ہے آگاہ رہو کوئی شخص اپنی جان[ع] پر کوئی جنایت نہ کرے آگاہ رہو کوئی شخص اپنے بیٹے پر اور بیٹا اپنے باپ پر جنایت نہ کرے آگاہ رہو شیطان اس بات سے مایوس ہو گیا ہے کہ تمہارے اس شہر میں کبھی اس کی عبادت کی جائے ہاں عنقریب اُن اعمال میں جن کو تم حقیر جانتے ہو اس کی اطاعت کی جائے گی اور وہ اس سے خوش ہو جائے گا۔

(۳۸) عن یحیی بن سعید ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان جالسا وقبر یحفر بالمدینۃ فاطلع رجل فی القبر فقال بئس مضجع المومن فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بئسما قلت قال الرجل انی لما اردت ھذا انما اردت القتل فی سبیل اللہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا مثل القتل فی سبیل اللہ ما علی الارض بقعۃ احب الی ان یکون قبری بھا منھا ثلث مرات رواہ

حضرت[۳۸] یحیی بن سعید سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے اور ایک قبر مدینہ میں کھودی جا رہی تھی تو ایک شخص نے قبر میں جھانکا اور اس نے کہا کہ مومن کا کیا برا ٹھکانہ ہے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو نے بہت برا کہا اس شخص نے عرض کیا کہ میرا یہ مطلب نہ تھا میں نے تو یہ مراد لی تھی کہ قتل فی سبیل اللہ (مسلمانوں کے لئے زیبا ہے گھر میں مرجانا اچھا نہیں) تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں قتل فی سبیل اللہ کے برابر تو کوئی چیز نہیں مگر روئے زمین پر کوئی مقام ایسا

عہ جان پر جنایت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ کوئی ایسی جنایت کرے جس سے اس کی جان جاتی رہے اور باپ پر جنایت کرنے کا یہ مطلب ہے کہ کسی ایسے جرم کا ارتکاب کرے جس سے اس کا باپ ماخوذ ہو جائے یا ابتلا سے بلا ہو جائے اسی قسم کا مطلب بیٹے پر جنایت کرنے کا ہے ۱۲۔

Marfat.com

مالک مرسلا۔
(مشکوٰۃ)

(۳۹) عن علی رضی اللہ عنہ قال ماکتبنا عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا القرآن وما فی هذه الصحیفة قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المدینة حرام مابین عیر الی ثور فمن احدث فیما حدثا او اوی محدثا فعلیہ لعنة اللہ والملائکة والناس اجمعین لا یقبل منہ صرف ولا عدل ذمة المسلمین واحدة یسعی بہا ادناھم فمن اخفر مسلما فعلیہ لعنة اللہ والملائکة والناس اجمعین لا یقبل صرف ولا عدل ومن دان قوما بغیر اذن موالیہ فعلیہ لعنة اللہ والملئکة والناس اجمعین لا یقبل منہ صرف ولا عدل۔
(متفق علیہ)

نہیں ہے کہ مجھے وہاں اپنی قبر کا ہونا مدینہ سے زیادہ محبوب ہو (یہ) تین مرتبہ آپ نے فرمایا۔

۳۹ حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ نہیں لکھا سوا قرآن کے اور سوا اس کے جو اس صحیفہ میں ہے (اس صحیفہ میں یہ ہے کہ) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مدینہ عیر (نامی پہاڑ) سے لے کے ثور (نامی پہاڑ) تک حرام ہے جو شخص یہاں کوئی نئی بات (ظلم و بدعت کی) کرے یا کسی نئی بات کے کرنے والے کو جگہ دے اس پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور تمام آدمیوں کی لعنت اس سے نہ کوئی عبادت قبول ہوگی نہ طاعت تمام مسلمانوں کا ذمہ ایک ہے[عـہ] ان میں کا ادنیٰ شخص بھی اس ذمہ کی پیروی کر سکتا ہے اور جو شخص کسی مسلمان کی آبرو ریزی کرے اس پر خدا کی اور فرشتوں کی اور تمام آدمیوں کی لعنت نہ اس کی کوئی عبادت قبول ہوگی نہ طاعت اور جو شخص کسی قوم سے بغیر اپنے[عـہ] موالی کی اجازت کے اولاد پیدا کرے اس پر خدا کی اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت، نہ اس کی کوئی عبادت مقبول ہوگی نہ طاعت۔

عـہ یعنی اگر کوئی مسلمان کسی کافر کو امان دیدے تو تمام مسلمانوں پر اس امان کا برتنا لازم ہے گو امان دینے والا بہت ادنیٰ درجہ کا آدمی ہو ۱۲۔

عـہ موالی جمع ہے مولی کی جو شخص کسی غلام کو آزاد کرے وہ اس غلام کا مولی ہے یہی یہاں مراد ہے۔
باقی صفحہ ۶۵۲ پر)

Marfat.com

(۲۰) عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال خیر الدعاء دعاء یوم عرفۃ وخیر ما قلت انا و النبیون من قبلی لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شئ قدیر (الترمذی)

عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ ان کے دادا سے راوی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمدہ دعا عرفہ کے دن والی دعا ہے اور سب سے عمدہ کلام جو میں نے اور مجھ سے اگلے نبیوں نے کیا ہے یہ ہے (ترجمہ) اللہ کے سوا کوئی خدا نہیں وہ ایک ہے کوئی اس کا شریک نہیں اسی کی ہے بادشاہت اور اسی کی ہے تعریف اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

(بقیہ صفحہ ۶۵۱) یہ غلام اگر کچھ مال چھوڑ مرے اور کوئی وارث اس کا نہ ہو تو اس کا مال اس کے آزاد کرنے والے کو ملتا ہے اسی کو ولا کہتے ہیں پس اگر کوئی شخص اپنے مولی کا حق قطع کر کے کسی دوسرے کو اپنا وارث بنائے تو یہ ناجائز ہے ۱۲۔

Marfat.com

حَامِدًا وَّمُصَلِّيًا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

چہل آثار امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

(۱) ابوبکر عن شیخ قال عمر بن الخطاب من حج ھذا البیت لا یرید غیرہ خرج من ذنوبہ کیوم ولدتہ امہ۔

ابوبکر[۱] ایک شیخ سے راوی ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب نے فرمایا جو شخص اس گھر کے حج کا ارادہ کرے اس کے سوا اور کچھ ارادہ نہ رکھتا ہو وہ اپنے گناہوں سے مثل اس دن کے نکل جائے گا جس دن اسے اس کی ماں نے جنا تھا۔

(۲) ابوبکر عن موسی بن سعید قال عمر تلقوا الحجاج والعمار والغزاۃ فلیدعوا لکم قبل ان یتدنسوا۔

ابوبکر موسیٰ ابن سعید سے راوی ہیں کہ حضرت عمر نے فرمایا حج کرنے والوں اور عمرہ کرنے والوں اور غازیوں سے ملو اور وہ تمہارے لئے دعا کریں قبل اس کے کہ گناہ میں ملوث ہوں۔

(۳) مالک عن سعید بن المسیب ان عمر بن ابی سلمۃ استاذن عمر بن الخطاب ان یعتمر فی شوال فاذن لہ فاعتمر ثم قفل الی اھلہ ولم یحج۔

امام مالک سعید بن مسیب سے راوی ہیں کہ عمر بن ابی سلمہ نے حضرت عمر بن خطاب سے اس بات کی اجازت چاہی کہ شوال میں عمرہ کریں تو حضرت عمر نے ان کو اجازت دیدی اور انھوں نے عمرہ کر لیا پھر وہ اپنے گھر والوں کے پاس لوٹ آئے اور حج نہیں کیا۔

(۴) البیھقی ان عمر بن الخطاب قال

بیہقی روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب نے

---

[۱] یہ ابوبکر محدثین میں ایک بڑے پایہ کے شخص ہیں ان کی ایک کتاب ہے جو مصنف بن ابی شیبہ کے نام سے مشہور ہے یہ روایتیں اسی کتاب کی ہیں ۱۲۔

ان السبیل الزاد والراحلۃ۔

کہا سبیل عہ (سے مراد) زاد و راحلہ ہے۔

(۵) ابوبکر عن منیۃ بنت محرز سمعت عمر بن الخطاب یقول اجئوا ھذہ الذریۃ ولا تاکلوا ارزاقھا وتدعوا اربا فی رقابھا قیل الذریۃ ھھنا النساء۔

ابوبکر منیہ بنت محرز سے راوی ہیں کہ میں نے عمر بن خطاب کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ان ذریات کو حج کراؤ اور ان کا مال خورد برد نہ کر جاؤ کہ عہ ان کے حقوق ان کی گردنوں پر رہ جائیں ذریات سے مراد عورتیں ہیں۔

(۶) البغوی روی ان عمر اذن ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی اخر حجۃ حجھا فبعث معھن عثمان بن عفان وعبد الرحمن قلت اختلفوا فی المرأۃ تخرج من غیر محرم فاحتج الشافعی بھذا علی انہ یجوز خروجھا من غیر محرم اذا کان معھا نسوۃ ثقات وللحنفیۃ ان یقولوا فی الاثر انہ جعل معھن عثمان وعبد الرحمن بمعنی محافظتھن وتوقیرھن وان کان معھن محارمھن واللہ اعلم

بغوی عہ راوی ہیں کہ حضرت عمر نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کو اپنے اخیر حج میں اجازت حج کی دی تھی اور ان کے ہمراہ عثمان بن عفان اور عبد الرحمن کو کر دیا تھا میں کہتا ہوں کہ عورت کے بارے میں علماء نے اختلاف کیا ہے کہ کیا وہ بغیر محرم کے باہر نکل سکتی ہے تو امام شافعی نے اسی حدیث سے اس بات پر استدلال کیا ہے کہ بغیر محرم کے اس کا نکلنا درست ہے بشرطیکہ اس کے ہمراہ پرہیزگار عورتیں ہوں اور عہ جو لوگ ناجائز کہتے ہیں انھیں اختیار ہے کہ کہیں اس اثر میں جو یہ ذکر ہے کہ حضرت عمر نے ان کے ہمراہ عثمان اور عبد الرحمن کو کر دیا تھا تو یہ محض ان کی محافظت اور توقیر کے لئے اگرچہ ان کے ساتھ ان کے

عہ یعنی یہ آیت میں جو ذکر ہے کہ حج اس پر فرض ہے جو سبیل کی مقدرت رکھتا ہو وہاں سبیل کے لفظ سے زاد راہ اور سواری مراد ہے ۱۲۔

عہ یعنی ایسا نہ کرو۔ ان کے مال تم اپنے تصرف میں لے آؤ کہ وہ فقیر ہو جائیں اور حج نہ کر سکیں اور اس کی وجہ سے یہ بار ان کی گردن پر رہے ۱۲۔

عہ یہ شیخ ولی اللہ محدث دہلوی کا قول ہے حنفیہ کے نزدیک بغیر محرم کے عورت کا سفر ناجائز ہے ان کی طرف سے یہ جواب دیا ہے جو حضرت شیخ نے ذکر کیا ہے ۱۲۔

Marfat.com

محارم بھی تھے۔

(۷) البخاری عن ابن عمر لما فتح هذان المصران اتوا عمر فقالوا یا امیر المؤمنین ان رسول الله صلی الله علیه وسلم حد لاهل نجد قرنا وهو جور عن طریقنا وان اردنا قرنا شق علینا قال فانظروا حذوها من طریقکم فحد لهم ذات عرق۔

بخاری حضرت ابن عمر سے راوی ہیں کہ جب یہ دونوں شہر (یعنی بصرہ اور کوفہ) فتح ہوئے تو لوگوں نے کہا کہ اے امیر المومنین رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نجد والوں کے لئے قرن کو میقات مقرر فرمایا تھا اور وہ ہمارے راستہ سے ہٹا ہوا ہے اور ہم اگر قرن جانا چاہیں تو ہم پر شاق ہوگا حضرت عمر نے کہا کہ تم اس کے محاذات پر اپنی راہ میں کوئی مقام تجویز کرلو چنانچہ حضرت عمر نے ان کے لئے ذات عرق کو مقرر کردیا۔

(۸) ابوبکر عن الحسن ان عمران بن حصین احرم من البصرة فقدم علی عمر فاغلظ له فقال یتحدث الناس ان رجلا من اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم احرم من الامصار۔

ابوبکر حسن بصری سے راوی ہیں کہ عمران بن حصین بصرہ سے احرام باندھ کر حضرت عمر کے پاس آئے تو حضرت عمر نے ان پر سختی کی اور فرمایا کہ لوگ کہیں گے ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے (دور دراز) شہروں سے احرام باندھ کر آئے تھے۔

(۹) ابوبکر عن مسلم بن سلمان ان رجلا احرم من الکوفة فرآه عمر رضی الله عنه سیئ الهیئة فاخذ بیده وجعل یدور به فی الحلق ویقول انظروا الی ما صنع هذا بنفسه وقد وسع الله علیه قلت معناه الکراهیة للمقتدی ولمن خیف علیه ان یفوت حقوق الاحرام۔

ابوبکر مسلم بن سلمان سے راوی ہیں کہ ایک شخص نے کوفہ سے احرام باندھا تھا حضرت عمر نے اس کو بری حالت میں دیکھا تو اسے پکڑ لیا اور لوگوں میں اس کو گشت کرایا اور یہ فرماتے جاتے تھے کہ اس شخص کو دیکھو اس نے اپنی جان کے ساتھ کیا (برا سلوک) کیا حالانکہ اللہ نے اسے وسعت دی تھی میں کہتا ہوں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ پیشوا کے لئے (یہ بات) مکروہ ہے اور

عہ معلوم ہوا کہ میقات سے پہلے احرام نہ باندھنا چاہیئے ۱۲

Marfat.com

اس شخص کے لئے جس سے حقوق احرام کے فوت ہونے کا خوف ہو۔

(۱۰) ابوبکر عن ابن عمر وجد عمر بن الخطاب ریحا فتوعد صاحبھا فرجع معاویۃ فالقی ملحفۃ کانت علیہ یعنی مطیبۃ قلت لم یاخذ بھذا اھل الفقہ لما صح عندھم من حدیث عائشۃ کانی انظر الی و بیض الطیب فی مفرق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد ثلث من احرامہ اخرجہ الشیخان قلت والاوجہ ان یقال استدامۃ الطیب علی البدن یجوز لان الدن یکن رکا علی الثوب لایجوز لان الطیب یبقی فی الثوب کما کان۔

۱۰ ابوبکر حضرت ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب نے کچھ خوشبو پائی تو جس کے پاس وہ خوشبو تھی اسے ڈانٹا پس حضرت معاویہ نے بھی اپنی خوشبودار چادر اتار ڈالی میں کہتا ہوں کہ اہل فقہ نے اس اثر پر عمل نہیں کیا کیونکہ ان کے نزدیک حضرت عائشہ کی روایت سے یہ ثابت ہے (وہ کہتی ہیں) کہ گویا میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سر میں احرام کے تین دن بعد تک خوشبو کی چمک دیکھتی تھی میں کہتا ہوں کہ زیادہ مدلل یہ ہے کہ کہا جائے کہ بدن[ع] پر خوشبو کا لگا رہنا جائز ہے کیونکہ میل اس کو خراب کر دے گا اور کپڑے پر نا جائز ہے کیونکہ کپڑے پر خوشبو جیسی تھی ویسی ہی باقی رہے گی۔

(۱۱) ابوبکر عن المسور بن مخرمۃ کانت تلبیۃ عمر لبیک اللھم لبیک لا شریک لک لبیک ان الحمد و النعمۃ لک والملک لا شریک لک لبیک مرغوبا و مرھوبا الیک لبیک ذا النعماء والفضل الحسن۔

۱۱ ابوبکر مسور بن مخرمہ سے راوی ہیں کہ حضرت عمر کا تلبیہ یہ تھا۔ (ترجمہ) اے اللہ میں بار بار تیرے دروازہ پر حاضر ہوں کوئی تیرا شریک نہیں میں حاضر ہوں میں حاضر ہوں بیشک ہر طرح کی تعریف اور احسان تیرے ہی لئے ہے اور بادشاہی میں کوئی تیرا شریک نہیں میں حاضر ہوں خوف اور امید کے ساتھ میں حاضر ہوں اے نعمتوں اور عمدہ بزرگی والے۔

(۱۲) ابوبکر عن القاسم قال عمر یا

۱۲ ابوبکر قاسم سے راوی ہیں کہ حضرت عمر نے کہا

ع یہی مذہب حنفیہ کا ہے کہ بدن پر اگر احرام سے پہلے خوشبو لگائی تو اب بعد احرام کے جسم سے اس کا زائل کرنا ضروری نہیں بخلاف کپڑے کے پس حضرت عمر کا کپڑے کی خوشبو سے ممانعت کرنا موافق حنفیہ کے ہے ۱۲۔

اھل مکۃ مالی اراکم مدھنین و الحجاج شعثا غبرا اذا رایتم ھلال ذی الحجۃ فاھلوا۔

اے اہل مکہ کیا بات ہے کہ میں تم کو (سروں میں) تیل ڈالے ہوئے دیکھتا ہوں حالانکہ حاجی لوگ پراگندہ مو غبار آلودہ ہوتے ہیں تم جب ذی الحجہ کا چاند دیکھو تو احرام باندھ لیا کرو۔

(۱۳) ابوبکر عن ابی وائل خرجنا حجاجا ومعنا الصبی بن معبد فاحرم بالحج و العمرۃ فقدمنا الی عمر فذکر ذلک لہ فقال ھدیت لسنۃ نبیک صلی اللہ علیہ وسلم۔

۱۳ ابوبکر ابو وائل سے راوی ہیں کہ ہم حج کرنے کے لئے نکلے اور ہمارے ہمراہ صبی بن معبد بھی تھے انھوں نے حج وعمرہ دونوں کا احرام باندھ لیا بعد اس کے ہم حضرت عمر کے پاس گئے اور صبی بن معبد نے ان سے اس کا ذکر کیا تو انھوں نے کہا کہ تم نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی ہدایت پائی۔

(۱۴) ابوحنیفہ عن حماد عن ابراھیم عن عمر بن الخطاب انہ انما نھی عن الافراد فاما القران فلا قال محمد یعنی بقولہ نھی عن الافراد افراد العمرۃ۔

۱۴ امام ابوحنیفہ حماد سے وہ ابراہیم سے وہ حضرت عمر بن خطاب سے راوی ہیں کہ انھوں نے صرف افراد سے منع فرمایا ہے نہ قران سے۔ امام محمد کہتے ہیں کہ افراد سے مراد صرف عمرہ کرنا۔

(۱۵) ابوبکر عن طاؤس عن ابن عباس تمتع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابوبکر وعمر وعثمان واول من نھی عنھا معاویۃ۔

۱۵ ابوبکر طاؤس سے وہ حضرت ابن عباس سے راوی ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر وعمر وعثمان نے (برابر) تمتع کیا ہے اور سب سے پہلے جس نے تمتع سے منع کیا وہ معاویہ ہیں۔

(۱۶) احمد بن حنبل عن ابی سعید خطب عمر الناس فقال ان اللہ عزوجل خص نبیہ ماشاء وان نبی اللہ قد مضی لسبیلہ فاتموا الحج والعمرۃ للہ کما امرکم اللہ عزوجل

۱۶ امام احمد بن حنبل ابوسعید سے راوی ہیں کہ حضرت عمر نے خطبہ پڑھا تو (اس میں) بیان کیا کہ اللہ عزوجل نے اپنے نبی کے لئے جو چاہا خاص کر دیا اور بے شک نبی خدا اپنی راہ پر چلے گئے پس تم حج عمرہ کو اللہ کے لئے پورا کرو جیسا کہ اللہ عزوجل نے تمہیں اسکا حکم دیا ہے

Marfat.com

(۱۷) احمد بن حنبل عن جابر بن عبد الله تمتعنا مع رسول الله صلی الله علیه وسلم ومع ابی بکر فلما ولی عمر بن الخطاب خطب الناس فقال ان القرآن هو القرآن وان رسول الله هو الرسول کانتا متعتان علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم احدهما متعة الحج والاخری متعة النساء۔ معناه لیستا بعده۔

[۱۷] امام احمد بن حنبل حضرت جابر بن عبد اللہ سے راوی ہیں کہ ہم نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر کے ساتھ تمتع کیا پھر جب عمر بن خطاب خلیفہ ہوئے تو انھوں نے لوگوں سے مخاطب ہو کے فرمایا کہ قرآن وہی قرآن ہے اور بیشک رسول اللہ وہی رسول ہیں دو متعہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھے ایک تو متعہ الحج دوسرا متعۃ النساء یعنی یہ دونوں آپ کے بعد نہیں رہے۔

(۱۸) مالک وابو بکر عن ابن عمر قال افصلوا بین حجکم وعمرتکم فان ذلک اتم لحج واتم لعمرته ان یعتمر فی غیر اشهر الحج۔ قلت وهذا اشد المواضع التی اختلف فیها علی عمر والاوجه عندی ان لکل کلام محمل وکان عمر یختار الافراد ویرخص فی التمتع والقران اما قول ابن عباس تمتع رسول الله صلی الله علیه وسلم

[۱۸] امام مالک اور ابوبکر حضرت ابن عمر سے راوی ہیں کہ حضرت عمر نے فرمایا کہ اپنے حج و عمرہ کے درمیان میں فصل کرو کیونکہ اس میں تمہارا حج بھی کامل ہوگا اور عمرہ بھی کہ حج کے مہینوں کے علاوہ اور مہینوں میں عمرہ کرو۔ میں[ع] کہتا ہوں کہ جن مسائل میں حضرت عمر سے مختلف روایتیں نقل کی گئی ہیں ان میں سب سے زیادہ مشکل یہ مقام ہے اور میرے نزدیک عمدہ بات یہ ہے کہ ہر گفتگو کا ایک خاص مطلب ہوتا ہے حضرت عمر افراد کو بہتر سمجھتے تھے اور تمتع اور

ع یہ قول شاہ ولی اللہ صاحب کا ہے واقعی نہایت نفیس فیصلہ کیا ہے اس پر جس قدر غور کیا جاتا ہے اسی قدر اسکی خوبیاں ظاہر ہوتی ہیں تمتع کے بارے میں اکثر لوگوں کا یہی خیال ہے کہ حضرت عمر اسکے عدم جواز کے قائل تھے جیسا کہ بعض روایتوں سے ظاہر ہوتا ہے لیکن اس فیصلہ پر غور کرنیکے بعد وہ صاف کھل جاتا ہے کہ حضرت عمر اس کے عدم جواز کے قائل نہ تھے بلکہ وہ جس چیز کو ناجائز کہتے تھے وہ حج کے احرام کا عمرہ سے بدل دینا ہے نہ کہ تمتع ۱۲۔

وابوبکر وعمر فمعناہ تقدیم طواف القدوم قبل طواف الافاضۃ وجعل السعی عقیب طواف القدوم واما قولہ خص نبیہ ما شاء فھو فسخ الحج بالعمرۃ فذلک خاص بزمان النبوۃ اراد بھذا النبی صلی اللہ علیہ وسلم ھذا مذھب الجاھلیۃ من قولھم العمرۃ فی اشھر الحج من افجر الفجور واما الافراد الذی نھی عنہ فھو ترک طواف القدوم۔

قران کی بھی اجازت دیتے تھے اور حضرت ابن عباس کا یہ کہنا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر وعمر نے تمتع کیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ طواف قدوم کا طواف افاضہ سے پہلے کرنا اور بعد طواف قدوم کے سعی کرنا (وہ لوگ کیا کرتے تھے) اور حضرت عمر کا یہ فرمانا کہ اللہ نے اپنے نبی کے لئے جو چاہا خاص کر لیا اس سے مراد حج کا عمرہ سے بدل دینا کہ یہ زمانہ نبوت کے ساتھ خاص تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے مذہب جاہلیت کے مٹا دینے کا ارادہ کیا تھا جو لوگ کہتے تھے کہ حج کے مہینوں میں عمرہ کرنا سخت برائی ہے اور لیکن وہ افراد جس سے حضرت عمر نے منع کیا یہ وہ افراد ہے جس میں طواف قدوم ترک کر دیا جائے۔

(۱۹) ابوبکر سئل عمر عن العمرۃ بعد الحج فقال ھی خیر من لا شئی۔ قلت معناہ ان العمرۃ من المیقات افضل بکثیر من العمرۃ من التنعیم ونحوہ والعمرۃ فی غیر اشھر الحج افضل بکثیر من العمرۃ فی اشھر الحج۔

۱۹ ابوبکر راوی ہیں کہ حضرت عمر سے بعد حج کے عمرہ کرنے کے بابت پوچھا گیا تو انھوں نے کہا کہ نہ کرنے سے بہتر ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس کا یہ مطلب ہے کہ میقات سے عمرہ کرنا بدرجہا بہتر ہے تنعیم وغیرہ سے عمرہ کرنے سے اور حج کے مہینوں کے سوا اور مہینوں میں عمرہ کرنا حج کے مہینوں میں عمرہ کرنے سے۔

(۲۰) ابوبکر عن وھب بن الاجدع سمع عمر یقول اذا قدم الرجل حاجا فلیطف بالبیت سبعا ثم یصلی عند المقام رکعتین۔

۲۰ ابوبکر وہب بن اجدع سے راوی ہیں کہ انھوں نے حضرت عمر کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب کوئی شخص حج کے ارادے سے آئے تو اسے چاہیے کہ سات مرتبہ کعبہ کا طواف کرے بعد اس کے مقام ابراہیم کے پاس دو رکعت نماز پڑھے۔

(۲۱) الشافعی عن حنظلۃ بن طاؤس سمعت عمر یقول اقلوا الکلام فی

۲۱ امام شافعی حنظلہ بن طاؤس سے راوی ہیں کہ انھوں نے کہا میں نے حضرت عمر کو یہ فرماتے

الطواف فانما انتم فی صلوٰۃ۔

ہوئے سنا کہ اے لوگو طواف میں باتیں کم کرو کیونکہ تم گویا نماز میں ہو۔

(۲۲) ابوبکر عن عبد اللہ بن عامر بن ربیعۃ ان عمر بن الخطاب رمل ما بین الحجر الی الحجر۔

۲۲ ابوبکر عبد اللہ بن عامر بن ربیعہ سے راوی ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب نے حجر اسود سے لے کے حجر اسود تک رمل کیا۔ عـہ

(۲۳) احمد بن حنبل عن زید بن اسلم عن ابیہ قال عمر فیما الرملان والکشف عن المناکب وقد اطأ اللہ الاسلام ونفی الکفر واھلہ و مع ذلک لا ندع شیئا کنا نفعل علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

۲۳ امام احمد بن حنبل زید بن اسلم سے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے فرمایا دونوں رمل اور شانوں کا کھولنا عـہ اب کیا مقصد ہے اور بے شک اللہ نے اسلام کو غالب کر دیا اور کفر کو اور کفر والوں کو مٹا دیا مگر باوجود اس کے ہم جو باتیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کرتے تھے ان کو ترک نہ کریں گے۔

(۲۴) ابوبکر عن عابس بن ربیعۃ اسلم عمر الحجر وقبلہ و قال لولا انی رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبلک ما قبلتک۔

۲۴ ابوبکر عابس بن ربیعہ سے راوی ہیں کہ حضرت عمر نے حجر اسود کا استلام کیا اور اس کو بوسہ دیا اور فرمایا کہ اگر میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے بوسہ نہ دیتا

(۲۵) ابوبکر عن یعلی بن امیہ قال الی عمر ما رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یستلم منہا الا الحجر قلت بلی قال فمالک بہ

۲۵ ابوبکر یعلی بن امیہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا مجھے حضرت عمر نے فرمایا کہ کیا تم نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا کہ آپ کعبہ میں صرف حجر اسود کو بوسہ دیتے تھے میں نے عرض

عـہ یعنی پورے شوطوں میں رمل کرتے تھے ۱۲۔

عـہ شانوں کے کھولنے سے مراد اضطباع ہے رمل اور اضطباع کی حکمت یہ تھی کہ کفار قریش نے مسلمانوں کی نسبت کہا تھا کہ ان کو مدینہ کے بخار نے کمزور کر دیا ہے اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اکڑ اکڑ کے طواف کرو۔

Marfat.com

اسوۃ حسنۃ قلت بلی۔

کیا کہ ہاں (میں نے دیکھا ہے) حضرت عمر نے کہا تو کیا تم کو آپ کے ساتھ اقتدا نہیں ہے میں نے کہا کہ ہاں (ہے)

(۲۶) ابوبکر عن وھب بن الاجدع انہ سمع عمر یقول یبدأ بالصفا ویستقبل البیت ثم یکبر سبع تکبیرات بین کل تکبیرتین حمد اللہ وصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومسألۃ لنفسہ وعلی المروۃ مثل ذلک۔

ابوبکر وہب بن اجدع سے راوی ہیں کہ انھوں نے حضرت عمر کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ صفا سے (طواف) کی ابتدا کی جائے اور کعبہ کی طرف منہ کرکے سات مرتبہ تکبیر کہی جائے ہر دو تکبیروں کے درمیان میں اللہ کی حمد اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا جائے اور اپنے لئے دعا مانگی جائے اور اسی طرح مروہ پر بھی۔

(۲۷) ابوبکر عن بکر سعیت مع عمر فی بطن المسیل۔

ابوبکر سے راوی ہیں کہ وہ کہتے ہیں میں نے حضرت عمر کے ہمراہ بطن مسیل میں سعی کی۔

(۲۸) ابوبکر عن ہشام بن عروۃ عن ابیہ ان عمر کان یلبی علی الصفا والمروۃ ویشتد صوتہ ویعرف صوتہ باللیل ولا یری وجہہ۔

ابوبکر ہشام بن عروہ سے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر صفا مروہ پر تلبیہ کرتے تھے اور اپنی آواز بلند کرتے تھے رات کو ان کی آواز سنائی دیتی تھی اور ان کا چہرہ نہ دکھائی دیتا تھا۔

(۲۹) ابوبکر عن علقمۃ والاسود عن عمر انہ جمع بین الظہر والعصر بعرفات ثم وقف۔

ابوبکر علقمہ اور اسود سے وہ حضرت عمر سے راوی ہیں کہ حضرت عمر نے عرفات میں ظہر اور عصر کی نماز ایک ساتھ پڑھی بعد اس کے وقوف کیا۔

(۳۰) ابوبکر عن الاسود عن عمر انہ صلاھما بجمع۔

ابوبکر اسود سے راوی ہیں کہ حضرت عمر نے مزدلفہ میں مغرب اور عشا کی نماز ایک ساتھ پڑھی۔

(۳۱) احمد بن حنبل عن عمرو بن میمون صلی بنا عمر ابن الخطاب بجمع الصبح ثم وقف وقال ان المشرکین کانوا لا یفیضون حتی تطلع الشمس وان

امام احمد بن حنبل عمرو بن میمون سے راوی ہیں کہ ہمیں عمر بن خطاب نے مزدلفہ میں صبح کی نماز پڑھائی بعد اس کے وقوف کیا اور فرمایا کہ مشرکین (مزدلفہ سے) نہ جاتے تھے جب تک

Marfat.com

رسول الله صلى الله عليه وسلم خالفهم ثم افاض قبل ان تطلع الشمس۔

کہ آفتاب نہ نکل آئے اور بیشک رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی مخالفت کی تھی لہذا آپ نے قبل طلوع آفتاب کے کوچ کر دیا تھا۔

(٣٢) مالك بن عبد الله بن دينار عن ابن عمر خطب الناس بعرفة وعلمهم امر الحج فقال لهم فيما قال اذا جئتم منى فمن رمى الجمرة فقد حل له ما حرم على الحاج الا النساء والطيب لا يمس احد نساء ولا طيبا حتى يطوف بالبيت۔
قلت ترك الفقهاء قوله والطيب لما صح عندهم من حديث عائشة وغيرها ان النبي صلى الله عليه وسلم تطيب قبل طواف الافاضة۔

٣٢ امام مالک عبد اللہ بن دینار سے وہ حضرت ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے عرفات میں لوگوں کے سامنے خطبہ پڑھا اور انھیں حج کا طریقہ تعلیم کیا پس اپنی گفتگو میں ان سے یہ کہا کہ جب تم منیٰ پہونچو تو جو شخص رمی کر چکے اس کے لئے تمام وہ چیزیں جو حاجی کے لئے حرام ہوتی ہیں حلال ہو جاتی ہیں سوا عورتوں کے اور خوشبو کے لہذا کوئی شخص بغیر طواف کے عورت اور خوشبو کے قریب نہ جائے ہیں کہتا ہوں کہ فقہا نے حضرت عمر کا یہ قول کہ خوشبو حرام ہے ترک کر دیا ہے کیونکہ ان کے یہاں حضرت عائشہ وغیرہ کی روایت سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبل طواف افاضہ کے خوشبو لگائی۔

(٣٣) ابو بكر عن ابن اسحق سئل عكرمة عن الاهلال متى ينقطع فقال اهل رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى رمى الجمرة وابو بكر وعمر۔

٣٣ ابوبکر بن اسحاق سے روایت کرتے ہیں کہ عکرمہ سے اہلال کی بابت پوچھا گیا کہ کب موقوف کیا جائے تو انھوں نے کہا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے رمی تک اہلال کیا تھا اور ابوبکر و عمر نے بھی۔

(٣٤) مالك عن يحيى بن سعيد ان عمر بن الخطاب رد رجلا من مر الظهران ان لم يكن ودع البيت حتى ودع۔

٣٤ امام مالک یحییٰ بن سعید سے راوی ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب نے مر الظہران سے ایک شخص کو واپس کر دیا اس نے طواف وداع نہ کیا تھا یہاں تک کہ وہ طواف وداع کر آیا۔

(٣٥) مالك انه بلغه ان عمر بن الخطا

٣٥ امام مالک کہتے ہیں کہ ان کو یہ خبر ملی ہے کہ

كان يقف عند الجمرتين وقوفا طويلا حتى يمل القائم۔

حضرت عمر بن خطاب دونوں جمروں کے پاس بہت دیر تک وقوف کرتے تھے یہاں تک کہ کھڑا ہونے والا تھک جاتا۔

(۳۶) ابوبكر عن سليمان بن ربيعة نظرنا عمر فاتى الجمرة الثالثة فرماها ولم يقف عندها۔

۳۶ ابوبکر سلیمان بن ربیعہ سے راوی ہیں کہ ہم نے حضرت عمر کو دیکھا کہ وہ تیسرے جمرہ کے پاس آئے اور اسے رمی کی اور اسکے پاس وقوف نہیں کیا۔

(۳۷) مالك عن عطاء بن ابى رباح ان عمر بن الخطاب قال ليعلى بن امية وهو يصب على عمر بن الخطاب ماءً وهو يغتسل يصب على راسى اصبب فلن يزيده الماء الا شعثا۔

۳۷ امام مالک عطاء بن ابی رباح سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب نے یعلیٰ بن امیہ سے کہا اور وہ حضرت عمر بن خطاب پر پانی ڈال رہے تھے اور وہ غسل عـه کر رہے تھے کہ میرے سر پر پانی ڈالو کیونکہ پانی پراگندہ موئی اور بھی زیادہ کردیگا۔

(۳۸) ابوحنيفة عن ابى سلمة عن رجل من ابى هريرة مررت فى البحرين يسألونى عن لحم الصيد يصيده الحلال هل يصلح للمحرم ان يا كله فافتيتهم باكله وفى نفسه منه شئ ثم قدمت على عمر بن الخطاب فذكرت ما قلت لهم فقال لو قلت غير ذلك لم نفعل بين اثنين ما بقيت

۳۸ امام ابوحنیفہ ابوسلمیٰ سے وہ ایک شخص سے وہ حضرت ابوہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا میں (مقام) بحرین میں گیا تو لوگ مجھ سے شکار کے گوشت کی بابت پوچھنے لگے کہ اگر اس کو غیر محرم شکار کرے تو کیا محرم کو جائز ہے کہ اسے کھالے میں نے ان لوگوں کو اسے کھانے کا فتویٰ دیدیا اور میرے دل میں اس کی طرف سے تردد تھا پھر میں حضرت عمر بن خطاب کے پاس آیا تو جو کچھ میں نے ان لوگوں سے کہا تھا اس کا ذکر ان سے کیا انھوں نے کہا کہ اگر تم اس کے سوا اور کچھ کہتے عسه تو جب تک تم زندہ رہتے کبھی دو

عـه معلوم ہوا کہ حالت احرام میں غسل کرنا منع نہیں ۱۲۔

عسه مطلب یہ ہے کہ یہ فتویٰ تمہارا صحیح ہے مگر اس کے خلاف تم کہتے تو وہ غلط ہوتا اور اس غلط فتویٰ کی سزا میں تمہارے لئے قطعی ممانعت کردی جاتی کہ پھر کبھی تم کسی کو مسئلہ نہ بتاتے ۱۲۔

Marfat.com

آدمیوں کے درمیان کچھ نہ کہنے پاتے۔

(۳۹) مالك عن عبد الملك بن قدير عن محمد بن سيرين ان رجلا جاء الى عمر بن الخطاب فقال انى اجريت انا وصاحب لى فرسين الى ثغرة ثنية فاصبنا ظبيا ونحن محرمان فماذا ترى فقال عمر لرجل الى جنبه تعال حتى حكم انا وانت قال فحكما عليه ببعير فولى الرجل وهو يقول هذا امير المومنين لم يستطع ان يحكم فى ظبى حتى دعا رجلا يحكم معه فسمع عمر قول الرجل فسأله هل تقراء سورة المائدة قال لا قال فهل تعرف هذا الرجل الذى حكم معى فقال لا فقال عمر لو اخبرتنى انك تقرأ المائدة لاوجعتك ضربا ثم قال ان الله تبارك وتعالى يقول فى كتابه يحكم به ذوا عدل منكم هديا بالغ الكعبة وهذا عبد الرحمن بن عوف۔

۳۹
امام مالک عبد الملک بن قدیر سے وہ محمد بن سیرین سے راوی ہیں کہ ایک شخص حضرت عمر بن خطاب کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ میں نے اور میرے ایک ساتھی نے ایک ہرن کے پیچھے گھوڑا دوڑایا تو ہم نے ایک ہرن کو شکار کیا اور ہم (اس وقت) محرم تھے پس آپ کی کیا رائے ہے حضرت عمر نے ایک شخص سے جو ان کے پہلو میں بیٹھا ہوا تھا یہ کہا کہ آؤ تاکہ ہم تم دونوں حکم دیں چنانچہ ان دونوں نے اس شخص پر ایک اونٹ قربانی کرنے کا حکم دے دیا تو وہ شخص یہ کہتا ہوا پھر چلا کہ یہ امیر المومنین ہیں کہ ایک ہرن کے بارے میں حکم نہیں دے سکتے یہاں تک کہ ایک اور شخص کو بلایا جو ان کے ساتھ حکم کرے پس حضرت عمر نے اس شخص کا کہنا سنا تو اس سے پوچھا کہ کیا تو سورۂ مائدہ پڑھتا ہے اس نے کہا نہیں حضرت عمر نے کہا کہ تو اس شخص کو جانتا ہے جس نے میرے ساتھ حکم دیا ہے اس نے کہا نہیں حضرت عمر نے کہا اگر تو مجھ سے بیان کرتا کہ سورۂ مائدہ پڑھا ہوا ہے تو میں تجھ کو بہت مارتا پھر انھوں نے کہا کہ اللہ بزرگ برتر اپنی کتاب میں فرماتا ہے یحکم بہ عـــه

عـــه ترجمہ اس کا یہ ہے کہ دو عادل لت والے آدمی اس شکار کے بدلے (باقی حاشیہ صفحہ ۶۶۵ پر)

Marfat.com

ذوا عدل منکم ھدیا بالغ الکعبۃ اور یہ عبدالرحمٰن بن عوف ہیں۔

(۴۰) عن زید بن اسلم عن ابیہ عن عمر قال اللھم ارزقنی شھادۃ فی سبیلک و اجعل موتی فی بلد رسولک۔ (البخاری)

زیدؒ بن اسلم اپنے والد سے وہ حضرت عمر سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے کہا اے اللہ مجھے اپنی راہ میں شہادت نصیب کر اور میری موت اپنے رسول کے شہر میں کر۔

تمت

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۶۴) کا حکم دیں وہ ہدی ہو کعبہ تک پہنچنے والے' مطلب یہ ہے کہ اس آیت میں حکم ہے کہ دو آدمی شکار کی جزا تجویز کریں اس وجہ سے میں نے تنہا تجویز کرنا پسند نہیں کیا ۱۲۔

Marfat.com

عِلمُ الفقہ

جلد ششم

جس میں

نکاح کے مسائل اور نکاح کی اہمیت اور کن کن رشتوں سے نکاح ہو سکتا ہے

پوری تفصیل سے بیان کیا گیا ہے

از خامہ

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد عبدالشکور صاحب

ناشر

دارالاشاعت

مولوی مسافر خانہ۔ کراچی

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ طِیْنٍ ۔ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّاءٍ مَّهِیْنٍ فَاصْطَفٰی لِمَنْ یَّشَآءُ الْبَنَاتِ وَاَعْطٰی مَنْ شَاءَ الْبَنِیْنَ ۔ وَخَلَقَ کُلَّ شَیْءٍ زَوْجَیْنِ فَتَبَارَکَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَی النَّبِیِّ الْاَمِیْنِ ۔ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِهٖ وَصَحْبِهِ الْمُهْتَدِیْنَ ۔عہ کہاں اس پاک بے نیاز کے الطاف غیر متناہیہ کا شکر اور کہاں ایک مشت خاک اور وہ بھی ناپاک مَا لِلتُّرَابِ وَرَبِّ الْاَرْبَابِ ۔عہ

ان حادث اور بے جان لفظوں سے نہ اس کی صفت و ثنا ہو سکتی ہے نہ اس کی نعمتوں کا شکر ادا ہو سکتا ہے ہاں اتنا تو ضرور ہو جاتا ہے کہ اس کے پاک نام سے ہمارے ناقص کلام کی زینت ہو جاتی ہے، یہ اس کا بہت بڑا احسان ہے کہ مجھ جیسے کم علم و ہیچمیرز سے اتنے بڑے کام کو انجام سے آشنا فرمایا میں اس وقت خوش ہوں کہ علم الفقہ میں عبادات کا حصہ ختم ہو گیا اسلام کے چاروں رکن نماز ۔ روزہ ۔ زکوٰۃ ۔ حج کے مسائل بیان ہو چکے اب معاملات کا حصہ شروع ہوتا ہے ۔ وبذالک فلیفرح المومنون عہ میرا دل ایک عرصہ سے غمگین ہے اور میری آنکھیں ابر بہار کا نمونہ بن رہی ہیں اور اب میری حالت مرزا جان جاناں علیہ الرحمۃ کے اس شعر کی مصداق ہے ؎

عہ ترجمہ ہر طرح کی تعریف اس خدا ہی کے لئے ہے جس نے انسان یعنی (آدم) کو مٹی سے پیدا کیا پھر اسکی نسل ایک ذلیل پانی کے خلاصہ (یعنی نطفہ) سے جاری کی پھر جس کو چاہتا ہے لڑکیاں عنایت کرتا ہے اور جس کو چاہا لڑکے عنایت کئے اور ہر چیز کو اس نے جوڑا جوڑا پیدا کیا پس بزرگ ہے اللہ بہتر پیدا کرنیوالا اور اللہ رحمت نازل کرے امانت دار یعنی ہمارے سردار اور آقا محمد اور انکے ہدایت یافتہ آل و اصحاب پر ۱۲ عہ مٹی کو رب الارباب سے کیا نسبت

عہ ترجمہ اور اس بات پر تمام مسلمانوں کو خوش ہونا چاہیئے ۱۲۔

Marfat.com

خشک شد رگہا و لے جاریست از زخم دلم جوئے خوں کز حسرت سرو روانے ماندہ است

لیکن پھر بھی میں سچے دل سے اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ واقعہ غم میں بھی اس کے ہزار ہزار لطف پوشیدہ ہیں۔ یہ زندگی سے زیادہ پیاری موت نہ صرف اس فرزند[عہ] مرحوم کے لئے بلکہ میرے لئے بھی باعث رحمت اور انشاء اللہ وسیلۂ نجات ہے۔

جو لوگ اس کتاب سے فائدہ اٹھائیں ان سے میری آرزو ہے کہ میرے اس نونہال کے لئے ارحم الراحمین سے دعائے رحمت فرمائیں اور ایصال ثواب سے اس طائر خلد آشیاں کی روح کو خوش کریں اَللّٰھُمَّ اَکْرِمْ نُزُلَہٗ وَوَسِّعْ مَدْخَلَہٗ وَلَا تُحْرِمْنَا اَجْرَہٗ اٰمِیْن بِالنَّبِیِّ الْاَمِیْنِ ط اگرچہ علم الفقہ کے مقدمہ میں فقہ کی تعریف اور اس کے اقسام کا بیان بہت تفصیل سے موجود ہے لیکن اس قدر معلوم کرنا یہاں بھی ضروری ہے کہ فقہ کی دو قسمیں ہیں۔ عبادات۔ معاملات۔

عبادات۔ اس حصہ کو کہتے ہیں جس میں مکلف کے ان افعال سے بحث کی جائے جن کا اجر شریعت کی طرف سے عبد اور معبود کے درمیان میں تعلق پیدا کرنے کے لئے ہوا ہو جیسے نماز۔ روزہ۔

معاملات۔ اس حصہ کو کہتے ہیں جس میں مکلف کے ان افعال سے بحث ہو جن کا اجر شریعت کی طرف سے بندوں میں باہمی تعلق پیدا کرنے کے واسطے ہوا ہو جیسے خرید و فروخت۔ پھر بعضے افعال ایسے ہیں جو ذو جہتین ہیں یعنی ان میں عبادات کی بھی شان موجود ہے اور معاملات کی بھی جیسے نکاح۔ اس حیثیت سے کہ سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اور اس کی ترغیب قرآن و حدیث میں وارد ہوئی ہے اس کے ادا کرنے سے ثواب ملتا ہے جو عبد اور معبود کے تعلق کا نتیجہ ہے وہ عبادات میں داخل ہے اور اس حیثیت سے کہ اس فعل کے سبب سے دو بندوں یعنی زوجین میں باہمی تعلق پیدا ہو جاتا ہے وہ معاملات میں داخل ہے لہذا مناسب معلوم ہوا کہ عبادات کے بعد اور معاملات سے پہلے ایسے ذو جہتین افعال کا ذکر کیا جائے اور چونکہ ان تمام افعال میں نکاح کے مصالح اور فوائد دینی اور دنیاوی زیادہ اور بہت زیادہ ہیں اس لئے اس کا ذکر سب سے مقدم کیا گیا۔

عہ نام اس عزیز کا محمد عبدالرؤف تھا ۲ - ربیع الاول ۱۳۲۱ھ کو وفات پائی ۱۲ عہ اے اللہ اس کی مہمانی اچھی کر اور اس کی قبر کو کشادہ فرما اور ہم کو اس مصیبت پر صبر کے ثواب سے محروم نہ رکھ۔ یہ دعا نبی امین صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل میں قبول فرما ۱۲۔

Marfat.com

نکاح

حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے اس آخری شریعت تک کوئی شریعت نکاح سے خالی نہیں یعنی ایک خاص معاہدہ مرد وعورت کا باہم اجتماع کے لئے ہر شریعت میں ہوتا تھا اور بغیر اس خاص معاہدہ کے مرد وعورت کا باہمی اجتماع کسی شریعت نے جائز نہیں رکھا ہاں یہ ضرور ہے کہ اس معاہدہ کی صورتیں مختلف رہیں اور اس کے شرائط وغیرہ میں تغیر و تبدل ہوتا رہا۔

نکاح کے لغوی معنی جماع کرنا۔ اصول فقہ میں نکاح کے یہی معنی برقرار رکھے گئے ہیں پس قرآن مجید میں یا احادیث میں جہاں کہیں نکاح کا لفظ واقع ہو اس سے یہی معنی لغوی مراد لینا چاہیئے بشرطیکہ کوئی قرینہ اس کے خلاف نہ دلالت کرتا ہو۔ع

اور علماء فقہ کی اصطلاح میں نکاح اس معاہدۂ خاص کو کہتے ہیں جو عورت و مرد میں ہوتا ہے جس سے دونوں میں زوجیت کا تعلق پیدا ہوجاتا ہے یہی معنی زیادہ تر مشہور ہیں۔

نکاح کے فوائد و مصالح دینی و دنیاوی بہت زیادہ اور عظیم الشان ہیں جن کا کچھ اندازہ صرف اس امر پر غور کرنے سے ہوسکتا ہے کہ تمام آسمانی شریعتیں اس کی خوبی پر متفق ہیں گویا یہ بھی اصول ملت میں سے اصل ہے علما نے بہت سے مصالح بیان کئے ہیں اور ہر ذی عقل اپنی فہم کے موافق جدید فوائد نکال سکتا ہے۔ نمونہ کے طور پر کچھ یہاں بھی درج کئے جاتے ہیں۔

(۱) حق تعالیٰ کو ایک وقت معہود تک تمام حیوانات کا عموماً اور بنی آدم کا خصوصاً باقی رکھنا مقصود ہے اور اس کا طریقہ حکمت بالغہ نے یہ مقرر فرمایا ہے کہ باہم توالد و تناسل جاری ہوا اور توالد و تناسل کا سبب تمام حیوانات میں نر و مادہ کے اس اجتماع خاص کو قرار دیا ہے اور تمام

ع مثلاً ولا تنکحوا ما نکح اٰباؤکم میں نکاح سے جماع مراد لیا جائے گا کیونکہ اس کے خلاف کوئی قرینہ نہیں ہے پس باپ نے جس عورت سے نکاح کیا ہو خواہ حلال طریقہ سے یا حرام طریقہ سے یعنی زنا کیا ہو بہرصورت لڑکے کو اس عورت سے نکاح کرنا حرام ہوجائے گا بخلاف حتیٰ تنکح زوجاً غیرہ کے کہ یہاں نکاح سے جماع نہ مراد لیا جائے گا بلکہ عقد مراد ہوگا کیونکہ قرینہ خلاف موجود ہے اور وہ قرینہ یہ ہے کہ اگر جماع مراد ہوتا تو عورت کی طرف نسبت نہ کی جاتی کیونکہ جماع عورت کا کام نہیں ہے ۱۲۔

Marfat.com

حیوانات کی طبیعت میں ایک قوت شہوانیہ وودیعت فرمائی جو اس اجتماع خاص پر طرفین کو مجبور کر دے اگر یہ قوت نہ وودیعت رکھی جاتی تو انسان کی فطری لطافت کبھی اس اجتماع کو پسند نہ کرتی اور ہمیشہ اس سے متنفر رہتی کیونکہ یہ اجتماع فی حد ذاتہ لطافت و نظافت سے بعید ہے پس جب توالد و تناسل کا یہ خاص طریقہ حکمت الہیہ نے قایم فرمایا تو یہ امر بہ لحاظ شرافت انسانی ضروری ہوا کہ اس فعل میں بھی اور حیوانات سے اس کو امتیاز عطا ہو جیسا کہ اور افعال میں مثل کھانے پینے اٹھنے بیٹھنے وغیرہ کے عطا فرمایا گیا ہے۔ لہذا یہ حکم دیا گیا کہ اس اجتماع خاص کے لئے پہلے سے مرد و عورت میں باہم رضامندی سے ایک معاہدہ ہو جایا کرے اور اس معاہدہ کے لئے شرائط و ارکان وغیرہ مقرر کئے گئے تاکہ وہ ایک معمولی بات نہ سمجھی جاے اور بغیر اس معاہدہ کے مرد و عورت کے اجتماع کی (جس کو اہل شریعت زنا کہتے ہیں) سخت ممانعت کر دی گئی۔

(۲) نکاح میں تناسل عمدہ طریقہ پر ہوتا ہے بخلاف زنا کے، نکاح میں چونکہ ایک علاقۂ محبت زوجین میں قائم ہوتا ہے اور دونوں مل کر بچے کی تعلیم و تربیت میں کوشش کرتے ہیں اس لئے امید کی جاتی ہے کہ اس کی تربیت اور تعلیم اعلیٰ پیمانہ پر ہوگی۔

(۳) نکاح میں علاوہ تناسل کے اور بھی فائدے ہیں مثلاً سلسلہ نسبیہ کا قائم رہنا عـــه اور زوجین اور ان کے اعزہ میں سلسلہ محبت کا پیدا ہونا، مرد و عورت کا یہ باہمی خاص اور دائمی تعلق نظام عالم کے لئے جس قدر مفید ہے اس کو ہر شخص سمجھ سکتا ہے، عورت فطرتاً کمزور پیدا کی گئی ہے اس لئے زندگی کے اہم مقاصد میں اس کی منفردہ قوت کام نہیں دیتی مرد کی اعانت کی ضرورت پڑتی ہے اور مرد چونکہ اہم اور اعلیٰ مقاصد کی تحصیل میں مصروف رہتے ہیں لہذا ان کے

عـــه اسی وجہ سے فقہا لکھتے ہیں کہ نکاح میں اصل حرمت ہے اور اباحت اس کی عارضی ہے اور بضرورت ہوئی ہے (بحر الرائق) ۱۲۔

عـــه سلسلہ نسب کے محفوظ نہ رہنے میں بہت خرابیاں ہیں تمام نظام عالم درہم برہم ہوا جاتا ہے نہ ایک کو دوسرے سے محبت ہوگی نہ کوئی کسی کی ہمدردی کرے گا نہ کوئی باپ ہے نہ بیٹا نہ بھائی نہ بھتیجا نہ کوئی وارث نہ کوئی مورث وعلیٰ ہذا۔ اسی سبب سے اس سلسلۂ نسب و زوجیت کے قایم فرمانے کو حق سبحانہ نے اپنے انعامات کی فہرست میں درج فرمایا ہے قولہ تعالیٰ وجعلکم نسباً وصھرا ترجمہ اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے نسب اور سسرال قایم فرمائی۔

Marfat.com

خانہ داری کی ضروریات میں عورتوں سے مدد لینے کی احتیاج ہے اس کے علاوہ اور بھی وجوہ ہیں جن سے مرد کو عورت کی طرف اور عورت کو مرد کی طرف سخت احتیاج، خلاصہ یہ کہ مرد و عورت کا یہ خاص تعلق تدبیر منزل کا جزو اعظم ہے۔

انھیں وجوہات سے شرائع ربانیہ کی توجہ نکاح کی طرف ہوئی اور اس کی ترغیب دی گئی اس کے محاسن بیان فرمائے گئے اور زنا کی مذمت اور قباحت بیان فرمائی گئی اور اس کے مرتکب کے لئے سخت سخت وعیدیں وارد ہوئیں جیسا کہ انشاءاللہ عنقریب واضح ہوگا۔

مُقدمہ اصطلاحی الفاظ کی توضیح۔

ایجاب و قبول۔ مرد و عورت کا یا ان کے وکلا یا اولیاء کا دونوں میں باہم زوجیت کا تعلق پیدا کرنیکی گفتگو کرنا۔ سب سے پہلی جس کی گفتگو ہوگی خواہ مرد کی ہو یا عورت کی اس کو ایجاب کہیں گے اور اس کے بعد دوسرے کی گفتگو کو قبول۔

مثال۔ (۱) مرد عورت سے کہے کہ میں نے تیرے ساتھ نکاح کرلیا، عورت کہے کہ میں نے منظور کرلیا، مرد کا کلام ایجاب ہے اور عورت کا کلام قبول۔

(۲) عورت مرد سے کہے کہ میں نے اپنے کو تیری زوجیت میں کیا مرد جواب دے کہ میں نے تجھ کو اپنی زوجیت میں لے لیا اس صورت میں عورت کا کلام ایجاب ہے اور مرد کا قبول۔

مہر وہ چیز ہے جو بوجہ عقد نکاح کے شوہر کی طرف سے عورت کو اس معاوضہ میں ملنا چاہیئے کہ اس نے اپنے خاص منافع کا شوہر کو مالک بنا دیا ہے، حاصل یہ کہ ان منافع کی قیمت کا نام مہر ہے، مہر کی چار قسمیں ہیں۔

مہر معجل۔ وہ مہر جس کے ادا کرنے کا علی الفور وعدہ کیا گیا ہو۔

مہر موجل وہ مہر جس کی ادائگی کا علی الفور وعدہ نہ ہو بلکہ کسی مدت پر محمول ہو خواہ وہ مدت معلوم ہو یا مجہول۔

مہر مسمیٰ۔ وہ مہر کہ جس کی مقدار عقد نکاح کے وقت معین ہوگئی ہو۔

مہر مثل۔ آزاد عورت کا مہر مثل وہ مہر ہے جو اس کے باپ کے خاندان کی ان عورتوں کا ہو جو[عہ]

عہ ان تیرہ باتوں میں مماثلت اس سبب سے شرط کی گئی کہ ان باتوں کے اختلاف سے مہر یکساں نہیں رہتا مثلاً ایک جوان یا خوبصورت کا مہر جس قدر ہوگا بوڑھی یا بدصورت کا اس قدر نہیں ہوسکتا شہر سے مراد یہ ہے کہ دونوں ایک ہی شہر کے رہنے والے ہوں کیونکہ مختلف شہروں کے رسم ورواج مختلف ہوتے ہیں زمانے سے مراد یہ ہے کہ دونوں کا زمانہ ایک ہو زمانہ کے بدل جانے سے بھی رسم ورواج میں فرق ہوجاتا ہے۔

Marfat.com

باتوں میں اس کے مثل ہوں۔ عمر۔ جمال۔ مال۔ شہر۔ زمانہ۔ عقل، دینداری، بکارت و ثیوبت۔ علم۔ ادب خلق۔ صاحب اولاد ہونا نہ ہونا۔ شوہر کا ان عــ اوصاف میں یکساں ہونا۔ اگر باپ کے خاندان کی عورتوں کا مہر نہ معلوم ہو یا وہ عورتیں ان اوصاف میں ان کی مماثل نہ ہوں تو اور کسی اجنبی عورت کا مہر دیکھا جائے گا اور وہی اس کا مہر مثل قرار دیا جائے گا بشرطیکہ ان اوصاف عــ کے علاوہ نسب میں بھی اس کی مماثل ہو اور لونڈی کا مہر مثل اگر وہ باکرہ ہے تو اس کی قیمت کا دسواں حصہ باکرہ نہ ہو تو بیسواں حصہ

ف ۔ زنا کے معاوضہ میں جو چیز دی جائے اس کو **مہر بغی** کہتے ہیں۔ اسی کو اردو زبان میں خرچی کہتے ہیں۔

عقر ۔ وہ مہر ناجائز جماع کے معاوضہ میں عورت کو دیا جائے اور یہ ناجائز جماع کسی شبہہ کے سبب سے نادانستہ وقوع میں آیا ہو۔

بکارت ۔ کنواری ہونا جو عورت کنواری ہو بکر کہتے ہیں۔ بکر کی دو قسمیں ہیں۔

بکر حقیقی وہ عورت جس سے کبھی جماع نہ ہوا ہو نہ جائز طور پر نہ ناجائز طور پر خواہ جھلی باقی ہو یا ٹوٹ گئی ہو۔ جھلی کبھی حیض آنے سے بھی ٹوٹ جاتی ہے کبھی زخم کی وجہ سے کبھی زیادہ سن ہو جانے سے کبھی کودنے پھاندنے کی وجہ سے جو عورت کسی کے نکاح میں آچکی ہو مگر قبل جماع کے نکاح سے علیحدہ ہو گئی ہو وہ بھی حقیقۃً بکر ہے۔

بکر حکمی ۔ وہ عورت جو ایک مرتبہ زنا میں مبتلا ہو چکی ہو اور یہ فعل اس کا لوگوں میں مشہور نہ ہو نہ اس کو حاکم شریعت کی طرف سے اس کی سزا ملی ہو۔

ثیوبت ۔ کنواری نہ ہونا۔ جو عورت کنواری نہ ہو اس کو **ثیّب** کہتے ہیں یعنی وہ عورت جس سے جماع

عــہ اگر شوہر دونوں کے اوصاف میں یکساں نہ ہوں گے تو مہر میں اختلاف ہو جائے گا کیونکہ ایک جوان یا ذی علم یا دیندار مرد کے ساتھ کم مہر پر بھی عورت یا اس کے ولی راضی ہو جاتے ہیں بخلاف بوڑھے یا جاہل یا فاسق کے ۱۲

عــہ بعض فقہا کا قول ہے کہ کل اوصاف میں دو عورتوں کا مماثل ہونا دشوار ہے لہذا بعض میں مماثلت بھی کافی ہے، مگر یہ قول متون فقہا کے خلاف ہے ۱۲۔

ـــہ بعض فقہا کا قول ہے کہ لونڈی کا مہر مثل وہ ہے جو اور لونڈیوں کا ہو بشرطیکہ وہ جمال میں اس کے مساوی ہوں اور مالک بھی ان دونوں کے مال و جاہ میں مماثل ہوں ۱۲۔

ہوچکا ہو۔ اگر زنا ہوئی تو ایک مرتبہ سے زیادہ یا مشہور ہوئی ہو۔

ولی۔ لغت میں تو اس کے معنی دوست اور اہل اصول کی اصطلاح میں خدا کا دوست جو اس کے اسماء و صفات کا عارف ہو گناہوں سے بچتا ہوا اور عبادات میں مشغول رہتا ہو اصطلاح فقہ میں وہ رشتہ دار جو عاقل و بالغ ہو اور وارث ہو سکتا ہو اور اس کو تصرف کا اختیار شریعت نے دیا ہو۔ یہی معنی یہاں مراد ہیں۔

ف۔ اگر کوئی رشتہ دار نہ ہو تو قاضی یا اس کا نائب بھی ولی ہو سکتا ہے۔

کفو۔ جو دو شخص باہم ان چھ اوصاف میں شریک ہوں ان میں سے ہر ایک دوسرے کا کفو ہے نسب۔ اسلام۔ حریت۔ دیانت۔ مال۔ پیشہ۔

نسب کی برابری صرف عربی النسل لوگوں میں معتبر ہے ان کے علاوہ اور لوگ نسب میں مختلف ہونے کے سبب سے غیر کفو نہ کہلائیں گے، عرب میں قریشی قریشی سب برابر ہیں[ع] گو کوئی عدوی ہو کوئی تیمی کوئی نوفلی غیر قریشی قریشی کا کفو نہیں اور غیر قریشی سب ایک دوسرے کے کفو ہیں اور غیر عربی النسل عربی النسل کا کفو نہیں۔

اسلام سے مراد- نومسلم اس کو کہتے ہیں جو بذات خود مسلمان ہوا ہو یا اس کا باپ بھی مسلمان ہو گیا ہو اور جس کی دو پشتیں اسلام میں گذر جائیں یعنی باپ اور دادا کے وقت سے اسلام چلا آتا ہو وہ قدیم اسلام سمجھا جائے گا نومسلم قدیم الاسلام کا کفو نہیں وہ نومسلم جو صرف خود اسلام لایا ہے ایسے نومسلم کا کفو ہو سکتا ہے جس کا باپ بھی مسلمان تھا، ہاں دو پشتوں کے بعد پھر سب باہم کفو سمجھے جائیں گے گو ایک کی کم پشتیں اسلام میں گزری ہوں اور ایک کی زیادہ اسلام کی برابری کا اعتبار وہاں کے لوگوں کے لئے نہیں ہے کہ جہاں نومسلم ہونا کچھ عار نہیں سمجھا جاتا۔ (فتاویٰ ہندیہ)

ع؎ وجہ اسکی یہ ہے کہ عرب کا فخر اپنے نسب پر بہت ہے اور ان کو غیر نسب میں مناکحت سے بہت عار آتی ہے بخلاف غیر عرب کے کہ انکو نسب کا اتنا لحاظ نہیں ۱۲ ع؎ اسی وجہ سے حضرت علی مرتضیٰ نے جو ہاشمی تھے اپنی صاحبزادی بی بی ام کلثوم کا جو حضرت فاطمہ زہرا کے بطن اقدس سے تھیں حضرت عمر سے نکاح کر دیا حالانکہ وہ عدوی تھے (رضی اللہ عنہم) ۱۲- ع؎ جس مقام پر نئی نئی اشاعت اسلام کی ہوتی ہے وہاں تو نومسلم ہونا کچھ معیوب نہیں سمجھا جاتا ہاں جب اسلام کو کسی مقام پر بہت زیادہ زمانہ گذر جاتا ہے وہاں پھر معیوب سمجھنے لگتے ہیں، اکثر فقہانے اس مقام پر یہ لکھدیا ہے کہ اسلام کی برابری کا اعتبار اہل عرب کے لئے نہیں ہے کیونکہ وہاں نومسلم ہونا عیب نہیں سمجھا جاتا حالانکہ یہ صرف اسی زمانہ تک تھا جب وہاں اسلام شروع ہوا تھا اب وہاں بھی عیب سمجھا جاتا ہوگا-

حریت یعنی غلام نہ ہونا۔ غلام آزاد کا کفو نہیں نہ وہ شخص جو صرف خود آزاد ہوا ہو اس شخص کا کفو ہو سکتا ہے جو اپنے باپ کے وقت سے آزاد ہے، ہاں دو پشتوں کے بعد پھر آپس میں برابر سمجھے جائیں گے اگرچہ ایک کی زیادہ پشتیں آزادی میں گزری ہوں اور دوسرے کی کم دو پشتوں کی آزادی میں گزرنے کا یہ مطلب ہے کہ خود بھی آزاد پیدا ہوا ہو بلکہ بعد پیدا ہونے کے آزاد کیا گیا تو وہ شخص دو پشتوں سے آزاد سمجھا جائے گا جو غلام کسی شریف النسل کا آزاد کیا ہوا ہو اس کا کفو وہ غلام نہیں ہو سکتا جس کو کسی کم نسب نے آزاد کیا ہے۔

دیانت یعنی دینداری، جو شخص فاسق ہو وہ ایسی عورت کا کفو نہیں ہو سکتا جو خود بھی پرہیزگار ہے اور اس کا باپ بھی پرہیزگار ہے اور اگر وہ عورت خود پرہیزگار ہو مگر باپ پرہیزگار نہ ہو یا باپ تو پرہیزگار ہو مگر خود پرہیزگار نہ ہو تو اس کا کفو ایک فاسق ہو سکتا ہے فاسق میں تعمیم ہے چاہے اس کا فسق علانیہ ہو یا چھپا ہوا۔ (ردالمختار)ع

مال سے مراد اس قدر مال ہے کہ جس کی وجہ سے مہر اور نفقہ کی ادائی پر قدرت ہو مہر اگر کل معجل ہے تو کل کی ادائی پر اور جو کوئی جز اس کا معجل ہے تو صرف اسی جز کی ادائی پر قدرت کافی ہے اور نفقہ پر قدرت صرف بقدر ایک ماہ کے ضروری ہے اگر پیشہ ور نہ ہو اور جو پیشہ ور ہو اور وہ اپنے پیشہ سے اس قدر کما لیتا ہو جو ہر روز کے خرچ کو کافی ہو جائے تو وہ صرف اتنی ہی بات سے نفقہ پر قادر سمجھا جائے گا، ایک ماہ کے خرچ کے بقدر اس کے پاس اندوختہ ہونے کی حاجت نہیں (عالمگیری وغیرہ)

پس جو شخص اس قدر مال کا مالک نہ ہو وہ عورت کا کفو نہیں ہو سکتا چاہے عورت بالکل فقیر ہو اور جو شخص اس قدر مال کا مالک ہے وہ ہر عورت کا کفو ہے اگرچہ بڑی دولت مند ہو۔

پیشہ میں برابری کا مطلب یہ ہے کہ جس قسم کا پیشہ ایک کے یہاں ہوتا ہو اسی قسم کا دوسرے کے یہاں بھی ہوتا ہو، پیشے چونکہ مختلف ہوتے ہیں اور عام طور پر کوئی پیشہ ذلیل سمجھا جاتا ہے جیسے نائی، دھوبی، بھنگی وغیرہ کا، اور کوئی عزت والا سمجھا جاتا ہے، جیسے کاشتکار اور سوداگر

ع اس مقام پر فقہا کی عبارتیں مختلف ہیں کوئی کہتا ہے کہ صرف عورت کا پرہیزگار ہونا کافی ہے فاسق اس کا کفو نہیں ہو سکتا کوئی کہتا ہے کہ نہیں اس کے باپ کا پرہیزگار ہونا ضروری ہے چاہے خود پرہیزگار ہو یا نہ ہو اسی وجہ سے صاحب بحرالرائق فرماتے ہیں کہ مجھے اس مسئلہ میں تردد ہے مگر علامہ شامی نے اسکی خوب نفیس تحقیق کی ہے انھیں کی تحقیق بیان درج کی گئی ۱۲۔

وغیرہ کا لہذا پیشہ کی برابری کا اسی مقام میں لحاظ کیا جائے گا جہاں باہم پیشوں میں امتیاز سمجھا جاتا ہو اور کوئی ذلّت کی نظر سے اور کوئی عزّت کی نظر سے دیکھا جاتا ہو، پھر جو دو مختلف پیشے کسی مقام میں مساوی سمجھے جاتے ہوں وہاں کے لئے ان دونوں پیشوں کے کرنے والے باہم کفو ہیں اور جس مقام میں مساوی نہیں سمجھے جاتے ہیں وہاں کے لئے ان دونوں پیشوں کے کرنے والے باہم کفو نہیں ہیں۔

محرم وہ مرد و عورت جن کا نکاح باہم ناجائز ہو ایک دوسرے کے محرم ہیں خواہ یہ عدم جواز نکاح کا ابدی ہو جیسے ماں، بیٹے، بھائی، بہن۔ داماد۔ خوش دامن وغیرہم یا کسی زمانے کے ساتھ موقت ہو جیسے کسی غیر کی منکوحہ جس زمانہ تک غیر کے نکاح میں ہے اسی زمانہ تک اس کا نکاح ناجائز ہے یا کسی شرط کے ساتھ مشروط ہو جیسے تین طلاق والی عورت اگر وہ کسی دوسرے سے نکاح کرکے اس سے طلاق لے لے تو پھر حرام نہیں۔

وکیل وہ شخص جو کسی دوسرے کے حقوق میں اس کی اجازت یا حکم سے بطور نائب کے تصرف کرنے کا اختیار رکھتا ہو اور جس نے اسے اختیار دیا ہے اسے موکل کہتے ہیں۔

فضولی جو شخص کسی دوسرے کے حق میں تصرف کرنے کا اختیار نہ رکھتا ہو وہ اس دوسرے شخص کے اعتبار سے فضولی ہے مثلاً زید عمرو کے حقوق میں تصرف کا اختیار نہیں رکھتا تھا یعنے نہ اس کا ولی ہے نہ وکیل تو زید کو عمرو کے اعتبار سے فضولی کہیں گے۔

بطلان و فساد۔ عبادات کے مسائل میں تو ان دونوں لفظوں کا ایک ہی مفہوم ہے نماز باطل ہوگئی اور فاسد ہوگئی دونوں کا ایک مطلب ہے مگر معاملات کے مسائل میں بطلان اور چیز ہے اور فساد اور چیز **باطل** اس معاملہ کو کہتے ہیں جو منعقد ہی نہ ہو یعنی اس کے ارکان میں خلل آگیا ہو اور **فاسد** وہ معاملہ ہے جو منعقد تو ہوگیا ہو لیکن شرعاً قابل فسخ ہو اس کے ارکان میں خلل نہ آیا ہو بلکہ صحت کی شرطوں میں فتور پڑ گیا ہو۔

خلوت صحیحہ۔ زوجین کا ایک جگہ جمع ہونا اس طور پر کہ کوئی چیز جماع سے مانع نہ ہو مانع کی **مثال**۔ کوئی مرض ایسا ہو جس کی وجہ سے جماع ممکن نہ ہو عـــہ یا نقصان کرے۔ زوجین میں سے

عـــہ مثلاً عورت کے لئے خاص حصّہ میں ہڈی ہو کہ مرد کا خاص حصّہ اس میں داخل نہ ہو سکے یا اسی قسم کا کوئی مرض ہو ۱۲۔

Marfat.com

کوئی غایت درجہ کمسن ہو یا مثلاً کوئی تیسرا شخص وہاں موجود[عہ] ہو یا آجانے کا خوف ہو۔ اگرچہ یہ ثالث ان دونوں میں کسی کی لونڈی[عہ] ہو یا مرد کی دوسری زوجہ ہو اور یا یہ ثالث نابینا ہو یا سوریا ہو۔ ہاں اگر یہ ثالث کوئی ناسمجھ بچہ ہو یا کوئی بیہوش تو پھر مانع نہ سمجھا جائے گا یا مثلاً جماع کرنے میں کسی کا خوف ہو یا مثلاً شریعت کی طرف سے کوئی چیز جماع کو مانع ہو مثل احرام کے اور صیام رمضان کے یا وہ مقام جہاں زوجین ہیں مسجد ہو۔

شوہر کا عنین یا خصی ہونا خلوت صحیحہ کے منافی نہیں اسی طرح مخنث ہونا بھی منافی نہیں بشرطیکہ خلوت سے پہلے اس کا مرد[سہ] ہونا ظاہر ہو گیا ہو (درمختار وغیرہ)

خلوت فاسدہ: زوجین کا ایک جگہ جمع ہونا اس طور پر کہ کوئی چیز مانع جماع ان موانع میں سے پائی جائے۔

ف۔ ہم لفظ جماع کی بجائے خاص استراحت کا لفظ استعمال کریں گے اور بوسہ کی جگہ پر تقبیل اور عورت کے چھونے کو لمس اور شہوت کو نفسانی کیفیت لکھیں گے۔

نکاح کی ترغیب اور فضیلت

نکاح کی فضیلت بیان کرنے کی چنداں حاجت نہیں قرآن مجید اور احادیث کو جس نے سرسری نظر سے دیکھا ہے اس پر نکاح کی فضیلت پوشیدہ نہیں ہے اصل یہ ہے کہ جس طرح بعض مذاہب میں نکاح کو ترک کر دینا اور لذائذ زندگی سے کنارہ کش ہو جانا عبادت سمجھا

عہ اگر کوئی بے پردہ مقام ہو مثل عام شاہراہ اور میدان کے تو وہ مقام مانع سمجھا جائے گا کیونکہ وہاں کسی کے آجانے کا ظن غالب ہے۔ عہ بعض فقہا نے لکھا ہے کہ لونڈی خواہ زوجین میں سے کسی کی ہو جائے مانع نہیں ہے لہذا اس کا موجود ہونا خلوت صحیحہ کے منافی نہ ہوگا مگر یہ خلاف تحقیق ہے ہمارے ائمہ ثلاثہ امام ابوحنیفہ اور ان کے صاحبین بالاتفاق قائل ہیں کہ لونڈی کا موجود ہونا خلوت صحیحہ کے منافی ہے امام محمد پیشتر اس کے خلاف تھے مگر اخیر میں انھوں نے رجوع کیا قاضی خاں اور صاحب رد المختار وغیرہ نے ایسا ہی لکھا ہے اور یہی صحیح ہے ۱۲۔

سہ یہ شرط اس سبب سے لگائی گئی کہ اگر اس کا مرد ہونا نہ معلوم ہوا ہوگا تو نکاح صحیح نہ ہوگا اور خلوت صحیحہ فرع اس بات کی ہے کہ نکاح صحیح ہو گیا ہو، مخنث اس کو کہتے ہیں جس میں عورت اور مرد دونوں کی علامتیں موجود ہوں اور ایک زمانہ خاص میں کسی علامت کو غلبہ ہوتا ہو اور کسی زمانہ میں کسی کو۔

Marfat.com

جاتا ہے۔ شریعت اسلامیہ نے اس کو کچھ نہیں سمجھا صاف صاف سنا دیا گیا کہ لَا رَهْبَانِيَّةَ فِي الْاِسْلَامِ اسلام میں تکالیف شاقہ کا برداشت کرنا اور لذائذ سے کنارہ کش ہو جانا عبادت نہیں ہے اس اعتدال اور میانہ روی سے شرف کا جو شریعت اسلامیہ کو حاصل ہے کوئی صاحب عقل انکار نہیں کرسکتا' اسی کا نتیجہ یہ ہے کہ خداشناسی کی راہیں سب کے لئے کھلی ہیں' جس طرح ایک فقیر گوشہ نشین اس پاک شریعت پر پورا عمل کر کے خدا کے دوستوں میں داخل ہوسکتا ہے اسی طرح ایک دنیادار اہل وعیال والا بھی بے دقت اس شرف کو حاصل کرسکتا ہے' خدا کا تقرب اور اس کی مرضی پر پوری طرح چلنا کسی قوم کسی فرقہ کسی شخص کے ساتھ مخصوص نہ رہا اسلام میں یہ بہت بڑا کمال سمجھا گیا ہے کہ مشاغل میں مبتلا ہو کر یاد خدا سے غافل نہ ہو اس کی عبادت میں قصور نہ ہونے پائے۔

الغرض انھیں مقاصد عظیمہ کے پورا کرنے کے لئے رہبانیت کا دروازہ بند کر دیا گیا اور ہر امر میں میانہ روی کی ترغیب دی گئی یہی باعث ہے کہ نکاح کرنا بھی ایک فضیلت قرار دیا گیا اور خود صاحب شریعت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو عملی طور پر رائج کیا اور تمام دنیا کو دکھا دیا کہ مشاغل میں رہ کے خداپرستی اس طرح کرتے ہیں۔ خدا اور اس کی مخلوق دونوں کے حقوق اس طرح ادا کئے جاتے ہیں۔ کثرت ازدواج میں ایک مصلحت منجملہ مصالح کثیرہ کے یہ بھی تھی۔ نکاح کی فضیلت کے لئے یہ بات کیا کم ہے کہ قرآن مجید میں جابجا اس کا ذکر ہے کہیں تعداد ازدواج کی اجازت عطا ہو رہی ہے کہ فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ جو عورتیں تم کو اچھی لگیں ان سے نکاح کرلو۔ دو دو اور تین تین اور چار چار' کہیں بی بیوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کی تاکید ہو رہی ہے کہ وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ بی بیوں سے اچھی معاشرت کرو' کہیں زوجین کے حقوق تعلیم کئے جاتے ہیں کہیں مہر کے مسائل کہیں طلاق کے احکام کہیں عدت کے مسائل غرض نکاح کے متعلقات کا ذکر کلام پاک میں بیش از بیش ہے' یہ بات کچھ کم فضیلت کی نہیں ہے سب سے زیادہ نکاح سے مانع انسان کو تنگدستی اور افلاس ہوتا ہے' لہذا اس کا بہت شد ومد سے دفعیہ کیا گیا۔ اور قرآن مجید میں بڑے اہتمام سے اس کے متعلق ایک بشارت نازل ہوئی کہ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ اگر وہ لوگ فقیر ہوں گے تو خدا ان کو اپنے فضل سے (بہ باعث نکاح کے) مالدار کر دے گا اب اس سے زیادہ اور کیا چاہیے۔ کہاں ہیں وہ لوگ جو افلاس کے خیال سے اس سنت کو چھوڑے

Marfat.com

ہوئے ہیں کیا یہ بشارت اور سچا وعدہ ان کے اطمینان کے لئے کافی نہیں ہے۔

احادیث کو اگر دیکھئے تو سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل شریف پر نظر ڈالی جائے کہ آپ نے کس کثرت اور رغبت کے ساتھ نکاح کئے اس کے بعد آپ کے اقوال شریفہ پر غور کیا جائے یہاں نمونہ کے طور پر دو ایک صحیح حدیثوں کا ترجمہ درج کرتا ہوں۔

(۱) ایک مرتبہ تین شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج طاہرات سے آپ کی عبادات کی کیفیت پوچھنے آئے پھر جب ان کو آپ کی عبادات کی کیفیت بتائی گئی تو انھوں نے اس کو کم سمجھا اور کہا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر کیونکر ہوسکتے ہیں، آپ کے تو اگلے پچھلے گناہ سب معاف ہوچکے تھے (اس کے بعد) ان میں سے ایک شخص نے کہا کہ میں ہمیشہ رات بھر نماز پڑھا کرتا ہوں، تیسرے نے کہا کہ میں عورت کے پاس نہیں جاتا اور کبھی نکاح نہ کروں گا" اتنے میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور آپ نے فرمایا کہ تم لوگوں نے یہ یہ باتیں کہیں حالانکہ خدا کی قسم میں تم سب سے زیادہ خدا سے ڈرنے والا اور سب سے زیادہ خاص اسی کے لئے پرہیزگاری کرنے والا ہوں مگر میں کبھی روزہ رکھ لیتا ہوں کبھی نہیں رکھتا اور رات کے وقت کچھ دیر نماز پڑھتا ہوں اور کچھ دیر سو رہتا ہوں اور عورتوں سے نکاح کرتا ہوں پس جو شخص میری سنت سے منہ پھیرے وہ میرا نہیں ہے (صحیح بخاری)

اس حدیث کا آخری جملہ سرسری نہیں ہے کیا اس سے زیادہ مسلمان کے لئے اور کوئی تہدید ہوسکتی ہے کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس سے یہ فرمائیں کہ تو میرا نہیں ہے، شاید یہ حدیث ان لوگوں کو نہیں پہونچی جو اپنے زہد و تقویٰ پر فخر کیا کرتے ہیں اور بیوجہ اس سنت کو ترک کئے ہوتے ہیں اور پھر اس پر نادم نہیں ہوتے بلکہ ایک اچھی بات سمجھتے ہیں۔

(۲) علقمہ کہتے ہیں میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تھا کہ مقام منیٰ میں ان سے عثمان رضی اللہ عنہ نے ملاقات کی اور کہا کہ اے ابو عبدالرحمٰن مجھے تم سے کچھ کام ہے پس وہ دونوں تنہا رہ گئے، عثمان نے کہا کہ اے ابن مسعود کیا تم کو اس بات کی ضرورت ہے کہ ہم کسی بکر سے تمہارا نکاح کردیں کہ جو (عیش و عشرت) تم پہلے کیا کرتے تھے وہ تم کو یاد دلاوے۔ چونکہ عبداللہ بن مسعود نے دیکھا کہ ان کو ضرورت نہیں ہے تو انھوں نے انکار کیا (اور) میری طرف اشارہ کیا اور کہا کہ اے علقمہ۔ چنانچہ میں ان کے پاس گیا اس وقت وہ یہ کہہ رہے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اے جوانو! جو شخص تم میں سے نکاح کا مقدور رکھتا ہو وہ نکاح کرے اور جو نہ رکھتا

Marfat.com

ہو وہ روزہ رکھے کیونکہ روزہ رکھنا اس کے لئے خصّی کرنے کا فائدہ دے گا۔ اور ایک دوسری حدیث میں نکاح کی تعریف میں یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں کہ وہ نظر کا (نامحرم پر پڑنے سے) باز رکھنے والا اور شرم گاہ کا (فعل حرام سے) حفاظت کرنے والا ہے۔ (صحیح بخاری)

(۳) نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دنیا میں سب چیزوں میں اچھی چیز نیک عورت ہے (صحیح مسلم) المختصر اسی قسم کی بہت سی احادیث ہیں جن سے نکاح کی فضیلت نکلتی ہے صحابہ میں بمشکل نہایت تلاش سے چند لوگ ایسے ملیں گے جنھوں نے نکاح نہ کیا سو وہ بھی عذر سے خالی نہ ہوں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے اس شخص کے مثل (بدنصیب)عـه میں نے کسی کو نہیں دیکھا جو بعد اس آیت کریمہ اِنْ یَّکُوْنُوْا فُقَرَاءَ یُغْنِھِمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ کے (بخیال تنگدستی) نکاح نہ کرے۔ (مسند امام شافعی)

نکاح ہی کی ترویج کے لئے خدا کی طرف سے یہ اہتمام ہوا کہ زنا کی ممانعت کی گئی اس کے ارتکاب پر سخت سخت عذابوں کی خبر دی گئی دنیا میں بھی اس کی سزاعـه نہایت سخت رکھی گئی کہ ایسی سخت سزا سوا قتل انسان کے اور کسی جرم کی معلوم نہیں ہوتی آخروی سزا کی بابت جو کچھ احادیث میں وارد ہوا ہے سب سے زیادہ میرے نزدیک یہ ہے کہ بعض احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ زنا کا مرتکب دائرۂ ایمان سے خارج ہے اس سے زیادہ زنا کی مذمت اور کیا ہو سکتی ہے۔ (العیاذ باللہ منہ)

الغرض شریعت الٰہیہ کی پوری توجہ نکاح کی طرف مصروف ہے اس کی ترغیب و فضیلت میں کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا گیا اور جو جو چیزیں اس کی مانع ہو سکتی تھیں ان کا کافی انسداد کر دیا گیا اور سب سے بڑی بات یہ ہوئی کہ خود صاحب شریعت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل سے اس کو زینت و عزت عطا فرمائی۔

انھیں وجوہ سے فرقۂ ظاہریہ کے لوگ مثل علامہ داؤد ظاہری وغیرہ کے اس امر کے قائل

عـه ایسے شخص کے بدنصیب ہونے کی وجہ ظاہر ہے کیونکہ جب اللہ جل شانہ اس آیت میں وعدہ فرماتا ہے کہ اگر نکاح کرنیوالے تنگدست ہونگے تو ہم ان کو اپنے فضل سے مالدار کر دیں گے تو اب نکاح کو بخیال تنگدستی ترک کرنا بدنصیبی نہیں تو اور کیا ہے ۱۲ عـه وہ سزا یہ ہے کہ اگر زنا کرنے والا محصن نہ ہو تو اس کے سو درے مارے جائیں خواہ مرے یا زندہ رہے اور جو محصن ہو تو نصف جسم اس کا زمین میں گاڑ کر تمام لوگ اس کو پتھر ماریں یہانتک کہ مر جائے اور حکم ہے کہ یہ دونوں سزائیں عام مجمع میں ہوں ۱۲۔

Marfat.com

ہوگئے ہیں کہ حالت اعتدال میں نکاح (مثل روزہ نماز وغیرہ کے) فرض عین ہے اور خود حنفیہ میں بعض مشائخ اس کو فرض کفایہ کہتے ہیں اور بعض واجب اگرچہ ان کے قول پر فتویٰ نہیں ہے (فتح القدیر جلد ۲ صفحہ ۳۴۲)

نکاح کے احکام

فرض ہے۔ اگر خاص استراحت کی خواہش اس درجہ غالب ہو کہ نکاح نہ کرنے کی صورت میں زنا میں مبتلا ہوجانے کا یقین ہو اور مہر پر اور زوجہ کے نفقہ پر بھی قدرت حاصل ہو اور یہ خیال نہ ہو کہ بی بی کے ساتھ معاشرت عمدہؑ طور پر نہ کرسکے گا بلکہ اس پر ظلم کرے گا اور بدمزاجی اور کج خلقی کا برتاؤ اس کے ساتھ کرے گا۔

واجب ہے۔ اگر خاص استراحت کی خواہش غالب ہو مگر نہ اس درجہ کی کہ زنا میں مبتلا ہوجانے کا یقین ہو اور مہر اور نفقہ پر قادر ہو اور نہ بی بی پر ظلم کرنے کا خوف نہ ہو۔

سنت مؤکدہ ہے۔ اگر اعتدال کی حالت ہو یعنی خاص استراحت کی خواہش نہ بہت غالب ہو نہ بالکل مفقود (بحر الرائق وغیرہ)

فـ مستحب ہے اگر مہر و نفقہ کے لئے روپیہ پاس موجود نہ ہو تو قرض لے لے بشرطیکہ سودی قرض نہ ہو اور اس کے ادا کرنے پر قادر ہوسکے گو بالفعل قدرت نہ ہو۔ (درمختار وغیرہ)

مکروہ تحریمی ہے۔ اگر بی بی پر ظلم کا خوف ہو۔

حرام ہے۔ اگر ظلم کا یقین ہو۔

اگر خاص استراحت کی خواہش کا کمال درجہ غلبہ ہو کہ زنا میں مبتلا ہوجانے کا خوف ہو مگر اس کے ساتھ ہی بی بی پر ظلم کرنے کا بھی خوف ہو تو اس صورت میں بھی نکاح حرام یا مکروہ (تحریمی) رہے گا۔ (بحر الرائق وغیرہ)

عہ بعض لوگوں کا مزاج ایسا تند ہوتا ہے کہ ان کو غصہ میں اپنی طبیعت پر بالکل قابو نہیں رہتا اور ذرا سی بات میں غصہ آجاتا ہے ایسے لوگ کبھی یقین نہیں کرسکتے کہ ہم کسی سے دائمی تعلق پیدا کرکے اس کے ساتھ حسن معاشرت قائم رکھ سکیں گے۔ عـہ بعض علماء نے جو ایسی حالت میں نکاح کو مستحب لکھا ہے ان کی مراد مستحب سے سنت مؤکدہ ہے (فتح القدیر) سـہ اسکی وجہ یہ ہے کہ نکاح نہ کرنے میں حق اللہ کے تلف ہونے کا خیال ہے اور نکاح کرنے میں حق العبد کے تلف ہونے کا اور کلیہ قاعدہ ہے کہ حق العبد کا زیادہ خیال کیا جاتا ہے ۱۲

نکاح کا مسنون و مستحب طریقہ

جب کوئی شخص نکاح کرنا چاہے خواہ مرد ہو یا عورت تو قبل اس کے کہ نکاح کا پیغام دیا جائے ایک دوسرے کے حالات کی اور اس کے عادات و اطوار کی خوب جستجو کر لیں تاکہ پھر پیچھے سے کوئی امر خلاف طبع معلوم ہو کر ناموافقت کا سبب نہ ہو جائے۔

مرد۔ کو عورت میں یہ باتیں دیکھنی چاہئیں' دینداری' حسب[عہ] نسب اور حسن و جمال' نیک مزاجی' خوش خلقی یہ اپنے سے زیادہ' مال و دولت' زور و قوت' قد و قامت' عمر میں[عہ] اپنے سے کم' اگر کئی عورتیں ان اوصاف کی ہوں تو ان میں سے اس کو ترجیح دے جو کم مہر پر راضی ہو جائے' جو عورت دیندار ہو مگر شکل و صورت میں اچھی نہ ہو۔ وہ ایسی عورت سے بہتر ہے جو شکل و صورت میں تو اچھی ہو مگر دیندار نہ ہو' بانجھ[عہ] عورت سے نکاح کا قصد نہ کرے کیونکہ حدیث میں آیا ہے بدصورت جو بانجھ نہ ہو۔ خوبصورت بانجھ سے بہتر ہے۔

مرد کے لئے یہ امر بھی مسنون ہے کہ جس عورت سے نکاح کرنا چاہے اس کو خود دیکھ لے[للعہ]۔ بشرطیکہ یہ یقین ہو کہ میں اگر اس کو پیغام دوں گا تو منظور ہو جائے گا (شامی جلد ۲ صفحہ ۲۸۴)

عورت۔ کے دلی نہ ہو تو خود عورت کو مرد میں یہ باتیں دیکھنی چاہئیں' مرد کفو ہو عمر میں بہت زیادہ نہ ہو۔ جو مرد مال و دولت نسب وغیرہ میں کفو نہ ہو مگر دینداری میں کفو ہو تو وہ بہتر ہے بہ نسبت اس مرد کے جو اور سب باتوں میں کفو ہو' مگر دیندار نہ ہو۔

جہاں خوب تفتیش و تحقیق سے تمام امور موافق مزاج معلوم ہوں وہاں مرد کی طرف سے

عہ حسب کے معنی فضل و کمال عزت و وقار ایک شخص سید ہو مگر برے کام کرتا ہو کہ لوگوں کی نظر میں ذلیل ہو وہ صاحب نسب تو ہے مگر صاحب حسب نہیں ہے عہ ان باتوں میں کم ہونے کا فائدہ یہ ہے کہ وہ اپنے شوہر کو حقیر نہ سمجھے گی اور اگر ان باتوں میں شوہر کے برابر یا زیادہ ہوگی تو اس کو حقیر سمجھے گی پورے طور پر اطاعت نہ کریگی۔

عہ بانجھ ہونے کا علم اس طور پر ہو سکتا ہے کہ پہلے اسکی شادی ہو چکی ہو اور باوجودیکہ شوہر کے ساتھ بہت دنوں تک یکجائی رہی ہو مگر کوئی بچہ نہ ہوا ہو ۱۲۔

للعہ خود دیکھنا اس وقت مسنون ہے کہ جب اور کوئی صورت اسکے حالات دریافت کرنیکی ممکن نہ ہو ۱۲۔

Marfat.com

عورت کے ولی کو یا خود عورت کو نکاح کا پیغام بھیجا جائے اس کو ہمارے عرف میں نسبت اور منگنی کہتے ہیں۔ مستحب ہے کہ پیغام نکاح بھیجنے سے پہلے دولہا کا ولی یا جو محض پیغام نکاح کا بھیجنا چاہے نماز استخارہ مسنون طریقہ سے پڑھ لے بعد اس کے پیغام بھیجے' اسی طرح دولہن کے ولی کو یا خود دولہن کو بھی مستحب ہے کہ پہلے نماز استخارہ پڑھ لے بعد اس کے پیغام کی منظوری کا اظہار کرے پیغام ۔ نکاح کے منظور ہو جانے کے بعد کوئی دن عقد نکاح کے لئے بتراضی طرفین مقرر کر لیا جائے مستحب ہے کہ جمعہ کا دن ہو تاریخ اور مہینہ میں اختیار ہے چاہے جو تاریخ جس مہینے کی مقرر کی جائے کیونکہ کوئی مہینہ کوئی دن کوئی تاریخ شریعت میں منحوس[عہ] نہیں سمجھی جاتی نہ شریعت نے کسی دن کسی تاریخ کی نکاح کے لئے تخصیص کی ہے۔

عورت اگر عدت میں ہو تو عدت ختم ہو جانے کے بعد نکاح کا پیغام بھیجنا چاہیئے جس عورت کے پاس ایک شخص نکاح کا پیغام بھیج چکا ہو تو جب تک اس کا سلسلہ قطع نہ ہو جائے دوسرے شخص کو اس کے پاس پیغام بھیجنا مکروہ تحریمی[عہ] ہے۔

مستحب ہے کہ نکاح کی مجلس علانیہ طور پر منعقد کی جائے اور اس میں طرفین کے احباب اعزہ اور نیز بعض ابرار و اخیار بھی شریک کئے جائیں (احیاء العلوم)

مستحب ہے کہ نکاح مسجد کے اندر کیا جائے۔

مستحب ہے کہ اگر مجلس میں غیر لوگ بھی ہوں تو دلہن شریک مجلس نہ کی جائے بلکہ اس کا کوئی ولی جو پرہیزگار ہو اور طریقہ نکاح کا موافق سنت کے جانتا ہو اس کی طرف سے شریک مجلس ہو اور اگر دلہن کا کوئی ولی نہ ہو اور وہ خود بالغہ ہو تو کوئی اس کا وکیل شریک ہو ان سب مراتب کے سطے ہو جانے کے بعد مسنون ہے کہ ایک خطبہ پڑھا جائے جس میں حمد و نعت ہو اور توحید و رسالت کی

عہ دن تاریخ کا منحوس سمجھنا نجومیوں کی تقلید ہے جس کی سخت ممانعت ہماری شریعت میں ہے اسلام نے جہاں اور امور میں توحید کی بنیاد ڈالی ہے وہاں یہ بھی تعلیم دی ہے کہ سوائے ایک خدائے واحد کے کسی کو ضرر پہنچانے والا اور نفع دینے والا نہ سمجھو سب کی کنجی اسی کے ہاتھ میں ہے جس کو وہ نفع پہنچاتا ہے کوئی دن یا تاریخ اسے روک نہیں سکتا' اسی طرح اس کی مضرت کو بھی کوئی دفع نہیں کر سکتا' مسلمانوں میں دن تاریخ کے سعد و نحس ہونے کا خیال ہندوؤں کے اختلاط سے پیدا ہو گیا ہے اس کو ترک کرنا چاہیئے ۱۲۔

عہ حدیث میں اس کی بہت ممانعت آئی ہے اس حرکت سے دو مسلمانوں میں رنجش پیدا ہو جانے کا اندیشہ ہے ۱۲۔

Marfat.com

شہادت ہو اور خدا سے ڈرنے اور اس کے احکام پر عمل کرنے کی اور عہد و اقرار پر قائم رہنے کی ترغیب ہو۔ نکاح بھی ایک معاہدہ ہے وہ بھی اس عہد و اقرار کے ضمن میں آجائے گا اور زیادہ مناسب ہے کہ یہ خاص خطبہ پڑھا جائے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَسَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّهْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّخَلَقَ مِنْھَا زَوْجَھَا وَبَثَّ مِنْھُمَا رِجَالًا کَثِیْرًا وَّنِسَآءً وَاتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِہٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْبًا یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقٰتِہٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا یُّصْلِحْ لَکُمْ اَعْمَالَکُمْ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا ط۔

علامہ طحطاوی نے حصن حصین سے نقل کیا ہے کہ یہ وہی خطبہ ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا کرتے تھے۔ مشکوٰۃ میں یہ خطبہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے منقول ہے۔

یا یہ خطبہ پڑھا جائے جو حسب نقل مواہب لدنیہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے نکاح کے وقت پڑھا تھا وہ خطبہ یہ ہے۔

عہ ہر طرح کی تعریف اللہ ہی کے لئے ہے ہم اس کی تعریف کرتے ہیں اور اس سے مدد مانگتے ہیں اور اس سے معافی چاہتے ہیں اور ہم اپنے نفسوں اور برے اعمال کی آفتوں سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں (اور یہ جانتے ہیں) کہ جس کو اللہ ہدایت کرے اس کا کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جس کو وہ گمراہ کرے اس کا کوئی ہدایت کرنے والا نہیں اور میں اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ایک ہے کوئی اس کا شریک نہیں (اور یہ بھی) شہادت دیتا ہوں کہ محمد اسکے بندے اور اسکے پیغمبر ہیں اے لوگو اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک شخص (یعنی آدم) سے پیدا کیا اور اس سے اُنکی بی بی کو نکالا اور ان دونوں سے بہت مرد اور عورتیں دنیا میں پھیلا دیں اور اس اللہ سے ڈرو جس کے واسطے تم باہم سوال کرتے ہو اور قرابتوں کے (حق تلفی) سے (بچو) بیشک اللہ تم پر نگہبان ہے۔ اے مسلمانوں اللہ سے ڈرو جیسا اس سے ڈرنا چاہئے اور نہ مرو مگر بحالت اسلام۔ اے مسلمانوں اللہ سے ڈرو اور مضبوط بات کہو تاکہ اللہ تمہارے اعمال کی اصلاح کردے اور تمہارے گناہوں کو بخشدے اور یاد رکھو کہ جس نے اللہ اور اس کے رسول کی پیروی کی وہ بڑی کامیابی کو پہنچا ۱۲۔

Marfat.com

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الْمَحْمُوْدِ بِنِعْمَتِہٖ الْمَعْبُوْدِ بِقُدْرَتِہٖ الْمُطَاعِ بِسُلْطَانِہٖ الْمَرْھُوْبِ مِنْ عَذَابِہٖ وَسَطْوَتِہٖ النَّافِذِ اَمْرُہٗ فِیْ سَمَائِہٖ وَاَرْضِہٖ الَّذِیْ خَلَقَ الْخَلْقَ بِقُدْرَتِہٖ وَمَیَّزَھُمْ بِاَحْکَامِہٖ وَاَعَزَّھُمْ بِدِیْنِہٖ وَاَکْرَمَھُمْ بِنَبِیِّہٖ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ تَبَارَکَ اسْمُہٗ وَتَعَالَتْ عَظَمَتُہٗ جَعَلَ الْمُصَاھَرَۃَ سَبَبًا لَاحِقًا وَاَمْرًا مُفْتَرَضًا اَوْشَجَ بِہٖ الْاَرْحَامَ وَاَلْزَمَ الْاَنَامَ فَقَالَ عَزَّ مِنْ قَائِلٍ وَھُوَ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَہٗ نَسَبًا وَّصِھْرًا وَکَانَ رَبُّکَ قَدِیْرًا فَاَمْرُ اللّٰہِ تَعَالٰی یَجْرِیْ اِلٰی قَضَائِہٖ وَقَضَائُہٗ یَجْرِیْ اِلٰی قَدْرِہٖ وَلِکُلِّ قَضَاءٍ قَدْرٌ وَلِکُلِّ قَدْرٍ اَجَلٌ وَلِکُلِّ اَجَلٍ کِتَابٌ ط یَمْحُو اللّٰہُ مَا یَشَاءُ وَیُثْبِتُ وَعِنْدَہٗ[1] اُمُّ الْکِتَابِ ط

نکاح کا خطبہ خود تو مسنون ہے مگر اس کا سننا حاضرین پر واجب ہے اور کچھ تخصیص خطبہ نکاح کی نہیں بلکہ تمام خطبوں کا یہی حال ہے خواہ وہ فی نفسہ مسنون ہوں یا واجب مگر ان کا اول سے اخیر تک سننا حاضرین پر بہرحال واجب ہے (طحطاوی شرح مراقی الفلاح صفحہ ۲۱۴)

مسنون ہے کہ خطبۂ نکاح کا وہ شخص پڑھے جو دولہن کا ولی ہو کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

[1] ترجمہ ۱ہ ہر طرح کی تعریف اللہ کو سزاوار ہے جو اپنی نعمت کے سبب سے سب کا محمود ہے اپنی قدرت کی وجہ سے سب کا معبود ہے، اپنے غلبہ کی وجہ سے سب کا مطاع ہے اس کے عذاب اور قہر سے لوگ ڈرتے ہیں اس کا حکم اس کے آسمان اور اس کی زمین میں جاری ہے اس نے مخلوقات کو اپنی قدرت سے پیدا کیا اور اپنے احکام سے ان کو امتیاز دیا اور اپنے دین سے ان کو عزت دی اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کو مشرف کیا، بیشک اللہ نے (بزرگ ہے نام اس کا اور برتر ہے عظمت اس کی) (رشتہ) کو امر شدنی اور ضروری کام قرار دیا ہے اس سے قرابتوں کو زینت دی ہے اور لوگوں پر لازم کر دیا ہے چنانچہ اس نے کہا ہے (وہ ہر کہنے والے سے بزرگ ہے) اس نے پانی سے بشر کو پیدا کیا اور اس کے لئے نسب اور سسرال بنائی اور تمہارا پروردگار قدرت والا ہے پس اللہ تعالیٰ کا حکم اس کی قضا کی طرف جاری ہے اور اس کی قضا اس کی قدرت کی طرف جاری ہے اور ہر قضا کا ایک انداز ہے اور ہر انداز کی ایک میعاد ہے اور ہر میعاد کے لئے ایک نوشتہ ہے، اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جو چاہتا ہے قائم رکھتا ہے اور اس کے پاس اصل کتاب (یعنی لوح محفوظ) ہے ۱۲ـ

Marfat.com

حضرت فاطمہ زہرا کے نکاح کے وقت خود ہی خطبہ پڑھا تھا جیسا کہ مواہب لدنیہ وغیرہ میں مذکور ہے ہاں اگر کوئی جاہل شخص ولی ہو یعنی خطبہ نہ پڑھ سکتا ہو تو پھر اور کسی شخص سے خطبہ پڑھوا لے جب خطبہ تمام ہو جائے تو عورت کا ولی دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کو گواہ بنا کر دولہا سے یا اس کے ولی سے مخاطب ہو کر کہے کہ میں نے فلاں عورت کا جس کا نام یہ ہے تمہارے ساتھ یا تم جس کے ولی ہو اس کے ساتھ اس قدر مہر کے عوض میں نکاح کر دیا' دولہا یا اس کا ولی اس کے جواب میں کہے کہ میں نے منظور کر لیا' اسی باہمی گفتگو کا نام ایجاب و قبول ہے' جب گفتگو ہو چکی ہو تو نکاح ہو گیا۔ عورت کا ولی اگر خود اتنا سلیقہ نہ رکھتا ہو کہ ایجاب و قبول کرائے تو کسی اور شخص کو اپنی طرف سے وکیل کر دے وہ وکیل نکاح کر دے یعنی ایجاب و قبول کرا دے مگر اس صورت میں یہ شرط ہے[عــہ] کہ ایجاب قبول کے وقت ولی خود بھی موجود رہے یا دولہن بالغہ ہو تو اس وکیل کو بلا واسطہ دولہن سے اجازت وکالت کی دلوا دے گواہوں کو اور دولہا یا اس کے ولی کو دولہن کا نام اور اس کے باپ کا نام بتا دے محلہ اور پیشہ وغیرہ کی ضرورت ہو تو یہ بھی بتا دے تاکہ کسی قسم کا شبہ نہ رہ جائے اور وہ لوگ خوب اچھی طرح سمجھ لیں کہ فلاں عورت کا نکاح ہے۔

مستحب ہے کہ پرہیزگار آدمی گواہ بنائیں جائیں نہ فاسق[عــہ]۔

نکاح کے وقت جو ہمارے ملک ہندوستان کے اکثر مقامات میں دستور ہے کہ نکاح پڑھانے والے دولہا سے تجدید ایمان کے کلمات پڑھواتے ہیں یعنی ان سے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور آمنت باللہ وغیرہ کہلواتے ہیں یہ امر نہ مسنون ہے نہ مستحب ہے غالباً اس کی مصلحت یہ ہے کہ بعض اوقات لاعلمی کی وجہ سے آدمی کی زبان سے ایسے الفاظ نکل جاتے ہیں جن سے مرتد ہو جانے کا اندیشہ ہوتا ہے اور چونکہ وہ ناواقف ہے تو بہ بھی نہیں کرتا ایسے وقت میں نکاح کی صحت میں تردد ہو گا کیونکہ مرتد کا نکاح مسلمان کے ساتھ نہیں ہوتا۔ لیکن یہ مصلحت ہے تو دولہن سے

عــہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس صورت میں ولی نکاح کا وکیل ہے اور نکاح کے وکیل کو یہ جائز نہیں ہے کہ اپنی طرف سے کسی اور کو وکیل کر دے اور اگر کر دے گا تو اس دوسرے وکیل کا نکاح کرنا اسی وقت جائز سمجھا جائے گا جب پہلے وکیل کے سامنے کرے یہ جزئیہ قاضی خاں میں صاف مذکور ہے مگر اکثر لوگ ناواقفی سے اس کا خیال نہیں رکھتے ۱۲ عــہ فاسق کی گواہی نکاح کے معاملہ میں امام شافعی کے نزدیک درست نہیں اور یہ کلیہ قاعدہ ہے کہ دوسرے مذہب کی رعایت مستحب ہے بشرطیکہ اپنے مذہب کا کوئی امر مکروہ نہ لازم آتا ہو ۱۲۔

بھی تجدید ایمان کرانی چاہیئے۔ مگر پھر بھی اس دستور کو ایسا لازم سمجھ لینا کہ ہر شخص کے ساتھ اس کا عملدرآمد کیا جائے خواہ وہ ذی علم بھی ہو، محتاط بھی ہو یہ محض نادانی ہے اور اگر اس کو مسنون یا مستحب سمجھ لیا جائے تو بدعت ہو جائے گا۔

مہر جہاں تک ہو کم باندھا جائے اور مقدور سے زیادہ ہرگز نہ ہونے پائے زیادہ مہر باندھنے میں کوئی خوبی نہیں ہے بلکہ نہایت مناسب ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات یا بنات طیبات کے مہروں میں سے کسی مہر کو اختیار کرے انشاء اللہ باعث برکت ہوگا، ہم انشاء اللہ تعالےٰ مہر کے بیان میں ایک نقشہ بنائیں گے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج و بنات کے مہر انگریزی روپیہ مروجہ ہند کے حساب سے تحقیق کر کے لکھدیں گے، نکاح ہو جانے کے بعد چھوہارے کا ایک طبق لٹا دینا مستحب ہے۔

نکاح ہو جانے کے بعد اعزہ اور احباب زوجین کو یا ان کے اولیاء کو مبارک باد دیں۔ اس طرح کہ اللہ تم کو یہ نکاح مبارک کرے اور تم دونوں میں موافقت اور بھلائی کے ساتھ یکجائی رکھے یہ مبارکباد دی مستحب ہے۔ (وصول الامانی باصول التہانی عـــہ)

نکاح ہو جانے کے بعد بغرض اعلان دف عـــہ کا بجانا بشرطیکہ اس میں جھانجھ نہ ہو جائز ہے دلہن کا آراستہ کر کے رخصت کرنا مستحب ہے۔

شب زفاف یعنی اس رات کے بعد جس میں زوجین کی یکجائی ہو شوہر کو چاہیئے کہ اپنے اعزہ و احباب وغیرہ کی حسب استطاعت دعوت کرے یہ دعوت ولیمہ کے نام سے مشہور ہے (سنت موکدہ ہے) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اس پر برابر التزام رہا اور اپنے صحابہؓ کو بھی تاکید فرماتے رہے۔

رسوم

جس قدر امور نکاح کے وقت مسنون و مستحب ہیں وہ صرف اسی قدر ہیں جو بیان ہو چکے ہیں

عـــہ یہ کتاب نہایت نفیس ہے، علامہ سیوطیؒ کی تصنیف ہے، اس میں تمام ان باتوں کا ذکر ہے جن کا مولد پر مبارک باد دینا مسنون ہے ۱۲۔ عـــہ بعض غیر محققین کا خیال ہے کہ نکاح میں دف بجانا مستحب ہے یہ صحیح نہیں حنفیہ کے نزدیک غنا اور مزامیر دونوں مطلقاً مکروہ تحریمی ہیں یہی صحیح ہے ہم نے اس مسئلہ کی تحقیق میں ایک مستقل رسالہ لکھا ہے جس کا نام رفع النزاع عما یتعلق بالسماع ہے ۱۲۔

Marfat.com

مبارک ہیں وہ نکاح کی مجلسیں جن میں صرف انھیں امور پر اکتفا کی جائے' بابرکت ہیں وہ نکاح جن کے انعقاد کے وقت سوا طریقۂ مسنونہ کے اور کوئی رسم نہ ہونے پائے۔

میں بہت افسوس کرتا ہوں کہ ہندوستان میں نکاح جیسا پاکیزہ معاملہ ہندوؤں کی ناپاک رسموں اور ملکی رواج سے محفوظ نہیں رہا یقیناً ان رسموں نے اسلام کے صاف اور بے تکلف معاملات چمکتے ہوئے چہروں پر ایک نہایت کثیف پردہ ڈال دیا ہے' اب اگر کوئی ان معاملات کی اصلی صورت دیکھنا چاہے جو قرن اوّل میں تھی تو شاید اس کو محرومی کے سوا کچھ بھی نصیب نہ ہو۔ افسوس صد افسوس۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

سچے مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ کبھی اس بات کو گوارہ نہ کریں کہ ان کے عبادات یا معاملات میں غیر قوموں کی اختراعی رسوم مختلط ہو جائیں۔ وہ کیسے مسلمان ہیں جو اپنے برگزیدہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں کو چھوڑ کر غیر قوموں کی رسوم سے اپنا دل خوش کرتے ہیں حالانکہ خدائے تعالےٰ جانتا ہے کہ آج تک دنیا کی بڑی سے بڑی مہذب اور تعلیم یافتہ قومیں اسلام کے حکیمانہ اور بے تکلف اصول و فروع سے سبق لے رہی ہیں۔

شادی اور بیاہ میں جس قدر رسمیں رائج ہیں ان سب کا احاطہ نہیں کر سکتے ایک کلیہ قاعدہ لکھے دیتے ہیں جو رسوم فی نفسہ جائز ہوں جیسے دولہن کا مانجھے[عہ] میں بٹھانا' دولہا کو بطور سلامی کے کچھ دینا وغیرہ ایسی رسموں کو اگر کر لیا جائے تو کچھ ہرج نہیں مگر ان پر بھی ایسا التزام کرنا جس سے لوگوں کو رسوم کے مسنون یا مستحب یا شرط نکاح ہونے کا شبہہ ہونا جائز ہے اور جو رسوم فی نفسہ ناجائز ہیں (جیسے ناچ گانا آتشبازی وغیرہ کا چھوڑنا زائد از حاجت روشنی کرنا' محرموں کا سامنے آنا' غیر عورتوں[عسہ] سے ہنسی مذاق وغیرہ وغیرہ) ان کا کرنا کسی حالت میں جائز نہیں پس اگر تمام رسموں کو نہ چھوڑ سکے تو ان رسموں کو ضرور چھوڑ دے جو فی نفسہ ناجائز ہیں۔

عہ ہندوستان کے اکثر مقامات میں دستور ہے کہ لڑکی کو نکاح کی تاریخ سے کچھ دن پہلے مکان کے گوشہ میں بٹھا دیتے ہیں پھر وہ نہ کسی بڑے کے سامنے بولتی ہے نہ چلتی ہے نہ کھاتی ہے اسی کو مانجھے میں بٹھانا کہتے ہیں ۱۲۔

عسہ غیر عورتوں سے ہنسی مذاق کا ہمارے ملک میں ایسا رواج ہے کہ اب عوام الناس اس کو جائز سمجھتے ہیں بھاوج سے اور سالی سے تو مذاق کا رشتہ ہی خیال کیا جاتا ہے حالانکہ یہ بالکل ناجائز ہے اپنی منکوحہ کے سوا کسی عورت سے مذاقاً ایک لفظ بھی کہنا جائز نہیں احادیث میں صاف صاف اسکی ممانعت ہے ۱۲۔

Marfat.com

ہمارے یہاں ہر مقام پر کوئی نہ کوئی شخص نکاح پڑھانے والا مقرر ہوتا ہے اس کو قاضی کہتے ہیں عام لوگوں کا خیال ہے کہ اگر اس کے سوا دوسرا شخص نکاح پڑھادے یا زوجین خود ایجاب و قبول کرلیں تو نکاح نہ ہوگا یہ محض جہل ہے بلکہ مسنون یہی ہے کہ دولہن کا ولی خود ہی خطبہ پڑھے خود ہی نکاح پڑھائے ہاں یہ قاضی ان لوگوں کے مفید مطلب ہیں جو جاہل ہوں نکاح کا طریقہ نہ جانتے ہوں جیسے دیہاتی گنوار۔

نکاح کا طریقہ اور اس کے سنن و مستحبات بیان ہوچکے اب ہم نکاح کے شرائط لکھتے ہیں اور انھیں کے ضمن میں انشاء اللہ تعالیٰ نکاح کے تمام مسائل بہت خوش اسلوبی سے آجائیں گے۔

نکاح کے ارکانؑ اور اس کے صحیح ہونے کی شرطیں

نکاح کا ایک رکن ہے ایجاب و قبول۔ اسی ایجاب و قبول کے مجموعہ کا نام نکاح ہے صرف ایکبار ایجاب و قبول سے نکاح ہوجاتا ہے تین مرتبہ اس کی تکرار کرنا جیسا کہ مروج ہے بالکل بے ضرورت ہے اور اس کے صحیح ہونے کی شرطیں سات ہیں جو ذیل میں مذکور ہوتی ہیں۔

(۱) دو گواہ۔ اگر ایک بھی گواہ نہ ہو یا صرف ایک ہو تو نکاح نہ ہوگا۔

(۲) عورت کا محرمات میں سے نہ ہونا۔

(۳) نابالغ اور مجنون اور غلام کے لئے ان کے اولیاء کی اجازت، نابالغ کے لئے اس کے ولی کی اجازت شرط نفاذ ہے۔

(۴) عورت کے لئے اگر وہ غیر کفو سے نکاح کرنا چاہے تو ولی کی رضامندی عورت بالغہ ہو یا نابالغہ ہر حال میں غیر کفو سے نکاح کرنے کے لئے ولی کی رضامندی شرط ہے ولی راضی نہ ہوگا تو نکاح صحیح نہ ہوگاؔ۔

ؑ ارکان جمع رکن کی ہے، رکن اور شرط میں فرق یہ ہے کہ رکن ہر چیز کا اس کی ذات میں داخل ہوتا ہے یعنی اس کا جز ہوتا ہے بخلاف شرط کے کہ وہ اپنے مشروط کی ذات سے خارج ہوا کرتی ہے مثلاً قیام، رکوع، سجود تو نماز کے رکن ہیں یعنی نماز انہیں سے مرکب ہے اور یہ نماز کے جزو ہیں اور طہارت نماز کی شرط ہے نماز اس سے مرکب نہیں اور نہ وہ نماز کی جزو ہے ۱۲۔

ؔ یہ قول بواسطہ حسن بن زیاد کے امام ابو حنیفہ سے منقول ہے اس زمانہ میں اسی پر فتویٰ ہے (درالمختار رد المختار فتح القدیر) اس کے مقابل میں امام محمد نے اپنی کتابوں میں امام ابو حنیفہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ایسی حالت میں بھی بالغہ عورت کا نکاح جائز ہے گو ولی کی اجازت و رضامندی نہ ہو ۱۲۔

Marfat.com

(۵) عاقل بالغ ہونا اگر کوئی شخص اپنا نکاح خود کرے تو خود اسی کا عاقل ہونا اور اگر اس کا ولی اس کا نکاح کرتا ہو تو ولی کا عاقل بالغ ہونا شرط ہے وکیل کا بالغ ہونا شرط نہیں، ہاں عاقل ہونا اس کا بھی شرط ہے۔ لہذا اگر سمجھدار بچّہ وکیل بنا دیا جائے تو درست ہے (بحرالرائق)

(۶) مہر کے نہ دینے کی نیت نہ ہونا۔ اگر یہ نیت ہو کہ مہر دیا ہی نہ جائے گا گو عورت راضی بھی ہو جائے تو نکاح صحیح نہ ہوگا۔

(۷) نکاح کو کسی مدّت کے ساتھ مقید نہ کرنا، جو نکاح کسی مدّت کے ساتھ مقید ہو خواہ وہ مدّت تھوڑی ہو مثلاً یوں کہا جائے کہ دو برس کے لئے نکاح کرتا ہوں یا مدت زیادہ ہو۔ مثلاً یوں کہے کہ دو سو برس کے لئے نکاح کرتا ہوں یا مدت بالکل مجہول ہو۔ مثلاً یوں کہے کہ جس وقت تک فلاں زندہ ہے اس وقت تک کے لئے نکاح کرتا ہوں، بہرحال یہ نکاح صحیح نہ ہوگا اس نکاح کو متعہ^ع کہتے ہیں۔

ع کسی جہاد میں تجرد کی وجہ سے صحابہ سخت پریشان ہو گئے تھے یہاں تک کہ بعض لوگوں نے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم سے خصّی کرانے کی اجازت طلب کی اس وقت حضرت نے انکو متعہ کرنیکی اجازت دیدی تھی ضرورت رفع ہو جانیکے بعد آپ نے پھر اسکو حرام کر دیا بہت سی صحیح احادیث کتب صحاح ستہ وغیرہ میں منقول جنمیں سے مروی ہیں جو متعہ کی حرمت پر دلیل قطعی ہیں رہ گئی یہ بات کہ وہ کونسا جہاد تھا جس میں متعہ کی اجازت دی گئی تھی روایات اس میں مختلف ہیں بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ جنگ خیبر میں اس کی اجازت دی گئی تھی پھر حرام کر دیا گیا بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ فتح مکہ میں بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ جنگ اوطاس میں تحقیق یہ ہے کہ متعہ کی تحلیل و تحریم کئی بار ہوئی پہلے جنگ خیبر میں جو سنہ ۷ھ کا واقعہ ہے پھر فتح مکہ میں جو سنہ ۸ھ کا واقعہ ہے پھر جنگ اوطاس میں کہ وہ بھی سنہ ۸ھ کا واقعہ ہے اور اس جنگ اوطاس میں تین دن کے بعد ہمیشہ کے لئے حرام کر دیا گیا۔ علامہ شامی نے ردالمحتار میں ابن ہمام سے جو نقل کیا ہے کہ متعہ کی حرمت حجۃ الوداع میں ہوئی یہ صحیح نہیں ہے جنگ اوطاس میں اس کی حرمت ہمیشہ کے لئے ہو چکی تھی جیسا کہ احادیث کے تتبع سے ظاہر ہے ابوداؤد کی ایک حدیث میں حجۃ الوداع کا ذکر ہے مگر اس میں صرف اسی قدر ہے کہ متعہ کی حرمت حجۃ الوداع میں ہوئی یہ راوی کی غلط فہمی ہے حجۃ الوداع میں تحریم جدید نہیں ہوئی بلکہ اسی حرمت سابقہ واقعہ جنگ اوطاس کا اعلان حجۃ الوداع میں کیا گیا تھا اس میں مصلحت یہ تھی کہ حجۃ الوداع میں مسلمانوں کا مجمع بہت تھا لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ منظور ہوا کہ متعہ کی حرمت سے تمام مسلمان واقف ہو جائیں، راوی کو پہلے

Marfat.com

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۸۹ کا) سے متعہ کی حرمت کا علم نہ ہوگا، وہ یہ سمجھا کہ اس کی حرمت اب ہوئی ہے اس قسم کی غلطی بشر سے اکثر ہو جاتی ہے کوئی عیب نہیں ہے۔

صاحب ہدایہ نے جو امام مالک کی طرف جواز متعہ کی نسبت کی ہے اس پر تمام فقہا نے ان کی سخت گرفت کی ہے، ہدایہ کے بعد فقہ کی جتنی بڑی بڑی کتابیں تالیف ہوئیں تقریباً سب میں ہدایہ کی اس غلطی کا بیان کرنا لازم سمجھ لیا گیا ہے درحقیقت یہ غلطی ان سے سخت ہوئی۔ مگر بمقتضائے بشریت تمام اہل اسلام کا متعہ کی حرمت پر اجماع ہے کیا صحابہ رضؓ کیا تابعین کیا فقہا کیا محدثین صحابہؓ میں صرف ابن عباس پہلے بحالت اضطرار متعہ کو جائز سمجھتے تھے۔ مگر جب حضرت علی مرتضیٰ نے اس پر ان کو سخت تہدید کی اور متعہ کی حرمت قطعی و ابدی سے ان کو واقف کیا تو انھوں نے اپنے قول سے رجوع کیا، ابن عباس کا رجوع کرنا حدیث و فقہ کی کتابوں میں مذکور ہے۔

شیعوں کا یہ کہنا ہے کہ متعہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حرام کیا ہے یہ محض غلط ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حرام کرنے کا کیا اختیار تھا ہاں انھوں نے جس طرح اور اسلامی احکام کی تبلیغ میں ایک بڑا حصہ لیا ہے، قرآن مجید کی جمع و ترتیب حدیث و فقہ کی تعلیم کی اشاعت انھیں نے دی اور بھی بہت سے جزئی مسائل میں انھوں نے بڑی بڑی کوششیں کیں، اسی طرح متعہ کی حرمت کے اعلان میں بھی انھوں نے کوشش کی ان کا آخری اعلان یہ تھا، اگر میں نے سنا کہ کسی نے متعہ کیا ہے تو میں اس کو زنا کی سزا دوں گا، بعض لوگ جو متعہ کی حرمت سے اس وقت تک واقف نہ تھے وہ اب واقف ہو گئے الغرض انھوں نے صرف اتنا ہی کام کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک حکم کی تبلیغ کر دی اور ایسی کوشش کی کہ متعہ کی حرمت کی صدا ہر کان میں گونج گئی، افسوس وحی کے منادی کی آواز جو پہاڑوں اور دریاؤں اور جنگلوں میں اب تک گونج رہی ہے شیعوں کے کان تک نہیں پہنچی لھم عہ آذان لا یسمعون بھا پہنچی اور بیشک پہنچی مگر جس طرح انھوں نے خدا و رسول کے احکام کو سنا ان سنا کر دیا اور سمعنا عہ و عصینا کے مصداق بنے اس حکم میں بھی انھوں نے ایسا ہی کیا مسلمانوں میں ان کے سوا کوئی متعہ کی حرمت کا منکر نہیں ہے، متعہ کی حلت پر ان کا اصرار حد سے گزر گیا ہے متعہ کو نہ صرف وہ جائز ہی کہتے ہیں بلکہ اس کے وہ فضائل بیان کرتے ہیں جو شاید کسی بڑی عبادت میں بھی نہ ہوں گے میں نے شیعوں کی کتابیں دیکھی ہیں خدا کی شان ہے کہ انھیں کی صحیح احادیث میں ائمہ سے متعہ کی حرمت منقول ہے جس کا جواب ان کے پاس سوا اس کے کچھ نہیں ہے کہ یہ حکم ائمہ نے بطور تقیہ کے دیا ہے یعنی کسی مصلحت سے جھوٹا مسئلہ بیان کر دیا ہے۔ عجیب لطف ہے کہ بعض شیعوں کو یہ آرزو ہوئی کہ اہل سنت کی کتابوں سے متعہ کی حلت ثابت کریں مگر سوا اس کے کہ ع ؎ حلال آورد آرزوئے محال (بقیہ بر صفحہ ۶۹۱) پر

عہ ان کے کان ایسے ہیں کہ وہ ان سے (حق بات) نہیں سنتے ۱۲ عہ ہم نے سنا اور نہ مانا ۱۲۔

شرائط کی تعداد معلوم ہو چکی اب ہم ہر شرط کے تفصیلی احکام و مسائل بیان کرتے ہیں۔

ایجاب و قبول

ایجاب و قبول کے صحیح ہونے کے لئے نو باتیں ضروری ہیں۔

(۱) ایجاب و قبول دونوں یا دونوں میں سے ایک عـــہ ماضی کے لفظ سے ادا کئے جائیں یعنی ایسا لفظ ہو جس سے یہ بات سمجھی جائے کہ نکاح ہو چکا دونوں کے ماضی ہونے کی مثال عاقدین میں سے کوئی یہ کہے کہ میں نے اپنا یا اپنے مؤکل کا یا اپنی بیٹی کا تیرے ساتھ نکاح کر دیا۔ دوسرا کہے کہ میں نے منظور کیا اور کوئی لفظ اسی کے ہم معنی دونوں میں سے ایک کے ماضی ہونے کی مثال

(۱) ایک کہے کہ تو اپنا نکاح میرے ساتھ کرلے دوسرا کہے کہ میں نے کرلیا (۲) ایک کہے کہ میں تیرے ساتھ اپنا نکاح کرتا ہوں دوسرا کہے کہ میں نے قبول کیا ان دونوں مثالوں میں صرف قبول کی عبارت ماضی ہے (۳) ایک کہے کہ میں نے تیرے ساتھ اپنا نکاح کرلیا دوسرا کہے کہ مجھے منظور ہے یا یہ کہے کہ میں منظور کرتا ہوں' اس مثال میں صرف ایجاب کی عبارت ماضی ہے۔

(۲) ایجاب و قبول دونوں بذریعہ لفظ کے ادا کئے جائیں نہ بذریعہ فعل کے مثلاً کوئی شخص عورت سے کہے کہ میں نے تیرے ساتھ اپنا نکاح کرلیا اور یہ تیرا مہر ہے' عورت زبان سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ) اور کچھ نتیجہ نہ ہوا چونکہ یہ مقام اس قسم کے مضامین کیلئے مناسب نہیں ہے' اسلئے ہم زیادہ لکھنا نہیں چاہتے بغرض علم صرف اسی قدر کافی ہے جو ہم نے لکھ دیا ۱۲

واضح رہے کہ قرآن مجید کی آیتیں بھی اس کی حرمت کو صاف صاف بیان کر رہی ہیں قولہ تعالیٰ واحل لکم ماوراء ذلکم ان تبتغوا باموالکم محصنین غیر مسافحین ترجمہ اور مذکورہ بالا عورتوں کے علاوہ اور عورتوں سے نکاح تمہارے لئے جائز کر دیا گیا بحالیکہ تم اپنے مال (یعنی مہر) کے بدلے میں ان سے نکاح کرنا چاہو قید میں رکھنے کیلئے نہ شہوت پرستی کے ارادہ سے اس آیت سے متعہ کی حرمت ظاہر ہے کیونکہ متعہ سے قید میں لانا مقصود نہیں ہوتا بلکہ شہوت پرستی ۱۲

عـــہ اس صورت میں اگر قول اول امر کا صیغہ ہو مثلاً مرد کہے کہ تو میرے ساتھ اپنا نکاح کرلے اور عورت کہے میں نے قبول کیا تو فقہا کا اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ لفظ امر ایجاب نہیں ہے بلکہ وہ ایک قسم کی توکیل ہے صاحب ہدایہ اسی طرف ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ نکاح و طلاق وغیرہ میں لفظ امر کا بھی ایجاب ہے صاحب کنز الدقائق اسی طرف ہیں صاحب بحر الرائق نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے صاحب فتح القدیر نے بھی اس کو احسن لکھا ہے اسی سبب سے ہم نے بلا تفصیل یہ لکھ دیا ہے کہ چاہے دونوں ماضی ہوں یا دونوں میں سے ایک ۱۲۔

Marfat.com

کچھ نہ کہے اور مہر لے لے تو اس صورت میں ایجاب و قبول صحیح نہ ہوگا' اسی طرح اگر عورت کسی مرد سے کہے کہ میں نے اس قدر مہر کے عوض میں تیرے ساتھ نکاح کیا مرد زبان سے کچھ نہ کہے مگر مہر دیدے تو ایجاب و قبول صحیح نہ ہوگا کیونکہ ان دونوں صورتوں میں ایجاب اگرچہ لفظ سے ادا کیا گیا ہے مگر قبول بذریعہ فعل کے ادا کیا گیا ہے کتابت بھی لفظ کے حکم میں ہے بشرطیکہ کاتب وہاں موجود نہ ہو[عہ] اور اپنی تحریر دو گواہوں کو سنادے اور دکھادے اور ان کو اس پر گواہ کردے مثلاً کوئی شخص کسی عورت کو یہ لکھ بھیجے کہ میں نے تیرے ساتھ اپنا نکاح کرلیا اور عورت دو آدمیوں کو گواہ بنا کر یہ کہے کہ فلاں شخص کی یہ تحریر میرے پاس آئی ہے لہذا میں اس سے نکاح کرتی ہوں تو یہ ایجاب و قبول صحیح ہوجائے گا اور اگر کاتب وہاں موجود ہو تو پھر کتابت لفظ کے حکم میں نہیں ہے بلکہ فعل کے حکم میں ہے' ایجاب و قبول کا اس کے ذریعہ ادا کرنا درست نہ ہوگا' ہاں جو شخص گونگا ہو اس کے لئے ایجاب یا قبول کا بذریعہ لفظ کے ادا کرنا ضروری نہیں بلکہ بذریعہ اشارہ کے کافی ہے بشرطیکہ وہ اشارہ پہلے سے معین[عہ] ہو۔ (رد المختار جلد ۲ صفحہ ۲۹۵)

(۳) ایجاب کی عبارت پوری ادا ہوچکنے کے بعد قبول کی عبارت ادا کی جائے مثلاً کوئی شخص کسی عورت سے کہے کہ میں تیرے ساتھ نکاح کرتا ہوں سو روپیہ مہر کے عوض میں عورت قبل اس کے کہ مرد سو روپیہ مہر کا لفظ منہ سے نکالے یہ کہدے کہ میں نے منظور کیا تو اس صورت میں قبول صحیح نہ ہوگا کیونکہ ابھی ایجاب کی عبارت تو تمام نہ ہونے پائی تھی کہ قبول کی عبارت ادا کردی گئی' ایجاب کی عبارت تمام اس وقت سمجھی جائے گی کہ جب ایجاب کرنے والا اس کے بعد کوئی بات ایسی کہنا نہ چاہتا ہو جو گزشتہ عبارت کی معنی میں تغیر پیدا کردے مثلاً صورت مذکورہ میں سو روپیہ مہر کی عبارت اگر نہ بولی جاتی تو مہر مثل واجب ہوتا خواہ وہ سو کا ہو یا کم زیادہ مگر اس عبارت نے اس کے معنی کو بدل دیا اب بجائے مہر مثل کے سو روپیہ واجب ہوں گے لہذا اس صورت میں قبول صحیح نہ ہوگا بلکہ قبول کرنے والے پر لازم ہے کہ ایسی حالت میں پھر دوبارہ قبول کی عبارت بولے۔

(۴) ایجاب و قبول دونوں ایک ہی مجلس میں ادا کئے جائیں' اگر عاقدین میں سے کوئی اس

عہ وہاں موجود نہ ہونے کا یہ مطلب ہے کہ مجلس نکاح میں نہ ہو اگرچہ اسی شہر میں موجود ہو (شامی) ۱۲

عہ معین ہونے کا یہ مطلب ہے کہ لوگ جانتے ہوں کہ جب کسی بات کو یہ شخص منظور کرتا ہے تو اس قسم کا اشارہ کرتا ہے جب کسی بات کو نامنظور کرتا ہے تو اس قسم کا ۱۲۔

مقام میں موجود نہ ہو بلکہ اس نے اپنی تحریر بھیجی ہو تو وہ تحریر جس مجلس میں پڑھی جائے اسی مجلس میں قبول کا ہونا ضروری ہے، ایجاب و قبول کا متصل ہونا ضروری نہیں اگر ایک ہی مجلس میں ایجاب و قبول ہوں گو دونوں میں بہت کچھ فصل ہو جائے گا جب بھی درست ہے۔

مجلس کے ایک ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ایجاب اور قبول کے درمیان میں کوئی ایسا فعل نہ ہونے پائے جو ایجاب سے اعراض پر دلالت کرتا ہو اگرچہ بقصد اعراض نہ کیا گیا ہو، بیٹھے سے اٹھ کھڑا ہونا کسی سے باتیں کرنے لگنا کچھ کھا لینا بشرطیکہ وہ ایک لقمہ سے زائد ہو، عـــہ کچھ پینا بشرطیکہ وہ چیز پہلے سے اس کے ہاتھ میں نہ ہو، لیٹ کر سو رہنا نماز پڑھنے لگنا چلنا پھرنا اور اسی قسم کے افعال اگر ایجاب اور قبول کے درمیان میں واقع ہو جائیں گے تو مجلس بدل جائے گی۔ (شامی جلد۲ صفحہ ۲۱)

اگر بعد ان افعال کے قبول ادا کیا جائے گا تو صحیح نہ ہوگا بلکہ اس صورت میں ضروری ہوگا کہ ایجاب کا پھر اعادہ کیا جائے مثال یہ عورت کے وکیل نے کسی مرد سے کہا کہ میں اپنی مؤکلہ کا نکاح تیرے ساتھ کرتا ہوں مرد نے پہلے کسی سے کچھ اور باتیں کیں اور اس کے بعد کہا کہ میں نے منظور کیا تو قبول صحیح نہ ہوگا۔

اگر عاقدین چلنے کی حالت میں ایجاب و قبول کریں خواہ پیادہ چل رہے ہوں یا کسی جانور کی سواری میں تو نکاح نہ ہوگا اس لئے کہ ایجاب وقبول دونوں کی مجلس اس صورت میں ایک نہیں رہ سکتی اور اگر جہاز پر سوار ہوں اور وہ چل رہا ہو اور ایجاب قبول کریں تو صحیح ہے (بحر الرائق جلد۳ صفحہ ۸۹) عـــہ ریل کی سواری بھی جہاز اور کشتی کا حکم رکھتی ہے اگر عاقدین ریل پر سوار ہونے کی حالت میں ایجاب وقبول کریں تو درست ہے۔

(۵) ایجاب اور قبول باہم مخالف نہ ہوں مثلاً کوئی مرد کسی عورت سے کہے کہ میں تیرے ساتھ دو سو روپیہ مہر کے عوض میں نکاح کرتا ہوں اور عورت کہے کہ میں نے نکاح تو منظور کیا مگر یہ مہر

عـــہ پان کے کھا لینے سے مجلس نہ بدلے گی کیونکہ ایک پان ایک لقمہ سے زائد نہیں ہوتا ہاں کئی گلوریاں یکے بعد دیگرے کھائے تو بدل جائے گی ۱۲۔

عـــہ کشتی کی سواری میں مجلس نہ بدلنے کی وجہ علامہ شامی نے یہ لکھی ہے کہ وہ مثل گھر کے ہے اور اس کے ٹھیرانے کا عاقدین کو اختیار نہیں ہے یہی وجہ ریل میں بھی موجود ہے ۱۲۔

Marfat.com

منظور نہیں ہے تو ایسی حالت میں ایجاب قبول صحیح نہ ہوگا کیونکہ قبول ایجاب کے مخالف ہے۔

ہاں اگر قبول عورت کی جانب سے ہو اور وہ مرد کے مقرر کئے ہوئے مہر سے کم مقدار کو قبول کرے یا قبول مرد کی طرف سے ہو اور وہ عورت کے مقرر کئے ہوتے مہر سے زیادہ مقدار کو قبول کرے تو ایسی حالت میں ایجاب و قبول باہم مخالف نہ سمجھے جائیں گے۔

مثال (۱) مرد نے کہا کہ میں ایک ہزار روپیہ مہر کے عوض میں تیرے ساتھ نکاح کرتا ہوں اور عورت نے کہا کہ میں پانچ سو روپیہ مہر کے عوض میں نے منظور کیا (۲) عورت نے مرد سے کہا کہ میں نے چار سو روپیہ مہر کے عوض میں تیرے ساتھ نکاح کیا مرد نے کہا کہ مجھے ایک ہزار روپیہ مہر کے عوض میں منظور ہے دونوں صورتوں میں ایجاب و قبول صحیح ہو جائے گا اور ایجاب و قبول باہم مخالف نہ سمجھے جائیں گے۔

(۶) ایجاب یا قبول کسی وقت پر موقوف یا کسی شرط پر مشروط نہ ہو مثلاً کوئی شخص یہ کہے کہ تیرے ساتھ کل نکاح منظور ہے یا یہ کہے کہ اگر فلاں بات ہو جائے گی تو میں نے تیرے ساتھ نکاح کر لیا ان دونوں صورتوں میں ایجاب قبول صحیح نہ ہوگا۔

(۷) جس عورت سے نکاح کیا جاتا ہو وہ عاقدین[عـه] کے سامنے متعین کر دی جائے خواہ اس طور پر کہ وہ عورت خود مجلس نکاح میں حاضر ہو خواہ اپنا چہرہ کھولے یا نہیں[عـه] یا اس طور پر کہ اس عورت کا نام اور اس کے باپ کا نام عقد نکاح کے وقت گواہوں اور عاقدین کے سامنے لیا جائے یعنی اس طرح پر کہ مثلاً زینب جو حامد کی بیٹی ہے اس کا نکاح کیا جاتا ہے اگر کسی عورت کے دو نام ہوں تو جو نام مشہور ہو صرف اسی کا لے لینا کافی ہے اور اگر دونوں نام لئے جائیں تو زیادہ مناسب ہے۔

اگر عورت کے نام میں یا عورت کے باپ کے نام میں غلطی ہو جائے اور عورت مجلس نکاح میں موجود نہ ہو تو نکاح نہ ہوگا (بحر الرائق جلد ۳ صفحہ ۹۹)

اگر عورت مجلس نکاح میں حاضر نہ ہو اور نہ اس کا نام لیا جائے اور پھر بھی وہ گواہوں اور عاقدین کے نزدیک متعین ہو جائے تو کوئی ضرورت اس کے حاضر کرنے یا نام لینے کی نہیں ہے مثلاً کسی

عـه عاقدین ان کو کہتے ہیں جو باہم ایجاب و قبول کریں اگر زوجین خود ایجاب و قبول کریں تو وہی عاقدین بھی ہو جائیں گے اور جو زوجین خود ایجاب و قبول نہ کریں بلکہ ان کے وکیل یا ولی ایجاب و قبول کریں تو اس وقت میں وکیل یا ولی عاقدین ہوں گے، عورت کے معین کرنے کی ضرورت اسی وقت ہے جبکہ عاقدین زوجین نہ ہوں۔

عـه اگرچہ احتیاط اسی میں ہے کہ چہرہ کھول دے (بحر الرائق)

Marfat.com

شخص کی ایک ہی لڑکی ہے اس نے کسی سے کہا کہ میں اپنی لڑکی کا نکاح تیرے ساتھ کرتا ہوں اس نے کہا میں نے منظور کیا تو یہ ایجاب و قبول صحیح ہو جائے گا بشرطیکہ گواہ اور وہ شخص جس کے ساتھ نکاح ہوا ہے یہ جانتے ہوں کہ اس شخص کی ایک ہی لڑکی ہے۔

اگر کسی شخص کی دو لڑکیاں ہوں، ایک بیاہی ایک بے بیاہی وہ کسی سے کہے کہ میں نے اپنی لڑکی کا نکاح تیرے ساتھ کیا تو اسی بے بیاہی کا نکاح ہو جائے گا بشرطیکہ گواہ اور وہ شخص جس کے ساتھ نکاح کیا گیا ہے یہ جانتے ہوں کہ اس شخص کے صرف دو لڑکیاں ہیں اور ان میں سے ایک شوہر والی ہے (ردالمختار جلد ۲ صفحہ ۲۸۹)

کسی شخص کی دو لڑکیاں ہوں حمیدہ اور سعیدہ ایک شخص نے اپنی منگنی سعیدہ کے ساتھ کی مگر نکاح کے وقت غلطی سے حمیدہ کا نام زبان سے نکل گیا اور ایجاب و قبول اسی نام پر ہوا تو یہ نکاح حمیدہ کے ساتھ ہو جائے گا نہ کہ سعیدہ کے ساتھ۔

اسی طرح جس مرد کے ساتھ نکاح ہوتا ہو وہ عاقدین کے سامنے متعین کر دیا جائے، مرد کے معین کرنے کی بھی وہی صورتیں ہیں جو اوپر مذکور ہوئیں۔

(۸) عاقدین میں سے ہر ایک دوسرے کے کلام کو یا اس چیز کو جو قائم مقام کلام کے ہو سنے[عہ] اگر نہ سنے گا تو نکاح نہ ہوگا (بحرالرائق جلد ۲ صفحہ ۸۹)

(۹) ایجاب و قبول میں یا تو خاص کر لفظ نکاح و تزویج[عہ] کا استعمال کیا جائے یا اس کے ہم معنی[عہ]

عہ جیسے تحریر پس اگر ایک عاقد کی تحریر کو دوسرا نہ سنے اور قبول کرلے تو نکاح نہ ہوگا ۱۲۔

عہ مثلاً یوں کہا جائے کہ میں نے تیرے ساتھ نکاح کیا یا تیرے ساتھ تزویج کیا۔

عہ ہم معنی کی صورت یہ ہے کہ مرد یوں کہے کہ میں نے تجھ کو اپنی بی بی بنا لیا یا یہ کہے کہ میں تیرا شوہر ہو گیا یا یہ کہے کہ تو میری ہو گئی یا عورت کہے کہ میں نے تجھ کو اپنا شوہر بنا لیا یا یہ کہے کہ میں تیری بی بی ہو گئی اس مقام پر فقہ کی کتابوں میں صرف نکاح اور تزویج کی لفظ کی تخصیص کر دی گئی ہے اور یہ لکھا ہے کہ نکاح اور تزویج کے علاوہ جس قدر لفظیں ہیں سب کنایات میں داخل ہیں اسی وجہ سے صاحب بحرالرائق نے اعتراض کیا ہے اور پورے ایک صفحہ میں وہ الفاظ لکھے ہیں جو نکاح اور تزویج کے علاوہ ہیں مگر ان کا شمار کنایات میں نہیں ہے پھر خود ہی جواب دیا ہے کہ چونکہ یہ الفاظ نکاح و تزویج کے ہم معنی ہیں لہذا نکاح و تزویج کے لفظ ان کو بھی شامل ہیں ۱۲۔

کوئی دوسرا لفظ جو نکاح کا مطلب صحیح طور پر ادا کرتا ہو۔

اگر نکاح وتزویج یا اس کا ہم معنی لفظ صراحۃً نہ استعمال کیا جائے بلکہ کوئی ایسا لفظ جس سے کنایتہً مفہوم نکاح کا سمجھا جائے تو اس کے صحیح ہونے کے لئے تین شرطیں ہیں۔

پہلی شرط یہ ہے کہ وہ لفظ ایسا ہو کہ اس کے ذریعہ سے کسی ذات کامل کی ملکیت فی الحال حاصل ہو جاتی ہو جیسے لفظ ہبہ کا اور صدقہ کا اور تملیک کا یا لفظ بیع وشرا کا اور قرض کا۔

دوسری شرط یہ ہے کہ متکلم نے اس لفظ سے نکاح مراد لیا ہو اور کوئی قرینہ اس امر پر دلالت

ع۔ اگر صراحۃً لفظ نکاح کا یا اس کا ہم معنی کوئی لفظ استعمال کیا جائے تو اس میں کسی کا اختلاف نہیں سب کے نزدیک درست ہے اور اگر کوئی لفظ کنایہ کا استعمال کیا جائے تو اس کی چار صورتیں ہیں۔ پہلی صورت یہ ہے کہ ہبہ یا صدقہ یا تملیک کا لفظ استعمال کیا جائے مثلاً عورت یوں کہے کہ میں نے اپنی ذات تجھکو ہبہ کردی یا میں نے اپنی ذات بطور صدقہ کے تجھکو دیدی یا میں نے تجھکو اپنی ذات کا مالک بنادیا اس صورت کے جواز میں حنفیہ کا اختلاف نہیں ہے اگرچہ غیر حنفیہ کا ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ خرید و فروخت یا قرض کی لفظ استعمال کی جائے مثلاً مرد کہے کہ میں نے تجھکو اس قدر روپیہ کے عوض میں خرید لیا یا عورت کہے کہ میں نے اپنی ذات تیرے ہاتھ فروخت کردی یا میں نے اپنی ذات تجھکو بطور قرض کے دیدی اس صورت کے جواز میں خود حنفیہ کا اختلاف ہے مگر صحیح یہ ہے کہ جائز ہے۔ تیسری صورت یہ ہے کہ اجارہ اور وصیت کی لفظ استعمال کی جائے مثلاً عورت کہے کہ میں نے اپنی ذات کا ٹھیکہ تجھکو دیدیا یا عورت کا باپ کہے کہ میں وصیت کرتا ہوں کہ تو میری بیٹی کا مالک ہے اس صورت میں بھی حنفیہ کا اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ جائز نہیں۔ چوتھی صورت یہ ہے کہ تحلیل یا عاریت یا رہن کی لفظ استعمال کی جائے اس صورت کے ناجائز ہونے میں سب کا اتفاق ہے ۱۲

(ردالمختار جلد ۲ صفحہ ۲۹۰)

ع۔ ذات کی قید سے وہ الفاظ نکل گئے جن سے ذات کی ملکیت حاصل نہیں ہوتی بلکہ منافع کی جیسے عاریت اور ٹھیکہ کامل کی قید سے وہ الفاظ نکل گئے جن سے پوری ذات کی ملکیت حاصل نہیں ہوتی بلکہ کسی جزو کی مثلاً کوئی شخص یوں کہے کہ میں نے اپنی لونڈی کا نصف تجھے دیا فی الحال کی قید سے وہ الفاظ نکل گئے جن سے اس وقت ملکیت حاصل نہیں ہوتی بلکہ زمانہ بعد میں جیسے وصیت ملکیت کی قید سے وہ الفاظ نکل گئے جن سے بالکل ملکیت حاصل ہی نہیں ہوتی جیسے رہن یا امانت ۱۲۔

ع۔ قرینہ کی بہت سی صورتیں ہیں منجملہ اس کے یہ ہے کہ مثلاً کوئی شخص یوں کہے کہ میں نے تجھکو مول لیا اور وہ عورت آزاد ہو تو یہ قرینہ اس امر کا ہے کہ مول لینے سے نکاح مراد ہے یا لونڈی ہو مگر مہر کا ذکر اس کے بعد آگیا ہو مثلاً لوگوں کو جمع کرنا خطبۂ نکاح کا پڑھوانا لوگوں کو گواہ بنانا یہ سب باتیں اس امر کا قرینہ ہو سکتی ہیں کہ اس لفظ سے نکاح مراد ہے ۱۲۔

Marfat.com

کرتا ہو اگر قرینہ نہ ہو تو قبول کرنے والے نے اس مراد کی تصدیق کر دی ہو۔ (عہ)

تیسری شرط یہ کہ گواہوں نے سمجھ لیا ہو کہ اس لفظ سے مراد نکاح ہے خواہ بوجہ کسی قرینہ کے خود سمجھ لیا ہو یا بتا دینے سے سمجھا ہو۔

اگر مرد اور عورت باہم اس امر کا اقرار کریں (عہ) کہ وہ دونوں زوج و زوجہ ہیں تو اگر یہ اقرار گواہوں کے سامنے ہوا ہو اور مقصود اس سے نکاح کرنا ہے تو یہ اقرار ایجاب و قبول کے قایم مقام ہو جائے گا اور اگر مقصود اس سے اس بات کی خبر دینا ہے کہ پیشتر نکاح ہو چکا ہے حالانکہ پیشتر نکاح نہ ہوا تھا تو یہ اقرار قایم مقام ایجاب و قبول کے نہیں ہو سکتا (رد المختار جلد ۲ صفحہ ۱۸۸)

ایجاب و قبول کا دلی رضامندی سے ہونا شرط نہیں حتیٰ کہ اگر کوئی شخص کسی خوف سے یا مسخراپن میں ایجاب و قبول کے الفاظ زبان سے نکالدے تو نکاح صحیح ہوگا (رد المختار جلد ۲ صفحہ ۴۲۹)

ایجاب و قبول کا عربی زبان میں ہونا شرط نہیں ہر ملک کے لوگ اپنی اپنی زبان میں کریں صحیح ہو جائے گا (بحر الرائق وغیرہ)

ایجاب و قبول کے الفاظ کے معنی سے واقف ہونا شرط نہیں صرف اس بات کا جان لینا کافی ہے کہ اس لفظ سے نکاح ہو جاتا ہے مثلاً کسی مرد کو یہ سکھا دیا جائے کہ تو کہدے زَوَّجْتُ نَفْسِی (عہ) مِنْكَ اور عورت کو سکھا دیا جائے تو کہدے قَبِلْتُ (تلعہ) تو ایجاب و قبول ہو جائے گا گو وہ دونوں عرب

عہ مثلاً کوئی شخص کسی سے یوں کہے کہ میں نے اپنی لونڈی تجھکو ہبہ کی دوسرا شخص کہے کہ میں نے اس نکاح کو منظور کیا اس صورت میں اگرچہ کوئی قرینہ اس امر کا نہ ہو کہ ہبہ سے مراد نکاح ہے تب بھی نکاح ہو جائے گا کیونکہ قبول کرنے والے نے اس بات کو ظاہر کر دیا کہ ہبہ سے مراد نکاح ہے ۱۲

عہ اس مسئلہ کے بیان کرنے میں فقہا کی عبارتیں مختلف ہیں بعض تو کہتے کہ اقرار قایم مقام ایجاب و قبول کے نہیں ہو سکتا کیونکہ اقرار جملہ خبریہ ہوتا ہے اور ایجاب و قبول کو جملہ انشائیہ ہونا چاہیئے بعض کہتے ہیں کہ اقرار اگر گواہوں کے سامنے ہو تو قایم مقام ایجاب و قبول کے ہو جائے گا لیکن اس مسئلہ کا صحیح جواب یہی ہے کہ مقر کی نیت دیکھی جائے گی اگر اس کی نیت یہ ہے کہ زمانہ گذشتہ میں نکاح ہو چکا تب تو اقرار قایم مقام ایجاب و قبول کے نہ ہوگا اور اگر اس کی نیت یہ نہیں ہے تو نکاح ہو جائے گا اب رہ گیا گواہوں کے سامنے ہونا اس کے قایم مقام ہونے کی شرط نہیں بلکہ اس کے صحت کی شرط ہے جیسا کہ خود ایجاب و قبول بھی بغیر گواہوں کے صحیح نہیں ہوتا ۱۲

سہ ترجمہ :- میں نے اپنا نکاح تیرے ساتھ کیا ۱۲

تلعہ ترجمہ :- میں نے قبول کیا ۱۲-

زبان اور ان الفاظ کے معانی سے ناواقف ہوں ہاں اتنی بات جانتے ہوں کہ اس لفظ کے کہہ دینے سے نکاح ہوجائے گا، یہ بھی نہ جانتے ہوں تو پھر نکاح نہ ہوگا (ردالمختار جلد ۲ صفحہ ۲۹۰)

اگر نکاح عورت کے جسم کیطرف منسوب کیا جائے تو اس کے کل جسم کی طرف منسوب ہونا چاہیئے مثلاً یوں کہا جاتے کہ میں نے تیری ساتھ نکاح کیا اور اگر کسی خاص جزو کی طرف منسوب کیا جائے تو اس میں یہ شرط ہے کہ وہ جزو ایسا ہو کہ اس سے کل جسم بھی کبھی مراد لیا جاتا ہو جیسے سر^{عہ}، گردن، پشت، مثلاً یوں کہا جائے کہ میں نے تیرے سر کے ساتھ نکاح کیا، اگر کسی ایسے جزو کی طرف منسوب کیا جائے گا جس سے کل جسم کبھی مراد نہیں لیا جاتا، مثلاً یوں کہے کہ میں نے تیرے نصف جسم کے ساتھ نکاح کیا تو نکاح نہ ہوگا (درمختار۔ردالمختار جلد ۲ صفحہ ۲۸۸)

اگر ایجاب وقبول میں کوئی غلط لفظ استعمال کیا جائے تو اس میں دیکھنا چاہیئے کہ وہ استعمال کرنے والا ذی علم ہے یا جاہل یعنی وہ صحیح لفظ سے واقف ہے یا نہیں اگر ناواقف ہے تو بہرحال ایجاب وقبول درست ہوجائے گا اور اگر واقف ہے تو اگر وہ غلط لفظ ایسا ہے کہ عام طور پر رائج ہوگیا ہے تو درست ہوگا ورنہ درست نہ ہوگا (ردالمختار جلد ۲ صفحہ ۲۹۳)

مثال ۔ کوئی شخص کسی عورت سے کہے کہ میں تیرے ساتھ نکاح کرتا ہوں عورت کہے کہ میں نے قبول کیا اس صورت میں مذکورۂ بالا امور کا لحاظ کرکے جواز یا عدم جواز کا فتوی دیا جائے گا۔

گواہی

گواہی صرف معاملہ نکاح کے لئے شرط ہے اور کسی معاملہ کے لئے مثل بیع اور وقف وغیرہ کے گواہی شرط نہیں یعنی اور معاملات بغیر گواہی کے بھی درست ہوجاتے ہیں۔

نکاح میں گواہی کی شرط ہونے کی مصلحت ظاہر ہے اگر نکاح میں گواہی نہ شرط ہوتی تو زنا میں اور اس میں کچھ فرق نہ ہوتا اور جن خرابیوں کے سبب سے شریعت نے زنا کی ممانعت فرمائی ہے وہ بدستور باقی رہتیں، زنا کی تحریم بے سود ہوجاتی علاوہ اس کے نکاح کی عظمت اور شان ظاہر کرنا بھی شارع کو مقصود ہے نکاح کی گواہی میں دس باتیں شرط ہیں۔

عہ یہ وہ الفاظ ہیں کہ ہماری زبان میں بھی کبھی ان سے کل جسم مراد ہوتا ہے مثلاً کہتے ہیں کہ فلاں آفت میرے سر سے ٹل گئی یعنی میرے تمام جسم سے ٹل گئی، یا اس امر کا بار میری گردن پر ہے میرے ذمہ ہے ۱۲۔

Marfat.com

(۱) دو گواہ ہوں۔ ایک گواہ کے سامنے اگر ایجاب و قبول کیا جائے تو صحیح نہیں۔

(۲) دونوں گواہ مرد ہوں یا ایک مرد ہو اور دو عورتیں۔

(۳) دونوں (گواہ) آزاد ہوں، لونڈی غلاموں کی گواہی کافی نہیں۔

(۴) دونوں گواہ عاقل ہوں، مجنون، مست، بیہوش کی گواہی کافی نہیں۔

(۵) دونوں گواہ بالغ ہوں نابالغ بچوں کی گواہی گو وہ سمجھدار ہوں کافی نہیں

(۶) دونوں گواہ مسلمان ہوں کافروں کی گواہی کافی نہیں، مسلمانوں کی گواہی ہر حال میں کافی ہے خواہ وہ پرہیزگار ہوں یا فاسق، فسق ان کا کھلا ہوا ہو یا چھپا ہوا۔

ف ۔ گواہوں کا بینا ہونا یا زوجین کا رشتہ دار ہونا شرط نہیں، اندھوں کی گواہی اور زوجین کے رشتہ داروں کی گواہی گو وہ ان کے بیٹے ہی کیوں نہ ہوں کافی ہے۔

(۷) دونوں گواہ ایسے ہوں کہ ان کو عدالت میں پیش کر سکیں اگر کوئی شخص کراماً کاتبین فرشتوں کو گواہ بنائے تو کافی نہیں کیونکہ ان کو عدالت میں پیش نہیں کر سکتا اسی طرح اگر کوئی شخص ایک گواہ اللہ کو اور ایک گواہ کسی آدمی کو بنائے تب بھی کافی نہیں اسی طرح اگر کوئی شخص اللہ اور رسول کو گواہ بنائے تب بھی کافی نہیں نکاح نہ ہوگا کیونکہ ان گواہوں کو عدالت میں پیش نہیں کر سکتا اور اخیر صورت میں ناجائز ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ گواہوں کو مجلس نکاح میں موجود ہونا چاہیئے تاکہ وہ ایجاب و قبول کو سنیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجلس نکاح میں موجود نہیں وہ عالم الغیب[ع] ہیں۔

ع اس صورت میں فقہا لکھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب سمجھکر نکاح کا گواہ بنائے تو کافر ہو جائے گا کیونکہ خدا کے سوا کسی دوسرے کو عالم الغیب سمجھنا کفر ہے، علامہ زین الدین بحرالرائق جلد سوم کے صفحہ ۹۴ پر فتاوی قاضی خاں وغیرہ سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ اور رسول کی گواہی سے نکاح صحیح نہ ہوگا بلکہ وہ شخص بسبب نبی کے عالم الغیب سمجھنے کے کافر ہو جائیگا فقط، ایسا ہی اور فقہا بھی لکھتے ہیں اس اخیر زمانہ میں جہاں اور نئی نئی باتیں نکل رہی ہیں وہاں یہ بھی ایک مسئلہ ایجاد کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب سمجھنا چاہیئے حالانکہ قرآن مجید کی بہت سی آیتیں صاف صاف ثابت کرتی ہیں کہ خدا کے سوا کوئی عالم الغیب نہیں ہے قولہ تعالی قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ترجمہ اے نبی کہدو کہ جو لوگ آسمانوں اور زمین میں ہیں خدا کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا اسی طرح کی صاف صاف اور آیتیں بھی ہیں اور احادیث تو بے شمار ہیں جو اس امر پر (بقیہ از صفحہ ۷۰۰ پر)

Marfat.com

(۸) دونوں گواہ ایک ساتھ طرفین کے ایجاب و قبول کو سنیں اگر ایک ساتھ دونوں نے نہیں سنا بلکہ پہلے ایک نے سنا پھر دوسرے نے سنا تو صحیح نہ ہوگا اسی طرح اگر گواہوں نے ایجاب قبول دونوں کو نہیں سنا بلکہ صرف ایجاب کو سنا یا صرف قبول کو سنا تب بھی نکاح صحیح نہ ہوگا۔

ف۔ اگر گواہ بہرے ہوں تو نکاح نہ ہوگا ہاں اگر عاقدین گونگے ہوں اور اشارہ سے ایجاب قبول کریں اور بہرے گواہ اس اشارہ کو دیکھ کر سمجھ لیں تو نکاح ہوجائے گا (شامی جلد ۲ صفحہ ۲۹۵)

(۹) دونوں گواہ ایجاب و قبول کے الفاظ سنکر یہ سمجھ لیں کہ نکاح ہو رہا ہے گو ان الفاظ کے معنی نہ سمجھیں مثلاً ایجاب و قبول عربی زبان میں ہو اور گواہ عربی نہ جانتے ہوں۔

(۱۰) دونوں گواہ زوجین سے واقف کر دیئے جائیں اگر صرف زوجین کے نام سے ان کو جان جائیں تو صرف ان کا نام بتا دینا کافی ہے ورنہ زوجین کے باپ دادا کا نام بھی ان کو بتا دیا جائے تاکہ وہ اچھی طرح واقف ہو جائیں کہ یہ کس کا نکاح ہے، اگر عورت برقعہ پہنے ہوئے مجلس میں بیٹھی ہوئی ہو اور گواہ اس کو دیکھ لیں گو چہرہ نہ دیکھیں تب بھی کافی ہے نام وغیرہ بتانے کی ضرورت نہیں مگر اس صورت میں احتیاط کی بات یہی ہے کہ عورت کا چہرہ گواہوں کو دکھایا جائے۔

مسئلہ۔ اوپر جو لکھا گیا کہ فاسق کی اور رشتہ دار کی گواہی نکاح میں کافی ہے اس کا یہ مطلب ہے کہ نکاح صحیح ہو جائے گا اور عنداللہ زوجین زنا کے مرتکب نہ ہوں گے یہ مطلب نہیں ہے کہ عدالت میں ان کی گواہی ہو گی، عدالت میں تو اسی کی گواہی معتبر ہوگی جس میں تمام شرائط شہادت کی پائی جائیں کہ منجملہ ان شرائط کے یہ بھی ہے کہ گواہ مدعی کے رشتہ دار نہ ہوں، نہ فاسق ہوں پس اگر فاسقوں

(بقیہ صفحہ ۶۹۹) دلالت کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب نہیں ہیں اور انکو عالم الغیب کہنا نہ چاہیے ان آیات قرآنیہ اور احادیث متواترہ کے مقابلہ میں وہ لوگ بعض علماء کے اقوال پیش کرتے ہیں جنھوں نے غلوئے محبت اور جوش مدح میں کچھ الفاظ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت میں اس قسم کے لکھ دیئے ہیں جن سے علم غیب لازم آتا ہے مگر ان کو یہ خبر نہیں کہ اصول عقائد کی کتابوں میں یہ بات مسلم ہو چکی ہے کہ عقائد کے متعلق وہ حدیث بھی قابل عمل نہیں ہے جو بسلسلۂ آحاد کے مروی ہو چہ جائیکہ بعض لوگوں کے اقوال اور وہ بھی صریح نہیں یہ ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بہت سے غیوب پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع کر دیا تھا جن کی بطور معجزہ آپ نے خبر کر دی مگر اس سے عالم الغیب ہونا لازم نہیں آتا حضرت استاذ علامہ نے مجبور ہو کر ایک مستقل رسالہ اس مسئلہ میں لکھا ہے جس کا نام التحقیق المجتبیٰ فی علم المصطفیٰ ہے۔ نہایت محققانہ اور منصفانہ بحث کی ہے ۱۲۔

یا رشتہ داروں کو گواہ بنا کر نکاح کیا جائے اور بعد کو زوجین میں سے کوئی نکاح کا انکار کر جائے تو اس نکاح کا ثبوت صرف ان فاسقوں یا رشتہ داروں کی گواہی سے نہیں ہو سکتا قاضی اس نکاح کو قایم نہ رکھے گا۔

مسئلہ۔ اگر کسی شخص نے اپنی طرف سے نکاح کے لئے کسی کو وکیل کر دیا ہو اور وہی وکیل ایجاب یا قبول کرے اور مؤکل خود بھی اس وقت وہاں موجود ہو تو وہ مؤکل خود ہی عاقد سمجھا جائے گا اور وکیل کا شمار گواہوں میں ہو جائے گا' پس اگر وکیل کے سوا صرف ایک مرد یا صرف دو عورتیں اور ہوں تو کافی ہے' اسی طرح اگر ولی ایجاب قبول کرے اور جس کا وہ ولی ہے وہ خود بھی وہاں موجود ہو تو وہ خود ہی عاقد سمجھا جائے گا بشرطیکہ وہ خود عاقل بالغ ہو' اور ولی کا شمار گواہوں میں ہو جائے گا' (درمختار' رد المختار جلد ۲ صفحہ ۲۹۷)

مسئلہ۔ مستحب ہے کہ بعد تمام ہو جانے کے ایجاب و قبول کے نکاح نامہ تحریر کر لیا جائے۔ (بحر الرائق جلد ۳ صفحہ ۹۷) نکاح نامہ میں نکاح کا دن' تاریخ' وقت اور زر مہر کی تعداد اور زوجین اور گواہوں کے نام لکھے جائیں زوجین یا ان کے وکلاء یا اولیاء سے اور گواہوں سے اس پر دستخط کرائے جائیں۔

محرمات کا بیان

نکاح کی دوسری شرط یہ تھی کہ عورت محرمات میں سے نہ ہو لہذا اب ہم ان عورتوں کا ذکر کرتے ہیں جو محرمات میں سے ہیں یعنی ان سے نکاح حرام ہے ان کے علاوہ جس قدر عورتیں ہیں ان کو سمجھ لینا چاہیئے کہ محرمات میں سے نہیں ہیں۔

نکاح کے حرام ہونے کے گیارہ سبب ہیں' نسبی رشتہ[۱] سسرالی رشتہ[۲] دودھ کا رشتہ[۳] اختلاف مذہب[۴] اتحاد نوع[۵] اختلاف جنس[۶] طلاق[۷] لعان[۸] ملک[۹] جمع[۱۰] تعلق حق غیر[۱۱]۔ اب ہم ان تمام اسباب کے تفصیلی احکام بیان کرتے ہیں۔

پہلا سبب

نسبی رشتہ۔ اس رشتہ کی صرف چار قسموں سے نکاح حرام ہے اپنے اصول[۱] اپنے فروع[۲] اپنے ماں باپ کے فروع[۳]۔ اپنے ماں باپ[۴] کے اصول کے فروع۔

اپنے اصول سے مراد اپنے ماں باپ اپنے دادا پردادا وغیرہ نانا پرنانا وغیرہ دادی پردادی وغیرہ

Marfat.com

نانی پرنانی وغیرہ۔ اپنے فروع سے مراد اپنی اولاد اور اولاد کی اولاد آخیر سلسلہ تک۔ ماں باپ کے فروع سے مراد بھائی بہن اور ان کی اولاد آخیر سلسلہ تک۔

اپنی ماں باپ کے اصول کے فروع سے مراد چچا پھوپھی ماموں خالہ مگر ان کی حرمت صرف ایک بطن تک رہتی ہے اسی وجہ سے چچا پھوپھی ماموں خالہ کی اولاد سے نکاح جائز ہے۔ ماں باپ کے چچا ماموں پھوپھی خالہ اسی چوتھی قسم میں داخل ہیں کیونکہ وہ بھی اپنے ماں باپ کے اصول کے فروع ہیں ان سے بھی نکاح حرام ہے مگر ان کی اولاد سے جو اپنے ماں باپ کی چچازاد یا ماموں زاد بھائی بہن ہو نکاح جائز ہے حاصل یہ ہے کہ اس چوتھی قسم کی حرمت صرف ایک بطن تک رہتی ہے ایک بطن کے بعد حرمت جاتی رہتی ہے۔

ماں کی سگی پھوپھی کی پھوپھی اور باپ کی سگی خالہ کی خالہ بھی اسی چوتھی قسم میں داخل ہے[عہ] اس چوتھی قسم میں بہت سی صورتیں پیدا ہو سکتی ہیں۔

نسب کی یہ چاروں قسمیں جو یہاں بیان ہوئیں اسی حالت میں حرام ہیں کہ جب ان کا رشتہ نکاح حلال سے پیدا ہوا ہو اور اگر ان کا رشتہ زنا[سہ] وغیرہ سے پیدا ہوا ہو تو مذکورۂ بالا اقسام میں سے پہلی دو قسمیں تو بدستور حرام رہیں گی یعنی اپنے اصول اور اپنے فروع پس زنا کے ماں باپ اور ان ماں باپ کے ماں باپ وغیرہ آخیر سلسلہ تک اور زنا کی اولاد اور اولاد کی اولاد آخیر سلسلہ تک بدستور حرام رہیں گی' ہاں تیسری اور چوتھی قسم میں سے صرف ماں کے فروع آخیر سلسلہ تک اور ماں کے اصول کے فروع[سہ] ایک بطن تک بدستور حرام رہیں گی اور باپ کے فروع اور باپ کے اصول کے فروع

عہ اس مقام پر صاحب درمختار نے لکھدیا ہے کہ ماں کی سگی پھوپھی اور باپ کی خالہ سے نکاح جائز ہے مگر یہ صحیح نہیں ہے صاحب درمختار کو اس مقام پر ایک عبارت سے دھوکا ہو گیا' شامی ۱۲ عسہ زنا سے رشتہ پیدا ہونے کی یہ صورت ہے کہ کوئی شخص کسی عورت سے زنا کرے اور اس زنا سے اس کی اولاد پیدا ہو تو وہ زنا کرنے والا اس کا باپ ہو جائے گا اور زنا کرنے والے کا بھائی اس کا چچا اور اس کی بہن اس کی پھوپھی ہو جائیگی اسی طرح ان کی طرف سے بھی سب لوگ رشتہ دار ہو جائیں گے ۱۲۔

سہ وجہ اس کی یہ ہے کہ شریعت نے زنا کی اولاد باپ کو نہیں دلائی اور اس کا نسب باپ سے قائم نہیں کیا لہذا باپ کے فروع اور باپ کے اصول کے فروع رشتہ میں کوئی نہ سمجھے جائیں گے ہاں باپ اور باپ کا باپ وغیرہ البتہ حرام رہیں گے کیونکہ ان کا رشتہ اعتبار پر موقوف نہیں ہے ۱۲۔

Marfat.com

حرام نہیں ہیں۔

پس اخیافی[عہ] بھائی بہن اماموں خالہ تو حرام ہوں گی اور علاتی بھائی بہن اور چچا پھوپھی[عہ] حرام نہ ہوں گے لعان کی اولاد[عہ] بھی اپنی اولاد کے حکم میں ہے (فتح القدیر جلد ۲ صفحہ ۳۵۸)

ان چار قسموں کے علاوہ اور جس قدر نسبی رشتہ دار ہوں سب سے نکاح جائز ہے۔

دوسرا سبب

سسرالی رشتہ ۔ اس رشتہ کی بھی صرف چار قسموں سے نکاح حرام ہے۔

مدخولات[۱] کے فروع، منکوحات اور[۲] مدخولات کے اصول، اپنے اصول[۳] کے مدخولات اور منکوحات اپنے[۴] فروع کے مدخولات اور منکوحات۔

مدخولات کے فروع سے مراد ان عورتوں کی اولاد ہے جن سے خاص[للعہ] استراحت کی نوبت آچکی ہو خواہ بذریعہ نکاح یا بطور زنا کے، جس عورت سے نکاح صحیح ہو چکا ہو، اس سے اگر خلوت[عہ] صحیحہ

عہ ماں کی اولاد جو اپنے باپ سے نہ ہو اخیافی کہلاتی ہے اور باپ کی اولاد جو اپنی ماں سے نہ ہو علاتی کہلاتی ہے ۱۲

عہ اس مسئلہ میں فقہا کی عبارتیں بہت مختلف ہیں ایک ہی کتاب میں مختلف اقوال لکھے ہیں صاحب بحر الرائق محرمات کے بیان میں تو لکھتے ہیں کہ زانی کا چچا ماموں اس کی زنا کی اولاد سے نکاح نہیں کر سکتا پھر رضاع کے بیان میں لکھتے ہیں کہ کر سکتا ہے اسی طرح صاحب فتح القدیر نے محرمات کے بیان میں تو لکھا ہے کہ زنا کی اولاد زانی کے چچا ماموں پر حرام ہے اور رضاع کے بیان میں صاحب تجنیس سے نقل کیا ہے کہ حرام نہیں ہے منحۃ الخالق سے یہ پتہ چل گیا کہ زنا کے چچا ماموں کا محرمات میں شمار کرنا صاحب بحر الرائق اور فتح القدیر کی ذاتی رائے ہے، اصل مذہب یہی ہے کہ ان کا شمار محرمات میں نہیں ہے لہذا ہم نے زنا کے باپ کے فروع اور زنا کے باپ کے اصول کے فروع کو محرمات سے خارج کر دیا واللہ اعلم ۱۲ عہ لعان کی اولاد سے مراد اس عورت کی اولاد ہے جس سے لعان ہوا ہو لعان کی تعریف انشاء اللہ آگے بیان ہوگی ۱۲۔

للعہ خاص استراحت کی نوبت اس طرح پر آئی ہو کہ جس سے غسل واجب ہوتا ہے اگر مرد نے اپنے خاص حصہ پر موٹا کپڑا لپیٹ لیا جو عورت کے جسم کی حرارت محسوس ہونے سے مانع ہے تو اس خاص استراحت سے اس عورت کے فروع اس مرد پر حرام نہ ہوں گے ۱۲ عہ بعض فقہا کی کتابوں میں اس مسئلہ کو اختلافی لکھا ہے حالانکہ یہ تحقیق ہے کہ خلوت صحیحہ میں کسی کا اختلاف نہیں ہے (اختلاف خلوت فاسدہ میں ہے شامی جلد ۲ صفحہ ۳۰۱) ۱۲

Marfat.com

ہوجائے تو وہ بھی مدخولات میں شامل ہوجائے گی، جس عورت کے ساتھ نکاح صحیح ہوچکا ہے مگر خلوت صحیحہ نہیں ہوئی اس عورت کی اولاد حرام نہیں ہے اور جس عورت کے ساتھ نکاح فاسد ہوا ہو اور نوبت خاص استراحت کی یا ان چیزوں کی نہ آئی ہو جو قایم مقام خاص استراحت کے ہیں تو اس عورت کی اولاد حرام نہ ہوگی۔

اس میں یہ بھی شرط ہے کہ خاص استراحت ایسی حالت میں ہو کہ دونوں میں نفسانی کیفیت پیدا ہوچکی ہو اگر کسی ایسی کمسن عورت سے خاص استراحت کی جائے جس میں نفسانی کیفیت پیدا نہیں ہوتی تو اس عورت کی اولاد اس کے شوہر یا اس کے زانی پر حرام نہ ہوگی اسی طرح اگر مرد اس قدر کمسن ہو کہ اس میں نفسانی کیفیت پیدا نہیں ہوئی تھی تو بھی اس عورت کی اولاد اس مرد پر حرام نہ ہوگی (رد المختار جلد ۲ صفحہ (۳۰) -)

مدخولات اور منکوحات کے اصول سے مراد ان عورتوں کے اصول یعنی ان کے باپ دادا دادی وغیرہ، ماں نانا نانی وغیرہ ہیں جن سے خاص استراحت کی نوبت آچکی ہو اگو بطور زنا کے یا ان سے نکاح ہوچکا ہو گو خاص استراحت یا خلوت صحیحہ کی بھی نوبت نہ آئی ہو حاصل یہ کہ فروع کے حرام ہونے کے لئے تو خاص استراحت شرط ہے اور اصول کے لئے صرف نکاح بھی کافی ہے۔

اپنے اصول کے مدخولات و منکوحات، مراد وہ عورتیں ہیں جن سے اپنے باپ دادا نانا پرنانا وغیرہ نے خاص استراحت کی ہو گو بطور زنا کے یا ان سے نکاح صحیح ہوچکا ہو گو نوبت خاص استراحت کی اور ان چیزوں کی نہ آئی ہو جو قائم مقام خاص استراحت کے ہیں۔

اپنے فروع کے مدخولات و منکوحات سے مراد وہ عورتیں جن سے اپنی اولاد اور اولاد کی اولاد وغیرہ نے خاص استراحت کی ہو گو بطور زنا کے یا ان سے صرف نکاح صحیح ہوچکا ہو نوبت خاص استراحت کی نہ آئی ہو۔

مسئلہ کسی عورت کے خاص حصہ کے اندرونی جانب کا دیکھنا یا اس کے بدن کو چھونا خواہ جس عضو کو چھوئے یا عورت کا تقبیل کرنا خواہ کسی مقام میں کرے، منہ میں یا اور کہیں یا عورت کو لپٹا لینا تا کہ قائم مقام خاص استراحت کے ہے یعنی ان امور سے سسرالی رشتہ قائم ہوجائے گا وہ عورت اس مرد کے اصول و فروع پر حرام ہوجائے گی اور اس عورت کے اصول و فروع اس مرد پر حرام ہوجائیں گے اسی طرح اگر کوئی عورت کسی مرد کے خاص حصہ کو دیکھے یا اس کے بدن کو چھوئے یا اس کی تقبیل کرے یا اس کو لپٹا لے تب بھی سسرالی رشتہ قائم ہوجائے گا۔

مگر یہ امور قائم مقام خاص استراحت کے اسی وقت ہوں گے جب یہ پانچ شرطیں موجود ہوں۔

پہلی شرط یہ ہے کہ یہ امور نفسانی کیفیت کے جوش میں[عہ] صادر ہوئے ہوں خواہ یہ جوش مرد عورت دونوں میں ہو یا صرف ایک میں جس وقت یہ امور صادر ہوں اس وقت جوش موجود ہو اگر اس وقت نہ تھا بلکہ بعد میں پیدا ہوا تو قابل اعتبار نہیں۔

دوسری شرط یہ ہے کہ عورت و مرد دونوں میں نفسانی کیفیت کا جوش پیدا ہو چکا ہو یعنی بالغ ہوں یا قریب بلوغ کے ہوں اگر نابالغ مرد کسی بالغ عورت سے یہ باتیں کرے گو عورت میں اس وقت نفسانی جوش موجود ہو تو یہ امور قائم مقام خاص استراحت کے نہ ہوں گے۔

اسی طرح اگر عورت نابالغ ہو اور مرد بالغ تب بھی یہ امور قائم مقام خاص استراحت کے نہیں ہیں۔

تیسری شرط یہ[عہ] ہے کہ ان امور کے بعد مرد کو انزال نہ ہو جائے انزال ہو جائے گا تو یہ امور قائم مقام خاص استراحت کے نہیں رہیں گے۔

چوتھی شرط یہ ہے کہ مرد نے عورت کے یا عورت نے مرد کے خاص حصہ کو دیکھا ہو تو خاص کر اسی مقام کو دیکھا ہو نہ اس کی شبیہ کو پس اگر کسی کے خاص حصہ کا عکس آئینہ میں یا پانی میں دیکھ لے تو یہ دیکھنا قائم مقام خاص استراحت کے نہیں ہے۔

پانچویں شرط یہ ہے کہ مرد نے عورت کے یا عورت نے مرد کے بدن کو چھوا ہو یا اس کو لپٹایا ہو تو کوئی کپڑا وغیرہ درمیان میں حائل نہ ہو جو ایک کو دوسرے کے جسم کی حرارت محسوس ہونے سے مانع ہو، اگر کپڑا حائل ہو اور بہت ہی باریک ہو کہ ایک کو دوسرے کے جسم کی حرارت محسوس

عہ نفسانی کیفیت کا جوش جوان مرد میں اس طرح معلوم ہوتا ہے کہ اس کے خاص حصہ میں استادگی پیدا ہو جائے یا اگر استادگی پہلے سے تھی تو اب اس میں زیادتی ہو جائے اور عورت میں اور بڈھے مرد میں یہ بات ہو کہ انکے دل میں خواہش پیدا ہو اور پہلے سے خواہش موجود ہو تو اب زیادہ ہو جائے اگر یہ باتیں نہ ہوں تو کسی کی طرف دیکھنے یا کسی کی تقبیل کرنے سے سسرالی رشتہ قائم نہ ہوگا ۱۲۔

عہ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ امور قائم مقام خاص استراحت کے صرف اسی سبب سے کئے گئے ہیں کہ ان امور کے بعد خاص استراحت کے واقع ہو جانے کا گمان غالب ہوتا ہے کہ یہ امور خاص استراحت کے لئے موجب ہو جاتے ہیں پس سبب قائم مقام مسبب کے کر دیا گیا مگر انزال ہو جانے سے یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ اب خاص استراحت نہ ہوگی کیونکہ جوش فرو ہو گیا لہذا انزال ہو جانے کی صورت میں یہ امور خاص استراحت کے قائم مقام نہیں کئے گئے ۱۲ (شامی وغیرہ)

Marfat.com

ہونے سے مانع نہیں ہوتا تو وہ کپڑا حائل نہ سمجھا جائے گا کپڑا حائل ہونے کی صورت میں چھونا یا لپٹانا قائم مقام خاص استراحت کے نہ ہوگا بلکہ ایسی حالت میں خاص استراحت سے بھی سسرالی رشتہ قائم نہ ہوگا' بالوں کا چھو لینا بھی مثل اور بدن کے چھو لینے کے ہے بشرطیکہ بال سر کے اوپر ہوں۔ سر سے لٹکے ہوئے بالوں کا چھونا قائم مقام خاص استراحت کے نہیں ہے۔

جب یہ پانچوں شرطیں پائی جائیں تو یہ امور قائم مقام خاص عہ استراحت کے ہو جائیں گے یعنی جس مرد و عورت میں یہ امور واقع ہوں گے ان میں باہم سسرالی رشتہ قائم ہو جائیگا خواہ یہ امور عمداً کئے جائیں یا بھولے سے یا دھوکہ سے کسی مجبوری سے یا جنون کی حالت میں یا نشہ میں۔

مثال (۱) اگر کسی شخص نے اپنی بی بی کو خاص استراحت کے لئے بیدار کرنا چاہا اور اس جوش میں اس کا ہاتھ بی بی کی لڑکی پر پڑ گیا تو اس کی بی بی اس پر حرام ہو جائے گی وہ اب اس کی ساس ہوگئی مگر نکاح نہ ٹوٹے گا (۲) کسی شخص نے اندھیرے میں کسی اجنبی عورت کو اپنی بی بی سمجھ کر لپٹا لیا تو اب اس عورت کے اصول و فروع اس شخص پر حرام ہو جائیں گے یعنی ان سے نکاح نہیں کر سکتا کسی شخص نے جان کے خوف سے کسی عورت کو لپٹا لیا تو اس عورت کے اصول و فروع اس شخص پر حرام ہو جائیں گے اور نیز یہ عورت اس شخص کے اصول و فروع پر حرام ہو جائے گی (۴) کسی نے نشہ میں اپنی بی بی کی ماں کے تقبیل کرلی تو اب اس کی بی بی اس پر حرام ہو جائے گی مگر نکاح نہ ٹوٹے گا' اگر کوئی مرد کسی عورت سے یا کوئی عورت کسی مرد سے یہ باتیں کرے اور بعد اس کے اس امر کا انکار کر جائے کہ میں نے یہ باتیں نفسانی کیفیت کے جوش میں نہیں کیں تو یہ انکار مان لیا جائے گا بشرطیکہ کوئی قرینہ اس امر کے خلاف پر نہ ہو' مثلاً اس وقت خاص حصہ میں استادگی ہو تو یہ قرینہ اس امر کا ہے کہ نفسانی کیفیت کے جوش میں یہ باتیں ہوئیں ہاں خاص حصہ کے چھونے میں اور منہ اور رخسارہ کی تقبیل میں یہ انکار نہ مانا جائے گا (فتح القدیر جلد ۲ صفحہ ۳۶۹)

عہ ان امور کا خاص استراحت کے قائم مقام ہونا محض عقلی نہیں ہے بلکہ احادیث و آثار سے بھی اسکا ثبوت ملتا ہے چنانچہ چند آثار و احادیث فتح القدیر کی دوسری جلد کے صفحہ ۲۶۹ پر مرقوم ہیں ۱۲ عہ نکاح نہ ٹوٹنے کا یہ نتیجہ ہوگا کہ وہ دوسرے سے نکاح نہ کر سکے گی اس کا نان و نفقہ اسی شخص کے ذمہ واجب رہے گا اور حرام ہو جانے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ یہ شخص اس سے خاص استراحت نہ کر سکے گا اگر آئی یہ گنہگار ہوگا اگرچہ زنا کی سزا اسکو نہ دی جائے گی ۱۲ (شامی)

اگر کوئی عورت کسی مرد کے بدن کو چھوئے اور کہے کہ میں نے نفسانی کیفیت کے جوش میں چھوا ہے اور مرد انکار کرے تو مرد ہی کی بات مانی جائے گی (فتح القدیر جلد ۳ صفحہ ۳۶۸)

سسرال کے صرف اسی قدر رشتہ دار حرام ہیں ان کے علاوہ اور جس قدر سسرالی رشتہ دار ہوں ان میں سے جس کے ساتھ چاہے نکاح کر سکتا ہے مرد اپنی بی بی کی بہن اور پھوپھی اور خالہ اور سوتیلی ماں کے ساتھ اور عورت اپنے شوہر کے بھائی چچا ماموں بھانجہ بھتیجہ وغیرہ سے نکاح کر سکتی ہے۔

تیسرا سبب

دودھ کا رشتہ[عہ]۔ دودھ پینے سے ایک تعلق دودھ پینے والے اور پلانے والے کے درمیان میں پیدا ہوجاتا ہے، اس تعلق کو شریعت نے مثل نسبی تعلق کے قائم کر کے ایک مسلسل رشتہ نسب کی طرح جاری کر دیا ہے۔

مثلاً جس عورت نے دودھ پلایا ہے دودھ پینے والے بچہ کی رضاعی ماں اور اس عورت کا شوہر جس کے سبب[عہ] سے یہ دودھ پیدا ہوا ہے اس کا رضاعی باپ اور ان ماں باپ کی اولاد اس بچہ کے

عہ بچہ کا دودھ پلوانا اور اس کی پرورش کرنا باپ کے ذمہ ہے خواہ اس بچہ کی ماں سے دودھ پلوائے یا کسی اور عورت سے مگر ان چند باتوں کا خیال رکھنا چاہیے جس عورت سے دودھ پلوایا جائے اس کے شوہر سے اجازت لے لی جائے بے اجازت شوہر کے کسی بچہ کو دودھ پلا دینا عورت کے لئے مکروہ ہے ہاں اگر اس بچہ کی جان کا خطرہ ہو تو پھر مکروہ نہیں بلکہ واجب ہے جس عورت سے دودھ پلوانا منظور ہو تو سرسری طور پر اس امر کا علم حاصل کر لیا جائے کہ یہ دودھ زنا کا تو نہیں ہے بے وقوف اور بد اعمال عورت سے دودھ نہ پلوایا جائے کیونکہ دودھ کا اثر بچہ میں آجاتا ہے عورتوں کو چاہیے کہ ہر بچہ کو بے ضرورت دودھ نہ پلائیں اور جب کسی کو دودھ پلائیں تو خوب یاد رکھیں تاکہ نکاح میں دانستہ کسی رشتہ دار سے عقد نہ ہو جائے فقہا نے لکھا ہے کہ اگر کسی بچہ کو کسی شہر کے اکثر باشندوں نے دودھ پلایا ہو اور یہ نہ معلوم ہو کہ کس نے دودھ پلایا ہے پھر وہ بچہ اس شہر کے کسی آدمی سے نکاح کرنا چاہے تو جس شخص میں کوئی علامت اور کوئی قرینہ دودھ کے رشتہ کا نہ ہو اور نہ کوئی اس رشتہ کی گواہی دے اس سے اس کا نکاح جائز ہے ۱۲ (بحر الرائق) ۱۲

عہ شوہر کے سبب سے دودھ کے پیدا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے جماع سے ولادت ہوا اور اس ولادت کے سبب سے دودھ پیدا ہو شوہر کی قید اتفاقی ہے حتیٰ کہ اگر کوئی عورت کسی کی لونڈی ہو اور اس مالک سے اس کے لڑکا پیدا ہو اس دودھ کو جو شخص پیئے گا یہ مالک اس کا رضاعی باپ ہو جائے گا ۱۲

Marfat.com

رضاعی بھائی بہن ہیں اولاد خواہ نسبی ہو یا رضاعی اور رضاعی ماں کی ماں رضاعی نانی' باپ رضاعی نانا' بھائی رضاعی' ماموں بہن رضاعی خالہ اور رضاعی باپ کی ماں رضاعی دادی باپ رضاعی دادا بھائی رضاعی چچا بہن رضاعی پھوپھی غرض تمام رشتے یہاں بھی نسب کی طرح قائم ہوجائیں گے' رضاعی ماں باپ کے ماں باپ بھائی بہن خواہ نسبی ہوں یا رضاعی بہرحال وہ دودھ پینے والے کے نانا دادا نانی دادی چچا ماموں پھوپھی خالہ ہوجائیں گے۔ مگر یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ دودھ پلانے والی اور اس کی طرف کے تو سب لوگ اس بچہ کے رشتہ دار ہوجائیں گے یعنی دودھ پلانیوالی خود بھی اور اس کا شوہر جس کا یہ دودھ ہے وہ بھی اور ان دونوں کے اصول و فروع بھی اور اصول کی فروع بھی لیکن دودھ پینے والے کی طرف سے صرف وہ خود رشتہ دار ہوجائے گا اور اس کی اولاد اور اگر وہ مرد ہے تو اس کی بی بی اور اگر عورت ہے تو اس کا شوہر رشتہ دار ہوجائے گا' دودھ پینے والے کے اصول اور اصول کے فروع سے اس دودھ پلانے والی کو کوئی تعلق پیدا نہ ہوگا۔

ایک محقق فاضل نے ان تمام مطالب کو اس ایک شعر میں نہایت خوبی سے ادا کردیا ہے ؎

از جانب[عــ۲] شیردہ ہمہ خویش شوند و ز جانب شیرخوارہ زوجان فروع

عــ۱ مثلاً سعیدہ کا دودھ زید نے پیا تو سعیدہ کی اولاد نسبی بھی زید کے بھائی بہن ہوجائیں گے اور اس کی اولاد رضاعی بھی یعنی جن جن لوگوں نے سعیدہ کا دودھ پیا ہے وہ سب زید کے بھائی بہن ہوجائیں گے خواہ انھوں نے زید کے ساتھ دودھ پیا ہو یا اس سے پہلے یا اس کے بعد۔

عــ۲ اس شعر کو صاحب شرح وقایہ نے نقل کیا ہے واقعی عجیب جامع شعر ہے ترجمہ اس شعر کا یہ ہے کہ دودھ پلانے والی کی طرف سے سب لوگ عزیز ہوجاتے ہیں اور دودھ پینے والے بچّہ کی طرف سے صرف وہ دونوں میاں بی بی اور اس بچہ کی اولاد' بعض فقہانے اس مقام پر ایک عجیب لطف کیا ہے پہلے تو یہ کہدیا کہ دودھ پینے سے طرفین کے سب لوگ باہم رشتہ دار ہوجاتے ہیں پھر جن جن لوگوں میں باہم نکاح جائز ہے ان کو مستثنیٰ کیا ہے۔ صاحب بحرالرائق نے اکاسی[۸۱] صورتیں مستثنیٰ کیں اور لکھا ہے کہ یہ ہماری کتاب کے ساتھ مخصوص ہے صاحب درمختار نے ایک سو بیس[۱۲۰] صورتیں ذکر کیں اور لکھا ہے کہ یہ ہماری کتاب کے مخصوصات سے ہے مگر حموی لکھتے ہیں کہ ابھی ایک سو آٹھ[۱۰۸] صورتیں اور باقی رہ گئیں لیکن ہم کو ان صورتوں کے مستثنیٰ کرنے کی کچھ ضرورت نہیں کیونکہ ہم نے شروع ہی میں یہ بات کہدی ہے کہ دودھ پینے والے کی طرف سے سب لوگ رشتہ دار نہیں ہوجاتے پس جن جن صورتوں کو انھوں نے مستثنیٰ کیا ہے ان میں ہم یہی کہدیں گے کہ ان میں باہم رشتہ ہی نہیں پیدا ہوا مثلاً انھوں نے بھائی بہن کی رضاعی ماں کو مستثنیٰ
(باقی صفحہ ۷۰۹ پر)

پس جن جن لوگوں میں باہم دودھ کا رشتہ قائم ہوگیا ہے اور اس رشتہ سے نسب میں نکاح ناجائز ہے یہاں بھی اس رشتہ سے نکاح حرام ہے جیسے رضاعی ماں باپ اور ان کا باپ اور ان کے ماں باپ وغیرہ اخیر سلسلہ تک اور رضاعی بھائی بہن چچا ماموں رضاعی بھائی بہن کی اولاد اور اولاد کی اولاد اخیر سلسلہ تک اور جن لوگوں سے رشتہ قائم ہی نہیں ہوا جیسے دودھ پینے والے کا باپ اور اس کی رضاعی ماں یا دودھ پلانے والے کی نسبی بہن اور اس کا رضاعی بھائی یا رشتہ تو قائم ہوگیا مگر اس رشتہ سے نسب میں نکاح جائز ہے، جیسے چچا ماموں کی اولاد تو ان لوگوں میں باہم نکاح جائز ہے اسی طرح سسرالی رشتہ کو بھی خیال کرنا چاہئے یعنی دودھ کی وجہ سے جو سسرالی رشتے پیدا ہوتے ہوں اور ان سے سسرالی رشتہ میں نکاح جائز نہ تھا یہاں بھی ان سے نکاح جائز نہیں مگر دودھ سے سسرالی کا رشتہ صرف تین قسم کے لوگوں سے پیدا ہوتا ہے منکوحات کے رضاعی اصول سے، رضاعی اصول کی منکوحات سے، رضاعی فروع کی منکوحات سے، انھیں تین رشتہ کے لوگوں سے نکاح ناجائز ہے، مدخولات زنا کے رضاعی اصول سے اور رضاعی فروع اور رضاعی اصول کی مدخولات زنا سے کوئی رشتہ پیدا نہیں ہوتا کیونکہ دودھ کا رشتہ زنا سے قائم نہیں ہوتا اور اپنی مدخولات اور منکوحات کی رضاعی فروع سے بھی کوئی رشتہ پیدا نہیں ہوتا، حاصل یہ کہ اس سسرال میں اور دودھ کے رشتہ کے سسرال میں دو فرق ہیں ایک یہ کہ دودھ کی سسرال زنا سے قائم نہیں ہوتی اور وہ سسرال زنا سے بھی قائم ہوجاتی ہے لہذا جس شخص نے کسی عورت سے زنا کیا وہ اس عورت کی رضاعی لڑکی اور رضاعی ماں سے نکاح[ع] کرسکتا ہے، دوسرا فرق یہ ہے کہ دودھ کا سسرالی رشتہ اپنی بی بی کی رضاعی فروع سے قائم نہیں ہوتا اور وہ سسرالی رشتہ اپنی بی بی بلکہ مدخولۂ زنا کی رضاعی فروع سے قائم ہوجاتا ہے لہذا اپنی بی بی کی ان رضاعی بیٹیوں سے جنھوں نے اور کسی مرد کا دودھ پیا ہو نکاح جائز ہے۔

(بقیہ صفحہ ۷۰۸ کا) کیا ہے کہ اس سے نکاح جائز ہے ہم کہیں گے کہ دودھ پینے والے کے بھائی بہن سے اور دودھ پلانے والی سے کوئی تعلق ہی نہیں پیدا ہوا مستثنیٰ کرنے کی کیا ضرورت ہے ۱۲۔

ع اس مسئلہ میں فقہا کا اختلاف ہے فتاویٰ قاضی خاں میں تو لکھا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ زنا کے سبب سے جو دودھ پیدا ہوا ہو اس دودھ کے پینے والے کے ساتھ زانی نکاح نہیں کرسکتا مگر اکثر محققین اسی طرف ہیں کہ زنا کا دودھ پینے والے سے اور زانی سے کوئی تعلق پیدا نہیں ہوتا ان میں باہم نکاح جائز ہے (شامی جلد ۲ صفحہ ۴۴۶)

Marfat.com

دودھ کے رشتہ کی شرطیں

دودھ کے پینے سے ہر حال میں رشتہ قائم نہیں ہوتا بلکہ جب یہ آٹھ شرطیں پائی جائیں۔

(۱) رضاعت دو برس کے اندر ہو یعنی جس بچہ نے دودھ پیا ہے اس کی عمر دودھ پیتے وقت دو[عہ] برس یا اس سے کم ہو بعد اس عمر کے دودھ پینے سے رشتہ قائم نہ ہوگا۔

(۲) دودھ حلق کے نیچے اتر جائے گو بہت ہی قلیل ہو[عہ] اگر کسی بچہ نے پستان منہ میں لیا مگر معلوم نہیں ہوا کہ اس نے چوسا یا نہیں اور حلق کے نیچے اترا یا نہیں تو یہ رشتہ قائم نہ ہوگا اسی طرح اگر بچہ نے چوس کر اگل دیا حلق کے نیچے ایک قطرہ بھی نہیں اترا تو رشتہ قائم نہ ہوگا۔

(۳) دودھ منہ یا ناک کے ذریعہ سے اندر جائے یعنی اگر پچکاری وغیرہ کے ذریعہ سے اندر پہنچایا جائے تو اس سے رشتہ قائم نہ ہوگا۔

(۴) جو عورت دودھ پلائے وہ بالغ ہو خواہ دودھ اس کا ولادت کی وجہ سے ہو یا بغیر ولادت کے بشرطیکہ دودھ کا رنگ زرد نہ ہو (شامی جلد ۲ صفحہ ۴۴۳)

(۵) دودھ کسی پینے کی چیز میں مثل دوا یا پانی کے ملا کر نہ پلایا جائے اگر ملا کر پلایا جائے تو دودھ غالب ہو اگر دودھ غالب نہ ہوگا تو گو فی نفسہ دودھ کی مقدار زیادہ ہو تو اس دودھ کے پینے سے رشتہ قائم نہ ہوگا۔

(۶) دودھ کسی کھانے کی چیز میں ملا کر نہ کھلایا جائے اگر کھانے کی چیز میں ملا کر کھلایا جائے تو رشتہ قائم نہ ہوگا، خواہ دودھ غالب ہو یا مغلوب۔

(۷) مرد کا رشتہ نہ ہو اگر کسی مرد کی پستان سے دودھ نکل آئے تو اس کے پینے سے رشتہ

عہ یہ مذہب صاحبین کا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے قرآن مجید میں ہے وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ ترجمہ اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو برس دودھ پلائیں۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک ڈھائی برس تک دودھ پینے کی عمر رہتی ہے لہذا انکے نزدیک ڈھائی برس کے اندر اندر دودھ پینے سے رشتہ قائم ہوجائیگا مگر اس قول پر فتویٰ نہیں ہے صحیح یہ ہے کہ دو برس کے بعد دودھ پلانا ناجائز ہے اور اس کے پینے سے رشتہ قائم نہ ہوگا ۱۲۔

عہ امام شافعی کے نزدیک جب تک پانچ مرتبہ سیر ہوکر دودھ نہ پیئے رشتہ قائم نہیں ہوتا ۱۲۔

Marfat.com

قائم نہ ہوگا ہاں مخنث کی پستان سے دودھ نکلے اور اس قدر زیادہ ہو کہ اس قدر سوا عورت کے اور کسی کے نہیں نکل سکتا تو اس کے پینے سے رشتہ قائم ہو جائے گا (درمختار)

(۸) دودھ اپنی اصلی حالت میں پلایا جائے دودھ اگر علیحدہ نکال کر دہی بنا لیا جائے اور وہ دہی کسی بچّہ کو کھلا دیا جائے تو اس دہی کے کھانے سے رشتہ قائم نہ ہوگا (بحرالرائق)

یہ آٹھوں شرطیں اگر پائی جائیں گی تو دودھ کے پینے سے رشتہ قائم ہو جائے گا خواہ دودھ کم ہو یا زیادہ اور خواہ زندہ عورت کا ہو یا مردہ کا اور خواہ جوان عورت کا دودھ ہو یا بوڑھی کا اور خواہ دودھ پیٹ میں رہے یا فوراً پیتے ہی قے ہو جائے اور خواہ اس بچہ کا دودھ چھوٹ چکا ہو یا ابھی پیتا ہو اور خواہ دودھ پستان سے پلایا جائے یا اس سے علیحدہ نکال کر۔ اگر دو عورتوں کا دودھ کسی بچہ کو پلایا جائے تو ان دونوں عورتوں سے اس کا رشتہ قائم ہو جائے گا گو کسی کا دودھ کم ہو یا کسی کا زیادہ۔ اگر کسی شخص کی دو بیبیاں ہوں سعیدہ اور حمیدہ، حمیدہ کی عمر دو برس سے کم ہو اور سعیدہ حمیدہ کو دودھ پلا دے تو یہ دونوں بیبیاں اس شخص پر حرام ہو جائیں گی کیونکہ یہ دونوں آپس میں ماں بیٹیاں ہو گئیں، ہاں اگر اس نے سعیدہ کے ساتھ خاص استراحت نہیں کی تو پھر حمیدہ[عہ] کے ساتھ دوبارہ[عہ] نکاح کر سکتا ہے اور اگر سعیدہ کو طلاق دے چکا تھا اور وہ طلاق بائن تھی یا رجعی تھی اور اس کی عدت گزر چکی تھی بعد اس کے اس نے حمیدہ کو دودھ پلایا تو پھر حمیدہ کا نکاح بدستور قائم رہے گا دوبارہ[عہ] نکاح کرنے کی حاجت نہیں۔

چوتھا سبب

اختلاف مذہب۔ اختلاف مذہب سے مراد یہاں دینی اختلاف ہے، جیسے ہندو مسلمان[عہ] کسی مسلمان کو غیر مسلمان سے نکاح کرنا جائز نہیں سوا اہل کتاب کے کہ ان سے نکاح جائز ہے بشرطیکہ وہ

عہ نکاح اوّل کے قائم نہ رہنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ دونوں ماں بیٹیاں ہو گئیں اور ماں بیٹیاں ایک ساتھ نکاح میں نہیں رہ سکتیں اور حمیدہ کے ساتھ دوبارہ نکاح جائز ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جس عورت کے ساتھ صرف نکاح ہوا ہو خواص استراحت نہ ہوئی ہو اس کی بیٹی سے نکاح جائز ہے ۱۲۔

عہ دوبارہ نکاح کرنیکی حاجت اس سبب سے نہیں ہے کہ اس کی ماں نکاح سے باہر ہو چکی ہے ۱۲۔

عہ اگرچہ حنفیہ کے نزدیک اہل کتاب کے تمام فرقوں سے نکاح جائز ہے مگر چونکہ یہود و نصاریٰ کے سوا اور کسی کا اہل کتاب ہونا یقینی نہیں لہٰذا ان کے سوا دوسرے کسی سے نکاح نہ کیا جائے ۱۲۔

Marfat.com

بت پرستی نہ کرتے ہوں۔

اہل کتاب ان کافروں کو کہتے ہیں جو کسی آسمانی شریعت کے معتقد ہوں جیسے یہود و نصاریٰ، یہود و نصاریٰ کا اہل کتاب ہونا تو یقینی ہے کیونکہ قرآن مجید میں ان کا اہل کتاب ہونا مذکور ہے ان کے علاوہ اور جس قدر کافر ہیں جیسے زرتشتی مذہب والے یا ہندو ان کا اہل کتاب ہونا یقینی نہیں ہے کیونکہ ہماری شریعت میں ان کا کچھ ذکر نہیں ہے علاوہ اس کے ان میں سے اکثر لوگ بت پرست بھی ہیں۔

لہٰذا نکاح کی اجازت صرف یہود و نصاریٰ سے دی جاتی ہے وہ بھی اس طور پر کہ مسلمان مرد کا نکاح تو یہودیہ یا نصرانیہ عورت کے ساتھ جائز ہے مگر نصرانی یا یہودی مرد کا نکاح کسی مسلمان عورت سے خواہ وہ آزاد ہو یا لونڈی جائز نہیں۔

جس طرح اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح جائز ہے اسی طرح ان کی لونڈیوں سے بھی نکاح درست ہے[ع] اہل کتاب کے ساتھ نکاح اگرچہ جائز ہے مگر کراہت کے ساتھ حربی[ع] اہل کتاب کے ساتھ نکاح کرنا مکروہ تحریمی ہے اور غیر حربی کے ساتھ مکروہ تنزیہی۔

مرتد[ع] کے ساتھ نکاح جائز نہیں گو اس نے مرتد ہو کر کسی آسمانی مذہب کو اختیار کر لیا ہو جیسے آج کل کے وہ عیسائی جو پہلے مسلمان تھے ہاں ان کی اولاد سے نکاح جائز ہے کیونکہ وہ شروع ہی سے عیسائی ہیں۔

مسلمانوں کے جس قدر فرقے ہیں گو ان میں بہت کچھ اختلاف ہے مگر دینی اختلاف نہیں[ع] ہے لہٰذا سب آپس میں نکاح کر سکتے ہیں، شیعہ[ع] ہوں یا سُنی خارجی یا معتزلی ہاں وہ فرقے جو ضروریات

ع امام شافعی کے نزدیک اہل کتاب کی لونڈیوں سے نکاح درست نہیں ۱۲ ع حربی ان کافروں کو کہتے ہیں جن سے مسلمانوں کی صلح نہ ہو ع مرتد وہ شخص ہے جو پہلے مسلمان ہو بعد اس کے پھر اس کا عقیدہ خراب ہو جائے اور کسی دوسرے مذہب کو قبول کرے مثلاً یہودی ہو جائے یا عیسائی ہو جائے نعوذ باللہ منہ ۱۲ ع یعنی کوئی کافر نہیں ہے اہل سنت کا مسلمہ مسئلہ ہے کہ گناہ کبیرہ کے ارتکاب سے آدمی کافر نہیں ہوتا خواہ گناہ کبیرہ اعتقادات کے قبیلے سے ہو یا اعمال کے قبیلے سے ۱۲ ع شیعوں میں بہت سے فرقے ہیں بعض علماء نے ان کی تکفیر کا فتویٰ دیا ہے اور یہی اب متحقق ہے اس لئے کہ قرآن مجید کے ایک حرف کا انکار بھی بالاجماع کفر ہے اور یہ فرقہ قرآن مجید میں ہر قسم کی کمی و بیشی اور تحریف و تغیر کا عقیدہ قائل ہے اس کے علاوہ اور بہت سی وجوہ ان کے کفر پر پیش کی جا سکتی ہیں جن لوگوں نے انھیں مسلمان کہا یا لکھا ہے انھیں حقیقت میں شیعوں کے اصلی عقائد کا حال معلوم نہیں ہو سکا ہے۔

Marfat.com

دین کے منکر ہوں یعنی ایسی چیزوں کا انکار کریں جو بدلیل قطعی^عہ^ شریعت اسلامیہ میں ثابت ہیں جیسے نیچری فرقہ کے لوگ کہ وہ جنت دوزخ کا، فرشتوں کا، قیامت کا، ثواب و عذاب کا، مُردوں کے زندہ ہونے کا انکار کرتے ہیں حالانکہ یہ امور بنص قطعی شریعت میں ثابت ہیں لہٰذا ایسے لوگ مسلمان نہ سمجھے جائیں گے گو اپنے آپکو مسلمان کہیں اور مسلمانوں کو ان کے ساتھ نکاح کرنا ہرگز جائز نہیں۔ مسلمانوں کے مختلف فرقوں میں اگرچہ مناکحت جائز ہے لیکن مناسب یہ ہے کہ اہل سنت اپنی لڑکی کسی دوسرے فرقہ کو حتی الامکان نہ دیں کیونکہ عورت محکوم ہوتی ہے اندیشہ ہے کہ وہ اپنے شوہر کا مذہب نہ اختیار کرلے۔

پانچواں سبب

اتحاد نوع۔ یعنی مرد کا نکاح مرد کے ساتھ اور عورت کا نکاح عورت کے ساتھ جائز نہیں۔ مخنث کا نکاح نہ مرد کے ساتھ جائز ہے نہ عورت کے ساتھ کیونکہ اس میں دونوں حیثیتیں موجود ہیں، مرد ہونے کی بھی عورت ہونے کی بھی۔

خصی مرد کا نکاح عورت کے ساتھ جائز ہے کیونکہ وہ عورت کی نوع سے نہیں۔

چھٹا سبب

اختلاف جنس۔ یعنی انسان کا نکاح جن یا دریائی آدمی یا اور کسی مخلوق سے سوا اپنی جنس کے جائز نہیں۔

ساتواں سبب

طلاق۔ یعنی جب شخص اپنی بی بی کو تین طلاقیں دیدے تو اس کی بی بی اس کے نکاح سے باہر ہوجاتی ہے اور اب اس شخص کو اس عورت سے دوبارہ نکاح کرنا حرام ہے ہاں اگر یہ عورت کسی دوسرے شخص

عہ دلیل قطعی سے مراد وہ آیت یا حدیث ہے جسکا ثبوت شارع سے قطعی ہو اور اپنے مضمون پر صاف صاف دلالت کرتی ہو کہ اس میں کسی دوسرے معنی کا احتمال نہ نکلتا ہو اور اسکی دلالت ایسی بدیہی ہو کہ ہر شخص جو عربی زبان جانتا ہو اسکو سمجھ لے حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی حقیقت خلافت جن آیتوں سے ثابت ہے انکی دلالت ایسی صریح نہیں ہے کہ ہر عربی داں اس کو سمجھ سکے بلکہ وہی شخص سمجھ سکتا ہے جو استدلالی قوت رکھتا ہو اور عقل سلیم کے ساتھ انصاف کا بھی کچھ حصہ اس کو ملا ہو ۱۲۔

سے نکاح کرے اور اس سے خاص استراحت کی بھی نوبت آجائے اور بعد اس کے یہ دوسرا شوہر اس کو طلاق دیدے تو اب اس سے اس کا پہلا شوہر نکاح کرسکتا ہے۔

آٹھواں سبب

لعان۔ لعان کی تعریف اور اس کے احکام انشاء اللہ آئندہ بیان ہوں گے یہاں صرف اس قدر سمجھ لینا چاہیئے کہ جس عورت سے لعان کے بعد تفریق ہوجائے اس سے پھر نکاح کرنا ہمیشہ کے لئے حرام ہے اور خاص استراحت تو تفریق سے پہلے ہی حرام ہوجاتی ہے۔

لعان اس کو کہتے ہیں کہ شوہر اپنی بی بی کو زنا کی تہمت لگائے اور پھر قاعدے کے موافق حاکم شریعت کے سامنے شوہر اپنے سچے ہونے کی چار مرتبہ قسم کھائے اور پانچوں مرتبہ یہ کہے کہ مجھ پر خدا کی لعنت ہو اگر میں جھوٹ بول رہا ہوں پھر چار مرتبہ عورت اپنے برات کی قسم کھائے اور پانچویں مرتبہ یہ کہے کہ خدا کا غضب مجھ پر ہو اگر وہ سچ کہہ رہا ہو۔

نواں سبب

ملک۔ یعنی مالک کا نکاح اپنے مملوک کے ساتھ جائز نہیں۔

آزاد عورت کا نکاح اپنے غلام کے ساتھ بالکل جائز نہیں یعنی نکاح کے سبب سے اس غلام کو اپنی مالکہ کے ساتھ خاص استراحت جائز نہ ہوگی ہاں کسی دوسرے شخص کا غلام ہو تو اس کے ساتھ آزاد عورت کا نکاح ہوسکتا ہے لیکن وہ غلام شوہر اگر کسی وجہ[عـہ] سے اس آزاد بی بی کی ملک میں آجائے گا تو فوراً ملک میں آتے ہی نکاح فاسد ہوجائے گا۔

آزاد مرد کا نکاح بھی اپنی لونڈی کے ساتھ صحیح نہیں ہے مگر اس کے صحیح نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ فضول ہے یعنی نکاح کا نتیجہ[عـہ] مرتب نہ ہوگا اور خاص استراحت وغیرہ تو یوں بھی اپنی لونڈی کے ساتھ بغیر نکاح کے جائز ہے ہاں اگر اس لونڈی کے لونڈی ہونے میں کچھ شبہہ ہو تو ایسی حالت میں

عـہ ملک میں آجانے کی بہت سی صورتیں ہیں منجملہ ان کے یہ خود خرید کرے یا کوئی شخص اس کو بطور ہبہ کے دیدے یا بطور وراثت کے اس کو مل جائے ۱۲۔

عـہ نکاح کا مسئلہ یہ ہے کہ مہر واجب ہو سو اپنی لونڈی کے ساتھ نکاح کرنے میں مہر واجب نہیں ہوتا ۱۲۔

احتیاطاً نکاح کرلینا بہتر ہے۔

ہمارے زمانہ میں لونڈی غلاموں کی خرید و فروخت کا بالکل رواج نہیں رہا، صرف حرمین شریفین میں البتہ یہ رواج باقی ہے مگران میں اکثر لونڈی غلام ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے ہونے میں شبہہ ہوتا ہے اور آخر میں جا کے پتہ چلتا ہے کہ یہ آزاد تھا اور اس کو دھوکا دیکر کوئی شخص اس کے وطن سے بھگا لایا اور اس نے بیچ ڈالا تھا لہٰذا اس قسم کی لونڈیوں سے بغیر نکاح کے خاص استراحت کرنا خلاف احتیاط ہے اس کا لحاظ رکھنا چاہیئے۔

علامہ ابن عابدین لکھتے ہیں کہ ہمارے زمانہ میں جو لونڈیاں جہاد سے حاصل ہوتی ہیں ان سے خاص استراحت جائز نہیں کیونکہ مال غنیمت کی تقسیم آج کل باقاعدہ نہیں ہوتی لوگوں کے حقوق باقی رہ جاتے ہیں۔

اگر کسی آزاد مرد نے کسی دوسرے کی لونڈی سے نکاح کیا ہو اور وہ لونڈی کسی وجہ سے اس کی ملک میں آجائے تو فوراً ملک میں آتے ہی نکاح فاسد ہو جائے گا مگر خاص استراحت اس سے اب بھی جائز رہے گی۔

دسواں سبب

جمع۔ جمع کے ہم نے دو مطلب رکھے ہیں، پہلا مطلب یہ ہے کہ ایسی دو عورتیں جو ایک دوسرے کی رشتہ دار ہوں اور ایسا رشتہ ہو کہ اگر ان میں سے ایک مرد فرض کر لی جائے تو اس کا نکاح دوسرے کے ساتھ ناجائز ہو گر ان میں علاقہ جزئیت کا نہ ہو[عہ] جیسے دو بہنیں کہ اگر ان میں ایک مرد فرض کر لی جائے تو اس کا نکاح دوسرے کے ساتھ ناجائز ہوگا کیونکہ بھائی کا نکاح بہن کے ساتھ حرام ہے یا خالہ بھانجیاں یا پھوپھی بھتیجیاں ہوں تو ایسی دو عورتوں کو نکاح میں جمع کرنا ناجائز ہے خواہ اس طور پر جمع کرے کہ ایک ہی وقت میں ان دونوں سے نکاح کرے یا اس طور پر کہ ایک پہلے سے نکاح میں ہے اب دوسری سے نکاح کرلے اور اگر ایک کو طلاق دے چکا تھا اس کے بعد دوسری سے نکاح کیا تو اگر اس مطلقہ کی عدت نہیں گزری تو یہ بھی جمع سمجھا جائے گا اور ناجائز ہوگا، فرق صرف اس قدر ہے

عہ یہ قید اسلئے لگائی گئی کہ اگر دونوں میں جزئیت کا تعلق ہوگا جیسے ماں بیٹیاں تو ان میں جمع کرنا کیا بلکہ ایک کے بعد بھی دوسرے سے نکاح کرنا جائز نہیں جیسا کہ اوپر بہت تفصیل سے یہ مسئلہ بیان ہو چکا ہے۔ ۱۲

Marfat.com

کہ اگر دونوں کے ساتھ بیکدم نکاح کیا ہے تو دونوں کا نکاح باطل ہو جائے گا اور اگر ایک کے ساتھ پہلے کیا ہے اور اس کے بعد دوسرے کے ساتھ تو اگر اس کو یہ یاد نہ رہے کہ کس کے ساتھ پہلے نکاح ہوا تھا اور کس کے ساتھ بعد میں تو بھی دونوں کا نکاح باطل ہو جائیگا اور اگر یہ یاد ہے کہ فلاں کے ساتھ پہلے ہوا تھا اور فلاں کے ساتھ پیچھے، تو پہلے والی کا نکاح صحیح رہے گا اور پیچھے والی کا نکاح باطل ہو جائے گا، ہاں اگر دوسرے کے ساتھ خاص استراحت کرلی ہے تو جب تک اس دوسری کی عدت نہ گزرے پہلی کے ساتھ خاص استراحت جائز نہیں گو نکاح اس کا بدستور باقی ہے۔

اسی طرح اگر دو لونڈیوں میں باہم اسی قسم کا رشتہ ہو کہ اگر ان میں سے ایک مرد فرض کی جائے تو اس کا نکاح دوسرے کے ساتھ ناجائز ہو تو ان دونوں لونڈیوں کو خاص استراحت میں جمع کرنا جائز نہیں، یعنی یہ بات ناجائز ہے کہ اس سے بھی خاص استراحت کرے اور اس سے بھی بلکہ اس کو چاہیئے کہ ان دونوں میں سے ایک کو اپنے اوپر حرام سمجھ لے اور دوسرے کے ساتھ خاص استراحت کرے، اگر ان دو عورتوں میں جو باہم اسی قسم کا رشتہ رکھتی ہیں ایک لونڈی ہو ایک آزاد تو اس لونڈی کے مالک کو جائز نہیں کہ لونڈی سے خاص استراحت کرے اور اس کی اس رشتہ دار سے بھی جو آزاد ہے نکاح کرکے خاص استراحت کرے ہاں یہ جائز ہے کہ اس سے نکاح کرے اور بعد نکاح کے یا تو اس لونڈی ہی سے خاص استراحت کرے۔ یا اس کی اس آزاد رشتہ دار سے، آزاد بی بی کے ہوتے ہوئے لونڈی سے نکاح کرنا ناجائز ہے ہاں اگر آزاد بی بی کو طلاق دے چکا ہے اور اس کی عدت بھی گزر گئی ہے تو اب اگر کسی لونڈی سے نکاح کرے تو صحیح ہے، اور اگر عدت نہ بھی گذری ہو تو بھی ناجائز ہے گو طلاق بائن دے چکا ہو۔

دوسرا مطلب جمع کا یہ ہے کہ جس قدر نکاحوں کی شریعت نے اجازت دیدی ہے ان سے زیادہ نکاح کرنا شریعت نے آزاد مرد کو ایک وقت میں چار نکاح تک کی اجازت دی ہے اور غلام کو ایک وقت میں دو نکاح کی اور آزاد مرد کے لئے لونڈیوں کے ساتھ خاص استراحت کرنے میں کوئی حد نہیں مقرر کی گئی جس قدر لونڈیاں چاہے رکھ سکتا ہے اگر کوئی شخص ایک ساتھ ہی چار عورتوں سے زیادہ کے ساتھ نکاح کرے تو سب کا نکاح باطل ہو جائیگا اور اگر کچھ عورتوں سے پہلے کر چکا ہے اور کچھ عورتوں سے اب کرتا ہے تو بعد والی عورتوں کا نکاح باطل ہو جائے گا، اگر کسی شخص کے نکاح میں چار عورتیں تھیں ان میں سے ایک کو اس نے طلاق دیدی تو جب تک اس کی عدت نہ گزرے پانچواں نکاح نہیں کرسکتا۔

Marfat.com

گیارہواں سبب

تعلق حق غیر - یعنی جس عورت کے ساتھ کسی دوسرے کا حق زوجیت متعلق ہو اس سے نکاح جائز نہیں، جو عورت کسی کے نکاح میں ہو یا اس کی عدت میں ہو، عدت خواہ طلاق کی ہو یا موت کی اس عورت سے غیر کا حق متعلق ہے اس سے نکاح جائز نہیں اسی وجہ سے حاملہ عورت سے نکاح ناجائز ہے مگر جس عورت کو زنا کا حمل ہو اس سے نکاح جائز ہے لیکن قبل وضع کے اس سے خاص استراحت کرنا ممنوع ہے ہاں اگر اس حاملۂ زنا سے وہی شخص نکاح کرے جس نے زنا کی ہے تو اس کو قبل وضع حمل کے بھی خاص استراحت جائز ہے اگر کوئی شخص اپنی لونڈی کا کسی سے نکاح کرنا چاہے اور خود اس لونڈی سے خاص استراحت کرتا رہا ہو تو اس پر واجب عـــہ ہے کہ پہلے اس بات کا یقین حاصل کرے کہ اس لونڈی کو حمل تو نہیں ہے پھر اس کے بعد جس سے چاہے اس کا نکاح کر دے، اگر کوئی شخص لونڈی مول لے تو اس پر واجب ہے کہ پہلے اس امر کا یقین حاصل کرے کہ اس لونڈی کو حمل تو نہیں ہے، جب یہ یقین حاصل ہو جائے تو اس سے خاص استراحت کرے۔ محرمات کا بیان ختم ہو گیا، ان کے علاوہ اور جس عورت سے چاہے نکاح کرے صحیح ہوگا خواہ وہ زانیہ عـــہ ہو اور خود اس نے اس کو زنا کرتے دیکھا ہو یا محرمہ عـــہ ہو۔

محرمات کا بیان قرآن مجید میں بھی بہت تفصیل کے ساتھ ہے چنانچہ وہ آیت ہم اس مقام پر لکھتے ہیں۔ وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّمَقْتًا ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ؕ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ

عـــہ جس شخص کے ساتھ نکاح ہو اس کو بھی مستحب ہے کہ جب تک اس امر کا یقین نہ ہو جائے کہ اس کو حمل نہیں ہے اس وقت تک اس سے خاص استراحت نہ کرے اور حمل نہ ہونے کا یقین حیض کے آنے سے ہو جاتا ہے، حاملہ عورت کو حیض نہیں آتا ۱۲۔

عـــہ امام شافعی کے نزدیک زانیہ سے نکاح ناجائز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَا يَنْكِحُهَآ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ یعنی زانیہ سے نکاح نہ کرے مگر زانی یا مشرک حنفیہ کہتے ہیں کہ اس آیت کا حکم منسوخ ہو گیا اور اب اس آیت پر عمل ہے فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ یعنی جو عورتیں تم کو اچھی لگیں اُن سے نکاح کر لو۔ عـــہ محرمہ یعنی جو عورت احرام باندھے ہوتے ہو اسکے ساتھ نکاح تو جائز ہے مگر خاص استراحت مکروہ تحریمی ہے ۱۲۔

Marfat.com

وَبَنٰتُ الْاَخِ وَبَنٰتُ الْاُخْتِ وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْٓ اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَاُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ط اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۙ وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ ؕ

ترجمہ۔ نکاح نہ کرو جن سے تمہارے باپ نکاح کر چکے ہوں مگر جو کچھ (اب تک) ہو چکا ہے وہ (معاف ہے) بیشک یہ برا اور ناپسند کام ہے اور برا طریقہ ہے اور تم پر حرام کر دی گئیں تمہاری ماں اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا ہو اور تمہاری دودھ شریکی بہنیں اور تمہاری بیبیوں کی مائیں اور تمہاری وہ پرورش کردہ[عہ] لڑکیاں جو تمہاری حمایت میں ہوں تمہاری ان بیبیوں کے (شکم) سے جن کے ساتھ تم نے خاص استراحت کی ہے پس اگر تم نے ان سے خاص استراحت نہ کی ہو تو تم پر ان سے نکاح کرنے میں کچھ گناہ نہیں اور تمہارے ان بیٹوں کی بیٹیاں جو تمہارے پشت سے ہوں اور یہ بھی حرام کر دیا گیا کہ تم دو بہنوں کے درمیان میں جمع کرو مگر جو (اب تک) ہو چکا (وہ معاف ہے) بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور شوہر والی عورت (بھی تم پر حرام ہے) مگر وہ عورتیں جو (جہاد سے) تمہارے قبضہ میں آئی ہوں (گو شوہر والی ہوں تب بھی حرام نہیں اور مذکورہ بالا عورتوں کی حرمت) تم پر اللہ کی طرف سے فرض کی ہوئی ہے اور ان عورتوں کے علاوہ سب تمہارے لئے حلال کر دی گئی ہیں (بشرطیکہ) تم اپنے مال (یعنی مہر) کے بدلے میں ان سے نکاح کرنا چاہو اور ان کو (ہمیشہ کے لئے) قید میں رکھنے کا ارادہ کرو نہ مستی نکالنے کا' اس آیت کریمہ میں پانچ سبب حرمت نکاح کے ذکر فرمائے ہیں' نسبی[عہ] رشتہ' دودھ[عہ] کا رشتہ' سسرالی رشتہ۔

عہ مراد اس سے اپنی بی بی کی لڑکی ہے جو پہلے شوہر سے ہو اور چونکہ اکثر وہ صغیر السن ہوتی ہیں اور دوسرا شوہر انکو پرورش کرتا ہے اس لئے پرورش کردہ فرمایا' یہ مقصود نہیں ہے کہ اگر پرورش کردہ نہ ہوں تو ان سے نکاح حلال ہے ۱۲۔ عہ سب سے پہلے سسرالی رشتہ کی ایک صورت ذکر فرمائی کیونکہ اس صورت میں حرمت بہت سخت ہے تمام آسمانی شریعتیں اس کی حرمت پر متفق ہیں اس کے بعد اور صورتوں کا ذکر فرمایا ہے اس کے بعد دودھ کے رشتہ کا اس کے بعد سسرالی رشتہ کا اس کے بعد سسرالی رشتہ کی باقی صورتوں کا اس کے بعد جمع کا اس کے بعد تعلق حق غیر کا ۱۲ عہ نسبی رشتہ کا بیان امہتکم سے بِنْتُ الْاُخْتِ تک (باقی صفحہ ۷۱۹ پر)

Marfat.com

تعلق حق غیر عہ اور تین سبب دوسرے مقامات پر ذکر فرمائے ہیں مثلاً اختلاف مذہب کو اس آیت میں وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ عہ اور اتحاد نوع کو قوم لوط علیہ السلام کے قصہ کے ضمن میں اور طلاق کو اس آیت میں للعہ فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ یہ کل آٹھ سبب ہوئے باقی رہے تین سبب یعنی لعان صہ، ملک کے اختلاف جنس ان کا بیان قرآن مجید میں نہیں ہے۔

(بقیہ حاشیہ از صفحہ ۷۱۸) جس میں سات قسم کے لوگ ذکر فرمائے ہیں، مائیں بیٹیاں بہنیں پھوپھیاں خالائیں بھائی کی بیٹیاں بہن کی بیٹیاں، ماؤں سے مراد عام ہے خواہ اپنی ماں ہو یا اپنے باپ کی ماں یا اپنی ماں کی ماں ہو غرض اصول سب اس میں داخل ہیں، بیٹیوں کا لفظ بھی اسی طرح عام ہے اپنی بیٹیاں ہوں یا اپنی اولاد کی بیٹیاں ہوں سب اس میں آگئیں، بھائی بہن کی بیٹیوں میں بھی اسی طرح تعمیم ہے خواہ وہ انھیں کی بیٹیاں ہوں یا ان کی اولاد کی، حاصل یہ کہ نسب کے چاروں حرام رشتوں کا ذکر اس آیت میں آگیا، اصول کا بھی فروع کا بھی ماں باپ کے فروع کا بھی ماں باپ کے اصول کے فروع کا بھی عہ دودھ کے اگرچہ صرف دو ہی رشتوں کا ذکر کیا ہے یعنی رضاعی بہن کا مگر دودھ پلانے والی کو ماں کہہ کر اس بات کی طرف صریح اشارہ کردیا کہ دودھ کا رشتہ بھی نسب کی طرح سمجھو نسب کی ساری صورتیں یہاں بھی جاری کرو اس اشارہ کو احادیث میں بہت وضاحت سے بیان فرمادیا ہے ۱۲ صہ سسرالی رشتہ کا بیان اُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ سے اَصْلَابِكُمْ تک ہے سسرال کے بھی چاروں حرام رشتوں کا ذکر اس آیت میں آگیا ہے اپنے اصول کی منکوحات کو تو وَلَا تَنْكِحُوْا میں بیان فرمایا اور اپنی عورتوں کی ماؤں یعنی منکوحات کے اصول کو بیان کیا اس کے بعد اپنی بی بیوں کی فروع کا بھی ذکر کیا اور یہ بھی بتادیا کہ بی بی کے فروع سے نکاح اسی وقت حرام ہوتا ہے جب اس بی بی سے خاص استراحت کی نوبت آگئی ہو اس کے بعد پھر اپنی فروع کی منکوحات کا ذکر فرمایا ہے ۱۲

عہ تعلق حق غیر کو وَالْمُحْصَنٰتُ کے لفظ میں بیان فرمادیا ۱۲ عہ ترجمہ اور (اے مسلمانوں) تم مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو یہاں تک کہ وہ مسلمان ہو جائیں ۱۲ سہ قوم لوط علیہ السلام کے قصہ میں مردوں کے باہم اجتماع کی ممانعت مذکور ہے اور یہ بھی ہے کہ عورتوں کو اللہ تعالیٰ نے مردوں کے لئے بنادیا ہے پس معلوم ہوا کہ مردوں کا آپس میں اجتماع اور اسی طرح عورتوں کا باہم اجتماع حرام ہے یہی مطلب اتحاد نوع کے حرام ہونے کا ہے ۱۲۔

للعہ ترجمہ: پس وہ عورت اس طلاق دینے والے کے لئے حلال نہیں یہاں تک کہ وہ دوسرے مرد سے نکاح کرے ۱۲۔

صہ لعان اور ملک کا ذکر اس لئے نہیں فرمایا کہ لعان کی ہوئی عورت سے پھر نکاح کرلے کو خیال وار آدمی کی طبیعت خود مکروہ سمجھتی ہے اسی طرح آزاد عورت اپنے غلام کے ساتھ نکاح کرنے کو یونہی معیوب سمجھتی ہے رہ گیا اختلاف جنس تو وہ ایک شاذ و نادر چیز ہے اس کا حکم بتانے کی چنداں ضرورت نہیں ۱۲۔

Marfat.com

ولی کا بیان

نکاح کے صحیح ہونے کی تیسری شرط یہ تھی کہ نابالغ اور مجنون اور غلام کا نکاح بغیر ان کے اولیا کی اجازت کے صحیح نہیں لہذا اب ہم یہاں ولی کے احکام بیان کرتے ہیں پہلے یہ بات بیان کرتے ہیں کہ کون کون لوگ ولی ہو سکتے ہیں اور اس کے بعد یہ بیان کریں گے کہ ان کے کیا اختیارات ہیں، غلام کا ولی تو اس کا مالک ہے اور آزاد آدمی کا ولی اس کا وہ رشتہ دار ہے جو عصبہ بنفسہ ہو اگر کئی عصبات بنفسہ ہوں تو ان میں مقدم وہ ہے جو وراثت میں مقدم ہو اگر عصبات بنفسہ میں کوئی نہ ہو تو ماں کو ولایت حاصل ہوگی پھر دادی پھر بیٹی کو پھر پوتی کو۔ پھر پرپوتی کو پھر نواسی کی بیٹی کو وعلیٰ ہذا اور اگر عصبات بھی نہ ہوں اور ماں دادی بھی نہ ہوں اور پوتیاں نواسیاں وغیرہ بھی نہ ہوں تو نانا کی ولایت حاصل ہوگی پھر حقیقی بہن کو پھر علاتی بہن کو پھر اخیافی بہن کو پھر ان تینوں کی اولاد کو اسی ترتیب سے اور اگر یہ کوئی نہ ہوں تو ذوی الارحام کو ولایت حاصل ہوگی ذوی الارحام میں سب سے پہلے پھوپھیاں ولی ہوں گی ان کے بعد ماموں ان کے بعد خالائیں ان کے بعد چچا کی بیٹیاں پھر اسی ترتیب سے ان کی اولاد اگر رشتہ دار کوئی

عہ رشتہ دار ولی کی تین قسمیں ہیں اصحاب فرائض جن کا حصہ مفصلاً قرآن مجید میں بیان ہوا ہے، عصبات جن کا حصہ قرآن مجید میں مذکور نہیں ہے اور ان کا رشتہ کسی عورت کے توسط سے نہ ہو۔ ذوی الارحام وہ اعزا ہیں جن کا رشتہ کسی عورت کے توسط سے ہو جیسے خالہ کہ اس کا رشتہ ماں کے توسط سے ہے اور نواسہ کہ اس کا رشتہ بیٹی کے توسط سے عصبات کی تین قسمیں ہیں عصبہ بنفسہ بغیرہ عصبہ مع وغیرہ عصبہ بنفسہ جس کا ذکر آیۃ میں ہے اس عصبہ کو کہتے ہیں جو مذکر ہو عصبہ بنفسہ چار قسم کے لوگ ہیں اپنے مذکر فروع یعنی بیٹے پوتے پرپوتے وغیرہ اپنے مذکر اصول باپ دادا پردادا وغیرہ اپنے باپ کے مذکر فروع یعنی بھائی اور بھائی کی اولاد وغیرہ اپنے دادا کی مذکر فروع یعنی چچا اور چچا کی اولاد وغیرہ ۱۲ عسہ وراثت میں سب سے مقدم اپنے مذکر فروع ہیں اس کے بعد اپنے اصول اس کے بعد باپ کے فروع اس کے بعد دادا کے فروع پھر قریب بہ نسبت بعید کے مقدم ہے بیٹا بھی ہو پوتا بھی ہو تو بیٹا مقدم ہے یا باپ بھی ہو دادا بھی ہو تو باپ مقدم ہے بھائی بھی ہو بھائی کی اولاد بھی ہو تو بھائی مقدم ہے یا چچا بھی ہو چچا کی اولاد بھی ہو تو چچا مقدم ہے ۱۲ ست یعنی آخیر سلسلہ تک بیٹے کی اولاد بہ نسبت بیٹی کی اولاد کے ایک درجہ مقدم رہے گی ۱۲ عسہ یعنی حقیقی بہن کی اولاد علاتی بہن کی اولاد سے مقدم ہے اور علاتی بہن کی اولاد اخیافی بہن سے مقدم ہے ۱۲ عسہ یعنی اگر پھوپھی ماں خالائیں چچا کی بیٹیاں نہ ہوں بلکہ ان کی اولاد ہو پہلے پھوپھی کی بیٹیاں ولی ہوں گی وہ نہ ہوں تو ماموں کی بیٹیاں وہ نہ ہوں تو خالہ کی بیٹیاں، وہ نہ ہوں تو چچا کی بیٹیوں کی بیٹیاں ۱۲۔

نہ ہو نہ عصبہ نہ غیر عصبہ تو مولی الموالات کو حق ولایت حاصل ہوگا[عہ] اگر وہ بھی نہ ہو تو بادشاہ وقت ولی ہے بشرطیکہ مسلمان ہو، بادشاہِ وقت کا نائب بھی نکاح کا ولی ہو سکتا ہے، بشرطیکہ بادشاہ کی طرف سے اس کو یہ اختیار دیا گیا ہو، کسی کافر کو کسی مسلمان کی ولایت کا حق حاصل نہیں ہو سکتا گو وہ اس کا رشتہ دار ہو، ہاں اگر کوئی کافر لونڈی کسی مسلمان کی ملک میں ہو تو اس مسلمان کو اس لونڈی پر ولایت حاصل ہے، کوئی غلام کسی آزاد کا ولی نہیں ہو سکتا گو اس کا رشتہ دار ہو، کوئی بے عقل یعنی مجنون کسی دوسرے کا ولی نہیں ہو سکتا گو وہ باہم رشتہ دار ہوں، یہاں اس قدر تفصیل ہے کہ اگر جنون مطبق[عہ] ہے تو اس کی ولایت بالکل صحیح نہیں اور اگر جنون غیر مطبق ہے تو ہوش کے زمانہ میں اس کو ولایت حاصل رہے گی حتیٰ کہ اگر کہیں سے پیغام نکاح آئے اور دوسری طرف کے لوگ اس قدر انتظار کریں کہ اس مجنون ولی کو ہوش آجائے تو اس کے ہوش آنے کا انتظار کیا جائے گا اور اگر وہ لوگ نہ مانیں تو بغیر انتظار کے نکاح کر دیا جائیگا بشرطیکہ یہ ولی لڑکی کا ہو اور جہاں سے پیغام آیا ہے وہ اس کے کفو ہوں[سہ] (شامی جلد ۲ صفحہ ۳۳۸) کوئی نابالغ کسی دوسرے کا ولی نہیں ہو سکتا گو وہ ایک دوسرے کے رشتہ دار ہوں، وصی[للعہ] نکاح کا ولی نہیں ہو سکتا اگرچہ وصیت کرنے والے نے اس کو نکاح کا اختیار بھی دیدیا ہو۔

ان لوگوں کا بیان ختم ہوا جو ولی ہو سکتے ہیں، اب ولی کے اختیارات بیان کئے جاتے ہیں ولی کو اختیار ہے کہ نابالغ لڑکے یا لڑکی کا نکاح بغیر اس کی اجازت کے کر دے اور باپ دادا کو یہانتک اختیار حاصل ہے کہ چاہے صریحی[عہ] نقصان کے ساتھ نکاح کر دیں اور چاہے کسی غیر کفو کے

عہ مولی الموالاۃ وہ شخص ہے جس سے اس بچہ کے اس بات کا معاہدہ لیا ہو کہ اگر میں کوئی خیانت کروں گا تو اس کا تاوان تم کو دینا ہوگا اور جو مال چھوڑ جاؤں گا تو تم کو میری میراث ملے گی ۱۲۔

عہ جنون مطبق وہ ہے جو کم از کم ایک مہینہ تک رہے ۱۲۔

سہ وجہ یہ ہے کہ کفو بیت وقت سے دریافت ہوتے ہیں معلوم نہیں پھر دستیاب ہو یا نہ ہو ۱۲

للعہ وصی اس شخص کو کہتے ہیں کہ جس کے لئے کچھ وصیت کی جائے۔

عہ صریحی نقصان سے مراد مہر میں سخت دھوکا کھا جانا مثلاً لڑکے کا ولی ہے تو اس کا نقصان یہ ہے کہ زیادہ مہر بندھ جائے لڑکی کے ولی کا نقصان اس میں ہے کہ کم مہر بندھ جائے ... اوپر ہم لکھ چکے ہیں کہ یہی مذہب صحیح ہے متاخرین کا اسی پر فتویٰ ہے حسن بن زیاد نے امام ابو حنیفہ سے اسی کو روایت کیا ہے ۱۲

ساتھ کر دے، باپ اور دادا کے سوا اگر اور کوئی ولی لڑکی کا نکاح غیر کفو کے ساتھ کر دے گا تو وہ نکاح صحیح نہ ہوگا، اسی طرح اگر صریح نقصان کے ساتھ کر دیا ہے تب بھی صحیح نہ ہوگا خواہ لڑکے کا نکاح ہو یا لڑکی کا۔

ولی کو بالغ لڑکے یا لڑکی کے بہ جبر نکاح کر دینے کا اختیار نہیں ہے خواہ لڑکی کنواری[عہ] ہو یا نہیں اور خواہ ولی باپ دادا ہو یا کوئی اور عزیز، ہاں مستحب ہے کہ بالغ لڑکی اپنے نکاح کا معاملہ اپنے ولی کے سپرد کر دے مگر درحقیقت یہ ایک قسم کی وکالت ہو جائے گی، نہ ولایت، مجنون اور معتوہ[عہ] اگرچہ بالغ ہوں مگر ان کے بہ جبر نکاح کر دینے کا حق ولی کو حاصل ہے اسی طرح لونڈی غلام اگرچہ بالغ ہوں تو ان کے مالک کو بہ جبر نکاح کر دینے کا اختیار ہے۔

بالغ مرد و عورت اگر بغیر[سہ] اجازت اور رضامندی ولی کے اگر اپنا نکاح کر لیں تو صحیح ہو جائے گا، لیکن عورت اگر غیر کفو کے ساتھ اپنا نکاح بغیر رضامندی ولی کے کرے تو درست نہ ہوگا، گو بعد نکاح کے وہ ولی رضامند ہو جائے۔

اگر کوئی عورت بغیر رضامندی ولی کے مہر مثل سے کم پر اپنا نکاح کسی کے ساتھ کرے تو ولی کو اعتراض کا حق حاصل ہے وہ اس نکاح کو قاضی کے ذریعہ فسخ کرا سکتا ہے اور اگر مہر کی کمی پوری کر دی جائے تو پھر اس کو فسخ کرانے کا حق نہیں ہے۔

اگر کسی عورت کے کئی ولی ہوں اور سب ذریعۂ مساوی[للعہ] ہوں تو ان میں سے بعض کا راضی ہونا مثل کل کے ہو جانے کے ہے اور اگر وہ سب ولی درجہ میں مساوی نہیں ہیں بلکہ کوئی قریب ہے اور کوئی بعید تو بعید کے راضی ہو جانے سے قریب کا راضی ہو جانا لازم نہیں آتا، قریب کو اعتراض کا حق حاصل رہے گا۔

عہ اس مسئلہ میں امام شافعی مخالف ہیں وہ کہتے ہیں کہ جو عورت کنواری نہ ہو گو وہ نابالغ ہو ولی کو اس کے بہ جبر نکاح کر دینے کا اختیار نہیں ہے اور جو عورت کنواری ہو اس کے بجبر نکاح کر دینے کا اختیار ہے گو وہ بالغ ہو چکی ہو۔

عہ معتوہ اس شخص کو کہتے ہیں جس کی عقل میں فتور آگیا ہو، بالکل مسلوب العقل نہ ہو ۱۲۔

سہ ولی کے بغیر رضامندی نکاح کرنے کی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ ولی کو خبر ہی نہ کی جائے جس سے اس کی رضامندی کا حال معلوم ہو دوسرے یہ کہ اس کو کی جائے مگر وہ سکوت کرے یا کہہ دے کہ میں راضی نہیں ہوں ۱۲ (بحر الرائق)

للعہ درجہ میں مساوی ہونے کی صورت یہ ہے کہ اس کے ولی اس کے لڑکے ہوں اور وہ کئی ہوں ۱۲۔

Marfat.com

ولی کا سکوت کرلینا اس کی رضامندی کی دلیل نہیں ہو سکتا لیکن اگر کوئی فعل اس قسم کا اس سے صادر ہو جس سے رضامندی سمجھی جاتی ہے تو وہ فعل رضامندی کی دلیل ہو سکتا ہے مثلاً ولی نے زر مہر پر قبضہ کرلیا یا سامان جہیز لے لیا' ہاں اگر ولی اتنے زمانہ تک سکوت کیئے رہے کہ اس عورت کے بچہ ہو جائے تو اب اس کا سکوت رضامندی کے حکم میں ہوگا اور اب اس کو کسی طرح اعتراض کا حق باقی نہ رہے گا نابالغ کو بعد بلوغ[عـــه] کے اس نکاح کے فسخ کر دینے کا اختیار ہے جو بحالت نابالغی اس کے ولی نے کیا ہے یا ولی کی اجازت سے اس نے کیا ہے اگر باہم زوجین میں خاص استراحت کی بھی نوبت آچکی ہو مگر باپ دادا کے کئے ہوئے نکاح کے فسخ کر دینے کا اختیار نہیں ہے۔

اسی طرح اگر کسی کا نکاح بحالت جنون اس کے ولی نے کر دیا ہو تو بعد ہوش آجانے کے وہ اس نکاح کو فسخ کر سکتا ہے مگر باپ دادا کے یا اپنے بیٹے کے کئے ہوئے نکاح کو فسخ نہیں کر سکتا' اس نکاح کے فسخ ہو جانے کی دو شرطیں ہیں (۱) یہ کہ قاضی کے ذریعہ سے فسخ کیا جائے (۲) یہ کہ اگر اس نابالغ مرد یا عورت کو نکاح کا علم پہلے سے ہے تو جس وقت بالغ ہو یعنی جس وقت اپنے بلوغ کا علم حاصل ہو معاً اسی وقت نکاح سے اپنی نارضامندی ظاہر کردے اور پہلے سے علم نہ تھا تو جس وقت علم حاصل ہو فوراً اسی وقت اپنی ناراضی کا اظہار کردے اگر بلوغ کے بعد یا نکاح کا علم حاصل ہونے کے بعد باکرہ عورت تھوڑی دیر بھی سکوت کر جائے باوجودیکہ بولنے[عـــه] کا اختیار رکھتی ہو تو اس کو فسخ کا اختیار باقی نہ رہے گا خواہ اس کو یہ مسئلہ معلوم ہو یا نہیں کہ میرے سکوت سے میرا اختیار باطل ہو جائے گا (درمختار۔ ردالمحتار ج ۲ صـ ۳۳۶)

نابالغ لڑکے اور ثیبہ عورت کا اختیار البتہ اس کے سکوت سے باطل نہ ہوگا تاوقتیکہ صریحی رضامندی اپنی نہ ظاہر کردے یا کوئی فعل[عـــه] ایسا کرے جس سے رضامندی سمجھی جائے۔

عـــه اگر کوئی شخص بالغ ہوگیا مگر اس کو اپنے بلوغ کا علم حاصل نہیں ہوا تو اس کو جب علم ہوا اسی وقت انکار کرنا چاہیئے۔ مرد کو اپنے بلوغ کا علم اس طرح حاصل ہوگا کہ اس کا احتلام ہوا اور وہ اپنے کپڑوں پر منی کا نشان دیکھے، عورت کو اس طرح کہ حیض آجائے ۱۲

عـــه پس اگر جس وقت اس کو خبر نکاح کی پہونچے یا بالغ ہوئی اور کسی نے اس کا منہ بند کر لیا تو اس حالت کا رضامندی کی دلیل نہیں ہو سکتا ۱۲

عـــه مثلاً اپنا مہر طلب کرے یا نفقہ مانگے یا ہنس دے ۱۲۔

Marfat.com

لونڈی عـہ کو بعد آزاد ہو جانے کے اپنے اس نکاح کے فسخ کر دینے کا اختیار ہے جو لونڈی عـہ ہونے کی حالت میں اس کے مالک نے کر دیا تھا اور اس کو اس نکاح کے فسخ کرنے کے لئے قاضی کی ضرورت نہیں ہے اور جس مجلس میں وہ آزاد کی گئی ہو یا جس مجلس میں اس کو اپنے نکاح کا علم ہوا ہو اس مجلس کے آخر تک اس کو فسخ کرنے کا اختیار ہے اگر قبل مجلس بدلنے کے وہ کچھ دیر سکوت کئے رہے تو اس کا اختیار باطل نہ ہوگا' ہاں اگر مجلس بدل جائے اور وہ کچھ نہ کہے تو اس کا اختیار باطل ہو جائے گا بشرطیکہ وہ اس مسئلہ سے واقف ہو کہ میرے اس قدر سکوت سے میرا اختیار باطل ہو جائے گا۔

ولی کو اختیار ہے کہ نابالغ لڑکی یا لڑکے کا نکاح خود اپنے ساتھ کرلے مگر بعد بالغ ہونے کے اس نابالغ کو اختیار فسخ کا بدستور باقی رہے گا' قاضی کو یہ اختیار نہیں ہے کہ جس نابالغ کا وہ ولی ہو اس کا نکاح اپنے ساتھ یا اپنے کسی رشتہ دار کے ساتھ کر دے جس کی گواہی اس کے حق میں مقبول نہ ہو۔ اگر کسی عورت کا نکاح اس کے ولی نے مثلاً زید کے ساتھ کر دیا اور دوسرے ولی نے مثلاً خالد کے ساتھ اسی عورت کا نکاح کر دیا پس اگر یہ دونوں ولی درجہ میں مساوی ہیں تو ان میں سے جس شخص نے پہلے نکاح کیا ہے اس کا صحیح ہو جائے گا اور اگر یہ معلوم نہ ہو سکے کہ کون پہلے ہوا اور کون پیچھے تو دونوں نکاح باطل ہو جائیں گے اور اگر دونوں ولی درجے میں مساوی نہ ہوں تو ولی قریب نے جو نکاح کیا ہے وہ صحیح ہو جائے گا اور ولی بعید کا کیا ہوا نکاح باطل ہو جائے گا۔

ولی بعید کو بحالت نہ موجود ہونے ولی قریب کے لڑکی کے نکاح کر دینے کا اختیار ہے بشرطیکہ ولی قریب ایسے مقام میں ہو کہ اگر اس کے آنے کا انتظار کیا جائے تو وہ نسبت نکاح کی قطع ہو جائے گی جو یہاں ٹھیری ہے وہ کفو ہو **مثال** کسی نابالغ لڑکی کا باپ سفر میں گیا اس کی غیبت میں کسی کفو کے

عـہ لونڈی کی تخصیص اس لئے کی گئی کہ غلام کو یہ اختیار نہیں کہ نکاح اس کے مالک نے کر دیا تھا اس کو وہ بعد آزاد ہونے کے فسخ کر سکے ۱۲

عـہ لونڈی کے لئے مسئلہ سے واقف نہ ہونا عذر ہے کیونکہ وہ اپنے مالک کی خدمت میں مصروف رہتی ہے تحصیل علم کا اس کو موقعہ نہیں ملتا بخلاف آزاد عورت کے کہ اس کو تحصیل علم کا موقع ہر وقت حاصل ہے پس اس کے حق میں مسئلہ سے ناواقف ہونا عذر نہیں سمجھا گیا ۱۲

سـہ بعض فقہا نے سفر میں مدت قصر کا اعتبار کیا ہے یعنی اگر وہ ایسا سفر ہو کہ اس میں قصر جائز ہے تو ولی بعید کو اختیار ہے ورنہ نہیں مگر یہ قول قوی نہیں ہے (شامی)

Marfat.com

یہاں سے اس لڑکی کے نکاح کا پیغام آیا تو اس لڑکی کا نکاح اس کا دادا کر سکتا ہے بشرطیکہ شوہر کی طرف والے لوگ اس کے باپ کے لیٹنے تک انتظار کرنے پر راضی نہ ہوں پھر جب باپ اس کا لوٹ کر آجائیگا تو وہ اس نکاح کو فسخ نہیں کرا سکتا۔

ولی قریب کی موجودگی میں اگر ولی بعید نکاح کر دے تو وہ نکاح اس ولی قریب کی اجازت پر موقوف رہے گا اگر وہ اپنی رضامندی ظاہر کر دے گا تو نکاح صحیح ہوگا ورنہ باطل ہو جائے گا ولی قریب اگر نکاح کر دینے سے انکار کر دے تو ولی بعید نکاح کرنے کا اختیار رکھتا ہے۔

ولی اگر کسی بالغ عورت کا نکاح کرنا چاہے اور اس سے اجازت طلب کرے خواہ خود یا بذریعہ اپنے وکیل کے یا نکاح کرنا چاہے اور اس کی اس عورت کو خبر کرے تو اگر وہ عورت اپنی رضامندی ظاہر کر دے یا سکوت کرے یا کوئی فعل ایسا کرے جو حسب رواج رضامندی کے منافی نہ ہو تو وہ نکاح صحیح ہو جائے گا خواہ باکرہ ہو ثیبہ عہ۔

اگر کوئی مرد یا عورت کسی شخص کو اپنے نکاح کا وکیل بنا دے یعنی اس کو اختیار دیدے کہ تو جس کے ساتھ چاہے میرا نکاح کر دے تو وہ وکیل جس کے ساتھ اس کا نکاح کر دے گا صحیح ہوگا مگر اس نکاح کے صحیح ہونے کی یہ شرط ہے کہ جس قدر مہر موکل نے کہدیا ہے اس کے خلاف نہ ہو اگر اس کے خلاف ہو جائے گا تو نکاح نہ ہوگا ہاں اگر موکل بعد میں اپنی رضامندی اس مہر سے ظاہر کر دے تو نکاح ہو جائے گا اگر وکیل نے موکل کے مقرر کئے ہوئے مہر کے خلاف پر نکاح کر دیا اور موکل کو یہ بات معلوم نہیں ہوئی تو جس وقت یہ بات اس کو معلوم ہو جائیگی اور وہ اس سے راضی ہو جائے گا تو نکاح صحیح رہے گا اور اگر اس سے راضی نہ ہوگا تو نکاح باطل ہو جائے گا گو باہم خاص استراحت کی بھی نوبت آگئی ہو۔

مثال (۱) کسی مرد نے کسی شخص کو وکیل کر دیا اور اس سے کہدیا کہ ایک ہزار روپیہ مہر مقرر کرنا وکیل نے دو ہزار پر نکاح کر دیا اور موکل کو اس امر کی اطلاع نہیں کی یہاں تک کہ زوجین میں خاص استراحت کی بھی نوبت آگئی تو اب بھی اس مرد کو اختیار ہے چاہے نکاح کو قائم رکھے یا باطل کر دے وکیل کو اختیار نہیں ہے کہ یہ کہے کہ میں زیادتی اپنے پاس سے دیدوں گا (۲) کسی عورت نے کسی کو اپنے

عہ بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ ثیبہ عورت جب تک صریحی اجازت نہ دے اس کا نکاح صحیح نہ ہوگا مگر در حقیقت یہ بات رواج سے متعلق ہے جہاں کہیں یہ رواج ہو کہ ثیبہ عورتیں صریحی اجازت دیتی ہوں وہاں بغیر ان کے صریحی اجازت کے نہ ہوگا اور جہاں یہ رواج نہ ہو وہاں یہ قید نہیں ہے ۱۲۔

Marfat.com

نکاح کا وکیل کیا اور کہدیا کہ چار سو روپیہ مہر مقرر کرنا وکیل نے اس کا نکاح تین سو روپیہ مہر پر کردیا اور اس عورت کو اطلاع نہیں کی یہاں تک کہ اس سے خاص استراحت کی بھی نوبت آگئی تو اب بھی اس عورت کو اختیار ہے چاہے نکاح قائم رکھے چاہے باطل کردے (بحر الرائق جلد ۳ صفحہ ۱۴۷)

اگر موکل نے ایک عورت سے نکاح کرنے کی اجازت دی ہو اور وکیل دو عورتوں سے نکاح کرے تو یہ دونوں نکاح باطل ہوجائیں گے۔

حاصل یہ ہے کہ وکیل اگر اپنے موکل کے حکم کے خلاف کرے مگر وہ بات موکل کے حق میں زیادہ مفید ہو یا خلاف بہت ہی خفیف ہو تو وہ نکاح قطعاً صحیح ہوجائے گا اور اگر وہ بات موکل کے حق میں مفید نہیں بلکہ مضر ہے تو یہ نکاح موکل کی اجازت پر موقوف رہے گا مثلاً کسی موکل نے اپنے وکیل سے یہ کہا کہ میرا نکاح بوڑھی یا اندھی عورت سے کردے وکیل نے آنکھ والی یا جوان عورت سے اس کا نکاح کردیا یا مثلاً موکل مرد نے وکیل سے کہا تھا کہ پانچسو روپیہ مہر پر میرا نکاح کردے وکیل نے چار سو روپیہ مہر پر کردیا یا موکل عورت ہو اور وہ کہے کہ ایک ہزار روپیہ مہر پر نکاح کردے وکیل دو ہزار مہر پر نکاح پر کردے تو یہ سب نکاح قطعاً صحیح ہوجائیں گے کیونکہ ان سب صورتوں میں وکیل کی مخالفت موکل کے حق میں مضر نہیں ہے (بحر الرائق جلد ۳ صفحہ ۱۵۱) وکیل کو یہ بھی اختیار ہے کہ اپنے موکل کا نکاح اپنے ساتھ کرلے اگر کوئی فضولی کسی شخص کا نکاح کردے اور بعد اس کے اس شخص کو خبر کرے جس کا نکاح کیا ہے پس اگر وہ راضی ہوجائے تو نکاح صحیح ہوگا ورنہ باطل ہوجائے گا اگر فضولی کے مرجانے کے بعد نکاح سے رضامندی ظاہر کردی جائے تب بھی نکاح صحیح ہوجائے گا۔

وکیل کو نکاح کردینے کے بعد قبل اجازت کے فسخ کردینے کا اختیار ہے فضولی کو یہ اختیار نہیں ہے۔

مثال کسی وکیل نے اپنے موکل کا نکاح ایک بالغ عورت سے بغیر اس کی اجازت کے کردیا تو اس وکیل کو اختیار ہے کہ قبل اس عورت کی اجازت کے اس نکاح کو فسخ کردے اور اپنے موکل کا نکاح دوسری عورت سے کردے بخلاف فضولی کے کہ وہ نکاح کرچکنے کے بعد خود فسخ کرنے کا اختیار نہیں رکھتا وکیل کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اپنے موکل کا نکاح اپنی لونڈی کے ساتھ یا اس نابالغ لڑکی کے ساتھ کردے جس کا وہ ولی ہے اور اگر ایسا کرے تو موکل کی اجازت پر موقوف رہے گا اگر وہ راضی ہوجائے گا تو نکاح صحیح ہوجائے گا ورنہ باطل ہوجائیگا (بحر الرائق جلد ۳ صفحہ ۱۵۱)

مسئلہ ایک ہی شخص زوجین کی طرف سے ایجاب وقبول دونوں کرسکتا ہے بشرطیکہ وہ دونوں کا ولی عہ

عہ دونوں کے ولی ہونے کی صورت یہ ہے کہ ایک اس کا بیٹا ہو اور ایک اسکی بھتیجی دونوں کے (باقی حاشیہ بر صفحہ ۷۲۷ پر)

Marfat.com

ہو یا دونوں کا وکیل ہو یا ایک طرف سے وکیل ہو دوسری طرف سے ولی ہو یا ایک طرف سے اصیل ہو دوسری طرف سے ولی ہو یا ایک طرف سے اصیل ہو دوسری طرف سے وکیل فضولی کو اختیار نہیں ہے کہ وہ دونوں طرف سے خود ہی ایجاب وقبول کرے۔

کفو کا بیان

نکاح کے صحیح ہونے کی چوتھی شرط یہ ہے کہ عورت اگر غیر کفو سے نکاح کرے تو ولی کی رضامندی شرط ہے کفو کی تعریف تو ہم مقدمہ میں بیان کر چکے ہیں اب چند مسائل اس کے یہاں درج کرتے ہیں۔

(۱) کفو ہونے کا اعتبار صرف مرد کی طرف سے ہے یعنی مرد عورت کا کفو ہونا چاہیئے عورت اگر مرد کی کفو نہ ہو تو کچھ حرج نہیں۔

(۲) کفائیت کا اعتبار صرف ابتدائے نکاح کے وقت ہے اگر کوئی مرد نکاح کے ہوتے وقت کفو تھا مگر بعد نکاح کفائت جاتی رہی مثلاً پہلے پرہیزگار تھا اب بدکار ہو گیا تو یہ نکاح فسخ نہ ہوگا۔

(۳) اگر کسی عورت نے اپنا نکاح کسی غیر کفو کے ساتھ کر لیا مگر نکاح کرتے وقت یہ نہ معلوم تھا کہ وہ کفو نہیں ہے بعد نکاح کے معلوم ہوا تو اس عورت کے ولی اس نکاح کو فسخ کر سکتے ہیں بشرطیکہ یہ نکاح بغیر ان کی اجازت کے ہوا ہو اور اگر اس عورت کا نکاح انھیں اولیا نے کیا ہے تو پھر ان کو بھی فسخ کرانے کا اختیار نہیں، ہاں اگر نکاح کرتے وقت اس عورت نے یا اس کے اولیا نے مرد سے اس بات کی شرط کر لی ہو کہ ہم تیرے ساتھ اسی شرط پر نکاح کرتے ہیں کہ تو کفو ہے یا اس مرد نے ان لوگوں سے کہا ہو کہ میں تمہارا کفو ہوں اور انھوں نے اس کے کہنے پر اعتبار کر کے نکاح کر دیا ہو تو اب اگر بعد نکاح کے معلوم ہوگا کہ وہ مرد کفو نہیں تو اس عورت کو یا اس کے اولیا کو

(بقیہ حاشیہ از صفحہ ۷۲۶ کا) وکیل ہونے کی صورت ظاہر ہے ایک طرف سے وکیل وہ ہو اور دوسری طرف کا ولی ہو مثلاً اس کا بیٹا ہو یا بھتیجا ایک طرف سے اصیل ہونے کی صورت یہ ہے کہ خود اپنے ساتھ اپنے چچا کی بیٹی یا موکلہ کا نکاح کر لے ۱۲۔

عہ اس کلیہ کے خلاف ایک جزئیہ علامہ شامی نے بیان کیا ہے کہ اگر کوئی حجام کسی مجہول النسب عورت سے نکاح کرے اور بعد اس نکاح کے کوئی قریشی اس کا دعویٰ کرے کہ یہ لڑکی میری ہے اور اس کو ثابت کر دے تو اب قریشی کو اختیار ہے کہ اس عورت کا نکاح اس حجام سے فسخ کرا دے مگر دراصل یہ جزئیہ اس کے خلاف نہیں بلکہ یہ جداگانہ صورت ہے کہ نکاح کے وقت کفو ہونا معلوم ہی نہ تھا اب معلوم ہوا ہے اور ایسی حالت میں ولی کو اختیار فسخ نکاح کا ہے بشرطیکہ اس کی بے اجازت نکاح ہوا ہو ۱۲۔

Marfat.com

نکاح فسخ کر دینے کا اختیار ہے۔

(۴) کفو ہونے کے لئے صرف انھیں چھ چیزوں میں برابری شرط ہے جن کا ذکر ہم مقدمہ میں کر چکے ہیں ان کے علاوہ اور کسی بات میں برابری[ع] شرط نہیں نہ عقل میں برابر ہونا شرط ہے نہ عمر میں برابر ہونا شرط ہے نہ حسن و جمال میں نہ عیوب سے سالم ہونے میں۔

اگر کوئی شخص خود مالدار نہ ہو مگر اس کے ماں باپ مالدار ہوں اور اس کی خرچ کی کفالت کرتے ہوں تو وہ شخص مالدار سمجھا جائیگا اس کے کفو ہونے میں کسی طرح کا نقصان نہ ہوگا، مقدمہ میں ہم لکھ چکے ہیں کہ غیر عربی[عــہ] النسل عربی النسل کا کفو نہیں ہو سکتا اس سے ایک صورت مستثنیٰ ہے وہ یہ کہ اگر غیر عربی النسل علم دین کا عالم ہو تو وہ عربی النسل بلکہ خاص قریشی عورت کا جو علم سے بے بہرہ ہو کفو ہو جائے گا (رد المحتار جلد ۲ صفحہ ۳۵۰)

نکاح کی چار شرطوں کا بیان ہو چکا اب تین شرطیں اور باقی ہیں مگر پانچویں اور ساتویں شرط بالکل صاف ہے اس کی شرح کرنے کی حاجت نہیں، اب ہم چھٹی شرط کا ذکر کرتے ہیں۔

مہر کا بیان

ہم لکھ چکے ہیں کہ نکاح کے صحیح ہونے کے لئے شرط ہے کہ یہ نیت نہ ہو کہ مہر دیا ہی نہ جائے گا، اس شرط کو اور لوگوں نے ذکر نہیں کیا، بعض[عــہ] نے اس کے خلاف لکھا ہے۔

مہر کا ذکر کرنا نکاح کے صحیح ہونے کے لئے شرط نہیں ہے اگر مہر کا ذکر نہ کیا جائے تو نکاح صحیح ہو جاتے گا اور مہر مثل شوہر کے ذمہ واجب ہوگا۔

عــہ بعض لوگوں نے ان کے علاوہ اور باتیں بھی لکھی ہیں جن میں برابری ہونا چاہیئے مثلاً فتاویٰ حامدیہ میں ہے کہ مرد کا خاص استراحت پر قادر ہونا بھی کفاءت کی شرط ہے اگر باپ دادا کے علاوہ کوئی ولی عورت کا نکاح کسی عنین کے ساتھ باوجود علم کے کر دے تو یہ نکاح صحیح نہ ہوگا یا مثلاً فتاویٰ قاضی خاں میں لکھا ہے کہ متاخرین کا اس میں اختلاف ہے کہ عقل میں شرط ہے یا نہیں مگر یہ اقوال ضعیف ہیں ۱۲۔

عــہ بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ غیر عربی النسل قریشی عورت کا کفو نہیں ہو سکتا گو کتنا ہی بڑا عالم کیوں نہ ہو۔ علامہ شامیؒ اس قول کو رد کر کے لکھتے ہیں کہ کون کہے گا کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ یا امام حسن بصری جو عربی النسل نہیں ہیں ایک عربی النسل جاہل عورت کے کفو نہیں ہیں ۱۲۔

عــہ اکثر فقہا نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص مہر نہ دینے کی شرط کرے تو نکاح صحیح ہو جائے گا (باقی صفحہ ۷۲۹ پر)

مہر میں دو باتیں شرط ہیں (۱) یہ کہ وہ از قسم مال عـہ ہو پس اگر کوئی شخص کسی لونڈی سے نکاح کرے اور اس کا مہر اس کی آزادی کو قرار دے تو صحیح نہیں یعنی یہ آزادی مہر نہ ہو گی کیونکہ آزادی از قسم مال نہیں ہے اسی طرح اگر کوئی شخص سور یا شراب کو مہر قرار دے تب بھی صحیح نہیں کیونکہ یہ دونوں چیزیں شریعت میں مال نہیں سمجھی گئی ہیں۔

وہ منافع جن کے معاوضہ میں اجرت لینا جائز ہے از قسم مال سمجھے جائیں گے اور ان کا مہر قرار دینا صحیح ہو گا پس اگر کوئی شخص اپنی بی بی کا مہر اپنے گھوڑے کی سواری یا اپنے ملازم کی خدمت یا اپنے گھر کی سکونت کو قرار دے تو صحیح ہے کیونکہ ان چیزوں کے مقابلہ میں اجرت لینا جائز ہے لیکن اگر شوہر خود اپنی خدمت کو مہر قرار دے، مثلاً یہ کہے کہ میں سال بھر تک تیرا پانی بھر دیا کروں گا تو درست نہیں کیونکہ اس میں شوہر کی اہانت ہے، ہاں اگر کوئی ایسی خدمت ہو جو باعث ذلت نہ ہو جیسے بکریوں کا چرا دینا عـہ یا کاشت کر دینا تو درست ہے اسی طرح اگر شوہر اپنی زوجہ کے مالک یا ولی کی خدمت کر دینے کو مہر قرار دے تب بھی درست ہے بشرطیکہ زوجہ سـہ راضی ہو جائے اور وہ عورت اگر چاہے تو اپنے ولی سے اس خدمت کی قیمت لے سکتی ہے ہاں لونڈی اپنے مالک سے نہیں لے سکتی کیونکہ لونڈی کے

(باقی از صفحہ ۷۲۸) اور شوہر کے ذمہ مہر مثل واجب ہو جائے گا مگر اس کی دلیل کوئی نہیں بیان کرتے اور جو بیان کرتے ہیں اس سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی مثلاً یہ آیت پیش کرتے ہیں لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمَسُّوهُنَّ أَوْ تَفْرِضُوا لَهُنَّ فَرِيضَةً - یعنی تم پر کچھ گناہ نہیں اگر تم اپنی بیبیوں کو طلاق دو قبل اس کے کہ ان سے خاص استراحت کرو یا ان کا مہر مقرر کرو اس آیت سے صرف اسی قدر ثابت ہوتا ہے کہ بغیر مہر مقرر کئے ہوئے بھی نکاح صحیح ہو جاتا ہے اور یہ ہم بھی کہتے ہیں کہ مہر کا ذکر کرنا شرط نہیں ہے اور یہ ثابت نہیں ہوتا کہ مہر کے دینے کی نیت ہو تب بھی نکاح صحیح ہو جائے گا اور یہ بات دوسری آیت سے ثابت ہے کہ مہر کا ہونا نکاح کے لئے نہایت ضروری ہے پس جب اس کے نہ دینے کی نیت ہو گی تو نکاح کیسے صحیح ہو گا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے أَنْ تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُمْ مُحْصِنِينَ ۖ بشرطیکہ تم اپنے مال کے بدلہ میں نکاح کرنا چاہو ۱۲۔

عـہ شافعیہ اسکے خلاف ہیں انکے نزدیک از قسم مال ہونا ضروری نہیں البتہ ہماری دلیل یہی آیت ہے أَنْ تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُمْ اللہ تعالیٰ نے مال کی تخصیص کردی ہے ۱۲ عـہ بکریوں کا چرانا ذلیل کام نہیں ورنہ حضورؐ اور حضرت موسیٰ علیہم السلام ہرگز نہ چراتے ۱۲

سـہ جیسے حضرت شعیب علیہ السلام نے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اپنی بیٹی کا نکاح کرنا چاہا تو یہی مہر مقرر کیا تھا کہ تم میری بکریاں آٹھ برس تک چرا دو اس قصہ کا حق تعالیٰ نے قرآن مجید میں ذکر (باقی حاشیہ از صفحہ ۷۳۰)

Marfat.com

مال کا مالک اس کا آقا ہے بخلاف آزاد عورت کے کہ اس کے مال کا مالک اس کا ولی نہیں ہے۔

اگر کوئی شخص تعلیم قرآن کو مہر قرار دے تو جائز نہیں کیونکہ تعلیم قرآن ان منافع میں نہیں ہے جس کے مقابلہ میں اجرت لینا جائز ہے۔

دوسری شرط یہ ہے کہ مہر کم سے کم دس درہم چاندی کی قیمت کا ہو خواہ چاندی سونے کی قسم سے ہو یا اور کوئی چیز ہو جس کی قیمت دس درہم کے برابر ہو پس اگر کوئی شخص دس درہم سے کم مہر باندھے تو صحیح نہیں دس درہم اس کے ذمہ واجب ہو جائیں گے، اگر کسی شخص نے مہر میں کوئی چیز ایسی مقرر

بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۲۹ کا) فرمایا ہے اور پھر اس کے بعد کوئی ذکر اس امر کا نہیں ہے کہ یہ حکم اب منسوخ ہے، لہذا اس پر عمل باقی ہے بعض لوگوں نے اس قصہ سے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ اگر خود بی بی کی خدمت کو مہر قرار دیدے تب بھی درست ہے حالانکہ یہ بات اس قصہ سے ثابت نہیں ہوتی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو خدمت کی تو اپنی بی بی کے باپ کی کی نہ کہ اپنی بی بی کی ۱۲۔

ھ شافعیہ کہتے ہیں کہ تعلیم قرآن کو مہر قرار دینا درست ہے اسلئے کہ صحیح بخاری میں مروی ہے کہ حضرت نے ایک شخص کا نکاح کیا اور فرمایا کہ تیرے پاس کچھ ہے اس نے عرض کیا کہ کچھ نہیں آپ نے فرمایا کہ کوئی لوہے کی انگوٹھی ہی تلاش کر لا اس نے تلاش کی مگر وہ بھی نہ نکلی تو آپ نے فرمایا کہ جس قدر قرآن تیرے پاس ہے یعنی تجھے یاد ہے اس کے عوض میں میں نے تیرے ساتھ اس عورت کا نکاح کر دیا، حنفیہ کہتے ہیں کہ اس حدیث میں بما معک من القرآن ترجمہ :۔ جس قدر قرآن تیرے پاس ہے اس کے عوض میں صحیح نہیں ہے بلکہ صحیح ترجمہ یہ ہے کہ جس قدر قرآن تیرے پاس ہے اسکی وجہ سے تیرے ساتھ نکاح کر دیا یعنی چونکہ یہ بزرگی تجھ کو حاصل ہے اگرچہ اس وقت مال دنیاوی تیرے پاس نہیں ہے اس سبب سے میں نے تیرے ساتھ نکاح کر دیا اور مہر کا ذکر تو آپ نے اس وجہ سے نہیں کیا جب اس کے پاس ہوگا دس درہم دیدیگا یا آپ نے ذکر فرمایا مگر راوی نے نقل نہیں کیا بعض متاخرین حنفیہ نے بھی اس بنا پر کہ تعلیم قرآن کی اجرت لینا ان کے نزدیک بضرورت جائز ہے تعلیم قرآن کو عند الضرورت مہر قرار دینا بھی جائز کر دیا ہے مگر یہ صحیح نہیں کہ تعلیم قرآن پر اجرت لینا جائز ہو اسکو مہر قرار دینا جائز، چنانچہ ہم آئندہ اس کی تحقیق کریں گے ۱۲۔

سے شافعیہ کے نزدیک دس درہم سے کم مہر بھی درست ہے کیونکہ بعض احادیث میں اس سے کم مہر دینا ہوا ہے حنفیہ کہتے ہیں وہ سب حدیثیں ضعیف ہیں سوا اس حدیث کے جس میں لوہے کی انگوٹھی کا ذکر ہے جو ابھی صحیح بخاری سے منقول ہو چکی ہے سو اس میں بھی یہ احتمال ہے کہ شاید آپ نے اس انگوٹھی کی تلاش مہر کا بعض حصہ ادا کرنے کے لئے کرائی ہو نہ یہ کہ وہی انگوٹھی پورا مہر تھی کیونکہ اس زمانہ میں دستور تھا کہ کچھ حصہ مہر کا قبل خاص استراحت کے ادا کر دیا (باقی حاشیہ صفحہ ۷۳۱ پر)

کردی جس کی قیمت اس وقت دس درہم کی تھی مگر اس کے بعد وہ چیز ارزاں ہوگئی یہاں تک کہ جب اس نے اپنی بی بی کو وہ چیز دی اس وقت اس کی قیمت آٹھ درہم کی تھی تو کچھ حرج نہیں اس کے ذمہ اسی چیز کا دیدینا واجب ہے **مثال** کسی شخص نے دو گز کپڑے پر مہر باندھا جس وقت نکاح ہوا اس وقت تو اس کپڑے کی قیمت فی گز پانچ درہم[عـ] تھی مگر بعد نکاح کے وہ کپڑا ارزاں ہوگیا یعنی جس وقت اس نے اپنی بی بی کو وہ کپڑا دیا تو اس کی قیمت فی گز چار درہم تھی تو اس صورت میں شوہر کو اس کپڑے سے زیادہ دینے کی ضرورت نہیں۔ **زیادہ مہر** کی کوئی حد شریعت نے مقرر نہیں فرمائی جس قدر دینے کی جس شخص میں استطاعت ہو اس قدر مہر باندھ سکتا ہے مگر مناسب یہ ہے کہ منظر اتباع سنت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج طاہرات و بنات طیبات کے مہروں میں سے کسی مہر کو اختیار کرے جو ذیل میں ہم نہایت محقق روایات سے درج کرتے ہیں..... علماء سیر نے لکھا ہے کہ حضرت سرور انبیا صلی اللہ علیہ وسلم کی گیارہ بیبیاں ایسی تھیں جن کو آپ کی خاص استراحت کا شرف حاصل ہوا تھا ان میں سے ام المومنین خدیجہ اور ام المومنین زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہما آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ہی میں وفات پا چکی تھیں، باقی نو بیبیاں آپ کے بعد تک زندہ رہیں ہم نے یہاں ان ہی گیارہ بیبیوں کا ذکر کیا ہے، سوا ان کے بیس یا کچھ زیادہ بیبیاں اور ہیں کہ بعض سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کیا مگر خاص استراحت کی نوبت نہیں آئی کہ ان سے مفارقت فرمائی اور بعض سے صرف خواستگاری نکاح کی فرمائی مگر نوبت نکاح کی نہیں آئی اور بعض سے نکاح ہو چکا تھا مگر جب یہ آیت نازل ہوئی یا اَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ اِنْ کُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا وَزِیْنَتَھَا فَتَعَالَیْنَ اُمَتِّعْکُنَّ وَاُسَرِّحْکُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا[عـہ] تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس آیت کا مضمون سنادیا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۲۵) کام کرتے تھے پس اس حدیث سے استدلال شافعیہ کا صحیح نہیں اور حنفیہ کا استدلال اس حدیث سے ہے لامھر اقل من عشرۃ دراھم یعنی مہر دس درہم سے کم (درست) نہیں اس حدیث کو بیہقی نے باسناد ضعیف اور ابن ابی حاتم نے بقول حافظ ابن حجر بسند حسن روایت کیا ہے ۱۲

عـ دس درہم موافق وزن رائج کے ایک تولہ ۹ ماشہ، رتی کے ہوتے ہیں کیونکہ ایک درہم دو ماشہ ڈیڑھ رتی کا ہوتا ہے جیسا کہ ہم چوتھی جلد میں بہت تحقیق سے لکھ چکے ہیں ۱۲۔

عـہ ترجمہ:- اے نبی اپنی بی بیوں سے کہدو کہ اگر تم دنیاوی زندگی اور اس کے ساز و سامان کو چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں کچھ مال دیدوں اور تمہیں اچھی طرح سے رخصت کردوں ۱۲۔

Marfat.com

بعد انھوں نے علیحدگی اختیار کرلی...... شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے شرح سفر السعادۃ میں ایک بارہویں بی بی کا بھی پتہ دیا ہے ان کا نام ریحانہ بنت زید تھا یہ یہودی تھیں قید ہو کر آئی تھیں حضرت نے ان کو آزاد کرکے سنہ ۶ھ میں ان سے نکاح کرلیا حجۃ الوداع سے لوٹتے وقت ان بی بی نے وفات پائی (شرح سفر السعادۃ صفحہ ۵۵۰) مگر اکثر علماء اس کے مخالف ہیں کہتے ہیں کہ حضرت ریحانہ رضی اللہ عنہا ازواج میں سے نہ تھیں بلکہ لونڈیوں میں تھیں، واللہ اعلم...... صاحبزادیاں آپ کی چار تھیں ان میں سے تین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہی وفات پاگئی تھیں صرف حضرت فاطمہ زہرا آپ کے بعد باقی رہ گئیں تھیں۔ اب ہم دو نقشے بناتے ہیں ایک میں ازواج پاک کے مہر لکھے گئے ہیں اور دوسرے میں بنات طاہرات کے ایک خانہ میں مہر کی مقدار اس وزن سے لکھدی گئی ہے جو حضرت کے زمانہ میں رائج تھا دوسرے خانہ میں اس زمانہ کے امر مروج وزن کے حساب سے تیسرے خانہ میں اس کی قیمت اس زمانہ کے حساب سے چوتھے خانہ میں مختصر حالات۔

مہر کی مقدار واجب کا بیان

چونکہ مہر کی مقدار مختلف طور پر واجب ہوا کرتی ہے یعنی کبھی تو دس درہم کبھی مہر مسمّی کبھی مہر مثل کبھی دس درہم کا یا مہر مسمّی کا نصف لہذا مناسب ہے کہ ہر مقدار کی صورتیں علیحدہ علیحدہ ذکر کردیں دس درہم واجب ہونے کی صورتیں علیحدہ ایک جگہ جمع کردیں اور مہر مثل وغیرہ کی صورتیں علیحدہ علیحدہ تاکہ ناظرین کو مسائل کے معلوم کرنے میں آسانی ہو۔

دس درہم کے واجب ہونے کی صرف دو صورتیں ہیں۔ (۱) مہر دس درہم مقرر کیا جائے خواہ صاف طور پر دس درہم کی تصریح کردی جائے یا اشارۃً مثلاً کوئی مرد کسی عورت سے کہے کہ میں نے تیرے ساتھ نکاح کیا اور تیرا مہر وہ ہے جس سے کم شریعت نے جائز نہیں رکھا (۲) مہر دس درہم سے کم مقرر کیا جائے گو عورت راضی ہوجائے تب بھی دس ہی درہم دینا پڑیں گے۔

مہر مسمّی کے واجب ہونے کی یہ صورت ہے کہ نکاح کے وقت کوئی خاص مقدار معین کردی گئی ہو خواہ صراحۃً معین کردی گئی ہو مثلاً یوں کہے کہ پانچسو روپیہ مہر پر تیرے ساتھ نکاح کیا یا کوئی بات ایسی کہدے

ع اگر کوئی شخص کہے کہ میں تیرے ساتھ شرعی مہر پر نکاح کرتا ہوں اور عام طور پر شرعی مہر دس درہم کو کہتے ہیں تو اس صورت میں بھی مہر دس درہم ہوگا ۱۲۔

Marfat.com

نقشہ مہر امہات المومنین رضؓ یعنی ازواج سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

ام المومنین کا نام	مقدار مہر بوزن قدیم شرعی	وزن رائج	قیمت بحساب روپیہ انگریزی عہ	مختصر کیفیت
حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا	۱۲- اوقیہ طلا	۹۱ تولہ ایک ماشہ ۶ رتی طلا	[illegible] ۱۳؍۸ پائی	ان کے والد کا نام خویلد ہے، ماں کا نام فاطمہ، پہلے ابو ہالہ کے نکاح میں تھیں پھر عتیق بن عائذ کے نکاح میں آئیں بعد ان کے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں اسوقت عمرؔان کی چالیس سال کی تھی اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر ۲۵ سال کی، سب اولادیں آپ کی انھیں سے تھیں سوا حضرت ابراہیم کے کہ وہ ماریہ قبطیہ سے تھے واقعہ فیل سے ۲۵ سال بعد ان کے ساتھ نکاح ہوا اور ہجرت سے تین برس پہلے وفات پائی مقبرہ حجون مکہ معظمہ میں مدفون ہیں۔
حضرت سودہ رضی اللہ عنہا	۴۰۰ درہم نقرہ	۱۰۲ تولہ ۱۱ ماشہ نقرہ	لصہ ۸؍	ان کے والد کا نام زمعہ، ماں کا نام شموس، پہلے انکا نکاح سکران کے ساتھ ہوا یہ دونوں اول بعثت میں مسلمان ہوئے اور حبش کیطرف ہجرت کی، سکران کی وفات کے بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں حضرت معاویہ یا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں وفات پائی گہوارہ کی ایجاد سب سے پہلے انھیں کے جنازہ کیلئے ہوئی تھی مدینہ منورہ میں مدفون ہیں۔
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا	۴۰۰ درہم نقرہ	۱۰۲ تولہ ۱۱ ماشہ نقرہ	لصہ ۸؍	ان کے والد کا نام ابوبکر صدیق خلیفہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہے مکہ معظمہ میں بعمر شش سالگی حضرت کے عقد نکاح میں آئیں حضرت کی وفات کے وقت انکی عمر ۱۸ سال کی تھی حضرت کو تمام ازواج سے زیادہ ان کے ساتھ محبت تھی حضرت معاویہ کے زمانہ میں وفات پائی، مدینہ منورہ جنت البقیع میں مدفون ہیں۔

عہ حضرت مؤلف علام مدظلہ العالی نے انگریزی روپے سے جو حساب لگایا ہے وہ اس زمانہ کا ہے جب سونا للعہ ۸؍ تولہ اور چاندی ایک روپیہ کی ۱۱ ماشہ ملتی تھی ۱۲ (ناشر)

بقیہ نقشہ مہر امہات المومنینؓ

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا	۴۰۰ درہم نقرہ	۲ ۷ تولہ ۱۱ ماشہ نقرہ	لعہ ۸ر	ان کے والد کا نام حضرت عمر فاروق خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور ماں کا نام زینب بنت مظعون ہے پہلے خنیس بن حذافہ کے ساتھ نکاح ہوا جب واقعہ بدر یا احد کے بعد ان کی وفات ہوگئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں شعبان ۳ھ میں ان کے ساتھ نکاح ہوا جمادی الاولیٰ ۴۱ھ میں بعہد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ وفات پائی
حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا	۱۰ درہم نقرہ	ایک تولہ ۹ ماشہ ۷ رتی نقرہ	عمعہ ۴ر ۲ پائی	نام انکا ہند، والد کا نام امیہ، ماں کا نام عاتکہ، پہلے ابو سلمیٰ کے نکاح میں تھیں ابو سلمیٰ جنگ احد میں زخمی ہوگئے تھے وہی زخم تازہ ہوا اور ۴ھ میں وفات پائی اس کے بعد حضرت کے نکاح میں آئیں شوال ۴ھ میں انکے ساتھ نکاح ہوا رمضان ۵۹ھ میں یزید بن معاویہ کے زمانہ میں حضرت سیدنا حسینؓ کی شہادت کے بعد وفات پائی جنۃ البقیع میں مدفون ہیں۔
حضرت زینب رضی اللہ عنہا	۴۰۰ درہم نقرہ	۲ ۷ تولہ ۱۱ ماشہ نقرہ	لعہ ۸ر	نام انکا زینب، والد کا نام خزیمہ، بڑی سخیہ تھیں، زمانہ جاہلیت سے ام المساکین کے لقب سے مشہور تھیں پہلے عبداللہ بن جحش کے نکاح میں تھیں جب وہ جنگ احد میں شہید ہوئے تو حضرت کے نکاح میں آئیں رمضان ۳ھ میں انکے ساتھ نکاح ہوا اور نکاح کے چھ مہینے بعد ربیع الاول ۴ھ میں وفات پائی، جنۃ البقیع میں مدفون ہیں۔
حضرت زینب رضی اللہ عنہا	۴۰۰ درہم نقرہ	۲ ۷ تولہ ۱۱ ماشہ نقرہ	لعہ ۸ر	نام ان کا پہلے برہ تھا حضرت نے زینب رکھا، والد کا نام جحش، ماں کا نام امیمہ پہلے زید بن حارثہ کے نکاح میں تھیں جب انہوں نے طلاق دیدی تو ذیقعدہ ۵ھ میں حضرت نے ان کے ساتھ نکاح کیا انکا نکاح اللہ تعالیٰ نے عرش پر حضرت کے ساتھ کردیا تھا دنیا میں نکاح کی ضرورت نہیں ہوئی ۲۰ھ میں بعہد حضرت فاروق اعظمؓ وفات پائی، جنۃ البقیع میں مدفون ہیں۔

Marfat.com

بقیہ نقشہ مہر امہات المومنین رض

حضرت امّ حبیبہ رضی اللہ عنہا	۴۰۰ دینار طلا	۱۰۴ تولہ ایک ماشہ طلا	ال ماعہ صہ ۱۲ ارہ پائی	ان کے والد کا نام سفیان، ماں کا نام صفیہ، پہلے عبداللہ بن جحش کے نکاح میں تھیں جب وہ مرتد ہوگیا اور یہ ان دونوں ہجرت کر کے حبش گئی ہوئی تھیں تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی بادشاہ حبش کو لکھ بھیجا کہ ام حبیبہ کا نکاح میرے ساتھ کر دو انھوں نے تعمیل ارشاد کی سنہ ۶ھ میں انکے ساتھ نکاح ہوا اور سنہ ۴۴ھ میں وفات پائی۔ مدینہ منورہ میں مدفون ہیں۔
حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا	۴۰۰ درہم نقرہ	۴۲ تولہ ۱۱ ماشہ نقرہ	لصہ ۸ر	ان کے والد کا نام حارث، ماں کا نام ہند، ان کا نام بھی برہ تھا، حضرت نے میمونہ رکھا، پہلے مسعود بن عمرو کے نکاح میں تھیں پھر ابورہم کے نکاح میں آئیں ان کے بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ذیقعدہ سنہ ۷ھ میں بمقام سرف جو مکہ معظمہ سے آٹھ میل ہے ان کا نکاح ہوا اور اسی مقام میں سنہ ۵۱ھ میں وفات پائی وہیں مدفون ہیں۔
حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا	۴۰۰ درہم نقرہ	۴۲ تولہ ۱۱ ماشہ نقرہ	لصہ ۸ر	ان کا نام بھی برہ تھا حضرت نے جویریہ رکھا، ان کے والد کا نام حارث تھا، غزوہ مریسیع میں قید ہو کر آئیں اور ثابت بن قیس کے حصہ میں پڑیں حضرت نے ان کے بدلہ میں روپیہ دیکر شعبان سنہ ۵ھ میں ان کے ساتھ نکاح کیا حضرت معاویہ کے زمانہ میں ربیع الاول سنہ ۵۰ھ میں وفات پائی، جنۃ البقیع میں مدفون ہیں۔
حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا			-	ان کے والد کا نام حیی بن اخطب تھا حضرت ہارون پیغمبر کی اولاد میں ہیں پہلے یہودی تھیں سلام بن مشکم کے نکاح میں تھیں پھر کنانہ بن ربیع کے ساتھ نکاح ہوا جب وہ جنگ خیبر میں قتل ہوا اور یہ قید ہو کر آئیں تو رمضان سنہ ۷ھ میں حضرت نے انکے ساتھ نکاح کیا اور انکی آزادی کو ان کا مہر مقرر کیا، یہ خاصہ حضرت کا ہے دوسرے کیلئے جائز نہیں رمضان سنہ ۵۰ھ میں وفات پائی۔

Marfat.com

نقشہ مہر بنات طیبات سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم

بنت شریفہ کا نام	تعداد مہر بوزن قدیم شرعی	وزن رائج	قیمت بحساب روپیہ انگریزی	مختصر کیفیت
حضرت زینب رضی اللہ عنہا	نامعلوم	نامعلوم	نامعلوم	ماں ان کی ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں سنہ عام فیل میں پیدا ہوئیں انکا نکاح حضرت نے انکی خالہ کے بیٹے ابو العاص بن ربیع سے کردیا تھا حضرت زینب تو مسلمان ہوگئی تھیں مگر انکے شوہر مشرک تھے اسوقت تک مشرکوں کے ساتھ نکاح جائز تھا حضرت زینب ہجرت کرکے مدینہ آگئیں پھر ابو العاص بھی مسلمان ہوگئے حضرت زینب کو آپنے پھر انکے حوالے کردیا ایک بیٹا علی نام اور ایک بیٹی امامہ ان سے پیدا ہوئیں علی نے سن بلوغ کو پہنچکر وفات پائی امامہ سے حضرت علی مرتضیٰ نے بعد حضرت فاطمہ کے نکاح کیا حضرت زینب کی وفات ۸ھ میں ہوئی۔
حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا	نامعلوم	نامعلوم	نامعلوم	ماں ان کی ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں ۳۳ عام فیل میں پیدا ہوئیں پہلے انکا نکاح عتبہ بن ابی لہب کے ساتھ ہوا اگرچہ اس نے ابولہب کے ورغلانے سے انکو طلاق دیدی تو ان کا نکاح حضرت نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ کردیا نکاح کے چندروز بعد رمضان ۲ھ میں وفات پائی۔ ابولہب کے ورغلانے کی وجہ یہ تھی کہ سورہ تبت یدا نازل ہوئی جس میں اسکی مذمت تھی اس کو سنکر وہ جل گیا۔
حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا	نامعلوم	نامعلوم	نامعلوم	ماں انکی ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں ان کا نکاح عتیبہ بن ابی لہب کے ساتھ ہوا اس نے بھی حسب قصہ مذکورہ بالا اپنے باپ کے کہنے سے ان کو طلاق دیدی تب ربیع الاول ۳ھ میں حضرت رقیہ کے انتقال کے بعد ان کو بھی حضرت نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں دیدیا انھوں نے ۹ھ میں وفات پائی۔
حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا	۴۸۰ مثقال نقرہ	۱۴۰ تولہ ۲ ماشہ نقرہ	محیہ ۶/۸ پائی	ماں ان کی ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں ان کا نکاح حضرت نے صفر ۲ھ میں حضرت علی مرتضیٰ کیساتھ کیا انکے چھ فرزند پیدا ہوئے حسن، حسین، محسن، زینب، ام کلثوم، رقیہ، حضرت محسن اور رقیہ نے سن طفولیت میں وفات پائی، زینب کا عبداللہ بن جعفر کے ساتھ اور ام کلثوم کا حضرت عمر کے ساتھ نکاح ہوا حضرت فاطمہ نے ۳ رمضان ۱۱ھ میں وفات پائی جنۃ البقیع میں مدفون ہیں۔

کہ اس سے کسی مقدار کا تعین ہو سکے مثلاً یوں کہے کہ فلاں شخص کے غلام کو میں نے مہر مقرر کیا تو اس صورت میں اس غلام کی قیمت دینا پڑے گی اگر کسی شخص نے مہر میں ایسے منافع کا ذکر کیا جن پر اجرت لینا جائز ہے تو وہ مہر مسمیٰ میں شامل ہیں، مثلاً کوئی شخص کسی عورت سے کہے کہ میں نے تیرے ساتھ نکاح کیا اور مہر تیرا یہ ہے کہ میرا غلام تیری خدمت کیا کرے گا تو اس صورت میں اس شخص پر صرف اپنے غلام سے خدمت کرانا ضروری ہوگا۔

مہر مثل کے واجب ہونے کی سات صورتیں ہیں (۱) نکاح کے وقت مہر کا بالکل ذکر نہ آیا ہو (۲) مہر کا ذکر آیا ہو مگر اس کی مقدار نہ معین کی گئی ہو مثال کوئی شخص کسی عورت سے کہے کہ میں نے تیرے ساتھ مہر جائز فی الشرع[عـه] کی عوض میں نکاح کیا یا یوں کہے کہ میں نے تیرے ساتھ نکاح کیا اور مہر جس قدر تو کہے منظور کیا یا جو میرے دل میں آئے گا دیدوں گا یا جو کوئی اور آدمی تجویز کرے گا دیدوں گا، یا یوں کہے کہ جس قدر روپیہ مجھے اس سال یا اس مہینہ میں ملے وہ تیرا مہر ہے (۳) مہر کی مقدار بھی معین کردی گئی ہو مگر اس کی قسم نہ بیان کی گئی ہو، مثال کوئی شخص کسی عورت سے کہے کہ میں نے تیرے ساتھ دس گز کپڑے یا ایک قطعہ مکان یا ایک جانور کے عوض میں نکاح کیا مگر یہ نہ بیان کیا کہ وہ کپڑا کس قسم کا ہے سوتی یا ادنی یا ریشمی یا ولائتی یا دیسی اور وہ جانور کس قسم سے ہے گھوڑا ہے یا گائے یا بکری یا کیا اور مکان کس شہر کس محلہ میں ہے اس میں کتنی گنجائش ہے (۴) کسی ایسی چیز کو مہر قرار دے جو نہ شرعاً مال سمجھا جاتا ہو مثلاً سور یا شراب پر مہر باندھے (۵) کسی ایسی چیز کو مہر قرار دے جو نہ شرعاً مال ہو نہ عرفاً نہ اس منافع میں سے ہو جن کی عوض میں مال لینا جائز ہے، مثال کوئی شخص عورت سے کہے کہ میں نے تیرے ساتھ نکاح کیا اور مہر تیرا یہ ہے کہ جو قرض میرا تجھ پر آتا ہے میں ایک سال تک نہ لوں گا یا یوں کہے کہ تیرا مہر یہ ہے کہ میں تجھے قرآن مجید پڑھا دوں گا یا یہ کہے کہ میں سال بھر تک تیری خدمت کروں گا یا مثلاً نکاح اس طور پر ہوا ہو کہ ایک شخص اپنی بہن کا نکاح دوسرے شخص سے کردے اور وہ دوسرا شخص اس کے معاوضہ میں اپنی بہن کا نکاح اس شخص سے کردے اور یہی معاوضہ مہر قرار دیا جائے (۶) مہر کی مقدار مقرر کرکے کوئی ایسی بات کا ذکر کردے جس سے مہر کی نفی ہو جائے، مثال کسی عورت سے کہے کہ ایکہزار روپیہ مہر پر میں

عـه یا اس وقت ہے جبکہ عام طور پر لوگ جائز فی الشرع مہر مثل کو کہتے ہوں یا یہ کہ اس لفظ کا عام رواج نہ ہو جو کچھ معنی عرف عام میں رائج ہوں گے۔ وہی معنی مراد لئے جائیں گے ۱۲

نے تیرے ساتھ نکاح کیا مگر شرط یہ ہے کہ تو ایکہزار روپیہ مجھے دے یا کوئی عورت کسی مرد سے کہے کہ میں نے تیرے ساتھ پچاس اشرفی مہر پر نکاح کیا اور میری پچاس اشرفیاں جو تجھ پر قرض ہیں میں نے معاف کر دیں (بحر الرائق جلد ۳ صفحہ ۱۵۶ - ۱۵۷) مہر مثل کا ذکر نکاح میں کیا گیا ہو مثلاً مرد نے عورت سے یہ کہا ہو کہ میں نے تیرے ساتھ مہر مثل کے عوض میں نکاح کیا خواہ اس مرد کو اس عورت کا مہر مثل معلوم ہو یا نہیں۔

مہر کی یہ مقداریں جو اوپر مذکور ہوئیں یعنی دس درہم اور مہر مسمّی اور مہر مثل یہ پوری پوری مقدار اس وقت دینا ہوتی ہے کہ جب زوجین میں باہم خاص استراحت یا خلوت صحیحہ کی نوبت آجائے یا دونوں میں سے کوئی مرجائے یا کسی ایسی عورت سے نکاح کرے جو پہلے اس کے نکاح میں تھی اور اس سے خاص استراحت ہوچکی تھی اور بعد اس کے اس نے اس کو طلاق بائن دیدی تھی مگر ابھی عدت نہیں گزرنے پائی ایسی عورت سے نکاح کرنے میں دوسرے نکاح کا پورا مہر دینا ہوگا گو اس نکاح کے بعد خاص استراحت یا خلوت صحیحہ کی نوبت نہ آئی ہو اور اگر مذکورہ بالا امور میں سے کوئی بات نہ ہوئی ہو تو ان مقداروں کا نصف دینا پڑے گا جیسا کہ ہم نصف مہر کی صورتوں میں ذکر کرتے ہیں۔

نصف مہر واجب ہونے کی یہ صورت ہے کہ نکاح کے وقت مہر معین ہوچکا ہو خواہ وہ دس درہم ہوں یا اس سے کم و بیش یا مہر مثل ہو اور قبل اس کے کہ اس عورت سے خلوت صحیحہ یا خاص استراحت کی نوبت آئے اس کا شوہر اس کو طلاق دیدے اس صورت میں شوہر کو نصف مہر دینا ہوگا۔

مثال۔ کسی مرد نے کسی عورت سے دس درہم چاندی یا اس قیمت کی کسی اور چیز کو مہر قرار دیکر نکاح کیا اور بعد نکاح کے قبل خلوتِ صحیحہ اور خاص استراحت کے اس عورت کو طلاق دیدی تو اب اس شخص کو پانچ درہم چاندی یا دس درہم کی قیمت والی چیز کا نصف دینا ہوگا اور اگر دس درہم سے کم مہر باندھا تھا تب بھی پانچ درہم دینا ہوں گے اور اگر مہر مثل پر نکاح کیا ہے تو جس قدر اس عورت کا مہر مثل ہوگا اس کا نصف دینا ہوگا۔

اور اگر مہر زوجہ کے حوالہ کر چکا ہے تو اب اس سے نصف مہر واپس لینے کا حق رکھتا ہے لیکن نہ جبراً بلکہ اس کی رضا مندی سے یا بذریعہ عہ حکم قاضی کے جب تک وہ عورت خود راضی ہو کر شوہر کو نصف مہر واپس نہ کر دے یا قاضی کی عدالت سے واپسی کا حکم نافذ نہ ہو جائے اس وقت تک

عہ یعنی قاضی کے یہاں درخواست دیجائے اور قاضی اپنے حکم سے نصف مہر واپس کرا دے ۱۲۔

Marfat.com

اس کل مہر کی مالک عورت سمجھی جائے گی اور اس کے تصرفات[عہ] اس میں صحیح رہیں گے۔
اگر مہر میں بعد عقد نکاح کے کچھ زیادتی پیدا ہو جائے تو دیکھنا چاہیئے کہ وہ زیادتی اصل کے ساتھ متصل ہے یا اس سے علیحدہ ہے متصل ہو تو پھر دیکھنا چاہیئے کہ زیادتی اصل[عہ] سے پیدا ہوئی ہے یا خارج سے پیدا ہوئی ہے اسی طرح جو زیادتی علیحدہ ہوگی اس کی بھی دو حالتیں ہوں گی یا تو اصل سے پیدا ہوئی ہوگی یا خارج سے یہ چار صورتیں ہوئیں، یہ چاروں صورتیں اگر قبل اس کے پیدا ہوئی ہوں کہ زوجہ کا قبضہ مہر پر کرایا جائے تو جن صورتوں میں زیادتی اصل سے پیدا ہوئی ہے ان میں اصل مہر کے ساتھ زیادتی کی بھی تنصیف کر کے اس کا نصف ہی زوجہ کو ملے گا، اور باقی دو صورتوں میں زیادتی کی تنصیف نہ ہوگی اور اگر یہ چاروں صورتیں قبضہ کے بعد پیدا ہوئی ہوں تو کسی صورت میں زیادتی کی تنصیف نہ کی جائے گی یعنی صرف مہر کا نصف شوہر کو ملے گا، زیادتی سے اس کو کچھ نہ ملے گا یہ سب صورتیں اس وقت جاری ہوں گی کہ جب زیادتی قبل طلاق کے پیدا ہوئی ہو اور اگر یہ زیادتی بعد طلاق کے پیدا ہوئی ہو تو اس میں دیکھنا چاہیئے کہ وہ زیادتی قبل قبضۂ زوجہ کے پیدا ہوئی ہے یا بعد قبضہ کے اگر قبل قبضہ کے پیدا ہوئی ہو تو اس زیادتی کی تنصیف کی جائے گی، اور اگر بعد قبضہ کے پیدا ہوئی ہے تو دیکھنا چاہیئے کہ قبل فیصلۂ قاضی کے پیدا ہوئی ہے، یا بعد فیصلے کے اگر بعد فیصلہ کے پیدا ہوئی ہے تب بھی اس زیادتی کی تنصیف کی جائے گی، اور اگر یہ زیادتی قبل فیصلہ کے پیدا ہوئی ہو تو اس

عہ یعنی جو چیز مہر میں اس کو دی گئی ہے اگر وہ بیچ ڈالے تو بیع صحیح ہو جائے گی اسی طرح اگر کسی کو ہبہ کر دے تو بھی درست ہو جائے گا ۱۲۔

عہ زیادتی متصل ہو اور اصل سے پیدا ہوئی ہو اس کی مثال یہ ہے کہ مثلاً کوئی جانور مہر میں دیا گیا ہو اور وہ جانور فربہ ہو جائے تو یہ فربہی کی زیادتی اس جانور کے ساتھ متصل ہے اور اسی سے پیدا ہوئی ہے جیسے کچھ درخت مہر میں دیئے گئے ہوں ان درختوں میں پھل آجائیں یا وہ درخت پہلے چھوٹے تھے اب بڑے ہو جائیں اور جو زیادتی متصل تو ہو مگر اصل سے پیدا نہ ہوئی ہو اس کی مثال یہ ہے کہ مثلاً کوئی کپڑا مہر میں مقرر کیا گیا ہو اس میں کسی قسم کا رنگ دیدیا جائے یا مثلاً کوئی مکان مہر میں مقرر ہوا تھا اب اس میں کچھ عمارت بڑھا دی جائے ان صورتوں میں زیادتی اصل کے ساتھ متصل تو ہے مگر اصل سے پیدا نہیں ہوئی ہے اور جو زیادتی علیحدہ ہو مگر اصل سے پیدا ہوئی ہو اس کی مثال یہ ہے کہ مثلاً کوئی جانور مہر میں مقرر کیا تھا اب اسکے بچہ پیدا ہو جائے اور زیادتی علیحدہ ہو اور اصل سے پیدا نہ ہوئی ہو اسکی مثال یہ ہے کہ کوئی زمین مہر میں دی تھی اس میں غلہ پیدا ہوا اور وہ غلہ کاٹ لیا جائے، یا کوئی مکان مہر میں مقرر کیا تھا۔ اسکے کرایہ میں کچھ روپے وغیرہ ملے ۱۲۔

Marfat.com

صورت میں اس زیادتی کا وہی حکم ہے جو بیع فاسد المبیع کی زیادتی کا بعد قبضہ مشتری کے ہے۔
(شامی جلد ۲ صفحہ ۳۶۰)

اگر مہر میں بعد عقد کے کچھ نقصان پیدا ہو جائے تو دیکھنا چاہیئے کہ وہ نقصان کسی[1] آسمانی حادثہ کے سبب سے پیدا ہوا ہے یا شوہر[2] کے فعل سے یا زوجہ[3] کے فعل سے یا اجنبی[4] کے فعل سے یا خود مہر[5] کے فعل[عہ] سے یہ کل پانچ صورتیں ہوئیں، یہ صورتیں اگر قبل اس کے پیدا ہوئی ہوں کہ زوجہ کا قبضہ مہر پر کرایا جائے تو پہلی صورت میں زوجہ کو اختیار ہے چاہے اس ناقص مہر کا نصف لے لے چاہے اس کی اس قیمت کا نصف شوہر سے لے لے جو عقد کے وقت تھی، دوسری صورت میں زوجہ کو اختیار ہے چاہے اس مہر ناقص کا نصف اور نقصان کا معاوضہ شوہر سے لے لے چاہے اس کی اصلی قیمت کا نصف شوہر سے لے لے، تیسری صورت میں شوہر کو اختیار ہے چاہے اسی ناقص چیز کا ایک نصف اپنے پاس رکھ لے اور دوسرا نصف زوجہ کو دیدے اور چاہے وہ کل مہر ناقص زوجہ کے حوالہ کر دے اور زوجہ سے اس کی اس قیمت کا نصف لے لے جو نقصان پہنچانے کے وقت میں اس کی تھی چوتھی صورت میں زوجہ کو اختیار ہے چاہے اسی ناقص مہر کا نصف لے لے اور نقصان کا معاوضہ اس اجنبی سے لے اور چاہے اس کی اصلی قیمت کا نصف شوہر سے لے پانچویں صورت کا وہی حکم ہے جو دوسری صورت کا ہے اور اگر یہ پانچوں صورتیں قبضہ کے بعد پیدا ہوئی ہوں تو پہلی، تیسری اور پانچویں صورت میں خواہ قبل طلاق کے پیدا ہوئی ہوں یا بعد طلاق کے بشرطیکہ قبل فیصلہ قاضی کے ہوں، شوہر کو اختیار ہے چاہے اسی ناقص مہر کا نصف لے لے اور چاہے اس کی اس قیمت کا نصف زوجہ سے لے جو قبضہ کے وقت اس کی تھی اور اگر یہ صورتیں بعد طلاق کے اور بعد فیصلہ قاضی کے پیدا ہوئی ہوں تو شوہر کو اس ناقص مہر کا نصف اور نقصان کا تاوان زوجہ سے دلایا جائے گا اور دوسری صورت میں شوہر کو اختیار ہے کہ اس ناقص مہر کا نصف لے لے چاہے اس کی اصلی قیمت کا نصف زوجہ سے لے؛

عہ یعنی اگر وہ زیادتی متصل ہے اور اصل سے پیدا نہیں ہوئی تو اس زیادتی کی تنصیف نہ کی جائے گی اور ایک نصف شوہر کو واپس دلایا جائے گا ۱۲۔

عہ خود مہر کے فعل سے نقصان پیدا ہو جانے کی یہ صورت ہے کہ مثلاً کوئی غلام مہر میں مقرر کیا گیا ہو وہ غلام چوری کرے اور اس کی سزا میں اس کا ہاتھ کاٹ ڈالا جائے یا مہر میں کوئی جانور مقرر کیا گیا ہو اور وہ جانور کسی کوئیں یا تالاب میں خود گر پڑے اور مر جائے تو یہ نقصان خود مہر کے فعل سے پیدا ہوا ۱۲۔

Marfat.com

چوتھی صورت میں شوہر کو اس کی اصل قیمت کا نصف زوجہ سے دلایا جائے گا۔ (بحر الرائق جلد ۳ صفحہ ۱۵۵)

مسئلہ جس عورت کا مہر نکاح کے وقت معین نہ کیا گیا ہو اس کو اختیار ہے چاہے اپنے شوہر سے کہکر باہم رضا مندی سے کوئی مقدار مہر کی مقرر کرلے چاہے قاضی کی عدالت میں تعین مہر کی درخواست دیکر قاضی سے۔

قاضی کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اپنی طرف سے مہر کی کوئی مقدار مقرر کر کے شوہر کو اس کو قبول کرنے پر مجبور کرے بلکہ اس کو چاہیئے کہ زوجین کی رضا مندی سے کوئی مقدار مقرر کر دے اور اگر زوجین میں باہم اختلاف ہو ایک مقدار پر دونوں راضی نہ ہوتے ہوں مثلاً شوہر کہتا ہو کہ پانچسو روپیہ مقرر کیا جائے اور عورت کہتی ہو کہ ایک ہزار روپیہ مقرر کیا جائے تو ایسی حالت میں قاضی کو چاہیئے کہ اس عورت کا مہر مثل دریافت کرے اور جس قدر اس کا مہر مثل ہو اسی قدر اس کا مہر مقرر کر دے۔ (بحر الرائق جلد ۳ صفحہ ۱۵۹)

مسئلہ جس عورت کا مہر نکاح کے وقت بھی معین نہ ہوا ہو اور بعد نکاح کے تراضی طرفین سے یا حکم قاضی سے بھی کوئی مقدار معین نہ ہوئی ہو ایسی عورت کو اگر اس کا شوہر قبل خلوت صحیحہ اور خاص استراحت کے اس عورت کو طلاق دیدے تو ایسی حالت میں شوہر کے ذمہ واجب نہیں ہے کہ اس عورت کے مہر مثل کا نصف اس عورت کو دیدے بلکہ اس کے ذمہ صرف اس قدر واجب ہے کہ ایک جوڑا کپڑا اس عورت کے لئے بنادے یا اس کی قیمت اس کے حوالہ کرے ان کپڑوں کی تعداد ہر شہر کے دستور کے موافق ہونی چاہیئے اور ان کپڑوں کی قیمت پانچ درہم سے کم نہ ہو اور اس عورت کے مہر مثل کے نصف سے زائد نہ ہوں اور زوجین کی حالت کے مناسب ہو یعنی اگر دونوں امیر ہوں تو اعلیٰ درجہ کا لباس[ع] بنایا جائے اور اگر کوئی غریب ہے اور کوئی امیر تو متوسط درجہ کا ان کپڑوں کے بنادینے کو یا ان کی قیمت دینے کو متعہ[عہ] کہتے ہیں۔

ع اس مقام پر فقہاء نے بہت اختلاف کیا ہے بعض نے لکھا ہے کہ صرف شوہر کی حالت کے موافق یہ لباس بننا چاہیئے بعض نے لکھا ہے کہ عورت کی حالت کا لحاظ کیا جائے مگر صحیح یہی قول ہے کہ دونوں کی حالت کا لحاظ کرنا چاہیئے ۱۲۔

عہ یہ متعہ وہ نہیں ہے اس کی حلت کے شیعہ قائل ہیں اس کو نکاح متعہ یا متعۃ النساء (باقی صفحہ ۷۴۲ پر)

مسئلہ جس عورت کا مہر نکاح کے بعد معین ہوا ہو خواہ تراضی طرفین سے یا حکم قاضی سے اس عورت کو اگر قبل خلوتِ صحیحہ اور خاص استراحت کے طلاق دیجائے تو اس کے مہر کی تنصیف نہ ہو گی بلکہ پورا مہر اس عورت کو دلایا جائے گا اور اگر لے چکی ہے تو اس کا نصف شوہر کو واپس نہ دلایا جائے گا۔

مسئلہ شوہر کو اختیار ہے کہ نکاح میں جس قدر مہر معین ہوا ہے نکاح کے بعد اسکی مقدار بڑھادے مگر یہ بڑھائی ہوئی مقدار اس کے ذمہ اسی وقت واجب الادا سمجھی جائیگی جبکہ عورت اسی مجلس میں اس زیادتی کو قبول کرے اور اگر وہ نابالغہ ہو تو اس کا ولی قبول کرلے اگر اس عورت کو قبل خلوتِ صحیحہ اور خاص استراحت کے طلاق دیجائے تو اس کی زیادتی کی تنصیف نہ ہو گی تنصیف صرف اسی مقدار کی ہو گی جو نکاح کے وقت معین ہو چکی ہے۔

مسئلہ عورت کو اختیار ہے کہ اپنے مہر کا کوئی جزو یا کل معاف کردے شوہر اس معافی کو قبول کرے یا نہ کرے ہر حالت میں اس کا معاف کرنا صحیح ہو جائے گا یعنی اب شوہر کے ذمہ وہ معاف کردہ مقدار واجب الادا نہ رہے گی ہاں یہ شرط ضرور ہے کہ عورت خود اپنی ذات سے معاف کرے اس کے ولی کا معاف کرنا معتبر نہیں گو وہ اس کا باپ ہی کیوں نہ ہو لیکن اگر عورت منظور کرلے تو پھر صحیح ہو جائے گا' اگر کسی نابالغہ عورت کا باپ اس کی طرف سے مہر معاف کردے تو صحیح نہیں۔

مسئلہ جو تفریق کہ شوہر کی طرف سے ہوئی ہو اور عورت کی طرف سے اس کا ہونا ممکن نہ ہو اس تفریق کا شمار طلاق میں ہے **مثال**۔ لعان کی وجہ سے تفریق ہو گئی یا شوہر کے عنین یا خصی ہونے کے سبب سے قاضی کی عدالت میں دعویٰ کر کے تفریق کرالی گئی' یا مثلاً معاذ اللہ شوہر مرتد ہو گیا' اور جب اس سے مسلمان ہو جانے کو کہا گیا تو اس نے انکار کردیا یا اس نے اپنی بی بی کی بیٹی یا ماں کی نفسانی کیفیت کے جوش میں تقبیل کرلی ان سب صورتوں میں تفریق طلاق سمجھی جائے گی

(بقیہ حاشیہ از صفحہ ۷۴۱) کہتے ہیں اس متعہ کے معنی عورت کے لئے لباس بنادینا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوهُنَّ أَوْ تَفْرِضُوا لَهُنَّ فَرِيضَةً وَّمَتِّعُوهُنَّ عَلَى الْمُوسِعِ قَدَرُهُ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهُ (ترجمہ۔ اور تم پر کچھ گناہ نہیں اگر تم عورتوں کو طلاق دیدو قبل اس کے کہ ان سے خاص استراحت کرو یا ان کے لئے مہر مقرر کرو اور تم ان کو متعہ (یعنی کچھ فائدہ) دیدو امیر پر اس کے موافق اور فقیر پر اس کے موافق (یہ متعہ واجب ہے) ۱۲-

Marfat.com

اور شوہر کے ذمہ مہر یا متعہ[عہ] دینا واجب ہوگا ہاں اگر تفریق عورت کی طرف سے ہوئی ہو مثلاً عورت مرتد ہوگئی یا شوہر کے غیر کفو ہونے کے سبب سے اس نے یا اس کے ولی نے تفریق کرالی یا عورت نے اپنے شوہر کے بیٹے کی نفسانی کیفیت کے جوش میں تقبیل کرلی تو شوہر کے ذمہ مہر یا متعہ واجب ہوگا اگر کسی مرد کا نکاح نابالغی کی حالت میں اس کے ولی نے کردیا تھا بعد بالغ ہونے کے اس نے اس نکاح کرنا منظور نہ کیا تو یہ منظور نہ کرنا طلاق نہ سمجھا جائے گا اور مہر یا متعہ شوہر کے ذمہ واجب نہ ہوگا۔

مسئلہ - مہر اگر از قسم نقد ہو یعنی چاندی سونے کی قسم سے ہو تو یہ شوہر کو اختیار ہے چاہے چاندی سونا دے چاہے اس کی قیمت[عہ] دے اور اگر مہر چاندی سونے کی قسم سے نہ ہو بلکہ اور کسی قسم کا مال ہو تو اگر وہ سامنے موجود ہو اور اس کی طرف اشارہ کرکے کہا گیا ہو کہ یہ چیز مہر ہے یا اور کسی طریقے سے اس کی پوری تعیین کردی جائے، مثلاً جانور کو مہر قرار دیا ہو تو اس کی قسم بیان کردے کہ گائے ہے یا بھینس اور اس کا پورا حلیہ بیان کردے یا مکان کو مہر قرار دیا ہو تو اس کا عرض و طول اور مقام اور حدود اربعہ وغیرہ بیان کردے تو ایسی حالت میں خاص وہی چیز دینا پڑے گی اور اس کی تعین نہیں کی گئی تو دیکھنا چاہیے کہ وہ چیز کمیل[عہ] اور موزون ہے یا نہیں اگر مکیل و موزون نہیں ہے تو اس کی قسم بیان کردی گئی ہو مثلاً جانور کو مہر قرار دیا گیا ہو تو یہ بیان کردیا ہو کہ وہ گھوڑا ہے ایسی حالت میں شوہر کو اختیار ہوگا چاہے وہ چیزیں متوسط درجہ کی لے کر مہر دے چاہے اس چیز کے متوسط درجہ کی قیمت زوجہ کے حوالے کردے **مثال**: کسی شخص نے کسی عورت سے کہا کہ میں نے دس گز سوتی کپڑے کے عوض میں تیرے ساتھ نکاح کیا تو شوہر کو اختیار ہے چاہے دس گز سوتی کپڑا متوسط درجہ کا مول لے کر دیدے[عے] چاہے اس کی قیمت حوالہ کرے، متوسط درجہ سے یہ مراد ہے کہ سوتی کپڑے جتنی قسم

عہ یعنی اگر نکاح کے وقت مہر معین ہوگیا تھا تو مہر اور جو مہر نہ معین ہوا ہو تو وہ متعہ واجب ہوگا عہ مگر قیمت اس کی اسی حساب سے دینا پڑے گی جو نکاح کے وقت اس کی تھی مثلاً کسی نے ۵ تولہ سونا مہر میں مقرر کیا تھا اور اس وقت ۵ تولہ سونے کی قیمت ایک سو پچیس[۱۲۵] روپیہ تھی تو اب اگر قیمت دے تو ایک سو پچیس دے خواہ اب سونا ارزاں ہوگیا ہو یا گراں ۱۲ عہ عرب میں کچھ چیزیں ناپ کر بیچی جاتی تھیں جیسے غلّہ اور میوہ جات اور کچھ چیزیں تول کر بیچی جاتی تھیں، جو چیزیں ناپ کر بیچی جاتی تھیں ان کو مکیل کہتے ہیں اور جو تول کر بیچی جاتی تھیں ان کو موزون کہتے ہیں ۱۲ للعہ مثلاً کپڑے کو مہر قرار دیا ہو اور یہ بیان کردیا ہو کہ سوتی کپڑا مراد ہے یا ریشمی اور نام اس کپڑے کا اور قیمت اس کی نہ بیان کی ہو ۱۲ ۔

Marfat.com

کے رائج ہوں مثلاً گاڑھا، نین سکھ، تب زیب وغیرہ، ان قسموں میں جو قسم متوسط درجہ کی ہو یعنی قیمت اس کی نہ سب سے بڑھکر ہو اور نہ سب سے گھٹ کر وہ کپڑا لے کر دیدے اور اگر وہ چیز مکیل یا موزون ہو اور اس کی قسم بیان کر دی گئی ہو مثلاً غلہ کو مہر قرار دیا ہو اور یہ بیان کر دیا ہو کہ وہ غلہ گیہوں ہے تو بھی شوہر کو اختیار رہے گا چاہے متوسط درجہ کے گیہوں مول لے کر مہر میں دیدے چاہے اس کی قیمت حوالہ کرے (شامی جلد ۲ صفحہ ۳۷۷)

مسئلہ ۸۔ اگر مہر میں دو چیزیں ذکر کی جائیں ایک معلوم[عہ] اور ایک مجہول مثلاً کوئی مرد کسی عورت سے کہے کہ میں نے ایک ہزار روپیہ اور ایک کپڑے کے عوض میں تجھ سے نکاح کیا تو ایسی حالت میں اگر قبل خلوتِ صحیحہ یا خاص استراحت کے طلاق دیدے تو شوہر کے ذمہ متعہ واجب ہوگا اور اگر بعد خلوتِ صحیحہ یا خاص استراحت کے طلاق دے تو دیکھنا چاہیئے کہ مہر دے چکا یا نہیں اگر دے چکا ہے تو جو دے چکا وہی مہر تھا اور اگر نہیں دیا تو مہر مثل واجب ہوگا (شامی جلد ۲ صفحہ ۳۷۰)

مسئلہ ۹۔ مہر میں قرض کا حوالہ بھی دیدینا جائز ہے خواہ وہ قرض کسی اور شخص پر ہو یا خود زوجہ کے اوپر ہو۔ مثال کوئی شخص کسی عورت سے کہے کہ میں نے تیرے ساتھ نکاح کیا اور میرا سو روپیہ جو تجھ پر قرض ہے یا فلاں شخص پر قرض ہے اس کو میں مہر قرار دیتا ہوں اس صورت میں اگر کسی اور شخص پر وہ قرض ہوگا تو زوجہ کو اختیار رہے گا چاہے اپنے مہر کا مطالبہ اس قرضدار سے کرے چاہے اپنے شوہر سے اس کا مطالبہ کرے۔

مسئلہ ۱۰۔ اگر مہر میں علاوہ مال کے کوئی ایسی بات بھی مشروط کی گئی ہو جس میں زوجہ یا اس کے کسی عزیز کا نفع ہو اور وہ نفع شریعت میں جائز ہو اور نکاح کے لوازم میں سے نہ ہو تو ایسی حالت

عہ یہ قید اس لئے لگائی گئی کہ اگر کوئی ایسی شرط کی گئی جس میں زوجہ کا یا اس کے عزیز کا فائدہ نہ ہو بلکہ کسی اجنبی کا فائدہ ہو مثلاً شوہر نے ایک ہزار روپیہ مہر پر نکاح کیا اس شرط کے ساتھ کہ کسی غیر شخص کو سو روپیہ دیدوں گا تو ایسی صورت میں شوہر اس شرط کو پورا کرے یا نہ کرے وہی ایکہزار روپیہ اس کے ذمہ واجب ہوگا، نفع کی شریعت میں جائز ہونے کی قید اس لئے لگائی گئی ہے کہ اگر وہ نفع ناجائز ہوگا تو اس کے پورا کرنے کے لئے دونوں حالتوں میں وہی مہر معین دینا ہوگا اس نفع کے لوازم نکاح سے نہ ہونے کی شرط اس لئے لگائی گئی کہ اگر وہ نفع لوازم نکاح سے ہو مثلاً شوہر ایک ہزار روپیہ پر نکاح کرے اس شرط کے ساتھ کہ اپنی بی بی کے ساتھ خاص استراحت کرے گا تو یہ شرط فضول ہو جائے گی کیونکہ یہ فائدہ تو خود نکاح سے حاصل ہے ۱۲۔

Marfat.com

میں اگر شوہر اس شرط کو پورا کر دیگا تو مال کی وہی مقدار دینا پڑے گی جو مہر میں معین ہو چکی ہے اور اگر اس شرط کو پورا نہ کرے گا تو اس کے ذمہ مہر مثل واجب ہو جائے گا بشرطیکہ مہر مثل اس مقرر کی ہوئی مقدار سے کم نہ ہو۔ **مثال** کسی مرد نے کسی عورت سے ایک ہزار روپیہ مہر پر نکاح کیا اس شرط کے ساتھ کہ عورت کو اس کے وطن سے باہر نہ لیجائے گا یا یہ کہ اس کو اس کے ماں باپ کے گھر سے جدا نہ کرے گا یا اس شرط پر کہ اس کے بھائی کے ساتھ اپنی بہن کا عقد کر دے گا یا یہ شرط کہ میں تیری زندگی میں دوسرا عقد نہ کروں گا یا یہ شرط کہ میری جو دوسری بی بی ہے اس کو طلاق دیدوں گا ان سب صورتوں میں اگر شوہر ان شرائط کو پورا کر دے گا تو اس کو وہی ایکہزار روپیہ دینا ہوگا جو مہر میں مقرر پا چکا ہے اور اگر شوہر ان شرائط کو پورا نہ کرے گا تو اس کو مہر مثل دینا پڑے گا خواہ مہر مثل ایک ہزار ہو یا ایک ہزار سے زیادہ ہاں اگر مہر مثل ایک ہزار سے کم ہو تو اس صورت میں پھر وہی ایک ہزار دینا پڑے گا۔

مسئلہ اگر نکاح کے وقت مہر کی دو مقداریں ذکر کی جائیں ایک کم اور ایک زیادہ اور کوئی شرط بیان کی جائے کہ اگر یہ شرط پائی جائے گی تو یہ زیادہ مقدار دی جائے گی ورنہ یہ کم مقدار تو ایسی حالت میں اگر وہ شرط پائی جائے گی تو مہر کی زیادہ مقدار واجب ہوگی اور اگر نہ پائی جائے گی تو مہر مثل واجب ہوگا بشرطیکہ مہر مثل اس مقدار سے کم نہ ہو اور اس زائد مقدار سے زیادہ نہ ہو **مثال** کسی مرد نے کسی عورت سے کہا کہ میں نے تیرے ساتھ نکاح کیا اور اگر تو اپنے گھر میں رہے گی تو ایک ہزار روپیہ مہر دوں گا اور جو میرے ساتھ رہے گی تو دو ہزار روپیہ یا یہ شرط کی کہ تو اگر باکرہ ہے تو دو ہزار روپیہ مہر ورنہ ایک ہزار تو اس صورت میں اگر یہ شرط پائی جائے یعنی وہ عورت اپنے شوہر کے ساتھ رہے یا باکرہ ہو تو دو ہزار مہر اس کو ملے گا ورنہ مہر مثل ہاں اگر مہر مثل ایک ہزار سے کم ہو تو پھر ایک ہی ہزار اس کو ملے گا یا دو ہزار سے زیادہ ہو تو پھر وہی دو ہزار اسے ملے گا دو ہزار سے زائد نہ ملے گا۔

عہ صاحبین کے نزدیک اگر وہ شرط نہ پائی جائے تو مہر کی کم مقدار واجب ہوگی مگر امام ابوحنیفہ نے اس مسئلہ میں تفریق کر دی ہے کہ اگر وہ شرط بدیہی نہیں ہے تو پائی جانے کی صورت میں وہ شرط صحیح ہو جائے گی اور نہ پائی جانے کی صورت میں اس شرط کا اعتبار نہیں اور اگر وہ شرط بدیہی ہو تو دونوں صورتوں میں اس کا اعتبار کیا جائے گا اس تفریق کی مصلحت یہ ہے کہ جب بدیہی ہوگی تو اس میں کسی طرح کا جھگڑا نہیں ہو سکتا بخلاف اسکے اگر بدیہی نہ ہو تو اس میں جھگڑا پڑے گا لہذا ایسی تدبیر کی گئی جس میں جھگڑے کی نوبت ہی نہ آسکے ۱۲۔

ہاں اگر وہ شرط ایسی بدیہی ہو کہ ہر شخص دیکھتے ہی معلوم کرے کہ شرط پائی جاتی ہے یا نہیں تو ایسی حالت میں اگر وہ شرط پائی جائے گی تو مہر کی زیادہ مقدار واجب ہوگی اور نہ پائی جائے گی تو کم مقدار واجب ہوگی۔

مثال کسی مرد نے کسی عورت سے نکاح کیا اور کہا کہ اگر تو حسین ہے تو دو ہزار مہر دوں گا ورنہ ایک ہزار یا یہ کہا کہ اگر تو جوان ہے تو دو ہزار ورنہ ایک ہزار تو اس صورت میں اگر وہ عورت حسین ہوگی یا جوان ہوگی تو دو ہزار مہر اس کو ملے ورنہ ایک ہزار کیونکہ حسین ہونا یا نہ ہونا یا جوان ہونا ہر شخص دیکھ کر معلوم کر سکتا ہے (شامی جلد۲ صفحہ۳۸۵)

مسئلہ ۱۲ اگر مہر کی ایک ہی مقدار ذکر کرے اور اس مقدار کو کسی چیز پر مشروط کرے تو وہ شرط لغو ہو جائے گی اور جس قدر مہر طے ہو گیا ہے دینا پڑے گا مثال کوئی شخص کسی عورت سے نکاح کرے اور اس سے یہ کہے کہ تیرا مہر ایک ہزار روپیہ ہے بشرطیکہ تو باکرہ ہو یا بشرطیکہ تو جوان ہو تو ایسی حالت میں اس شخص کو پورا ایک ہزار روپیہ مہر دینا پڑے گا گو وہ عورت باکرہ یا حسینہ نہ ہو۔

مسئلہ ۱۳ اگر زوجین مہر کے بارہ میں اختلاف کریں ایک یہ کہے کہ نکاح کے وقت مہر کا کچھ ذکر نہیں آیا اور دوسرا کہے کہ مہر کا ذکر آیا تھا اور یہ مقدار مقرر ہوئی تھی تو ان میں سے جو شخص مہر کے معین ہو جانے کا دعویٰ کرتا ہے اس سے ثبوت طلب کیا جائے اگر وہ ثبوت پیش کر دے تو قاضی کو چاہیئے کہ اسی کے موافق فیصلہ کر دے اور اگر وہ ثبوت نہ پیش کر سکے تو جو شخص مہر کی تعیین کا اقرار کرتا ہے اس سے حلف لیا جائے اگر وہ حلف پر راضی نہ ہو تو جھوٹا سمجھا جائے گا اور اگر راضی ہو جائے اور حلف اٹھائے تو زوجہ کو مہر مثل شوہر سے دلایا جائے گا۔

اور اگر مہر کی مقدار میں اختلاف کریں یا ایک کہے کہ مہر ایک ہزار روپیہ تھا اور دوسرا کہے کہ دو ہزار تھا اور یہ اختلاف بحالت قیام نکاح کے ہوا ہو یا بعد طلاق کے ہوا ہو مگر خاص استراحت یا خلوت صحیحہ ہو چکی ہو تو دیکھا جائے گا کہ مہر مثل کس کی تائید کرتا ہے اگر مہر مثل شوہر کی تائید کرے یعنی جس قدر مہر اس نے بیان کیا ہے مہر مثل اسی قدر ہو یا اس سے کم ہو تو شوہر کا قول مان لیا جائے گا اور اگر عورت کی تائید کرتا ہو یعنی جس قدر مہر اس نے بیان کیا ہے مہر مثل اسی قدر ہو یا اس سے زیادہ ہو تو عورت کا قول مان لیا جائے گا اور اگر مہر مثل کسی کی تائید نہ کرے یعنی شوہر کی بیان کی ہوئی مقدار سے زیادہ ہو اور عورت کی بیان کی ہوئی مقدار سے کم ہو تو دونوں سے حلف لیا جائے اور مہر مثل شوہر کے ذمہ واجب کیا جائے۔ اسی طرح اگر مہر مثل نامعلوم ہو تب بھی شوہر کے ذمہ مہر مثل واجب ہوگا اور اگر ان میں سے کوئی اپنے قول کا ثبوت پیش کر دے تو اسی کا قول مان لیا جائے گا خواہ مہر مثل اس کی تائید کرتا ہو یا نہیں اور اگر دونوں

Marfat.com

اپنے اپنے قول کا ثبوت پیش کردیں تو مہر مثل جس کی تائید نہ کرتا ہو اس کا قول مان لیا جائے گا مہر مثل اگر شوہر کی تائید کرتا ہو تو عورت کا قول مانا جائے گا اور اگر عورت کی تائید کرتا ہو تو شوہر کا قول مانا جائے گا؛ اور اگر یہ اختلاف بعد طلاق کے واقع ہوا ہو اور خاص استراحت یا خلوت صحیحہ کی اس وقت تک نوبت نہ آئی ہو تو دیکھا جائے گا کہ متعہ[عہ] مثل کس کی تائید کرتا ہے اگر شوہر کی تائید کرتا ہو یعنی متعہ مثل شوہر کی بیان کی ہوئی مقدار کے نصف کی برابر ہو یا اس سے کم تو شوہر کا قول مان لیا جائے گا اور اس کی بیان کی ہوئی مقدار کا نصف مہر اس سے دلایا جائے گا اگر متعہ مثل عورت کے قول کی تائید کرتا ہو یعنی اس کی بیان کی ہوئی مقدار کے نصف کے برابر ہو یا اس سے زیادہ تو عورت کا قول مان لیا جائے گا اور اس کی بیان کی ہوئی مقدار کا نصف مہر شوہر سے دلایا جائے گا اور اگر ان میں سے کوئی اپنے دعوی کا ثبوت پیش کردے گا تو اس کی بات مان لی جائے گی اور اگر دونوں اپنے اپنے دعوی کا ثبوت پیش کردیں تو متعہ مثل جس کی تائید کرتا ہو اسی کا قول مانا جائے گا اور اگر متعہ مثل کسی کے قول کی تائید نہ کرتا ہو تو دونوں سے حلف لیا جائے اور بعد اس کے متعہ مثل شوہر کے ذمہ واجب کردیا جائے یہ حکم اس وقت ہے جبکہ کسی خاص چیز کو مہر نہ بیان کیا جائے اور اگر کوئی خاص چیز مہر میں بیان کی جائے مثلاً شوہر کہے کہ میں نے یہ گھوڑا مہر میں مقرر کیا تھا اور عورت کہے کہ نہیں یہ گائے مہر میں مقرر کی گئی تھی تو ایسی حالت میں متعہ مثل کی تائید کی کچھ ضرورت نہیں شوہر کے ذمہ متعہ[عہ] واجب ہو جائے گا اور اگر زوجین مر چکے ہوں اور ان میں خاص استراحت کی نوبت نہ آئی ہو اور ان کے ورثا باہم اختلاف کریں تو یہ اختلاف اگر اصل مہر میں ہے ایک کہتا ہے کہ مہر مقرر ہوا تھا اور دوسرا کہتا ہے کہ مہر کا ذکر ہی نہیں آیا جو منکر ہے اسی کی بات مانی جائے گی اور مہر مثل شوہر کے وارثوں سے زوجہ کے وارثوں کو دلایا جائیگا اور اگر مہر کی مقدار میں اختلاف ہوا ہے تو شوہر کے وارثوں کی بات قبول کی جائے گی اور اگر زوجین میں خاص استراحت کے وقت کچھ حصہ مہر کا دیدیا جائے تو حکم سابق بدستور باقی رہے گا اور اگر اس شہر کا یہ دستور ہو کہ کچھ حصہ مہر کا قبل خاص استراحت کے زوجہ کو ضرور دیدیا جاتا ہو تو جس قدر دینے کا دستور ہو

عہ متعہ مثل سے مراد وہ متعہ ہے جو اس عورت کے باپ کے خاندان کی عورتوں کا ہو اور وہ اگر ان عورتوں کو متعہ لینے کی نوبت نہ آئی ہو تو دیکھا جائے گا کہ اگر ان کو متعہ دیا جاتا تو کس قیمت کا متعہ دیا جاتا ۱۲۔

عہ یعنی متعہ مثل نہ واجب ہوگا بلکہ بطور خود اپنی اور اس عورت کی حیثیت کے مناسب اس کو متعہ دینا چاہیئے خواہ وہ متعہ متعہ مثل سے قیمت میں کم ہو یا زیادہ یا مساوی ۱۲۔

Marfat.com

مثلاً چوتھائی مہر دینے کا دستور ہو تو اس قدر حصہ وضع کر دینے کے بعد باقی مہر زوجہ کے وارثوں کو دلایا جائے گا۔ مثال:۔ شوہر کے وارث کہتے ہوں کہ مہر پانچسو مقرر ہوا تھا اور زوجہ کے وارث کہتے ہوں کہ ایک ہزار اور زوجین میں خاص استراحت ہو چکی ہو اور اس شہر کا یہ دستور ہو کہ قبل استراحت کے چوتھائی مہر زوجہ کو دیدیا جاتا ہے تو ایسی حالت میں زوجہ کے وارثوں کو تین سو پچھتّر روپیہ دلایا جائے گا اور اگر مثال مذکور میں شوہر کے وارث کہتے ہوں کہ مہر مقرر ہی نہیں ہوا تھا اور عورت کے وارث کہتے ہوں کہ مہر مقرر ہو چکا تھا تو اب مہر مثل کا چوتھائی حصہ وضع کر دینے کے بعد باقی مہر زوجہ کے وارثوں کو دلایا جائے گا۔

مسئلہ ۱۴۔ مہر کے ادا ہونے کے لئے یہ شرط نہیں کہ دیتے وقت یہ بھی بتادے کہ یہ مہر ہے بلکہ اگر کوئی شخص اپنی بی بی کو کوئی چیز بھیجے اور یہ نہ بیان کرے کہ کس طور پر بھیجتا ہے آیا بطور مہر کے یا تحفۃً اور نیت یہی ہو کہ بطور مہر کے بھیجتا ہوں تو یہ چیز مہر میں محسوب ہوگی۔

ہاں اگر زوجین میں اختلاف ہو جائے، شوہر کہے کہ میں نے وہ چیز مہر میں بھیجی تھی اور زوجہ کہے کہ نہیں بطور تحفہ کے بھیجی تھی اور وہ چیز بالفعل کھانے پینے کی نہ ہو تو دونوں سے اپنی اپنی بات کا ثبوت طلب کیا جائے، اگر دونوں ثبوت پیش کردیں تو زوجہ کا ثبوت مان لیا جائے اور اگر زوجہ ثبوت نہ پیش کر سکے اور شوہر پیش کردے تو اس کا ثبوت مان لیا جائے اور اگر دونوں ثبوت نہ پیش کر سکیں تو شوہر سے حلف لیا جائے اور اگر وہ حلف اٹھالے تو اسی کی بات مان لی جائے اب اگر وہ چیز موجود ہو تو زوجہ کو اختیار ہے چاہے تو اس چیز کو واپس کردے اور کہدے کہ میں اس چیز کو مہر میں منظور نہیں کرتی۔ اور اگر وہ چیز بالفعل کھانے پینے کی ہو تو اس صورت میں زوجہ کی بات مانی جائے گی مگر پہلے اس سے حلف لیا جائے گا۔

ف۔ جو چیزیں ایک مہینہ تک اپنی حالت پر قائم رہ سکتی ہیں وہ چیزیں بالفعل کھانے پینے کی نہ کہی جائیں گی، جیسے گھی، شہد، بعض بعض میوہ جات مثل بادام پستہ اور کشمش وغیرہ کے اور جو چیزیں ایک مہینہ تک اپنی حالت پر قائم نہیں رہ سکتیں وہ چیزیں بالفعل کھانے پینے کی کہی جائیں گی جیسے روٹی گوشت اور دودھ دہی وغیرہ۔

مسئلہ ۱۵۔ اگر شوہر نے اپنی زوجہ کو کوئی چیز بھیجی اور زوجہ یہ کہتی ہے کہ مجھے یہ چیز مہر میں بھیجی ہے اور شوہر یہ کہتا ہے کہ نہیں میں نے امانت کے طور پر رکھائی ہے تو اس صورت میں دیکھنا چاہیئے کہ وہ چیز از قسم مہر ہے یا نہیں اگر از قسم مہر ہو تو زوجہ کی بات مان لی جائے گی اور وہ چیز اس کو مہر میں

Marfat.com

دلادی جائیگی ورنہ شوہر کی بات مان لی جائیگی اور شوہر اگر چاہے تو اس چیز کو واپس لیلے مثال مہر میں ایک گھوڑا سو روپیہ کی قیمت کا مقرر ہوا تھا شوہر نے ایک گھوڑا اسی قیمت کا اپنی زوجہ کو بھیجا پس اس صورت میں اگر زوجہ دعویٰ کرے کہ یہ گھوڑا مجھے مہر میں ملا ہے اور پھر شوہر کو واپس نہ دے تو درست ہے اور اگر شوہر نے گائے بھیجی تو اب اگر زوجہ دعویٰ کرے کہ یہ گائے مجھے مہر میں ملی ہے تو اس کی بات نہ مانی جائے گی۔

مسئلہ ۱۶ اگر کوئی مرد کسی عورت کو بامید نکاح کچھ دے (جیسا کہ ہمارے ملک ہندوستان میں دستور ہے کہ نسبت ہو جانے کے بعد اور یوں بھی وقتاً فوقتاً شوہر کی طرف سے کچھ چیزیں منسوبہ کے گھر میں بھیجی جاتی ہیں اور کہیں کہیں یہ دستور ہے کہ نسبت کے یا اس کے بعد منسوبہ کے لئے کچھ زیورات بھی بنوا کر بھیجے جاتے ہیں) بعد اس کے وہ عورت خود یا اس کا ولی نکاح کرنے سے انکار کر جائے تو شوہر کو اختیار ہے کہ جو چیزیں اسے مہر میں دی ہیں وہ اگر موجود ہوں تو خود انھیں کو واپس کرے عـه اور اگر وہ چیزیں موجود نہ ہوں تو ان کی قیمت اور جو چیزیں بطور تحفہ کے بھیجی ہوں وہ اگر موجود ہوں تو ان کو واپس لے سکتا ہے اور اگر عورت یہ دعویٰ کرے کہ یہ چیزیں میرے پاس بطور ودیعت سه کے بھیجی تھیں اور شوہر یہ کہے کہ میں نے ودیعت کی نیت سے نہیں بھیجی تھیں بلکہ میں نے مہر میں بھیجی تھیں تو اگر وہ چیزیں از قسم مہر ہوں تو شوہر کا دعویٰ ورنہ عورت کا دعویٰ قابل قبول ہے۔

مسئلہ ۱۷ اگر کوئی شخص اپنی بی بی پر کچھ خرچ کرے اور بعد کو یہ بات معلوم ہو جائے کہ وہ نکاح فاسد تھا مثلاً ان دونوں میں رضاعت کا کوئی رشتہ ثابت ہو جائے تو ایسی حالت میں شوہر نے اگر قاضی کی تجویز سے اس پر خرچ کیا تھا تو اس کو اس خرچ کے واپس کر لینے کا اختیار ہے اور اگر بغیر تجویز قاضی کے کیا تھا تو کچھ اختیار نہیں (رد المختار جلد ۲ صفحہ ۳۹۲)

عـه یعنی ان چیزوں کا مہر میں ہونا باتفاق زوجین ثابت ہونا یا صرف شوہر ان چیزوں کے مہر میں ہونے کا دعویٰ کرتا ہو اور اس کا قول قاعدہ مذکورہ بالا کے موافق قابل قبول ہو ۱۲۔

عـه گو یہ چیزیں استعمال میں آکر خراب ہو گئی ہوں ۱۲

سه ودیعت امانت کو کہتے ہیں عورت کو اس امر کے دعویٰ کرنے میں کہ یہ چیزیں بطور امانت کے میرے پاس بھیجی تھیں یہ فائدہ ہے کہ اس کو تاوان نہ دینا پڑیگا یعنی امانت اگر ہلاک ہو جائے تو اس پر تاوان نہیں آتا بخلاف اسکے اگر وہ چیزیں اور مہر کے لئے تھیں تو در صورت ہلاک ہو جانے کے انکا تاوان دینا پڑیگا۔ (رد المختار)

مسئلہ[۱۸] عورت کو جو چیزیں بطور جہیز کے ماں باپ کے گھر سے ملتی ہیں ان کی مالک وہی عورت ہے اور جہیز میں دی ہوئی چیزوں کے واپس لینے کا اختیار ماں باپ وغیرہ کو نہیں ہے نہ ان کے بعد کوئی ان کا وارث ان چیزوں کو واپس لے سکتا ہے بشرطیکہ ماں باپ نے ان چیزوں کو صحت کی حالت میں اس کے نامزد کر دیا ہو مثلاً اس کے بچپن میں ان چیزوں کو اس کے جہیز کے لئے خریدا ہو اگر جہیز میں دی ہوئی چیزوں کی نسبت دولہن کا باپ کہے کہ میں نے یہ چیزیں جہیز میں نہیں دیں بلکہ عاریۃً دی تھیں تو ایسی حالت میں اس شہر کا اور اس کی قوم کا دستور دیکھنا چاہئے اگر وہاں اسکی قوم میں عاریۃً دینے کا دستور نہ ہو تو باپ کی بات نہ مانی جائے گی اور اگر عاریۃً دینے کا بھی دستور ہو تو باپ سے حلف لے کر اس کی بات مان لی جائیگی اور جن جن چیزوں کی نسبت وہ کہتا ہے کہ میں نے عاریۃً دی تھیں وہ چیزیں اس کو واپس دلادی جائیں گی۔

مسئلہ[۱۹] اگر کسی عورت کو اس کے ماں باپ بالکل جہیز نہ دیں یا بہت قلیل دیں جو شوہر کے یہاں سے آئی ہوئی چیزوں کے مناسب نہ ہو تو ایسی صورت میں شوہر کو یہ اختیار نہیں ہے کہ جو کچھ اس نے بھیجا تھا اس کو واپس لے لے یا دولہن کے ماں باپ سے جہیز کا مطالبہ کرے (ردالمختار جلد ۲ صفحہ ۳۹۹)

مسئلہ[۲۰] عورت پر اگر جبر کر کے مہر معاف کرالیا جائے تو درست نہیں حالت مجبوری کی معافی قابل اعتبار نہیں مجبور کرنے کا یہ مطلب ہے کہ درصورت نہ معاف کرنے کے اس کو مار پیٹ کا یا اور کسی قسم کی بےعزتی کا خوف دلایا جائے اسی طرح اگر کوئی عورت اپنے مرض موت میں مہر معاف کرے تو بھی درست نہیں ہے اسی طرح اگر کسی عورت سے عبارت معافی مہر کی کسی ایسی زبان میں لکھوائی جائے جس کو وہ نہ جانتی ہو تب بھی معافی درست نہ ہوگی (بحرالرائق جلد ۳ صفحہ ۱۶۱، ۱۶۲)

نکاح فاسد و باطل کا بیان

نکاح فاسد و باطل کی تعریف تو ہم مقدمہ میں بیان کر چکے ہیں اب یہاں اس کی صورتیں اور اس کے احکام بیان کئے جاتے ہیں۔

ع مقدمہ میں یہ بات لکھدی گئی ہے کہ باطل وہ معاملہ ہے جو بالکل منعقد ہی نہ ہوا ہو اور فاسد وہ معاملہ ہے جو منعقد تو ہو گیا ہو لیکن شرعاً قابل فسخ ہو اس کے ارکان میں خلل نہ آیا ہو بلکہ صحت کی شرطوں میں فتور پڑ گیا ہو نکاح کی بابت فقہا کا عجیب اختلاف ہے بعض تو کہتے ہیں کہ نکاح باطل اور نکاح (باقی حاشیہ صفحہ ۷۵۲ پر)

Marfat.com

(۱) نکاح فاسد میں جو مہر مقرر کیا جائے وہ نہیں واجب ہوتا بلکہ ہمیشہ مہر مثل واجب ہوا کرتا ہے۔

(۲) نکاح فاسد میں خلوت صحیحہ قائم مقام خاص استراحت کے نہیں ہے یعنی اگر نکاح فاسد کی منکوحہ کو قبل خاص استراحت کے طلاق دیدی جائے گو خلوت صحیحہ بھی ہو چکی ہو تو اس عورت پر عدت واجب نہ ہوگی۔

(۳) نکاح فاسد میں اگر قبل خاص استراحت کے طلاق دیدے تو شوہر کے ذمہ کسی قسم مہر کچھ نہ واجب ہوگا۔

(۴) نکاح فاسد میں بعد خاص استراحت کے اگر طلاق دیدی جائے تو مہر مثل واجب ہوگا خواہ مہر معین ہو چکا ہو یا نہیں فرق صرف اس قدر ہے کہ اگر مہر مقرر ہو چکا ہو تو مہر مثل اس سے زیادہ واجب نہ ہوگا بلکہ اگر مہر مثل زیادہ ہوگا تو اس زیادتی کو نکال ڈالیں گے مثلاً کسی شخص نے نکاح فاسد میں ایک ہزار روپیہ مہر مقرر کیا ہو اور اس عورت کا مہر دو ہزار ہے تو اب شوہر کے ذمہ ایک ہزار روپیہ واجب ہوگا ہاں اگر مہر مثل کم ہو تو پھر جتنا ہوگا اتنا ہی واجب ہوگا مثلاً کسی شخص نے نکاح فاسد میں پانچ سو روپیہ مہر مقرر کیا ہو اور اس عورت کا مہر مثل چار سو روپیہ ہو تو شوہر کے ذمہ چار ہی سو روپیہ واجب ہوگا اور اگر مہر کا تعین نکاح کے وقت نہ ہوا تھا، یا ہوا تھا یاد نہیں رہا تو ایسی صورت میں مہر مثل واجب ہوگا خواہ اس کی مقدار بہت زیادہ ہو یا بہت کم۔

(۵) نکاح فاسد میں عورت کا نفقہ شوہر کے ذمہ واجب نہیں حتی کہ اگر نکاح کے وقت فساد نکاح کا معلوم نہیں ہوا اور شوہر نے بطور نفقہ کے کچھ خرچ کیا تو اس کے واپس لینے کا اس

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۷۲) فاسد میں کچھ فرق نہیں جس طرح عبادات میں فساد و بطلان کے ایک معنی ہیں ویسا ہی نکاح میں بھی، فتح القدیر میں ایسا ہی لکھا ہے بعض کہتے ہیں کہ نکاح باطل و فاسد میں فرق ہے مگر کوئی جامع و مانع تعریف اس کی نہیں بیان کرتے صاحب بحر الرائق نے نقل کیا ہے کہ جس نکاح کے جواز کا کوئی شخص علمائے امت میں سے قائل نہ ہو وہ باطل ہے اور جس کے جواز و عدم جواز میں اختلاف ہو وہ فاسد ہے اس تعریف پر بھی اعتراض ہوتا ہے اور بہت سی صورتیں ایسی ہیں جن کے عدم جواز میں کسی کا اختلاف نہیں پھر بھی وہ نکاح فاسد میں داخل کیا جاتا ہے جیسے محارم سے نکاح کرنا بالآخر اس کی تدبیر یہی ہے کہ جو مثالیں فقہا نے بیان کی ہیں انھیں پر قیاس کر لیا جائے ۱۲۔

Marfat.com

کو اختیار ہے جیسا کہ اوپر معلوم ہو چکا۔

(۶) نکاح فاسد میں بعد اس امر کے معلوم ہو جانے کے یہ نکاح فاسد ہے خاص استراحت کرنا گناہ ہے اور ایسے نکاح کا فسخ کر دینا ہی ضروری ہے مرد اور عورت دونوں کو فسخ کا اختیار حاصل ہے اور یہ بھی اختیار ہے کہ ایک دوسرے کے مواجہہ[عہ] میں فسخ کرے یا غیبت میں خواہ خاص استراحت ہو چکی ہو یا نہیں، اگر وہ دونوں کسی وجہ سے فسخ کرنے میں تاخیر کریں تو قاضی کو چاہیئے کہ فوراً ان دونو کے درمیان میں تفریق کرا دے فسخ کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ان دونوں میں سے کوئی ایک دوسرے سے کہے کہ میرا تجھ سے کوئی تعلق نہیں یا میں نے نکاح کو فسخ کر دیا اور کوئی اسی قسم کا کلمہ کہدے نکاح فاسد میں مرد عورت کو طلاق دیدے تو یہ بھی فسخ ہے۔

(۷) فسخ نکاح کے بعد بشرطیکہ خاص استراحت کے بعد ہوا ہو عورت پر عدت واجب ہے اور عدت وہی ہوگی جو مطلقہ عورت کی عدت ہوتی ہے اگر منکوحہ بہ نکاح فاسد کا شوہر مرجائے تب بھی اس پر عدت واجب ہے اور اس صورت میں بھی اس کی وہی عدت ہے جو طلاق کی عدت ہے۔ (درمختار)

(۸) بغیر گواہوں کے نکاح کرنا یا محارم سے نکاح کرنا یا غیر کی منکوحہ یا غیر کی معتدہ سے نکاح کرنا بشرطیکہ یہ نہ معلوم ہو کہ یہ غیر کی منکوحہ یا معتدہ ہے اور چوتھی عورت کی عدت میں پانچویں عورت سے نکاح کرنا اور باوجود موجود ہونے آزاد بی بی کے لونڈی سے نکاح کرنا اور کسی کافر مرد کا (گو وہ اہل کتاب میں سے ہو) کسی مسلمان عورت سے نکاح کرنا یہ سب نکاح فاسد میں اور درصورت معلوم ہونے اس امر کے کہ یہ غیر کی منکوحہ یا معتدہ ہے اس سے نکاح کر لینا نکاح باطل[عہ] ہے (ردالمحتار جلد ۲ صفحہ ۳۸۰)

عہ نہر الفائق میں لکھا ہے کہ بعد خاص استراحت کے ان دونوں میں سے کسی کو یہ اختیار نہیں ہے کہ دوسرے کی غیبت میں فسخ کرے بلکہ صرف مواجہہ میں فسخ کرنے کا اختیار ہے لیکن یہ قول صحیح نہیں ہے۔ ۱۲۔

عہ نکاح فاسد اور باطل میں باعتبار نتیجہ کے صرف اتنا ہی فرق ہے کہ نکاح فاسد میں خاص استراحت کے سبب سے عدت لازم ہوتی ہے اور نکاح باطل میں عدت نہیں لازم ہوتی۔ بلکہ نکاح باطل میں خاص استراحت زنا کا حکم رکھتی ہے اور اس کا مرتکب سزائے زنا کا مستحق ہوتا ہے ۱۲۔

حقوق زوجین

نکاح کا تعلق جو محض ایجاب کی وجہ سے مرد اور عورت میں قائم ہوتا ہے شریعت اسلامیہ میں ایسا سخت اور مستحکم تعلق ہے کہ اس تعلق کے قائم ہوتے ہی طرفین کے بہت سے حقوق ایک دوسرے پر ثابت ہو جاتے ہیں جن کی تفصیل بیان ذیل سے واضح ہے۔

زوجہ کے حقوق۔ عورت کے حقوق اس کے شوہر پر چار ہیں۔

(۱) اس کا مہر جس قدر معین ہوا ہو اس کے حوالہ کر دے اگر مؤجل ہے تو جو مدت معین ہوئی ہو اس مدت میں اور اگر معجل ہو تو فوراً اور کچھ مؤجل اور کچھ معجل ہو تو جس قدر معجل ہو اس کو فوراً اور جس قدر مؤجل ہو اس کو اس کی میعاد معینہ پر ادا کر دے ہاں اگر عورت معاف کر دے تو یہ دوسری بات ہے۔

اگر کوئی شوہر اپنی زوجہ کا مہر معجل نہ ادا کرے تو زوجہ کو اختیار ہے کہ وہ اس کے ساتھ خاص استراحت اور تقبیل وغیرہ پر راضی نہ ہو اور ان افعال پر اپنے شوہر کو قدرت نہ دے اور اس کے ہمراہ سفر میں جانے سے انکار کر دے اگر کسی وجہ سے برضا مندی یا بہ جبر خاص استراحت ہو بھی گئی ہو تب بھی سفر میں جانے سے وہ انکار کر سکتی ہے اور اس انکار سے نفقہ اس کا ساقط نہ ہوگا بلکہ بدستور اس کے شوہر کے ذمہ واجب رہے گا۔

اگر عورت نابالغ ہو تو اس کا ولی مہر معجل کے وصول کرنے کے لئے یہ باتیں کر سکتا ہے کہ اس لڑکی کو اس کے شوہر کے گھر نہ بھیجے اور نہ اس کی اور اس کے شوہر کی یکجائی ہونے دے اور ایسی حالت میں وہ نابالغ لڑکی اگر اپنے شوہر کے ہمراہ جانے پر راضی بھی ہو جائے تب بھی قابل اعتبار نہیں اور ماں باپ کے سوا اور کسی ولی کو بغیر مہر مؤجل کے وصول کئے ہوئے نابالغ لڑکی کا اس کے شوہر کے حوالے کر دینا درست نہیں (در مختار، رد المختار جلد ۲ صفحہ ۳۸۸)

(۲) اس کی عیش و آرام کی فکر رکھے اور کم از کم جو نفقہ زوجہ کا شریعت نے مقرر کر دیا ہے اس کے ادا کر دینے میں کوتاہی نہ کرے۔ شریعت نے عورت کا کھانا کپڑا رہنے کا مکان شوہر کے ذمہ واجب کر دیا ہے اسی کو نفقہ کہتے ہیں۔ نفقہ کے مسائل بقدر ضرورت ہم ذیل میں ذکر کرتے ہیں۔

نفقہ کے مسائل

عورت کا نفقہ بشرطیکہ وہ بنکاح صحیح زوجیت میں آئی ہو اس کے شوہر پر ہر حال میں واجب ہے

خواہ وہ عورت مسلمان ہو یا کافرعہ یا فقیر ہو یا مالدار اور خواہ کبیر السن ہو یا صغیر السن ہاں یہ شرط ضرور ہے کہ وہ قابل خاص استراحت کے ہو یا شوہر کی خدمت کر سکے اور اس کی ما نوسی کا باعث ہو سکے خواہ اپنے ماں باپ کے گھر میں رہتی ہو یا شوہر کے گھر میں رہتی ہو اور اگر عورت بہت ہی صغیر السن ہو کہ خاص استراحت کے قابل ہو اور نہ اپنے شوہر کی خدمت یا انسیت کا کام دے سکے اور اگر وہ اپنے ماں باپ کے گھر میں رہے تو اس کا نفقہ اس کے شوہر کے ذمہ واجب نہیں۔ اسی طرح اگر شوہر نے اس کو اپنے گھر بلانا چاہا اور وہ باوجود قدرتعہ کے نہ راضی ہوئی تو اس کا نفقہ اس کے شوہر کے ذمہ واجب نہ ہوگا مگر یہ شرط ہے کہ وہ پہلے کبھی شوہر کے گھر جا چکی ہو لیکن اگر عورت کا شوہر کے گھر جانے سے انکار کرنا بوجہ عدم وصولی مہر کے ہو تو اس انکار سے اس کا نفقہ ساقط نہ ہوگا جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا جو عورت مرتد ہو جائے یا بغیر رضامندی شوہر کے اور بغیر کسی عذر شرعیعہ کے اس کے گھر سے نکل جائےعہ اور وہ عورت جو موت کی عدت میں اور جس سے نکاح فاسد ہوا ہو اور وہ مریضہ جو ابھی تک اپنے شوہر کے گھر نہیں گئی اور نہ اب بحالت موجودہ جا سکتی ہے اور وہ عورت جو کسی کی قید میں ہو یا کوئی اس کو غصب کر لے گیا ہو اور وہ عورت جو اپنے شوہر کے سوا اور کسیعہ کے ہمراہ حج کو گئی ہو گو شوہر نے اجازت دیدی ہو ان تمام عورتوں کا نفقہ ان کے شوہروں پر واجب نہیں جو عورت پیشہ ور ہو اور دن کو اپنے پیشہ

عہ کافر سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں کیونکہ اہل کتاب سے نکاح جائز ہے اہل کتاب کے علاوہ اور کافروں سے نکاح جائز نہیں جیسا کہ محرمات کے بیان میں گزر چکا ۱۲۔

عہ اگر اس کو نقل و حرکت کی قدرت ہی نہ ہو مثلاً ایسی مریض ہو کہ کسی سواری پر بھی آجا نہ سکتی ہو تو ایسی حالت میں اس کا شوہر کے گھر جانے سے انکار کرنا اس کے نفقہ کو ساقط نہ کرے گا ۱۲۔

عہ عذر شرعی سے مراد یہ ہے کہ جن حالتوں میں شریعت نے بغیر رضامندی شوہر کے عورت کو باہر نکل جانے کی اجازت دیدی ہو، ان حالتوں میں نکلنے سے نفقہ ساقط نہ ہوگا مثلاً مہر وصول کرنے کے لئے یا اپنے ماں باپ کی تیمارداری کے لئے جبکہ اس کے سوا اور کوئی تیمارداری کرنے والا نہ ہو ۱۲۔

عہ یعنی جتنے دنوں وہ گھر سے نکلی رہے گی اتنے دنوں کا نفقہ اسے نہ ملے گا جب پھر واپس آجائے گی تو اسے نفقہ ملنے لگے گا۔

عہ اگر شوہر کے ہمراہ حج کو جائے تو شوہر پر اسی قدر نفقہ دینا واجب ہوگا جس قدر وہ بحالت حضر دیا کرتا تھا سفر کے اخراجات مثل کرایہ وغیرہ کے اس کے ذمہ نہ ہوں گے ۱۲۔

میں مشغول رہتی ہو مثلاً کھانا پکانے یا دودھ پلانے کی نوکری کیا کرتی ہو یا قابلہ کا کام کیا کرتی ہو اس وجہ سے دن کو اپنے شوہر کے گھر میں نہ رہ سکتی ہو صرف رات کو اپنے شوہر کے پاس رہتی ہو ایسی عورت کا نفقہ اس کے شوہر پر صرف شب کے وقت واجب ہے بشرطیکہ اپنے شوہر کی خلاف مرضی ان کاموں کو کرتی ہو اور اگر اس کی مرضی سے کرتی ہو تو بدستور شب و روز کا نفقہ اس کے شوہر پر واجب رہے گا اور اگر بغیر کسی عذر کے دن کے وقت اپنے شوہر کے پاس نہ جاتی ہو تو اس کا نفقہ نہ دن کے وقت اس کے شوہر پر واجب ہوگا نہ رات کے وقت (ردالمختار جلد ۲ صفحہ ۷۰۲)

اگر عورت اپنے یا اپنے ماں باپ کے گھر میں رہتی ہو اور جب اس کا شوہر اس کے یہاں جاتا ہو تو وہ شوہر کو اپنے پاس نہ آنے دے اس صورت میں بھی اس کا نفقہ ساقط ہو جائے گا ہاں اگر شوہر سے یہ کہتی ہو کہ مجھے اس مکان سے لے چل میں اس مکان میں رہنا نہیں چاہتی اور وہ نہ لیجاتا ہے تو اس کا نفقہ ساقط نہ ہوگا۔

نفقہ کے متعلق تین چیزیں ہیں، کھانا[۱]، کپڑا[۲]، رہنے کا مکان[۳] کھانے میں اس امر کا لحاظ ضروری ہے کہ اپنی اور اس عورت کی دونوں کی حیثیت کے موافق[عہ] کھانا کھلائے اور اگر وہ بالکل غیر مستطیع ہو کہ عورت کی حیثیت کا لحاظ نہ کر سکے تو جس قدر اس سے ہو سکے کھلائے باقی اس کے ذمہ قرض رہے گا کہ جب اس کو وسعت حاصل ہو تو اس قرض کو ادا کرے مثال عورت بہت امیر ہو کہ اپنے باپ کے گھر میں مرغ پلاؤ اور کھیر وغیرہ کھاتی ہو اور شوہر نہایت فقیر ہو کہ جو کی روٹی سے زیادہ نہ کھا سکتا ہو اور نہ کھلا سکتا ہو تو اس پر واجب یہ ہے کہ گیہوں کی روٹی اور بکری کا گوشت اس کو کھلائے مگر بالفعل وہ اس کو جو کی روٹی کھلائے اور جو کی روٹی اور گیہوں کی روٹی اور بکری کے گوشت کی قیمت میں جس قدر فرق ہو اس پر قرض رہے گا (ردالمختار صفحہ)۔

عورت اگر آٹا پیسنے اور کھانا پکانے سے انکار کرے تو دیکھنا چاہیئے کہ وہ ان لوگوں میں ہے جو کام کرتی ہیں یا نہیں[عہ] کرتیں۔ اگر ہو تو شوہر پر واجب ہے کہ اس کو پکا پکایا کھانا لا دیا کرے یا کوئی ملازم رکھدے

عہ یعنی اگر دونوں امیر ہیں تو امیروں جیسا کھانا کھلائے اور دونوں فقیر ہوں تو فقیروں جیسا اور جو ایک امیر اور دوسرا فقیر ہو تو متوسط درجہ کا ۱۲ عہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اسکے ماں باپ کے یہاں اگر سب لوگ اپنا اپنا کام خود کرتے ہیں نوکر چاکر نہ ہوں تو وہ ان لوگوں میں سمجھی جائے گی جو کام کرتی ہیں اور جو اس کے ماں باپ کے یہاں دولت و ثروت ہو کہ نوکروں کے ذریعہ کام لیا جاتا ہو تو وہ ان لوگوں میں سمجھی جائے گی جو اپنا کام خود نہیں کرتیں پس اصل دار ومدار اس کا امیری اور فقیری پر ہے ۱۲۔

Marfat.com

جوان کاموں کو کردیا کرے اور اگر نہ ہو تو شوہر پر یہ واجب نہیں ہے کہ وہ پکا پکایا کھانا اس کو لادیا کرے بلکہ اس عورت پر واجب ہے کہ خود پکائے اور خود ہی تمام کام کرے۔

خانہ داری کے تمام سامانوں کا مہیا کردینا مثل چکی، توا، ڈیگچی، پیالہ، رکابی، گھڑے، لوٹا اور فرش وغیرہ شوہر کے ذمہ واجب ہے اور عورت کی آرائش کی چیزوں کا مہیا کردینا بھی شوہر کے ذمہ ہے مثل کنگھی، تیل، صابون وغیرہ کے، پانی بھرنے کی اجرت بھی شوہر کے ذمہ ہے، پان تمباکو حقہ وغیرہ کی قیمت بھی شوہر کے ذمہ واجب نہیں (ردالمختار جلد ۲ صفحہ ۷۰۴)

عورت اگر بیمار ہو جائے تو اس کی دوا علاج کے مصارف شوہر کے ذمہ واجب نہیں ہیں۔ (ردالمختار جلد ۲ صفحہ ۷۰۴)

جس طرح عورت کے کھانے پینے میں دونوں کی حیثیت کا لحاظ ہے اسی طرح لباس میں بھی دونوں کی حیثیت کا لحاظ رہنا ضروری ہے، شوہر کے ذمہ واجب ہے کہ سال میں دو مرتبہ اس کے کپڑے گرمیوں میں گرمی کی ضرورت کے موافق اور جاڑوں میں جاڑے کی ضرورت کے موافق، لباس کی تعداد اور اس کی نوعیت دونوں کی حیثیت کے موافق ہونی چاہیئے یعنی اگر دونوں امیر ہیں تو امیروں کا لباس اور دونوں غریب ہوں تو غریبوں کا سا اور جو ایک غریب ہو اور دوسرا امیر تو متوسط درجے کا۔

کپڑے کی نوعیت میں ہر قسم کے رسم و رواج کا لحاظ بھی ضروری ہے عورت کے لئے بستر اور لحاف وغیرہ علیحدہ بنا دینا چاہیئے اگر وہ اس کی خواہش کرے، جوتی وغیرہ بھی لباس میں داخل ہے۔

مکان بھی عورت کے رہنے کا دونوں کی حیثیت کے مطابق ہونا چاہیئے اور اس مکان میں بغیر عورت کی رضامندی کے کوئی اور عزیز شوہر کا نہیں رہ سکتا سوا ایسے نابالغ بچوں کے جو عورت مرد کے باہمی تعلقات کو نہ سمجھتے ہوں، شوہر کا بھائی، بیٹا، ماں باپ، دوسری بی بیاں وغیرہ سب سے وہ مکان خالی ہونا چاہیئے اسی طرح شوہر کو بھی اختیار ہے کہ اس مکان میں عورت کے کسی عزیز کو نہ رہنے دے۔

اگر کسی بڑے مکان کا کوئی خاص حصہ جو محفوظ ہو اور مقفل ہو سکے عورت کو دیدیا جائے تب بھی کافی ہے یہ کچھ ضروری نہیں کہ مکان بالکل علیحدہ ہو۔

اگر شوہر اپنی عورت کے لئے کوئی ایسا مکان تجویز کرے جس کے اطراف میں بالکل آبادی نہ ہو تو عورت کو یہ حق حاصل ہے کہ اس مکان میں رہنے پر راضی نہ ہو پس شوہر پر یہ بات ضروری ہوگی

Marfat.com

کو کسی ایسے مکان میں اس کو رکھے جس کے پڑوس میں شرفا اور صلحا رہتے ہوں اگر عورت کے ہمراہ کوئی غلام یا لونڈی ہو تو اس کا نفقہ بھی شوہر کے ذمہ ہے بشرطیکہ حاجت سے زائد نہ ہوں اگر لونڈی غلام نہ ہوں بلکہ نوکر ہو تو اس کا نفقہ شوہر کے ذمہ نہیں ہے عورت جب مریض ہو جائے تو اس کی خدمت کے لئے کوئی ملازم رکھ دینا شوہر کے ذمہ ہے اگر کوئی شخص اپنی عورت کا نفقہ نہ ادا کرتا ہو تو عورت کو حق حاصل ہے کہ قاضی کی عدالت میں اپنے نفقہ کی نالش کرے اور قاضی موافق قاعدۂ مذکورہ کے اس شخص سے نفقہ دلادے قاضی کو چاہیئے کہ اس مرد کے پیشہ اور اس کی آمدنی کے لحاظ سے نفقہ دینے کی مدت مقرر کردے یعنی اگر کوئی دستکار ہو جیسے روزانہ آمدنی ہوتی ہے تو اسے روزانہ نفقہ دینے کا حکم دے اور اگر کوئی ملازم ہو جسے ماہانہ آمدنی ہوتی ہو تو اسے ماہانہ دینے کا حکم دے اور اگر کوئی کاشتکار یا زمیندار ہو جسے سالانہ آمدنی ہوتی ہے تو اسے سالانہ دینے کا حکم دے اور نیز قاضی کو چاہیئے کہ شہر کا نرخ وغیرہ دریافت کرکے نفقہ مقرر کرے اور اگر قاضی نے جو مقدار روپیہ کی مقرر کی تھی غلہ گراں ہو جانے کے سبب سے وہ مقدار ناکافی ہو جائے تو ایسی صورت میں شوہر کو روپیہ کی مقدار بڑھانا ہوگی تاکہ کافی ہو جائے اسی طرح اگر غلہ ارزاں ہو جائے تو جس قدر روپیہ فاضل بچتا ہے وہ عورت کو واپس کرنا ہوگا (ردالمختار جلد ۲ صفحہ ۷۰۰)

اگر عورت کو شوہر کے مفرور یا روپوش ہو جانے کا خوف ہو تو اس کو اس امر کا حق حاصل ہے کہ اپنے نفقہ کے لئے شوہر سے ضامن طلب کرے خواہ ایک ماہ کے لئے ضامن طلب کرے یا اس سے زیادہ کے لئے جیسی اس وقت مصلحت ہو (ردالمختار جلد ۲ صفحہ ۷۰۲)

عورت کو اختیار ہے کہ اپنے شوہر کے مال میں سے کھانے پینے کی چیزوں کو موافق دستور کے کھا پی لے اور اپنا لباس وغیرہ اس کے روپیہ سے بنوا لے شوہر کو اطلاع کرے یا نہ کرے اگر کوئی عورت اپنے شوہر سے نفقہ کی بابت بہ رضامندی خود کوئی مقدار روپیہ کی مقرر کرے پھر بعد چند روز کے کہے کہ یہ مقدار مجھے کافی نہیں ہوتی تو اگر درحقیقت وہ مقدار کافی نہ ہو تو شوہر پر لازم ہے کہ اس مقدار کو بڑھا دے اور اگر بعد تعین مقدار کے شوہر کہے کہ میں اس مقدار کے دینے کی استطاعت نہیں رکھتا تو اس کی بات نہ مانی جائے گی ہاں اگر غلہ میں ارزانی ہوگئی ہو یعنی اس مقدار معینہ سے کم اس عورت کے لئے کافی ہو جائے تو پھر قاضی اس مقدار کو کم کردے گا۔

گزشتہ دنوں کی بابت نفقہ کا دعویٰ ایک ماہ یا ایک ماہ سے زائد کے لئے نہیں ہو سکتا کیونکہ ایک مہینہ گزر جانے سے نفقہ ساقط ہو جاتا ہے ہاں اگر قاضی کے فیصلے سے یا باہمی رضامندی سے

Marfat.com

نفقہ کی بابت کوئی مقدار خاص نفقہ کی مقرر ہو گئی ہو تو اس کا دعویٰ ایک ماہ سے زائد کے لئے بھی ہو سکتا ہے (ردالمحتار جلد ۲ صفحہ ۷۱۷)

اگر عورت و مرد میں باہم اس گذشتہ زمانے کی مقدار میں اختلاف ہو جس میں شوہر نے نفقہ نہیں دیا مثلاً عورت کہتی ہو کہ دو مہینہ سے نہیں دیا شوہر کہتا ہو کہ ڈیڑھ مہینہ سے نہیں دیا تو ثبوت عورت سے طلب کیا جائے گا اگر وہ ثبوت نہ پیش کر سکے تو شوہر کی بات مانی جائے گی اور اگر عورت نفقہ دینے کی منکر ہو اور شوہر مدعی ہو تو قسم لے کے عورت کی بات مان لی جائے گی۔

طلاق سے عورت کا نفقہ ساقط نہیں ہوتا یعنی جب تک اس کی عدت نہ گزر جائے اس کا نفقہ شوہر کے ذمہ ہے بشرطیکہ وہ عدت کے زمانہ میں گھر ہی پر مقیم رہے طلاق بائن ہو خواہ رجعی (بحر الرائق)

(۳) تیسرا حق زوجہ کا حسن معاشرت ہے یعنی شوہر پر واجب ہے کہ وہ اس کی خاطرداری اور رضامندی کا ہر امر میں لحاظ رکھے بشرطیکہ کوئی معصیت لازم نہ آتی ہو۔

ہماری شریعت اسلامیہ میں ایک مرد کے لئے ایک ساتھ چار نکاح کی اجازت دی گئی ہے مگر اس کے ساتھ ہی یہ حکم بھی ہے[عہ] کہ اگر سب کے ساتھ حسن معاشرت نہ کر سکے اور برابر کا برتاؤ نہ رکھ سکے تو ایک سے زیادہ نکاح نہ کرے یہاں سے سمجھنے والے سمجھ سکتے ہیں کہ ہماری شریعت میں حسن معاشرت کا کہاں تک خیال کیا گیا ہے۔

جس شخص کی کئی بیبیاں ہوں اس پر واجب ہے کہ کھانے میں اور ہر ایک کے پاس رہنے میں برابری کا لحاظ رکھے جس قسم کا کھانا اور لباس ایک کو دے ویسا ہی دوسری کو بھی دے اور جتنی دیر ایک کے پاس رہے اتنی ہی دیر دوسری کے پاس بھی رہے مثلاً ایک شب ایک کے پاس رہے تو ایک شب دوسری کے پاس بھی اور جو دو شب ایک کے پاس رہے تو دوسری کے پاس بھی دو شب رہے ہاں خاص استراحت میں برابری کا لحاظ نہیں واجب کیا گیا کیونکہ یہ بات دل کے میلان سے تعلق رکھتی ہے اور دلی میلان انسان کے اختیار سے باہر ہے لیکن حتی الامکان اس میں بھی برابری کا لحاظ رکھے تو مستحب ہے اور گو خاص استراحت میں برابری کا لحاظ واجب نہیں لیکن یہ بات واجب ہے کہ

عہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ فان خفتم الا تعدلوا فواحدۃ یعنی اگر تمہیں بے انصافی کا خوف ہو تو ایک ہی سے نکاح کرو ۱۲۔

Marfat.com

اتنی مدت تک کسی بی بی سے خاص استراحت ترک نہ کرے کہ ایلا کی مدت تک پہنچ جائے ایلا کی مدت چار مہینے ہے۔ مریضہ اور صحیحہ اور حائضہ غیر حائضہ مجنونہ اور عاقلہ اور باکرہ اور ثیبہ جدیدہ اور قدیمہ مسلمہ اور کافرہ کتابیہ سب کا حق یکساں ہے سب کے ساتھ برابر کا برتاؤ کرنا چاہیئے۔

اگر کوئی شخص اپنی بی بیوں کے ساتھ برابر کا برتاؤ نہ کرتا ہو تو قاضی کو چاہیئے کہ پہلی مرتبہ اسے فہمایش کرے اس پر بھی نہ مانے تو اسے سزا دے مگر اس سزا میں قید کا اختیار نہیں ہے سفر میں برابری واجب نہیں ہے شوہر کو اختیار ہے کہ اپنی بی بیوں میں سے جس کو چاہے سفر میں اپنے ہمراہ لے جائے۔

شوہر کو چاہیئے کہ اپنی بی بی سے اس قدر خدمت نہ لے جو اس کی طاقت سے باہر ہو ایسی بات اس سے نہ کہے جو اس پر شاق ہو والدین کے یہاں جانے سے اور نیز ان کو اپنے یہاں آنے سے نہ روکے اور یہ آمد و رفت دستور کے موافق ہونی چاہیئے مثلاً ایک ہی شہر میں رہتے ہوں تو ہر ہفتہ میں ایک مرتبہ اور جو مختلف شہروں میں رہتے ہوں تو ہر سال میں ایک مرتبہ یا دو مرتبہ سے زیادہ آمد و رفت ہو تو شوہر کو روکنے کا اختیار ہے

چوتھا حق زوجہ کا تعلیم ہے یعنی شوہر پر واجب ہے کہ اسے ضروریات دین کی تعلیم دے اس کے عقائد کے اصلاح کی کوشش کرے اور پابندی شریعت کی اس پر تاکید رکھے خود علم دین رکھتا ہو تو خود تعلیم کرے ورنہ کسی دوسرے سے بطرز مناسب تعلیم دلائے اور بغرض تعلیم زجر و تنبیہ کی بھی اجازت ہے خاصکر ترک نماز کے لئے آخیر میں یعنی جبکہ زبانی تاکید اور ظاہری ناخوشی سے کام نہ چلے مارنے کی بھی اجازت ہے مگر منہ پر مارنے کی اور اس طرح مارنے کی جس سے چوٹ آجائے ممانعت ہے۔

زوج کے حقوق۔ جس طرح زوجہ کے حقوق شوہر کے ذمہ بیان کئے گئے اسی طرح زوجہ کے بھی

ع ایک مرتبہ حضرت عمرؓ شب کو گشت کر رہے تھے یکایک ایک عورت کو سنا وہ کہہ رہی تھی فواللہ لولا اللہ تخشی عواقبہ لزحزح من ہذا السریر جوانبہ یعنی خدا کی قسم اگر خدا سے اس کی عاقبت کا خوف نہ ہوتا تو آج بھی اس تخت کے پائے ہلتے یعنی میں کسی مرد سے مشغول استراحت ہوتی تو حضرت عمرؓ نے اس کی کیفیت دریافت کی معلوم ہوا کہ اس کا شوہر جہاد میں ہے پھر اپنی صاحبزادی ام المومنین حفصہؓ سے دریافت کیا کہ عورت اپنے شوہر کے بغیر کتنے دنوں صبر کر سکتی ہے انھوں نے کہا چار مہینے تو انھوں نے اپنے سرداران لشکر کو حکم لکھوا دیا کہ شخص جس کی بی بی موجود ہو چار مہینے سے زیادہ باہر نہ روکا جائے چار مہینے کے بعد فوراً اسے رخصت دیدی جایا کرے ۱۲

Marfat.com

حقوق زوجہ کے ذمہ ہیں اور بہت ہیں یا حاصل ان تمام حقوق کا یہ ہے کہ شوہر کا راضی رکھنا اور اس کی اطاعت کرنا زوجہ پر واجب ہے بشرطیکہ خلاف مرضی الٰہی اور خلاف شرعیات کا حکم نہ دے شوہر کے حقوق کی تفصیل میں طول ہوگا لہذا مختصراً صرف اسی قدر لکھدینا کافی ہے کہ زوجہ پر اللہ کے حق کے بعد سب سے زیادہ شوہر کا حق ہے ایک حدیث میں وارد ہوا ہے کہ اگر خدا کے سوا کسی کا سجدہ جائز ہوتا تو عورت کو حکم دیا جاتا کہ وہ اپنے شوہر کا سجدہ کرے ایک دوسری حدیث میں ہے کہ پانچ آدمیوں کی نماز روزہ اور کوئی عبادت قبول نہیں ہوتی منجملہ ان کے وہ عورت ہے جس کا شوہر اس سے ناخوش ہو۔

عورت کو یہ بھی چاہیئے کہ اپنے شوہر کے سامنے اپنی آرایش وغیرہ میں کوتاہی نہ کرے اور اس کے بزرگوں کا ویسا ہی خیال و ادب رکھے جیسے اپنے بزرگوں کا اور شوہر کے مال کی حفاظت جہاں تک اس سے ممکن ہو کرے اور شوہر کی غیبت میں اپنا بناؤ سنگار بالکل نہ کرے۔

زوجین کے حقوق کا بیان ہو چکا اب ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طرز معاشرت جو امہات المؤمنین کے ساتھ تھا نقل کرتے ہیں جس کو دیکھکر سوا اسکے کہ یہ آپ ہی کی قوت تھی اور کچھ نہیں کہا جاسکتا اس قدر کثرت ازواج پر ایسی حسن معاشرت ہر بشر کے حوصلے سے باہر ہے یہ بھی ایک بڑا معجزہ تھا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حسنِ معاشرت

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر فرمایا کرتے تھے خیارکم خیارکم لاھلہ وانا خیرکم لاھلی یعنی تم میں بہتر وہ ہے جو اپنی بی بی سے عمدہ برتاؤ کرے اور میں اپنی بی بی کے ساتھ تم سب سے زیادہ عمدہ برتاؤ کرتا ہوں یہ ایک بہت بڑی شہادت حسن معاشرت کی ہے جو خود حضرت کے کلام سے ثابت ہوئی اب آپ کا برتاؤ اپنی ازواج کے ساتھ جو حدیث کی کتابوں میں مروی ہے نقل کیا جاتا ہے، بیان سابق سے یہ امر واضح ہو چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نو بیبیاں تھیں، اور ان نو بیبیوں کے علاوہ کچھ حرمیں بھی تھیں یعنی لونڈیاں، یہ ایک عام بات ہے کہ جب کسی کے نکاح میں کئی عورتیں ہوتی ہیں تو ان میں باہم رنجش و کشمکش کے علاوہ توسوت کے ہونے کے لوازم

عہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولھن مثل الذی علیھن یعنی جس طرح عورتوں پر مردوں کا حق ہے اسی طرح مردوں پر بھی عورتوں کا حق ہے ۱۲۔

Marfat.com

سے ہے ان کو اپنے شوہر سے بھی رنج و ملال رہتا ہے اور اس رنج و ملال اور تنافر و تباغض کی اصل وجہ یہی ہوتی ہے کہ شوہر کا التفات سب کی طرف یکساں نہیں ہوتا مگر ایک معنصف مؤرخ جس نے خوب تحقیق سے تواریخ و احادیث و سیر کی کتابیں دیکھی ہوں، سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ طاہرات کو ان عیوب سے پاک پائے گا، اس کی وجہ سوا اس کے اور کچھ نہیں کہ آپ کا التفات سب کی طرف برابر تھا، گو احادیث کی کتابوں میں یہ مروی ہے کہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہؓ کے ساتھ آپ کو محبت زیادہ تھی مگر کبھی اس زیادتی محبت کے باعث یہ نہیں ہوا کہ آپ نے اوروں کی طرف التفات کم کر دیا ہو یا اوروں کے یہاں آمد و رفت کم کر دی ہو، ان کی خبر گیری میں نان نفقہ وغیرہ کے مصارف میں کچھ کمی کر دی ہو، اسی سبب سے کبھی کسی بی بی کو آپ سے اس امر کی شکایت کا موقعہ نہیں ملا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر فرماتے تھے حُبِّبَ اِلَیَّ مِنْ دُنْیَاکُمُ النِّسَاءُ وَالطِّیْبُ یعنی مجھے تمہاری دنیا کی چیزوں میں سے صرف دو چیزیں پسند ہیں عورت اور خوشبو، اسی وجہ سے آپ نے کئی نکاح کئے۔ کثرت ازدواج کی کچھ حکمتیں ہم اوپر بیان کر چکے ہیں، شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ شرح سفر السعادۃ میں لکھتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے بہت سے نکاح کئے، اس میں یہ حکمت تھی کہ بہت سے احکام شریعت جو عورتوں سے متعلق ہیں اور مردوں کو ان پر اطلاع نہیں ہو سکتی تھی وہ احکام ان ازواجِ پاک کے ذریعہ سے امت کو پہونچیں اور جمعیت خداوندی قائم رہے اور عورتوں کے حقوق ادا کرنا اور ان کے ساتھ حسنِ معاشرت کا برتنا تمام امت کو معلوم ہو جائے، واقعی یہ حکمت ایک بہت بڑی حکمت ہے اگر دقیق نظر سے دیکھی جائے تو ایک اولوالعزم پیغمبر جو اپنے حقیقی مالک کی درگاہ میں اعلیٰ درجہ کا تقرب رکھتا ہو اور منصبِ نبوت کے فرائض کی انجام دہی اس کے متعلق ہو وہ ایسا کثیر التعلقات ہو کر ان تعلقات کے ادائے حقوق کا اس قدر خیال کرے اور اپنے گراں بہا وقت شریف کا ایک حصہ ان باتوں میں صرف کرے، کثرت ازدواج سے جس طرح عورتوں کے حقوق اور ان کے ساتھ حسنِ معاشرت کی بے نظیر تاکید ثابت ہوتی ہے اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عالی ظرفی اور بلند حوصلگی کا بھی کچھ اندازہ ہوتا ہے اگرچہ حقیقت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات کا اندازہ کرنا بشری قوت سے باہر ہے۔

الحاصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تمام ازواج کے ساتھ یکساں برتاؤ رکھتے تھے یعنی سب کے ادائے حقوق کا برابر خیال کرتے تھے ہر ایک کے یہاں رہنے کی آپ نے باری مقرر کر دی تھی ایک کی باری میں دوسرے کے یہاں ہرگز نہ رہتے تھے حضرت عائشہؓ سے باوجودیکہ محبت زیادہ

تھی مگر ایک مرتبہ وہ حضرت صفیہ رضؓ کی باری کے دن حضرت کے پاس آئیں تو حضرت نے ان سے فرمایا کہ تم کیوں آئی ہو؟ جاؤ۔ انھوں نے عرض کیا کہ آج صفیہ رضؓ نے اپنی باری مجھے دیدی ہے برابری کا یہاں تک خیال تھا کہ مرض وفات میں جبکہ آپ کی طبیعت حضرت عائشہ رضؓ کے یہاں رہنے کو چاہتی تھی آپ نے بغیر اجازت اور ازواج کے اس امر کو گوارہ نہ کیا جب سب نے اجازت دیدی اس وقت آپ حضرت عائشہ رضؓ کے یہاں تشریف لے گئے جب آپ سفر میں تشریف لے جاتے تھے تو قرعہ ڈالتے تھے جس کا نام قرعہ میں نکل آتا تھا آپ اسی کو اپنے ہمراہ لے جاتے تھے۔

ہر روز نماز عصر کے بعد آپ اپنی تمام ازواج کے یہاں تشریف لے جاتے تھے اور سب کی خیریت دریافت فرمالیتے تھے۔

بہت ہی خوش گوئی اور خوش خلقی سے پیش آیا کرتے تھے کبھی سخت کلامی نہ فرماتے تھے گو کیسی ہی خلاف مزاج بات کیوں نہ ہو، ایک مرتبہ تمام ازواج مطہرات نے مل کے آپ سے اپنی اخراجات کا مطالبہ کیا حضرت ؐ کو بہت ناگوار گزرا لیکن اس کے جواب میں کسی قسم کا سخت کلمہ زبان مبارک سے نہیں نکلا ہاں اس واقعہ پر آپ نے ایک مہینہ کا ایلا کر لیا تھا یعنی ایک مہینے تک آپ اپنی ازواج کے پاس تشریف نہیں لے گئے۔

حضرت ام المومنین حفصہ رضؓ کو ایک مرتبہ رجعی طلاق دی بعد اس کے رجوع کر لیا۔

کسی روایت میں یہ نہیں دیکھا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج پاک کو خطاب یا بے خطا کوئی سخت اور نا ملائم کلمہ کہا ہو ہمیشہ تحمل اور بردباری سے آپ نے کام لیا اگر کبھی کوئی بات نصیحت اور تعلیم کے طور پر فرماتے تھے تو نہایت نرم اور بااثر الفاظ میں۔

لونڈی غلام اور ان کے نکاح کے احکام

(۱) یہ مسئلہ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ عورت اپنے غلام کے ساتھ نکاح نہیں کر سکتی اور جس طرح ان میں باہم نکاح جائز نہیں اسی طرح بغیر نکاح کے بھی خاص استراحت درست نہیں۔

(۲) مرد کا نکاح بھی اپنی لونڈی کے ساتھ درست نہیں مگر اس کے درست نہ ہونے کا یہ مطلب ہے کہ نکاح کا نتیجہ مرتب نہ ہوگا اور بعد آزاد کر دینے کے نکاح قائم نہ رہے گا اور اگر اس لونڈی کو طلاق دی جائے تو طلاق نہ ہوگی (ردالمختار جلد ۲ صفحہ ۲۹۶)

(۳) اپنی لونڈی کے ساتھ بغیر نکاح کے خاص استراحت جائز ہے مگر اس زمانہ میں اس امر کے

Marfat.com

لئے بڑی احتیاط کی ضرورت ہے کیونکہ اکثر لونڈیاں ناجائز طریقہ سے قبضہ میں آرہی ہیں یعنی آزاد عورتیں بغیر تجویز شرع کے لونڈی بنائی جاتی ہیں جہاد وں سے جو عورتیں گرفتار ہو کر آتی ہیں وہ بوجہ اس کے کہ آج کل مال غنیمت کی تقسیم قاعدۂ شرعیہ کے موافق نہیں ہوتی لونڈی کا حکم نہیں رکھتیں اور ان سے بغیر نکاح کے خاص استراحت درست نہیں پس اگر کسی طریقہ سے یہ امر معلوم[عـه] ہو جائے کہ یہ لونڈی دراصل لونڈی ہے تو اس کے ساتھ خاص استراحت میں کوئی مضائقہ نہیں ورنہ احتیاطاً بغیر نکاح کے خاص استراحت سے اجتناب بہتر ہے اور اگر اس کا لونڈی نہ ہونا محقق ہو جائے تو ایسی حالت میں اس سے بغیر نکاح کے خاص استراحت ناجائز ہے۔

(۴) ایسی صورت میں جبکہ کسی لونڈی کے لونڈی ہونے میں احتمال ہو اگر اس سے نکاح کیا جائے تو گو اور نتائج نکاح کے اس نکاح پر مرتب نہ ہوں گے مگر ایک نتیجہ اس پر احتیاطاً ضرور مرتب کرا لیا جائے گا اور وہ یہ کہ اس نکاح کے بعد صرف تین نکاح اس شخص کے لئے جائز ہیں، چوتھے نکاح سے احتیاطاً اجتناب کرے (ردالمختار جلد ۲ صفحہ ۲۹۶)

(۵) اگر کوئی شخص کسی دوسرے کو اپنی لونڈی خاص استراحت کے لئے دے تو اس دوسرے شخص کو اس لونڈی سے خاص استراحت جائز نہیں کیونکہ خاص استراحت کے جائز ہونے کی صرف دو ہی صورتیں ہیں نکاح یا ملک (ردالمختار جلد ۲ صفحہ ۳۸۰)

(۶) باپ کی لونڈی سے بیٹے کو اور بیٹے کی لونڈی سے باپ کو، اور اسی طرح اپنی زوجہ کی لونڈی سے شوہر کو خاص استراحت جائز نہیں گو یہ لوگ اجازت دے بھی دیں۔

(۷) ہر شخص کو اختیار ہے کہ اپنی لونڈی غلام کا نکاح دوسرے سے کر دے یا انھیں اجازت نکاح کی دیدے اگر لونڈی غلام نکاح پر راضی نہ ہوں تو اس کا مالک جبراً ان کا نکاح کر سکتا ہے بشرطیکہ ملک اس کی کامل ہو[عـه]۔

عـه لونڈی کا لونڈی ہونا اس طرح معلوم ہوتا ہے کہ وراثۃً نسلاً بعد نسل منتقل ہوتی چلی آرہی ہو یا اس طور پر کہ خود اقرار کرے یا اس طرح پر کہ بیت المال کے وکیل سے مول لی جائے۔

عـه غلام کی کئی قسمیں ہیں ایک قن اور یہی کامل غلام ہے دوسرے مکاتب کہ جس سے یہ معاملہ ہو گیا ہو کہ وہ ایک معدود رقم اپنی کمائی سے ادا کرنے کے بعد آزاد ہے تیسرے مدبر جس سے مالک نے یہ کہدیا ہو کہ تو بعد میرے مرنے کے آزاد ہے ان دو قسموں کے غلام کامل غلام نہیں ہیں ۱۲

(۸) جس لونڈی کے ساتھ اس کا مالک خاص استراحت کیا کرتا ہو اس کا نکاح کسی دوسرے سے کرے تو یہ امر ضروری ہے کہ پہلے اس کے رحم کا صاف[ع] ہونا معلوم کر لے اگر بغیر اس کے معلوم کئے ہوئے نکاح کر دیا اور اس لونڈی کا اپنے مالک سے حاملہ ہونا ظاہر ہوا تو یہ نکاح فاسد ہو جائے گا۔

(۹) اگر کوئی شخص اپنے غلام کا نکاح اپنی لونڈی کے ساتھ کر دے تو اس صورت میں اس غلام پر مہر و نفقہ واجب نہ ہوگا اور اگر لونڈی کسی اور کی ہے اور غلام کسی اور کا یا کسی آزاد عورت سے کسی غلام کا نکاح کیا جائے یا کسی لونڈی کے ساتھ کسی آزاد مرد کا نکاح کیا گیا ہو تو ان سب صورتوں میں نفقہ اور مہر شوہر کے ذمہ واجب ہوگا اور اگر کسی غلام کو بعد نکاح کر دینے کے اس کا مالک فروخت کر دے گا تو اس کی بی بی کے مہر و نفقہ کا مطالبہ اس مالک سے نہ کیا جائے گا بلکہ وہ اسی غلام کے ذمہ رہے گا۔

(۱۰) جب کوئی غلام اپنی عورت کا نفقہ اور مہر ادا نہ کر سکے تو اس کے مالک کو چاہیئے کہ اسے بیچ ڈالے اور اس کی قیمت سے نفقہ اور مہر ادا کرے اور اگر یہ قیمت کافی نہ ہو تو بقیہ رقم کا مطالبہ اس سے بعد آزادی کے کیا جائے گا، پھر دوسرے مالک کے یہاں بھی اگر وہ نفقہ ادا کرنے پر قادر نہ ہو تو پھر بیچا جائے گا۔ ہاں مہر کے عوض میں اب دوبارہ نہ بیچا جائے گا کیونکہ ایک مرتبہ اس کے لئے بک چکا ہے البتہ نفقہ چونکہ بار بار واجب ہوتا ہے لہٰذا اس کے لئے بار بار بیچنا چاہیئے اگر کوئی شخص اپنے غلام کو مہر و نفقہ کی وجہ سے بیچنے میں سستی کرتا ہو تو قاضی بجبر اس کی موجودگی میں اسے فروخت کروا دے گا۔

(۱۱) بغیر مالک کی اجازت کے اگر کوئی لونڈی یا غلام اپنا نکاح کسی سے کر لے تو وہ نکاح مالک کی اجازت پر موقوف رہے گا اگر مالک اجازت دیدے گا تو نکاح صحیح ہو جائے گا ورنہ باطل ہو جائے گا اور باطل ہونے کی صورت میں مہر و نفقہ شوہر کے ذمہ واجب نہ ہوگا، ہاں اگر خاص استراحت کی نوبت آگئی ہے تو مہر مثل کا مطالبہ اس سے کیا جائے گا وہ بھی بعد آزاد ہو جانے کے۔

(۱۲) مالک نے اگر ایک نکاح کی اپنے غلام یا لونڈی کو اجازت دی اور اس نے دو نکاح کر لئے تو پہلا نکاح صحیح ہو جائے گا اور دوسرا نکاح باطل ہو جائے گا۔

عـــہ رحم کے صاف ہو جانے کا مطلب یہ ہے کہ حاملہ تو نہیں ہے حمل کا ہونا نہ ہونا حیض کے آنے نہ آنے سے معلوم ہو جاتا ہے ۱۲۔

Marfat.com

(۱۳) اگر کوئی شخص اپنی لونڈی کا نکاح کسی سے کردے تو اس پر یہ امر ضروری نہیں ہے کہ اس لونڈی کو اس کے شوہر کے حوالے بھی کردے یا باہم دونوں میں خلوت کا موقعہ دیدے لیکن اس لونڈی کا مہر ونفقہ اس کے شوہر کے ذمہ جب ہی واجب ہوگا کہ جب اسے خلوت کا موقع دیا جائے۔

(۱۴) بعد نکاح کے بھی مالک اپنی لونڈی کو سفر میں اپنے ہمراہ لیجا سکتا ہے اگرچہ اس کا شوہر راضی نہ ہو۔

(۱۵) جس لونڈی کا نکاح ہوگیا ہو وہ اگر آزاد ہوجائے تو اس کو اختیار ہے چاہے تو اس نکاح کو قائم رکھے اور چاہے فسخ کردے اور یہ فسخ قاضی کے فیصلے پر موقوف نہیں بلکہ اس کی ناخوشی ظاہر کرتے ہی نکاح فسخ ہوجائے گا یہ اختیار سکوت سے باطل نہ ہوگا تاوقتیکہ صریحی طور پر رضامندی یا نارضامندی ظاہر نہ کردے اسے اختیار حاصل رہے گا نیز اگر اس کو مسئلہ نہ معلوم ہو یعنی یہ نہ جانتی ہو کہ لونڈی کو بعد آزاد ہوجانے کے نکاح سابق کے قائم رکھنے نہ رکھنے کا اختیار ہوجاتا ہے اور اس نہ جاننے کے سبب سے اس نے اپنی رضامندی یا نارضامندی ظاہر نہ کی ہو تو یہ نہ جاننا شرعاً عذر سمجھا جائے گا اور بعد مسئلہ معلوم ہونے کے اگر وہ اپنی رضامندی ظاہر کرے گی گو کتنا ہی زمانہ گذر گیا ہو نکاح فسخ ہوجائے گا ہاں جس مجلس میں یہ مسئلہ اسے معلوم ہوا ہے اس مجلس سے اگر بغیر رضامندی ظاہر کیے ہوئے اٹھ جائے گی تو اس کا اختیار باطل ہوجائیگا۔

(۱۶) اگر کوئی شخص اپنے غلام کا نکاح اپنی ہی بیٹی کے ساتھ کردے اور اس کا کوئی وارث سوا اس بیٹی کے نہ ہو تو جس وقت وہ مرجائے گا اور وہ غلام وراثۃً اس بیٹی کی ملک میں آجائے گا اسی وقت فوراً وہ نکاح فاسد ہوجائے گا، ہاں اگر وہ غلام مدبر ہو تو نکاح فاسد نہ ہوگا کیونکہ وہ اپنے مالک کے مرتے ہی آزاد ہوجائے گا اس کی بیٹی کی ملک میں نہ آئے گا، اسی طرح اگر وہ غلام مکاتب[ع] ہو تب بھی نکاح فاسد نہ ہوگا کیونکہ مکاتب میں غلامی کی حیثیت کامل نہیں ہوتی، ہاں اگر وہ مکاتب زرکتابت کے ادا کرنے سے عاجز ہوجائے اور پھر اپنی اصلی حالت غلامی میں عود کرجائے تو البتہ نکاح فاسد ہوجائے گا۔

(۱۷) اگر کوئی آزاد عورت جو کسی غلام کے نکاح میں ہو اپنے شوہر کے مالک سے کہے کہ

ع مکاتب کی تعریف تو ہم اوپر لکھ چکے ہیں یعنی اس سے جس قدر روپیہ طے ہوا ہو اس روپیہ کو زرکتابت کہتے ہیں چونکہ اہل عرب کا دستور تھا کہ اس معاملہ کو لکھ لیا کرتے تھے اس لئے یہی اس کا نام پڑ گیا ۱۲۔

Marfat.com

تو اس غلام کو میری طرف سے ایک ہزار روپیہ میں آزاد کر دے اور وہ آزاد کر دے تو فوراً نکاح فاسد ہو جائے گا کیونکہ اس صورت میں گویا وہ غلام اس شخص نے ایکہزار روپے کے عوض میں اس عورت کے ہاتھ بیچا پھر گویا اس کی طرف سے وکالۃً اسے آزاد کیا ہاں اگر وہ عورت یہ نہ کہے تو ایک ہزار میں بلکہ صرف اسی قدر کہے کہ اس کو میری طرف سے آزاد کر دے تو نکاح فاسد نہ ہوگا اور یہ آزادی اس عورت کی طرف سے نہ سمجھی جائے گی۔

(۸) جب کوئی شخص اپنی لونڈی کا نکاح کسی سے کر دے تو پھر اس لونڈی سے اس کو خاص استراحت کرنا جائز نہیں ہاں جب اس کا شوہر اس کو طلاق دیدے یا کسی وجہ سے نکاح فاسد ہو جائے تو پھر اس سے خاص استراحت جائز ہے مگر بعد اس امر کے معلوم کرنے کے کہ اسے حمل تو نہیں ہے۔

نابالغ بچوں کے نکاح کا بیان

نابالغ بچوں کے نکاح کے مسائل اگرچہ ضمناً کچھ اوپر بیان ہو چکے ہیں لیکن خاص طور پر اب ان کے احکام بیان کئے جاتے ہیں۔

(۱) جس طرح لونڈی غلام کا نکاح بغیر اجازت مالک کے نہیں ہوتا اسی طرح نابالغ بچوں کا نکاح بغیر اجازت ان کے ولی کے نہیں ہوتا۔

(۲) نابالغ لڑکوں کو بعد بلوغ کے نکاح کے قائم رکھنے اور نہ رکھنے کا اختیار ہے مگر یہ اختیار صرف زمانۂ بلوغ تک کے لئے ہے، یعنی جس وقت اپنے بلوغ کا علم ہوا ہو یا بعد بلوغ کے نکاح کی خبر ملی اور فوراً نابالغ کا علم ہوتے ہی یا نکاح کی خبر سنتے ہی رضامندی یا نارضامندی ظاہر نہ کی تو اختیار باطل ہو جائے گا، ہاں اگر عورت ثیبہ ہو تو اس کا اختیار بغیر صریح رضامندی یا نارضامندی کے باطل نہ ہوگا اس اختیار میں مسئلہ کا معلوم نہ ہونا عذر نہیں ہے حتی کہ اگر کسی نابالغ نے بوجہ اس امر کے نہ معلوم ہونے کے کہ نابالغ کو بعد بلوغ کے اپنے نکاح سابق کو قائم رکھنے نہ رکھنے کا اختیار ہوتا ہے، اپنے نکاح کی خبر سنکر سکوت کیا تو اس سکوت سے بھی اس کا اختیار باطل ہو جائے گا، یہ اختیار جس طرح عورت کو حاصل ہوتا ہے اسی طرح مرد کو بھی حاصل ہوتا ہے اور مرد کا اختیار ثیبہ عورت کی طرح بغیر صریح رضامندی یا نارضامندی ظاہر کئے ہوئے باطل نہیں ہوتا۔

Marfat.com

ہاں اگر یہ نکاح باپ نے یا دادا نے کیا ہو تو پھر بلوغ کے بعد اس کو فسخ کا اختیار نہیں ہے اسی طرح اگر یہ نابالغ کوئی غلام یا لونڈی ہو اور اس کے مالک نے اس کا نکاح کیا ہو تو اس کو بھی بعد بلوغ کے فسخ کا اختیار نہیں ہے اسی طرح اگر کوئی شخص مجنون ہو گیا ہو خواہ وہ مرد ہو یا عورت اور بحالت جنون اس کا نکاح اس کے بیٹے نے کر دیا ہو تو اس مجنون کو بعد زوال جنون کے اس نکاح کے فسخ کا اختیار نہیں ہے (رد المحتار جلد ۲ صفحہ ۳۲)

اور اگر یہ لوگ معاملات میں غلطی کرتے اور دھوکا کھانے میں مشہور ہوں یا یہ نکاح الفقود نے نشے میں کر دیا ہو تو باپ دادا اور بیٹے کے کئے ہوئے نکاح میں اختیار حاصل رہے گا مگر مالک کے کئے ہوئے نکاح کے فسخ کا اس صورت میں بھی اختیار نہیں ہے۔

(۳) باپ دادا کے سوا اور کوئی ولی اگر کسی نابالغ کا نکاح غیر کفو سے کر دے تو یہ نکاح صحیح نہ ہوگا ہاں باپ دادا کا کیا ہوا نکاح اس حالت میں بھی صحیح ہوگا بلکہ لازم ہوگا یعنی فسخ کا اختیار باقی نہ رہے گا جیسا کہ اوپر گذر چکا۔

یہاں تک تو مسلمانوں کے نکاح کے احکام تھے جو بیان کئے گئے اب کچھ تھوڑے مسائل کافروں کے نکاح کے متعلق بھی بیان کئے جاتے ہیں اگرچہ ان مسائل کی زیادہ ضرورت اس وقت تھی جب اسلام کی حکومت تھی غیر مذاہب کے لوگ اپنے مقدمات وغیرہ اسلام کے قاضیوں اور حاکموں کے سامنے پیش کرتے تھے اور اب ان کی چنداں ضرورت نہیں رہی لیکن بغرض تحصیل علم کے اور نیز اس وجہ سے کبھی زوجین میں سے کوئی ایک یا دونوں مسلمان ہو جاتے ہیں اور ان کو اپنے نکاح سابق کا حکم قواعد اسلامیہ کے موافق دریافت کرنا منظور ہوتا ہے اور اس قسم کی کبھی کبھی اور ضرورتیں بھی پیش آجاتی ہیں لہٰذا بقدر ضرورت کافروں کے نکاح کے مسائل بھی لکھے جاتے ہیں۔

کافروں کے نکاح کا بیان

(۱) جو نکاح مسلمانوں کے یہاں از روئے شریعت صحیح ہیں وہ کافروں کے لئے بھی صحیح ہیں[a] (در مختار وغیرہ)

---

[a] امام مالکؒ اس کے خلاف ہیں وہ کہتے ہیں یہ نکاح ناجائز ہیں حنفیہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ وَامْرَأَتُهُ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ترجمہ: عورت اس ابولہب کی اٹھانیوالی کانٹوں کی بس اگر یہ نکاح ناجائز ہوتا تو ابولہب کی منکوحہ حق تعالیٰ اس کی عورت نہ فرماتا آخیر کے دونوں مسئلوں میں بھی غالباً امام مالکؒ مخالف ہوں گے ۱۲

نتیجہ اس مسئلہ کا یہ ہے کہ کسی کافر کی بی بی سے جن میں قواعد شرعیہ کی رو سے نکاح صحیح ہو گیا ہو، کوئی مسلمان نکاح کرنا چاہے تو جائز نہیں اگرچہ وہ عورت ان کافروں میں سے ہو جن کے ساتھ مسلمانوں کو نکاح کرنا جائز ہے یعنی اہل کتاب۔

دوسرا نتیجہ۔ اس مسئلہ کا یہ ہے کہ اگر زوجین ایک ہی وقت میں مسلمان ہو جائیں تو اسی نکاح سابق پر قائم رکھے جائیں گے جدید نکاح کی ضرورت نہ ہوگی۔

(۲) جو نکاح مسلمانوں کے یہاں ناجائز ہے بوجہ کسی شرط صحت نکاح کے نہ پائے جانے کے وہ کافروں کے لئے جائز ہے بشرطیکہ وہ اس کے جواز کا اعتقاد رکھتے ہوں۔

نتیجے اس مسئلہ کے بھی وہی ہیں جو پہلے مسئلہ کے تھے **مثال** کسی عیسائی یا یہودی نے اپنے ہم مذہب عورت سے نکاح کیا اور اس نکاح میں از روئے شریعت اسلامیہ کوئی شرط صحت نکاح کی نہ پائی گئی مگر شریعت عیسوی یا موسوی میں وہ نکاح بہمہ وجوہ صحیح ہے تو ایسی صورت میں کوئی مسلمان یہ سمجھ کر کہ اس کا نکاح تو ہمارے نزدیک صحیح نہیں اس کی بی بی سے نکاح کرنا چاہے تو ناجائز ہے اور دونوں زوجین کو اگر خدا ہدایت کردے اور مسلمان ہو جائیں تو اسی سابق نکاح پر برقرار رکھے جائیں گے۔

(۳) جو نکاح مسلمانوں کے یہاں بوجہ عدم صلاحیت محل کے ناجائز تھا وہ ان کے لئے جائز رکھا گیا ہے یہی صحیح ہے (رد المحتار وغیرہ)

اس مسئلہ کے بھی دو نتیجے ہیں اول یہ کہ ایسی منکوحہ سے اگر کوئی مسلمان نکاح کرے تو ناجائز یہ کہ اگر کوئی شخص ایسے زوجین پر بوجہ اس نکاح کے تہمت زنا کی لگائے تو اس پر حد قذف[عہ] جاری کی جائے گی، یہ نتیجہ صرف اسی زمانہ کے ساتھ خاص تھا جب اسلام کی سلطنت تھی اور قوانین اسلام پر عمل کیا جاتا تھا، یہ نتیجہ پہلے دونوں مسئلوں میں بھی ہے (در مختار وغیرہ)

اس مسئلہ میں یہ نتیجہ نہیں پیدا ہو سکتا کہ اگر زوجین بتوفیق خداوندی مسلمان ہو جائیں تو بھی نکاح ان میں باقی رکھا جائے گا، مسلمان ہو جانے کے بعد اس نکاح پر وہ قائم نہ رہ جائیں گے اور نہ اب جدید نکاح بوجہ عدم صلاحیت محل کے جائز ہوگا، مثال کسی یہودی نے اپنی ماں سے نکاح

عہ قذف کے معنی کسی پاک دامن کو تہمت زنا کی لگانا، ایسے شخص کی سزا شریعت میں اسی درّہ ہیں اسی کو قذف کہتے ہیں ۱۲۔

Marfat.com

کرلیا تو اب اس کی ماں سے کوئی مسلمان نہیں کرسکتا اور اگر اس یہودی یا اس کی ماں پر کوئی شخص اس نکاح کے سبب سے زنا کا الزام لگاتا تو اسلامی شریعت کی رو سے قذف کی سزا دی جاتی ہاں اگر یہ دونوں مسلمان ہوجائیں تو یہ نکاح قائم نہ رہے گا۔

(۴) جس نکاح پر کفار بعد اسلام کے قائم نہ رکھے جائیں ان نکاح میں زوجین باہم ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوسکتے اور جس پر قائم رکھے جائیں گے اس میں وارث ہوسکتے ہیں یہی صحیح ہے۔ (رد المحتار)

(۵) اگر کفار مسلمانوں میں کسی کو حکم بنا کے اپنا نکاح فسخ کرانا چاہیں تو وہ نکاح اگر وہی ہو جس کا بیان تیسرے نمبر میں ہوا تو وہ حکم ان دونوں میں تفریق کرادے اور جو زوجین میں سے کوئی ایک کسی مسلمان کو حکم بنا کے تفریق کا خواستگار ہو تو اس صورت میں وہ حکم تفریق کا حکم نہیں دے سکتا کیونکہ مسلمانوں کو اس امر سے منع کردیا گیا ہے کہ وہ کسی کے مذہبی معاملات میں دست اندازی کریں، ہاں اگر کوئی خود ان سے دست اندازی کی استدعا کرے تو البتہ انھیں دست اندازی جائز ہے اور اس صورت میں چونکہ یہ معاملہ دو آدمیوں سے متعلق ہے اور ان میں سے صرف ایک نے دست اندازی کی استدعا کی ہے لہٰذا ایسی حالت میں از روئے شریعت کسی کو دست اندازی کا حق حاصل نہیں ہے۔

(۶) اگر کافر زوجین میں سے صرف ایک آدمی مسلمان ہوجائے تو دوسرے کو بھی اسلام کی ترغیب دی جائے اور اس سے مسلمان ہونے کے لئے کہا جائے اگر وہ مسلمان ہوجائے تو بہتر یعنے نکاح سابق بدستور قائم رہے گا اور اگر وہ مسلمان ہوجانے سے انکار کردے تو قاضی ان دونوں کے درمیان میں تفریق کرادے۔ یہ سب صورتیں اس وقت ہیں جبکہ زوجین عاقل و بالغ ہوں اور اگر وہ بھی مسلمان ہوگیا تو عاقل و بالغ ہے اور اگر مسلمان نہیں ہو تو وہ عاقل و بالغ نہیں ہے وہ بھی اس صورت میں اس کے سن تمیز کا انتظار کیا جائے گا جب سن تمیز کو پہنچ جائے گو بالغ نہ ہو اس وقت اس پر اسلام پیش کیا جائے اگر مسلمان ہوجائے تو وہی نکاح سابق قائم رہے گا عـہ ورنہ تفریق کرادی جائے اور اگر وہ نابالغ مجنون ہو تو پھر اس کے سن تمیز کا انتظار نہ کیا جائے گا

عـہ در مختار کے بعض محشیوں سے اس مقام پر غلطی ہوگئی ہے انھوں نے لکھ دیا ہے کہ اگر اس مجنون کی ماں نہ ہو باپ نہ ہو تو اس ماں پر اسلام پیش نہ کیا جائیگا بلکہ قاضی وصی مقرر کرکے نکاح فسخ کردے گا۔

Marfat.com

بلکہ اس کے والدین پر اگر وہ زندہ ہوں گے تو اسلام پیش کیا جائے گا ان میں سے اگر ایک بھی اسلام لے آئے گا تو یہ نابالغ مجنون اسی کا تابع قرار دیا جائے گا اور نکاح سابق قائم رکھا جائے گا اور اگر والدین زندہ نہ ہوں تو پھر قاضی اس کی طرف سے کسی کو وصی مقرر کردے اور اس وصی کے مواجہہ میں ان زوجین میں باہم تفریق کردے۔

(۷) کافروں کی طلاق اور خلع[1] وغیرہ صحیح ہے۔

نتیجہ اس مسئلہ کا یہ ہے کہ اگر کوئی کتابی کافر اپنی بی بی کو طلاق دیدے یا اس سے خلع کرلے تو اس سے دوسرا شخص جو مسلمان ہو نکاح کرسکتا ہے۔

(۸) کافروں کے ذمہ ان کی بیبیوں کا مہر اور نفقہ واجب ہے۔

نتیجہ اس مسئلہ کے دو ہیں اول یہ کہ اگر کسی قاضی کی عدالت میں کوئی کافر عورت اپنے کافر شوہر پر نان و نفقہ کا دعویٰ کرے گی تو اس کا دعویٰ مسموع ہوگا مگر یہ نتیجہ اس وقت کے مسلمانوں کو کچھ کار آمد نہیں کیونکہ نہ ان کی حکومت ہے اور نہ کوئی ان کا قاضی۔

دوسرا نتیجہ یہ ہے کہ اگر کوئی کافر عورت مسلمان ہوجائے اور اس کے شوہر نے زمانہ نکاح میں اس کو نان و نفقہ نہ دیا ہو اور مہر بھی اس کا نہ ادا کیا ہو تو اس عورت کی طرف سے بعد مسلمان ہوجانے کے بھی مہر و نفقہ کا دعویٰ دائر کرسکتا ہے اور اگر اس کا شوہر کچھ مال چھوڑ کر مرے تو یہ عورت اس شوہر کے تمام وارثوں سے زیادہ اس کے مال کا استحقاق رکھتی ہے پہلے اس کا نفقہ و مہر ادا کردیا جائے گا بعد اس کے وارثوں کا حق اس مال میں قائم ہوگا کیونکہ یہ عورت قرض کا دعویٰ کرتی ہے اور قرض کا ادا کرنا میراث پر مقدم ہے۔

(۹) کافر زوجین میں جو تفریق ہو خواہ طلاق و خلع وغیرہ کے سبب سے یا تفریق قاضی کی وجہ سے یا ان میں سے کسی کے مسلمان ہوجانے کے باعث سے یہ تمام تفریقیں طلاق کے حکم میں ہیں۔

نتیجہ اس مسئلہ کا یہ ہے کہ کافرہ عورت سے بعد تفریق کے قبل عدت گزر جانے کے نکاح کرنا مسلمانوں کو جائز نہیں ہاں جو تفریق کہ عورت کے طرف سے ہوگی وہ طلاق کے حکم میں نہیں ہے

---

[1] خلع اس کو کہتے ہیں کہ عورت کچھ مال دے کے شوہر سے اپنی گلو خلاصی کرائے، طلاق اور خلع کے مسائل عنقریب کسی جلد میں انشاء اللہ بیان ہوں گے ۱۲۔

Marfat.com

مثال کوئی کافر مسلمان ہو گیا مگر جب اس کی عورت سے مسلمان ہو جانے کو کہا گیا اس نے انکار کر دیا ایسی صورت میں تفریق تو ہو جائیگی مگر یہ تفریق طلاق نہ سمجھی جائے گی حتیٰ کہ اگر اس عورت سے اگر وہ کتابیہ ہو کوئی مسلمان نکاح کرنا چاہے تو جائز ہے۔

(۱۰) اگر کتابی کافروں سے کوئی دوسرے کتابی مذہب کو اختیار کرے خواہ وہ مرد ہو یا عورت تو اس کا نکاح فسخ نہ ہو گا ہاں وہ اگر کسی ایسے مذہب کو اختیار کرے جو کتابی نہ ہو تو نکاح فسخ ہو جائے گا مثال کوئی عیسائی یہودی ہو گیا ہو تو اس کی بی بی اس کے نکاح سے خارج نہ ہو گی ہاں اگر یہ آتش پرست بن جائے تو اس کی بی بی اس کے نکاح سے باہر ہو جائے۔

نتیجہ اس مسئلہ کا یہ ہے کہ اگر کوئی عیسائی یہودی ہو جائے تو کوئی مسلمان یہ سمجھ کے کہ اس کی بی بی اس کے نکاح سے باہر ہو گئی ہے اس سے نکاح کرنا چاہے تو ناجائز ہے ہاں اگر وہ ہندو ہو جائے تو بے تامل اس کی بی بی سے بعد عدت گذر جانے کے نکاح کی اجازت ہے۔

(۱۱) مرتد ہو جانے سے بھی نکاح ٹوٹ جاتا ہے اگر کوئی مسلمان معاذ اللہ عیسائی ہو جائے تو بے تامل بعد عدت گذر جانے کے اس کی بی بی سے نکاح درست ہے ہاں اگر دونوں ساتھ ہی مرتد ہوئے ہوں تو اس صورت میں نکاح قائم رہے گا اور پھر اگر ان میں سے کوئی شخص دوسرے سے پہلے مسلمان ہو جائے گا تو یہ نکاح فسخ ہو جائے گا اور دونوں اسلام لے آئیں تو پھر قائم رہے گا۔

یہ مسئلہ بہت خیال رکھنے کے قابل ہے بعض اوقات جاہلوں کی زبان سے ایسے کلمات نکل جایا کرتے ہیں جن سے کفر و شرک لازم آجاتا ہے اور بعض اوقات وہ کلمات ایسے صاف ہوتے ہیں کہ خواہ مخواہ اس کے کہنے والے کو مرتد کہنا پڑتا ہے اور اس کی بی بی اس کے نکاح سے باہر ہو جاتی ہے اور اسے خبر بھی نہیں ہوتی اب جو ان میں باہم خاص استراحت ہوتی ہے وہ حرام ہے اور اولاد ولد الزنا یہ سب خرابیاں جہالت سے لازم آتی ہیں اس کا تدارک جاہلوں کے لئے کچھ نہیں سوا اس کے کہ توبہ کا ہر وقت ورد رکھیں تاکہ اگر کسی وقت بے خبری میں کوئی کلمہ نکل جائے تو توبہ سے اس کی تلافی ہو جائے میں نے خود دیکھا ہے کہ بعض اوقات جب جاہلوں کی خلاف مرضی کوئی مسئلہ انھیں بتایا جاتا ہے تو صاف کہدیتے ہیں کہ اپنی شریعت کو طاق پر رکھو ایسی شریعت کو ہم نہیں مانتے یہ کلمات صاف کفر ہیں بعض عالم نما جاہل آج کل یہ فساد برپا کر رہے ہیں کہ جب دو میاں بی بی میں انھیں تفریق کرانا منظور ہوتی ہے تو ان میں سے کسی سے کفر کے کلمات نکلوا دیتے ہیں معاذ اللہ

Marfat.com

یہ کیسی شوخ چشمی ہے بعض لوگ جاہلوں کے خوش کرنے کو فقہا کیطرف یہ مسئلہ منسوب کرتے ہیں کہ جب کوئی شخص اپنی بی بی کو مغلظہ طلاق دے اور پھر اس سے تجدید نکاح چاہے بغیر اس کے کہ کسی دوسرے شخص سے اس کی بی بی کا نکاح کیا جائے اور پھر اس کی طلاق کا انتظار کیا جائے کہ وہ شخص کوئی کلمہ کفر کا اپنی زبان سے نکال دے حالانکہ فقہا کا یہ منشا ہرگز نہیں ہے عورت، کیا اگر جان بھی جاتے تو کفر کا کلمہ زبان سے نکالنا درست نہیں۔

(۱۲) مرتد مرد یا عورت کا نکاح کسی سے درست نہیں نہ کسی مسلمان سے نہ کسی کافر سے نہ کسی مرتد سے۔

(۱۳) اگر کوئی کافر مسلمان ہو جائے اور اس کے نکاح میں پانچ عورتیں ہوں تو اگر ان کا نکاح ایک ہی عقد میں کیا تھا تو ان سب کا نکاح باطل ہو جائے گا اور اگر یکے بعد دیگرے ان کے ساتھ نکاح کیا ہے تو جس کے ساتھ آخر میں نکاح کیا ہے اس کا نکاح باطل ہو جائے گا۔

مثال، (۱) کسی کافر نے پانچ عورتوں سے مخاطب ہو کے کہا کہ میں نے تم سب کے ساتھ اپنا نکاح کیا تو مسلمان ہو جانے کے بعد یہ سب عورتیں اس کے نکاح سے باہر ہو جائیں گی اور یکے بعد دیگرے پانچ عورتوں سے نکاح کیا تو جس عورت سے اخیر میں نکاح کیا اس کا نکاح باطل ہو جائے گا۔

(۲) کسی کافر نے دو بہنوں یا دو ماں بیٹیوں سے مخاطب ہو کے کہا کہ میں نے تم دونوں سے اپنا نکاح کیا تو مسلمان ہو جانے کے بعد یہ دونوں اس کے نکاح سے باہر ہو جائینگی اور اگر پہلے ایک سے کیا اس کے بعد دوسرے سے کیا تو اخیر میں جس سے نکاح کیا اسی کا نکاح باطل ہو جائے گا۔

نکاح کا بیان ختم ہو گیا!

تمام شد

(آغاز پرنٹرز کراچی)